Maharabat-i-Paluna.
by
Herbert
Pt. 1-3 (in one)

(حسب ضابطہ رجسٹری کرائی گئی ہے)

دشمن قارنجہ ایسہ فیل کبی ظن ایلہ

خواہ دشمن چیونٹی کے برابر ہو اُسے ہاتھی کے برابر خیال کرنا چاہیئے

(مصنفہ)

محاربات پلیونا

حصہ اوّل

یعنی

وہ لڑائیاں جو ۱۸۷۷ء کے جنگ میں بمقام پلیونا روم و روس میں ہوئیں

اور

جن کے حالات لفٹننٹ ولیم ہربرٹ نے (جو خود جنگ مذکور میں شریک تھے)

انگریزی میں تحریر کئے تھے

اسکا ترجمہ

مولوی محمد انشاء اللہ صاحب زمیندار انعام آباد ضلع گوجرانوالہ نے

بایزاد حواشی اور فٹ نوٹوں کے اردو میں کیا

اور

سنہ ۱۹۱۰ء میں

بار پنجم

حمیدیہ ایجنسی کے لئے مطبع حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوایا

باہتمام محمد ثناء اللہ منیجر و پرنٹر مطبع ہذا

طبع پنجم ... قیمت حصہ اول ... عمر

عرضِ حال

ناظرین کرام اِس کتاب کا ترجمہ مَیںنے نہ صِرف اِس لحاظ ہی سے کیا۔ کہ اِسمیں موجودہ زمانہ کے ایک نامور مسلمان سپہ سالار کے شاندار کارنامے اور اسلامی صولت وبسالت کے کارہائے نمایاں ایک منصف مزاج شاہد کے مشاہدات کی بنا پر درج ہیں۔ بلکہ یہ دکھانے کو بھی۔ کہ خوش نصیب اور زندہ اقوام کے افراد کو الہ العالمین کیسی کیسی اعلےٰ خوبیوں اور خاصکر شہامت و ایثار کے اوصاف گرانمایہ سے کس درجہ تک متصف فرماتا ہے۔

اس کتاب کا مصنف ہربرٹ مذہبًا عیسائی قوم سے انگریز اور سکونت کے لحاظ سے جرمن تھا۔ بالفاظ دیگر کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ وہ ایک ایسے محاربہ میں جس کے فریقین عیسائی اور مسلمان ہوں۔ اسلامی فریق کا طرفدار بنتا خاصکر جبکہ زار نے اس جنگ کو ایک طرح سے مذہبی رنگ بھی دے رکھا تھا۔ مگر اِس اٹھارہ سالہ نوجوان نے کسی فوری مذہبی یا قومی جوش سے متاثر ہونا قبول نکر کے اصل اسباب پر غور کیا۔ اور جب معلوم کر لیا۔ کہ ترک حق بجانب ہیں تو مردانہ وار اِن کی حمایت پر کمربستہ ہو گیا۔ تمام تمہیدی مشکلات پر غالب آکر ترکی فوج میں شامل ہُوا۔ اور محاربات پلیونا کے آخری معرکہ تک ایسی شجاعت و ثابت قدمی سے اپنے شوقیہ اختیار کردہ فرائض کو ادا کیا۔ کہ بے اختیار تحسین و تعریف بلکہ تعجب و حیرت کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔

خدا کرے کہ مسلمان بھی پھر اپنے اسلاف اور موجودہ خوش نصیب اقوام کی مانند حقیقی شہامت۔ حق پسندی اور ایثار کے سچے انسانی اوصاف سے متصف دکھائی دیں آمین ثم آمین۔

بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ اڈیٹر وطن
لاہور

مابین ہمایون فخر شجعان دوران مشیریت جلیلہ سپہ سالاریہ مبانی و پلیونہ غازی عثمان پاشا حضرتلرینک تصویر آصفانہ لری تبرکاً درج قیلندی

مرحوم

یہ تصویر میدان جنگ میں اُتاری گئی تھی

غازی ممدوح اس وقت دوربین دشمن کے مورچوں کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۷۸۶)

محاربات پلیونا

دِیباجہ

ایک جرمن ضرب المثل ہے کہ دیر آید درست آید۔ اس سے میری مراد یہ نہیں کہ وہ تاریخی واقعات جنہوں نے پلیونا کے نام کو ہمیشہ کے لیے مشہور کر دیا ہے اور اُسے ترکوں کی نگاہ میں ویسا ہی عزیز بنا دیا ہے۔ جیسا کہ واٹرلو[1] انگریزوں کی نگاہ میں ہے۔ یا تھرموپائلی[2] پرانے یونانیوں کی نظروں میں تھا۔ اور جنہوں نے اس مقام کو شجاعت تحمل جفاکشی اور ایثار کا عثمانی قومی نشان بنا دیا ہے۔ ان میں جو تھوڑا سا حصہ مینے لیا ہے۔ اسکے حالات تحریر کرنے میں یہ سولہ برس (جو محاربہ پلیونا کے بعد گذرے ہیں) صرف ہوئے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ مینے اپنی اسی تجویز کو جو ۱۸۷۷ء کے پُر از واقعات غریبہ و سوانح عجیبہ سال کے عینی مشاہدات اور ذاتی تجربات کو قلم بند کرنے کے متعلق ابتدا ہی میں کی تھی۔ اور جس پر اکثر غور کرتا رہتا تھا اور ہمیشہ ٹالدیا کرتا تھا۔ عمل میں لاتے لاتے قریباً یہ سولہ برس گذر جانے دیئے۔ ان صفحات میں مینے ذاتی مشاہدات و تجاربہ سے تجاوز نہیں کیا۔ گو ممکن ہے کہ کہیں کہیں میرے حافظہ نے ٹھیک کام نہ دیا ہو۔ اس داستان پر [illegible] الام کے قریب ہونے کا فوراً بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے شخص کے ذاتی معائنوں پر مبنی ہے جسکو اپنی آنکھوں اور کانوں کی قوت پر بہت کچھ بھروسہ ہے۔ مینے دوران محاربہ میں ضخیم یادداشتیں تیار کی تھیں جو سوائے ایک چھوٹی سی نوٹ بک اور یادداشتوں کے چند تختہ کاغذ کے

---

[1] واٹرلو بلجیم کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو اسکے دار الخلافہ برسلز سے بجانب جنوب مشرق آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے کہ ۱۸ جون ۱۸۱۵ء کو یہاں انگریزی سپہ سالار ویلنگٹن نے جو پرشین اور انگریزی متفقہ افواج کا کمانڈر تھا۔ نپولین اعظم شہنشاہ فرانس کو شکست فاش دی۔ اس معرکہ کی وجہ سے یہ مقام تاریخ عالم میں ہمیشہ مشہور رہیگا۔

[2] یہ یونان کی شمال مشرق میں ایک مشہور درہ ہے اسکے لفظی معنے دروازہ آتشین کے ہیں جہاں ۴۸۰ قبل مسیحی میں لیونائیڈس یونانی کے مشہور محب وطن نے تین سو سپاہیوں سے کئی لاکھ ایرانی فوج کو عرصہ دراز تک یونان میں داخل نہ ہونے دیا۔ یہی واقعہ اسکی شہرت مدامی کا باعث ہے۔ یہ ایک تنگ راستہ ہے۔ ایک طرف بلند چٹان ہیں اور دوسری طرف سمندر یا دشوار گذار دلدلیں ہیں قصبہ بیا ہے جسکو یونانی فوج نے ۱۸۹۷ء کے محاربہ روم و یونان میں بمقام ڈوموکوس شکست فاش کھانے کے بعد اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا۔ یہ درہ ۱۱ میل بجانب جنوب ہے اسکے قریب آب گرم کے چشمے موجود ہیں۔ اسلیے اسکو آتشین درہ کہتے ہیں۔

جو آخری محاصرہ شکن حملہ کے دن حسن اتفاق سے میری جیب میں پڑے رہ گئے - ۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کی آخری جان توڑ کوشش کی افراتفری میں ضائع ہو گئیں. نوٹ بک میں عثمان پاشا کا ایک پنسلی خاکہ بھی جلدی میں کھینچا گیا تھا موجود ہے. شائع کنندگان کتاب نے باوجود نقصوں کے اس خاکہ کی نقل کرنا منظور کر لیا ہے۔ بلحاظ مصوری یہ تصویر بالکل بھدی ہے مگر شباہت کے ظاہر کرنے میں پورا پورا کام دیتی ہے - ایک بڑا نقص اسمیں یہ ہے کہ اس چھوٹے سے خاکہ کے دیکھنے سے ناظرین کو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ اصل شخص دراز قامت اور دُبلا پتلا آدمی ہے - حالانکہ یہ بات نہیں عثمان پاشا کا جسم گٹھا ہوا ہے اور قد میانہ ہے. جن دنوں میں روسیوں کی قید میں تھا میں نے اپنے ساتھی قیدیوں کی گفتگو اور ریکانوں سے اپنے حافظہ کو تازہ کر کے گم شدہ یادداشتوں کا بہت سا حصہ پھر دوبارہ لکھ لیا - ذاتی حافظہ کے بعد میری داستان زیادہ تر انہیں یادداشتوں پر مبنی ہے۔

اگرچہ میں انگریزی منش ہونے کا مدعی ہوں - مگر انگریزی میری مادری زبان نہیں - مجھے اسکا علم اکتسابی ہے جب میں نے انگریزی پڑھنی شروع کی اُسوقت میری عمر سات برس کی تھی - میری کتاب میں بعض موقعوں پر غیر انگریزی محاوروں اور بندش فقرات کے ہونے کا یہی باعث ہے - لڑائی سے چند برس بعد تک میں ابھی بالکل بچہ تھا نہایت ہی بے پروا اور لطف صحت - جوانی - زر و دولت اور شباب کے جائز عیش و نشاط کا حظ اٹھانے میں ایسا مشغول رہا کہ تاریخی واقعات میں اپنی ذاتی شمولیت کے حالات قلمبند کرنے کے فوائد اور اہمیت پر خیال کرنے کی مجھے فرصت ہی نہ ہوئی - اس زمانہ کے بعد زندگی کا ایک اور دَور شروع ہوا - اس میں حسن اتفاق سے مجھے کئی کامیابیاں جنکا میں مستحق نہیں تھا - خود بخود نہایت آسانی سے نصیب ہو گئیں - یہ زمانہ مطالعہ - سیر و سیاحت - گھر کے دھندوں اور اپنے پیشہ کے انصرام میں صرف ہوا - اسکے بعد مصیبت - رنج و الم - بے حد کام اور زندگی کے لیے بے اندازہ محنت و مشقت کرنے کا دور آیا - الغرض اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں کہ سولہ برس تک مجھے اپنی کتاب کے لکھنے کے لیے کوئی فرصت نہ مل سکی*

چونکہ میں صرف لفٹنٹ تھا اس لیے میرے ذاتی مشاہدات کا افق اور دائرہ لازمی طور پر محدود تھا میری حالت بعینہ اس شخص کی ایسی تھی جو کسی تصویر کو بالکل ناک کے قریب رکھکر دیکھ رہا ہو - وہ کل تصویر کو ایک نظر سے نہیں دیکھ سکتا. مگر وہ اسکے ہر ایک حصّہ کو علحدہ علحدہ کر کے بالتفصیل دیکھ لیگا - اور اس طرح سے آخر کار یہ شخص غالباً سرسری نگاہ سے کل تصویر کو دیکھنے والے کی نسبت زیادہ حالات سے واقف ہو جائیگا - معرکہ کارزار میں ادنٰے درجہ والے اس گھاٹے میں تو ضرور رہتے ہیں کہ وہ ساری معرکہ کے حالات و کوائف کو نہیں دیکھ سکتے - مگر اسکے ساتھ ہی ان کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ واقعی کارزار سے قریب ہونے کی وجہ سے ان کو اسکی اصلی اور بھیانک کیفیت بخوبی معلوم ہوتی رہتی ہے - فرمارو

مدبر، سپہ سالار اور ایک حد تک اخبارات کے فوجی نامہ نگار میدان جنگ کی تصویر کے صرف حاشیہ کے بیل بوٹے کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے شجاعوں کے کارنامے اور روح کو جوش دلانے والی کیفیتیں دیکھیں جو نہایت خوفناک اور مہیب تھیں۔ اور جن کے بیان کرنے سے زبردست محرر کا قلم بھی عاری ہے۔ میں نے ناگفتنی منظر اور ایسے خوفناک نظارے جو خیال میں بھی نہیں لائے جا سکتے ملاحظہ کیے ہیں۔ میری یہ دیرینہ اور دلی آرزو ہے اور مجھے اسکے پورے ہونے پر بہت یقین ہے کہ حضرت باریتعالی اپنی عدالت و انصاف کے دستور العمل میں یہ سزا بھی ضرور شامل کرے۔ کہ بادشاہوں اور مدبروں کو جو حضرت ہی محاربات کے برپا کرنے والے ہوتے ہیں۔ غیر ارضی سزا کا وقت پہنچنے پر (یعنی موت کے قریب) ایسے خیالی منظروں اور خوابوں کے ذریعے سے جو اصل منظروں کے کسی قدر مشابہ ہوں۔ اور جن کو مجھ لرزاں و ترساں معصوم ناظر نے مشاہدہ کیا ہے عقوبت پہنچائے۔ میں نے کسی جگہ یہ پڑھا ہے کہ اگر تم کو اپنے اعتقاد پر جو بچپن سے تمہارے دل میں راسخ ہے بیحد یقین ہو تو اسکی مضبوطی کی آزمایش کیلئے " ذرا ارض مقدس (عیسائیوں کی زیارتگاہ) ہو آؤ!" (یعنی تمکو وہاں ایسی صعوبتیں پیش آئیں گی۔ کہ غالباً اپنے عقیدہ سے ڈگمگا جاؤ گے) اس مقولہ کی درستی کی میں ذاتی معاینہ سے تصدیق کرسکتا ہوں۔ اس کا اثر اعجاز نما ہے۔ فقرہ مذکور کی ترکیب میرے حسب حال گویا یہ ہوگی کہ "اگر تم کو سپاہیت کی عزت و شان پر بیحد اعتماد ہو تو اپنے اعتماد کو ذرا لڑائی میں آزماؤ" (پھر تمکو معلوم ہو جائیگا کہ سپاہیت کی عزت و شان کیسی ہوتی ہے) سپہ سالار جو عمدہ عمدہ غذائیں کھا کر توندل ہو جاتے ہیں اور بالعموم گھروں میں ہی بیٹھے ہدایتیں جاری کرتے رہتے ہیں مفت کی عزت و نیکنامی ہتھیا لیتے ہیں گو نہ بھی لشکری حاصل کریں تو کرلیں سپاہی اور جنگ گزیدہ سے پوچھو دوران محاربہ میں غذا کا فکر صحت کا خیال اور سردی گرمی سے بچنے کے لیے رات کے بسیرے کی سرگردانی اور تلاش کیا اسکے دماغ میں اس عارضی دنیاوی شہرت نیکنامی کے حصول یا اسکی خواہش کے لیے کوئی جگہ باقی رہنے دیتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر اس کتاب کے پڑھنے سے اس نمود بے بود کے توہمات کچھ بھی زائل ہو جائیں اور اسکی بدولت قیام امن کی خواہش و محبت کسی قدر بھی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے تو مصنف کا مدعا پورا ہو جائے گا۔

لندن نومبر ۱۸۹۴ء ولیم ڈی۔ ہربرٹ۔

تمہید

مشرق کے واقعات گذشتہ پر ایک سرسری نظر

۱۸۷۵ء سے لے کر ۱۹۱۲ء تک

گنگے اور بلی کے بیر کیطرح روس و روم میں بھی پرانی دشمنی چلی آتی ہے جسوقت روم اپنے اصلی مالکوں (یعنی رومیوں) کے قبضہ میں تھا اُسوقت بھی روس بائیزنٹئم (قسطنطنیہ کا پورا نام) پر دندان آویز کیے ہوئے تھا۔ ایک روسی روایت ہو کہ قسطنطنیہ کے روس کے قبضہ میں آجانے کی عرصہ مدید سے پیشگوئی ہو چکی ہے۔ اس سے روسیوں کی قومی اُمنگ اور بلند پروازی اچھی طرح واضح ہو رہی ہے اور یہ پیشگوئی اپنے گھڑنے والوں کی ذہانت و حکمت پر جو غالبًا بہت ہی قریب زمانہ کے معلوم ہوتے ہیں بخوبی دلالت کرتی ہے ۱۸۷۷ء کا محاربہ دونوں رقیب سلطنتوں میں دسویں جنگ شمار کی جاتی ہے۔ یہ جنگ اسی وقت سے اٹل ہوگئی تھی۔ جبکہ جولائی ۱۸۷۵ء میں صوبہ ہرزیگوینا میں بغاوت پھوٹ پڑی اور صوبہ بوسنیا بھی اسکے ساتھ شامل ہوگیا روس نے در پردہ باغیوں کی امداد کی اور غالبًا اس بغاوت کا محرک بھی وہی تھا۔ ادھر سرویا و مانٹینگرو بظاہر سرکاری طور پر بالکل الگ تھلگ رہنا بیان کرتے رہے۔ مگر فی الحقیقت خود ساختہ ثالث بننے کی سعی کرتے ہے۔ یورپین مداخلت کے خوف سے بابعالی نے باغیوں کی سرکوبی کے لیے جو انتظام کیا وہ بہت نرم تھا۔ لیکن جب باغیوں نے مارچ و اپریل ۱۸۷۶ء میں مصالحت اور قیام امن کی مکرر تجاویز کو نہایت تمرد کے ساتھ مسترد کردیا تو ٹرکی نے جو صلح آمیز طریقوں سے امن قائم کرنیکے متعلق اپنا فرض ادا کر چکی تھی مستعدی سے کارروائی شروع کردی۔ یہی ہیں ٹرکی کو مانٹینگرو کے ساتھ بھی جسکا بادشاہ اور رعایا دونوں ترکوں کو جانی دشمن ہو رہے تھے مجبورًا لڑائی کرنی پڑی۔ یورپ بابعالی سے قومی قرضہ کے سود کی عدم ادائیگی کیوجہ سے پہلے ہی بگڑا ہوا تھا۔ ۶ مئی ۱۸۷۶ء کو بمقام سالونیکا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے فرانسیسی و جرمن قونصلوں کے قتل ہو جانے پر وہ اور بھی بھڑک اٹھا۔ ترکی نے اس ناقابل افسوس واقعہ کی تلافی کے لیے دول یورپ کے سخت جابرانہ مطالبات کو فورًا منظور کرکے بہت جلد ادا کردیا۔ شومئی بخت سے اندرونی مصائب و مشکلات نے سلطنت کی بنیادوں کو اور زیادہ ہلا دیا۔ سلطان عبد العزیز ۳۰ مئی ۱۸۷۶ء کو معزول اور ۴ جون کو قتل کردیا گیا مراد خامس سلطان شہید کا بھتیجا جانشین ہوا۔ ۱۵ جون کو ایک چرکس افسر (حسن بک جو عبد العزیز کا سالہ تھا) نے تین وزرائے سلطنت کو ایک اور وزیر کے مکان

ٹرکی ۱۸۷۷ء میں
پیمانہ بحساب انگریزی میل
روس
ہنگری
آسٹریا
بوسنیا
سرویا
کوہستان مشرقی کارپیتھین
بلغاریہ
کوہستان بلقان
روم ایلی
روم ایلیا
بحر اسود
بحیرہ ایڈریاٹک
ایشیا کوچک
صوفیہ
دریائے ڈینیوب

پر قتل کر ڈالا۔ مراد دیوانہ ہو گیا اور معزول کر دیا گیا۔ اور ۳۱ اگست کو اس کا چھوٹا بھائی (مولانا اعظم سلطان) عبدالحمید ثانی تخت نشین ہوا۔

اسی اثناء میں روس کے ایماء سے اور اسکی تجویز کے مطابق جون ۱۸۷۶ء میں بلگیریا میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ اس بغاوت میں عیسائی بلغاریوں نے قلیل التعداد مسلمان ہموطنوں کی قطعی بیخکنی اور بربادی کی ٹھان لی۔ سلطنت عثمانیہ کے باشندے اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شرارت کا جسکا بدنما داغ موجودہ صدی کی تاریخ پر ہمیشہ قائم رہیگا اصلی محرک کون ہے۔ اور اسکے اندرونی ارادے کیا ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کے نام سے ناگفتہ بہ مظالم توڑے گئے۔ مگر باغیوں کو بابعالی کی طاقت و جانبازی کا ٹھیک اندازہ معلوم نہ تھا۔ ترکی فوج نے بغاوت کو فرو کر دیا۔ اور عیسائیوں کو درندگی اور ظلم شعاری کشت و خون قتل کے عامہ اور آتشزدگی کا ترکی بترکی جواب دیا۔ اس کارروائی سے آئندہ محاربہ کے متعلق ترکی کیساتھ یورپ کی رہی سہی ہمدردی بھی جاتی رہی۔ یورپ کی یہ کارروائی بالکل ناواجب تھی۔ کیونکہ گو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ترکی کو رحمدلی سے کام لینا چاہئیے تھا۔ تاہم یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئیے کہ ابتدا کرنیوالے عیسائی باغی ہی تھے۔ انگلستان کے سوائے جس ملک میں بھی رعایا کا صرف ایک تحمیر اسا حصہ ترکوں کا ہوا خواہ رہا کوئی شخص اس بات کا بھولے سے بھی نام نہیں لیتا تھا۔ کہ عیسائیوں کے ساتھ وہی سلوک ہوا ہے جو انہوں نے پہلے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا۔

درنیولا اہالی سرویا روسی روپیہ سے اپنی جنگی تیاریوں کو مکمل کر کے زار کے خفیہ حکم سے ۳۰ جولائی ۱۸۷۶ء کو بظاہر باغی صوبوں میں دوبارہ امن قائم کرانیکے لیے سرحد سے عبور کر آئے۔ روس نے ان کی امداد کیلئے سپاہی اسلحہ سامان حرب اور نقد روپیہ بھیجدیا۔ سرویا کے ساتھ ہی مانٹینیگرو کو بھی اسی طرح امداد دیکر تیار کیا گیا تھا۔ وہ بھی سرویا کے ساتھ ساتھ ہی شمشیر بکف ہو گیا۔ اور اسطرح عنقریب وقوع میں آنے والے محاربہ عظیم کی تمہید کا پردہ اٹھ گیا یعنے ۱۸۷۶ء کے جنگ سرویا و ترکی کی بساط بچھ گئی۔

تمام توقع کے برخلاف ترکی کامیاب ہوئی جس سے تمام یورپ میں حیرانی اور تشویش پیدا ہو گئی۔ یورپ کی آنکھیں کھل گئیں اور اسے معلوم ہو گیا کہ "مرد بیمار" (ترکی) میں ابھی موروثی قوت مدافعانہ پوری طرح موجود ہے۔ ترکوں نے دونوں ریاستوں کے حملہ کا مقابلہ کر کے مانٹینیگرو کو ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیا اور سرویا کو کامل شکست دی۔ جس نے ۹ر اگست ۱۸۷۶ء کو دول یورپ سے بیچ بچاؤ کرنے کی بمنت درخواست کی۔ اسپر فریقین میں عارضی صلح ہو گئی۔ مگر جب روس کی مزید امداد سے اہالی سرویا پھر جنگ کرنیکے قابل ہو گئے تو انہوں نے بے ایمانی سے معاہدہ صلح کو توڑ دیا۔ انکو پھر ہزیمت فاش ملی اور جلب ملک (سرویا) میں داخل ہونیکے لیے

ترکی افواج کے واسطے راستہ صاف ہوگیا۔ مگر زار نے ۳۰ اکتوبر ۱۸۷۶ء کو مقام لیواڈیا[1] سے تاکیدی تار التوائے جنگ نے بھیجدیا۔ اور امن پسند ترکوں نے جو لڑائی کے خواہاں نہیں تھے جنگی کارروائیوں کو بند کردیا۔

۳۱ اکتوبر کو پھر جنگ کا باقاعدہ التوا ہوگیا قطعی صلح یکم مارچ ۱۸۷۷ء میں ہوئی۔ سلطان المعظم نے مزید مشکلات کے حدوث کو ٹالنے کے لیے نرمی اور مدارات سے کام لیا۔ اور باغی باجگذار صوبہ کو کسی تنبیہ یا سزا کے بغیر جسکا وہ پورا مستوجب تھا سابقہ حالت پر رہنے دیا۔ مگر سلطان المعظم کی یہ سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں روس نے اب پھر دسویں مرتبہ حصول استنبول کی کوشش کرنیکا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ اور قسطنطنیہ کی کنفرنس (جو دول یورپ نے بظاہر جنگ کو روکنے اور دراصل ترکی کی آزادی کا خاتمہ کرنے کے لیے دسمبر ۱۸۷۶ء میں منعقد کی تھی) سلطنت عثمانیہ کی طرز حکومت کے نئے قوانین جو دول یورپ کو خوش کرنے کے لیے باب عالی نے ۲۳ دسمبر ۱۸۷۶ء کو نافذ کیے تھے اور ترکی پارلیمنٹ کا پہلا اور آخری اجلاس (جسکا افتتاح ۱۹ مارچ ۱۸۷۷ء کو ہوا)۔ الغرض کوئی چیز اُسے اس ارادہ سے نہ ہٹا سکی۔ اور آخر کار ۲۴ اپریل ۱۸۷۷ء کو زار اسکندر ثانی نے جو اسوقت قصبہ کشنیف (واقعہ صوبہ بسربیا) میں مناورات (فوجی قواعد دمشق) دیکھنے کے لیے آیا ہوا تھا بالکل بلاوجہ دو برس کی جنگی تیاریوں کے بعد سلطان عبد الحمید خان ثانی کے برخلاف جنگ کا اعلان دیدیا۔

کل یورپ کو بالعموم روس کیساتھ ہمدردی تھی۔ صرف انگلستان میں عام لوگ فی الجملہ ترکوں کے ہواخواہ تھے دول یورپ نے ظاہر کردیا کہ وہ بالکل الگ رہینگی۔ رومانیا کو بھی یورپ نے سردست روس کی عملی امداد کرنے سے محترز رہنے پر مجبور کردیا تھا۔ چنانچہ اُس نے روس سے معاہدہ کرلیا کہ میں تھوڑی مدت کے لیے فوجی امداد نہیں دونگا۔ مگر ریاست کے باقی وسائل سے وہ استفادہ کرسکتا ہے۔ سرویا پچھلی ہزیمتوں سے خفیف و رنجیدہ موقعہ کی تاک میں پیچھے دبکا بیٹھا رہا کہ ترکی کو شکست ملتے ہی گدھ کیطرح شکار پر جھپٹ پڑے۔ بہادر (استہزاً) ننھی ریاست مانٹی نیگرو (جبل اسود) پھر میدان میں اُتر آئی۔ اور اس طرح دسویں جنگ روم و روس شروع ہوگئی جس کے پہلے محاربوں سے بھی زیادہ خونخوارانہ اور وحشیانہ ہونیکی کل دنیا کو ابتدا ہی سے شروع ہی میں توقع ہوگئی کہ دونوں سلطنتوں کے فرمانرواؤں نے بڑے اصرار و تقید سے اسکو مذہبی جنگ کا رنگ دیدیا تھا۔

کل عثمانیہ مقبوضات میں ایک فی الواقع عظیم الشان تحریک حب الوطنی کی پیدا ہوگئی۔ ترکوں کے لیے یہ حیات و موت کا مسئلہ تھا کیونکہ روس نے یورپ سے سلطنت عثمانیہ کی بیخکنی کی ٹھان رکھی تھی اور کل دنیا کو یہ امر بخوبی معلوم تھا

---

[1] لیواڈیا کریمیا کا ایک قصبہ ہے اور مقام یالٹا کے قریب واقع ہے۔ روس کے فرمانروا اور شاہی خاندان کے ارکین کا مدار سلطنت سے کچھ عرصہ کے لیے ستانے کو واسطے عموماً وہاں چلے جاتے ہیں انکی رہائش کے لیے اس شہر میں اکثر عالیشان مکان اور باغات موجود ہیں۔ جنگ محاربہ روم و روس میں زار اسکندر ثانی میدان جنگ میں آنے سے پہلے کئی مہینے اس قصبہ میں رہائش پذیر رہکر اپنی یہ چیل چالیں چلتا رہا تھا

حصۂ اوّل

پلیونا کی طرف کوچ

فصلِ اوّل

میں کیسے ترکوں کے ساتھ شامل ہوا۔ از جولائی ۱۸۷۷ء لغایت جنوری ۱۸۷۸ء

یہ فصل جس میں تقریباً ہر ایک فقرہ "میں ہوں" یا "میں تھا" کے مدعیانہ الفاظ سے شروع ہوتا ہے مجھ جس امر کی تستقاضی ہے اس سے مجھے حیا بہت کچھ مانع آتی ہے لیکن میں (جرمنی کے مشہور عالم فلاسفر اور مصنف) گوئٹے کی اس نصیحت سے کہ "صرف کمینہ لوگ شرمیلے ہوتے ہیں" جرأت پڑتا ہوں۔ اگر فلاسفر مذکور کے سوانح لکھنے والوں نے درست لکھا ہے تو اس نے عمر بھر اپنے اس مقولہ پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ اور میں بھی اسی کے قابل تعریف اور بارعب طریق عمل کی تقلید کرنے کی کوشش کرونگا۔

باپ کیطرف سے میں برطانوی الاصل ہوں میرا دادا واٹرلو کی لڑائی میں شریک تھا۔ اور مجھ اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب میں بچہ ہی تھا میری دادی بعض اوقات مجھکو اس شاہی وار رقم کے لیے جو اسے لندن سے بھیجی جاتی تھی انگریزی میں سید لکھدینے کیلیئے کہا کرتی تھی۔ میری والدہ (فرانس کے مشہور پروٹسٹنٹ) ہوگناٹ خاندان سے تھی میں ۱۸۵۵ء میں جرمنی میں پیدا ہوا۔ میرا باپ جو صاحب جاہت و ثروت تھا۔ برلن میں بطور سوداگری بود و باش پذیر ہو گیا تھا۔ سکول کی مدرسہ میں تعلیم ختم کر لینے پر اُس نے مجھے ایک تجارتی کوٹھی میں شاگردی یعنی ادنے محرری کی جگہ دلا دی مجھے یہ کام سخت ناگوار تھا کیونکہ مجھے اس سے بلند تر منا صب کی اُمنگ تھی میری نوجوانہ اُمنگ ڈاکٹر۔ سپاہی یا یوں کہو الغرض کوئی ایسا آدمی بننے کی تھی۔ جس کا کام قتل کرنا ہو کچھ عرصہ بعد مجھے متفرق زبانیں سیکھنے کا شوق ہو گیا۔ اور جن زبانوں کا میں اب ذکر رہا ہوں اسوقت میں انگریزی اور فرانسیسی روانی کیساتھ اور لاطینی و ہسپانوی بخوبی بول سکتا تھا رفتہ رفتہ میری طبیعت فلسفہ علم الالسنہ اور دیگر قیاسی علوم کیطرف راغب ہو گئی۔ مگر میرا باپ دل و جان سے تجارت کا شیدا تھا اور مجھ کو بھی تاجر بنانے پر وہ راسخ العزم ہو چکا تھا۔ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے ہوئے جنوری ۱۸۷۷ء

میں بیٹھے۔ میسرز راسنگر انڈ شنیڈر سٹیفل کے نہایت ہی غلیظ دفتر میں ایک غلیظ بینچ کے سامنے اپنی جگہ جاتی۔ یہ سوداگر کمیشن پر ایک کا مال دوسرے کے پاس بیچا کرتے تھے اور نوآبادیوں کی پیداوار کی خرید وفروخت کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ انہوں نے تقریبًا بیس ایک ادنے منشی رکھے ہوئے تھے۔ کلرک (منشی) کوئی نہ تھا کیونکہ ان لوگوں میں بلا تنخواہ کام نہ کرنے کی بہت بری عادت ہوتی ہے برخلاف اسکے جرمنی میں ادنے منشیوں یعنی شاگردوں کو تین چار برس تک بلا تنخواہ کام کرنا پڑتا ہے۔

یہ سوداگر یہودی تھے۔ انکی ناک۔ ان کا لب ولہجہ۔ انکی خسیس عادات۔ ان کے منہ سے لہسن کی سخت بو اور بالآخر انکی غلیظ شکل وصورت کو دیکھتے ہی ہر شخص انکی قومیت کو پہچان سکتا تھا۔ وہ اپنے تئیں عیسائی ظاہر کرتے تھے لیکن برلن میں پروٹسٹنٹ مذہب کی حالت بہت ہی ردی ہو گئی کہ اس نے ایسے رنگروٹوں کو منظور کر لیا۔

میری زندگی کے نہایت قابل تعریف کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں میسرز راسنگرانز کے دفتر میں بارہ مہینے سالم رہنے کے باوجود بھی دیانتدار اور بلحاظ اوضاع واطوار ولباس شریف آدمی رہا ہوں۔

شاید میری اس کتاب کو بعض انگریزی کلارکوں کی نظر سے گذرنیکا فخر حاصل ہو اس خیال سے میں دونوں ملکوں کے کلارکوں کی باہمی حالت کے موازنہ کیلئے میسرز راسنگرانز کے دفتر کے کلارکوں کا ضبط اوقات جو جرمنی کے دیگر کوٹھیوں سے کچھ ہی سخت ہے درج کر دیتا ہوں۔ انگلستان کے کلارکوں کو دس بجے سے لیکر پانچ بجے تک دفتر میں حاضر رہنا پڑتا ہے۔ ان میں سے ایک گھنٹہ کھانے کے لیئے ملتا ہے۔ ہر شنبہ کو نصف دن کی اور اتوار کو سالم تعطیل اور موسم گرما میں تین ہفتوں کی مسلسل رخصت ملتی ہے۔ دفتر مذکور میں ۸ بجے صبح سے دس بجے رات تک کام کرنا پڑتا ہے کھانے کے لیے کوئی وقت نہیں۔ ایک ہاتھ سے لکھو اور دوسرے سے بسکٹ چباتے جاؤ۔ شنبہ کو ۸ بجے صبح سے ۱۱ بجے رات تک اور اتوار کو ۱۰ بجے صبح سے ۴ بجے شام تک تعطیل نام کو بھی نہیں۔

مجھ سے کسی نے ذکر کیا تھا کہ مسٹر شنیڈر سٹیفل کے جد امجد کو عرصہ ہوا اس زمانہ کے ایک دلیر اور خراب برلن کے امیر نے عرصہ دراز کے لیے قید خانے کے تہ خانہ میں قید رکھا تھا۔ غالبًا اُس کا پسر خلف صدیوں بعد اب اسطرح سے عیسائیوں سے اپنے باپ کا بدلہ لے رہا ہے۔ یہ دفتر بالکل قید خانہ کے مشابہ ہے اور غلیظ اس سے بدرجہا زیادہ کالج کے آزادانہ اور باآسایش طرز معاشرت کے بعد جہاں کبھی کشتیوں کی سیر ہے کبھی گنگی بازی ہو رہی ہے کبھی مبارزت کی مشق۔ کبھی باہمی دھول دھپہ۔ الغرض جہاں ہر ایک چیز جوانی کی امنگوں کو بڑھانے والی اور صحت کی موید تھی۔ یہ تجارتی تجربہ میرے لیے دائمی تکلیف وعذاب کا باعث تھا۔ بنابریں جب جولائی میں سرویا نے ترکی کے ساتھ جنگ کرنیکا اعلان کر دیا تو میں نے باپ کو صاف کہدیا کہ میں میدان جنگ کو بطور والنٹیئر جاتا ہوں۔ اور گو میرا دل ترکوں کی طرف سے ہو کر لڑنے کو چاہتا ہے۔ لیکن اگر وہ میری خدمات

کو منظور نہ کریں تو میں سرویا والوں کے ساتھ ہو کر لڑائی پر آمادہ ہوں مجھے ترکوں سے ہمدردی ہو جانے کی یہ وجہ تھی کہ میری چند نوجوان انگریزوں سے جو برلن میں تعلیم پاتے تھے ملاقات ہو گئی تھی وہ ترکوں کے ہوا خواہ اور روسیوں سے بےقدر متنفر تھے کہ شاید اس سے زیادہ نفرت انکو صرف جرمن یہودی سے ہو۔ میرا باپ یہ سنتے ہی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اُنکا ہنسنا بے محل نہ تھا۔ میں اُسوقت ایک طرح بالکل بچہ تھا۔ میری عمر صرف سولہ سترہ برس کی تھی میں متخاصمین میں سے کسی کی زبان نہ جانتا تھا۔ گھر کے عیش و آرام میں مجھے معلوم نہ تھا کہ جنگ میں شامل ہونے سے مجھے کوئی منفعت یا عزت حاصل نہیں ہوگی۔ بلکہ ممکن ہے کہ مجھکو انکے عوض زخم یا قطع اعضا نصیب ہوں اور اسطرح ساری عمر کے لیے جسم کو ناقابل بنالوں۔ میرے باپ نے یہ سب باتیں مجھکو سمجھائیں۔ اِن سب میں مجھے ایک بات سب سے زیادہ وزندار معلوم ہوئی اور وہ یہ تھی کہ میں زبان نہیں جانتا تھا میں نے اس کی کو فی الفور پورا کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ روس و روم میں لڑائی ہونے کے آثار ہویدا ہو گئے تھے۔ تھوڑی سی سوچ بچار کے بعد میں نے ترکوں کا حامی بننے کا فیصلہ کرلیا۔ میں نے ترکی قواعد کی کتاب خرید کرلی اور کمال پر جوشی کے ساتھ عربی حروف تہجی کا مطالعہ شروع کردیا۔ اِن حروف کی تمیز یورپین لوگوں کو اکثر حروف کی مماثلت کیوجہ سے ابتدا میں بہت مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے گھر کے ایک چھوٹے سے قہوہ خانہ میں ایک خوبصورت چرکس لڑکی خادمہ تھی۔ میں اپنے انگریز دوستوں کے ساتھ وہاں گیا۔ اور اس عورت کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوکر) میں نے خرم و احتیاط سے کام لینے کی بجائے نوجوانانہ اُمنگ سے کام لے کر ترکی حمایت کے ارادہ کی پھر دوبارہ تصمیم کی۔

میں نے ہر روز دو گھنٹے اور اتوار کے دن کو چار گھنٹے محنت کرنے سے چھ مہینے میں ترکی زبان میں خاصی مہارت پیدا کرلی۔ میری اس ترقی کو سنکر اکثر طلبا حیران ہونگے۔ اُنکی دلچسپی اور واقفیت کے لیے اپنا دستور العمل بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ پہلے میں نے حروف تہجی سیکھے۔ اسپر ایک مہینہ صرف ہوا۔ بعد ازاں الفاظ کا ایک ذخیرہ حفظ کیا جس میں تقریباً ایک ہزار اسم۔ پانچسو اسم صفت و فعل اور بیشمار اسم مکان و ظرف۔ اور چھوٹے چھوٹے جملے تھے۔ میں نے اپنے لیے ایک علیحدہ لغات خود تیار کرکے اسماء کی جماعت بندی کرکے انکو مختلف عنوانوں مثلاً "جسم انسانی" "محبت مکان۔ قصبہ۔ ملک۔ جنگی معاملات" وغیرہ وغیرہ کے نیچے تقسیم کردیا۔ اور پھر اس لغات کو ایسی اچھی طرح سے حفظ کرلیا کہ گو اب کامل سترہ برس سے مجھے ترکی زبان بولنے کا مطلقاً موقعہ نہیں ملا۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے ایک لفظ بھی فراموش نہیں ہوا۔ حفظ کرنے میں تین مہینے صرف ہوئے۔ باقیماندہ دو مہینے میں نے صرف و نحو کے ابتدائی قواعد یاد کرنے۔ ترکی کتب پڑھنے اور ایک پنشن یافتہ فوجی افسر کے ساتھ جو پرشیا کی ایک فوجی کمپنی کے ہمراہ قسطنطنیہ گیا تھا۔ اور پھر وہاں ایک جرمن جرنیل کا جو ترکی گورنمنٹ کا ملازم ہوگیا تھا۔ ایجوٹمینٹ ہوکر کئی سال وہاں رہا تھا۔ ترکی زبان میں بات چیت کرنے میں لگائے۔ اس افسر سے مجھے

ترکوں کے جنگی معاملات کے متعلق بھی معتد بہ واقفیت حاصل ہوئی۔

میرے خیال میں ترکی زبان زیادہ تر اپنی مختصر بیانی۔ الفاظ کی خوش آوازی (جو کانوں کو بہت پیاری معلوم ہوتی ہے) اور اپنے افعال کیوجہ سے مشہور ہے۔ ترکی فعل نہایت پیارا اور خوش آہنگ معلوم ہوتا ہے علمی مطالعوں کے دوران میں مجھے کئی زبانوں کے فعلوں سے سابقہ پڑا ہے لاطینی زبان کے فعل سہی ہی نہیں۔ جو میرے طالبعلمی کے زمانہ سے دوست ہیں بلکہ عربی افعال سے بھی جن سے میری ملاقات کوئی ایسی ویسی نہیں لیکن مشکل الفہم اور کامل ہونے میں ترکی فعل سب سے گوئے سبقت لیگیا ہے۔ لاطینی فعل کی گردان "آمو۔ آماس۔ آمت" میں تصنع نہیں۔ سب گردان ایکطرح خود بخود زبان پر روان ہوجاتی ہے۔ اسے ایکدفعہ سات برس کی عمر میں سیکھ لو پھر سو برس کی عمر تک نہ بھولیگی۔ مگر ترکی فعل کی گردان "سیورم۔ سورسک۔ سیور۔ سیورز۔ سیورسنز۔ سیورلر" سے وحشیانہ مطلق العنانی کی بو آتی ہے اور قابل گردان افعال کی ۲۰۰ مختلف شکلیں (صیغے) بہر حال اسی لیے وضع کیگئی ہونگی کہ فرنگی اور کفار مسلمانوں کی بات کو نہ سیکھ سکیں۔ اسمیں کلام نہیں کہ ترکی صرف و نحو پوری مکمل اور اپنے کمال میں فی الواقع نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہے مگر اس میں اسقدر تصنع اور بناوٹ اور آورد ہے کہ انسان خواہ مخواہ یہ یقین کرنے پر مائل ہوجاتا ہے کہ ترکی زبان بھی دولاپوک زبان کی طرح ایجاد کردہ ہے

مجھے ترکی زبان کی مطالعہ میں بوڑھے روزنکرانز کے اگست ۱۸۷۶ء میں عین مناسب موقعہ پر مرجانے سے جو کوٹھی کا بانی اور اعلے شریک تھا بہت مدد پہونچی۔ میں تو اسکی وفات سے اس لیے بھی خوش ہوا لیکن اسکے دوستوں اور دیگر ملازموں کو بھی کچھ کم خوشی نہ ہوئی۔ اگر شیطان نے بھی اس سے کبھی کوئی معاملہ کیا ہوگا تو مجھے یقین ہے کہ بالآخر وہ بھی اس چالاک یہودی سے چکما کھا گیا ہوگا۔ اسکے مرنے پر اُسکا ساتھی شینڈر بھی کاروبار سے علیحدہ ہوگیا۔ اور ستمبر میں روزنکرانز کے دونو بیٹوں نے کام اپنی تحویل میں لے لیا۔ اُنکے خیالات بلند اور وہ تعلیمیافتہ نوجوان تھے اور انکا کام شروع ہوتے ہی غریب ملازموں کی سنی گئی۔ آیندہ کیلئے شام کے سات بجے دفتر بند کرنیکا وقت مقرر کردیا گیا۔ مگر تجارتی حسن معاملہ میں بیٹے باپ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور بد معاملگی و دغا فریب میں اسکے بھی استاد تھے۔

سرویا میں ترکوں کو فتوحات نصیب ہونے پر انکی طرف سے ہو کر لڑنے کی خواہش میرے دلمیں اور مضبوط ہوگئی اور جب روس کے ساتھ ترکوں کی جنگ اٹل ہوگئی اور مینے خیال کیا کہ اب جانے نہ جانیکے فیصلہ کرنیکا وقت پہنچگیا ہے۔ تو مینے ماہ دسمبر ایک اتوار کی شام کو جو مجھے ہمیشہ یاد رہیگی اپنے باپ پر ظاہر کردیا کہ مینے اس آنے والے معرکہ میں شریک ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے: زبان نہ جاننے کا جو اعتراض آپنے پہلے کیا تھا وہ مینے ترکی زبان کو در پردہ سیکھتے رہنے سے رفع کردیا ہے اور اب ترکی محاورات کے امتحان میں بھی کامیاب ہوجانیکا دعویٰ رکھتا ہوں۔ اب میری عمر اٹھارہ کے قریب ہوگئی اور رائیفل کو اٹھانے یا تلوار کو استعمال کرنیکے لیے کافی توانا ہوں۔ جس تجارتی زندگی سے مجھے سابقہ پڑا ہے

سے ک ٹ یعنی کاف جسپر تین نقطے ہوں۔ کاف صامت۔ یا صاغر یا ترکی کہلاتا ہے۔ اور نون کی آواز دیتا ہے۔ مترجم

مَیں اس سے سخت بیزار ہو گیا ہوں۔ اس نے میری صحت اور روح کو مضمحل کر دیا۔ میں یہودیوں کے دفتر میں جانے پر قبر میں جانے کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور بالآخر گو مَیں اسے نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ آپکی اجازت سے اور آپ ہی سے روپیہ لیکر جاؤں۔ لیکن اگر مجھے اجازت یا روپیہ نہ دینگے تو مَیں اسکی پروا نہ کرونگا اور بہر حال چلا جاؤنگا۔ اسی طرح باپ کے ساتھ کئی دفعہ زبانی تکرار ہوئی۔ اس نے اس معاملہ کے ہر پہلو پر اچھی طرح سے غور و فکر کیا اور آخر کار جب اُسکو یقین ہو گیا کہ مَیں راسخ العزم ہوں تو ہفتہ دو ہفتہ کی کشمکش اور سوچ بچار کے بعد مجبور اور ناچار اجازت دیدی۔ میرا باپ ہمیشہ سے ترکوں کا خیر خواہ تھا۔ برلن میں اس خیال کے تھوڑے ہی لوگ تھے اور از انجملہ ایک وہ تھا۔ مگر والدہ کو جب معلوم ہوا کہ مَیں مسلمانوں کیطرف سے ہو کر عیسائیوں کے ساتھ لڑنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو وہ ششدر رہگئی۔ لیکن مینے اور والد نے جب اُسکو اچھی طرح سمجھا دیا کہ یہ مذہبی معاملہ نہیں ہے اور ترک قوم بجانب ہیں تو گو میری جدائی کا اسے پھر بھی سخت رنج تھا۔ مگر اسے یقین ہو گئی کہ مینے حق کا پہلو اختیار کیا ہے۔

والدہ کے بعد چچاؤں، پھوپھیوں، خالاؤں اور عمزاد بھائی بہنوں کی باری آئی۔ اور انہوں نے کپڑوں سے باہر ہونا شروع کیا۔ اُن کے ساتھ کئی دفعہ لطیف و مزیدار جھگڑے ہوئے۔ جسقدر زیادہ فہمایش کرتے اسیقدر زیادہ مَیں ہنس دیتا۔ اور چونکہ اس تماشا کی اصل کیفیت اُن سے پوشیدہ تھی اور اُسکا حظ وہ نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ وہ آخر کار غصہ میں آکر تیز کلام ہو جاتے۔ مگر اس سے مجھے اور زیادہ مزہ ملتا تھا۔ آخر انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ مَیں مرتد ہو گیا ہوں اور میری غریب پیرانہ سال پھوپی نے جس نے شادی نہیں کی تھی ہر روز میرے لیئے دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔

ساتھ لیجانے کو مینے مندرجہ ذیل اسباب لیا۔ نیچے پہننے کے متعدد جوڑے۔ دو جوڑے زائد بوٹ۔ ایک موٹا کمبل ایک نفیس دوربین جو میدان جنگ میں استعمال کیجاتی ہے۔ ایک ریوالور (کئی گولیوں والا پستول) ایک ترکی لغات ایک جیبی انجیل اور چند نقشے۔ والد نے مجھے قسطنطنیہ کے یورپین باشندوں کے نام کئی اعلےٰ لوگوں کی سفارشی چٹھیاں لا دیں۔ پروانہ راہداری اور انگریزی و جرمن سفرا و قونصلیں متعینہ ترکی کے نام بھی ضابطہ کے سفارشی خطوط میرے پاس تھے۔ علاوہ بریں پچاس پونڈ (۷۵۰ روپیہ) نقد اور پانچسو پونڈ کی ہنڈیاں بھی میرے پاس تھیں۔

اسطرح سے تیار و ملبس ہو کر مَیں والدہ روتی ہوئی والدہ اور دو چھوٹی بہنوں سے رخصت ہوا۔ بہنوں کو آہیں بھرتے اور والدہ کو روتا ہوا دیکھکر میری جرات خاک میں ملگئی۔ مینے بے اختیار انکے بوسے لیا اور بآواز بلند ایسا چلایا کہ گویا میرا کلیجہ پھٹ رہا تھا۔ میرے باپ نے رخصت ہوتے وقت نصیحت کی کہ "اگر تم عزت و عقل و ضمیر کے احکام پر چلوگے تو تمکو کبھی نقصان نہیں پہنچیگا۔ اپنے خاندانی امتیاز راستی موجب رضائے خدا ہے" کو کبھی فراموش نہ کرنا۔

باپ نے مجھے قسطنطنیہ تک جہاز و ریل کے اول درجہ کے ٹکٹ لے دیئے۔ جب مَیں ٹرین میں سوار ہو کر اور گاڑی میں تنہا بیٹھا ہوا مارسیلیز (فرانس کے جنوبی ساحل پر مشہور بندرگاہ) کو چلا جا رہا تھا تو آزادی کی خوشی دے رہی تھی

آنسوؤں کو خشک اور کل بدشگونیوں کو میرے دل سے خارج کر دیا۔ ٹرین پر بیٹھتے ہی دفتر کے کراہیت انگیز کام کاج نوجوانوں کی جوانی کو غارت کر کے آخر کار جیسا کہ کلرکوں کا انجام ہوتا ہے انکو ذلیل خوشامدی نیم فاقہ کش اور مایوس حیوان بنا دیتا ہے آخری الوداع ہو گیا! اب مکروہ بیوٹیوں اور انکے بے ایمانی سے کمائے ہوئے منافعوں اور چالاکیوں سے مجھے کوئی تعلق نہ تھا۔ ابنہ مردی۔ تہوّر۔ جسمانی مستعدی کی زندگی اور حصول عزت و اطمینان کے امکان میرے سامنے موجود تھے اور ان خیالات نے مجھے شراب کی طرح مست کر دیا۔

مارسیلز سے مَیں ایک شاندار جہاز پر سوار ہوا۔ اور بخیر و عافیت ۲ر فروری ۱۸۷۷ء کو قسطنطنیہ پہونچگیا۔

فصل دوم

قسطنطنیہ کی اقامت۔ فروری و مارچ ۱۸۷۷ء

قسطنطنیہ پہنچکر مینے محلہ پیرا کے ہوٹل ڈی بائی زینس کا ایک کمرہ کرایہ لے لیا۔ ایک ہفتہ تک میں ادہر اُدھر پھرتا رہا اور جہاں مجھے ترکی بولنے کا موقعہ ملتا اسے ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ ترکی زبان کا علم تو مجھے پہلے بھی کچھ ایسا کم نہ تھا۔ اس طرح سے مشق و محاورہ بھی ہو گیا۔

عثمانیہ دار الخلافہ کے متعلق جسپر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں کچھ لکھنا میرے فرض منصبی میں داخل نہیں ہے۔ تاہم مَیں اسکے متعلق چند باتیں جو مجھے عجیب معلوم ہوئیں بیان کیے دیتا ہوں۔ سب سے اوّل و حیرت افزا اختلاف ہی جو قسطنطنیہ کو سمندر سے دیکھنے اور خود اسکے اندر سے دیکھنے میں پایا جاتا ہی۔ جہاز کے تختہ سے جو باسفرس کے کنارہ کنارہ آہستگی کے ساتھ گولڈن ہارن (قسطنطنیہ کی خلیج جو یورپین آبادی کو قدیم استنبول سی جدا کرتی ہی اسکو شاخ زرین بھی کہتے ہیں۔ آمد و رفت کیلئے اسپر دو پل بنے ہوئے ہیں) کے پہلو (قدیم) پل کے قریب اپنی لنگر گاہ کو جا رہا تھا۔ شہر نہایت ہی خوبصورت دکھائی دیا۔ دن حسن اتفاق سے صاف تھا کیونکہ فروری و مارچ کے مہینوں میں جو بلحاظ صفائی فضا اس نواح کے بدترین مہینے شمار ہوتے ہیں مطلع اکثر مکدر رہتا ہے اور موسم شاذ و نادر نکھرا ہوا ہوتا ہے۔ اسوقت کا منظر ایسا دلفریب تھا کہ میری آنکھوں نے ویسا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا سامنے مکانات کے چونہ گچ اگواڑے اور جا بجا نہایت ہی سبز درختوں کے جھنڈ۔ زیر قدم سمندر کا نیلگون پانی بیشمار چھوٹی بڑی کشتیوں اور جہازوں سے معمور۔ اوپر بے تعداد گنبد۔ برج اور مینار۔ ان سب نے مل ملا کر ایسا سماں باندھا ہوا تھا کہ آنکھوں کو ویسا دلکش نظارہ قسمت سے دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ شہر کنارہ ساحل سے تھیٹر کی شکل میں بلندی کی طرف اُٹھتا ہوا نظر کے سامنے ایک عظیم الشان اور خوبصورت تصویر کیطرح بچھا ہوا بھر جاتا ہے اس نظارہ کے بعد ترکی

یہودی اور یونانی محلوں کے تنگ و تاریک اور غلیظ کوچوں پیچیدہ اور غیر مصفا بازار والی بد حیثیت مکانوں کو دیکھکر جن میں سے اکثر غیر آباد اور بوسیدہ ہیں روح کو سخت صدمہ پہونچتا ہے جسدن میں قسطنطنیہ پہنچا بارش اسی دن سہ پہر کے وقت سے شروع ہوگئی اور تین روز جہاز رانوں کے محاورہ کے مطابق موسم نہایت گندہ رہا۔ بازاروں کی کیچڑ اور غلاظت نا قابل بیان تھی اور پیرا کے چند بازاروں کے سوا باقی تمام قرب و جوار کی عام گندگی نے مجھ کو ویسا ہی پریشان دماغ کر دیا جسطرح کہ لندن کے مشہور کراہیت انگیز بڑے بازار (کیلئے ڈوسنین روڈ وغیرہ) قریب شام بارش ہوتے ہوتے انمیں سے گذرتے وقت دیکھکر اور غلاظت کی وجہ سے مجھے خودکشی پر مائل کر دیتے ہیں۔ دوسرا قابل بیان امر یہ ہے کہ جو مصروفیت خود داری اور بیحد جلد جلدی برلن۔ لندن یا مغربی یورپ کے دیگر شہروں کے بازاروں میں آنے جانے والوں کے چہروں پر برستی دکھائی دیتی ہے اسکا یہاں نام و نشان تک نہیں۔ باشندگان استنبول کے بشرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو کوئی کام نہیں۔ اور بظاہر انکا کام صرف یہی دکھائی دیتا ہے کہ وہ وقت کو کسطرح کاٹیں۔ انکے بشرے نہ سہی کم از کم انکی سست رفتاری با نقاہت انداز۔ بیفکرانہ گفتگو اور سیح و بیح اسی پر دلالت کرتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ کیفیت ابھی اس زمانہ کی ہے جبکہ (روسیوں کی غاصبانہ فوجکشی کیوجہ سے) رعایا میں عام جوش پیدا ہو رہا تھا اور قومی جذبات برانگیختہ ہو رہے تھے پولیٹیکل سکون اور امن و امان کے زمانوں میں تو قسطنطنیہ کے باشندے بالضرور سکتہ کے عالم میں ہوتے ہونگے۔

سوم میں ترکوں کی بینظیر قناعت و تحمل کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ نہ صرف ان تمام چیزوں کے بغیر ہی جنہیں یورپین حظ زندگی کیلئے لازمی قرار دیتے ہیں کسی نہ کسی طرح زندگی بسر کر لیتے ہیں۔ بلکہ انہیں انکی خواہش بھی نہیں ہوتی۔ تھیٹر۔ ہوٹل علمی انسٹیٹیوٹ۔ شرابخانے۔ باقاعدہ قومی مجالس۔ ملکی و شہری جلسے۔ کلب۔ ناچ گھر۔ لکچر ہال کھیل کود کے میدان۔ قمار بازی۔ رات کو بازاروں کی گلگشت رندانہ۔ میوزک ہال۔ قمار خانے جن میں عورتیں ساقنیں ہوں۔ الغرض موجودہ تعلیم اور عیسوی تہذیب کے ان تمام لوازمات سے انکی طرز رہائش زندگی بالکل مستغنی ہے۔ یہ چیزیں تم کو البتہ قسطنطنیہ کے عیسوی محلوں میں عیسوی طرز پر قائم ملیں گی۔

دوستوں (زن و مرد) کا کسی مشترک دوست کے مکان پر جمع ہونا۔ کنبہ کا ایک جگہ جمع ہو کر غم غلط کرنا۔ باہمی میل ملاپ اور رفاقت حتی کہ کورٹ شپ (یعنی عورت و مرد کا شادی سے پہلے ایکدوسرے سے ملنا) یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کو ترک جانتے تک نہیں یا اگر جانتے ہیں تو ایسا سرسری کہ ان تمام کیلئے جو لفظ انہوں نے اپنی زبان میں وضع کیئے ہیں ان سے انکا ایسا مفہوم نکلتا ہے کہ کوئی انگریز یا جرمن مشکل سے یہ قیاس کر سکتا ہے کہ یہ انہیں الفاظ کے مرادف ہیں جن کو ہم کورٹ شپ وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں۔ ترکوں میں عورت و مرد کا ملکر سیر گاہوں اور بلیوبر میں گشت کرنا کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے یورپین محلہ (گراند روڈی پیرا یعنی پیرا کا بڑا بازار) کے سوا قسطنطنیہ میں کوئی تفریحگاہ اس غرض کیلئے نہیں ہے۔ ترکوں کی تفریح کا طرح کی ہے۔ بازاروں میں گشت کرنا قہوہ خانوں میں بیٹھکر ادھر

اُدھر کی گپ شپ سننا جمعہ کے دن شہر سے باہر جاکر مشہور دلکش مقام کاغذ خانہ کی سیر کو جانا۔ یہ گولڈن ہارن کے شمالی سرے پر واقعہ ہے۔ اور بچے عورتیں وہاں سیر و تفریح کے لیے بڑے شوق سے جاتے ہیں چہارم صاف موسم میں کشتیوں پر بیٹھکر باسفرس کی سیر کرنا۔

امر چہارم ترکوں کی بیحد پابندی مذہب اور خدا پرستی ہے۔ اس مضمون پر سالم باب لکھا جا سکتا ہے مگر میں اسکا صرف سرسری ذکر کرتا ہوں۔ اسلام اپنے پیرووں کے ہر ایک فعل و عمل میں حتی کہ انکی کل زندگی میں ایسا سرایت کر جاتا ہے کہ غالباً ہندو مذہب کے سوا اور کسی دین کو یہ پایہ حاصل نہیں۔ دیگر مذاہب مثلاً عیسویت و یہودیت انسان کیلئے بنائے گئے معلوم ہوتے ہیں اور انکی غرض یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کیلئے کوشش و محنت کرتے رہنے کے ساتھ ہی انسان کا خدا کے ساتھ بھی تعلق رکھا جائے۔ برعکس اسکے مسلمانوں کے طرز عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ مذہب کے لیے بنائے گئے ہیں تاکہ بحالت امن اسپر کاربند رہیں اور بحالت جنگ اسکی اعانت کریں۔ اس سے میری یہ مراد نہیں کہ فی الواقع اسی طرح ہے بلکہ یہ کہ دیکھنے والیکو ایسا یقین ہو جاتا ہے۔ اسلام و سلطنت اسلامیہ باہم صرف جزو ما لا ینفک ہی نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ بنابریں ترکی کے ساتھ جو جنگ ہوگی وہ بالضرور ہمیشہ مذہبی ہوگی۔ شاید بعض کو خیال گذرے کہ مینے یہ جملہ طنزاً لکھا ہے مگر مینے اسکو غایت متانت سے تحریر کیا ہے اور تاریخی واقعات سے اسکی تصدیق ہو رہی ہے۔ جارحانہ جہادوں کا زمانہ گذر چکا ہے۔ مگر ہلال کی سلطنت کے مدافعانہ محاربے برابر ویسے ہی جانگداز ہوا کرینگے جیسے کہ سخت سے سخت جہاد ہو چکے ہیں اس امر سے مجھے پانچواں اور آخری امر یاد آتا ہے۔ اسپر مینے زیادہ زور دینا چاہتا ہوں کیونکہ مارچ اور فروری ۱۹۱۶ء کی اقامت قسطنطنیہ کے دوران میں اس نے مجھے بیطرح متحیر بنایا تھا۔ اس سے میری مراد ترکوں کا وہ جوش حب الوطنی اندھا دھند تیاریاں جنگی اوصاف اور بیحد سرگرمی ہے۔ جو سب باتیں اس محاربہ کی وجہ سے جسکا عنقریب بغایت نفرت کیے گئے روسیوں سے ہونا اب اٹل ہو گیا تھا پیدا ہو گئی تھیں۔ ہر ایک جگہ اس آنے والی جنگ مقدس کا ذکر تھا۔ یہ صرف جہاد ہی نہیں تھا۔ بلکہ سلطنت کی موت و حیات اور قوم کی سلامتی و بربادی کا سوال تھا۔ اس سے ہر فرد بشر میں ایک قدرتی جوش پیدا ہو گیا تھا۔ جدھر جاؤ اسی کا چرچا تھا۔ اس ایک چیز نے سب کی رگوں میں تحریک پیدا کر دی اور قوم میں نئی روح پھونکدی تھی۔ یہ گویا اکسیر حیات تھی جو اچانک معلوم ہو گئی اور اس نے نیم مردہ ملک میں حیرت افزا اور عظیم الشان طاقت و حیات پیدا کر دی۔ روسی سفیر اسکے ماتحت اور بیشمار روسی جاسوس (جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے تھے) لاکلام اندھے ہو گئے ہونگے کہ ان کو یہ جدید کیفیت معلوم نہ ہوئی۔ کیونکہ اگر انہوں نے ترکوں کا یہ بے نظیر جوش دیکھا ہوتا تو روسی امیروں اور فہروں کے دماغوں میں قسطنطنیہ پر بآسانی قابض ہو جانے کا خبط کبھی نہ داخل نہ ہوتا۔ مگر انہوں نے یہ

حالت معاشرت نہ کی اور وہ خبط ان میں برابر سمایا رہا۔ سرویا کی ہزیمتوں نے زبان حال سے انکو چلا چلا کر ترکوں کی طاقت و جبروت سے متنبہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر انکی طرف کوئی خیال نہ کیا گیا۔ ترکی قوم کے بیدار شدہ جوش حب الوطنی کو کالعدم تصور کیا گیا۔ اور ترکی مذہبی تحریک و گرمجوشی کی کوئی پرواہ نہ کی گئی۔ چنانچہ روسیوں نے بالکل ناکافی فوج ان کے مقابلہ کے لیے میدان جنگ کو روانہ کی اور جب تک ۳۰ جولائی (۱۸۷۷ء) کو انہیں دوسری دفعہ پلیونا کے سامنے ہزیمت فاش نہ مل چکی روسیوں کی آنکھیں نہ کھلیں۔

تقریباً ہر ایک ترک کو جس سے میری گفتگو ہوئی مینے یہ یقین رکھتے ہوئے پایا کہ انگلستان انکی امداد کریگا اور چونکہ میں انگریز سمجھا گیا تھا۔ میری بہت کچھ خاطر و مدارت کیجاتی تھی۔ جرمنی و آسٹریا پر ترکوں کا اعتبار نہ تھا مگر فرانس پر ان کو یقین تھا کہ وہ بالکل الگ تھلگ رہیگا۔ خاص دار الخلافہ میں مینے ترکوں میں عیسائیوں کے برخلاف چنداں مذہبی جوش نہ دیکھا۔ لیکن صوبجات میں بیحد مذہبی تعصب مستولی ہو رہا تھا۔ بابعالی کی سامی[1] رعایا اس ملک کی محبت میں جو انکا محافظ و پناہ دہندہ تھا۔ نہایت پرجوش تھی۔ اکثر یہودی اہم سرکاری عہدوں پر مامور تھے۔ حتی کہ حیدر پاشا (قسطنطنیہ کا محلہ عظیم) کے بڑے جنگی ہسپتال کا گورنر ایک اسرائیلی تھا۔ یونانی اور ارمنی در پردہ روسیوں کے ہوا خواہ تھے۔ یورپین باشندے جنکو ترک و ایشیائی فرنگی کہتے ہیں مختلف الخیال تھے۔ ان میں سے کچھ روسیوں کے اور کچھ ترکوں کے خیر خواہ تھے۔

قسطنطنیہ وارد ہونے سے ایک ہفتہ بعد مینے اپنے سرکاری پروانے سفیروں و قونصلوں کے سامنے پیش کیے جنہوں نے ایک سفارشی خط دیکر مجھے ایک ترجمان کے ساتھ سر عسکرت (محکمہ وزیر حرب) بھیجدیا۔ وہاں ایک سخت رکاوٹ پیش آئی مجھے بتایا گیا کہ ٹھیٹھ مسلمانوں کے سوا اور کوئی ترکی فوج میں بھرتی نہیں کیا جا سکتا اس قاعدہ سے صرف مندرجہ ذیل مستثنیات ہیں (۱) فقط ایک رجمنٹ سواران۔ جسمیں صرف عیسائی بھرتی ہیں اور وہ شام میں مامور ہے (۲) قسطنطنیہ کی وہ رجمنٹ توپخانہ جس سے سکول کا کام لیا جاتا ہے (۳) غیر مصافی افسر

[1] عرب۔ کرد۔ عبرانی۔ شامی۔ مصری اور انکی ہمسایہ قومیں حضرت سام بن نوح کی اولاد سمجھی جاتی ہیں۔ مگر یہاں بالخصوص یہودیوں سے مراد ہے۔ اس شکر گذار قوم نے اسی موقعہ پر نمکحلالی ظاہر نہیں کی بلکہ ۱۸۹۷ء کے محاربہ روم و یونان میں بھی اس نے مالی و جانی امداد سے دریغ نہیں کیا۔ اعانت فوج ردیف کے فنڈ میں تمام ملک محروسہ اور مصر کے یہودیوں نے نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اپنے محسن و مربی شہنشاہ کی امداد کے لیے والنٹیروں کی پلٹنیں تیار کیں۔ اور جہاں کہیں انکو موقعہ ملا مجروح ترکی سپاہیوں کی تیمارداری اور خدمتگذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا حتی کہ سالونیکا کے باحمیت یہودیوں نے ان تمام مجروح ترکی افسروں اور سپاہیوں کو جو انکے شہر کے راستہ میدان جنگ سے واپس آئے بطور یادگار اپنی قوم کیطرف سے سونے اور چاندی کی گھڑیاں مع طلائی و نقرئی زنجیروں کے نذر کیں۔ کیا ممالک عثمانیہ کے عیسائی اب یہودیوں سے بھی گئے گذرے ہو گئے ہیں؟۔ مترجم ۔

(یعنی جو جنگ میں شریک نہیں ہوتے) جنگی خدمات ارکان حرب (جنرل سٹاف) اور محکمہ حرب کے متعلق ہیں (۴) مختلف جنگی ٹرننگ (تعلیمی کالجوں کے پروفیسر اور آتالیقوں کے عہدے جنمیں سے اکثر جرمنوں کے ہاتھ میں ہیں اور سب سے آخر (۵) میدان جنگ کے ہسپتالوں کا محکمہ ۔ ان میں سے کوئی ایک کام بھی مجھے پسند نہ تھا ۔ ترکی کیولری (فوج سواران) کی نسبت عام معلوم ہے کہ ترکی فوج کا وہ سب سے نکمہ حصہ ہے ۔ علاوہ بریں مجھے سواری کا کوئی شوق نہیں تھا ۔ موڈل آرٹلری رجمنٹ (رجمنٹ توپخانہ جو نمونہ یا مدرسہ کا کام دے) مقامی ہے اور میدان جنگ کو نہیں جاتی ۔ دفتر میں بیٹھکر منشی گری کا کام مجھے کبھی پسند نہیں آسکتا تھا ۔ اگر قسطنطنیہ آکر یہی کام کرنا تھا تو راز نکر انزا او شینڈرسٹیفل کے دفتر سے مجھے کس نے نکال دیا تھا ۔ وہیں قلم گھستا رہتا ۔ تنخواہ کے بارہ میں بابعالی ان سے کم نہیں اسے بھی اپنے ملازموں کو تنخواہیں نہ دینے کی بری عادت پڑی ہوئی ہے ۔ یہ درست ہے کہ قاعدہ متذکرہ بالا گو نہایت سخت اور قطعی ہے مگر شاذ و نادر اسکے برخلاف بھی عمل ہوتا رہا ہے اور واقعی جنگ و جدال کے زمانہ میں تو بعض اوقات اسے بالکل ہی معطل کر دیا جاتا رہا ہے لیکن ابھی کوئی محاربہ شروع نہیں ہوا تھا ۔ میں اس قاعدہ کو برا نہیں کہتا ۔ اتحاد مذہبی ہی برابر ابھی تک عثمانیہ فوجکی طاقت و مضبوطی کا باعث عظیم ہے ۔

میرے داخلہ کے متعلق جو لمبی چوڑی خط و کتابت ہوئی ۔ جو ادھر ادھر سفر کرنے پڑے جن مشکلوں کو دور کرنا پڑا ۔ مصلحت وقت کے جو نکات پیش کیے گئے عیسائیوں سے ترکی تنفر جو جو مورد کرنے پڑے ہیں انکی تفصیل سے ناظرین کو پراگندہ خاطر نہیں کرنا چاہتا ۔ صرف یہی بتادینا کافی ہوگا کہ سرکاری ضابطہ کے طول طویل بے معنی

---

۵۱ جسوقت مسٹر ہربرٹ ترکی گئے تھے اسوقت کی یہ کیفیت ہو تو عجب نہیں ۔ مگر موجودہ ترکی کیولری کی نسبت کل دنیا کو اعتراف ہے کہ اسوقت کیا بلحاظ سوار اور کیا بلحاظ مرکب اس سے زیادہ کارآمد یا شاندار کیولری کسی سلطنت کے پاس نہیں ہے زیادہ تفصیل کے لیے دیکھو واقعات روم و دیگر تصنیفات ۔ مترجم ۵۲ مسٹر ہربرٹ کے ورود قسطنطنیہ کے وقت اور کچھ عرصہ بعد تک سلطان عبدالعزیز مرحوم کی فضول خرچیوں اور بدانتظامی اور پھر بعد ازاں جنگ کے اخراجات کثیر کی بدولت بابعالی کی بیشک یہی کیفیت تھی ۔ لیکن اگر صاحب ممدوح کا اس تحریر سے یہ مطلب ہے کہ ان کی کتاب کی اشاعت کے وقت یعنی ۱۸۹۶ء میں بھی یہی حالت تھی تو میں نہایت ادب سے انکے کلام کی تصحیح کرنے کی جرأت کرتا ہوں ۔ انکو ترکی کی موجودہ حالت کا علم نہو گا ورنہ وہ کبھی خلیفہ اعظم سلطان عبدالحمید خاں کی موجودہ گورنمنٹ پر ایسا الزام نہ لگاتے ۔ مترجم ۔ ۵۳ سرکاری خط و کتابت کے بکیٹ چونکہ سرخ فیتہ سے بندھے ہوتے ہیں ۔ انگریزی میں اسکو لفظ ریڈ ٹیپ (سرخ فیتہ) کہتے ہیں ۔ سرکاری دفاتر کے کاروبار جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ذرہ ذرہ سے معاملہ پر متعلق دارندہ افسروں اور محکموں میں اسقدر خط و کتابت ہوتی ہے ۔ کہ نہ صرف کاغذوں کے انبار لگ جاتے ہیں ۔ بلکہ بعض اوقات اسمیں اصل مطلب ہی خبط ہو جاتا ہے ۔ یہ علت موجودہ مہذبانہ طریق انتظام سلطنت کا کچھ ایسا لازمہ ہوگئی ہے کہ گو کل ادنے اعلے اس سے بیزار ہیں مگر اس سے چھٹکارا نہیں ہوسکتا اور طریق انتظام بھی کچھ ایسی بنیاد پر قائم کیے گئے ہیں کہ اسکے بغیر کافی نگرانی اور پورا اطمینان نہیں ہوسکتا ۔ لارڈ کرزن موجودہ وائسرائے ہند اسکی اصلاح میں سرگرمی سے آتے ہی ساعی ہوگئے ہیں ۔ مترجم ۔

تحریرات کا طومار جو موجودہ تہذیب کی انتظامی بلاد دیگر ممالک یورپ کیطرح ٹرکی کے انتظام میں بھی داخل ہوگئی ہے ختم ہوگیا۔ اور میرے سفارشی خطوط۔ سرکاری پروانے اور سفارشیں جو بڑے بڑے لوگوں کی طرف سے تھیں اپنا کام کر گئیں حکام پر بیحد دباؤ ڈالا گیا۔ سفارت کے ایک عہدہ دار کے ہمراہ جاکر مینے خود سر عسکر (وزیر حرب) سے ملاقات کی۔ و آخر کار اپنے (مسیحی) مذہب کی تعمیل اور جنگ کے دوران میں اور اسکے بعد میرے طریق عمل کے متعلق چند شرائط پر مجھے سلطانی خدمت میں وفاداری کی حلف اٹھا کر داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔

ورود سے پندرہ دن بعد مینے فوج پیدل و توپخانہ کی سلیمیہ[51] بارکوں (سرباز خانہ) کے صحن میں جو استنبول کے مقابل اسکو درہ (جو اس سے بجانب شمال ہے) اور قاضی کوئی کے درمیان (جو بجانب جنوب ہے) باسفرس کے ایشیائی ساحل پر نہایت شاندار موقعہ پر تعمیر ہیں۔ مسیحی طریق سے ہلالی جھنڈے پر ہاتھ رکھ کر سلطان کی وفاداری کی حلف اٹھائی مجھے پیری وردی اور اسلحہ دیدیے گئے اور عارضی طور پر ایک رجمنٹ فوج پیدل میں جو تھوڑی مدت کے لیے اسکو درہ میں متعین ہوگئی تھی بھرتی کر دیا گیا۔ میں اپنے ذاتی کپڑے اور اسباب اپنے ساتھ بارکوں کو لے گیا۔ نقد روپیہ ایک سوداگر کے پاس جسکو نام مجھے والد نے خط لکھدیا تھا جمع کر دیا۔ اور حسب ضرورت اس سے تھوڑا تھوڑا کرکے لیتا رہا۔ اللہ اکبر ایک ہی دن میں میری حالت میں کیسا انقلاب واقعہ ہوگیا۔ صبح کیوقت تو ایک عالیشان ہوٹل میں ہانکی نوکر چاکر مجھے "مائی لارڈ" (صاحب اکہکر پکارتے تھے اور شام کیوقت فوجی بارکوں میں میں ایک معمولی حیثیت کا سپاہی تھا سلیمیہ بارکوں کیساتھ ایک خوبصورت مسجد۔ ایک مکمل کارخانہ بارود کا میگزین۔ استنبول کی طرف سے آنے والی سٹیمروں (دخانی جہازوں) سے مسافروں اور اسباب وغیرہ کے اترنے کے لیے ایک پل یا پایہ اور ایک فراخ میدان قواعد ہیں۔ عمارت کے متصل ایک چھوٹی سی بلندی (پہاڑی) کی چوٹی پر حیدر پاشا کا شاندار فوجی ہسپتال ہے پائین میں انگریزی قبرستان ہے جسمیں جنگ کریمیا کے آٹھ ہزار مقتولین دفن ہیں۔ ہر ایک قبر کے پاس بطور یادگار ہندسے نصب ہیں۔ قبرستان کے قریب ویشو نکی ایک خانقاہ۔ سمندر کے کنارہ پر اترنے چڑھنے کے لیے پختہ گھاٹ اور ایشیائی کوچک ریلوے کا انتہائی سٹیشن ہے۔ استنبول سے حیدر پاشا کو آتے وقت جہاز پر ان تمام عمارات کا مجموعہ نہایت دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ سلیمیہ بارکیں قیصری محل معلوم ہوتی ہیں اور ہسپتال کو دیکھکر مجھے جرمنی کے زمانہ متوسط کے قلعے بالخصوص وہ قلعہ جو ضلع تھورنگیا میں قصبہ والٹرز ہازن کے قریب ہے یاد آگیا۔ فلورنس نائٹنگیل[52] نے (انگریزی

[51] یہ بارکیں سلطان سلیم ثالث نے تعمیر کرائی تھیں اسی لیے اس کے نام پر سلیمیہ کہلاتی ہیں۔ [52] یہ بے نظیر عورت انگلستان کے ایک معزز زمیندار کی لڑکی تھی ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئی۔ قدرت نے اسکی فطرت میں ہمدردی اور خدمت بنی نوع انسانی کا مادہ اسطرح کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہوا تھا کہ ہوش سنبھالتے ہی اس نے اپنے باپ کی جایداد کے متعلقہ شفاخانوں میں بیماروں کی تیمارداری کا کام شروع کر دیا اور ۱۸۴۹ء میں لندن اور انگلستان کے بڑے بڑے شہروں میں اور پیرس کے شفاخانوں میں بار بار کر (باقی بر صفحہ ۱۸)

مجروحین جنگ کریمیا) کی تیمارداری جسکے لیے وہ ہمیشہ کیلیے مشہور رہیں گی جیسکہ پاشاہی میں کی تھی۔

مَیں گو سپاہی کی حیثیت میں بھرتی ہوا تھا۔ مگر میرا ارادہ افسری کی حیثیت میں جنگ میں شامل ہونیکا تھا اور حکام کو اس کا علم تھا۔ عثمانیہ فوج میں افسروں کی دو مختلف و ممیز جماعتیں ہیں۔ ایک مکتب لی کہلاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیشمار جنگی کالجوں میں سے کسی ایک میں تعلیم پائی ہو۔ یہ امتحان پاس کرنیکے بعد فوج میں کسیطرح کی پہلے عملی تربیت پانیکے بغیر یکبارگی انفنٹری (فوج پیدل) اور کیولری (فوج سواران) میں بعہدہ لفٹننٹ دوم اور انجنیروں کی رجمنٹ میں بعہدہ لفٹننٹ درجہ سوم بھرتی ہو جاتے ہیں۔ دوسری آلائی لی کہلاتے ہیں۔ یہ سپاہیوں سے ترقی پاکر افسر ہوتے ہیں۔ انکو کتابی علم فنون جنگ کا بالکل نہیں ہوتا۔ اور بعض تو معمولی نوشت خواند بھی نہیں جانتے۔ عام فوج اور بالخصوص فوجی پولیس میں ایسے افسر بکثرت موجود تھے۔ ۱۸۹۸ء میں کل افسروں میں پانچواں حصہ[سلہ] مکتب لی تھے۔ اس سال سے بعد انکی نسبتی تعداد بہت بڑھگئی ہے۔ مگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ[۱۷]) تیمارداری کے شریف فن میں کمال حاصل کیا۔ پھر جرمنی کے کئی ہسپتالوں میں شوقیہ تیمارداری (نرس) کا کام کرکے وطن کو واپس آگئی۔ اور ہموطن بیمار عورتوں کیلیے ایک دلکشا اور صحت بخش موقعہ پر مکان تیار کرایا۔ جنگ کریمیا میں جب انگریزی فوج کا بیماری اور زخموں سے بُرا حال ہونا شروع ہوگیا تو مسٹر سڈنی ہربٹ وزیر جنگ نے اس سے درخواست کی کہ وہ اُن نرسوں (تیماردار عورتوں) کی جو شوقیہ بلا تنخواہ جانیوالی ہیں سپرنٹنڈنٹی کا عہدہ قبول کرے۔ مس فلورنیس نے درخواست کو بخوشی منظور کرلیا۔ اسکی دیکھا دیکھی ۴۲ والنیٹر نرسیں اور تیار ہوگئیں جنمیں سے کئی عالی مرتبہ اور دولتمند خاتونیں تھیں۔ نومبر ۱۸۵۴ء سے لیکر ۱۸۵۶ء میں انگریزی فوج کے واپس آنے تک اسنے مجروحین و بیماروں کی تیمارداری اسکوٹری اور کریمیا میں بیحد دلسوزی اور دلی شوق سے کی جب وہ انگلستان واپس آئی تو ملکہ سے لیکر دہقان تک نے اسکی خدمت کا اعتراف کرکے دلی شکریہ ادا کیا اور اسکی زیر نگرانی مدرسہ فن تیمارداری قائم کرنے کے لیے قومی چندہ سے بیشمار روپیہ جمع کیا گیا۔ اس خاتون نے ساری عمر شادی نہ کی اس نے کئی کتابیں بھی تالیف و تصنیف کیں اسے فوت ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ مترجم

سلہ مسٹر ہربٹ کی تحریر سے یہ قیاس نہیں کرلینا چاہیے کہ اب بھی یہی حالت ہے۔ صاحب موصوف نے جو نقص یا اختلال بتائے ہیں وہ بتدریج سب دور کردیئے گئے ہیں اور اسوقت ترکی فوج اور اسکے افسر فقط نظام و تربیت اور علم و مہارت میں کل دنیا سے منتخب جرمن فوج کے ہم پلہ ہیں بلکہ فوجی قوانین و قواعد بھی تقریباً جرمن جنگی قوانین کے مشابہ ہوگئے ہیں۔ ناظرین کو بست سالہ عہد حکومت۔ واقعات روم یا ترکی کی موجودہ حالت کے مطالعہ سے اسکے متعلق پوری آگاہی ہو سکتی ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں چنانچہ مدرسہ توپخانہ کے اسوقت کے طلبا کے متعلق تو مصنف بھی یہ اعتراف کرتا ہے کہ انکو خاص طور پر نہایت ہی مکمل اور فی الواقعہ نہایت ہی عمدہ جرمن فوج توپخانہ جیسی تعلیم و تربیت دیجاتی ہے یہ طلبا امتحان پاس کرنیکے بعد بطور اول لفٹننٹ اور بعض اوقات اگر مزید کورس یعنی نصاب کو قابل اطمینان طور پر عبور کیا ہو تو کپتانی پر مامور ہوتے ہیں توپخانہ کو سرعسکر سے کوئی تعلق نہیں اسکا افسر اعلےٰ بالکل علحدہ ہے وہ صرف سلطان کے ماتحت ہے اور اسکا محکمہ اور مدارس الگ ہیں ۱۲ مترجم

ماہران فنون جنگ کی رای میں لائق افسر پیدا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایک ہی شخص میں کتابی اور علمی دونوں قسم کی ذہنیت اور تربیت موجود ہو۔ جبتک ایسا نہ ہو کوئی فوجی افسر معمولی لیاقت کا بھی نہیں ہو سکتا۔ مکتب لی افسر کسی امتحان دینے کے بغیر اپنے اعلے افسروں کی سفارش پر ترقی کرتے ہیں۔ بنابریں اُن کی ترقی بڑے افسروں کی عنایت و دستگیری پر منحصر ہے۔ الائی لی (افسر) شاذ و نادر کپتانی کے عہدہ سے اوپر ترقی یاب ہوتے ہیں۔

ترکی افسروں کو بوڑھا ہو جانے پر جبکہ (جسمانی صحت کے لحاظ سے) وہ مزید ترقی کرنے کے قابل نہ رہ گئے ہوں پنشن یا انعام دیکر خدمت سے علحدہ نہیں کردیا جاتا۔ بنا بریں اس میں کئی پیران ہشتاد سالہ اور پچاس برس کے لفٹنٹ پائے جاتے ہیں چنانچہ ایک جرمن وقائع نگار لکھتا ہے کہ اسنے ایک ۹۳ سالہ لفٹنٹ کرنیل[۱] اور ایک سو برس عمر کے برگیڈیر[۲] کو فوج نظام میں داخل دیکھا اور برعکس اسکے کئی مارشل (مشیر جو سب سے اعلے جنگی عہدہ ہے) چالیس برس سے بھی کم عمر کے تھے۔ چنانچہ ان میں عثمان پاشا بھی تھے۔ علاوہ بریں مینے کئی کپتانوں کو دیکھا جن کی عمر ابھی بیس برس کی بھی نہیں ہوئی تھی۔

اس موقعہ پر یہ بتا دینا میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ سلطنت عثمانیہ کے جنگی کالجوں میں جو تعداد میں چالیس ہیں طلبار کو بالکل مفت (یعنے بلا اخذ فیس اور سرکاری خرچ پر) تعلیم ملتی ہے۔

عثمانیہ فوج کو یہ گھاٹا ہمیشہ رہا ہے کہ ادنی درجہ کے افسر اسمیں ضرورت سے کم رہے ہیں اور غالبا اسی وجہ سے میری خدمات کو قبول کیا گیا۔ اعلی تعلیم یافتہ اور عمدہ اخلاقی جرات و حوصلہ کے نوجوانوں کی جنگی موجودگی سپاہیوں کے جوش و ہمت پر اچھا اثر ڈالنے کا باعث ہو سکتی ہتی بڑی خوشی کے ساتھ قبول کیا گیا۔ جنگی محکمہ نے مجھے اطمینان دلا دیا کہ جنگی قواعد و مشق کے ابتدائی اصول سیکھ لینے اور کچھ عرصہ قابل تعریف طریق سے بطور معمولی سپاہی کے امیدواری کرنیکے بعد مجھکو مکتب حربی میں دوم لفٹنٹی کے امتحان میں شریک ہونیکی اجازت دیدیجائیگی اور کامیاب ہو جانے کی صورت میں مجھے فوج نظام میں داخل کرکے میدان جنگ کو جسکا وقوع میں آنا اغلب معلوم ہوتا تھا بھیجدیا جائے گا۔ اس امتحان کی نسبت جو کچھ مینے معلوم کیا اس سے مجھے یقین ہوگیا کہ کسی مزید تیاری کے بغیر میں اس میں اپنی موجودہ تعلیم ہی کے طفیل جو والدین کے زیر سایہ مینے حاصل کی تھی کامیاب ہو سکونگا۔

[۱] لفٹنٹ کرنیل کے پاس بالعموم ایک رجمنٹ کی اور برگیڈیر کے پاس ایک برگیڈ کی جس میں دو یا زیادہ رجمنٹیں ہوتی ہیں کمان ہوتی ہے۔ [۲] ایسی فوج جو ہر وقت حاضر باش رہے۔ جیسا کہ ہمارے ہندوستان کی تقریباً کل فوج ہے۔ بخلاف اس کے ریزرو فوج کے سپاہی صرف بوقت ضرورت یا بغرض قواعد و مشق اوقات معینہ پر گاہے بگاہے بلائے جاتے ہیں۔ مترجم

میں بارکوں میں پندرہ دن رہا اور اس اثنا میں افسر اور ہم رتبہ اشخاص مجھ سے نہایت ہی مہربانی اور بدرجہ غایت خاطر و مدارات سے پیش آتے رہے۔ بعض ناظرین کو گو یہ عجیب امر معلوم ہوگا۔ مگر اسمیں کوئی مبالغہ نہیں کہ اس زمانہ اقامت کو میں جب یاد کرتا ہوں خوشی کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ سلیمیہ بارکیں زمانہ حال کی تعمیر شدہ ہیں۔ انکی عمارت نہایت خوبصورت۔ وسیع اور باوقار ہے اور انکا اندرونی (یعنی سپاہیوں کی رہایش و خورد و نوش وغیرہ کا) انتظام نہایت ہی پسندیدہ ہے بلحاظ حفظ صحت۔ ہوا۔ روشنی۔ وسعت۔ حسن ترتیب۔ آمد و رفت ہوا اور روشنی کا انتظام اور خوابگاہیں جیسی کہ چاہئیں ویسی ہی تھیں۔ مگر باوجودیکہ سخت نگرانی ہوتی ہے اور قریباً تمام بارکوں میں غسل خانے موجود ہیں اور قرآن مجید دن میں کئی دفعہ جسم کا اکثر حصہ دھوئے (یعنے وضو) کا حکم دیتا ہے تاہم ترکی سپاہی بالطبع کچھ ایسے بہت صفائی پسند نہیں اور اسلیے جو یورپین بحیثیت سپاہی عثمانیہ فوج میں داخل ہو وہ عثمانیہ سپاہیوں کی صحبت و مجلس میں چنداں خوش نہیں رہ سکتا۔ صفائی کے علاوہ انہیں ایک اور سنگین ترین قباحت ہے

سلہ ناظرین سیاق عبارت سے مسٹر ہربرٹ کا عندیہ سمجھ گئے ہونگے۔ اسلامی ممالک میں اسکو وجود کو نہایت شرم کے ساتھ قبول کرنا پڑتا ہے اور کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ ایسی قابل افسوس و نفرت انگیز حرکت ہے کہ مجھے کئی دفعہ اس عبارت کو ترجمہ میں بالکل چھوڑ دینے کا خیال ہوا۔ مگر مترجمانہ دیانت نے اسے گویا گوارا نہ کیا۔ اور اگر مسٹر ممدوح اسکے ضمن میں اسلامی احکام پر چوٹ نہ کر جاتے تو میں اسپر سے سرسری عبور کر جاتا۔ مگر کل عبارت کا ترجمہ دینے کی صورت میں مجھ پر ان کے الزام کی تردید کرنا لازمی ہوگیا ہے۔ میں بعض خالص اسلامی ممالک مثلاً ایران و افغانستان میں اس قباحت کے وجود کو تسلیم کر چکا ہوں۔ مگر ترکی میں اور پھر خالص ترکی قوم میں اسکو ویسا ہی عالمگیر تسلیم کرنے میں جیسی کہ وہ ایران کے امصار یا کابل میں ہے مجھے بہت کچھ تردد ہے۔ ترکوں کی نسبت مسلم ہے کہ ان کو اپنی اولاد اور قبائل سے بے اندازہ محبت ہوتی ہے اور جس شخص کو اپنی بیوی سے دلی تعلق و الفت ہو وہ کبھی ایسی نالائق حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ صاحب ممدوح اسکو مرد و عورت کے ناجائز تعلق یعنے زنا کے تعلق اسلام کے سخت احکام و حدود اور پاکدامنی کی سخت تاکید کرنیکا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ گذشتہ و موجودہ تاریخ عالم پر نظر دوڑاتے تو انکو شریعت اسلامی کو اس کا موجب قرار دینے کی جرأت نہ ہوتی۔ قوم لوط میں کونسی اسلامی شریعت رائج تھی؟ افلاطون کے زمانہ میں کیا پیغمبر اسلام کے احکام نافذ تھے؟ کیا اکثر مورخ خود اس فلاسفر کو اس علت بدکاری میں مبتلا نہیں کہتے۔ جرمنی کا نامور قیصر فریڈرک اعظم کب احکام اسلامی کا تابع ہوا تھا۔ اگر صرف شریعت محمدیہ ہی اسکی موجب ہے تو عرب مصر۔ ممالک افریقیہ۔ جزائر ملایا اور ہندوستان کے اکثر مسلم اسکے نام تک سے کیوں ناآشنا ہیں؟ عورتوں کی پردہ داری اور مرد و عورت کے عام میل ملاپ کے عدم رواج کو اس قباحت کا باعث قرار دینا سخت غلطی ہے۔ مسٹر ہربرٹ مہذب انگلستان و فرانس اور دیگر ممالک یورپ کو جہاں کی (باقی بر صفحہ ۲۱)

تو بجانہ فرانس میں تو اس قباحت کا ایسا زور ہو رہا ہے کہ الامان۔ کئی بڑی حسین و نازنین رونق محفل مدارس انگلستان کی نسبت معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ دراصل مہ وش لڑکے ہیں۔

بھی پائی جاتی ہے جسکی توضیح کرنے سے پاس حیا و شرم مانع ہے۔ جن (یورپین) اشخاص کو بلاد مشرق میں سفر کرنے کا موقعہ ملا ہے وہ بآسانی سمجھ لینگے کہ میں کس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ یہ قباحت بد قسمتی سے اس اسلامی اصول کا نتیجہ ہے جو عفت و عصمت کے متعلق قائم تو نیک نیتی سے کیا گیا تھا۔ مگر اس کا نفاذ و اطلاق درست نہیں ہوا۔ خرابی مذکورہ اس امر کی بیّن مثال ہے کہ اگر ایک طرف سے (یعنی جنس اناث کی طرف سے مردوں کو)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ننانوے فیصدی عورتیں عصمت و عفت کی پروا نہیں کرتیں یہ لکھتے وقت وہ شاید بھول گئے تھے۔ باوجود اسقدر آزادی ہونیکے وہاں کیوں اس کا رواج ہے! اور دن بدن وہ ترقی پر ہے حتی کہ جن اسلامی علاقوں میں اسکا رواج ہے وہاں کی مستورات بھی کچھ ایسی عفیفہ مشہور نہیں۔ ایران و افغانستان کے صرف شہروں میں یہ ابلیسانہ بدعت پائی جاتی ہے چنانچہ کابل کی مستورات کی ایک خاص صفت عام مشہور ہے۔ یہی کیفیت ایران کے شہروں کی ہے جن میں ایسی متعہ کے سبب عورت کا حصول (بروئے عقائد شیعہ) جائز طریق سے بھی بیحد آسان ہے اسکا رواج ہندوستان میں بھی ہے مگر زیادہ تر غیر مسلم اقوام میں جنکے ہاں کوئی پردہ نہیں اور عورتوں کو عام آزادی ہے۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ اس علت کا موجب اسلامی احکام سے ماسوا کسی اور جگہہ تلاش کرنا چاہیئے۔ اور وہ مقام زیادہ تر فوجی بارکیں اطفال کے جیلخانے یا بورڈنگ ہوس ملینگے۔ یہ بدعت کسی خاص قوم یا ملک سے مخصوص نہیں ہے۔ سب سے اول انسانی فطرت کا قصور ہے اسکے بعد کثرت تمول و عیاشی جو انسان کو طرح طرح کی بد ذاتیاں سوجھاتی ہیں۔ اور سب سے آخر مگر وجہ مقدم زیر نگرانی اور یا بندا مرد و نوجوانوں کا اجتماع اور آسانی مواقعہ خواہ کہیں اور کسی قوم میں ہو یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ یورپین عیسائی فوجوں اور ہندوستان کی گورہ فوج کے ساتھ لازمی طور پر کسبیاں رہتی ہیں مگر یہ قباحت ان میں بھی بکثرت ہے۔ اور دنیا میں مہذب سے مہذب ملک کے بورڈنگ (زنانہ ہوں یا مردانہ) اس علت سے خالی نہیں اسلیے کہ فوجی یا بورڈنگی نگرانی (نہ کہ شریعت اسلامی) ان کی آزادی میں حائل ہوتی ہے۔ اور تقاضائے فطرت کو پورا کرنے کے لیے ہر وقت کی صحبت ہمقرینی بے اندازہ آسانیاں پیدا کر دیتی ہے۔ مسٹر ہربرٹ اگر کسی ور ملک کی فوج میں رہتے جہاں جبریہ خدمت کا رواج ہوتا تو ان کو وہاں بھی یہی تجربہ حاصل ہوتا کیونکہ اس قاعدہ کی وجہ سے عموماً سترہ سترہ اور اٹھارہ اٹھارہ برس کے لونڈے بھرتی کیے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی دیسی فوج میں اسکا نام بھی نہیں پایا جائیگا۔ کیونکہ اس میں عموماً پختہ عمر کے نوجوان داخل ہوتے ہیں اور اس لیے انکو اپنی سوسائیٹی میں کوئی ذریعہ اس شیطانی خواہش کے پورا کرنے کے لیے نہیں مل سکتا۔ میں اس بحث کو اور زیادہ طول دینا پسند نہ کرکے یہیں ختم کر دیتا ہوں۔ مسٹر ہربرٹ اسی کے متعلق حاشیہ میں حسب ذیل لکھتے ہیں! "یہ علت خوفناک حد تک ایشیائی ترکی۔ بالخصوص بغداد میں جہاں یہودی بھی اسکے مرتکب ہوتے ہیں اور ایران میں پھیلی ہوئی ہے"! اس حاشیہ پر میں اسقدر اور زیادہ کر دیتا ہوں کہ بغداد میں یہی مستورات کی عفت و عصمت کی جو کیفیت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے جسکے اکثر نمونے بلا لحاظ مذہب (یعنی بغداد کی مسلمان یہودی اور عیسائی عورتیں) لاہور۔ بمبئی۔ کراچی اور کلکتہ وغیرہ کے چکلوں میں دکھائی دے رہی ہیں۔ مترجم

بالجبر مجتنز اور پاکدامن رکھا جائے تو اس سے ایک دوسرا سبب پیدا ہو جائیگا جو اس سبب سے بھی جسکے دفعیہ کے لیے جبریہ پاکدامنی کا حکم دیا گیا تھا سخت تر اور بدتر ہے مجھ تجربہ مجھے ان فقرات کے لکھنے کا محرک ہوا ہے۔ وہ مجھکو کل دوران جنگ میں ہوتا رہا ہے مینے اس ناگوار معاملہ کی طرف اس جگہ تو اشارہ کر دیا ہے۔ مگر آیندہ پھر نہیں کرونگا۔

سلیمیہ بارکوں میں افواج حفاظت علاوہ دل نشانا (گورڈز کور) کی پلٹنوں کے ماسوا جو ان میں دائمی طور پر رہتی ہیں فوج پیدل کی کئی پلٹنیں اور چند باتریاں (یعنی باتریوں کے سپاہی و افسر) بھی مقیم تھیں میجر کے رتبہ تک کے کل افسر بارکوں میں سوتے تھے۔ ان میں سے چند ایک متاہل بھی تھے۔ وہ میں نہیں جانتا اپنے خانگی معاملات کا انصرام کس طرح کرتے تھے۔ میرا قیاس ہے کہ ان کے قبائل کے لیے (بارکوں میں یا انکے متصل) علیحدہ مکانات ہونگے اور وہ وقتاً فوقتاً روا روی گھروں میں ہو آتے ہونگے۔ کمپنی کے تمام افسر ایک کمرہ میں سوتے تھے۔ فوجی خدمت گو امن کے آرام دہ زمانوں کی نسبت زیادہ مشقت طلب تھی۔ مگر فی الجملہ سہل و نرم تھی۔ نظام و انتظام نہایت سخت تھا مگر جہاں تک سپاہیوں و نن کمیشنڈ[۵۱] افسروں کا تعلق تھا اُسے تکلیف دہ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ افسر بعض بیہودہ پابندیوں سے سخت آزردہ تھے۔ مثلاً اُن کو عام تفرجگاہوں (کاغذخانہ وغیرہ ہجو قسم) میں جانے کی اجازت نہ تھی[۵۲]۔

مینے نہایت سرگرمی کے ساتھ قواعد سیکھنی شروع کی۔ دو دن میں ترکی فوجی احکام (جسے بولی بھی کہتے ہیں) سیکھ لیے۔ اور پندرہ دنوں کے ختم ہونے پر جسقدر کہ ٹرکی میں ایک سپاہی سے توقع کیجا سکتی ہے اسقدر قواعد میں بخوبی مشاق ہو گیا۔ کیونکہ وہاں نہ ورات (فوجی نقل و حرکت) مصنوعی لڑائیوں۔ فوج کثیر کا ایک ساتھ میدانی مشق و قواعد کرنا۔ کھلے میدان میں خیموں میں رہنا (ماسوا تقل چھاونیوں کے جو تعداد میں بیشمار ہیں اور جہاں خیموں میں بھی بیحد آرام ملتا ہے) چھاونیوں سے باہر مفصلات میں فوج کو دو یا زیادہ حصّوں میں تقسیم کرکے اُن کو ایک دوسرے کے بالمقابل مارچ کرانا اور اسی طرح کی تمام دوسری مشقوں کا جو سپاہی کو لڑائی کیلیے عملی طور پر تیار کرتی ہیں کوئی وجود نہیں یا کم از کم ۱۸۶۸ء میں نہ تھا حتیٰ کہ چاندماری کی مشق بھی بڑے لمبے وقفوں کے بعد گاہ گاہ کرائی جاتی جتنے دنوں میں سلیمیہ میں رہا۔ کوئی چاندماری نہ ہوئی۔ البتہ چند کمپنیوں کو پیرا[۵۳] سے پرے

---

۵۱ فوجی افسر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو بر حسب پروانہ و سند شاہی ؛ سند وزیر جنگ کے حکم سے متعین ہوں یہ کمیشنڈ افسر کہلاتے ہیں اور وہ افسا ہیں (لفٹننٹ سے چھوٹا عہدہ دار) سے مارشل تک ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کو رجمنٹ کا افسر اعلیٰ یا کمانڈر انچیف سپاہی سے ترقی دیکر یا بھرتی کرکے منصری کا عہدہ دے۔ یہ نن کمیشنڈ کہلاتے ہیں۔ یورپین و گورہ افواجمیں کار پورل و سارجنٹ اسی زمرہ میں سمجھے ہیں۔ اور دیسی فوج میں نائیک سے لیکر رسالدار میجر تک۔ مترجم۔ ۵۲ مجھے ان پابندیوں کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔ یہ کہا جاتا تھا کہ کوئی مذہبی وجہ ہے مگر وہ نہایت بے اصولی کے ساتھ کبھی منسوخ اور کبھی قائم کر دیجاتی تھیں۔ مصنف۔

۵۳ یہ قسطنطنیہ کا مضافاتی محلہ ہے جو خلیج شاخ زرین کے شمالی حصہ کے ساحل پر محلہ قاسم کوئی کے قریب ہے۔ مترجم

کے میدان نشانہ بازی کو جو حال میں تیار کیا گیا تھا۔ دور سے نشانہ بازی کرنے کی مشق کے لیے بھیجا گیا تھا۔ مجھے سپاہیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ فی ترک سپاہی بالاوسط بشکل بارہ کارتوس سال بھر میں چاند ماری کی مشق پر خرچ کرتا ہے۔ اسکی بڑی وجہ کفایت شعاری تھی۔

ہم کو تین مختلف جماعتوں میں الگ رکھکر قواعد سکھائی جاتی تھی۔ ایک تو چھ چھ آدمیوں کی ٹولیاں ہوتی تھیں جو کارپورلوں یا سارجنٹوں کے زیر کمان ہوتی تھیں۔ دوم پچاس پچاس سپاہیوں کی جماعتیں جو لفٹنٹوں کی کمان میں ہوتیں۔ سوم ساری کمپنی (ایک سو آدمی) کی قواعد۔ مگر کسی ساری بلیٹن نے کبھی ایک ساتھ قواعد و مشق نہ کی۔ اور صرف دو دفعہ ہم نے اپنی معمولی قواعد گاہ سے باہر جاکر مشق کی۔

میری آسودہ حالی اور مفروضہ انگریزی قومیت کی وجہ سے ہمجولیوں میں سے فی الفور میرے بیشمار دوست اور تعریف کنندہ پیدا ہو گئے۔ میں اپنا کھانا باہر سے خریدتا تھا اور روزانہ سرکاری راشن کا بہت سا حصہ ساتھیوں میں تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ راشن کی مقدار و تفصیل حسب ذیل ہوتی تھی۔ دو چھوٹی ڈبل روٹیاں گوشت، بُز۔ چاول۔ مکھن۔ نمک۔ تیل اور پیاز کی کافی مقدار۔ یہ چیزیں مکھن کے سوا سب عمدہ قسم کی ہوتی تھیں۔ ایک دوم تبی۔ صابن کی ایک ٹکیا اور کھانے پکانے کے لیے کچھ ایندھن اور کویلہ۔ سلیمیہ بارکوں میں پانی عمدہ تھا۔ مگر استنبول کی بارکوں کے پانی کی نسبت مجھے معلوم ہوا کہ بہت ہی بُرا ہے۔ جو کارپورل اور سارجنٹ میرے نگران اور قواعد سکھانیوالے تھے اُن کو میں تمباکو یا دیگر تحائف سے خوش رکھتا تھا۔ مگر نقد روپیہ کی رشوت کبھی نہ دی۔

ترکی فوج کے انتظام میں عجیب بات کمیٹیوں کا طریق ہے تم کسی خفیف سے معاملہ مثلاً مکھن کے ناقص و خراب ہونے کی شکایت کرو۔ جھٹ اسکی تحقیق و تنقیح کیلیئے لمبی چوڑی کمیشن مقرر ہو جاویگی۔ جو اس معاملہ کی کئی ہفتوں کے بعد رپورٹ دیگی۔ ہر روز تقریباً آدھی درجن کمیٹیاں اسقدر مختلف معاملات پر نشست کرتی رہتی تھیں۔ انمیں سے بعض فی الحقیقت ایسے خفیف معاملے طے ہوتے تھے کہ کارپورل ایسا ادنےٰ افسر انہیں چند لفظوں میں درست کر سکتا۔ اسلام[1] یعنی ترکی گورنمنٹ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں سست الوجود اوعائی داناؤں کے چھوٹے چھوٹے اجتماعوں اور مجالس کو بہت ہی پسند کرتا ہے۔ یہ وہ مرقد ہے جسمیں ترک خفیف ترین اور اہم ترین دونوں طرح کے معاملات کو قابل تعریف انصاف اور ناطرفداری کے ساتھ مع یکساں نتیجہ کے جو ہمیشہ صفر ہوتا ہے دفن کر دیتے ہیں۔

---

[1] مسٹر ہربرٹ شاید حکم ربانی "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" پر طنز کر رہے ہیں۔ مگر کیا انہیں یہ فراموش ہو گیا ہے کہ اس ارشاد الٰہی کے پہنچانے والے رحمۃ للعالمین (فداہ روحی) کے زمانہ مبارک سے کئی صدیوں بعد اسی اصول پر کاربند ہو کر دنیا کا اکثر عیسائی ممالک پارلیمنٹ، مجالس شوریٰ ملکی۔ اور ہر ایک معاملہ کے متعلق کمیٹیاں قائم کر رہے ہیں اور اسکے ازلی و دوامی صداقت و درستی کی کل دنیا قائل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مترجم

یعنی ان کمیٹیوں کی تحقیق و تنقیح میں اسقدر وقت صرف ہوتا ہے کہ جس ضرورت یا امداد کیلئے وہ مقرر کیگئی تھیں فیصلہ صادر ہونے تک اُسکا وجود یا احتیاج باقی نہیں رہجاتی۔

میرا یقین ہے کہ مجھے وردی بہت ہی سجتی تھی بہر حال میں اپنے دلمیں تو بہت نازاں تھا اور مزے لے لیکر یہ خیال کرتا تھا کہ حامی دین کی اپنی نئی شاندار حیثیت میں شوارع عام یا سیرگاہوں میں متکبرانہ گل گشت کرتے وقت اکثر راہ گذر معشوقوں کی نرگسین آنکھیں محبت بھری نگاہوں سے میری طرف تکتی رہتی ہیں۔

جو ہدایات (صیغہ حرب کی طرف سے) مجھکو دیگئی تھیں انکی تعمیل میں میں ہر روز صبح شام کی نمازوں میں حاضر ہوتا تھا۔ اور کل دوران جنگ میں میرا یہی قاعدہ رہا۔ میں مسجد میں داخل نہیں ہوتا تھا جمعہ کے دن ہزاروں تماشائیوں کے روبرو ہفتہ وار پریڈ ہوتی تھی۔

بارکوں میں ہر شخص جنگ کا ذکر اور اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اسکے لیے تیاریاں کرتا رہتا اور اپنے فہم و ادراک کے مطابق اسکے نتیجہ کے متعلق پیشنگوئیاں کرتا تھا۔ کل سپاہی جوش سے بھرے ہوئے اور لڑائی کے لیے بیقرار تھے۔ یعنی جہاں تک کہ ترکوں ایسے بالطبع بے پروا لوگ پُرجوشیلے اور بیقرار ہو سکتے ہیں۔ فوج کی عام حالت بلحاظ حوصلہ و جرات اور ثابت قدمی عمدہ تھی۔

میری کمپنی کے افسر میرے ساتھ لحاظ و مروت سے پیش آتے۔ وہ مجھے اکثر اپنے کمرہ میں مدعو کرتے جہاں وہ میرے خرچ پر سگرٹ اور قہوہ گڑاتے۔ قہوہ جسکے کل ترک شائق ہیں ہمیشہ سرکاری راشن کے ساتھ نہیں دیا جاتا فقط گاہ گاہ بطور زائد چیز ملتا تھا۔ یہ افسر آفندی انگلز (مصنف اپنی ذات سے مراد لے رہا ہے اسکے لفظی معنے انگریز صاحب کے ہیں جس خطاب سے ترک اسکو پکارتے تھے۔ مترجم) کی بالخصوص اور عظیم الشان انگریزی قوم کی بالعموم تعریف و توصیف کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتے رہتے۔ کپتان نے مجھ سے (ایک ترکی لیرہ (جو ۱۸ شلنگ کے برابر ہوتا ہے) قرض لیا۔ اور میرے اس سلوک سے خوش ہو کر حلف اُٹھائی کہ میں ہمیشہ تمہارا دوست و بہی خواہ ہونگا۔

ترکی سپاہی جب فرض منصبی ادا نہ کر رہا ہو تو بازار یا شوارع میں افسروں کو سلام نہیں کرتا۔ جن افسروں کی اسمیں ذاتی طور پر جان پہچان نہ ہو وہ بھی ایک دوسرے کو سلام نہیں کرتے۔ ترک افسر کی تمدنی و معاشرتی حیثیت فرانسیسی۔ جرمن یا آسٹرین افسر کی حیثیت سے کم ہے۔ (یعنی جس طرح آخر الذکر سوسائٹی میں معزز سمجھے جاتے ہیں

سلہ مسٹر ہربرٹ صاحب کا اس واقعہ کا ذکر کرنے سے یہ مطلب نہیں کہ ترکوں کی خست ظاہر کرے۔ بلکہ وہ ایک طرح سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اُس وقت خزانہ کی فی الواقع تباہ حالت اور تنخواہوں کی عدم وصولی کی وجہ سے ترکی سپاہی اور افسر نقدی کی شکل کو ترسنے لگ گئے تھے۔ مترجم

اور دوسرے لوگ ان کی صحبت کے شائق رہتے ہیں ویسی حالت ترکی افسروں کی نہیں ۔ رفیقانہ اور ہم جلیسانہ گرمجوشی و خلوص اتحاد اور یکدلی ترکی افسروں میں کم ہے۔

سلیمیہ بارکون میں مجھے سب سے عجیب بات یہ دکھائی دی کہ نماز کے سوا وہاں کی کسی چیز میں شرقیت (ایشیائی پن) کی بو تک نہ پائی۔ کل عملہ فعلہ۔ اندر باہر عمارت۔ انتظام اور روزمرہ کا دستور العمل ٹھیٹھ یورپین طریقہ پر ہے۔ اگر ان میں ترکی زبان نہ بولی جاتی ہوا اور گندم گون ترکوں کی بود و باش نہ ہو تو اجنبی کو داخل ہوتے ہی یہ خیال گذر جائے کہ میں لندن میں ہوں۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ وہ انگلستان کی تمام بارکون سے بدرجہا نفیس اور عمدہ ہیں اور ان کا موقعہ نہایت ہی دلفریب اور خوبصورت ہے۔ سلیمیہ والوں کی روزانہ طرز معاشرت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جنگ کے لیے مسلسل سرتوڑ تیاری ہو رہی ہے۔ مگر سرعت سرگرمی کے باوجود وہ فی الجملہ باقاعدہ اور باضابطہ تھی۔ کل ملک میں یہی کیفیت میرے مشاہدہ میں آئی۔ پلٹنیں آ رہی اور چلی جا رہی ہیں۔ رنگروٹ جوق درجوق ہر روز بھرتی ہو رہے ہیں۔ اسلحہ اور گودام اسیگز نیوں سے نکال کر منتظمین کے سپرد ہو رہے ہیں اور جہاں جہاں ضرورت ہے اُن مقامات کو بھیجے جا رہے ہیں اور افسران اعلےٰ سب کاموں کی ہر وقت نگرانی کر رہے ہیں۔

ترکی فوج پیدل کی وردی حسب ذیل ہے۔ بالکل سادہ نیلگوں چھوٹا کوٹ۔ نیلی پتلون جسکے پائچے فل بوٹ کے اندر کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ نہایت ہی کارآمد اور واقعی عمدہ بڑا کوٹ سیاہی مائل نیلے رنگ کا مع سرٹوپ جو بارش و برفباری میں سر پر ڈال لیا جاتا ہے۔ اور مشہور عالم خوبصورت سیاہ ریشم کے پھندنے والی سرخ فس[1] (ترکی ٹوپی) پیدل فوج میں کوٹوں کے سامنے اور کندھوں کے پلتے سرخ رنگ کے اور چاسیرون (طلیعون) کے سبز رنگ کے ہوتے ہیں طلیعہ جو جرمن فوج کے جائیگیرے مشابہ ہیں۔ جلد نشانہ جلانے اور فوج سے آگے آگے رہکر متفرق طور پر غنیم پر گولیاں چلانے والے فرض کیے گئے ہیں مگر ان کی تربیت اور معمولی پیدل سپاہی کی تربیت میں اس امر کے سوا اور بہت ہی کم فرق ہے کہ چاسیرون کی ہر ایک بٹالین کی نسبت فرض کر لیا گیا تھا کہ اسکے ساتھ (وہٹ ورتھ قسم کی) دو ہلکی توپیں بھی ہوتی ہیں جن میں سے ہر ایک کو دو بارکش گھوڑے

[1] یہ ٹوپی ابتدا میں مراکو کے مشہور شہر فاس میں تیار ہوتی تھی اور اسی مناسبت سے اس کا نام بھی فیس (یا ترکی لہجہ میں فس) پڑ گیا اور چونکہ ترکوں نے اسکو اپنے لیے مختص کر لیا۔ دنیا میں ترکی ٹوپیوں کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ رفتہ رفتہ اسکی ساخت یونس اور فرانس و آسٹریا و جرمنی میں بھی شروع ہو گئی۔ ترکی میں اب تھوڑے عرصہ سے انکی ساخت کے لیے سرکاری کارخانہ قائم ہوا ہے۔ مگر وہاں ابھی بقدر تھوڑی تیار ہوتی ہیں کہ سرکاری ملازموں کو اور سپاہیوں کے لیے کفایت نہیں کر سکتیں۔ اور خود عام ترکوں کو بدستور سابق ممالک غیر سے ان کو خریدنا پڑتا ہے۔ ہندوستان میں خاص ترکی بنی ہوئی ٹوپیاں اب تک مطلقاً نہیں آتیں۔ اب خاکسار مترجم ان کے منگوانے کا انتظام کر رہا ہے۔

اٹھاتے ہیں۔ مگر ان پلٹنوں میں فی الواقع یہ توپیں ہمیشہ نہیں پائی جاتی تھیں
بوٹوں کے سوا جو بالکل نکمے تھے باقی وردی کی ساخت اور کپڑا عمدہ تھا۔ میں نے بوٹ پہنتا رہا۔ پیدل
سپاہی کے اسلحہ یہ۔ پادی مارٹینی رائفل اور تلوار نما سنگینیں تھے۔

میدان کارزار کو جاتے وقت سپاہی کے پاس سفری سامان بہ تفصیل ذیل ہوتا تھا۔ کیسہ جسمیں اسی کارتوس آتے تھے۔ پانی رکھنے کی بوتل۔ اور ٹاٹ کی ایک بڑی خورجی یا تھیلہ جسمیں ہر ایک چیز جو سپاہی ساتھ لیجانا چاہے ڈالدی جاتی تھی۔ ترکی سپاہی کا مقولہ ہے کہ "اپنی اشیا کا میں خود ہی بہترین حمال ہوں" لہٰذا چنانچہ وہ بقدریکہ چیزیں تھیلہ اور اپنی جیبوں وغیرہ میں بھر سکتا ہے اپنے ساتھ اٹھائے جاتا ہے۔

فوج سواران کی وردی سوائے سر کی پوشاک کے فوج پیدل کے مشابہ ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ بعض رجمنٹوں میں وردی کا رنگ نیلے کے بجائے خاکی ہے۔ سوار سر پر بھیڑی کی کھال کی ٹوپی جسے قلپاق کہتے ہیں۔ پہنتے ہیں۔ ان کے اسلحہ وزنی تلوار۔ ونچسٹر ریپی ٹنگ (کئی کارتوس والی) رائفل اور ریوالور ہیں نیزے صرف نہیں رجمنٹوں کے پاس ہیں جو افواج حفاظت شاہی (گارڈز) سے متعلق ہیں بعض رجمنٹوں کے پاس اُس وقت یعنی ۱۹۱۸ء تک چرکسی تلواریں تھیں۔ اِن تلواروں کی تعریف و توضیح ذیل میں درج ہے گھوڑے ناقص اور تھوڑے تھے۔

چرکس بیقاعدہ سوار اپنی وہی فوق البھڑک قومی پوشاک پہنتے ہیں جس سے باتصویر اخبارات کے دیکھنے والے ناواقف نہیں۔ دو کارتوس جرمی پرتلون میں جو کندھے پر وار پار ڈالے جاتے ہیں چھاتی پر قرینہ دار رہتے ہیں۔ انکی تلواریں ہلکی اور سیدھے سادھے قبضہ کی جن پر ہاتھ کے بچاؤ کیلئے کوئی روک نہیں ہوتی کاسکوں کی تلواروں کے مشابہ تھیں جسکو آخرالذکر چرکھا پکارتے ہیں سب کے پاس کالی رمینیں (چھوٹی بندوقیں) اور اکثر کے پاس نیزے۔ ریوالور اور خنجر بھی تھے انکے گھوڑے باقاعدہ فوج کے سواروں سے عمدہ تھے۔

فوج توپخانہ کی وردی پیدلوں سے خوبصورت اور زیادہ وضعدار ہے۔ توپچیوں کی نیلے چھوٹے کوٹوں پر انگریزی رسالہ ہونار کے کوٹوں کی طرح فیتہ دوزی کا کام ہے۔ وہ پٹی کوٹ سے نیچے پہنتے ہیں۔ ان کے سر کی پوشش وہی ترکی ٹوپی ہے۔ سوار و نکی تلوار اور ریلوالور انکے اسلحہ ہیں۔ توپیں کرپ[1] کارخانہ کی نئی بنی ہوئی تھیں۔ توپخانہ میں گھوڑے کم اور ناقص اور اکثر باتریوں میں تعداد مطلوبہ سے بھی تھوڑے تھے۔ ایک باتری میں چھ توپیں ہوتی ہیں۔ گولہ و بارود کی ہر باتری میں چھ گاڑیاں ہونی لازمی ہیں۔ لیکن عموماً اس سے

[1] کرپ جرمنی کے ایک مشہور کارخانہ توپسازی کے مالک کا نام ہے جسکی توپیں فی زمانہ کل دیگر اقسام کی توپوں پر فوقیت رکھتی ہیں اسکا کارخانہ کئی مربعہ میلوں میں ہے اور اسکی آمدنی اکثر چھوٹے چھوٹے ملکوں سے زیادہ ہے۔ مترجم ÷

کم ہوتی نہیں۔ روسی توپخانہ کی باتری میں آٹھ توپیں ہوتی ہیں۔ البتہ کاسک توپچیوں کے اسپی توپخانہ میں
فی باتری چھ توپیں ہی ہوتی ہیں۔

کمسریٹ و بار برداری کیلئے دو پہیہ یا چو پہیہ ہلکی گاڑیاں تھیں جو ترکی کی خراب سڑکوں اور سلسلہ کوہ
بلقان پر سے گذرنے کے لیے نہایت مناسب تھیں۔ اُن میں عموماً بیل اور بعض میں گھوڑے جوتے جاتے۔ ان کے
علاوہ بارکش گھوڑے بھی تھے۔ جن کے عوض بعض وقت خچریں استعمال میں لائی جاتی تھیں۔ ہر پلٹن کے ساتھ
۱۸ بارکش گھوڑے اور دو گاڑیاں یعنی فی کمپنی (فی پلٹن ۸ کمپنیاں ہوتی ہیں) زائد گولی بارود کیلئے دو گھوڑے
اور افسران پلٹن کے اسباب کے لیے باقیماندہ دو گھوڑے اور خیموں اوزاروں اور اسباب بالا و چینخانہ کیلئے گاڑیاں
ہوتی تھیں۔ جو سپاہی گاڑیوں اور ٹٹوؤں پر مامور ہوں وہ اربجی (ارابہ ترکی میں گاڑی کو اور اربجی گاڑیبان
کو کہتے ہیں) کہلاتے ہیں۔ باقاعدہ کمسریٹ کا کوئی انتظام نہ تھا۔

ترکی فوج میں مجھے انجنیئر بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر دکھلائی دیئے۔ پلیونا میں ہمارے ساتھ انکی ایک
کمپنی تھی مگر جنگی انجنیری میں فوج پیدل کی اکثر پلٹنیں ان انجنیروں سے زیادہ ماہر تھیں۔

بوٹوں کے سوا ترکی سپاہی کی پوشاک اور وردی پر کوئی حرف نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ وردی عمدہ سادی
خوبصورت۔ پایدار۔ کم خرچ اور موزون ہے۔ مگر اس میں ایک نقص بہت بھاری ہے۔ جسکو اعلےٰ حکام بری
طرح سے نظر انداز کر رہے ہیں۔ یہ قومی طرز لباس اور رواج کے نقیض ہے اور سوائے ٹوپی کے اور سب
طرح سے ترکی لباس سے مخالف اور فرنگیانہ و کرسٹانی وضع کی ہے اور سپاہی خود بھی دل میں اُسے
ناپسند کرتا ہے۔ ترکوں کا پیارا اور قومی لباس یہ تھا۔ چھوٹی کشادہ نیلی جاکٹ۔ کھلا ہوا عمدہ سرخ مریکا کھلا پایجامہ
اور جوتی جسپر چمڑے کے بنے ہوئے گیٹس ہوں۔ یہ لباس اب صرف گارڈز فوجکی ذوالعوف[1] رجمنٹیں پہنتی ہیں۔
البتہ ۱۸۲۸ء میں اکثر پیدل پلٹنوں کی ابھی تک یہی وردی تھی۔ جس کی جگہ فضول و بیہودہ لمبی ٹوپی یعنی
کیپی کو رواج دینے کی کوشش کرنا سفیہانہ حرکت ہوگی۔ اس سے بغاوت نہ ہی عام ناراضگی پھیلنے میں تو کوئی کلام نہیں۔

ترکی فوج تین جماعتوں سے مرکب ہے۔ اول نظامیہ (جسمیں مصافی فوج یعنے واقعی فوج نظام اور ذخیرہ
فوج صنف اول یعنی احتیاطیہ شامل ہیں) دوم ردیف (جو جرمنی کی فوج لینڈ وہر کے مشابہ ہے) سوم مستحفظ
[یعنے مقامی فوج جو جرمن لینڈسٹرم اور فرانس کی لیوی ان ماس[2] کے] ہر دو قسم مندرجہ بالا کے علاوہ باقی
کل قواعدان و قابل جنگ رعایا (فوج) کے مشابہ ہے] ان ہر سہ منتظمہ جماعتوں میں چرکسوں۔ کردوں اور دیگر

[1] ذوالعوف کی تعریف کے لیے دیکھو واقعات روم باب بری و بحری افواج۔ مترجم۔ [2] شاید ترکی گورنمنٹ نے
اس قسم کے تغیر کا کبھی ارادہ کیا ہو مگر سوا اس کتاب کے اور کہیں اسکے متعلق پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مترجم۔

بیقاعدہ افواج کے بیشمار غیر منظم دل بادل شامل نہیں ہیں۔ محاربہ میں مینے مستحفظ فوج کا تقریباً کوئی نام و نشان نہیں دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ ۱۹۱۲ء کے شروع میں اس فوج کا وجود کاغذوں سے باہر کوئی نہ تھا اور اگر تھا تو کم از کم اسکے اجتماع و جماعت بندی کا یقیناً کوئی انتظام نہ تھا جو بریگیڈ اور رجمنٹیں میدان جنگ کو بھیجی گئیں ان میں نظامی اور ردیفی پلٹنیں اندھا دھند مخلوط تھیں۔ ردیف کی تین قسمیں مقدم۔ تالی اور ثالثہ ہیں اور ضرورت پر اُن کو حسب ترتیب متذکرہ بالا یعنی پہلے مقدم پھر تالی اور سب سے آخر ثالثہ کو گھروں سے بلایا جاتا ہے۔ اِن تینوں صنفوں کے سپاہی وہ لوگ ہیں جو مصافی یعنے نظام فوج میں اپنی میعاد پوری کر چکے ہیں۔ ہر ایک جماعت اور صنف کی خدمت کی شرائط اور میعادوں کا ذکر فضول ہے۔ کیونکہ اس پُرآشوب زمانہ میں عملی طور پر کل کارروائی کاغذی دستورالعمل سے سراسر بالکل مختلف ہوتی رہی تھی اس بارہ میں لڑائی کے بعد بہت کچھ درستی و اصلاح عمل میں آگئی ہے۔

ترکی میں عام جبریہ خدمت فوجی کا رواج ہے اور کل مسلمان اس قانون کے تابع ہیں ۲۰ برس کی عمر میں ہر شخص کی فوجی خدمت واجب ہو جاتی ہے اور عمر کا چالیسواں برس پورا کرنے پر یہ ذمہ داری ختم ہوتی ہے۔ عیسائی اور یہودیوں کو بطور رنگروٹ فوج میں نہیں لیا جاتا۔ ان کو اس آزادی و رعایت کی عوض خفیف سا ٹیکس (محصول) دینا پڑتا ہے۔ اس زمانہ میں اس محصول سے چھ لاکھ پونڈ سالانہ آمدنی تھی۔ استنبول[1] اور اسکے مضافات غلطہ و اسکودرہ کے باشندے (بلا لحاظ مذہب و قوم) فوجی خدمت اور ادائیگی ٹیکس دونوں سے بری ہیں۔ مسلمان آبادی کے رجسٹر احتیاط کے ساتھ نہایت درست رکھے جاتے ہیں۔

اس محاربہ میں ترکی نے سات لاکھ پچاس ہزار فوج میدان جنگ کو بھیجی تھی صلح ہو جانیکے بعد ترکی فوج میں کل ہم اڑھائی لاکھ آدمی رہ گئے تھے۔ صحت یاب مجروح و مریض واپس آمدہ اسیران جنگ اور وہ سپاہی جو جنگ کے وقت فوج سے بچھڑ گئے اور پھر واپس آ گئے اسی تعداد میں شامل ہیں۔ جو بچھڑے ہوئے واپس نہ آئے انکی اور مفرورین کی تعداد اگر تخمیناً پچاس ہزار قیاس کر لیجائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ساڑھے چار لاکھ آدمیوں کی مہیب تعداد جنگ میں ضائع یا ہمیشہ کیلئے ناقابل یا بیماری اور موسمی حوادث کا شکار ہوئی تھی۔

ترکی فوج میں فوجی مدارج و مراتب حسب ذیل ہیں:۔

[1] استنبول (جسے ترک استنبولی کہتے ہیں) قسطنطنیہ کی یورپی آبادی کا وہ حصہ ہے جو خلیج شاخ زرین سے بجانب جنوب فصیل شہر کے اندر واقع ہے۔ مگر اکثر یورپین نویسندگان خلیج مذکور کے شمالی محلوں اور مضافات (ایوب۔ خاسکوئی وغیرہ) بلکہ ایشیائی مضافات (اسکودرہ۔ حیدر پاشا) کو بھی استنبول ہی میں شامل کر دیتے ہیں۔ مصنف اور صرف غلطہ۔ تھراپیا و پیرا وغیرہ دیگر یورپین مضافات وحصص قسطنطنیہ کو استنبول سے علاوہ تصور کرتے ہیں۔ مترجم

سردار اکرم (کمانڈر انچیف یعنی سپہ سالار) مشیر (مارشل) جو اردو (فوج کے حصہ اعظم) یا قول اردو (اردو سے چھوٹا حصہ) کا کمانیر ہوتا ہے۔

فریق (ڈویژن کا جرنیل) جو فرقہ[1] (ڈویژن) کا کمانیر ہوتا ہے۔

میر لوا (برگیڈیر) جو برگیڈ[2] (یعنی لوا) کا کمانیر ہو۔

میر الائی (کرنیل) الائی (یعنی رجمنٹ کا کمان افسر۔

قائممقام (لفٹنٹ کرنیل) کرنیل کا ایجوٹنٹ (مددگار)

بن باشی۔ میجر۔ طابور (پلٹن) کا کمان افسر۔

قول آغاسی (میجر کا ایجوٹنٹ یعنی نائب مددگار۔

یوز باشی (کپتان)، بلاک (یعنی کمپنی یا رسالہ) یا تابیہ (یعنی باتری) کا کمان افسر۔

ملازم اول (اول لفٹنٹ)

ملازم ثانی (دوم لفٹنٹ)

ملازم ثالثہ (سوم لفٹنٹ)

باش چاؤش (ہیڈ سارجنٹ) جو فی پلٹن ایک ہوتا ہے۔

چاؤش (سارجنٹ)

اون باشی (کارپورل)

نفر (پیدل)

مشیر، فریق اور میر لوا کے منصب رکھنے والے بلحاظ منصب پاشا کا خطاب بھی رکھتے ہیں اور علی الترتیب گزرے زمانہ کے تین دُموں۔ دو دُموں یا ایک دم کے جھنڈا رکھنے والے پاشاؤں کے مشابہ ہیں۔ میر الائی اور قائممقام (بک) کا خطاب رکھتے ہیں۔ قائممقام کرنیل کا نائب اور مددگار فرض کیا گیا ہے۔ مگر اکثر رجمنٹوں میں دونوں افسر ہونیکے بجائے اُن میں سے صرف ایک یعنی کرنیل یا نائب کرنیل ہی تھا۔ قول آغاسی۔ یوز باشی و چاؤش کے فرائض منصبی میری سمجھ سے باہر تھے اور میرے نزدیک وہ ہمہ سے کم نہ تھے۔ سوم لفٹنٹ کا درجہ فقط انجنیری پلٹنوں میں ہوتا ہے۔

عثمانیہ فوج کے متعلق قابل تذکرہ اور عجب امر یہ ہے کہ افسر و نکو صلح و جنگ دونو حالتوں میں مسلسل تنخواہ نہیں ملتی ہے اور وہ اس سختی کو نہ فقط نہایت تحمل اور بردباری سے برداشت کرتے ہیں۔ بلکہ یہ مسلم امر ہے کہ اس سے انکے اخلاق۔ جان نثاری ثابت قدمی اور جوانمردی پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا۔ ترکی افسر اسکو ناقابل اصلاح اور دیرینہ

---

[1] دو یا زیادہ ڈویژنوں (فرقوں) کا ایک اردو ہوتا ہے۔ مترجم [2] ایک برگیڈ میں دو یا زیادہ رجمنٹیں ہوتی ہیں۔ مترجم

نقص خیال کر کے صبر و قناعت اور بشاشت کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔ البتہ اعلےٰ مدارج رکھنے والے افسر تنخواہیں نہ وصول ہو سکنے کی وجہ سے عموماً سرکاری روپیہ خورد برد اور رشوتیں قبول کر لیتے ہیں۔ اس بارہ میں وہ پاشا جو خاتونانِ حرم[۱] کی سعی و سفارش سے اعلیٰ مراتب کو پہونچے ہوں سب سے بڑھکر خاطی ہیں۔ مشہور محمود[۲] داماد پاشا اس قسم کے پاشاؤں کا سب سے بڑھیا نمونہ ہے۔

کاغذی عملدرآمد کے لحاظ سے سلطنت عثمانیہ چھ فوجی ولایتوں (ممالک) پر منقسم کیگئی ہے۔ اور ہر ایک ولایت ایک اُردو (فوج) جس میں چار قول اردو (کور) ہوں بہم پہنچاتی ہے مگر ۱۸۷۷ء میں کسی ولایت نے فی الحقیقت تین کوروں سے زیادہ بہم نہ پہنچائے۔ بلکہ بعض نے فقط دو دو یا ایک ایک تعداد کی ولایت نے صرف ایک ڈویژن (دو یا زیادہ ڈویژنوں کا ایک کور ہوتا ہے) میدان جنگ کو بھیجا اور وہ بھی جنگ کے خاتمہ کے قریب۔

---

[۱] سلطانی حرم میں چونکہ اکثر سرکیشیا وغیرہ کی خوبصورت کنیزکیں داخل ہوتی ہیں۔ وہ کسیقدر رسوخ حاصل ہو جانے پر اپنے اُجڈ اور ناتعلیم یافتہ لواحقوں اور بھائیوں وغیرہ کو وطن سے بلا کر فوجی و ملکی عہدوں پر مامور کرا دیتی تھیں۔ اور یہ کندۂ ناتراش انتظام یا افسری تو خاک کر سکتے تھے۔ البتہ جس محکمہ میں ہوتے اُسکا اور سلطنت کا ستیاناس کر دیتے۔ یہی خرابیاں تھیں جنہوں نے سلطنت عثمانیہ کو اس درجہ پر پہنچا دیا۔ اور اب ہمارے سلطان محبوب غازی عبدالحمید خاں ثانی کی شب و روز کی سرگرمی سے تقریباً بالکل غائب ہوگئی ہیں۔ مترجم

[۲] محمود نام ۱۸۵۸ء میں سلطان عبدالمجید کی ایک پندرہ سالہ دختر (یعنی سلطان حال کی ہمشیرہ) سے عقد ہونے پر داماد پاشا کے خطاب سے ممتاز ہوا۔ یہ شخص غبن و خیانت اور بے ایمانیوں سے نہایت متمول ہوگیا اور اسنے اپنی عورت کے بھائی سلطان عبدالحمید ثانی پر جو بذاتہٖ نہایت قابل اور نیک نیت شخص ہے مگر مشیروں و تجاویز کے انتخاب میں عموماً غلطی کر جاتا ہے بے اندازہ بلکہ خطرناک اقتدار حاصل کر لیا۔ وہ اگرچہ توپخانہ اور جنگی نقل و حرکت اور نشیب و فراز کے متعلق ذرہ واقفیت نہ رکھتا تھا مگر بنیاماسٹر آرٹلری (افسر اعلےٰ توپخانہ) اور مجلس حرب کا رکن بنا دیا گیا۔ اسنے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء میں دلی حرص و طمع اور رشک و حسد سے سلطنت کی قسمت پر ایسا بُرا اثر ڈالا اور اسکو ایسا نقصان پہنچایا کہ جسکی درست مقدار و وسعت کبھی معلوم نہیں ہو سکیگی ۱۸۷۶ء میں صدر عسکر ہوگیا مگر ۱۸۷۷ء میں بدوران جنگ (سلطانی احکام کے برخلاف) خفیہ احکام شریک کار افسروں کو بھیجنے کے جرم میں برطرف ہو کر جلاوطن کر دیا گیا۔ ۱۸۸۰ء میں اسے معافی ملگئی۔ لیکن سلطان عبدالعزیز شہید کے قتل میں شریک ہونیکے جرم میں وقوع جرم سے پانچسال بعد ۱۸۸۱ء میں باضابطہ عدالت سے اسے موت کی سزا ملی۔ سلطان کی ہمشیرہ سے اسکا عقد اس حکم سے پہلے ہی فسخ کر دیا گیا تھا۔ سلطان معظم نے موت کی سزا معاف کر کے اسکو عرب کی طرف جلاوطن کر دیا۔ جہاں وہ ۱۸۸۴ء میں فوت ہوگیا۔ مصنف محمود داماد پاشا کی نسبت مسٹر ہربرٹ نے ایک حرف مبالغہ آمیز نہیں لکھا۔ مگر سلطان کی نسبت جو رائے اُسنے ظاہر کی ہے۔ وہ غالباً اب ۱۸۹۲ء سے جبکے تین برسوں کے تجربہ سے اُنہوں نے خود بخود بدلدی ہوگی میری طرف سے اسکی تردید کرنے کی کوئی احتیاج نہیں۔ مترجم

قول اردو کی نسبت فرض کیا گیا ہے کہ اسمیں دو ڈویژن = چار بریگیڈ = آٹھ رجمنٹیں = ۲۴ پلٹنیں ہوتی ہیں۔ فوج سواران کنندہ دوسری فوج سے الگ نہ مستقل ڈویژن کوئی نہیں تھے۔ اور اکثر قول اردوؤں میں اُن کا اپنا اپنا مستقل و علیحدہ توپخانہ بھی نہیں تھا۔ فوجکی واقعی تقسیم کاغذی عملدرآمد سے تقریباً ہمیشہ مختلف ہوتی تھی۔

انتظامی مطالب اور جنگی ترتیب کے لیے ٹابالیون (پلٹن) اکو (کل فوجی مجموعہ کا) ایک فرد سمجھا جاتا ہے نہ کہ رجمنٹ کو۔ انتظامی مقاصد کیلئے تین پلٹنوں کی ایک رجمنٹ بنائی جاتی ہے۔ مگر رجمنٹ کی جنگی ترکیب کمان افسر کی رائے پر منحصر ہوتی تھی۔ اور وہ نہ فقط انتظامی ترکیب سے مختلف ہوتی بلکہ لڑائی کے موقعہ پر ایک ترتیب جنگی دوسری ترتیب سے جدا ہوتی تھی۔ اسی ردّوبدل کی وجہ سے کرنیل (رجمنٹ کا کمان افسر) جنگی صف بندی اور نقل و حرکت کے لحاظ سے فی الواقعہ کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔ اور میجر (پلٹن کا افسر) ہی اقتدار کا سرچشمہ اور منبع ہوتا تھا انگریزی جرمن اور فرانسیسی سپاہی دوران گفتگو میں جب "ممالک" "غربی" "افسر" کے الفاظ لاتے ہیں تو ان کی اُنکی مراد کرنیل کی ہوتی ہے۔ (کیونکہ ان ممالک میں فوجی فرد رجمنٹ ہوتی ہے۔ اور بنا برین خود مختارانہ فوجی کمان اور اقتدار کا سلسلہ کرنیل سے شروع ہوتا ہے) لیکن ترکی سپاہی ان الفاظ سے مراد میجر کی لیگا جسکے ہاتھ میں ان کا کل نیک و بد ہوتا ہے۔

۱۹۱۸ء میں رجمنٹوں کے علحدہ علحدہ نمبر نہیں تھے جس سے سخت دقت ہوتی رہی۔ اگر کسی پلٹن کا ذکر کرنا ہوتا تو اُسے اسطرح سے پکارا جاتا "پہلی اردو کی دوسری رجمنٹ کی ردیف پلٹن نمبر ۲"۔

عثمان پاشا کے ماتحت پلیونا میں جو پلٹنیں تھیں وہ انتظامی ترکیب کے لحاظ سے چھ یا زیادہ کوروں میں بٹی تھیں۔ دوسری عثمانیہ فوجوں میں بھی جو دیگر مارشلوں کے ماتحت تھیں یہی کیفیت تھی۔ بعض اوقات میدان جنگ کی (یعنی جنگ کنندہ) رجمنٹ کی تینوں پلٹنیں انتظامی لحاظ سے تین مختلف کوروں کی ہوتیں۔

الفاظ بن باشی (میجر) یوز باشی (کپتان) اور اون باشی (کارپورل) کے لفظی معنی علی الترتیب ایک ہزار سر، ایکسو سر، اور دس سر کے ہیں۔ اصل میں ایک پلٹن میں ایکہزار آدمی ہوتے تھے جنکی دس کمپنیاں ہوتی تھیں اور ہر ایک کمپنی دس سکوئیڈرن (جماعتوں) پر منقسم ہوتی ہے۔ پلٹن کی مصافی طاقت تعداد میں آٹھ سو کر دیگئی اور صرف آٹھ کمپنیاں رکھی گئیں۔ یہ تغیر و تبدل میرے خیال میں جرمنی کی تقلید میں منجملہ دیگر اصلاحات موجودہ صدی کی چوتھے عشرہ میں کیا گیا تھا۔

جہانتک مجھے دیکھنے کا موقعہ ملا میں نے کسی پلٹن کو پوری طاقت پر نہ پایا یعنے اسمیں آٹھ سو آدمی نہ دیکھے کئی پلٹنوں میں جنگ کے شروع ہو جانے پر بھی چار یا پانسو سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ الغرض بالاوسط فی پلٹن ۴۰۰ آدمی تھے اس حساب سے فی کمپنی صرف پچاس سے لیکر ساٹھ تک آدمی ہوتے ہیں۔ یہ تعداد بالکل حقیر ہے اور فوج کے سب سے چھوٹے

جنگ کنندہ فرقہ میں صرف اتنے آدمیوں کا ہونا موجودہ زمانہ کے آداب حرب اور فوجی چالوں کی مطابق بالکل بے حقیقت اور روسی کمپنیوں کے مقابلہ میں جن میں سے ہر ایک میں دو سو سے لیکر اڑھائی سو تک آدمی تھے محض فضول اور بیکار تھا۔ فوجی حکام نے اس نقص کو تسلیم کر لیا اور بطور آزمائش چند پلٹنوں کو دوبارہ تقسیم کر کے (بجائے آٹھ کے) ان کی چار چار کمپنیاں بنائی گئیں اور ہر ایک کمپنی دو دو سو آدمیوں کی کر دی گئی۔ مگر فی الواقع ان میں ڈیڑھ ڈیڑھ سو آدمی تھے۔ محاربہ روم و روس کے بعد اس کار آمد قاعدہ کو عام طور پر رائج کر دیا گیا ہے۔

سو سو آدمیوں کی (نام نہاد) جمعیت رکھنے والی پرانی کمپنیوں میں سے ہر ایک میں دو لفٹنٹ۔ دو کارپورل اور دو سارجنٹ ہوتے تھے۔ دو دو سو کی نام نہاد جمعیت والی نئی کمپنیوں میں ان افسروں کی تعداد تین تین یا چار چار تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ نن کمیشنڈ افسروں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔

بہ ہیئت مجموعی عثمانیہ فوج کی نسبت ترکی سپاہ کے ان کارناموں اور کارگذاریوں کو دیکھکر جو ۱۸۷۷ء میں اسکی ظہور میں آئیں۔ میں اپنی عام رائے حسب ذیل ظاہر کرتا ہوں۔ گو گھوڑے کم تھے تاہم توپخانہ نہایت شاندار تھا فوج پیدل بہت عمدہ تھی۔ باقاعدہ فوج سواران اوسط درجہ کی تھی اور اسکی تعداد بھی تھوڑی تھی اور بیقاعدہ سواران کی فوج فی الجملہ نکمی اور بیقاعدہ تھی بار برداری۔ کمسریٹ۔ حفظان صحت اور انجنیروں کی پلٹنیں بالکل ندارد یا ناقص تھیں۔

"روسیوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انکی پیدل فوج بہت عمدہ۔ توپخانہ اوسط درجہ کا۔ فوج سواران (باستثنائے کاسکوں کے جن کو اگر تاخت و تاراج اور سیہ کاریوں کی محبت نہ ہو تو وہ بہت عمدہ سوار ہیں) ناقص اور بیکار تھی۔"

کل دنیا میں غالباً ترکی فوج ہی ایک ایسی سپاہ ہے کہ اسکے اور ترکی قوم کے حالات زمانہ امن سے جیسی کچھ مبصروں کو توقع تھی اس نے زیر بحث محاربہ کے دوران میں میدان جنگ میں نمایاں طور پر اور مسلسل اور اس سے بدرجہا بڑھکر داد مردانگی دی اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ برخلاف اسکے جہاں تک محاربہ مذکورہ ۱۸۷۷ء کا تعلق ہے۔ روسی فوج عام توقع سے بہت گھٹکر رہی۔ اوسط حیثیت کا ترکی سپاہی بلحاظ اخلاق وذہانت و صحت جسمانی اسی حیثیت کے روسی سپاہی پر فوقیت رکھتا ہے۔ اسکے تین باعث ہیں۔ اول یہ کہ ترکی سپاہی مطلقاً تارک الخمر ہوتا ہے۔ دوم وہ پابند مذہب اور مذہب کی خوبیوں اور اسکے احکام اور اوصاف کو سمجھتا ہے کورانہ تقلید یا متوہمانہ اندیشوں اور خوف سے اپنے مذہب کا پابند نہیں۔ روسی سپاہی بھی پابند مذہب ہے۔ مگر جاہلانہ طرز سے اور جیسا کہ جہالت کا لازمہ ہے وہ اوہام باطلہ کا معتقد ہوتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ روس کی نسبت ٹرکی میں ابتدائی تعلیم کی حالت بہتر ہے۔ اب جب کبھی دوسری جنگ اٹل ہو جائے تو اسکے نتیجہ کی نسبت قیاس کرنے کے لیے ان سیدھی سادی وجوہات کو مد نظر رکھ لینا واجب ہے۔ جرمن جرنیل وان ڈر گولٹز جو ترکی فوج میں جرنیل ہے۔ ترکی قوم

[1] صاحب موصوف نے ۱۹۰۹ء کے شروع میں ترکی فوج کی نسبت جو رائے ظاہر کی تھی وہ بسبب سابقہ حکومت سلطان المعظم

نسبت رائے ظاہر کرتا ہے کہ "وہ دیانتدار۔ اپنی بزرگی پر نازان۔ بہادر اور بیحد پابند مذہب ہے" مگر طبقہ امراء
کی عدم موجودگی سے جو عام لوگون کو خود نظیر بنکر ترقی کے میدان مین داخل کرا سکتا ہے اُسے بہت نقصان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) سے اقتباس کر کے ذیل مین درج کی جاتی ہے:-

ترکی فوج وان ڈر گولٹز نے جو ترکی افواج کی درستی و ترتیب مین چند برس صرف کرنے کے بعد سلطانی ملازمت سے مستعفی ہو کر جرمن فوج کے پانچوین ڈویژن کے کمانڈر مقرر ہوئے ہین۔ ترکی افواج کی موجودہ حالت کے متعلق ایک شخص کے سوال پر مندرجہ ذیل جواب دیا:-

"مجھے پولیٹکس امور مملکت سے کوئی تعلق نہین رہا۔ سلطانی وزراء نے مجھے بارہا ملکی معاملات کیطرف کھینچنا چاہا مگر مین یہی جواب دیکر ٹالدیتا رہا۔ کہ مین ایک سپاہی آدمی ہون اور سپاہی بھی ایسا کہ اپنے جنگی فرائض کے علاوہ اور کسی معاملات مین دخل دینا نہین چاہتا۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ گذشتہ جنگ کے بعد ترکی فوج نے کوئی ترقی نہین کی وہ سخت غلطی پر ہے۔ بیشک اس امر سے انکار نہین ہو سکتا کہ جو کچھ ترقی ہوئی ہے اس سے زیادہ ہو سکتی تھی لیکن جرمنی کے اخبارات مین جو یہ بیان کیا جاتا ہو۔ کہ جرمن افسرون نے اصلاح کے متعلق جو کچھ کارروائی کی ہے وہ کاغذون ہی پر ہے اور درحقیقت اسکا کوئی وجود نہین۔ محض غلط ہے اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ کام کیا گیا ہے اُس کے بہت سے حصہ کے نتیجے کے متعلق دنیا کے سامنے شیخی نہین بگھاری گئی۔ اور نہ ہی کوئی شور و غوغا برپا کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر اُسے ڈھول بجا بجا کر مشتہر کیا جاتا تو ضرور تھا کہ ممالک اجنبیہ جو ترکو انکو ترقی کرتے دیکھ نہین سکتے رشک و حسد کے مارے مداخلت کر دیتے۔ اب سلطنت عثمانیہ کی ضروریات کیلئے بقدر مناسب عثمانیہ فوج کافی موجود ہے۔ جو شخص ترکی فوج مین بحیثیت افسر داخل ہونا چاہے۔ اسکو پہلے جنگی مدرسہ کے تمام امتحانات پاس کرنے ضروری ہین اور انجنیرنگ کے اصول سے واقف ہونا سخت لازمی ہے۔ مگر عثمانیہ فوجکو انجنیرون کی ایسی ضرورت نہین جیسی کہ افسرون کی۔ جو افسر ٹرکی سے برلن بھیجے گئے تھے اور وہان سے ۱۸۸۶ء مین واپس آئے۔ وہی پہلے افسر تھے جنھون نے خالص علمی تعلیم و تربیت پورے طور پر حاصل کی۔ اور علمی خدمت کے تمام مراحل طے کئے اور وہ فی الواقع نہایت قابل افسر ثابت ہوئے ہین ہم جرمن افسر جس تعلیمی کتاب کو سب سے عمدہ اور بہترین خیال کرتے ہین وہ "مخابرات قلاع" ہے جسکا مصنف مؤلف سمیع بک ترکی سفیر متعینہ برلن کا جنگی اٹاچی ہے۔ مین خود ہفتہ مین کئی مرتبہ ترکی افسرون کو لیکچر دیا کرتا تھا انکے مباحثون اور جرح قدح سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ سنتے ہین اسے نہایت عمدگی سے ذہن نشین کر لیتے ہین۔

"یورپ جو کچھ چاہے اپنے دل مین خیال کیا کرے مگر یہ تحقیق ہے کہ ترکون کا قدیمی جنگی شوق اُن مین سے ابھی ضائع نہین ہوا۔ چنانچہ دو تین اعداد اس امر کے ثبوت کے لیئے کافی ہین۔ جنگی مدرسہ مین ۱۸۸۳ء مین چار سو ترسیٹھ طالب علم تھے اور اب انکی تعداد سترہ سو پچاس ہے البتہ اس بات کا افسوس ہے کہ صرف مسلمان ہی ۲۱ برس سے ۲۰ برس کی عمر تک بھرتی کیئے جاتے ہین۔ اور ان مین سے بھی بہت سے بری الخدمت ہو جانیکے باعث فوج مین داخل نہین کئے جاتے یہی وجہ ہے کہ فوج بیزور

پہونچ رہا ہے"۔ مین پاشا نے موصوف کے پچھلے ادعا سے متفق نہین اور اسکو تسلیم نہین کرتا کہ کسی قوم کی ترقی کے لئے طبقہ امرا کا اس مین موجود ہونا ضروری ہے۔ شاید صاحب ممدوح کبھی انگلستان نہین گئے اور وہان کے امرا کی تمدنی و معاشرتی حالت کو معاینہ نہین کیا۔ ورنہ وہ یہ اصول قایم نہ کرتے۔

پہلی یا دوسری مارچ کو مجھے مکتب حربی مین حاضر ہونے کا حکم دیا گیا اور مین ہمر تباور اپنے سب اعلی افسرون کو قہوہ تمباکو اور سگرٹون کے تحفہ تحایف دیکر اور اپنے ساتھی سپاہیون کے ذمہ مختلف غیر مودی قرضے باقی چھوڑ کر اُن سے اور سلیمیہ بارکون سے رخصت ہوگیا۔ مکتب حربیہ قسطنطنیہ کے خوبصورت ترین مضافات پنکالڈی مین جو پیرا کے شمال مین ہے خوشنما ملحقات و جوار کے درمیان واقع ہے۔ روسکی کنیسہ و ہسپتال مدرسہ کے متصل ہین یہان سپاہیانہ وردی اُتار دی اور طالب علمونکی وردی پہن لی مجھے مدرسہ کے بورڈنگ ہوس مین عمدہ مکان رہنے کے لئے دیا گیا۔ خوابگاہ مین میرے ہم عمر دس اور لڑکے جو سب کے سب یوروپین ٹرکی کے باشندے اور نیک چلن تھے سوتے تھے۔ مدرسہ مین ۰۰ ۳ شاگرد اور تیس معلم تھے۔ جن مین سے کئی جرمن ایک آسٹرین ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) صرف کاغذ ون پر موجود تھی۔ مگر اب فوج ریزرو (ردیف) برابر موسم سرما مین فوجی قواعد کیلئے طلب کی جاتی ہے۔ اور فوج نظام کی میعاد ملازمت پانچ سال کے بجائے تین سال کر دینے سے عثمانیہ فوج ردیف کے لئے عمدہ ڈرل (مصالح) پہنچ جاتا ہے (یعنی فوج نظام کے سپاہی تین برس عملی خدمت کرنے کے بعد ردیف مین بھیجدیئے جاتے ہین اور اسطرح سے مؤخرالذکر فوج مین کار آزمودہ سپاہیون کے شامل کر دیئے جانے سے اس کی مضبوطی اور کار آمدگی مین بہت کچھ ترقی ہوگئی ہے۔ عثمانیہ فوج اب سٹینڈنگ آرمی (فوج نظام جو ہر وقت تیار رہتی ہین)، ریزرو اوّل (ردیف فوج نظام)، ملیشیا (تحفظ) لینڈ سٹرم (محافظ ملک)، سیکنڈ ریزرو (ردیف ثانی)، اور سوپر نیومیرری بٹالین (فوج زاید از ضرورت بٹنون) پر مشتمل ہے"۔ ترکی افواج کے از سر نو مرتب کرنے مین مینے بہت سا کام کیا ہے۔ اور اگر ٹرکی اب ایک ہفتہ مین اپنی فوجکو مجتمع کر سکتی ہے تو یہ اسی ترتیب کی وجہ سے ہے میرے خیال مین ٹرکی اپنی عیسائی رعایا کو فوج مین بھرتی نہ کرنے مین سخت غلطی کر رہی ہے۔ عیسائی رعایا کے بھرتی کرنے سے نہ صرف یہی فایدہ ہوگا کہ فوجی ڈسپلن (ضابطہ و قواعد) سے مختلف مذہب کی جماعتون مین اتفاق و اتحاد پیدا ہو جائیگا۔ بلکہ حفاظت کا بوجھ جو اسوقت صرف اکیلے مسلمانون پر ہے بٹ جائیگا۔ اور نیز ٹرکی کی ہر ایک لڑائی کو جو مخالفین مذہبی لڑائی قرار دیتے ہین۔ انکو اس اتہام لگانے کا موقع بھی نہ رہ جائے گا۔

اعلیحضرت سلطان المعظم کے اوصاف ظاہری و باطنی۔ محنت و مستعدی اور ملکہ و لیاقت خداداد کی جسقدر تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ اور جرمن افسرون پر جسقدر الطاف و مراحم خسروانہ مبذول فرماتے رہے ہین۔ ان کے شکریہ سے جرمن لوگ کبھی عہدہ برآ نہین ہو سکتے"۔

فرانسیسی تھا - ترک پروفیسرون مین سے اکثر فوجی آدمی تھے - مدرسہ مین تین جماعتین ہین - ہر جماعت کی پڑھائی ایک سال ہے یعنی طالب علم کو وہان تین برس رہنا پڑتا ہے -

چند ماسٹرون سے مختصر سی گفتگو کے بعد مجھے سب سے اونچی جماعت مین داخل کیا گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ اگر مین چاہون تو اس امتحان مین جو پندرہ دن کے اندر ہوگا - شریک ہو سکتا ہون - ہر ایک جماعت پھر آگے دو دو فریقون پر منقسم ہے ایک فوج پیدل کے اور دوسرا فوج سواران کے اُمیدوارون کے لئے یہ مدرسہ گیسا تھا فوج سواران کے طالب العلمون کیلئے وسیع مدرسہ شاہسواری بھی ہے توپخانہ اور جنگی انجنیری کی تعلیم اس کالج مین نہین دیجاتی - ان فنون کے لئے علیحدہ خاص کالج ہے جو مہندس خانہ کہلاتا ہے -

میری جماعت مین اسی لڑکے تھے - ساٹھ فوج پیدل کیلئے اور بیس گھوڑ (فوج سواران) کیواسطے ہر ایک جماعت کے طلبا ملکر کھانا کھاتے تھے - غذا عمدہ اور وافر ہوتی تھی - چاول اور بھیڑ کے گوشت کا زیادہ خرچ تھا - مدرسہ کا اندرونی انتظام بہت عمدہ تھا - طالب العلمون کو کچھ ادا نہین کرنا پڑتا ان کو مکان خوراک پوشاک اور تعلیم سرکار کے خرچ سے دیجاتی ہے - بلکہ انکو جیب خرچ کیلئے کچھ نقدی بھی ملتی ہے - گو مجھے کچھ نہین ملا تھا - ہر ایک شخص جس مین کالج کی تعلیم پانے کی قابلیت ہو بلا لحاظ درجہ حیثیت یا والدین کے داخل ہو سکتا ہے - اور قابلیت مذکور رشدیہ اور اعدادیہ مدارس مین کچھ خرچ کرنے کے بغیر مفت پیدا کیجا سکتی ہے اسلام کی اخوت صادقہ اور مساوات کاملہ کی بیشمار شہادتون مین سے یہ ایک ادنی شہادت ہے امتحانات کی فیس ہائے داخلہ کے ظالمانہ اور نقصان رسان دستور کا ترکی مین نشان تک نہین ملتا -

میری جماعت کا نصاب یہ تھا - ترکی زبان اور علم ادب - تاریخ - جغرافیہ - فرانسیسی اور فنون حربیہ پہلے اور آخری مضامین کے سوا کل مضامین مین مجھے کل موجودہ طلبا - بلکہ اکثر استادون سے زیادہ عبور تھا چنانچہ مینے اس مضمون مین جسکا استادونکو خیال بھی نہ تھا - یعنے ترکی املاء اور بالخصوص حیرانی مین ڈالنے والے عربی رسم الخط کے پڑھنے مین بہت واقفیت اور مہارت پیدا کرلی - اس رسم الخط کے پڑھنے مین پہلے کم مہارت ہونیسے مین ترکی محاورات سے پورا واقف نہین ہو سکا تھا - تاریخ جغرافیہ اور فرانسیسی مین جتنا کچھ مین پہلے جانتا تھا یہ درست ہے کہ استاد مجھے اس سے زیادہ نہین سکھا سکتے تھے - تاہم ہر سبق سے مجھے اس ملک کی زبان کی اور زیادہ مشق ہوتی جاتی تھی جسکو عارضی طور پر مینے اپنا بنا لیا تھا - خود سلطنت عثمانیہ

[1] جنگی مدارس مین سب سے اعلا مکتب ارکان حرب یعنی سکول برائے افسران جنرل سٹاف ہے - وہان کی تعلیم و تربیت اعلی درجہ کی ہے بحیرہ مارمورا کے جزیرہ خلکی دیاہکی، مین بحری کالج ہے جسکے پرنسپل افسر اور استاد انگریز ہین قسطنطنیہ مین نو ابتدائی جنگی مدرسے رشدیہ، اور دو اعدادیہ سکول ہین - اعدادیہ مکتب جنگی کالج اور رشدیہ (ابتدائی مدرسون) کے درمیانی مدارس کو کہتے ہین معنف

کی تاریخ و جغرافیہ کو مین اپنے ہم جماعتون سے بہتر جانتا تھا۔ مکتب حربی کی تعلیم کا معیا اور نصاب جرمنی کے ان جنگی مدارس کے نصاب سے جو اعلیٰ درمیانی طبقہ کے لڑکون کیلئے ہین۔ کسی قدر کم اور اسدرجہ کے انگریزی مدارس سے بہت بڑھ کر تھا۔ ترکی علم ادب سے مجھے بہت کم دلچسپی تھی۔ البتہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مجھے ترکی کے زیادہ الفاظ یاد ہوگئے۔ ترکی ادب کی کتابین تعداد مین تو بیشمار رہین۔ مگر بلحاظ کتابون کے ذاتی مصنف کے وہ اوسط درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ ۷۵ فیصدی کتابین فارسی۔ عربی اور یورپین تصانیف کا ترجمہ یا تھوڑے بہت رد و بدل کے ساتھ ترجمہ ہین۔ مدرسہ مین ترکی صرف و نحو بھی سکھائی جاتی تھی جس سے مجھے بہت فایدہ پہونچا۔

نوجی نقل و حرکت اور مہارت حربیہ کا مضمون ۱۸۷۰ء کی جنگ جرمنی و فرانس کے تجربات پر مبنی تھا۔ اور اس مضمون کی کتاب ایک جرمن کی تصنیف کا ترجمہ تھی۔ اس مضمون پر طالب علمونکو کامل تعلیم دیجاتی تھی۔ مگر میرے دلمین اکثر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس فن کے متعلق طالب علمون کو تعلیم دینے کیلئے کسی سابقہ محاربہ روم و روس کو بطور نمونہ کیون نہین لیا گیا؟ مگر اس کی وجہ مجھے معلوم نہ ہو سکی۔

عربی لاطینی اور جرمنی زبانون کے بھی جو میرے خیال مین اختیاری تھین سبق دیئے جاتے تھے۔ مجھے ان سے معاف کر دیا گیا تھا۔ عربی سے اس لئے کہ مین نے اس موقعہ پر نئی زبان کا شروع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ دوسری زبانون سے اس لئے کہ مجھے ان مین تعلیم کی احتیاج نہ تھی۔ یا کم از کم یہ کہ جسقدر تعلیم مجھے مکتب حربی کے استاد دیسکتے تھے اسکی مجھے احتیاج نہ تھی۔ زمانہ مابعد مین مینے عربی کی مشکل زبان بھی سیکھ لی۔

گتکے بازی۔ نشانہ اندازی اور شہسواری نصاب مین داخل تھی۔ مگر میری پندرہ روزہ اقامت مین ان فنون کی مشق نہ کرائی گئی جسکی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ امتحان کا وقت نزدیک تھا مینے طالب علمونکی زبانی سنا کہ دیگر اوقات مین بھی فوج پیدل کے طلباء انکی مشق فقط گاہ گاہ کرتے تھے۔ مین ہم جماعتون کیساتھ اپنے طور پر گتکے بازی اور اپنے ذاتی ہتھیارون اور کارتوسون سے ریوالور کی مشق کرتا رہا۔ مساحت وغیرہ فنون کی تعلیم کو نظر انداز کر دیا گیا ہوا تھا۔

دن مین پانچ گھنٹے سبق دیئے جاتے تھے مجھے دو گھنٹے اور لگانے پڑتے تھے۔ سکول سے خارج وقت مین ہم کشتیون پر سیر کرتے۔ پیدل چلتے یا کرایہ کے گھوڑون پر سواری کرتے رات کیوقت تمباکو پیتے۔ شطرنج اور چوسر کھیلتے یا کہاوتون۔ بحث مباحثہ اور داستانون سے ایک دوسرے کا دل بہلایا کرتے۔ مدرسہ کے طلباء کے اخلاق عمدہ اور جرمنی یا انگلستان کے لشکری مدارس کے طلباء اور بورڈرون سے بدرجہا بہتر تھے اسکی وجہ میرے قیاس مین یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان قرآن کریم کے احکام کی لفظی [illegible] پیروی اور تعمیل

اس سے بدرجہا زیادہ کرتے ہین جتنی کہ عیسائی بائبل کے احکام کی۔ سلیمیہ کیطرح یہان بھی کوئی شخص مسکرات اور شراب نہین پیتا تھا۔ کیونکہ اسلام اسکی ممانعت کرتا ہے اس جگہ بھی فی الفور میرے بیشمار دوست ہوگئے۔ مین اپنے ساتھیون کی قہوہ خانون مین اپنے خرچ سے قہوہ اور چاء کی دعوتین کرتا اور تقریبًا جماعت کو سگرٹ مین ہی بہم پہونچاتا تھا۔

طلبا پرجوش۔ محب وطن اور مکروہ و مبغوض مسکوبی (یعنے روسیون) کے ساتھ جو عنقریب لڑائی ہونیوالی تھی۔ اسکے خطرات اور نیکنامیون مین حصہ لینے کے لئے بیقرار ہورہے تھے۔ مذہبی معاملات مین وہ صلح کل اور نرم مزاج تھے۔ یہ اوصاف انمین سلیمیہ بارکون کے سپاہیون سے بدرجہا زیادہ تھے۔ وہ سپاہی اگر آجانے پر اکثر مجھے آپس مین گبریا کافر کہا کرتے تھے۔ گو ممکن ہے کہ مجھے زراہ تنفر ایسا نہین کہتے اور نہ انکا منشا مجھے رنج پہونچانیکا ہوتا تھا۔ ہم طالبعلمون مین عمومًا مذہبی گفتگو اور بحثین ہوا کرتی تھین اسلام حضرت مسیح کو پیغمبر تسلیم کرتا ہے مگر انکی الوہیت سے منکر ہے کہ تثلیث کے مسئلہ کو جو بقول مسلمانان دس[1] احکام ربانی مین سے ایک سے سوا تیرے کوئی اور خدا نہین ہونگے" کی صریح برخلاف ہے۔ باطل اور مشرکانہ قرار دیتا ہے۔ مین نے ایک دفعہ جواب مین کہا کہ یہ مسئلہ مشرکانہ نہین۔ بلکہ اب ابن اور روح القدس ایک ہی ہین انہونے جواب دیا یہ محض الہ فریبی ہے

اسلام (یعنی مسلمانون) کی نہایت ہی قابل تعریف۔ خوبصورت پاکیزہ اور شریفانہ خوبیون یعنی اجتناب خمر وملاہی و میسر۔ پاکدامنی وعفت۔ مہمان نوازی۔ باہمی لین دین اور تجارت مین بیحد دیانت داری۔ غیبت کی عدم موجودگی۔ ادب و تادیب۔ فرمانبرداری۔ اور سادہ و باقاعدہ طرز معاشرت کے مقابلہ پر کثیر الازدواجی[2]

---

[1] ان دس احکام سے مراد ہے جو بروایت کوہ سینا پر جناب باری تعالےٰ نے موسیٰ کلیم اللہ کو دیئے تھے۔ اور جن پر عیسائیون کو بھی ویسا ہی ایمان ہے جیسا کہ یہودیون کو۔ مترجم

[2] مسٹر ہربرٹ نے اس بارہ مین وہی اعتراض کئے ہین جو کم وبیش یورپین اسلام پر کرتے چلے آئے ہین۔ اور جنکی تردید مین مسلمان علماء و فضلانے سینکڑون کتابین لکھڈالی ہین۔ کثیر الازدواجی کی اباحت دکیونکہ یہ لازمی نہین۔ اور کئی شرائط کے بعد اسکی اجازت ہے) کنیزکداری اور غلامی پر سرسید احمد اور آنریبل سید امیر علی مدلل بحث کر چکے ہین۔ یہان طویل یا مختصر تردید اعتراض کی گنجایش نہین۔ جو توکل اسلام مین تھا وہ تو یہ ہے کہ بر توکل زانوئے اشتر بہ بند۔ مگر افسوس موجودہ مسلمانون کے طریق عمل نے مخالفین کو توکل کے معنی ہاتھ پاؤن چھوڑ کر رہنے کے بجھنے دیئے۔ اصل توکل یہی ہے کا انسان اپنا کام اہتمام کرکے معاملہ اللہ سے کوئی فرد بشر منکر نہین ہو سکتا اور جو ہو وہ منہ کی کھاتا ہے۔ باقی رہی مذہبی وحشت سو یہ کسی خاص مذہب کا خاصہ نہین بلکہ معتقدان بت پرست۔ آتش پرست۔ یہود۔ الغرض دنیا مین کوئی ایسا مذہب یا فرقہ نہین جسکے طبقہ جہال اور خود غرض دنیا فریب پیشوایان اور معتقد ان مذہبی اس بالمراد مرض مین گرفتار نہ ہون مسٹر ہربرٹ اعتراض سے پہلے کم از کم اپنے عیسائی مذہب کے مختلف فرقون کے باہمی سلوک اور ارتباط پر ہی نظر دوڑا لیتے کہ کئی صدیون سے ان مین کیسی جوتی پیزار ہو رہی ہے۔ مترجم

کنیزون کا رکھنا۔ غلامی۔ تقدیر پر شاکر رہنا (یعنے توکل) اور مذہبی (یا) تعصبی اور وحشت نہایت معیوب باتین ہین مگر اسکی (اسلام یعنے مسلمانون کی) اہم ترین اور سب سے بڑی غلطی جو ایک دن میری رائے مین ضرور مہلک ثابت ہوگی۔ یہ ہے کہ وہ اپنے تیئن (یعنے مسلمان اپنے مذہب کو) ایسا کامل و مکمل سمجھتے ہین جسمین اصلاح و ترمیم کی گنجایش نہ رہگئی ہو[1] اس غلط فہمی کیوجہ سے وہ زمانہ کی روزافزون شایستگی اور ترقی کے قدم بقدم نہین چل سکتا اور یہ غلطی توحید کامل اور مذہب کے اعلےٰ ترین منازل کے حصول سے بھی مانع ہے۔

نظام و انتظام اعتدال کیساتھ سخت تھا۔ مگر بارکون کے انتظام سے کم سخت ہم کو اوقات مقررہ پر جاگنا اور سونا پڑتا تھا۔ اور عین وقت پر دسترخوان پر جانے اور جماعتون مین حاضر ہونیکی سخت پابندی تھی۔ اس کے سوا اور سب طرح سے ہمین آزادی تھی اور جو چاہتے کرتے تھے۔

ترکی استادون مین مینے یہ خوبی دیکھی کہ وہ جرمن استادون کی نسبت کم علمیت رکھتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ جرمن کی نسبت شیخی باز کم اور کارگذار زیادہ تھے۔ جرمن پروفیسرون نے مجھ سے کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہ کی جسکی وجہ شاید یہ ہو کہ مینے اپنے تیئن انگریز بتایا تھا۔ اور وہ میرے جرمنی النسل ہونے سے واقف نہ تھے۔ میرے خیال مین جرمنی سے ترکی فوج کی تعلیم و تربیت کیلئے بڑے طمطراق کیساتھ جو جرمن افسرون کی جماعتین متواتر ٹرکی کو آتی رہی تھین۔ وہ بالعموم حسب مراد کام نہ دیسکین اور انکی تعلیم و تربیت سے کوئی عمدہ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ خود مشہور و معروف جرمن جرنیل وان ملکی نے جنہون ۱۸۷۰ و ۷۱ء مین فرانس کو شکست دیکر قیامت تک اپنی شہرت قایم کردی ہے تسلیم کیا تھا کہ میرا ٹرکی آنا کچھ مفید نہ ہوا جب نشلیب (؟) کی لڑائی مین (جو ۲۴ جون ۱۸۳۹ء کو ہوئی) ترکی فوج جو اسکی تربیت یافتہ اور تیار کردہ تھی مصریون سے شکست

[1] جہان تک مذہبی اور روحانی تعلیم اور دنیاوی معاشرت کے اس حصہ کا جسکے متعلق قرآن کریم مین صاف احکام وارد ہو چکے ہین تعلق ہے اسلام بیشک ایسا کامل و مکمل ہے جس مین اصلاح و ترمیم کی گنجایش نہین اور سوا تیرہ سو برس کی آزمایش مین اسکا یہ دعوےٰ ہر ایک قسم کی تہذیب اور ہر ایک طرح کی آب و ہوا مین صادق رہا ہے باقی رہے علوم و فنون و صنعت و حرفت اور ایسے دنیاوی معاملات جنکی نسبت کوئی قطعی حکم قرآن شریف و احادیث مین موجود نہین۔ ان کیواسطے صریح حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔ انتم اعلم بامور دنیاکم۔ جس نے اس میدان کو ہر ایک شخص کیلئے پوری طرح سے واگذار کردیا ہے اور مسلمانون کی گذشتہ علمی و فنونی ترقی بتا رہی ہے کہ مسلمانون نے اس آزادی سے کامل فایدہ اٹھایا تھا اور اگر سستی و کاہلی سے انکو فرصت ہوجائے تو وہ اب بھی اٹھا سکتے ہین۔ اسلام مین صوفیائے کرام اور مشایخ و آئمہ عظام ایسے ایسے اعلےٰ مراتب و منازل روحانی حاصل و طے کرچکے ہین کہ کوئی عیسائی انکی کیفیت و قدر و منزلت کے پہچاننے کی قابلیت ہی نہین رکھتا۔ اور انکا یہ حصول اس امر کی صاف دلیل ہے کہ اسلام مین کوئی ایسی چیز نہین جو حصول مذکور کی مانع ہو۔ (مترجم)

کھا کر بھاگ نکلی تو جرنیل مذکور نے اپنی گورنمنٹ کو اُسکا باعث یہ لکھا کہ ترکی فوج خام رنگروٹون سے مرکب تھی مگر مین ادب کے ساتھ جرنیل موصوف کی اس رائے سے اختلاف کرتا ہون۔ اصل وجہ یہ تھی کہ جرمن اصول و قواعد عثمانی لوگونکی طبایع کے موافق نہ سہو قت تھے اور نہ اب ہین۔

کالج کا گورنر ایک پیرانہ سال لاپروا طبیعت کا خلیق جرنیل، تھا اُسنے خاص مجھے منفرداً کبھی مخاطب نہ کیا معدودے چند کے سوا ابتک مین اُن لوگون سے جنکے نام مین معرفی کے خطوط لایا تھا اور جو سب کے سب رومین تھے ملنے سے محترز رہا تھا۔ اب مین سب کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور گو سفارشی خطوط کی طفیل سب نے مجھ سے بخندہ پیشانی ملاقات کی۔ مگر انکے خیال مین مین ایک ضرر دیوانہ سے کم نہ تھا۔ انکی نگاہ مین میرا ترکونکی حمایت کیلئے آنا جوان کے خیال مین صرف چند دن کے مہمان تھے۔ پاگلانہ فعل کے برابر تھا۔ ترکون مین ایک نیا جوش حب الوطنی کا پیدا ہو گیا ہوا تھا اور ہر جگہ اسکا مشاہدہ ہو سکتا تھا۔ لیکن باینہمہ اکثر فرنگی سکنائے قسطنطنیہ جنکی آنکھین ہین خدا جانے اس جوش کو کس طرح نہ دیکھ سکیں سلطنت عثمانیہ کو معدوم سمجھ بیٹھے تھے۔

میرے اکثر ہم جماعت جو قسطنطنیہ کے رہنے والے تھے مجھے اپنے گھرون مین لیگئے۔ ہر ایک جگہ میری اچھی خاطر مدارات ہوئی اور سگرٹ۔ شیرنی۔ قہوہ سے تواضع کیگئی۔ مرد نوکر ہماری خدمت کرتے تھے۔ مگر کسی کسی جگہ مجھے خادمہ لڑکیون کی جھلک بھی نظر آگئی۔ یہ لڑکیان بالعموم چرکس[1] اور نہایت خوبصورت تھین مگر گھر کی خاتونین سوائے ایک کے مجھے مطلقاً دکھائی نہ دین۔ مستثنی الصورت مین میری ملاقات ایک فربہ اندام بھدی رفتار کی عمر خاتون سے ہوئی۔ مجھے خیال تھا کہ ترکی خاتونین نہایت نازک بدن اور خوبصورت ہوتی ہین مگر اسے دیکھنے سے میرا یہ خیال جاتا رہا۔ ظاہری شباہت سے قطع نظر یہ خاتون با محبت اور ملنسار تھی اسکے معلومات وسیع معلوم ہوتے تھے۔ فرانسیسی زبان بولتی تھی۔ فرانسیسی ناول نویس یوجین سو کی کتاب اُسے حفظ تھی اور غالباً ان خیالات کی عورت تھی جو کہ یورپ کی نئی مذاق کی لیڈیون کے ہین۔ یعنی آزاد خیال تھی۔ انگریزون کی اسکی نگاہ مین ایسی وقعت تھی کہ وہ انکو نیم فرشتہ سمجھتی تھی۔ اسنے پیار کر کے مجھے کہا کہ "تم خوبصورت لڑکے ہو" مگر آئینہ مین اپنی صورت دیکھنے سے مجھے مجبوراً یہ خیال کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ ضرور پاگل ہوگی دونٹری میری ایسی بدشکل کم

[1] اسوقت دینے ۱۸۷۶ء مین، علانیہ داور چوری اب بھی اکثر کشین (چرکس، اور جارجی دگرجی) لڑکیان خریدی جاتی تھین اور وہ بنا برین باندیان اور بالعموم کنیزکین ہوتی تھین۔ کینز کی یورپ کی بے نکاحی آشناؤن کیطرح بالکل بے حیثیت نہین ہوتی۔ وہ شرعاً اور اخلاقاً مسلمہ وجاہت رکھتی ہین۔ اور بچہ کی مان ہونے پر بیوی کے مرتبہ کو پہونچ جاتی ہین انکے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا جاتا تھا۔ اور اپنے دل مین بالکل خوش معلوم ہوتی تھین۔ یہ وہ غلامی نہین جبکی اس لفظ سے مراد لیجاتی ہے جو کہ افریقہ کے متعلق بولا جاتا ہے۔ بلکہ ترکی مین اس سے یہ مراد ہے کہ غریب والدین اپنی لڑکیونکو انکی رضامندی سے نابالغ لڑکیان جنکا کوئی ولی نہ ہو اپنی مرضی سے اپنی ذات کو فروخت کر دیتی ہین۔ مصنف کہتا ہے

کون خوبصورت کہ سکتا ہے ؟ بالعموم جب کبھی کوئی ترک مجھے پیار کے نام سے بلاتا یا میری تعریف کرتا تو اسکے بعد ہی فوراً اسکی طرف سے قرضہ یا کسی چیز کے عطیہ کی درخواست ہوتی - مگر اِس خاتون نے مجھسے کوئی چیز نہ مانگی نہ قرضہ کی درخواست کی - البتہ ایک چیز اس نے مجھ سے جبراً لے لی - وہ کیا تھی ؟ بوسہ (مترجم کی رائے مین مسٹر ہربرٹ کو اس نیکدل معمر خاتون کی اس مادرانہ شفقت کا عوض ایسی بُری طرح دینا ہرگز واجب نہین تھا)

مارچ کے وسط مین میری جماعت کے اُن ساٹھ طلباء مین سے جو فوج پیدل کیلئے تیاری کر رہے تھے نصف لڑکون کا امتحان ہوا - دو یا تین طالب علم مدرسہ کے انتظامی قواعد مین سے بعض کی خلاف ورزی کرنیکے مجرم ہونیکی وجہ سے امتحان مین نہ بٹھائے گئے - امتحان ایک ہفتہ تک ہوتا رہا - مگر میرا امتحان پہلے ہی دن ہو گیا - اور مجھے تعریف کیساتھ پاس کر دیا گیا - یہ کارروائی میرے خیال مین میری قابلیتون کی واقعی تحقیق و تفتیش نہ تھی - بلکہ میرے متعلق محض ضابطہ پورا کیا گیا تھا چھ مضمونون مین میرا امتحان لیا گیا جو چالیس منٹ مین ختم ہو گیا - ترکی سے فرانسیسی مین چھوٹا سا ترجمہ کرنیکے سوا باقی کل امتحان تقریری تھا مدرسہ کے تقریباً تمام مدرس اور سٹاف و ارکان حرب اور وار آفس (دفتر عسکرت - محکمہ جنگ) کے کئی افسر امتحان مین موجود تھے - مگر عملی طور پر صرف تین یا چار نے دخل دیا - اعلیٰ ممتحن کل جنگی کالجون کا ڈائریکٹر تھا - اور نائب ممتحن مکتب حربی کا گورنر تھا امتحانات مین نمبر دینے کا بیہودہ طریقہ ترکی مروج نہین - جرمنی کیطرح ف۱ وہان بھی ہر ایک مضمون مین امیدوار کی نسبت یہ لکھدیا جاتا ہے کہ اسمین وہ کافی دسترس رکھتا ہے یا ناکافی - اگر کافی ہو تو وہ پاس ہو گیا اگر ناکافی ہو تو ناکامیاب - یہ طریقہ نہایت ہی مناسب سیدھا سادا اور درست ہے اور فضول بکھیڑون سے پاک صاف ہے

جبتک امتحان ہوتا رہا اور اسکے ختم ہونیکے بعد بھی دو تین دن اور مین سکول ہی مین رہا چھ سات طلبا جو بالکل ہی نکمے تھے کامیاب نہ ہوئے اور دوسرے امتحان کیلئے مدرسہ مین رہے - امتحان ختم ہونے سے دوسرے دن مجھکو اعلیحضرت سلطان روم کے جنگی صیغہ ملازمت مین لازم ثانی کے مرتبہ پر مامور کیا گیا اور مینے اسی رات اس تقرری کی خوشی مین تمام کامیاب طلباء کو محلہ غلطہ کے ایک تاریک و غلیظ انگریزی ہوٹل مین دعوت دی - مینے اِس ضیافت مین اس پلٹن کے میجر کو جسکی تعلیمیہ بارکون مین تھی اور پلٹن مذکور کی اس کمپنی کے افسرونکو بھی جسمین مین داخل ہوا تھا - مدعو کیا - سوا ایک لفٹنٹ کے جو نوکری پر تھا سب آئے - میجر نے اتنا کھایا کہ اسکا پیٹ پھٹنے والا ہو گیا - اور اس نے اسقدر سگرٹ پھونکے کہ مین دل مین گھبرا گیا - اس کے منہ مین چند لمحے اسکی

ف۱ جرمنی کے پروفیسر اور علما کہتے ہین کہ جب دماغی قابلیت کے اندازہ و پیمایش کے لئے کوئی خاص واحد ناپ مقرر ہی نہین ہو سکتا تو پھر نمبرون کے پیمانہ سے کسی شخص کی دماغی قابلیت کا کسطرح اندازہ ہو سکتا ہے - یعنی جب یہی مقرر نہین ہو سکتا کہ ایک نمبر سے اسقدر قابلیت مفہوم ہوتی ہے تو یہ پیمانہ ہی کس کام آ سکتا ہے - مصنف

جلدی غائب ہو جاتے تھے کہ وہ ضرور انکو چبا جاتا یا نگل جاتا رہا ہوگا۔ بہرحال یہ بڑی خوشی ہوئی۔ کہ
خواہ اس نے میرے کئی روپیون پر پانی پھیر دیا ہے۔ مگر وہ تو محظوظ ہو گیا۔ دوسرے دن ہم چھ طالب علمون کو
جو لفٹنٹی پر مامور ہوئے تھے۔ داؤد پاشا کیولری بارکون کو جانیکا حکم ملا۔ یہ بارکین استنبول کے مغربی مضافات
مین فصیل شہر سے باہر ہین۔ اور انکے قریب پانچہزار فوج پیدل کی مدامی چھاؤنی ہے یہ بارکین بھی قسطنطنیہ
کی دوسری بارکون کیطرح نہایت ہی عالیشان اور وسیع و فراخ ہین ہمنے اپنے باقیماندہ ساتھیون کو جنمین سے
اور دس بارہ کو بھی اسی دن دوسری جگہ جانیکا حکم ملا ہوا تھا۔ اور جنمین سے دو جنرل سٹاف کیلئے تیار ہونیکے واسطے
منتخب کئے گئے تھے الوداع کہا۔ اُستادون اور ہم جماعتون کو تمباکو[1] و چرٹ وغیرہ کے تحایف دیئے۔ نوکرونکو
بخششین و انعام دیا اور اپنے اسباب کو کندھے پر اٹھا کر اپنے رفیقون کیساتھ منزل مقصود کیطرف چلے[2]
بارکون مین پہونچکر ہم نے اپنی حاضری کی اطلاع وہان گورنر کو جو برگیڈیر کا درجہ رکھتا تھا کی۔ ہم کو
وردیان اسلحہ اور دیگر سامان دیکر متصلہ چھاؤنی کے مختلف حصون مین اپنی اپنی جگہ بھیجدیا گیا۔ کیونکہ بارکون
مین پہلے ہی بہت آدمی تھے۔ اور ان مین زایدہ کی گنجایش نہ تھی یہ سب کام چند گھنٹون مین طے ہو گئے۔ اس سے
قیاس کیا جائے کہ ٹرکی مین ہمیشہ ہی ایسی پھرتی برتی جاتی تھی۔ یہ تعجب خیز مستعدی اور واقعی قابل تعریف چستی
پولیٹیکل آثار کی بدولت خاص ان دنون مین پیدا ہو گئی تھی۔ معمولی حالتون مین امتحان ختم ہونیکے بعد کامیاب طلبا کو کئی
ہفتونکے بعد تقرری کے پروانے ملتے تھے اور سندات ملنے کے بعد پھر کئی ہفتون تک لفٹنٹ کو جگہ ملنے کا انتظار
کرنا پڑتا تھا۔ ۱۸۷۶ء کے محاربے نے ثابت کر دیا ہے کہ ضرورت کے موقعہ پر کیسے۔ اپاہج۔ کاہل او سست الوجود
ترکی افسرون کا زمرہ بھی مستعد و چست و چالاک ہو سکتا ہے۔

افسوس مجھے اپنے ساتھیون سے علیحدہ ہونا پڑا۔ فقط مین اکیلا ویڈن کو بھیجا گیا۔ ان مین سے دو کو ارض روم واقعہ
ایشیا اور تین کو مقامات رسچک اور راسگراد کو جانیکا حکم ملا۔ ویڈن جانیکا حکم مجھے پہلے ہی دن کی شام کو مل گیا
اور یہ حکم سنتے ہی میری باچھین کھل گئین۔ کیونکہ وہ نامور جوانمرد جسکا نام سنکر اعدا کا زہرہ گداز ہو جاتا تھا جسپر
کل عثمانیہ قوم کی امیدین منحصر تھین اور جسنے سن گذشتہ مین یعنی ۱۸۷۶ء کے محاربہ سرویا مین اپنی شجاعت و
لیاقت کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ یعنے عثمان پاشا فوج متعینہ ویڈن کا کمانڈر تھا۔

[1] تمباکو کو انگریزی و فرانسیسی مین ٹوباکو کے علاوہ نیکوٹین بھی کہتے ہین۔ کیونکہ پہلے پہل ۱۵۶۰ء مین نیکوٹ نام ایک شخص نے اسکو فرانس مین رواج دیا تھا۔ اس لئے اسی کی طرف منسوب کرکے اسے نیکوٹین بھی پکارا جاتا ہے۔ مترجم

[2] ویڈن، رسچک اور راسگراد یہ تینون بلگیریا کے مشہور قصبے ہین۔ ویڈن سرویا کی سرحد کے قریب اور رسچک بلگیریا کی شمالی سرحد کی وسط مین دریائے ڈینیوب اور راسگراد بلگیریا کے شرقی نصف حصہ مین بندر وارنا اور رسچک کی ریلوے لین کا مشہور سٹیشن ہے اور رسچک سے بجانب جنوب واقع ہے۔ مترجم۔

میں اُس رات ایک آرام دہ خیمہ میں اور آٹھ دس ملازموں (لفٹننٹوں) کے ہمراہ شب باش ہوا۔ جن میں سے اکثر دوسرے دن مختلف مقاموں کو روانہ ہو گئے۔

مجھے گورنمنٹ کیطرف سے ایک اعلیٰ قسم کی تلوار جو خاص ترکی کی ساخت تھی۔ اور ایک جرمنی ساخت کا چھ خانہ ریوالور معہ سو کارتوس ملنگے دیا گیا۔ میرے پاس اپنی ذاتی ریوالور کے سوا ایک میدانی دوربین بھی تھی۔ جس نے محاربین مجھے بہت کام دیا۔ میری وردی سپاہیوں سے کچھ ہی مختلف تھی۔ میرے پاس ضروریات کے لئے ایک جھولا اور ذاتی اسباب کیلئے ایک چھوٹا سا چرمی صندوق تھا جو بارکش یا بوؤں پر لاد دیا جاتا تھا۔ خالی پورٹمنٹو (چمڑے کا بڑا سفری بکس) مجھے پیچھے چھوڑ جانا پڑا۔ اس کیمپ یعنی چھاؤنی میں صرف ۴۸ گھنٹے ٹھیرا۔ اس لئے وہان کی کیفیت اچھی طرح سے دیکھنے بھالنے کا مجھے موقعہ نہ ملا۔ مگر وہان کی کیفیت بیان کرنیکی چندان احتیاج بھی نہیں کیونکہ وہ دوسرے کیمپوں سے جو مینے بعد میں دیکھے اور جنکا اپنی اپنی جگہ ذکر آجائیگا۔ کسی امر میں مختلف نہیں تھا۔

بموجب حکم میں دوسرے دن (۲۷ مارچ ۱۸۷۷ء) علی الصبح اٹھکر بارکون میں گیا۔ اور وہان ایک کرنیل نے مجھے مفصل ہدایات دیں۔ ہدایات سُن کر میں کیمپ کو واپس آگیا۔ اور ایک میجر سے عثمان پاشا کی پلٹنوں کی کمک کے لیے جن میں سرویا کی لڑائی سے بہت کمی ہو گئی تھی۔ اور ابتک وہ پوری نہیں کیگئی تھی ایکسو اسی آدمیوں کا دستہ لیا جنمیں ۱۵۰ تازہ رنگروٹ یعنی نظام فوج کے اور ۳۰ ردیف صنف دوم کے سپاہی تھے دو ملازم (جو مجھ سے کم عمر تھے اور جن میں سے ایک ابھی بالکل ہی لڑکا مگر نہایت جفاکش اور فرض کو خوش کرنیکا شایق تھا۔ اور دوسرے کے چہرے کی رنگت سے فرنگی معلوم ہوتا تھا) ایک شخص سط العمر اور رفاقت پاشا رجنٹ اور دو کاربورل میرے ماتحت کئے گئے۔ اور اسطرح سے فی الفور ہی ایک خاص کام بالکل آزادانہ طور پر میرے سپرد کر دیا گیا۔ اللہ اکبر! میری حالت میں یہ اتنی جلدی کیسا انقلاب عظیم واقع ہو گیا۔ تین مہینے قبل ازیں میں ایک تجارتی کوٹھی میں ادنےٰ ملازموں کے ادنیٰ ماتحت کی حیثیت میں ڈسکوں کو جھاڑا۔ اور اپنے سے بالانشین کلرکوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا اور انکی خدمت کیا کرتا تھا۔ اور اب ۱۸۰ آدمیوں کے دستہ پر پورا حاکم اور کٹھن فرائض کی سرانجام دہی اور حکام بالا کی حیرت میں ڈالنے والی ہدایات کی تعمیل میں مصروف تھا۔ مجھے اندیشہ تھی کہ مجھکو یکلخت ایسی اہم ذمہ داری کے کام پر لگا دیا جائیگا۔ چنانچہ خلاف توقع اس ذمہ داری کے سر پر آپڑنے سے مجھے کچھ عرصہ کیلئے کسیقدر تردد سا پیدا ہو گیا۔ مگر مینے فوراً اپنے خود پسند کردہ ملک اور بادشاہ کی پوری نمکحلالی اور جانفشانی سے خدمت کرنیکا عزم بالجزم کر لیا اور ٹھان لیا کہ اور چیزیں تو درکنار جان سے بھی دریغ نہیں کرونگا۔ الغرض مینے اپنے آبا و اجداد کے موٹو (اصول) کے الفاظ یعنی "بموجب رضائے خدمت" اور "ہمت مردان مدد خدا" کو دہرا کر اپنے دل کو مضبوط کر لیا اور ہر تردد اور وسوسوں کو دور کر دیا۔

مجھے کرنیل نے حسب ذیل ہدایتین دی تھین۔ اول مین کل دستہ کا معاینہ کرکے دیکھون کہ کیا ہر ایک
آدمی کی وردی اور سامان تیاری مکمل ہے۔ دوم سب کے نامونکی فہرست مرتب کرون۔ جو ہر روز حاضری
کیوقت سپاہیونکو نام بنام پکارنے کے لیئے کام آوے۔ سوم دستہ کو لیکر مین یدی قلہ (ہفت مینار) کو
جو قسطنطنیہ بیلووا[1] ریلوے لاین پر استنبول کے جنوب مغربی گوشہ پر مضافاتی سٹیشن ہے جاؤن سو وہان سے
باقاعدہ ٹرین پر جو شام کے ۶ بجے روانہ ہوتی ہے۔ سوار ہوکر رستہ مین کسی سٹیشن پر ٹھیرنے کے بغیر سیدھا
بیلووا کو (جو اسوقت اس لاین کا انتہائی آخری سٹیشن تھا) جاؤن۔ البتہ جہان ٹرین بدلنے کی ضرورت
پڑے وہان دوسری ٹرین کے تیار ہونے تک توقف کرون۔ چہارم بیلووا پہونچکر مین اپنے آپ کو اور
اپنے دستہ کو ایک برگیڈیر کے ماتحت کردون۔ اور وہان سے وڈین تک جانیکے لئے جو یہ مسافت پیدل
طے کیجاتی تھی، افسر مذکور کی ہدایات کی تعمیل کرون۔ پنجم بیلووا پہونچکر مین اپنی کمان کو ختم سمجھون۔ اور اگر
برگیڈیر مذکور مجھے پھر از سر نو کمان پر بحال کرے تو وہ وڈین پہونچنے پر ختم ہو جائیگی۔ ششم وڈین پہونچکر
مین اپنے آپ کو مشیر عثمان پاشا یا اس کے قایممقام کے ماتحت واقعتہ ار مین سمجھون۔

مجھکو ملک کا ایک نقشہ بھی دیا گیا۔ جو جرمنی کا بنا ہوا تھا۔ اسکے علاوہ بریڈ شا کے تالیف کردہ گائیڈ کا
جس مین کل یورپ کی ریلوے لاینون کے ٹایم ٹیبل (انضباط اوقات) درج ہوتے ہین۔ وہ ورق جسپر ترکی
لاین کے وقت تھی اکھاڑ کر دیئے گئے جو احکام مجھے دیئے تھے۔ ان کا تحریری خلاصہ سلطان المعظم کے
زیر نگین علاقہ کے تمام فوجی و ملکی افسرون کے نام ایک عام حکم تھا کہ مجھے ہر طرح کی مدد دین اور رسد پہنچائین
اور تین ترکی پونڈ (۵۴ انگریزی شلنگ) نقد دیئے گئے۔

مجھے خیال پڑتا ہے کہ برگیڈیر کا نام پر دو دصل پر تو معلوم ہوتا ہے پاشا تھا۔ اسکا ذکر مجھے آگے
ہی کرنا پڑیگا۔ اور اُسکا نام درحقیقت خواہ کچھ ہو مین یہی نام تحریر کرونگا۔ نیز دستہ فوج کا معاینہ جلد
ختم کر لیا۔ صرف چند ایک معمولی سی چیزین موجود نہ تھین جنکو ہمنے جلد بہم پہنچا لیا۔ ہر ایک سپاہی کے پاس
اسّی کارتوس تھے۔ مگر ان کارتوسون کے علاوہ دستہ کے پاس اور کوئی زاید گولی بارود نہ تھا۔ اور جب زاید
گولی بارود ہی نہ ہوا تو اسباب حرب کی باربرداری کے سامان کی کیا احتیاج تھی۔ فہرست بنانا بڑا [illegible]
کام تھا۔ اس مین مجھے ملازمون اور سارجنٹ نے مدد دی۔ اسوقت مجھے یہ معلوم کرکے نہایت مسرت ہوئی
کہ بڑا ملازم انگریز ہے اور اسکا نام سیمور ہے اسکا ذکر ان صفحات مین اکثر دفعہ آئیگا۔ اور مین اگلے باب مین

---

[1] بیلووا۔ سلسلہ کوہ بلقان کے دامن مین بلگیریا اور مشرقی رومیلیا کی سرحد پر واقعہ ہے اس لاین کا طول ۱۸۷۷ع مین حسب
ذیل تھا۔ قسطنطنیہ تا ایڈریانوپل ۱۹۰ میل از ایڈریانوپل تا فلپ پولی ۱۲۰ میل۔ از فلپ پولی تا بیلووا ۴۲ میل میزان ۳۵۲ میل
(مصنف)

اِنکے حالات بالوضاحت تحریر کرونگا - دوسرے ملازم کا نام جو سیمور سے کم عمر تھا تراب تھا - یہ دونون میرے
مدرسہ مین داخل ہونے سے پہلے مکتب حربی کا امتحان پاس کر چکے تھے - سارجنٹ کا نام سیفی تھا اور وہ
شام کا رہنے والا تھا - اسماء کی فہرست لکھنے مین ایک وقت تو یہ تھی کہ اکثر اعراب لکھے نہین جاتے جسکی وجہ
سے لازمی طور پر ایسے شخصکو جو اجنبی ہونیکے باعث اِن نامون سے مانوس نہ ہو وہ اعراب یا زبانی حفظ کرنے
پڑتے ہین - یا بعد ازان اسے نام پکارتے وقت مشکل سے نام لینا پڑتا ہے - اسکے ماسوا دوسری تکلیف وہ امر
یہ تھا کہ کئی سپاہیون کے نام ایک ہی تھے جنمین سے اکثر کی تمیز اس لیئے نہین ہو سکتی تھی کہ انکے معمولی
نامونکے علاوہ کوئی امتیازی خاندانی نام نہ تھے اس لئے رفع اشتباہ کے لیئے ایسی صورت مین ہمنام
سپاہیونکے اسماء کے ساتھ ان کے مساکن کے نام بھی درج کرنے پڑتے تھے - ان صوبون کے سپاہی
جہان عربی زبان بولی جاتی ہے اپنے نام کے ساتھ باپ کا نام ضرور لیتے ہین - اور بعض وقت پیشہ
کا نام بھی ایزاد کر دیتے ہین چنانچہ بعض سپاہی یہ سب چیزین بتاتے جس سے انکا نام آدہی درجن مختلف
القابون کا طومار بن جاتا مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ فوج ردیف کی ایک سپاہی نے جو میسوپوٹیمیا (جزیرہ
یا دوآبہ دجلہ و فرات) سے آیا تھا - اپنا نام قریب قریب حسب ذیل بتایا تھا "حاجی آغا احمد علی ویدیشتی[1]
بن حاجی آغا مصطفےٰ اعبداللہ دلال بغدادی ملک التجارہ" یعنے اس سپاہی کا نام بنظر اختصار ملک لکھا
جس سے تمام سپاہی بہت محظوظ ہوئے - کیونکہ ترکی مین ملک فرشتہ کو کہتے ہین - اور عربی مین بادشاہ کو - انکے
محظوظ ہونے کی خاص وجہ تھی - یہ سپاہی نہایت بدصورت اور اچھا خاصا بن مانس تھا - اسے فرشتہ کا
خطاب ملنے سے انکو قدرتی طور پر تمسخر کی سوجھی تھی - چنانچہ انہون نے اسی وقت اسکو شیطان کا لقب بخشدیا
اور یہ ہمیشہ کیلئے اسکا نام پڑ گیا - مجھے اور سیمور کو بعد مین معلوم ہوا کہ سپاہی ہم دونون کو آپسمین "جیم"
پکارتے ہین - اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اِن مین سے کسی نے انگریزی نام جیمز اور اُسکا اختصار "جیم" سنا ہو
ہوگا اور چونکہ وہ اس یکہجائی لفظ کو اپنے حرف جیم (ج) کے مشابہ ہونے کے باعث بآسانی پکار سکتے اور یاد
رکھ سکتے تھے - ہمارا نام ہی یہی رکھدیا مجھے وہ جیم اول اور سیمور کو جیم ثانی پکارتے تھے - ترکی سپاہیونکی نام
فہرست پر خواہ کتنے ہی طول طویل کیون نہ ہون زبانی گفتگو اور مکالمہ مین وہ مختصر سے واحد نامون
سے پکارے جاتے تھے - مثلاً سلیم - علی - حسن - سعید - مراد وغیرہ وغیرہ یہ دستور باہمی تکلم مین بہت سہولیت کا

[1] ویدیشتی کے معنے مسٹر ہربرٹ دیرو کر، دلال یعنی مشتری و بایع مین سودا کرنیوالے اور دلال کے معنے آہن فروش یا سوداگر آہن
کے بتاتے ہین - مگر اس مین بوجہ اجنبیت خود ان سے یا پرنٹر سے یہ غلطی ہوگئی تھی کہ ویدیشتی کی جگہ دلال کے اور دلال کی جگہ ویدیشتی کے
معنی بتا دیئے ہین - آہن فروش ویدیشتی کے معنے ہین - اسطرح ملک بفتح لام کو ترکی اور مِلک بکسر لام کو عربی بتاتے ہین - انسے غلطی
ہوگئی ہے یہ دونو لفظ عربی ہین - مگر اجنبی سے ایسی غلطیان ہو جانا معمولی بات ہے - مترجم -

فہرست دوپہر کیوقت ختم ہوئی۔اس کے بعد ہمنے کھانا کھایا جس مین وہی نہ جُدا ہونیوالے رفیق گوشت اور
چاول تھے اس سے فارغ ہونے پر ہمکو ایک دن کی خوراک کیلئے بسکٹ دیئے گئے۔ہم نے سفری بوتلین پانی سے
بھرلین۔اور دوسری فوج کے نعرہ ہائے خدا حافظ کے شور و غل مین (سٹیشن) یدی قلہ (ہفت مینا) کو ٹھیک وقت
پر روانہ ہوگئے۔جس عجیب نخوت اور گھمنڈ کیساتھ مینے اپنے دستہ کو اپنا اولترین حکم دیا ہوگا۔اسکو ناظرین خود
ہی اچھی طرح قیاس کرسکتے ہین۔مین دُنیا کے اس حصہ مین پہلے کبھی نہ گذرا تھا۔اگر سارجنٹ سیفی اس نواح
سے واقف نہ ہوتا تو مجھے (یدی قلہ کا) راستہ دریافت کرنے مین کمال حیرانی ہوتی سفر دو گھنٹے مین طے ہوا
مطلع گو مکدر تھا۔مگر رستہ مین بارش نہ ہوئی۔ہوا البتہ مرطوب اور خنک تھی۔دوسرے سپاہیونکی طرح
مینے بھی اپنا بقچہ[1] پشت پر اٹھایا ہوا تھا۔

یدی قلہ پہونچکر سپاہی تو پلیٹ فارم پر پہونچگئے۔اور مین سٹیشن ماسٹر سے باتین کرتا رہا جب مینے یہ
سناکہ پچھلے دنون سپاہی کھلے چھکڑون پر جن مین مویشی سوار کئے جاتے ہین بھیجے گئے تھے تو مینے اس سے
درخواست کی کہ ہمکو تین مسافر گاڑیون پر سوار کرائے اسپر اس بدمعاش نے گویا مجھ پر کمال مروت کرکے
انتہائی سٹیشن (قسطنطنیہ) کو ٹرین مین زاید گاڑیون کے لگا دینے کے لئے سامان دینے کا وعدہ کیا مگر مجھے
بعد مین سیفی سے معلوم ہوا کہ سٹیشن ماسٹر کو ایسا کرنیکا پیشتر سے حکم موصول ہوچکا تھا۔زائد گاڑیان لگوانے
مین اسنے احکام کی تعمیل کی تھی۔ہم پر کوئی ذاتی مروت نہین کی تھی۔لیکن مجھکو نوعمر اور ناتجربہ کار دیکھکر
بخشیش حاصل کرنے کیلئے اسنے یہ چال چلی تھی تاہم میری بخشیش بیکار نہ گئی مجھے چالاک سٹیشن ماسٹر سے سفر
اور لاین[2] کے متعلق بہت سی کار آمد باتین معلوم ہوگئین۔مثلاً مجھے ترکی وقت اور ترکی سنین کے سمجھنے مین بہت دقت
ہوتی تھی۔آخر معلوم ہوگیا کہ ترکی سال قمری ہوتا ہے۔جسکے مہینے عموماً ۲۹ دنون کے ہوتے ہین۔اسلامی سنہ
۶۲۲ء سے شروع ہوتا ہے اور ۱۹۱۲ء مین اسکا سن ۱۳۲۹ھ تھا۔ترکی وقت بھی کچھ کم مخمصہ مین ڈالنیوالا نہین اسکے
مطابق ہمیشہ غروب آفتاب پر ۱۲ بجے کا وقت مقرر ہے۔خواہ سورج کسی وقت غروب ہو اور اسطرح یہ وقت ہر روز بدلتا ہے
اگر کوئی ترک اہلکار مجھ سے ایسی حرکت کرتا تو مجھے چندان تعجب ہوتا۔ان بیچارونکو شاذونادر تنخواہ کی شکل
دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔اور ضرورت سے مجبور ہوکر اگر وہ جھک مارین تو معذور ہین۔بے زری سے وہ ایسے
تنگ حال ہین کہ چند پیاسٹرون[3] کی خاطر بھی وہ روح تک کو بیچدینے سے دریغ نہ کرین مگر مین یدی قلہ کے

ا۔ انگریزی مین ایسے بقچے کو جسے مسافر یا سپاہی پشت پر اوٹھاتے ہین "نیپ سیک" کہتے ہین۔یہ تسمون کے سہارے پیٹھ پر رہتا
ہے۔ہاتھون سے پکڑے رہنے کی ضرورت نہین ہوتی۔ان تسمون کو سینہ کیطرف بکسوا لگا دیا جاتا ہے مترجم ۲۔ یہ لاین اسوقت اور اب
بھی اورینٹل کمپنی کے پاس ہے۔اور اسکے ملازم جسمین زیادہ تر یونانی و ارمنی ہوتے ہین۔لاین پر مامور ہین یہ سٹیشن ماسٹر بھی کمپنی کا ملازم تھا۔
۳۔ پیاسٹر کو ترک قرش یا غروش کہتے ہین۔سو قرش کا ایک پونڈ ترکی ہوتا ہے۔اور ترکی پونڈ سوا اٹھارہ شلنگ کے برابر۔مترجم۔

سٹیشن ماسٹر کی کارروائی سے اپنے دل مین بہت ہی محجوب ہون۔ کیونکہ وہ ترک نہ تھا بلکہ فرنگی تھا۔ اسکی قومیت کی مین تخصیص نہین کرسکتا کہ انگریز تھا یا فرانسیسی یا جرمن کیونکہ وہ مجھسے ترکی ہی مین متکلم رہا اور جب مینے انگریزی۔ فرنچ اور جرمنی مین نوبت بنوبت گفتگو کرنی چاہی تو اُسنے (غالبًا اپنی قومیت کو پنہان رکھنے کیلئے) انمین سے کسی مین بھی جواب نہ دیا۔ اِس نالایق کیلئے مزید شرم کا مقام یہ ہے کہ وہ گورنمنٹ (عثمانیہ) کا ملازم نہین تھا کہ عدم وصول تنخواہ کا عذر کرسکے، بلکہ میرے خیال مین کمپنی کا تھا جو بالغلب جو اُسے باقاعدہ تنخواہ دیتی ہوگی۔

ہمکو تقریبًا دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ تھوڑی ہی دیر مین ہمارے گرد اکثر لوگ ہمین دیکھنے کیلئے جمع ہوگئے مجمع مین برقعہ پوش مستورات اور شریر لڑکے بھی بہت تھے۔ ترکونکو بھی اپنے سپاہیونکی صفین ایسی پیاری ہین جیسے کہ اہالی برلن کو اپنے سپاہیونکی۔ اور انکی نوعمر لڑکیان بھی اپنے شجاع سپاہیون کو ویسی ہی محبت اور خوشی کی نگاہ سے دیکھتی ہین جیسے کہ (لندن کے امیرانہ محلہ) کاکنے کی نوجوان مامائین اور بچونکو کھلانیوالیان (لندن کے مشہور تفرجگاہ) ہائیڈ پارک مین بانکے ببر سے انگریزی سپاہیون کو یا انگلستان کے ساحلی قصبہ کنگسٹن کی نوخیز اور چنچل انگریزی بحری سپاہیونکو البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ مسلمان لڑکیون کی محبت دبی ہوئی ہوتی ہے اور وہ عملی پہلو اختیار نہین کرلیتی یعنے جسطرح عیسائی لڑکیان بیباکانہ اپنے ملک کے چھیل چھبیلے سپاہیونکو گلے جھٹتی پھرتی ہین۔ ویسا ترکی مین نہین ہوتا مسلمان لڑکیان اپنے بہادر سپاہیونکو دیکھ کر دل ہی دل مین خوش ہولیتی ہین۔ کسی بیحیائی کے فعل کا انکو خیال تک نہین گذرتا۔

بعض مخیر طبع باشندون نے آپس مین چندہ کرکے ہمارے لئے قہوہ تیار کیا جسکے پینے سے ہماری تکان بہت کچھ دُور ہوگئی۔ چندہ سے سپاہیون مین چرٹ تقسیم کئے۔ اور ایک عجیب و غریب شکل کے یہودی نے جو دراصل آسٹریا کے صوبہ گلیسیا کا رہنے والا تھا۔ مگر کچھ عرصہ سے بدی قلعہ کے قرب مین رہایش پذیر تھا اور جسکی قطع وضع زمانہ وسطی کے لوگون سے ملتی جلتی تھی۔ مجھکو اور سیمور کو تاڑ لیا کہ ہم ترک نہین ہین۔ اور وہ ہمارے لئے نہایت ہی تیز شراب کی ایک صراحی اور بہنی سنبوسون کی ایک بڑی ٹوکری لے آیا۔ اس کی اس مسافرنوازی اور دلی شوق سے مدارات کرنیسے مجھے رازن کرانز کے قبیلہ (یعنی یہودیون سے) جو سخت نفرت ہوگئی تھی اسمین کسیقدر تخفیف ہوگئی جب ٹرین کے قریب پہنچ جانیکی علامت مین سنگل کا ہاتھ گرا تو بینے اپنے آدمیونکو دو قطارون مین صف بستہ کرکے ان کو تین دستون مین منقسم کردیا۔ اور ہر ایک دستہ ایک لفٹننٹ کے سپرد کرکے ایک ایک نن کمیشنڈ افسر

لہ یعنی اورینٹل کمپنی جسکا ذکر حاشیہ مین کیا گیا ہے۔ یہ وہی کمپنی ہے جس کے چند مطالبات کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نومبر ۱۸۹۵ء مین آسٹریا نے حالانکہ حصص کمپنی اور اسکے سرمایہ کا عشر عشیر بھی آسٹرین لوگون کے پاس نہین۔ ترکی کو بہت کچھ آنکھین دکھائی تھین اور بالعاقبت ان مطالبات کو جنکی میزان ۲ لاکھ اور سات لاکھ پونڈ کے درمیان بتائی جاتی ہے ادا کردینے کا وعدہ کرکے آسٹریا کا غصہ فرو کیا۔ مترجم

نفٹنٹون نے ساتھ کیا جنہے اپنے ساتھ سارجنٹ سیفی کو رکھا۔ سپاہی خوشدل و مطیع فرمان تھے۔ چونکہ معدودے چند کے سوا وہ قسطنطنیہ کے رہنے والے نہ تھے۔ اس لیئے روانگی کیوقت لوداعی ملاقات کیلئے اعزہ و اقربا کا مجمع بہت کم تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا مجمع جتنا کم ہو اسی قدر اچھا ہوتا ہے۔ انسان خواہ کیسا ہی مضبوط دل کیوں نہو الوداعی ملاقات جانیوالے او رپیچھے رہنے والے دونون پر اثر ڈالے بغیر نہین رہسکتی۔

ہمارے لئے تین گاڑیان ریزرو کی گئین تھین۔ فی گاڑی ایک دستہ سوار ہو گیا۔ اور تینون گاڑیان کچھا کچھ بھر گئین۔ مگر جگہ کی قلت سے کیقدر بے ارامی ہونیکے باوجود سپاہی مسرور و فرحان اور بفکر تھے۔ جب ٹرین سٹیشن سے روانہ ہوئی تو جمع شدہ خلقت نے بڑے زور سے ”اللہ“ کا حوصلہ بڑھانیوالا نام پکار کر ہمکو اللہ بیلی کہا۔ اور ہمنے دل ہی دل مین استنبول کو الوداع کہا جو خدا کی مرضی سے واقعی میری آخری الوداع تھی۔ اور مین اسکے بعد پھر وہان نہین گیا۔ قصہ مختصر با بحالی کے فوجی افسر کی حیثیت مین میرا کارنامہ اسطرح شروع ہو گیا۔

باب (۳) سوم

قسطنطنیہ سے ویڈن تک تین ہفتون کا کوچ از ۲ مارچ لغایت ۲۳ اپریل ۱۸۷۷ء

ٹرین موضع سین سٹیفانو کے پاس سے گذر کر جو ۳ مارچ ۱۸۷۸ء کو وہان ابتدائی صلحنامہ پر دستخط ہونیکی وجہ سے [illegible] نام بن گیا ہے۔ ساڑھے سات بجے کو چک چکمچی مین پہونچی۔ یہ جگہ قسطنطنیہ سے بجانب غرب ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہان ہماری گاڑیان ٹرین سے کاٹ کر دوسری لاین پر کھڑی کر دیگئین تا کہ علی الصباح اس ٹرین مین لگائی جائین جو وہان سے برابر ایڈریانوپل تک جاتی تھی۔

چکمچی کی ایک سرا کے مالک کی مستعدی اور معززین شہر کی حب الوطنی کی بدولت سپاہیون کو رات کے کھانے کے لئے گرما گرم روٹیان۔ قہوہ اور مٹھائیان وافر مل گئین۔ اول الذکر مین نے ان تمام چیزون کی جو اس سے لی گئین رسید لکھدی۔ نقد قیمت ادا نہ کی۔ سٹیشن ماسٹر نے جو آسٹرین تھا۔ اپنا کمرہ ہم تین افسرونکے سپرد کر دیا اور خان (سرا) سے ہمارے لئے گرم کھانا وہین آ گیا۔ مین نے سپاہیون کو رات کی چھٹی دینے سے انکار کر دیا اور رو

لہ سانٹو یا سان سٹی فانو قسطنطنیہ سے سات میل بجانب غرب بحیرہ مارمرا کے ساحل پر واقع ہے یہ ابتدا مین اطالین ماہی گیرونکی بستی تھی۔ اور اب یہان تقریبًا کلہم فرنگی لوگ رہتے ہین۔ ارمنی و یونانی سوداگرون کے خوبصورت بنگلے و بعض ترکی امرا کے تابستانی محل بھی وہان ہین۔ اسکی ابادی ۷ ہزار ہے ۲۵ ہوقت قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل کے درمیان صرف ایک ٹرین یومیہ چلتی تھی مگر کوچک چکمچی اور قسطنطنیہ کے درمیان اسکو علاوہ اور پانچ ٹرینین بھی چلتی تھین۔ اور راہین سے ایکسپریس آتے تھے حکام نے ہمکو یہی قلعہ سے چکمچی انکو غالبًا اس لیئے بھیجا تھا کہ دوسرے دن یہی قلعہ اور فوج نے بھی روانہ ہونا تھا۔ اور اسطرح زیادہ بھیڑ ہو جانیکا اندیشہ تھا۔ بیلوو اور ایڈریانوپل کے درمیان بھی ہوقت ایک ہی ٹرین ۲۴ گھنٹون مین چلتی تھی۔ مصنف

سب نو بجے اکٹھے ہو گئے۔ ان کے سونے کیلئے ایک خالی شیڈ[لہ] مین انتظام کیا گیا۔

ریلوے ملازمون نے ان کے بستر کیلئے ٹاٹ بچھا دیئے اور سپاہیون نے سرہانو کی جگہ اپنے تھیلے رکھ دیئے

رات سرد اور مرطوب تھی۔ اسلیئے آگ بھی جلادی گئی۔ حاضری لیکر مینے سپاہیون پر سیفی کو مامور کردیا۔ اور خود بیمور وزرآب کو ہمراہ لیکر نقاطرہی مین کچھہ عرصہ چہل قدمی کرتے چلا گیا۔ صبح کو حاضری ہم نے خان مین کھائی کوچک چکمجی کوئی ایسی مشہور جگہ نہین۔ وہان کی آبادی چار ہزار ہے۔ جس مین سے زیادہ حصہ ترک ہین۔ وہ ایک چھوٹی سی راس پر جس کے جنوبی ساحل سے بحیرہ مارمورا ٹکرا رہا ہے۔ اور شمال کیطرف ایک جھیل ہے خوبصورت موقعہ پر بسا ہوا ہے۔ اسکی شہرت کا مدار صرف اس کے سٹیشن پر ہے۔ مگر چونکہ مین وہان سے رات کیوقت گذرا اس لئے اس کے حسن و قبح پر کوئی قطعی رائے نہین لگا سکتا۔

ہم چہل قدمی سے ۱۰ بجے واپس آگئے۔ اور سٹیشن کے دفتر مین آتشدان کے گرد بیٹھ کر ایک گھنٹہ تک چرٹ پیتے اور باتین کرتے رہے۔ یہ دونون شخص میرے رفیق ہی نہ تھے۔ بلکہ دوست ہو گئے تھے۔ اور جب تک موت نے ہمکو جدا نہ کیا وہ کل محاربہ مین میرے ساتھ نیک و بد کے شریک رہے مین یہان آنکا مختصر ذکر کرکے ناظرین سے انکی ملاقات کراتا ہون۔ وہ اسوقت ان تیس ہزار فدائیان قوم کیساتھ جو روسیون کے جانگداز ہلون۔ اور شیر میدان و عثمان کی بہادرانہ مدافعت مین اپنے ملک و قوم پر نثار ہوئے۔ پلیونا کی انسانی خون سے تر شدہ زمین مین میٹھی نیند سو رہے ہین۔ مین اُمید کرتا ہون کہ جب آخری عظیم الشان اجتماع کیلئے صور پھونکا جائیگا۔ اور کل مخلوق کی احکم الحاکمین کے روبرو حاضری لیجائیگی تو وہ اور مین اس طلبی کا ایک ساتھ جواب دینگے اور جسطرح ہم بیشمار خوفی معرکون مین اکٹھے رہے تھے وہان بھی ایکدفعہ پھر دوش بدوش کھڑے ہونگے۔

جیک سیمو کے ابتدائی حالات قابل افسوس اور ناخوشگوار تھے۔ اسکی پیدایش کا یہ نجود راز مجھے بعد مین معلوم ہوا کہ وہ اپنی ماں کا ناجائز لڑکا تھا۔ یعنی شادی سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ اس کی پیدایش کے بعد جس متمول سوداگر نے اس کی والدہ سے ازدواج کر لیا تھا وہ اسکا باپ نہ تھا۔ شادی سے زن و شوہر کو کوئی خوشی نہ ہوئی۔ انہین باہمی رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ تاہم وہ ایکدوسرے سے جدا نہ ہوئے۔ اکٹھے رہتے رہے اور سیمو بھی انکے ساتھ رہا۔ تاکہ دُنیا کو طعن و تشنیع کا موقعہ نہ ملے۔ سیمو اپنے سوتیلے باپ کا مشکور تھا کہ اسنے اسے تعلیم دی لیکن سیمو کو باپ کے کوئی محبت نہ تھی۔ برعکس اسکے اسے ماں سے بیحد اُلفت تھی۔ ۱۸۶۰ء مین جبکہ اسکی عمر گیارہ برس کی تھی۔ یہ خاندان لندن سے گیلی پولی کو چلا گیا۔ وہان اسکے باپ کی دوکان کی ایک شاخ تھی۔ اسجگہ وہ ستمبر ۱۸۶۷ء تک رہے۔ پھر خاندان لندن کو چلا گیا مگر سیمو جو اسوقت مکتب جی بی مین داخل تھا پیچھے رہا۔ وہ ترکی

[لہ] ایسا احاطہ جسپر لکڑیون یا ستونون کے سہارے صرف ٹین یا چھپر کی چھت یا سایہ ہو دیوار کوئی نہ ہو۔ مترجم۔

حصہ اول

ے مقامات دکہانے کیلئے

شمالی ٹرکی کا نقشہ محاربہ ۱۸۷۷ء

محاربات پلیونا
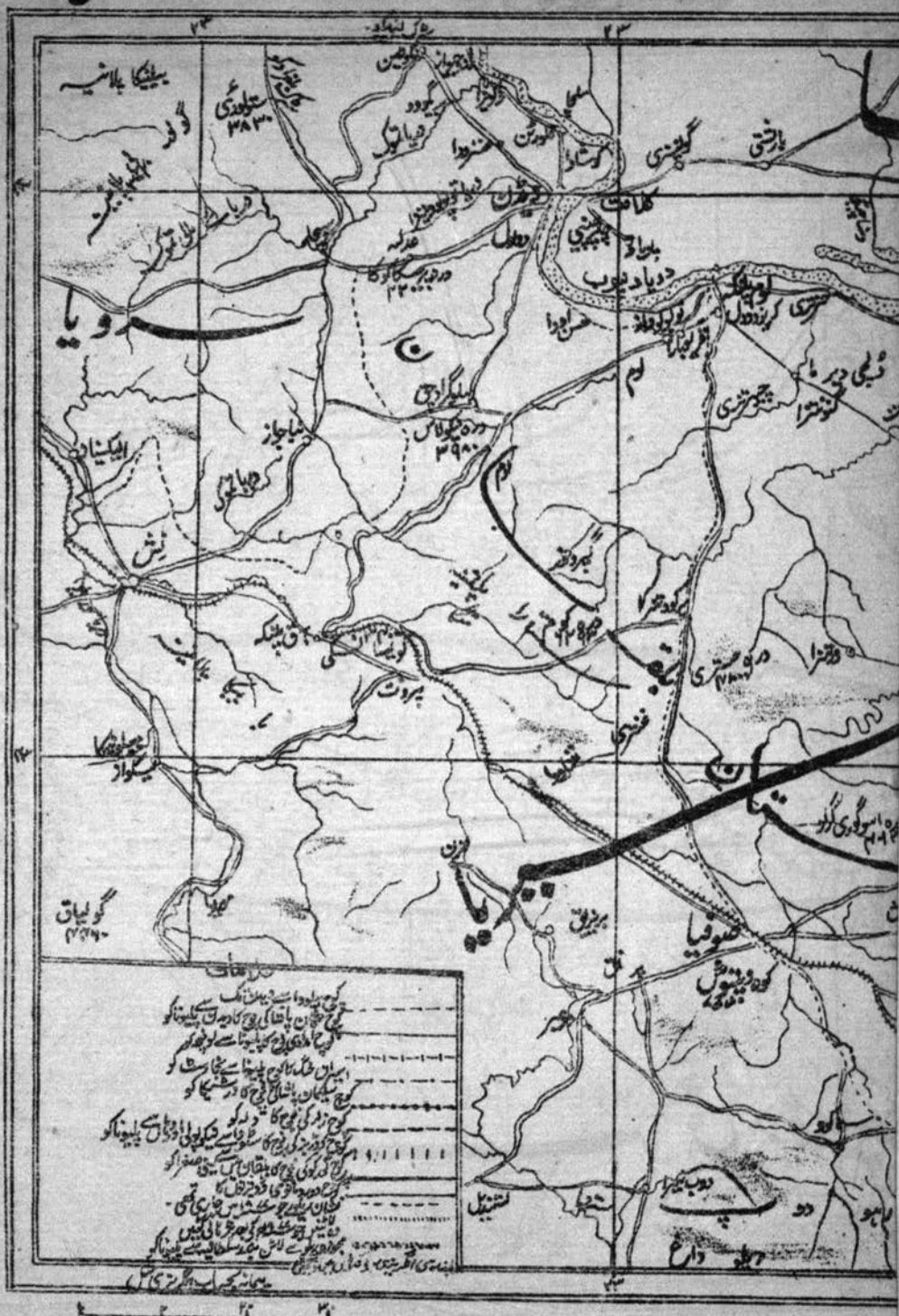
اہل زبان کی طرح بولتا تھا۔ اپنے باپ کے مقامی اور ذاتی رسوخ کیوجہ سے وہ دقتین جو غیر مذہب رکھنے والیکو عثمانیہ فوج مین داخل ہونے مین پیش آتی ہین۔ میری نسبت اس کی دفعہ زیادہ آسانی سے دور ہوگئین تھین۔ اسنے سپاہیانہ پیشہ اپنے دلی شوق سے اختیار کیا تھا۔ مکتب حربی کا امتحان اسنے اکتوبر ۱۸۷۶ء مین پاس کیا تھا جسکے بعد وہ قسطنطنیہ کے سرباز خانہ طاش قشلہ مین پہلے ایک میجر کا کاتب اور پھر ایک فریق کا یاور ہوگیا اسکی وجہ مجھے معلوم نہین ہوئی کہ گو اسکی ملازمت مجھ سے چھ ماہ پہلے شروع ہوئی تھی لیکن تاہم ابتدا مین اور پھر بعد مین جاکر بھی مجھے اسسے بالا کیون رکھا گیا۔ مگر ترکی فوج مین ملازمت کی قدامت کا کوئی خیال نہین کیا جاتا۔ مین عمر مین اس سے ایک مہینہ بڑا تھا۔ بہرحال اس معاملہ مین میرا کوئی دخل نہ تھا۔ اور اسنے انتظام کو کسیطرح کے شکوہ و شکایت کے بغیر بخوشی منظور کرلیا۔ اسکا قد لمبا جسم پتلا۔ آنکھین روشن اور رنگت مین بھوری اور چہرہ خوبصورت تھا جسپر لڑکپن کی سادگی برستی تھی۔ وردی اور اسلحہ سمیت اسکا وزن ایک من ۲۵ سیر تھا۔ وہ نہایت پھرتیلا۔ شیر ایسا بہادر۔ فولاد جیسا سخت سچا و جان نثار دوست تھا۔

ابراہیم تراب دیدی آغا ج سے آیا تھا۔ یہ قصبہ مجمع الجزایر کے ساحل پر بندرگاہ ہے اور ایک ریلوے لاین اڈریا نوپل سے وہان تک جاتی ہے۔ اسکا باپ وہان کا ایک معزز اور مقتدر سرکاری عہدہ دار تھا اسنے بھی اسی دن مکتب حربی کا امتحان پاس کیا تھا جسدن کہ سیمور نے۔ بعد ازان وہ جنرل سٹاف کی خدمات سیکھنے کیلئے منتخب کیا گیا۔ اور مکتب ارکان حرب مین بھیجا گیا۔ اور جب ہماری ملاقات ہوئی اسسے ایک ہفتہ پیشتر تک وہین رہا۔ اسوقت اسے شریفانہ طور پر اطلاع دیگئی تھی کہ تم جنرل سٹاف کے فرض کے قابل نہین ہو۔ اور پھر داؤد پاشا کے کمپ مین بھیجا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اسے کافی ذہین اور تیز طبع نہین تصور کیا گیا تھا۔ بالا دست افسر نکالا یہ ریمارک اسکی چڑ تھی جب کبھی اسسے اسکا ذکر کیا جاتا وہ فوراً سخت برافروختہ ہو جاتا تھا جس ہم مرتبہ افسرون کو اسے ہر وقت ستاتے رہنے کا خوب مشغلہ ہاتھ آگیا تھا وہ مجھسے اور سیمور سے ایک انچ چھوٹا تھا۔ سیمور اور مین قد اور وزن مین تقریباً مساوی تھے۔ اسکے خد و خال نہایت خوبصورت اور خالص ترکی انداز کے تھے اسکی سیاہ آنکھین بہت خوشنما اور روشن تھین۔ خوبصورت موچھون کے سبزہ کی روئیدگی شروع ہوگئی تھی۔ جس سے مین اور سیمور ہمیشہ رشک کھاتے رہتے تھے۔ کیونکہ ہمارے چہرے لڑکیون کے ایسے صاف تھے۔ اُسے اپنی موچھین جلد جلد بڑھانے کا شوق تھا۔ جب کبھی اُسے بال بڑھانے کا مصالحہ نہ ملتا تو رات کیوقت بالائی ہونٹون پر چربی ملدیتا اگر چربی بھی نہ ملتی تو موم بتی کو گھسدیتا وہ تلوار کا دھنی تھا۔ اسکی شجاعت۔ طاقت۔ پرجوشی اور جفاکشی مین کوئی کسر باقی نہ تھی۔ سوائے دھن کا پکا ایک جوشیلا اور شاعرانہ خیال کا نوجوان تھا۔ مذہب۔ اخلاق۔ دوستی۔ محبت۔ شادی

وغیرہ امور کے متعلق اسکے بعض خیالات نہایت ہی بلند تھے۔ کتب جب بی مین داخل ہونیسے چند برس پہلے یعنی ایام جوانی کے
آغوش مین وہ ایک سکاچ ریلوے انجنیر کی لڑکی کو دیکھکر اسپر سچے دل سے عاشق ہو گیا تھا۔ لڑکی کو اسکے عشق
کی کیفیت معلوم نہ تھی۔ مگر اسکا پاک اور نوجوانانہ امنگون سے بھرا ہوا دل اس بت سیمین کی محبت مین بالکل سرشار
تھا۔ لڑکی کا نام میری (مریم) تھا۔ جو ہر وقت اسکا ورد زبان رہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ مجھ سے اور سیفی سے اسکی
بے اندازہ محبت اور رجحان کی بڑی وجہ یہی تھی کہ ہم اسکی معشوقہ کے ہمقوم تھے۔ وہ تھوڑی سی انگریزی بول
لیتا تھا۔ اور انگریزی زبان مین یہ فقرہ اکثر کہتا رہتا تھا "میری مجھے بتا کہ مین اپنے عشق کا تجھپر کسطرح اظہار کرون"
اسموقعہ پر لگے ہاتھ سارجنٹ سیفی کے بھی مجمل حالات بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اسکی کہانی نہایت
عجیب و غریب تھی۔ جو مجھ دوسرے دن معلوم ہوئی۔ اسے سیفی کے بیان کے مطابق درج کئے دیتا ہون۔ ذاتی طور
پر مین اس کی صداقت کا ذمہ وار نہین ہون۔ اس نے بیان کیا کہ "مین پیدائشی انگریز ہون[1]۔ مین شام کے ایک
قصبہ مین ایک معزز عہدہ پر مامور تھا جہان مین آخر برٹش قونصل ہو گیا۔ دس بارہ برس ہوئے مین اسی عہدہ
پر تھا کہ ایک تغلب کے معاملہ مین ملوث ہو گیا۔ اور گرفتاری سے بچنے کیلئے بیوی اور اولاد کو چھوڑ کر
وہان سے بھاگ گیا۔ انکو دیکھنا پھر مجھے نصیب نہ ہوا۔ وہ سب ایک برس بعد ہیضہ کی وبا مین فوت ہو گئے
مین عربی اور ترکی بخوبی جانتا تھا۔ اور گرم ملک مین رہنے سے دہوپ کی گرمی سے میری رنگت بھی سانولی
ہو گئی تھی۔ ان تینون باتون کے طفیل میرے لئے پیدائشی مسلمان بن جانا مشکل نہ تھا۔ مین فوج مین بھرتی ہو گیا۔ اور
ترقی کر کے سارجنٹی تک پہونچ گیا۔" جب مینے اسکی زبان سے یہ سنا کہ وہ انگریز ہے تو مین ششدر رہ گیا۔ وہ
جنگ سربیا مین بھی شریک ہوا تھا۔ ویڈن مین وہ ہم سے علیحدہ ہو گیا جہان سے وہ مقام راہوداکو بھیجدیا
گیا۔ اور پھر مینے اوسے x نہ دیکھا۔ البتہ جب مین خارکوف مین روسی قید مین تھا تو اس نے مجھے اوڈیسہ
سے ایک خط لکھا جس مین ان تمام معرکون کے حالات جن مین وہ شریک ہوا تھا تحریر کر کے مجھے اطلاع دی
کہ وہ باش چاؤش کے مرتبہ پر ترقی یاب ہو گیا تھا۔ مگر شینوو واقع درہ شپکا کی لڑائی مورخہ ۹ جنوری
۱۸۷۸ء مین روسی فوج کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔ میرا خارکوف کا پتہ اسے ایک جرمن رکیب ملازم سے جو روسی ملازمت
مین تھا معلوم ہوا تھا۔ بعد ازان پھر مجھے اسکی کوئی خبر نہ ملی۔

دوسرے دن ۲۸ مارچ ہم علی الصبح ۵ بجے اٹھ بیٹھے مینے سپاہیون کی حاضری لی۔ اور پھر انکو حاضری
کھانیکے لئے خان کو بھیجدیا۔ حاضری مین انکو تازہ پکی ہوئی روٹی اور قہوہ ملا۔ مطلع مکدر اور ابر چھایا ہوئے
تھے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد بارش شروع ہو گئی۔ جو کبھی تھم جاتی اور کبھی پھر شروع ہو جاتی۔ بعض بلند گانون

[1] اس بات کا مجھے بھی یقین ہے۔ کیونکہ اس کا لہجہ اور تلفظ ہی اس کے بیان کی تصدیق کر رہا تھا۔ مصنف

شہر نے سپاہیون مین تمباکو اور گھر کی پکی ہوئی روٹیان تقسیم کین۔ اس تقسیم کیوقت مین تیمو اور ابراہیم علحدہ کھڑے رہے۔ کیونکہ ہمارا رتبہ ہم کو اس مین شریک ہونے سے مانع تھا۔ مگر اتنے ہی مین ایک قصہ پوش لڑکی نے اپنے باپ کے ساتھ ہمارے پاس آکر ہم مین سے ہر ایک کو نفیس سگرٹون کا ایک ایک پیکٹ اور چند کیک[1] دیئے۔ ہم نے سلام کرکے اُسکا شکریہ ادا کیا۔ جیک نے اسکا ہاتھ پکڑ کر ایسی پرجوشی سے جو زاید از ضرورت اور حد مناسب سے متجاوز تھی اُسے چوم لیا۔ مگر پیرانہ سال ترک اُسکے اس لڑکپن سے خفا ہونیکے بجائے اُلٹا ہنس پڑا جسکا گویا یہ مطلب تھا کہ "آخر لڑکے لڑکے ہی ہین"۔ جیک کی اس کامیاب دلیری سے مجھے بھی جرات ہوگئی۔ اور مینے بھی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا۔ لیکن جب ہماری تقلید مین ابراہیم بھی آگے بڑہا تو بوڑھا ترک لڑکی کو لیکر چلدیا۔ ابراہیم اپنا سا منہ لیکر رہگیا اور ہمنے اس کی ناکامی پر خوب زور سے قہقہ لگایا۔

آٹھ بجے ٹرین سٹیشن پر پہونچگئی۔ اسدن اس مین معمول سے بارہ گاڑیان زیادہ تھین۔ جن مین سپاہی سوار تھے اور دو انجن لگے ہوئے تھے۔ ٹرین کے کھڑے ہوتے ہی پلیٹ فارم پر ریل پیل شروع ہوگئی۔ کئی سپاہی گاڑیون مین سے باہر نکل آئے۔ مین ایک میجر کو پہچان کر اس کے پاس گیا اور اُسے خان کا پتہ دیا۔ اسنے چند سپاہیون کو وہان بھیجدیا جو مالک سرا کی باقیماندہ روٹیان لے آئے۔ اتنے ہماری بھی تین گاڑیان ٹرین مین لگادی گئین جینے آدمیونکو گن کر سوار کرادیا اور پلیٹ فارم پر جو لوگ ہماری الوداع کیلئے کھڑے تھے ان سے صاحب سلامت کرکے ہم روانہ ہوگئے۔ طوالت کے خوف سے مین ملک کی دلچسپی اور خوبصورت فضا کا کوئی ذکر نہین کرتا۔ ہم بارہ گھنٹون کے سفر کے بعد رات کے ۹ بجے ایڈریانوپل پہونچے سفر مین گو حادثہ کوئی نہ پیش آیا مگر اسکا عوض قلت جگہ کی تکلیف نے بخوبی لے لیا۔ مین سب سے پچھلی گاڑی مین تھا۔ جسکے ہجکولون نے میرا بند بند کر ہلا دیا۔ اور سواریونکی کثرت سے ایکطرح بیٹھنے کو کوئی جگہ نہ تھی۔ سب اسطرح پھنسکر بیٹھے ہوئے تھے کہ دم نکلا جاتا تھا۔ سارا دن ہم نے کسی جگہ باقاعدہ طور پر کھانا نہ کھایا۔ جو بسکٹ۔ کیک اور پانی ہمارے پاس تھا۔ یا مختلف سٹیشنون پر مخیر طبع لوگ ہمارے لئے جو کھانا لاتے رہے۔ ان پر گذارہ کیا گیا۔ ایک سٹیشن پر جسکا نام غالباً لولی برغاس تھا۔ ٹرین ایک گھنٹہ ٹھیری۔ مگر وہان قہوہ اور دودہ کے سوا اور کچھ دستیاب ہو سکا۔ وہان ہم نے ایڈریانوپل کے فوجی گورنر کو نو سو سپاہیون کیلئے رات کے کھانے۔ ناشتہ اور رات کی شب باشی کا انتظام کرنیکے لئے تار دیدیا تھا۔ بیلووا ٹرین کی روانگی کے لئے ہمکو ایڈریانوپل مین بارہ گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ اسٹیشن پر ہمین ایک کارپورل آملا۔ جو کیچڑ دار اور نیم تاریک گلیون مین سے جنکی روشنی کا انتظام عمدہ نہ تھا ہمکو بارکون مین لیگیا۔ وہان

---

[1] میٹھی روٹی یا بسکٹ۔ انگریزی مین کیک ایک قسم کی مٹھائی کو بھی کہتے ہین جس مین انڈے بھی پڑتے ہین۔ شادی کے موقعہ کے لئے جو کیک بنایا جاتا ہے وہ بعض وقت کئی سیر کا ہوتا ہے۔ اور بارہ دری کی طرح نہایت اُستادی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مترجم۔

ہمارے لئے سب انتظام درست کر دیا گیا تھا۔ آتشدانون مین آگ جل رہی تھی کیونکہ شام کے بعد سخت سردی
پڑنے لگی تھی۔ گرم کھانا تیار تھا ہر ایک آدمی کو دو دو روٹیان اور پلاؤ کی ایک ایک رکابی دیگئی اور دوسرے دن کے سفر کے لئے بسکٹ کے ٹکڑے
بارکین پہلے ہی سے بھری ہوئی تھین۔ وہان ہمارے لئے چارپائیون کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کمانڈر کا ارادہ کھانا
کھلا کر ہمکو شہر سے باہر کیمپ مین بھیجدینے کا تھا۔ مگر بارش کے شروع ہوجانے سے ہمکو بارکون ہی مین رہنے کی
اجازت دیدیگئی۔ اور ہمارے نوسو آدمیون نے برآمدون۔ خوابگاہون۔ اصطبلون اور مکانات شاہی گرد بیشکے فرشون
پر جہان جس کی سینگ سمائی اپنے بڑے کوٹ لیکر بستر جمادیئے نیچے بچھانے کے لئے ہر ایک کو تھوڑے سے نہایت مضبوط
نئے کمبل دیدیئے گئے۔ اور سپاہیون کو کہدیا گیا کہ انکو اپنے پاس ہی رکھین۔ ان کمبلون نے ہمکو ویڈن جاتے وقت
راستہ مین بڑا کام دیا۔ مگر ساتھ ہی سپاہیون کو ان کے اُٹھانے مین بڑی تکلیف ہوئی۔ وہ اتنے بڑے تھے کہ
سپاہیون کے تھیلون مین نہین سما سکتے تھے۔ اکثر سپاہی کمبل کو تہ کرکے بڑے کوٹ کیطرح اوڑھ لیتے اور کمر پر اسے
رسی سے باندھ لیتے تھے۔ میرے ایک سو اسی آدمی ایک بڑے ہال مین جو بارکون سے علیحدہ تھا۔ اور خراب قسم مین وہان اعد
کرائی جاتی تھی۔ شب باش ہوئے اس مین ریت بچھی ہوئی تھی۔ جب سپاہیون نے بستر لگا لئے۔ مین نے حاضری
لیکر ان کو سونے کی اجازت دی۔ اور جب وہ بسترون پر لیٹ گئے تو انکو سارجنٹ سیفی کی نگرانی مین
چھوڑ کر چلا آیا۔

کوچک چکمجی مین جو ساٹھ سو سپاہی ہمارے ساتھ شامل ہوگئے تھے۔ وہ ایک میجر کے زیر کمان تھے اور چونکہ مین
اس کے ماتحت نہین تھا۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میری کمان بالکل علیحدہ اور خود مختار ہوگی، اس لئے مجھے بھی [illegible]
اس سے کوئی تعلق نہین تھا۔ مگر اسنے مجھے صلاح دی کہ اگر مین بھی ویڈا کے باقیماندہ راستہ مین اسکے زیر حکم
ہوجاؤن تو ریل کے سفر اور کھانے کے انتظام مین بہت سہولیت ہوجائیگی۔ مینے اس بارہ مین سیمو اور
نزاب سے مشورہ کرکے میجر کی تجویز کو مان لیا۔

آدھی رات کو سلاکر مین۔ جیک۔ میجر اسکے دو لفٹنٹ اور ایڈریانوپل کی فوج کا ایک افسر سٹیشن کو گئے۔ اور وہان
صبح کے سفر کے لئے سترہ گاڑیون کا انتظام کر آئے۔ سٹیشن سے آکر ہم گورنر کے پرائیویٹ مکان پر گئے۔ کیونکہ میجر
کا اور میرا فرض تھا کہ اپنے پہونچنے کی گورنر کو خود حاضر ہوکر باضابطہ رپورٹ کرین۔ وہ اسوقت خوابگاہ مین چلا
گیا ہوا تھا اس لئے ہم اپنے نام ایک نوکر کو بتا کر واپس چلے آئے۔ پانی بڑے زور سے برس رہا تھا۔
اسپر رات کی تاریکی نے مزہ اور کرکرا کر رکھا تھا۔ پس ظاہر ہے کہ مینے ایڈریانوپل کو بہت بے موقعہ دیکھا
اور یہی وجہ ہے کہ وہ مجھے نہایت غلیظ۔ گندہ اور بے رونق شہر معلوم ہوا۔

بارکون مین واپس آنے پر ہمین مس تھم (مسکوٹ کا کمرہ) مین جسے وہان کے تمام افسر بالاشتراک استعمال

مین لاتے تھے مدعو کیا گیا۔ وہان ہم نے قہوہ اور چرٹ پیئے۔ اور ایک گھنٹہ دوستانہ بات چیت کرتے رہے ایڈریانوپل کے مہمان نواز افسر مجھ سے اور تسیکو سے بالخصوص نہایت نوازش سے پیش آئے۔ تراب اور میجر بھی مع اپنے ماتحت افسرون کے جو دو کپتان اور دس لفٹنٹ تھے۔ ان مہربان میزبانون کی خاطر و مدارات سے بار بار مستفید ہوئے۔ کمرہ خوب گرم تھا۔ اور ماکولات اور مشروبات کی کوئی کمی نہ تھی۔ ایڈریانوپل کے سب فوجی ہمپر رشک کھاتے تھے۔ کہ ہماری طرح انکو بھی کیون نہین میدان جنگ کے لئے ویڈن جانے کا حکم ملا۔

جنیک ابراہیم مین اور میجر کے تین لفٹنٹ افسرون کی خوابگاہون مین سے ایک مین سوئے ہمارے لئے وہان میزبانون نے دو چارپائیان اور ایک پلنگ خالی کر دیا۔ ایڈریانوپل کی بارکین سلیمیہ۔ داؤد پاشا اور بقول جنیک طاش قشلہ کی بارکون سے بھی عمارت جسامت۔ انتظام صفائی اور درستی مین کم درجہ کی تھین۔ واقفکارون کا بیان ہے۔ کہ گو قسطنطنیہ کی بارکین نہایت ہی عمدہ ہین۔ اور ان کا انتظام بہت خوب ہے مگر صوبجات کی بارکین اچھی نہین۔

ہم آدھی رات کے بعد بسترون پر گئے اور ۲۹ مارچ کو علی الصبح ۶ بجے اُٹھ بیٹھے۔ تمام عمارت مین اتنی سویرے ہی آدمیون کی عجب چہل پہل تھی۔ کیونکہ اسوقت اس مین مقررہ تعداد سے تگنے لوگ موجود تھے۔ ناشتہ مین قہوہ اور روٹی دی گئی۔ اسکے بعد حاضری لیگئی۔ صراحیان بھر لی گئین۔ اور ہم اپنے عنایت فرما میزبانون کے دلی تپاک سے رخصت ہوکر سٹیشن کیطرف چلدیے۔ ابر کھل گیا ہوا تھا۔ اور آفتاب چمک رہا تھا۔ جس سے جلدی ہی موسم کی خنکی دور ہوگئی۔ بازارون مین کیچڑ کی بھرمار تھی۔ لیکن دن ہونیکی وجہ سے رات والا انقباض نہین پایا جاتا تھا۔ اور ہر ایک چیز سہانی نظر آتی تھی۔ ایڈریانوپل کے بازار گو یورپین کو تنگ اور انکی عمارات اسے ناقص نظر آئینگی تاہم انکی خوبصورتی اور گوناگونی مین کوئی کلام نہین۔

شہر مین یہ خبر عام مشہور ہوجانے سے کہ ہم سرحد پر جہان غالبًا عنقریب لڑائی شروع ہوجائیگی جا رہے ہین سٹیشن پر باشندون کا جم غفیر جمع ہوگیا تھا۔ اور یہان بھی ہکو روٹی۔ کیک۔ مٹھائی۔ سنگترے۔ کھجور۔ تمباکو اور چرٹ کے تحایف دیے گئے۔ اسی ٹرین پر چند بلغاری بھی جانیوالے تھے۔ انکو دیکھ کر ترک باشندون کی آنکھون مین خون اُتر آتا تھا۔ ان سے اسقدر حقارت و نفرت ظاہر کیگئی جیسے کہ کسی نہایت ہی موذی اور ناپاک جانور سے کیجاتی ہے۔ اسپر وہ بلغاری باشندے ونکی گزند سے بچنے کے لئے سپاہیونکی صفون کے پیچھے پناہ گزین ہوگئے (اس نمکحرام و محسن کش) قوم کے افراد کو دیکھ کر غیور و محب وطن سپاہیون کے تیور بھی بدل رہے تھے۔ مگر شہر کے حاکم نے میجر کے حکم کی تعمیل مین ان موذیون کو پناہ دیدی۔ اور کسی کو انکے قریب جانے نہ دیا۔ ٹرین پر پہلے دن ایسی بھیڑ نہ تھی۔ کیونکہ سپاہیون کیلئے ہم نے ایک زایدگاڑی لے لی تھی۔ اور سب افسر ایک اول درجہ کی گاڑی مین سوار ہوگئے تھے

مینے اپنے دستہ مین سے بیس آدمی علیحدہ کرکے عارضی طور پر میجر کے ایک کارپورل کے ماتحت کر دیئے
ٹرین مین تیس گاڑیان تھین۔ وہ دو حصون مین منقسم تھین اور ہر ایک حصہ کے آگے دو دو انجن تھے
ٹرین قریبًا دس بجے روانہ ہوئی۔ رعایا نے ہم کو بڑے جوش و خروش سے الوداع کہا۔

جس ملک[1] سے ہم گذرے اسکی سبزی اور منظر نہایت ہی دلفریب تھا۔ ایڈریانوپل سے جون جون ہم آگے بڑہتے گئے ملک زیادہ کوہستانی ہو گیا۔ مگر فلپ پولی سے دو تین سٹیشن ورے صاف میدانی علاقہ آیا۔ جسکے افق مین پہاڑون کی سر بفلک چوٹیان دکھائی دیتی تھین۔ فلپ پولی مین ہم ۶ بجے پہنچے راستہ مین ٹرین سٹیشنون پر تھوڑی تھوڑی دیر ٹھیری تاکہ خبر یہان تار پہنچدی تھی۔ کہ فوجکو راستہ مین کھانیکا انتظام کر رکھا جاوے اور دوسری تار شب باشی کے انتظام کیلئے بیلوو اکو بھیجدی تھی۔ چنانچہ ٹرین کے پہنچنے سے پہلے ہی فلپ پولی کے فوجی کمانڈر نے ہر ایک سپاہی کیلئے دو دو روٹیان اور گرما گرم پلاؤ کی ایک ایک کابی (ٹین[2] کی) انچے سپاہیونکی نگرانی مین گاڑیون پر سٹیشن کو بھیجدی تھین۔ سپاہیون نے پلیٹ فارم ویٹنگ روم – مسافرخانون، دفاتر اور متصلہ شیڈون مین بیٹھکر کھانا کھایا۔ کھانے مین کسیطرح کی بے انتظامی بدمزگی اور نہ کوئی دھکم دھکا یا ریلا پیلی ہوئی۔ کسی جگہ آدمی بے اندازہ نہ بھر گئے۔ نہ سپاہی کھانے پر بھوکون کی طرح بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور نہ کسی نے حافظ کی ایسی طمع اور بڑہ بیٹی ظاہر کی۔ سٹیشن پر روشنی کا انتظام خوب تھا۔ اسکے علاوہ مزید روشنی کیلئے مختلف مقامات پر الاؤ روشن کر دیئے گئے تھے۔ الغرض یہ نظارہ نہایت ہی فرحت انگیز اور دلچسپ تھا۔ گو ابھی تک جنگ کا اعلان نہ ہوا تھا۔ اور بظاہر کامل صلح تھی۔ تاہم مجھے لوگون کا رنگ دیکھکر یقین آتا تھا کہ صلح برابر قایم ہے۔ ہر ایک ترک اور تاتاری کے چہرہ پر "جنگ" کا خوفناک لفظ مجھے بڑے بڑے موٹے حرفون مین لکھا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اور جدھر نگاہ اوٹھاکر دیکھتا تھا مجھے اس ڈراونی بلا کے کل آثار اور علامتین دکھائی دیتی تھین مینے سٹیشن کے سوا فلپ پولی کا اور کچھ نہ دیکھا۔ اور وہ بھی ایسے وقت جبکہ تاریکی ساعت بساعت بڑہ رہی تھی۔ اس لئے مین اس مشہور شہر کی کوئی کیفیت بیان کرنیسے معذور ہون

اس جگہ بھی محب وطن اور پرجوش اہالی شہر ہمارے استقبال کے لئے جمع تھے۔ جنہون نے حسب معمول ہمکو خورد اور تمباکو وغیرہ کے تحایف دیئے۔ مگر ایڈریانوپل کیطرح عیسائی مسافرون کو جنمین سے چند ٹرین سے اتر آئے تھے اور

[1] قبلی برخاس سے جو ایڈریانوپل سے دو سٹیشن ورے ہے۔ بیلوو اتک ریلوے لاین دریائے مریزا کے کنارے کنارے چلی گئی ہے اور تمام ملک فلپ پولی کے قرب جوار کے سوا جہان وادی مریزا اسقدر عریض ہو گئی کہ اسپر میدان کا گمان ہو جاتا کوہستانی ہے۔ مصنف

[2] ان برتنون کا اب ہندوستان مین بھی عام رواج ہو گیا ہے۔ یہ ٹین یا لوہے کے برتن ہوتے ہین۔ جن کے دونون طرف یا ایک طرف چینی کا مصالحہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ مترجم۔

اِن بلغاریون کے مجمع مین موجود تھے۔ یہان بھی مسلمانون نے لال ایلی آنکھون سے دیکھا۔ اتنے مین خلیفہ پٹی کے افسر ہماری ملاقات کو آگئے۔ وہ ہمارے لئے سگرٹ ساتھ لائے اور ایک الاؤ پر قہوہ تیار کرایا۔ سب اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے اور نہایت خوشدلی اور کامل بیفکری سے ہنستے بولتے رہے اور اسطرح گویا ابھی کل دنیا مین امن تھا اور کسی سے ہماری لڑائی شروع نہ ہوئی تھی۔ مینے کیمپ کی طرز معاشرت کا یہ پہلا نمونہ دیکھا۔ رات بڑھتے ہی ابر پھر جمع ہوگئے۔ اور بارش کی پوری توقع ہوگئی۔

ایک گھنٹہ کے قیام کے بعد سفر پھر شروع ہوگیا۔ رات کی تاریکی سے ملک کا نظارہ دیکھنا محال تھا مگر مجھے اتنا معلوم ہوگیا کہ منزل مقصود کے قریب کا علاقہ نہایت ڈراؤنا اور غیر آباد ہے۔ رستہ مین ٹرین دو جگہ تھوڑی تھوڑی دیر ٹھیری۔ ایک قیام تاتار بازارجک مین ہوا۔ جو سن گذشتہ کی مصیبت بغاوت کے مخزنون مین سے ایک تھا۔ ساڑھے دس بجے ہم بلیو وا مین پہونچے۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤن ہے۔ جو دریائے مرزا کے کنارے پر شاندار جنگلون مین واقع ہے اس کی آبادی ایک ہزار ہے جن مین تیسرا حصہ عیسائی ہین اسوقت یہ گریٹ بلقان لائن پر ایک گمنام سا درمیانی سٹیشن ہے۔ مگر تب انتہائی سٹیشن تھا جسکی قدر و منزلت بے انتہا بڑھ رہی تھی۔

بلیو وا کے تاریک اور ناقص العمارت سٹیشن پر پہونچکر مینے اختلاف رائے کیوجہ سے میجر سے تعلق علیحدہ کرلیا مگر ہم مین کسیطرح کی بے لطفی مطلقًا نہ ہوئی۔ میجر کیمپ کو جانا چاہتا تھا جو سٹیشن سے نصف گھنٹہ کا راستہ تھا۔ مجھے اطلاع ملگئی تھی کہ سڑکین نہایت ہی ناقص ہین۔ آسمان پر نہایت ہی غلیظ ابر چھا رہا تھا۔ اور علاوہ برین مجھے یقین تھا کہ کیمپ مین جہان پہلے ہی اندازہ سے زیادہ فوج جمع ہو رہی ہے ہمین ضرورت کیلئے آسایش جگہ مل سکیگی۔ چنانچہ مینے ایک تازہ ترین دوست کی نصیحت پر کار بند ہوکر جو جرمن اور ریلوے[۲] انجنیر تھا۔ دن چڑھے تک سٹیشن پر رہنے کا فیصلہ کیا۔ سٹیشن پر اور کچھ نہین تو بھی یہ آسایش تو ملسکتی تھی کہ چھت کے سایہ مین رات بسر کرین۔ کیونکہ گاڑیون۔ اوزارون۔ گوداموں کیلئے متعدد شیڈ موجود تھے انکے علاوہ ریلوے گارڈن مین بھی رات کی سردی سے حفاظت مل سکتی تھی۔ مگر مین میجر کے ماتحت رہتا تو مجھے بہر حال اسکے منشاء کے مطابق چلنا پڑتا۔ مگر چونکہ مجھے صریح طور پر کہا گیا تھا کہ بلیو وا تک اثنائے راہ مین خواہ مجھے کیسے ہی دستے ملین میری کمان علیحدہ رہیگی۔ مجھے انقطاع تعلق کا پورا اختیار تھا۔ مین میجر اور اسکے افسرون سے نہایت دوستانہ طور پر جدا ہوا۔ اور کچھ عرصہ تک فوج کے کالمون کو طوفانی رات کی تاریکی مین مارچ کرتا ہوا دیکھتا رہا۔ چند ریلوے ملازم

ا۔ اجکل اِس لائن پر مسافر قسطنطنیہ سے بخط مستقیم صوفیا۔ نش اور بلگیریا کے راستے وائنا جا سکتا ہے۔ اسی راستہ مین کسی جگہ ٹرین نہین بدلنی پڑتی۔ اور ڈاک گاڑی درمیانی سٹیشنون پر ٹھیرتی بھی بہت تھوڑا عرصہ ہے۔ مصنف

۲۔ لائن کو صوفیا تک بڑھانیکا کام اسوقت جاری تھا۔ مگر بلیو وا مین مینے واقعی کوئی کام ہوتا نہ دیکھا۔ مصنف

لالٹینین لیکر راستہ بتانے کیلئے آگے آگے ہو گئے - تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہو گئی - جو آدھی راتکو موسلادھار ہو گئی مگر مجھے دوسرے دن معلوم ہو گیا کہ گو خیمون مین سپاہی اس کثرت سے بھرے ہوئے تھے کہ تل رکھنے کی جگہ باقی نہ تھی تاہم سبکا دستہ اس موسلادھار بارش مین باہر رہنے سے بچگیا تھا - جب طوفان شروع ہوا ہم اسلیے کے نیچے تھے - حاضری لیکر مینے سپاہیون کو بسترون پر جانیکا حکم دیا - جب وہ لیٹ گئے تو جیک - ابراہیم اور مینے اکٹھے بیٹھکر کچھ بسکٹ کھائے اور مینے اور سٹیورٹ نے یہودی کی عطا کردہ شراب مین پانی ملاکر اس کے چند جام پیئے - ابراہیم نے شراب کو ہاتھ بھی نہ لگایا - ہوا سخت زور کی چل رہی تھی اور بارش کا یہ زور تھا کہ شیڈ کی چھت کے ٹوٹ جانیکا اندیشہ تھا - مگر ہم اکل و شرب سے فارغ ہو کر کمبل اور کوٹ اوڑھکر فرش پر لیٹ گئے اور فوراً گہری نیند سو گئے - سونے سے پہلے ابراہیم نے تجویز پیش کی کہ ہم اس اول درجہ کی گاڑی مین جسپر آئے تھے جا سوئین مگر دریافت کرنیسے معلوم ہوا کہ وہ ٹرین سے کاٹکر کسیقدر فاصلہ پر کھڑی کر دیگئی ہے اس پر مینے اپنے آدمیون کے قریب ہی رہکر سختی اور آرام دونون مین انکے ساتھ شریک رہنے کو زیادہ مناسب خیال کیا - اور اسے پسند نہ کیا کہ وہ تو سخت تختون پر سوئین اور ہم نرم اور گدگدے گدیلون پر لیٹین مینے اٹھنے کیلئے ۶ بجے کا وقت مقرر کیا تھا جب ہم صبح ۳۰ مارچ کو بیدار ہوئے تو سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا - اور اس کی روشنی مین قرب و جوار کا منظر کمال دلفریب دکھائی دے رہا تھا ہوا ابھی تک تیز تھی آندھی برابر کئی دن تک ویسی ہی رہی جس سے سڑکین جلد خشک ہو گئین - اسوقت سے لیکر ستمبر تک موسم تقریباً مسلسل خوشگوار اور عمدہ رہا -

بلیووا کے ارد گرد کی سینری نہایت شاندار ہے - یہ گاؤن ہوڈوپ کے بھیانک کوہستانی سلسلہ کے شمالی دامن پر آباد ہے - ان پہاڑون مین سب سے بلند سطح سمندر سے آٹھ ہزار فیٹ اونچا ہے اور بلیووا سے جنوب مغرب کیطرف ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے - بلیووا کے شمال مین بلقان کے جنوبی دامن دریائے مریزا کے کنارون سے بلند ہونے شروع ہوتے ہین - یعنی وہ میدان مریزا کے اس مغربی گوشہ پر آباد ہے جہان شمالی اور جنوبی کوہستانی سلسلے (بلقان و رہوڈوپ) زاویۂ حادہ بناتے ہوئے ایکدوسرے سے ملتے ہین سلسلہ کوہ ہوڈوپ جسے ترک دوسپار داغ پکارتے ہین - اپنی سینری اور منظر کی عظمت اور ہولناکی کے علاوہ ان باتون کیلئے بھی مشہور ہے ایک تو یہہ کہ وہ ڈاکوؤن اور رہزنون کا ملجا و ماوا ۱۸۷۷ء یا سنہ تھا اور چند سالہا مابعد مین تھا - دوم وہان چند راہب خانے ایسے مشکل اور دشوار گذار مقامات پر بنے ہوئے ہین کہ شرکون سے انکو دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ عقابون کے سوا اور کوئی مخلوق ان تک نہین پہونچ سکتی نگران عمودی چٹانون اور خطرناک چوٹیون پر عقابون کے دوش بدوش عیسائی راہب برابر رہایش پذیر ہین

ہمنے بسکٹون اور ربانی سحرنا شتہ کیا - اور کوئی چیز دستیاب نہین ہو سکتی تھی - اسکے بعد تیمو اور زراب کو پہ ابنت دیکر کہ وہ سپاہیون کو ایسا صاف و ستھرا بنا رکھین کہ بریگیڈیر جنرل ملاحظہ سے خوش ہوجائے انکو سپاہیونکے پاس چھوڑ گیا - اور خود سٹرک کیمپ کیطرف جو سٹیشن سے دو میل بجانب غرب گاؤنکے پاس تھا پیدل گیا - وہان پہنچکر مینے اپنی حاضری کی اطلاع پر تو پاشا کو کرائی - کیمپ مین میجر کے آدمیون کے ماسوا ایکہزار سپاہی تھے - جنکا اکثر حصہ خیمون مین تھا - گوداموں کے لیئے چند سیدھے سادے شیڈ - گاڑیان اور گراؤ و زن توپونکی چار باتریان بھی کیمپ مین تھین - چرکسون کے ایک دستہ کے سوا جو مجھے نہایت ہی مکروہ اور بدشکل معلوم ہوئے سوار ونکا کوئی دستہ نہ تھا - کئی نئے شیڈ بھی زیر تعمیر تھے - کیونکہ قرب و جوار مین لکڑی بافراط ہی اور ضرور کے لائق بیلو وا مین مزدور بھی جن مین سے اکثر ممالک غیر کے رہنے والے تھے بکثرت موجود تھے -

بریگیڈیر نے مجھکو اپنا دستہ لیکر سٹیشن پر ہی ٹھیرے رہنے کی ہدایت کی کہ مین گوداموں وغیرہ کو ریلون سے اُتارنے اور مکانات مین انکو ذخیرہ کرنے مین مدد دون اور ان کامونکی نگرانی بھی کرون ساتھ قسطنطنیہ سے ایکہزار مزید پیدل فوج اور فلپ پُلی سے سامان کثیر کے پہونچنے کا انتظار تھا مجھے حکم دیا گیا کہ جب وہ پہنچ جائینگے تو ہم صوفیا کو روانہ کر دیئے جائینگے - جہان اور دستے ہم سے آملینگے -

یہ حکم سنکر مین اپنے آدمیون کے پاس واپس گیا - اور انکو لیکر پھر کیمپ مین آیا - جہان بریگیڈیر نے انکا معائنہ کیا - ہمکو حسب معمول پلاؤ اور روٹی کا راشن دیا گیا - کھانے سے فارغ ہو کر ہم سٹیشن کو چلے گئے اور ہاتھ سے کھینچنے والی گاڑیان - ایکہزار بسکٹ - صابن - بتیان - دیا سلائیان - تیل و نمک ساتھ بھیجی گئی مینے دستہ کیلیئے کھانا پکانے کا کام ان آدمیون کے سپرد کیا - جنہون نے باورچی کے اہم کام سے واقف ہونیکا دعوی کیا تھا - بہرحال انہون نے یہ کام قابل تعریف طریق سے انجام دیا -

بریگیڈیر نے مجھے اطلاع دی کہ اسنے مجھے اپنے دستہ کی کمان پر جو بیلو وا پہونچنے پر ختم ہو گئی تھی بحال رکھا ہے

لہ اول تو ترکی کے تمام سرکشین (چرکس) ورنہ کم از کم وہ لوگ جنکو دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا - بلگیریا اور مشرقی رومیلیا کے پرانے آباد کار تھے - مینے کوئی ایسا چرکس دیکھا جو کاکس (کوہ قاف) سے تازہ آیا ہوا ہو جنگ کریمیا کے دوران مین اور اسکے بعد روسی علاقہ سے بیشمار چرکس اپنا گھر بار چھوڑ کر ترکی مین چلے آئے تھے ۱۸۵۵ء مین روس کے ماتحت ۵ لاکھ چرکس رعایا تھی - جو سب کے سب عیسائی مذہب تھے ۱۸۶۴ء مین اسکے پاس صرف ایک لاکھ ۴۰ ہزار رہگئے تھے قبیلہ ترکی کو ہجرت کر آیا تھا اور مسلمان ہو گیا تھا یہ مین رحمدل و عیسائی مذہب روسی حکومت کے نتائج - غالبًا یہ چرکس ہی یورپ مین اخبارات کے اس فرضی اور سن گھڑت لفظ باشی بزوق کے اہل تھے جسکو مینے ترکی مین کسی فرد بشر کی زبان سے نہین سنا - مگران یورپ کے اخبار نویسونے انکو شیطان کا نمونہ ظاہر کر رکھا تھا (مصنف) اور اب تک باشی بزوقون کے فرضی مکالمہ سے کالمون کے کالم سیاہ کر رہے ہین مترجم

اب وہ ویڈن جاکر ختم ہوگی ۔ ہمنے اس کی اس نوازش کا شکریہ ادا کیا ۔ ردیف فوج کے بیس سپاہی اور انکا کارپورل جو ہم سے چند روز پہلے سالونیکی سے پیدل آئے تھے میرے دستہ میں اضافہ کردیئے گئے ۔ جنسے میرے ماتحت دو سو سپاہی چار نن کمیشنڈ افسر اور دو لفٹنٹ ہوگئے ۔ اس جمعیت سے میرے پاس ایک "مارچ کمپنی" یعنے عارضی کمپنی ہوگئی ۔

بیلووا میں ہر ایک ضروری چیز کا کافی گودام موجود تھا ۔ مگر انکے رکھنے کے لئے مکان ناقص اور ناکافی تھے ۔ اس ضلع کے باشندوں کی بڑی خوراک بھیڑ کے دودھ کا پنیر ہے جسے وہ کاش قوال کہتے ہیں اسکی بو عرصہ کی مری ہوئی بلی کی لاش کی بو کے مشابہ ہوتی ہے اور اسکا ذائقہ موم بتی ایسا ۔ بیلووا کے متصل جنگلات کے باشندوں کا بڑا کام اور پیشہ قزاقی ہے اور اس سے اتر کر قاش قوال بنانا ۔ یہ پنیر کوہستان کے دامنوں کے بعض مہمان نواز گڈریئے سپاہیوں میں اکثر تقسیم کیا کرتے تھے ۔

سٹیشن ماسٹر کی اجازت سے ہمنے اتنے بڑے شیڈ پر جس میں میرے کل سپاہی با آرام رہسکیں اور ایک نسبتاً چھوٹی عمارت پر جو گاڑیوں اور گودام کے لئے تھے تصرف کرلیا نئے سامان کیلئے جسکا انتظار تھا ریلوے کاریگروں نے کئی نئے شیڈ بنانے شروع کردیئے ہوئے تھے ۔ ہم تینوں لفٹنٹوں نے قصبہ سم چنیا کے ایک خالی مکان میں جو سٹیشن سے جنوب مغرب کی طرف نصف میل کے فاصلہ پر تھا بسیرا کیا ۔ یہ مکان ایک بلغاری کا تھا جسنے پچھلے سال (۱۸۷۶ء) موضع کے مسلمان پر سپہیانہ (یعنے وحشیانہ) حملہ کرکے قرب و جوار کے عیسائیوں میں خاص امتیاز حاصل کرلیا تھا اور پھر تھوڑے عرصہ بعد تنگ آئے ہوئے مسلمانوں نے اسے اور اسکی بیوی اور کنبہ کو ذبح کر ڈالا تھا ۔

سم چنیا کے متواضع باشندوں نے ہمکو چارپائیاں ۔ بستر اور ضروری سامان عاریتاً دیدیا ۔ اور ہمنے مکان مذکور کے کمروں کو خاصہ آرام دہ اور مکلف بنالیا ۔ سارا دن انہی انتظاموں میں خرچ ہوا ۔ رات کے کھانے میں سپاہیوں کو بسکٹ اور فی کس پاؤ بھر دودھ دیا گیا ۔ جو سم چنیا سے خرید کیا گیا تھا سٹیشن کے قریب قدرتی چشمے بکثرت موجود تھے ۔ جنکا پانی بہت اچھا تھا ۔ ہمنے رات کے نو بجے سارجنٹ سیفی اور بارہ دیگر سپاہیوں کو ٹرین کے پہونچنے پر اسباب اتارنے میں مدد دینے کے لئے علیحدہ کرکے باقی سپاہیوں کو سونیکا حکم دیدیا ۔ ٹرین پر صرف ایک دستہ آیا ۔ اس میں ایک لفٹنٹ کے ماتحت پچاس سپاہی تھے ۔ مگر سامان اور گودام بہت تھا جو سٹیشن میں اسکے قریب کے مکان میں رکھوا دیا گیا ۔ نوارد سپاہی ایک شیڈ میں اور لفٹنٹ ہمارے مکان میں آیا گاؤنکے ایک شیخ نے ہم چاروں افسروں کیلئے قہوہ ۔ تمباکو پینے کے پائپ اور تمباکو بھیجا ۔ ادھر حکیلئے ایک

ا؎ سکریچ یا مارچ کمپنی یا بٹالین ایسی کمپنی یا پلٹن کو کہتے ہیں جو تھوڑی مدت کیلئے دفع الوقتی کیواسطے مختلف قسم کے سپاہیوں سے تیار کیجائے (مترجم)

خوبصورت بلغاری دعیسائی، لڑکی کو روپیہ پیسہ کی نسبت زیادہ تر بوسون کی رشوت دیکر بناؤ سنگار تیار کر لیا مگر یہ اس کی زبان سے اور وہ اسکی زبان سے ناواقف تھی۔ انہون نے فوراً بات چیت کیلئے حسب مطلب رمز و کنایہ اور ہاتھون کے اشارے وضع کر لئے جنکو دیکھکر مردہ بھی مسکرا پڑتا۔

دوسرے دن ۱۳ مارچ، کمپ مین محمد حسین بک نام ایک کرنیل نے مجھکو سفر کی تیاریون کے متعلق مفصل ہدایات دین جو سفر کئی ہفتون مین طے ہو سکے وہ بچون کا کھیل نہین ہوتا اور اسکے لئے باقاعدہ اور مکمل تیاریان کرنا نہایت ضروری ہے۔ سب سے اول پرتو پاشا کے سٹاف کے ایک سرجن نے چند سول ڈاکٹرون کے ساتھ ملکر جو فلپ پولی سے آئے ہوئے تھے سپاہیون کا طبی[۱] معاینہ کیا۔ سالونیکا کے ردیفی سپاہیون مین سے چالیس کے پاؤن مین آبلے اور ورم پایا گیا۔ اسپر انکو پیچھے رہنے کا حکم دیا گیا۔ یہ امر ان کو سخت ناگوار گذرا مین نے انکے لئے ہلکے کام تجویز کر دیئے۔ چربی کا مرہم تیار کیا اور ان کیلئے باشندگان قصبہ سے سلیپر د نرم چمڑے کی جوتیان، مستعار لین کہ بوٹ کی جگہ انکو پہنین۔ ان تدابیر سے دو سپاہی صحتیاب ہو گئے۔ اور وہ آخر کوچ مین ہمارے ساتھ شریک ہو گئے۔ باقی دوران پچاس سپاہیون اور دو کاپورلون کے ساتھ رہے جو کل کمپ مین کسی نہ کسی بیماری سے کسیقدر مریض تھے۔ یہ کل ایک لفٹنٹ کی ماتحت ہو گئے اور انکا نام کمزورون کی کمپنی،، رکھا گیا۔ انکے ذمہ یہ کام سپرد کیا گیا کہ فوجکی روانگی کے بعد خالی کمپ مین رہین اور ریل والون کو اس سامان کے اتارنے مین جسکا انتظار تھا مدد دین۔

دوم مین نے سیمور۔ ابراہیم اور سارجنٹ سیفی کی امداد سے سپاہیون کے بوٹون اور جرابون کا معاینہ کیا مجھے بوٹونکے حسن و قبح کا کوئی علم نہ تھا صرف یہی جانتا تھا کہ وہ کسطرح پہنے جاتے ہین۔ مگر فیثاغورثی کتابی تعلیم و تربیت کی نسبت ضرورت بہتر اتالیق ہے۔ اکثر سپاہیون کو حال ہی مین وردی اور پوشاک ملی تھی، اس لئے مجھے صرف بارہ بوٹ ردی کرنے پڑے۔ انکی جگہ سپاہیون کو گودام سے نئے بوٹ مل گئے۔ جن کی کثیر مقدار فلپ پولی سے تھوڑا ہی عرصہ پیشتر کمپ مین موصول ہو چکی تھی۔ بوٹ بالعموم عمدہ قسم کے نہ تھے۔

سوم، سب سے گران کوٹون کا ملاحظہ کیا گیا۔ اس معاملہ مین مجھے سالونیکی کے ردیفی سپاہیون سے سخت شناکی ہونا پڑا۔ انہون نے کوچ مین انکو بری طرح استعمال کر کے تھوڑے ہی عرصہ مین نکما کر دیا تھا۔ مین نے انکو نئے کوٹ دلا دیئے۔ ان کو دراصل صوفیا کو جانا تھا۔ مگر ہدایات کا مدعا غلط سمجھکر پلیونا آ گئے تھے

[۱] ترکی سپاہیونکی نیک چلنی اور خوش اطواری کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ پلیونا کی کل فوج مین ایک سپاہی بھی سوزاک یا مجھون قسم مرض سے بیمار نہ تھا۔ یہ امر مجھے فلپ پولی کے ڈاکٹرون مین سے ایک کی زبانی معلوم ہوا تھا۔ مصنف

چہارم ہر ایک سپاہی کو دو جوڑے اونی جرابون کے - ایک بڑا سوتی رومال - ایک تولیا - اور ایک بنز
سر گردن پوش دیا گیا - کیونکہ راتین ابھی خنک تھین اور بلقان و رہوڈوپ کی چوٹیون پر ہنوز برف موجود تھی
یہ تیاریان کئی دن مین ختم ہوئین - انکے علاوہ معمولی کام حسب معمول ہوتے رہے - ہم گوداموں کی محافظت
بدستر یون کو چھوڑ کر ہر صبح گاڑیان لیکر کیمپ مین جاتے - وہان سے ایک دن کا راشن لیکر واپس آتے -
اور خود کھانا پکوا کر کھاتے - دن مین دو دفعہ مریزا کی ایک شاخ مین منہ ہاتھ دہوتے - کبھی کبھی خود مریزا
مین جاکر جو ایک میل کے فاصلہ پر تھا غسل کرتے - کپڑون کو باری باری دہوتے اور رات کیوقت ہم مین سے
ایک جماعت ٹرین سے اسباب اُتارنے مین مدد دیتی - گودام اور فوجین ہر روز چلی آرہی تھین - فوج کی
تفصیل یہ تھی - فوج پیدل - سبک توپون کی ایک اپنی باتری - ایک معمولی باتری - باقاعدہ سوارونکا
ایک سکوئیڈرن اور کاریگرون (صناع و انجنیرون) کا ایک دستہ - سپیشل ٹرینون پر کئی سو بارکش گھوڑے
آئے - جنکو بند ہوانا اور بحفاظت رکھوانا تکلیف دہ کام تھا - لوکل سپیشل ٹرینون پر تاتار بازارجک سے
گوشت غلہ ترکاریان اور چارہ آتا رہا - چھکڑون اور گاڑیون پر بھی ملحقہ دیہات سے ہر ساعت چلا آتا رہا
سب سے بڑی تکلیف بھیڑون کے ریوڑ اور بیلون کے گلّون سے ہوتی تھی - جو ہماری خوراک کیلئے آتے تھے - انکا
سنبھالنا بہت مشکل تھا - اور اُن سے بڑی کھلبلی پڑتی تھی - ہلکی گاڑیان کھیتون اور دیہاتون سے لیجاتی تھین - اور
جتنا اُن سے کام لیا جاتا تھا مالکون کو اسکی تحریری سند دیجاتی - گھوڑون کی نعلون کے صندوق اڈریانوپل سے اور
قسطنطنیہ سے چھوٹے اسلحہ (رائفل و پستول وغیرہ) کے بکس اور نیز دو آہنی صندوق خزانہ کے ایک افسر اور
دو سپاہیون کی حفاظت مین آئے - خزانہ کے پہونچنے پر توپاشا کے یاور نے پہلے تین پونڈونکی خرچ کا حساب
لیکر مجھے ۵ پونڈ اور دیئے - گولی بارود کا سامان بڑے تکلیف دہ تھے - انکو خاص احتیاط سے ذخیرہ مین رکھنا پڑتا
تھا اور مزید سنتری اُنکی حفاظت پر لگانے پڑتے تھے - ادویات اور مرکبات فلیپ پولی سے آئے - برگوس
سے ایک سول ڈاکٹر نے ہم مین سے ہر ایک کو ایک ایک گولی دوا کی کھانے کو دی جس سے تندرست بیمار اور بیمار قریب المرگ
ہو گئے - اسپر ہمنے اپنی تجویز سے دوائین بنانی شروع کین اور بتدریج سپاہیونکو میرے علاج پر اعتبار ہو گیا - ادویات
مین جرمن ریلوے انجنیر کے ذاتی گودام سے لیتا تھا اور نسخے ایک چھوٹی سی کتاب سے جو اُنہون نے مجھے دی تھی بناتا تھا
مصروفیت اسقدر تھی کہ مجھے گھر خط لکھنے کی بھی فرصت نہ ملتی - مینے آخری خط امتحان سے بعد مکتب حربیہ سے
لکھا تھا - بریگیڈیر مجھے دن رات ہر وقت احکام یاد داشتین اور طلبی کے پروانے بھیجتا رہا - چنانچہ ایکدن
مجھے چھ دفعہ کیمپ آنا جانا پڑا - مگر مجھے یہ بڑی خوشی تھی کہ وہ اور دیگر افسر میرے کام سے جو مین سٹیشن پر
کررہا تھا نہایت خوش تھے - اور گو مجھے بریگیڈیر کیطرف سے کوئی خاص عہدہ نہین دیا گیا تھا - تاہم مین سٹیشن

کے کمپ کا ایک طرح سے نیم سرکاری طور پر کمانڈر سمجھا جاتا تھا۔

تھوڑے ہی دنون مین ہمارا یہ کمپ اپنے سرتاپا بھر گیا اور آدمیونکی کثرت سے آسایش نہ رہگئی۔ سپاہی ویٹنگ روم دفتر۔ گاڑیون اور سگنلر کی جھونپڑی مین اور پلیٹ فارم پر سوتے۔ الغرض سٹیشن کی کوئی جگہ نہ تھی جو استعمال مین نہ لائی گئی۔ اور خود ہمارے مکان مین ہم سے علاوہ بارہ اور افسر مقیم تھے۔ بلغاری لڑکی کو بھی بہت کام دینا پڑتا تھا۔ اور اگر بوسے اور تعریفی کلمات روپیہ کا کام دیسکتے ہون تو بیشک اُسے اپنی خدمات کا پورا معاوضہ ملتا رہتا تھا۔ بہرحال روانگی کیوقت مینے چندہ کرکے اس کے لیے ایک پونڈ جمع کرلیا اور اسکو دیدیا۔

جہان تک میری یادداشت کام کرسکتی ہے اور متفرق یادداشتین مدد دیسکتی ہین میرے خیال مین ۳ اپریل کی دوپہر کو مجھے حکم ملا کہ دوسرے دن کوچ شروع ہوگا۔ اور وہ سارا دن ہم رات تک چھکڑون مین گودام اور اسباب بھرتے رہے۔

فوجکی تعداد حسب ذیل تھی:۔ تین ہزار فوج پیدل۔ وزنی توپون کی دو باتریان (جنہون نے صرف صوفیا تک جانا تھا) ایک معمولی اور ایک ہلکی اسپی باتری جنکے ساتھ توپون کے گولہ بارود کی بارہ گاڑیان تھین۔ ایک سالہ باقاعدہ سوارونکا اور پچاس چرکس بیقاعدہ سوار فوجکے ساتھ پانسو ہلکی گاڑیان جنکے آگے زیادہ تر بیل جُتے ہوئے تھے۔ ایک سو ٹٹو اور چارسو بارکش گھوڑے تھے۔ ان مین سے دو سو پر گولی بارود اور باقیماندہ پر اشیاء خوردنی بار تھین۔ میری کمپنی کیساتھ بسکٹون وغیرہ کیلئے چار بارکش گھوڑے۔ اور کھانا پکانے کے برتنون۔ افسرونکے اسباب۔ زاید کمبلون اور زمین کھودنے کے اوزارون کے لیئے ایک گاڑی تھی۔ ہمارے پاس کوئی خیمہ نہ تھے۔

انفنٹری (پیدل فوج) دو مارچ (عارضی) رجمنٹون مین منقسم تھی۔ ہر ایک رجمنٹ مین تین یا پانچ پلٹنین اور ہر پلٹن مین تین سے پانچ تک ارتج کمپنیان تھین۔ کمپنیون کی جمعیت مختلف تھی۔ کسی مین پچاس کسی مین دو سو اور کسی مین انکی تعداد کے درمیان سپاہی تھے۔ اکثر کمپنیان لفٹنٹونکے زیر کمان تھین یہ ترکیب عارضی تھی۔ اور وِیڈِن مین جاکر توڑدی گئی۔ پرتو پاشا[1] اس کالم کے کمانڈر تھے۔

۴ اپریل کو علی الصبح کوچ شروع ہوگیا۔ موسم خوشگوار اور مطلع نہایت صاف تھا۔ باوجودیکہ کوچ ایسی سویرے شروع ہوا۔ سم چینیا اور ربلیوا کی تمام ترکی آبادی اور صغیر و کبیر ہمکو خداحافظ و ناصر کہنے کے لئے کمپ مین جمع ہوگئے تھے۔ سب سے آگے کیولری (سوار) تھے ان سے بعد انفنٹری کی ایک رجمنٹ

[1] اس افسر کا نام مجھے ٹھیک یاد نہین۔ آنا خیال پڑتا ہے کہ وہ فرانسیسی لفظ "رپاروت" کے ہم آواز تھا۔ یمونے اسکا نام پیرٹ (طوطا) پاشا رکھا ہوا تھا۔ وہ بہت جلد جلد باتین کرتا تھا۔ مصنف۔

پھر آرٹلری (توپخانہ) اور اس کے گولہ بارود کی گاڑیاں اور سب کے آخر انفنٹری کی دوسری رجمنٹ تھی
گھوڑوں اور مویشی ہانکنے والے دُورانی، ترکی دہقان تھے جو عیسائی ہانکنے والوں کے برخلاف بے زبان جانوروں سے
نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ درانیوں میں سے دو کی نسبت مشہور تھا کہ وہ رہوڈوپ کے مشہور ڈاکو ہیں
انکے چہرے سے بھی ایسا ہی پایا جاتا تھا۔ مگر بظاہر انہوں نے بڑی مسکینوں ایسی وضع بنائی ہوئی تھی جو کالم
کا مقدمۃ الجیش یا ہراول تھے۔ رہبری راستہ کو صاف کرنا اور کھانا پکانے اور قیام کرنیکو مقام تجویز کرنا انکے
سپرد تھا۔ اس سفر کی منزلوں کے تفصیلی حالات نہ تو مجھے یاد ہیں اور نہ انکے متعلق کوئی یادداشت بچی
بیلووا سے صوفیا سڑک کے راستہ ۶۵ میل اور بخط مستقیم ۵۰ میل ہے ہم نے یہ مسافت چھ دنوں میں طے کی یعنی بالاوسط
۱۱ میل روز سفر کیا جو چنداں محنت طلب کام نہیں۔ مگر اسکے ساتھ ہی ان امور کا خیال کر لینا بھی ضروری ہے کہ ہمکو
کوہستانی علاقہ میں سے گزرنا پڑا تھا۔ ٹرکی کی سڑکیں دنیا کو معلوم ہے کہ نہایت خراب ہیں۔ ہمارے بیلووا سے چلنے
کے دن تک برابر بارش ہوتی رہی تھی۔ اور کہ ہمارے ساتھ توپخانہ چھکڑے اور مویشی بھی تھے۔ بعض اوقات
راستہ کے نشیب و فراز اور ناہمواری کیوجہ سے ہم فی گھنٹہ ایک میل سے زیادہ طے نہیں کر سکتے تھے اس سڑک
پر نبیا اور سماکوو مشہور مقام ہیں دونوں کی آبادی پانچ پانچ ہزار سے کم ہے کیونکہ اس ضلع کی آبادی
بہت تھوڑی ہے پیدل فوج سماکوو میں سے نہ گزری۔ وہ اس سے ورے سڑک کو چھوڑ کر ایک پگڈنڈی کے
راستہ پھر سڑک پر جا چڑھی۔ کل علاقہ اور بالخصوص پہلی منزل کی سینری نہایت دلکش ہے اس منزل میں
سڑک سلسلہ کوہ رہوڈوپ کے شاندار جنگلات کے کنارہ کنارہ اور کہیں کہیں اُنکے بیچ میں سے گزرتی ہے
موسم صاف تھا مگر رات کو سردی ہوتی تھی۔ کل سفر میں بارش کوئی نہ ہوئی۔ ہم رات کو الاؤ روشن کر کے
جنکو گاڑیوں کے محافظ سنتری ساری رات جلتا رکھتے تھے کھلے میدان میں کمبلوں اور گرم کوٹوں میں لپٹ
کر ایک دوسرے کے ساتھ گٹھڑے ہوئے سوتے تھے۔ نیچے ہمارے سرہانے ہوتے تھے تاروں بھرا آسمان ہماری
چھت ہوتا اور اس حیثیت میں ہم تھکے ماندوں جوانوں اور صاف دل بےفکروں کی ایسی نیند سوتے
یعنی ہم سب اور ہم میں سے ہر ایک نہایت میٹھی نیند سوتا۔

۱ مسٹر ہربرٹ نے جو دقتیں بالخصوص اوّل و آخر بیان کی ہیں انکو معمولی نہ سمجھنا چاہیئے۔ انکی اہمیت ناظرین کو اس سے
معلوم ہو جائیگی کہ پہاڑی راستہ کی دشواری اور بارکش مویشی کی سُست رفتاری کیوجہ سے دسمبر ۱۸۹۷ء کے محاذ
تیراہ میں جنرل لوکھارٹ صاحب کی فوج تیراہ کے مقام باغ سے وتوئی کے راستہ وادی بازار اور جمرود کو واپس آتے
وقت پہلی منزل کو جو صرف ۴½ میل ہی تھی بمشکل تمام ۷۵ گھنٹوں میں طے کر سکی تھی۔ اسی طرح محاربہ ٹرانسوال میں جنرل
بلر کے فلپ نے شوپلی سے توگیلا تک ۲۰ میل کا فاصلہ جنوری ۱۹۰۰ء کے تیسرے ہفتہ میں چھ دنوں میں طے کیا۔ مترجم

میرے سپاہیون مین تین یا چار کے پاؤن زخمی ہو گئے - جنکو گاڑیون پر سوار کرا دیا گیا - مگر ایک ایسا کمزور
ہو گیا کہ اُسے مقام بنیا مین پیچھے چھوڑنا پڑا - تجربہ سے معلوم ہو گیا کہ جہان سڑک نم اور مرطوب ہو وہان پر برہنہ
پاؤن چلنے اور رات کو اور نیز کوچ سے پہلے پاؤن پر بھیڑ کی کچی چربی ملنے سے وہ زخمی ہونے سے محفوظ رہتے
ہین - ایسی ایسی ترکیبین ہمکو سارجنٹ سیفی بتاتا رہتا تھا - مین اس امر کا بہت خیال رکھتا تھا کہ اول
تو جتنی دفعہ نالے ہمارے راستہ مین آئین ورنہ کم از کم دو دفعہ تو ضرور میرے سپاہی پاؤن کو دھو لیا کرین
ہر کمپنی کے افسر کو اپنی ماتحت فوج کے متعلق تقریبًا پوری آزادی تھی کہ انکی آسایش کیلئے جو انتظام مناسب
سمجھے کرے - ویڈن پہونچنے پر کالم کی کل کمپنیون مین میری کمپنی مین کم بیمار پائے گئے - میرے دستہ مین بیمارون
اور زخمی پاؤن والونکی اوسط چار فیصدی تھی - حالانکہ بعض مین وہ دس فیصدی تک پہونچی ہوئی تھی - اس سے
مین یہ فخریہ کہنے کا مستحق ہون کہ مینے اپنے ماتحتون کی آسایش کا اچھا خیال رکھا - کالم کو کوچ کیوقت اسقدر لمبا
رکھا جاتا تھا کہ ہر موقعہ پر بالادست افسرون سے ہدایت حاصل کرنا ناممکن ہوتا تھا - اسلیئے جو وقت پیش آتے
اسکا اکثر مجھے خود ہی فیصلہ کر کے اپنی رائے کے مطابق عمل درآمد کرنا پڑتا تھا - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قسطنطنیہ
سے تو مین محض ایک لڑکا روانہ ہوا تھا - مگر ویڈن مین پورا تجربہ کار مرد بنکر داخل ہوا - جسکو اپنی رائے اور قوت
فیصلہ پر پورا بھروسا اور اعتماد تھا - ہر موقعہ پر یہ نہ جتانا کہ سارجنٹ سیفی سے مجھے نہایت قیمتی مدد ملتی رہی اور
اور وہ مجھے مفید صلاح و مشورہ دیتا رہا - سخت ناشکری ہوگی لفٹننٹ سیمو و ابراہیم اور سالونیکی کو ردیف دستہ
کے کارپورل سے بھی مین اکثر مشورہ کرتا جس سے مجھے مدد ملتی رہی - کالم شروع سے لیکر آخر تک ۵ میل لمبا ہوتا
تھا - فلیپ پولی کے ڈاکٹر بیلو وہان سے واپس چلے گئے تھے - اور فوج مین صرف فوجی سرجن اکیلا رہگیا تھا - کالم
جب کوچ پر ہوتا تو وہ زین سوار اسکے آگے پیچھے سپاہیون کو دیکھنے کیلئے گشت کرتا تھا - قابلیت اُس بیچارے
کی محدود سی تھی جس کمی کو وہ مستعدی اور سچی ہمدردی سے بہت کچھ پورا کر دیتا تھا - چونکہ ضرورت کیوقت وہ
فورًا موجود نہین ہو سکتا تھا - اسلیئے مجھے بالعموم اپنی کمپنی کے طبی مشیر کا کام بھی دینا پڑتا تھا - مین یہ ہرگز
نہین ہونے دیتا تھا کہ جو سپاہی تھک جائے اُسے پیچھے چھوڑ دون کہ ذرا سستا کر یا آہستہ آہستہ چلکر
مقام پر آملے - جونہی کسی سپاہی مین تکان کی علامت نمودار ہوتی تو اس سے اسکی رائفل اور گٹھڑی لے
لیجاتی - اور اسکی پیٹی کھلوا دیجاتی - اگر اس سے بھی اسکی طبیعت بحال نہ ہوتی تو اُسے ایک دو گھنٹو کیلئے گاڑی
پر بٹھلا دیا جاتا جس سے ہمکو تو بسے اسکی تمام کسل و ماندگی دور ہو جاتی - بسا اوقات مین درماندہ سپاہی
کو برانڈی کے ایک دو قطرے پانی مین پلا دیتا - جسکی کچھ مقدار سیفی - سیمو اور رینے بنیار کے ایک یہودی سے
نہایت مہنگے دامون پر خرید کی تھی - مین سپاہی کو یہ نہین بتاتا تھا کہ یہ برانڈی ہے بلکہ یہ کہدیا کرتا تھا کہ

مین اپنے وطن مین حکیم تھا۔ اور زیادہ تر اسی دوائی سے کام لیتا تھا۔

ہمکو دن مین تین دفعہ کھانا ملتا تھا۔ ناشتہ مین قہوہ اور بسکٹ ڈنر دوپہر کے کھانے مین گرم گوشت۔ سپر (رات کے کھانے) مین سرد گوشت اور بسکٹ جب کبھی ہم کسی قصبہ یا گاؤن سے گذرتے تو دودھ روٹی یا ایسی دیگر اشیاء خوردنی جو وہان کے باشندونکے پاس فروخت کے لیئے موجود ہوتین۔ خرید لیتے۔ سا اب مجھے ہر چیز کیلئے نقد قیمت دینی پڑتی تھی۔ کیونکہ میری رسیدون پر جو بمنزلہ ہنڈی یا رقعہ کی ہوتی تھین، انکے عثمانیہ گورنمنٹ پر ہونیکی وجہ سے اعتبار نہین کیا جاتا تھا۔ صوفیا پہونچنے تک پانچ پونڈ خرچ ہوگئے اور وہان پہنچنے پر تو پاشا کے ایجوٹنٹ نے اور پانچ پونڈ لے لیئے۔ یہودی ہر جگہ اپنی اجناس بڑی خوشی سے ہمارے پاس فروخت کرتے تھے۔ مگر بلا مبالغہ جس یہودی سے ہم نے کوئی چیز خریدی اُسنے ہمارے لوٹنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ترک باشندے روٹی اور تمباکو ہمکو مفت دیتے رہے مگر جون جون ہم شمال مین بڑھتے گئے۔ عیسائیون کی آبادی زیادہ ہوتی گئی۔ جن سے غضب آلود نگاہون اور لعنتون کے ماسوا (جو ضرور وہ ہمکو دلمین دیتے ہونگے) اور کچھ حاصل نہین ہوسکتا تھا۔ وہ اسوقت اپنے اصلی رنگ مین بھی تھے۔ یا اُنکے منھ سے ہوئے پائے جاتے یا پچھلے سال کی کرتوتون کے کیفر کردار سے ڈر کر نہایت خوشامدانہ اور ذلیل کمینہ پن کے انداز مین تعصب اور قومی کدورت و نفرت زورون پر تھی۔ اب یہ کیفیت نہین رہی۔ پرنس الگزنڈر نے ملک بلغیریا مین صلح کل ہمدرد رعایا اور مستقل مزاج و ثابت قدم حکومت قایم کردی تھی اور اُسکا جانشین پرنس فرڈیننڈ بھی اسکے قدم بقدم چل رہا ہے۔ متفقہ بلگیریا کے اشد ترین اور جانی دشمن ترک نہین بلکہ روسی تھے۔ جو ۱۸۸۵ء مین صوبہ مشرقی رومیلیا کے بلگیریا کیساتھ شامل ہوجانے اور دونون متفقہ صوبون کے فرمانروا پرنس الگزنڈر کے روسی اقتدار اور غلامی سے باہر نکل جانے پر کپڑون سے باہر اور بلگیریا کے جانی دشمن ہوگئے تھے) اور خوشی کا مقام ہے کہ انکی حکومت (جو جنگ روم و روس کے بعد بلگیریا پر چند برس تک قایم رہی تھی) ختم ہوگئی ہے۔

سڑکین بالعموم ناقص۔ بسا اوقات نہایت ہی خراب اور اکثر جگہ ایسی تنگ تھین کہ دو گاڑیان ایک دوسرے کے پاس سے نہین گذر سکتی تھین۔ بعض بعض جگہ تھوڑے تھوڑے ٹکڑے نہایت ہی عمدہ اور فراخ آجاتے جنکو مدحت پاشا نے تیار کرایا تھا۔ جب ایسے مقام آجاتے تو فوج ایک آدھ میل ایسے آرام سے راستہ طے کرتی کہ گویا وہ انگلستان کے کسی زرخیز صوبہ کی سڑک پر گذر رہی ہے۔ مگر وہ ٹکڑے جلد ختم ہوجاتے اور فوجکو سلطنت عثمانیہ کی کاہلی اور افلاس کے نتایج کے نمونون سے پھر سابقہ پڑجاتا۔ بھاری توپون کے راستہ مین بہت تکلیف

لہ مسٹر ہربرٹ نے بے اعتباری کی کوئی وجہ نہین بتائی میرے خیال مین چونکہ اب فوج ایسے علاقہ مین سے گذر رہی تھی جہانکی آبادی زیادہ تر مسیحی المذہب اور بلغاری قوم مین سے تھی۔ جو محسن کش نمک حرام جماعت کل سابقہ عنایات کو فراموش کرکے ترکون کی جانی دشمن ہورہی تھی۔ اس لیئے وہ کب ترکی فوجکو اور دم کو کوئی چیز دینی گوارا کرسکتی تھی۔ ۔۲ مدحت پاشا ۱۶ دسمبر ۱۸۷۶ء کو وزیر اعظم ہوگیا تھا۔ مین ابھی قسطنطنیہ ہی تھا کہ ۵ فروری ۱۸۷۷ء کو مفروضہ نمک حرامی و غداری کے جرم مین اسکے قتل کا حکم صادر ہوا۔ بعد مین اسکا قصور معاف کرکے اسے جلاوطن کردیا گیا اور وہ انگلستان کو چلا گیا دیکھو صفحہ ۹۵

پہنچی اور اکثر جگہ جہاں کہ اکیلے گھوڑے انکو نہ کھینچ سکتے تھے۔ ہمکو بھی توپون اور انکی بارودی گاڑیونکے دھکیلنے مین ہاتھ بٹانا پڑتا تھا۔ بعد ازان مینے بلقان مین کئی دفعہ سو سو آدمیون کو ایک ایک توپ کھینچتے ہوئے دیکھا۔

ہم افسرون کو نہ اسوقت اور نہ بعد ہی مین کل محاربہ کے دوران مین کوئی نقشے نہیں دیئے گئے۔ میری طرح بعض کے پاس اپنے نقشے موجود تھے جو بالعموم آسٹریا یا جرمنی کے بنے ہوئے تھے۔ مین نے ترکی مین کوئی نقشہ نہ دیکھا۔ غالباً اس بان مین کوئی نقشہ موجود ہی نہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ تمام کمانڈرون اور افسران سٹاف کو ممالک غیر کے بنے ہوئے نقشے بہم پہونچا دیئے گئے تھے۔

سپاہیون کے حوصلے بڑھے ہوئے اور انکی طبیعتین ہشاش بشاش تھین۔ فوجی نظام وضابطہ عمدہ تھا بیلو وا سے لیکر ویڈن تک کل سفر مین مجھے دس یا بارہ دفعہ سے زیادہ زبانی فہمایش نہ کرنی پڑی اعلےٰ افسرون کے پاس باضابطہ شکایت کرنیکی ایک دفعہ بھی ضرورت نہ پڑی۔ کوئی سپاہی جھوٹ موٹ کا بیمار یا تھکا ماندہ نہ بنا۔ اور کل فوج مین ایک شخص بھی لوٹ مار کا مرتکب ہوا نہ کسی رعیت کو ذرا بھر اذیت پہنچائی گئی ترکی سپاہی جب کوچ پر ہون تو جرمنیونکی طرح گیت گاتے نہیں چلتے۔ ہمارے ساتھ کوئی بینڈ (موسیقی نوازن دستہ) بھی نہ تھا جسکا مجھے بہت افسوس ہوا۔ باجے کی خوش الحان سرون سے تھکے ماندے سپاہیون کی کوفت بالکل دور ہو جاتی ہے۔ بینڈ تو بجائے خود رہا کوئی طبل بھی ہمارے ساتھ نہ تھا۔ صرف ایک بگلچی تھا جسے بگل بجانا مطلقاً نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ راہ چلتے جیک نے گانا شروع کر دیا۔ مگر مینے فوراً اس خوف سے کہ عثمانیہ صفون مین کھلبلی نہ پڑ جائے گانے سے باز آجانیکی اس سے التماس کی اس کے راگ کا کل دستہ پر عجب اثر پڑا۔ قوی دل سپاہی متاثر ہو کر ایک دوسرے کیطرف وارفتگی کی نگاہ سے تکنے لگ گئے اور انکا تنفس بھاری ہو گیا۔ ذکی الحس سپاہی کانپنے لگ گئے اور کل کالم پر ایک سناٹا سا چھا گیا۔ سارجنٹ سیفی نے جیک سے راگ جاری رکھنے کی بمنت درخواست کی۔ اسپر راگ کا بیحد اثر ہوا تھا اور اسکی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ جیک نے راگ جاری رکھا۔ اس کھلے میدان کے ترانہ کا اثر اب تک میرے دل پر نقش ہے مینے اسے حیرت و ادب سے ملے ہوئے جذبات سے سننا شروع کیا پہلے تو مجھے خیال ہوا کہ جیک وہ گیت گا رہا ہے جس کا پہلا مصرعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) گورنمنٹ انگلشیہ نے اسکی سلطان کے پاس بہت سفارش کی جسپر وہ واپس بلا لیا گیا۔ اور کئی اعلےٰ عہدون پر مامور رہا۔ مگر ۱۸۸۱ء مین سلطان عبدالعزیز کے قتل مین شریک ہونیکے فرضی جرم مین اسکے قتل کا حکم دیا گیا مگر سزائے موتکا حکم عرب کے جلاوطن کر دئے جانے کے حکم سے بدلا گیا۔ جہان وہ فاقہ وافلاس سے لاچار ہو کر ۱۸۸۴ء مین فوت ہو گیا۔ امتداد زمانہ نے اسکی بے لوثی اور حب الوطنی کو ثابت کر دیا ہے۔ اور اب اسے بابعالی کے نہایت ہی قابل اور متدین ملازمون کے زمرہ مین شمار کیا جاتا ہے مدحت توسیع تحریک کا بڑا اشایق اور خواہان تھا۔ مگر قدم قدم پر اسکے راستہ مین مشکلات ڈالی جاتی رہین مدحت اور محمود پاشا کا انجام یکسان ہوا۔ مگر ایک سچا محب الوطن دوسرا کاذب اور غدار تھا۔ مصنف

"چمک چمک ری چھوٹے ستارے" ہے پہر خیال کیا کہ یہ وہ گیت ہو کہ جس مین عاشق دریا کے راہین کے کنارہ اپنے معشوق کے انتظار مین کھڑا ہوا ہے۔ مگر جب مینے الفاظ کو اچھی طرح سُنا تو مجھے فوراً حقیقت معلوم ہو گئی کہ کل فوج پر اسکا ایسا عجیب فوری اثر کیون پڑا ہے۔ وہ گیت "وطن پیارے وطن"[۱] کی یاد مین تھا جیک (خدا اسپر رحمت کرے) کئی کام بہت اچھی طرح کر سکتا تھا مگر گانا نہین جانتا تھا۔ اس کے راگ کا اثر اسکی قابلیت اور مہارت سے نہین بلکہ راگ کے مضمون سے ہوا تھا۔

۹ اپریل کی شام کے قریب صوفیا ہمین نظر آنے لگا وہ نہایت ہی زرخیز میدان کے وسط مین خوبصورت موقع پر آباد ہے۔ اس میدان مین بیشمار دیہات آباد ہین۔ وہ چارون طرف سے مہیب سلسلہ ہائے کوہ سے گھرا ہوا ہے۔ اسوقت صوفیا خود مختار با جگذار متفقہ ریاست بلگیریا کا دار الخلافہ ہے۔ جب وہ ترکی صوبہ بلگیریا کا صدر مقام تھا۔ اور اسکی آبادی ۲۰ ہزار تھی۔ ان مین سے ایک تیسرا حصہ ترک دوسرا حصہ عیسائی اور ثلث حصہ یہودی تھے جو ہسپانوی یا ترنگیزی نسل سے ہونیکے باعث سپانیول کہلاتے ہین۔ اب (دسمبر ۱۸۹۶ء) وہان کی آبادی ۶۵ ہزار ہے[۲]۔ صوفیا مین پانچ سڑکین[۳] ملتی ہین جنمین سے بعض کا وجود ہی اور بعض کی جزوی ترمیم مستعد مدحت پاشا کی طفیل ہوئی تھی۔ مدحت کے اسسٹنٹ اسد پاشا نے شہر مین بھی کئی نہایت وسیع اور عمدہ بازار بنائے اور مدحت نے کل مذہب کے لئے ایک یتیم خانہ اور پارچہ سازی کا کارخانہ بھی صوفیا مین قایم کیا جسمین کل ترکی جندارمہ (فوجی پولیس) کی وردیون کیلئے کپڑا بنا جاتا تھا۔ صوفیا کا میدان رومن فاتحین کے زمانہ کے یادگار ون سے بھرا ہوا ہے۔ شہر کے متصل کئی کمپ لگے ہوئے تھے۔ ان مین سے ایک مین ہم نے ستانے کے لئے ایکدن مقام کیا۔ متقامی افسرون نے فراخدلی سے مہانداری کی۔ یہجگہ دو پلٹنون کی ایک اور مارچ رجمنٹ اور نیز دو باتریان اور سامان گودام کی کثیر گاڑیان اور جانور ہمارے کالم مین ایزاد کئے گئے جس سے اس مین کل پانچہزار آدمی تیس توپین اٹھارہ توپی گولہ بارود کی گاڑیان۔ آٹھ سو چھکڑے۔ آٹھ سو بارکش گھوڑے اور پانچسو مویشی ہو گئے۔ ہمارا اور

---

[۱] اس انگریزی گیت کے خیالات سعدی شیرازی کے قطعہ حب وطن از ملک سلیمان خوشتر کے مضمون سے بہت ملتے جلتے ہین مگر یہ قابل تعریف زیادتی ساتھ ہی رکھتا ہے کہ اس مین وطن کی یاد دلا کر اپنا وطن کو اُلو العزمی اور وطن کی ناموس قایم رکھنے اور بڑھانیکی بھی ترغیب دیگئی ہے مترجم

[۲] سنہ ۱۸۹۶ء مین صوفیا کی آبادی ۴۰ ہزار تھی اور چونکہ یہ قرین قیاس نہین معلوم ہوتا کہ دو برس مین ۲۲ ہزار کا اضافہ ہو گیا ہو اسلئے غالباً مسٹر ہربرٹ کو اعداد مین سہواً غلطی ہو گئی ہو گی۔ مترجم

[۳] یہ پانچ سڑکین حسب ذیل ہین (۱) براہ نش بلگراد کو (۲) براہ ورہ غنزی ور برکوزا سلوم پلنگہ کو (۳) براہ درہ باباقوناق وار قاضیہ پلیونا کو (۴) براہ اختمان تاتار بازار جک کو یا براہ سماکو و فیلیپو پولیس و اسکی زاغرہ و تاتار بازار جک (۵) براہ قسطنطنیہ و سقیہ سالونیکی کو۔ مصنف

کی صبح کو صوفیا سے کوچ کیا۔ ویڈن وہان سے بخط مستقیم ایکسو میل ہی۔ مگر سڑک کے راستہ جس مین خم پڑا
ہوا ہے ایکسو چالیس میل ہے پہلے سیدھا لوم پلنگہ پایا جاتا ہے۔ جو صوفیا سی بجانب شمال ویڈن سے ۵۰ میل
نیچے دریائے ڈنیوب پر ایک مضبوط قلعہ ہے۔ لوم پلنگہ سے ویڈن تک ایسی سڑک اختیار کیگئی جس سے سفر
دگنا لمبا ہوگیا۔ میرے خیال مین اگر ہم پلنگہ سے براہ پیروٹ جاتے تو سفر چھوٹا ہو جاتا۔ مگر چونکہ یہ سڑک
۲۰ میل تک اسوقت کی سرحد سرویا کے بالکل قریب قریب چلی جاتی تھی۔ اس لئے غالبًا اسے نہ اختیار
کیا۔ اسوقت اضلاع پیروٹ و نش سرویا کے پاس ہین (جو معاہدہ برلن کے رو سے اُسے ٹرکی سے دلوا
دیئے گئے تھے)

کوہ بلقان کو ہم نے درہ غنتری کے راستہ عبور کیا۔ اس درہ کے شمالی دہانہ پر قصبہ کوزا آباد ہے
بلقان کا منظر شاندار اور بعض بعض جگہ نہایت ہی مہیب ہے۔ مگر چونکہ یہ کتاب سفرنامہ اور سیاحت کے حالات
قلمبند کرنیکے لیئے نہین لکھی گئی ہے۔ مین ناظرین کو جوان سرسری و بے مطلب واقعات سے پہلے ہی آزردہ
ہو رہے ہونگے۔ ان پہاڑون کے حالات چکنے چپڑے الفاظ مین بتانا پسند نہین کرتا۔ بلقان کا راستہ سوائے
ایک سخت حادثہ کے بخیریت طے ہوگیا۔ حادثہ مذکور یہ تھا کہ ایک گاڑی اسکے دونون بیل اور گاڑیبان
سڑک سے ایک عمیق غار مین گر پڑے۔ جسکی تہ تک پہونچنے سے پہلے ہی انکے جسم چور چور ہوگئے ہونگے۔ غار
ایسا عمیق تھا کہ نظر اسکی تہ تک نہین پہونچ سکتی تھی۔ توپون کو پہاڑ کے عمودی اور تنگ رستون سے
سلامت لیجانا مشکل اور خطرناک کام تھا۔ ایک توپ بری طرح پھنس گئی اور وہ صرف اسطرح بچائی جاسکی
کہ جوتون کو کاٹ دیا گیا اور گاڑی کو کلہاڑیون کی ضربون سے توپ سے علیحدہ کرکے غار مین گر جانے دیا گیا
جہان اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ چھوٹے چھوٹے حادثات سینکڑون ہوئے بعض کے ٹخنے اُتر گئے کسی کے
ہاتھ پاؤن ٹوٹ گئے۔ چند گاڑیان پاش پاش ہوگئین اور اسطرح کے بیسیون حادثے ہوئے بہت سے
گھوڑے اور بیل چلتے چلتے گر پڑے جنکو مصیبت اور تکلیف سے بچانے کے لئے فورًا ہلاک کردیا گیا۔ بہرحال
ہمارا سفر اس خوفناک درہ سے فی الجملہ بخیریت طے ہوگیا کیونکہ ایسے رستون مین نقصان اور حادثون کا
ہونا یقینی تسلیم کرلیا گیا ہوا ہے۔ درہ غنتری کا بلند ترین موقعہ سطح سمندر سے ۴۸۰۰ فیٹ بلند ہے
اسکی دو طرفہ چوٹیان ۴۵۰۰ فیٹ اونچی ہین۔ راستہ کے متعلق ہمارا مشیر اور معاون وہ لوگ تھے
جنکا پرائیویٹ پیشہ قزاقی تھا۔ مگر بلقان مین جہان اب قزاقون کا نام و نشان نہین گیا اسوقت بھی
روڈ ہوپ کی نسبت کم قزاق تھے۔ رہنمائی کے کام پر چند جندارمی (ضابطیہ) مامور تھے جو نہایت خوش قامت
بانکے ترچھے نوجوان تھے اور قزاقونکے ساتھ خوب ملے جلے معلوم ہوتے تھے۔ جندارمہ فوج جسکی کل تعداد ۱۴ ہزار ہے

اور انمین ۵ ہزار سوار ہین۔لڑائی کے موقعہ پر پلٹنون اور بریگیڈون مین تقسیم کردی جاتی ہے ترک اسے اپنی فوج کا بہترین حصہ خیال کرتے ہین۔اور اسکو بڑی پیار کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔پلیونا مین چونکہ اس فوجکا کوئی دستہ ہمارے ساتھ نہ تھا اسلیئے مین اسکے کارنامون کے متعلق کچھہ نہین لکھہ سکتا۔

کوہ بلقان کے درون کے متعلق ایک عجیب امر مجھے معلوم ہوا۔تمام تجربہ کار بہادر۔واقفکار پختہ مغز ترکی افسران درون مین سے اکثر اور بالخصوص ٹردیان واطرویل یعنے باباتوناق درونکی نسبت کہا کرتے تھے کہ نہایت ہی مفید اور حسب مراد حالات یعنی موسم گرما اور صاف موسم مین بھی بھاری آرٹلری اور اسکے سامان کی گاڑیان انمین سے قطعًا نہین گذر سکتین۔مگر تھوڑا ہی عرصہ بعد ٹھیک انہی درون مین سے نہایت ہی مضر و مخالف حالات یعنی دسمبر اور جنوری کے مہینون مین جبکہ برف و باران کے طوفان مسلسل بڑے زور سے چل رہے تھے نہایت سخت کہر پڑ رہی تھی۔اور درون مین ایک ایک فٹ نرم برف موجود تھی روسی نہایت کامیابی کیساتھ اسباب۔آرٹلری اور گاڑیان لیکر گذر گئے۔بات دراصل یہ ہے کہ ترک میدان جنگ مین تو بڑے بہادر ثابت قدم اور بےنظیر جفاکش اور متحمل ہوتے ہین۔مگر پہاڑی رستون سے انکو سخت نفرت ہے اور ان سے بڑا ڈرتے ہین۔اس تذکرہ سے مجھے عثمانلی سپاہیونکا ایک اور مضحکہ خیز خاصہ یاد آگیا ہے جبکہ وہ دشمن کے مقابل پر نہ ہون یعنے لڑائی نہ کر رہے ہون۔تو بارش سے سخت گھبراتے ہین چنانچہ قواعد و پریڈ کے وقت دو تین بوندون کے پڑتے ہی قواعد موقوف ہوجاتی اور کل سپاہی افراتفری مین خیمون مین بھاگ جاتے لیکن انہی سپاہیون نے ڈبل کو جون مین جون جولائی کی بدن کو جھلسا دینے والی دھوپ بھوک پیاس اور کوفت کو کمال صبر واٹگی سے برداشت کیا۔کبھی شکایت کا ایک لفظ انکی زبان سے نہ نکلا۔اس موسلادہار بارش کی جو ستمبر کے معرکہ عظیم مین برابر ہوتی رہی خس برابر پرواہ نہ کی اور دسمبر کی خونی برفونکو شمال امریکہ کی باشندگان اسکیمو کیطرح (جو برف کے کیڑے مشہور ہین) برداشت کیا۔اس سے یہ نتیجہ بدیہی برآمد ہورہا ہے کہ ترکی سپاہی کی نسبت اسکے زمانہ صلح کے حالات سے کوئی رائے قایم نہین کرنی چاہیئے۔

برکووتسز اور توم پلنگہ کے درمیان کوئی مشہور قصبہ نہین ہے۔مغربی بلگیریا مین صرف چھوٹے چھوٹے بیشمار دیہات اور مواضع ہین۔اس منزل کا پہلا نصف رستہ کوہستانی مگر خوشنما علاقہ سے گذرتا ہے۔باقی آدہا رستہ غیر دلچسپ ہے۔یہ علاقہ کچھ ہموار اور کچھ ناہموار ہے۔

ا‍ے بڑی خوشی کا مقام ہے کہ اس الزام کو جو گذشتہ ایک دو صدیون سے ترکون پر وارد ہورہا تھا۔انہون نے تازہ ترین محاربہ یونان مین جس کے دوران مین پہاڑی درون اور علاقون مین ہی کل لڑائیان ہوئی تھین اپنے سر سے پوری طرح ہٹادیا ہے۔مترجم۔

لوم[1] پلنگہ مین جو مضبوط مشہور قلعہ ہے اور اسوقت سپاہیون سے بھرا ہوا تھا ہم کیمپ مین ایکرات رہے اور پھر اسی خمدار سڑک پر جسکا اوپر ذکر ہوا ہے سفر شروع کردیا مگر دوسرے ہی دن موضعات ٹوپولواز اور کری دوبارہ کے قریب انفنٹری۔ کیولری اور بارکش گھوڑے بلغاری راہبرونکی نگرانی مین سڑک کے ادہر کھیتون کی پگڈنڈیون پر ہوگئے۔ اور توپخانہ وگاڑیان سڑک پر ہی رہین۔ رہبر ہمکو کھیتون مین مقام ارت زاریا آرت چار کے قریب یا ڈینوب دریچہ پر لیگئے۔ رات کو ہم نے مقام مذکور مین قیام کیا اور دوسری صبح اس شاندار اور خوبصورت دریا کے کنارہ کنارہ جسکو ترک طونہ بلغاری۔ دوناو اور رومانوی ونا ریا پکارتے ہین منزل مقصود کیطرف روانہ ہوگئے۔ شام کیوقت ہم مقام دوبول پہونچے جہان ہمنے بارہ گھنٹے قیام کر اپنی قطع وضع درست کی۔ اور دوسرے دن (۲۲ اپریل) دوپہر کے قریب ویڈن کے کمپ مین پہونچ گئے۔

اس موقعہ پر یہ بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لوم پلنگہ اور آرت زار کے درمیان ہم ایک گاؤن مین سے گذرے جسکا نام مجھے قضانو وا یاد ہے مگر اسکی درستی کا ذمہ وار نہین۔ کیونکہ یہ گاؤن مجھے کسی نقشہ پر نہین ملا۔ سٹیلر کی اٹلس مین ایک جگہ کا نام حسانو اور ج ہے۔ ممکن ہے یہ اسی گاؤن کا نام ہو۔ وہان ہمنے تیس یا زیادہ مکانات منہدم اور جزوی طور پر جلے ہوئے پائے۔ یہ بلغاریون کے مکان تھے ہمکو بتایا گیا کہ پچھلے موسم گرما مین یہان کے کل باشندونکو مسلمانون نے ترکون کے اس قتل عام کے عوض مین جو بلغاریون اور رومانیون نے کیا تھا قتل کردیا۔ ترجمان تھوڑی سی بلغاری جانتا تھا۔ اسنے ایک بڈھیا عورت سے کچھ گفتگو کی۔ جسنے جوابدیا کہ ۵ آدمیون کے کنبہ مین سے مین اکیلی بچی ہون۔ بلغاریونکی بغاوت سے ملک مین جو تباہی پھیل گئی تھی۔ اسکے اس جیسے یا اس سے کچھ کم نمونے ہمکو تقریبًا تمام بلغاری دیہات مین اور صوبہ رومیلیا کے اکثر موضعات مین دکھادیئے۔ عیسائی معابد اور گرجے بالعموم منہدم پائے گئے۔ راستہ مین ہمنے انسانی ڈھانچون کے ایک دو ڈھیر بھی دیکھے جنکو دفن نہین کیا گیا تھا۔ ایک شخص نے مجھ سے ذکر کیا کہ تاتار بازارجک کے قریب ۲ دیہات منہدم اور خالی پڑے ہین۔ ان مصائب و تباہیونکا ذمہ وار بہت کچھ بیشک مذہبی تعصب ہی ہے!!

صوفیا سے ہم ویڈن بارہ دنون مین پہنچے۔ سڑک چھوڑ دینے سے ہمین ۲۰ میل کی بچت ہوگئی تھی۔ اس حساب سے ہمنے بالاوسط دس میل روزانہ سفر کیا۔ آرٹلری اور گاڑیان بیلوگرادچک (بلغرادجک) کے راستہ سڑک سڑک آئین اور وہ دوسرے دن (۲۳ اپریل) شام کو کمپ مین پہونچین۔ بیلو وا سے لیکر ویڈن تک جنکا درمیانی فاصلہ بخط مستقیم ۱۶۵ میل ہے ۲۰ دن مین سفر ختم ہوا۔ صوفیا کے قیام کا

[1] پلنگہ ترکی مین قلعہ کو کہتے ہین اور لوم ایک دریا کا نام ہے جو قرہ لوم و آق لوم کا نام رکھنے والے ان دو دریاؤن سے بالکل جدا ہے۔ جو شرقی بلگیریا مین ہین اور انکے کنارہ پر محمد علی پاشا نے زار روس کی روسی فوجونکی چھوٹے چھوٹے معرکون مین شکست دی تھی ۱۲ مترجم۔

آرٹلری جو ایکدن بعد میں آئی وہ بھی اِن بیس نفرون میں شامل ہین۔ موسم برابر صاف رہا تھا۔ البتہ شام کے بعد خنکی ہوتی تھی اور شمال کیطرف سے سرد ہوا چلنی شروع ہوجاتی تھی۔ میری کمپنی میں دو سپاہیوں کے پاؤن زخمی ہوئے تھے جنکو گاڑی پر بٹھادیا گیا۔ دو کو میں برکووزا میں پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اِن میں سے ایک کی ٹانگ بلقانی راستے میں ٹوٹ گئی تھی۔ اور دوسرے کے رانون کی گھائیون میں گلٹیان نکل آئی تھیں۔ میری ایڑیان بھی کسی قدر درد کرتی تھیں مگر اس کی مجھے چندان شکایت نہ تھی۔

ویڈن کے دونون مقامی کمپ شہر سے اڑھائی میل دور شمال مغرب کیطرف تھے اِن میں سے ہزار سپاہی ہم سے پہلے مقیم تھے وہ نہایت آسایش سے رہتے تھے۔ اور صفائی کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ روزمرہ کے معمولی کام باقاعدگی اور درستی سے سرانجام پاتے تھے۔ ویڈن کی فوجکا نظام و ترتیب۔ باضابطہ و آداب شناسی اور حوصلہ و امنگ نہایت قابل تعریف تھے۔ ہمارے لئے خیمے نصب کئے گئے تھے۔

ویڈن کی فوجکے کمانڈر مشیر عثمان پاشا تھے۔ جنکا ہیڈ کوارٹر شہر میں تھا ۲۲ اپریل کی شام کو یہ سُنکر کہ مشیر ممدوح کمپ میں رونق افروز ہین۔ میں ان کے خیمے کے دروازے پر حاضر ہُوا۔ انکے ایک ایڈیکانگ نے مجھ سے کہا کہ وہ اسوقت صلاح و مشورہ میں مصروف ہین۔ میں تمہارا پیغام اندر پہنچا دیتا ہون میں نے اسکی معرفت کہلا بھیجا کہ جو دستہ میری تحویل میں دیا گیا تھا اُسی لیکر میں بخیریت پہنچ گیا ہون۔ تین آدمی بیمار ہو گئے تھے۔ انکو راستہ میں چھوڑ آیا ہون۔ یاور جواب لایا کہ مشیر نے حکم دیا ہی کہ آرٹلری اور ٹرین دو گاڑیون، کے پہنچنے تک دستہ کو میں اپنی ہی کمان میں رکھون۔ جب وہ پہنچ جائینگی تو کرنیل محمد حسین بک مجھے مزید ہدایات دینگے۔ پرتو پاشا دوسرے دن لوم پلنکہ[۱] کو واپس چلے گئے۔ اور پھر میری اُنسے ملاقات نہ ہوئی۔ اس باضابطہ جواب کے بعد یاور نے دوستانہ طور پر مجھے چپکے سے کہا کہ "مطلع نہایت تاریک ہو رہا ہے زار مقام کشنیف[۲] میں جہان چھ آرمی کو بظاہر قواعد کے بہانے جمع ہین۔ پہنچا چاہتا ہی اور ہمکو امید ہے کہ جنگ کا

---

[۱] ممکن ہے کہ کمانڈر کا یہ منشا ہو کہ ہمکو لوم پلنگہ میں چھوڑا جائے۔ کیونکہ وہان بھی عثمان پاشا کی فوجکا ایک حصہ مقیم تھا۔ مگر میں اس بارہ میں تیقن کیساتھ نہیں کہ سکتا۔ لوم پلنگہ سے آرت زر کو دریائے ڈنیوب کے کنارہ کنارہ ایک تنگ سا راستہ جاتا ہے۔ جسپر عمدہ موسم میں سوار اور پیدل گذر سکتے ہین۔ آرت زر اور ویڈن کے درمیان عمدہ سڑک ہے۔ اسموقعہ پر یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ انفنٹری کو اس راستہ سے کیون نہ بھیجا گیا۔ جس سے اسکو اور بیس میل کی بچت ہو جاتی۔ اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ یہ راستہ اول سے لیکر آخر تک رومانوی ساحل کی زد میں تھا۔ بعد ازان جولائی میں ہمنے آرٹیلری اور رسامانی گاڑیون کے ساتھ آرت زر اور رتو یودا کی پگڈنڈی پر سفر کیا تھا۔ مگر اسوقت یہ راستہ بہت ہی عمدہ حالت میں تھا۔ کیونکہ متواتر دو مہینون سے کوئی بارش نہین ہوئی تھی اور کیچڑ وغیرہ نام کو نہ تھا۔ مصنف

[۲] یہ قصبہ صوبہ بیسربیا میں سابق ترکی صوبہ مالڈیویا اور روس کی سرحد کے قریب واقعہ ہے۔ مترجم۔

دوسرے دن (۲۳ ویں اپریل) کیمپ مین عام مشہور ہو گیا کہ لڑائی چھڑا ہی چاہتی ہے۔ اس سے سپاہیونکی پر جوشی انتہائی درجہ کو پہنچ گئی۔ کم عمر سے کم لونڈے بھی (جنمین مین بھی شامل تھا) ثابت قدمی اور مشتعل و چمکدار آنکھون سے سطرح اکڑ کر چلتے تھے کہ گویا فتح کا سہرا ابھی سے اُنکی پیشانی پر بندہ گیا ہے۔ ہمنے اس امر مین بڑی احتیاط سے کوشش کی کہ میرے سپاہی قطع وضع کو سطرح درست کرلین کہ چست و چالاک اور چاق چوبند معلوم ہون۔ اس بات کے سوا ہمین کوئی اور کام نہ تھا۔ آپس مین بیٹھکر گپین اڑاتے اور تمباکو پیتے رہتے ہماری توپین اور گاڑیان بہت تاریکی پڑے کام آئین۔ رات ہمنے بیکلی اور پرجوشی مین بسر کی اور کسی کو نیند نہ آئی۔ شاید اس لیئے کہ موت کے مہیب بھوت نے بعید مسافت پر اپنی شکل دکھانی شروع کر دی تھی

باب چہارم

اعلان جنگ۔ اڑہائی مہینونکی بیکاری ویڈن مین

۲۴ اپریل سے لیکر ۱۲ جولائی ۱۸۷۷ء تک

ویڈن کی آبادی ۱۸۷۷ء مین ۱۳ ہزار تھی۔ اس مین سے نصف بلغاری چوتھا حصہ ترک اور باقی رومانوی یونانی۔ یہودی اور خال خال سربی اور آسٹرین تھے۔ خانہ بدوش جپسی قوم اور چرکس متصلہ دیہات مین آباد تھے۔ بلغاری ویڈن کو بودن پکارتے ہین سوقت (۱۸۹۷ء) اسکی آبادی ۱۴ ہزار ہے۔ ویڈن کے شہر پناہ کیطرح اسوقت بھی غنیم بآسانی حملہ آور ہو سکتا تھا۔ ڈنیوب کا بہاؤ جو بلگیریا اور رومانیا مین قدرتی حد فاصل ہے۔ ویڈن کے مقابل دو ایسی ریاستون (سرویا اور رومینیا) کی سرزمین کو جو ۱۸۷۷ء مین ٹرکی کی یقینی دشمن تھین۔ اور اب بلگیریا کی احتمالی دشمن ہین۔ اسطرح سے کاٹتا ہوا گذرتا ہے کہ وہان ایک مثلث بن گیا ہوا ہے۔ اس کے مغرب مین سرویا۔ شمال مشرق مین رومانیا اور جنوب مین بلگیریا ہے۔ اسوقت یہ مقام سلطنت عثمانیہ کا انتہائی شمال مغربی گوشہ تھا۔ اور ویڈن اپنے محل وقوع کے باعث نہایت اہم اور رزمی مصالح کے لحاظ سے نہایت کارآمد و ضروری مقام تھا۔

اسموقعہ پر ڈنیوب ۸۰۰ گز چوڑا ہے۔ ویڈن کے مقابل دوسرے کنارہ پر رومانوی قصبہ کلافت ہے ان دونون کے درمیان دریا کے گذرگاہ مین ایک ہموار جزیرہ اڑہائی میل طویل ہے۔ ٹرکی کا سوقت دعوے تھا کہ یہ ٹرکی کے ساتھ شامل ہے۔ اسپر کوئی آبادی نہ تھی۔ اور عمر پاشا فاتح کریمیا و رومانیانے جو وہان قلعے تعمیر کیئے تھے وہ متروک الاستعمال پڑے تھے۔ اس جزیرہ اور رومانوی ساحل مین پانچسو گز کا فاصلہ ہے اس کے ساتھ ہی اور بھی تین چھوٹے چھوٹے جزیرہ ہین۔

سلہ سٹیٹسمینز ئیر بک بابت ۱۸۹۷ء مین اسکی آبادی ۲۰۷۰۰ درج ہے اور سپرنز ائیرول مین سونا کی آبادی ۱۳ ہزار ہے۔ مترجم

ویڈن کی قلعہ بندیان جدید طرز عمارت کی تھین - انپر پانچسو گران وزن (قلاعی) توپین نصب تھین اور وہ لڑائی کیلیئے نہایت کامل اور درست حالت مین تھین - کیونکہ اُنکی مرمت اور درستی برابر ہوتی رہتی تھی - دریا کیطرف کی باتریان منزل بمنزل اوپر تلے سلیقہ سے بنی ہوئی تھین - جو نہایت مہیب اور شاندار معلوم ہوتی تھین خشکی کیطرف دوہری ہم مرکز قلعبندیان اور ہم مرکز فصیلین نیم دائرہ کی شکل مین تھین

ان حفاظتی عمارتون اور دمدمونکی بیرونی لاین کل شہر کو احاطہ کئے ہوئے تھی - یہ لاین ۲۰ فیٹ بلند کچی فصیل تھی - جس کے قریب کئی متوازی خندقین دس دس فیٹ گہری کھدی ہوئی تھین اور اس فصیل مین گیارہ دمدمے بنے ہوئے تھے - جنمین سے ہر ایک پر ایک ایک باتری نصب تھی فصیل کے دونون سرے ڈنیوب پر ختم ہوتے تھے - شہر درمیان مین تھا - ہر ایک سرے پر بھی ایک ایک دمدمہ یا مورچہ تھا - یہ دونون دوہرے تھے - یعنی خشکی و تری دونون طرف سے محافظت کرنیکا کام دیتے تھے - خندقون سے باہر نشیب دار چراگاہین تھین - انکو ضرورت کیوقت دریا کے پانی سے بھردیا جاتا تھا - کہ حملہ آور کے لئے مزید دقت پیدا ہوجائے اس محاربہ مین بھی کچھ عرصہ بعد میدان مین پانی چھوڑ دیا گیا تھا - اندرونی قلعہ بندی زیادہ مضبوط اور مستحکم تھی - یہ سات نہایت ہی مضبوط اور پختہ گڑھیون پر مشتمل تھی - جو ایک دوسرے کے دوش بدوش بنی ہوئی تھین اور ہر ایک پر سخت ہلاکت بخش اور کوہ شکن توپین چڑھی تھین - دونون حفاظتی لاینون کے درمیان شہر کے مضافات اور خالی میدان تھے - آخر الذکر مین متعدد چھاؤنیان تھین - اندرونی لاین شہر خاص کو احاطہ کئے ہوئے تھی - شہر مین دو بارکین - ہسپتال - فوجی بسکٹونکے بنانے کا ایک خانی کارخانہ اور پُرانا بلغاری قلعہ تھا - جس سے اب میگزین کا کام لیا جاتا تھا - یہ زندان نما - بدشکل عجیب الہیئت قلعہ زمانہ وسطی کی یادگار تھا - بیرونی فصیل سے باہر سوائے ایک زمینی طابیہ یعنی باتری کے جو شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا - اور کوئی بیرونی گڑھی یا مورچہ نہ تھا - بعد مین متفرق مقامات پر دیگر چند باتریان بھی تیار کردیگئی تھین - ڈنیوب کے علاوہ ویڈن کی حفاظت کا قدرتی انتظام یہ ہے کہ شہر کو خشکی کیطرف ہموار و کھلی یعنی بے پناہ و بے درخت اور دلدلی زمین نیم دایرہ کی شکل مین گھیرے ہوئے تھے - اور پھر یہ زمین بھی ہم مرکز پہاڑیون کے سلسلہ سے گھری ہوئی ہے ان پہاڑیون مین سے ایک کے ڈہلاؤ پر موضع انواد کے قریب شہر ویڈن سے اڑھائی میل بجانب شمال غرب فلورنٹن دفلورنٹین ، سڑک پر ہمارا کمپ نصب تھا - اور فیلڈ آرٹلری دمیدانی توپخانہ ، کا کمپ ہم سے ایک میل بجانب غرب مقام سمردن کے قریب گوددو - نیکوٹین و بلغراد کی شاہ راہ پر تھا - تھوڑے عرصہ بعد ایک تیسرا کمپ بھی جو دونون سے چھوٹا تھا ہمارے کمپ سے بجانب شمال مشرق دو میل کے فاصلہ پر قایم کیا گیا - ویڈن کی آب و ہوا اچھی نہین مضر صحت ہے -

شمال
دلدلین
دریاء ڈینوب
کلافت
کیمپ جدید
کیمپ توپ خانہ
شکیلو
نوودسیلو
تاتارجک
علی بک
نقشہ ویدن
۹ مئی ۱۸۷۷ء کو
(۱) بلغاری قلعہ جسے ترک اسکی قلعہ کہتے ہیں۔
(۲)
(۳)
(۴)
پیمانہ بحساب انگریزی میل
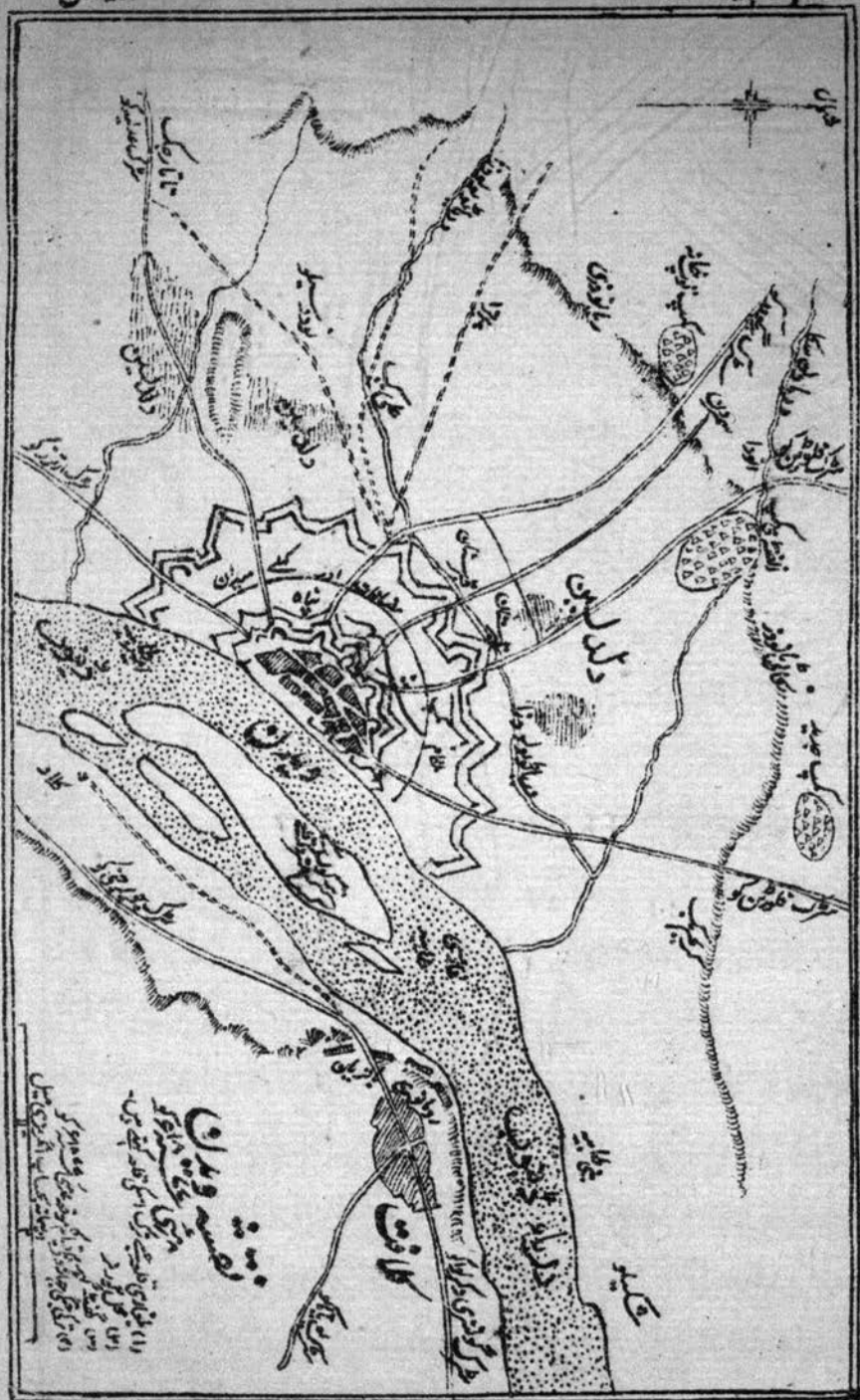
کلافت ویڈن سے اونچی سطح پر ہے اس لئے وہ ویڈن کی توپونکی اسقدر زد مین نہین جسقدر کہ وہانکی
توپین ویڈن کو پہنچا سکتی ہین۔ ۲۴ اپریل کو کلافت فوج سے تقریباً خالی تھا۔ اور اسکے برجون اور مورچون
پر توپین بھی برائے نام ہی تھین۔ عثمان پاشا کے اسپر قبضہ نہ کرلینے کی مین کوئی وجہ نہین بتا سکتا البتہ کیمپ
مین یہ مشہور تھا کہ انہون نے سرعسکر کے حکم کیوجہ سے ایسا نہین کیا تھا۔ کلافت تاریخ مین ۱۸۵۳-۵۴ء کے
محاربہ و محاصرہ روس کیوجہ سے قیامت تک مشہور رہیگا۔ جبکہ عمر پاشا اسکی محافظت کر رہے تھے اور روسیون نے
اسکا محاصرہ کر لیا تھا۔ مگر آخر ۲۰ ہزار فوج کٹوا کر ناکام پیچھے ہٹا دیئے گئے تھے۔ تجارتی لحاظ سے یہ قصبہ
اب روز افزون ترقی کر رہا ہے۔ اور اگر روسی ورندازی نے ×× کام نہ بگاڑ دیا تو موجودہ رعیت پرور حکمران
رومانیا[1] کے ظل عاطفت مین مجھے یقین ہے کہ وہ بہت شہرت حاصل کریگا۔ اسوقت وہانکی آبادی ۳۰ ہزار ہے اور وہانکی
بڑی تجارت برآمد غلہ ہے۔ اگر موسم خراب نہ ہو تو اس موقعہ پر دریائے ڈنیوب مین چھوٹے چھوٹے جہازات آمد و رفت کر
سکتے ہین۔ ۱۸۶۰ء کے بعد ویڈن نے بھی بہت ترقی کر لی ہے۔ وہان کے بلغاری اور یہودی باشندے عالی ہمت
سوداگر ہین مگر دیگر مقامات کیطرح یہانکے ترک بھی وسیع تجارت کیطرف راغب نہین وہ صناعی اور تجارت خورد
فروشی سے تجاوز نہین کرتے۔ ویڈن کی طلائی اور نقرئی منقش قدیم سے مشہور ہے اسکے علاوہ وہان تجارت
غلہ شکار ماہی اور جہازون پر سے اسباب اُتارنے چڑھانے کا زیادہ کاروبار ہوتا ہے ۱۸۷۷ء مین وہان
اسلحہ کا ایک بے نظیر عجائب خانہ تھا۔ اسکو سامی پاشا نے تیار کیا تھا۔ اس مین ترکی و آسٹریا کے محاربون
کی بیشمار عجیب و غریب یادگارین تھین۔ اور منجملہ دیگر اشیاء کے لوئیس کوسوتھ کے ہنگرین والنٹیرون کی وردیان
اور اسلحہ بھی تھے جو ۱۸۴۹ء مین ویڈن کے قریب ترکی قلمرو مین داخل ہوئے اور یہان انسے ہتھیار لے لئے گئے تھے

[1] والیقیا اور رومانیا کے مفصل حالات ناظرین کو تاریخ خاندان عثمانیہ سے معلوم ہو سکتے ہین۔ یہان اسی قدر بتا دینا کافی ہے
کہ ۱۸۷۸ء کے معاہدہ برلن کے رو سے رومانیا کی سلطنت کامل آزاد اور اسکا پرنس چارلس خود مختار بادشاہ ہو گیا جو جرمن
خاندان ہوہن زولرن کا ہے۔ مترجم [2] روسی کمانڈر انچیف کا نام پرنس گورچکوف تھا تاریخ عثمانیہ مین مینے عمر پاشا مرحوم کے
کارنامون اور جنگ کریمیا کے مجمل حالات تحریر کر دیئے ہین۔ انگلستان کے مشہور فسانہ نویس رینالڈز نے ناول کے پیرایہ مین
اپنی کتاب "عمر پاشا" مین اس نامور غازی کے حالات بالوضاحت زیادہ عموماً درست درج کر دیئے ہین مترجم [3] سامی پاشا
اسلئے مشہور ہے کہ وہ جرمنون کے ترکی مین اتالیق وغیرہ مقرر کئے جانیکا سخت مخالف تھا [4] خود کوسوتھ بھی بھیس بدلکر ویڈن
تین آیا تھا مگر پہنچانا جانے پر پکڑا گیا اور پہلے شنو ملا اور پھر ایشیائے کوچک کے قصبہ کوتاہیہ کو بھیجا گیا تھا۔ مصنف
یہ نامور محب ملک ہنگرین جس نے اپنے ملک کو آسٹریا سے آزاد کرانے کی کوشش کی ۱۸۰۲ء مین پیدا ہوا تھا اس کے
مفصل حالات تاریخ عثمانیہ مین درج ہین۔ اسکو فوت ہوئے چند برس ہوئے ہین۔ مترجم

ویڈن میں ۳۲ جامع مساجد ہیں جن میں سے اکثر کے مینار جنوری ۱۸۷۸ء میں رومانوی گولہ باری سے منہدم ہو گئے۔ متصلہ پہاڑیوں پر چڑھکر دیکھنے سے ویڈن ان میناروں اور سر بفلک بلغاری قلعہ سے خوشنما بانکا اور ٹھیٹھ مشرقی شہر اور کثافت اس کے عین برعکس سیدھا سادہ با متانت اور ٹھیٹھ یوروپین قصبہ معلوم ہوتا تھا۔ پلیونا کے فتح ہو جانے کے بعد رومانوی فوج کے تین ڈویژنوں نے ویڈن کا محاصرہ کیا تھا۔ مگر محمد عزت پاشا کمانڈر اور اس کے آٹھ ہزار جان نثار ترکوں نے ایسا جان توڑ مقابلہ کیا۔ اور شہر کی اس قابل تعریف ثابت قدمی سے محافظت کی کہ تقریباً چوگنی حملہ آور فوج کو مجبوراً محاصرہ اٹھا لینا پڑا تھا۔ ۱۸۷۸ء میں دشمنی ریاست، بلگیریا کی گورنمنٹ نے وہاں کی تمام قلعہ بندیوں کو معاہدہ برلن کی شرائط کی تعمیل میں گرا دیا۔ مگر جب ۱۸۸۵ء میں سرویا اور بلگیریا میں جنگ چھڑ گئی تو شہر کو بسرعت محفوظ اور قلعہ بند کر دیا گیا۔ اور وہاں کے قلیل التعداد بلغاری گریسن[1] نے اسکو سرویوں کے اس ڈویژن سے جسنے ٹیموک کے کنارہ کنارہ بڑھکر ۱۵-۱۰ اور ۲۰ نومبر ۱۸۸۵ء کو ویڈن پر پے در پے ناکام حملے کئے محفوظ رکھا۔ اسوقت ویڈن بلگیریا کے پاس ہے اور اگر بلگیریا روسی دراندازی اور مداخلت سے محفوظ رہا تو وہ غالباً اس نئی حکومت میں بہت ہی ترقی کریگا۔

۲۶ اپریل کو علی الصبح ہدایات لینے کیلئے میں کرنیل محمد حسین بک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے اسکے سوا کوئی حکم نہ دیا۔ کہ مزید احکام تک میں اپنی کمان پر برابر قایم رہوں۔ اس ضابطہ کی گفتگو کے بعد انہوں نے کہا کہ مشیر کے ہیڈ کوارٹر اور کیمپ کے کمانڈر کے فرودگاہ کے درمیان قاصدون کا تانتا لگا ہوا ہے ساری رات ویڈن اور قسطنطنیہ کے درمیان برقی قاصد دوڑتا رہا ہے۔ عثمان پاشا آج رات بستر پر نہیں لیٹے اور بادشاہ سے براہ راست بذریعہ تار برقی گفتگو کرنے کے لئے کئی دفعہ تارگھر میں گئے۔ کیمپ کمانڈر اسوقت عادل پاشا تھے۔ مشیر کا ہیڈ کوارٹر میں پہلے بتا چکا ہوں کہ شہر میں تھا۔

اس گفتگو کے دوران میں عجب مضحکہ خیز واقعہ گذرا۔ ایک شہد کی مکھی نے آستین سے داخل ہو کر میر الائی محمد حسین کے بازو کو کاٹا۔ جس پر وہ یکبارگی جرمن زبان کا ایک تمسخرانہ جملہ بول اٹھا۔ اسپر میں نے بھی اسی انداز کے ایک جرمن فقرہ میں جوابدیا اور ہم دونوں کھل کھلا کر ہنس پڑے جس سے وہ تمام افسر جو ہمارے قریب کھڑے ہوئے نہایت متانت اور غور و تفکر سے موجودہ حالت پہ بحث کر رہے تھے حیران ہو گئے۔ کرنیل مجھے اپنے خیمہ میں اندر لیگیا۔ جہاں ہمنے حملہ آور مکھی، کو کچل کر ڈنک پر ادویات روح الخمر اور نمکدان کے سفری بکس میں سے مرہم نکالکر لگا دی۔ بوڑھا کرنیل نہایت بدصورت مگر ساتھ ہی نہایت

---

[1] شہر یا قلعہ کی محافظ فوجکو جو دائمی طور پر وہاں رہتی ہو انگریزی میں گریسن کہتے ہیں۔

خود ستا تھا۔ اس نے آنکھون پر چشمہ لگایا ہوا تھا۔ اس کو اس ہیئت کذائی مین دیکھ کر مجھے برلن کے چڑیا گھر
کا ایک کہن سال اُلو یاد آگیا جسکی مضحکہ خیز اضطراری شکل پر مجھے بچپن مین بہت ہنسی آیا کرتی تھی۔ البتہ کرنل
مین اور اس مین یہ فرق ضرور تھا کہ کرنیل کی ناک لانبی شلغم کے مشابہ تھی۔ اس نے مجھے سگار اور
کونیاک شراب کا ایک گلاس دیا۔ یہ شراب علاقہ رماینہ کی اول درجہ کی انگوری تھی۔ اس تواضع کے بعد اس نے
مجھے کہا کہ "میرا اصلی نام موریز میر تھا۔ اور مین جرمنی کے مشہور شہر ہمبرگ کا متوطن ہون۔ جوانی مین گھر سے قسطنطنیہ
کو بھاگ آیا۔ اور وہان ایک پاشا کے مہربان ہوجانے سے فوجی افسر ہوگیا۔ اس کے نام خط وخال اور بعض
عادات وخصایل سے مجھے ثابت ہوگیا کہ وہ سامی نسل سے ہے۔ وہ شراب کے استعمال کے سوا اور سب طرح سے
پکا مسلمان ہوگیا تھا۔ اور عام طور پر لوگ اسے ترک ہی تصور کرتے تھے۔ اسوقت قسطنطنیہ مین اس کی سات
بیویان اور کنیزکین اور بیس بچے موجود تھے۔ اسنے مجھے نصیحت کی کہ خودداری حمیت غیرت اور رفتار کو چھوڑ کر
افسرونکی خوشامد درآمد کیا کرون اور جب کبھی موقعہ ملے اور روپیہ بھی میرے پاس موجود ہو تو رشوت
دینے سے بھی دریغ نہ کرون۔ اسطرح ترقی بہت ملجائیگی۔ یہ باتین اس نے مجھے صاف صاف الفاظ مین
کہین بلکہ ذو معنی عبارت استعمال کی۔ لیکن ان کا مدعا یہی تھا مجھے یہ بتانیکی تو شاید ضرورت نہین کہ مین ہر
ایک معاملہ مین اس کی نصیحت کے عین برعکس کرتا رہا۔ رخصت ہوتے وقت اس بوڑھے خاطی نے مجھے پچاس سگرٹ
اور دعا دیکر کہا کہ خیمہ ہین۔ جو کچھ گذر رہی۔ اس کی نسبت لب پر مہر سکوت رکھون چنانچہ تادم تحریر مینے ابھی
کیا۔ مگر بمصداق عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ برائیون کے ساتھ ہی اس کی خوبیون کو بھی بتادینا ضروری
ہے۔ وہ معرکہ آرائی اور لڑائی کے گھمسان مین نہایت ثابت قدم اور دلیر تھا۔ ایسے موقع پر اسکی دلجمعی مین کبھی فرق
آتا۔ اور حسب ضرورت موقع اُسے فوراً تدبیر سوجھ جاتی۔ محاربہ سربیا مین اسکے یہ اوصاف بخوبی ثابت ہوگئے تھے۔
اسکے علاوہ وہ ماتحتون پر بے اندازہ مہربانی کرتا تھا۔ اس ملاقات سے تھوڑے دنون بعد وہ بیلوغراد جک کو
بھیجدیا گیا تھا۔ اور جب سرویا نے ٹرکی سے پھر اعلان جنگ کردیا تو ۲۸ دسمبر ۱۸۷۷ء کو معرکہ پیروٹ مین
جسکو بتاریخ مذکورہ سرویون نے فتح کرلیا۔ وہ زخمی ہوگیا تھا۔ اس کی خبر مجھے روسی قید کے دوران مین بمقام
خارکوف ملی تھی۔ یہ نہین معلوم ہوا کہ وہ صحتیاب ہوا تھا کہ نہین۔

کیمپ مین ہر جگہ جیسا کہ اہم واقعات کے حدوث سے پہلے ہوا کرتا ہے پرجوشی پھیلی ہوئی تھی مگر دبی ہوئی
صورت مین لیکن اسکا علانیہ اظہار نہین ہورہا تھا۔ سپاہی دبی آواز سے اور افسر سرگوشیون مین دو دو یا تین تین
کی ٹولیون مین یا متعدد اشخاص کے مدور اجتماعون مین آنیوالے واقعات پر بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے۔
قاصد اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ سائیڈ لیکا مگون نے کیمپ اور شہر کو ایک کر رکھا تھا۔ اور جو افسر شہر سے آتا تھا

دوسرے افسر اسے رستہ میں ہی تازہ ترین خبر دریافت کرنیکے لئے گھیر لیتے۔

دوپہر کے بعد میں جیک اور سیفی کے ساتھ اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا جسمین تیمور اور ابراہیم کے سوا ہماری پرانی مارچ پلٹن کے ہی پانچ لفٹننٹ رہتے تھے۔ اپنے سپاہیوں کے رجسٹر کی صاف نقل اتار رہا تھا اور بابر آب کمپنی سے مستعار ٹبوں میں جرابیں دھلوا رہا تھا کہ اتنے میں یکبارگی باہر شور وغل برپا ہو گیا۔ جیک دوڑ کر باہر گیا اور فوراً واپس آ کر اس عام جوش وخروش کا باعث ایک مہیب "جنگ" میں بتایا۔ اسپر ہم تینوں فرنگیوں نے بعالم سکوت ایکدوسرے سے مصافحہ کیا۔ اور عین اسیوقت ابراہیم دوڑتا ہوا خیمہ میں داخل ہوا جوش سے اسکا دم پھول رہا تھا۔ اسنے ہمکو بتایا کہ یہ کسی کو معلوم نہیں ہوا کہ "اعلان جنگ" کی خبر کس طرح سارے کیمپ میں پھیل گئی ہے اور کس نے سب سے پہلے مشتہر کی ہے۔ مگر اس خبر کے سنتے ہی سپاہیوں پر کچھ ایسا جوش مستولی ہو گیا ہے کہ اسوقت جرابوں کا دھویا جانا محال ہے میں یہ سنکر باہر نکل آیا۔ اور چند نرم ملائمتی فقروں سے بے انتظامی کو دور کر دیا۔ اور سپاہیوں کو نپولین کا یہ فقرہ سنا کر کہ "میدان جنگ" ٹانگوں کی طفیل ہی جیتا جاتا ہے۔ اپنی طرف سے اسپر یہ حاشیہ چڑھایا کہ "ٹانگیں جرابوں بغیر کچھ چیز نہیں ہیں"

اعلان جنگ کی خبر کے عام مشہور ہو جانے پر پچاس ساٹھ افسر جن کے خیمے قریب قریب تھے ایک جگہ جمع ہو گئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی رائے ظاہر کرنی شروع کی۔ ہم سب فرش زمین پر چار زانو بیٹھے ہوئے تھے شام سے پہلے ہم کل افسروں کو کرنیل محمد حسین کے پاس جمع ہونے کا حکم دیا گیا۔ اور اس نے ہمکو شیر کیطرف سے باضابطہ اطلاع دی کہ زار نے سلطان المعظم کے برخلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ عام پریڈ کیلئے حکم دیا گیا کہ وہ علے الصبح ہو گا۔ بکی کے ڈنک اور زار کے اعلان جنگ کی سوزش مٹانے کے لئے بوڑھا خاطی اودیات کے بکس سے کھلے دل سے کام لیتا رہا تھا یعنے شراب پیتا رہا تھا، اس لئے اس نے نہایت عقلمندی کی کہ جیسا کہ دستور ہے اس موقعہ پر اپنی طرف سے افسروں کا حوصلہ بڑھانے کیلئے اس نے کوئی تقریر نہ کی صرف اطلاع دینے پر کفایت کی۔ اسی رات سے کیمپ کے گرد سنتری مقرر کر دیئے گئے۔ اور غیر فوجیوں کو پروانوں کے بغیر کیمپ میں آنیکی ممانعت ہو گئی۔ ببری کمپنی سے سنتریوں کا کام نہ لیا گیا۔

دوسرے دن (۲۵ اپریل) کل فوج کیمپ کے سامنے کھلے میدان میں جمع ہوئی اور ایک جرنیل نے جو غالباً عادل پاشا تھے۔ تقریر کی میں اتنی دور تھا کہ اسکا مطلب نہیں سمجھ سکتا تھا۔ تاہم دوسروں کے ساتھ "اللہ اکبر" کے نعروں میں پوری طاقت سے شریک ہوتا رہا۔ سپاہیوں کے بشرہ اور گفتگو سے مجھے یقین ہو گیا کہ ویدن کی فوج میں حسن واکمل حب الوطنی اور گرمجوشی موجود ہے۔ ہفتہ ہائے مابعد میں اکثر تقریریں اور وعظ ہوتے رہے۔ ادھر پادشاہ نے گبروں کے برخلاف جنگ مقدس (جہاد) کا اعلان کر دیا۔ ادھر جرنیلوں

اور علمانے مذہبی جوش کو مشتعل کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مگر جسقدر کہ عوام کو خیال ہے
ترک سپاہی اسقدر از روئے مذہب جوشیلا نہین ہے۔ اسی طرح جتنا کچھ دینا اسے محب وطن تصور کرتی
ہے وہ اس سے بدرجہا زیادہ فدائے قوم و ملک ہے۔ جہاد کی نسبت تو خود اکثر افسرون کی یہ رائے
تھی کہ دُنیا مین وہ عمر کا دور ختم کر چکا ہے۔ اب جہاد کا کسی کو خیال نہین۔ حتی کہ بعلیم سپاہی بھی داعیان
جہاد کے جد و جہد پر جو سیاہ جھنڈے لئے ہوئے مسلمانون کو جہاد مین شامل ہونیکی ترغیب دیتے پھرتے
تھے۔ مسکرایا کرتے تھے۔ سیاہ جھنڈے کا مدعا مجھے معلوم نہین ہوا کہ وہ کس غرض کے لئے اسے لئے پھرتے
تھے۔ دوپہر کے قریب کرنیل محمد حسین نے مجھ سے میرے سپاہیونکا رجسٹر طلب کیا۔ اور ایک گھنٹہ بعد
مجھے حکم ملا کہ پچاس ردیفی سپاہیونکو کیمپ کے ایک دوسرے حصہ مین بھیجدون تاکہ وہ اپنی پلٹنون
مین وہان جا ملین مینے مناسب الفاظ مین انکو رخصت کیا۔ اور انہون نے میری مہربانی کا شکریہ
ادا کیا مینے لفٹننٹ تراب کو ساتھ کر دیا کہ اِن سپاہیون کو اُنکے میجرون کے سپرد کر آئے۔ تھوڑی دیر بعد
سارجنٹ سیفی اور دو کارپورلون کو جو ہمارے ساتھ قسطنطنیہ سے آئے تھے بلا کر اس دستہ مین شامل کیا
گیا جو رہوا بھیجے جانیکے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ جیکب اور مین سیفی کو خیمہ مین جو اسوقت خالی تھا لیگئے۔
وہان اُس نے ہمارے ساتھ بہت زور سے مصافحہ کیا اور لرزتی ہوئی آواز مین ہمکو دعا دی۔ میری
سارجنٹ سیفی سے جو کسی وقت شام مین ملکہ معظمہ انگلستان کا قونصل تھا یہ آخری ملاقات تھی۔ بانہ
۱۵۰ رنگروٹون پر کرنیل نے ۲۶ اپریل تک یعنی دوسرے دن تک میری کمپنی کو بحال رکھ کر مجھے حکم دیا
کہ تاریخ مذکورہ کے بعد مین میجر لطفی کو جو ایک نظامیہ پلٹن کا کمانیر تھا جا ملون وہ میرا افسر ہوگا اور
اسوقت سے میری کمان ختم ہو جائیگی۔ یہ پلٹن کیمپ کے ایک اور حصہ مین مقیم تھی مینے اپنی سپاہیون کی سج
دہج بڑھانے مین بڑی کوشش کی اور خود بھی خوب آراستہ و پیراستہ بنا۔ صفائی اور قطع وضع کی درستی
سے فارغ ہو کر ہم نے اپنا اسباب اُٹھا لیا اور دوہری قطار مین پلٹن کیطرف چلدیئے۔ لفٹننٹ تراب و
سیمور شمشیر برہنہ لئے آگے آگے تھے۔ مقام مقصود پر پہونچکر مین نے میجر کو اطلاع کرائی۔ اس نے ہمارا ملاحظہ
کرکے خوشنودی کا اظہار کیا۔ اس کے ایک گھنٹہ بعد میرے ایکسو پچاس سپاہی تقریباً مساوی تعداد مین
پلٹن مذکور کی ہر چہار کمپنیون مین بانٹ دیئے گئے۔ خوش نصیبی سے مین۔ جیکب اور تراب ایک ہی کمپنی
مین رہے۔ اس کے پہلے لفٹنٹ ایک کے سوا جنگ سردیا مین ضایع ہو گئے تھے۔ الغرض میری پہلی کمپنی
کمان (کمپنی کی افسری) ۱۳ دن کے بعد بخیریت ختم ہو گئی۔

میری نئی کمپنی مین ۱۶۰ سپاہی تھے۔ رنگروٹ بھی اسی تعداد مین شامل ہین۔ یہ کمپنی تین سکوڈرن

(حصون۱؎) منقسم تھی پہلا سکویڈ لفٹنٹ ہرور کے ماتحت تھا دوسرا لفٹنٹ ہربرٹ دیکھیے مصنف کتاب، اور تیسرا لفٹنٹ بیمور کے ماتحت تھا ہر ایک سکویڈ میں ایک ایک سارجنٹ اور ایک ایک کارپورل بھی تھا پلٹن کے جھنڈے اسی کمپنی کے پاس تھے۔ وہ لفٹنٹ تراب کی تحویل میں دیئے گئے۔ اور ایک کارپورل اور بارہ سپاہی اس کے ماتحت کر دیئے گئے۔ میں اس چوتھی سکویڈ کو کلر سکویڈ (علم بردار سکویڈ) اور بہ اختصار کے لیئے ابراہیم کو انسائن۱؎ لکھونگا۔ مگر اسے کبھی فراموش نہ کیا جائے کہ ترکی فوج میں یہ درجہ بالکل موجود نہیں ہے۔ ترکی سپاہی اس شخص کو جو علم بردار ہو۔ انسائن کی جگہ بیرق دار یا سنجق دار کہتے ہیں۔ خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہو۔ مگر عمومًا کارپورل اس خدمت پر مامور ہوتے ہیں۔ علم سرخ کپڑے کا ہوتا ہے اور اسپر سفید ہلال اور ستارہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ ہمارا جھنڈا ۱۸۲۹ء سے ملک اور قوم کی خدمت کر رہا تھا۔ ہر ایک پلٹن کے پاس ایک سبز جھنڈا بھی ہوتا ہے جو حضرت سرورِ کائنات کے علم کا بدل سمجھا جاتا ہے۔ یہ جھنڈا میدان جنگ میں نہیں لایا جاتا۔ بلکہ جہاں پلٹن کی اصلی قیام گاہ ہو وہیں رکھا رہتا ہے۔ اور مذہبی جلسوں کے موقع پر باہر نکالا جاتا ہے میں نے اپنی کمپنی کے سبز جھنڈے کو کبھی نہ دیکھا۔ میری کمپنی کی جمعیت حسب ذیل تھی:-

کپتان کل کمپنی کے بیچ ..	۱	تیسرا سکویڈ لفٹنٹ بیمور	۱	غیر مصافی۲؎ - بگلچی ..	۹
اوّل سکویڈ - لفٹنٹ ہرور	۱	نن کمیشنڈ افسر ..	۲	طبلچی	۱
نن کمیشنڈ افسر ..	۲	سپاہی تخمینًا	۵۰	کپتان کا اردلی ..	۱
سپاہی تخمینًا	۵۰	کلر سکویڈ - لفٹنٹ تراب	۱	سامان کے محافظ سپاہی	
دوسرا سکویڈ لفٹنٹ ہربرٹ	۱	کارپورل	۱	چارکش گھوڑونکے	۲
نن کمیشنڈ افسر	۲	سپاہی	۱۲	ساتھ تھے۔	
سپاہی تخمینًا	۵۰	.. .. ..		میزان	۱۸۰

دوسری تفصیل:- افسر ۵- نن کمیشنڈ افسر ۷- سپاہی (تخمینًا) ۱۶۲- غیر مصافی ۶ جملہ (تخمینًا) ۱۸۰- پلیونا کی پہلی لڑائی تک جو ۲۰ جولائی کو ہوئی کمپنی کی یہی جمعیت رہی۔ فی سکویڈ پچاس سپاہیوں کا اندازہ تخمینًا ہے۔ ویسے کسی کمپنی میں کچھ کم اور کسی میں اس سے کچھ زیادہ تھے)

۱؎ انسائن انگریزی فوج میں لفٹنٹ سے چھوٹے درجہ کا افسر ہوتا ہے۔ اور مدارج افسری اسی سے شروع ہوتے ہیں یہ علم بردار ہوتا ہے ۲؎ غیر مصافی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو صف جنگ میں مقابلہ میں شریک نہیں ہوتے ہوں مترجم ۳؎ ضابطہ کے رو سے ہر ایک کپتان کے پاس ایک بلوق امینی (منشی) ہونا چاہیئے مگر ہمارے کپتان کے پاس کوئی منشی نہ تھا اسکی جگہ اردلی جو کافی تعلیم یافتہ نوعمر سپاہی تھا کام کرتا تھا۔ گو کتابیں اور رجسٹر اول لفٹنٹ کے پاس رہتے تھے مصنف۔ ترکی میں کمپنی کو بلوق یا بلاک کہتے ہیں۔ مترجم۔

۱۵۰ سپاہیون مین سے ۱۱۰ محاربہ سرویا مین شریک رہ چکے تھے۔ باقی چالیس رنگروٹ تھے۔ میرے سکوئیڈ کے پچاس سپاہیون مین سے ۳۵ نبرد آزما اور پندرہ نو بھرتی شدہ تھے۔

ہماری پلٹن کی دوسری تینون کمپنیون مین سے ہر ایک کی جمعیت بالاوسط ایک سو ساٹھ تھی۔ کل پلٹن کی جمعیت بہ تفصیل ذیل تھی:۔ میجر ۱۔ قول آغاسی ۱۔ باش چاوش ۱۔ ایک کمپنی (تخمیناً) ۲۰۰، تین کمپنیان بحساب فی کمپنی ۱۶۰۔ آدمی ۴۸۰ (غیر مصافی)، کاتب جو افسری کا درجہ رکھتا تھا ۱۔ سرجن جو نیز افسری کا درجہ رکھتا تھا ۱۔ ٹرین[52] سولجرز جنکی تحویل مین دو بیل گاڑیان اور دو بارکش گھوڑے تھے ۳۔ کارپورل جو کل پلٹن کے ٹرین سولجرز کا افسر تھا۔ میزان (تخمیناً)، ۶۶۹ آدمی۔ انکی دوسری تفصیل یہ ہے:۔ افسر ۱۹۔ نن کمیشنڈ افسر ۲۰۔ سپاہی (تخمیناً) ۵۹۴۔ غیر مصافی ۳۶۔ میزان ۶۶۹۔ میری کمپنی کے پانچ افسرون مین چار مکتب لی تھے یہ صرف حسن اتفاق تھا۔ ہماری پلٹن کی دوسری تین کمپنیون کے تینون کپتان اور ۹ لفٹنٹ الائی تھے پلٹن کے کل ۱۹ افسرون مین سے پانچ مکتب لی۔ اور ۱۴ الائی لی تھے۔ اب مین اپنے ساتھی افسرون کی ملاقات ناظرین سے کراتا ہون۔

میجر یوسف تقی ایرانی الاصل تھا اور قسطنطنیہ مین پیدا ہوا تھا۔ مین جتنے ترکی افسرون سے ملا ہکو مینے سب سے زیادہ تعلیم یافتہ پایا۔ اس نے جرمنی کے مدارس مین تعلیم پائی تھی۔ اور ایک ایک برس لنڈن اور پیرس مین بھی رہا تھا۔ وہ عربی اور فارسی کیطرح جرمن۔ انگریزی اور فرنچ کو بھی روانی کیساتھ بولتا تھا بحیثیت افسری جہانتک انتظام و نظم و نسق کا تعلق تھا۔ وہ اچھا افسر تھا۔ اور اسی لئے ہماری پلٹن اکثر دوسری پلٹنون سے بالعموم اچھی حالت مین رہتی تھی۔ مگر لڑائی مین اسے فوراً جوش آجاتا تھا اور اسکے دماغ مین تیزی آجاتی تھی۔ لیکن ساتھ ہی اسکی بہادری مین کوئی کلام نہین ہوسکتا۔ وہ قواعد سیاست کے نفاذ مین بڑا سخت تھا۔ اور سپاہیونکی ذاتی صفائی اور پاکیزگی کا جس کی ترکی سپاہی عموماً پروا نہین رکھتے سخت خیال رکھتا تھا۔ وہ تنخواہ کے علاوہ گھر سے بھی بہت مالدار تھا۔ زندہ دلی کا بہت شیدا تھا اور چھپ کر کسی قدر شراب بھی پیا کرتا تھا۔ یہ بُری بدعت اُسے انگلستان سے چمٹی تھی۔

[51] بروئے ضابطہ ہر ایک پلٹن مین ایک سرجن۔ ایک طبیب اور ایک نائب طبیب ہونا چاہیے۔ مگر ہماری پلٹن مین صرف پہلا تھا۔ اور کئی پلٹنون مین ان طبی افسرون مین سے ایک بھی نہ تھا۔ مصنف

[52] ٹرین ان جانورون اور گاڑیون کو بھی کہتے ہین۔ جو سامان رسد قیام یا گولہ بارود کے لئے فوج کے ہمراہ ہون کمپنیونکی گاڑیون یا جانورون کے محافظ سپاہی ہر ایک کمپنی کی جمعیت مین شمار ہو چکے ہین۔ یہ تین سپاہی صرف کمپنی کے اعلےٰ افسرون اور نیز کل کمپنی کے مشترکہ اسباب کے محافظ تھے۔ مترجم:

اسکی عمر ۵۰ برس کی تھی۔شکل شباہت مین خوبصورت اور موٹاپے کیطرف مایل معلوم ہوتا تھا۔اسکی صرف ایک بیوی تھی۔جو اصفہان کی ارمن عیسائی عورت تھی۔وہ قسطنطنیہ مین رہتی تھی۔اور کئی بچون کی مان تھی میجر اپنی اولاد کی عکسی تصویرین ہروقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔اور انکی خوبصورتی کی تعریف سننے سے بڑھکر اُسے کسی اور چیز سے خوشی نہ ہوتی تھی۔اسے انگریز مورخ کنگ لیگ سے جسکی "تاریخ جنگ کریمیا" کی پانچوین جلد حال مین شایع ہوئی تھی۔بڑی محبت تھی۔اس مصنف کی کتابون سے وہ مجھکو اور جیکب کو ہمیشہ فقرے پر فقرے سناتا رہتا تھا۔بدوران محاربہ وہ ہم سے نہایت عمدگی سے پیش آتا تھا۔قول آغا سی نسلًا و پیدائیشًا قسطنطنیہ کا رہنے والا تھا۔وہ عادات و خصایل مین میجر کے مین برعکس تھا۔لڑائی مین اس کا دماغ مجتمع اور طبیعت قابو مین رہتی۔مگر انتظامی معاملات مین بالکل بے پرواہ تھا کیونکہ وہ تعلیم یافتہ نہ تھا۔اور ساتھ ہی بڑا چلبلا اور سیماب وش۔ہم افسرون کے ساتھ تو وہ نہایت خوش اخلاقی اور خندہ روئی سے پیش آتا۔مگر سپاہیون کو کاٹنے کو دوڑتا۔اور ان سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتا۔جسکی وجہ سے وہ اس سے سخت نفرت کرتے تھے۔مین بھی اسے پسند نہ کرتا تھا۔اور خوش قسمتی سے مجھے اس سے بہت کم بلکہ نہ ہونیکے برابر تعلق پڑتا تھا۔

کاتب محنتی و قابل افسر اور خوش خلق و شریف نوجوان تھا۔وہ وائنا مین رہ چکا تھا۔اور جرمن بول لیتا تھا۔وہ پلٹن کی سیٹی کو عجیب مہارت اور استادی سے بجایا کرتا تھا جسکا سامعین پر بہت اثر پڑتا اور چوسر مین مجھ سے روپیہ جیت لیا کرتا تھا۔

سرجن بدخو۔بدخلق اور ناہردلعزیز تھا۔عثمانیہ گورنمنٹ نے اُسے سرکاری خرچ پر پیرس اور برلن مین تعلیم دلوائی تھی۔اسکی قابلیت متوسط درجہ کی تھی۔مگر اس کی مستعدی اور سرگرمی مین کوئی کسر باقی نہ تھی۔پلٹن کا معمر باش چاؤش صرف اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ وہ ترکی فوج کے جن معدودے چند برے افسرون سے مجھے سابقہ پڑا یہ انکا بدترین نمونہ تھا۔وہ کاہل۔حریص۔بدخو۔خودغرض بددیانت اور بزدل تھا۔ہماری کمپنی کے کپتان کا نام احمد مصطفےٰ درہندی تھا۔وہ قسطنطنیہ مین پیدا ہوا اور وہین اس نے تربیت پائی۔وہ پست قامت اور بدشکل تھا۔مگر مضبوط و چابک اور پرتے ایسا پھرتیلا وہ شکل و شباہت چال ڈھال مین نہایت ہی شریر بکرے کے مشابہ معلوم ہوتا تھا۔خاصہ تعلیم یافتہ تھا لڑائی کے گھمسان اور آتشبازی مین بہادر اور دلیر تھا۔مگر کمپنی کے تقریبًا کل انتظامی معاملات کو اول لفٹنٹ پر چھوڑ دینے کا نقص رکھتا تھا۔اول لفٹنٹ اسکے کل کام کرتا تھا۔اور گو وہ بیچارہ نہایت مستعدی اور گرمجوشی سے کام کرتا تھا۔مگر کپتان کی سستی سے جو کمی واقع ہوجاتی تھی اسے بعض وقت

کامل طور پر پورا نہین کر سکتا تھا - کپتان کا ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ اُسے فی الفور اور بعض وقت نہایت ہی نامناسب موقعون پر بھی نیند آجاتی تھی - اور وہ سو جاتا تھا - لیکن کبھی کبھی وہ جان بوجھکر بھی سویا ہوا بن جاتا تھا - اور نیم باز پردہ ہائے چشم سے سپاہیون کو دیکھتا رہتا تھا - میجر کیطرح تنخواہ کے علاوہ یہ بھی ذاتی آمدنی رکھتا تھا - اسکی دو بیویان اور کئی بچے تھے جو قسطنطنیہ مین رہتے تھے - اسے اولاد سے بڑی محبت معلوم ہوتی تھی - وہ خوش طبع تھا اور کئی باتون مین اسکی طبیعت مین لڑکپن سا پایا جاتا تھا مثلاً وہ چند پیسیون - سگرٹون اور گاہ گاہ بسکٹون کی بھی بازی لگایا کرتا تھا - ٹھیکریون سے بھی کام لیتا تھا اور کھیل کا یہ طریق بنایا ہوا تھا کہ زمین پر خط کھینچکر ٹھیکریان اُسپر پھینکی جاتین - اس کھیل کے موجد وہ آپ ہی تھے - وہ مجھ سے دوستانہ برتاؤ کرتا اور عموماً مجھ سے صلاح مشورہ بھی لیتا رہتا -

اول لفٹنٹ کا نام محمد بہرد تھا - اسکا خاندان اصل مین میسوپوٹیمیا جزیرہ یعنی دوابۂ دجلہ و فرات کا رہنے والا تھا - جہان سے آکر وہ قسطنطنیہ مین آباد ہو گیا تھا - اس کی عمر ۲۸ برس کی تھی قد ۶ فیٹ سے بھی کچھ اوپر اور خوب جوڑا چکلا - قوی ہیکل اور تنومند نوجوان تھا - وہ محاربہ سرویا مین ملازم ہوا - اول کے درجہ پر ترقی یاب ہوا تھا - وہ آلائی تھا اور صرف قوت بازو اور حسن خدمات سے ترقی لیتا رہا تھا - کپتان کے لیے تو اسکا وجود لازمی ہو رہا تھا - مگر میجر بھی اسکی خاص عزت کرتا تھا - مین اسکی محنت و مستعدی اور اولوالعزمی کا ذکر اوپر کر چکا ہون - اسکی سمجھ کسی قدر کند تھی - وہ حکم کا منشا بآسانی نہین سمجھ سکتا تھا - اور خرام و رفتار مین بھی بھدا تھا - ان باتونکے سوائے وہ ہر طرح سے عمدہ اور قابل اعتبار افسر تھا - ذاتی طور پر مجھے اُس سے بہت محبت تھی - مینے اسکو ہمیشہ سچا دوست پایا - اسکی تعلیم ابتدائی درجہ کی تھی وہ صرف لکھ پڑھ سکتا تھا - اور بس - شطرنج کا بڑا شوقین تھا - اور اسکا کھلاڑی بھی تھا - جب ہم پلیونا مین گئے تو وہان ہمکو بساط اور مہرے مل گئے - وہ انکو نہایت ہی نامناسب موقعون پر بھی نکال لیتا - اور سخت مصر ہوتا کہ زیادہ نہ سہی ایک بازی ہی کھیل لی جائے - ویڈن کے کیمپ مین بہرد نے پاس بیٹھکر سپاہیون سے عجیب و غریب قطع کے چوبی مہرے بنوائے ہوئے تھے - اور بساط کے خط بلگیریا کے نقشہ کی پشت پر جو میرے پاس تھا کھینچ لیے گئے تھے - بہرد کا ایک اور قابل تعریف اور بینظیر وصف یہ تھا کہ اسے اپنے والدین اور دونون بہنون سے

لہ شطرنج کا ذکر آجانے پر مین ایک عجیب واقعہ کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہون - ویڈن کیمپ مین ہمارے پاس سلیٹ کے بنائے ہوئے دو بساطون کے دو مہرے تھے - ایک بساط کے سپید و سُرخ اور دوسرے کے سبز و سُرخ تھے - مین ایک اول لفٹنٹ مسمی اکبر سے بھی اکثر بازی کھیلتا - جب ہم سُرخ و سپید سے کھیلتے تو ہمیشہ اکبر بازی لیجاتا - اور جب دوسرے سے تو وہ ہمیشہ ہار جاتا - اس کی وجہ بعد مین معلوم ہو گئی - وہ رنگون مین تمیز نہین کر سکتا تھا - اسکی بینائی اس بارہ مین معدوم تھی - مصنف

بے اندازہ محبت تھی - اس کے باپ کی جیسا کہ عموماً کم استطاعت اشخاص کی کیفیت ہے صرف ایک ہی بیوی تھی یہ بہادر ۳۰ جولائی کی لڑائی مین جام شہادت نوش کر گیا - اس کی وفات سے خاندان پر یقیناً سخت مصیبت پڑ گئی ہوگی - خداوند کریم مرحوم کو جوار رحمت مین جگہ دے اور بلیٹونا کی سبز پہاڑیون کو اسپر سبک رکھے آمین

دوسرے سکویڈ کے لفٹنٹ ولیم ہربرٹ سے تو ناظرین کی پہلی ہی سے گہری ملاقات ہے اسیطرح تیسرے سکویڈ کے لفٹنٹ جان سیمور اور رالنسا ین تراب کو بھی وہ بخوبی جانتے ہین - یہان ان تینون کا ذکر فضول ہے، اب صرف ایک شخص باقی رہگیا ہے - جسکا مین یہان ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہون - وہ جدت طرازی اور ہر فن مولا ہونے مین اپنی آپ ہی نظیر اور جن کئی سو ترکون سے مجھے ذاتی طور پر واقفیت حاصل ہوئی - ان سب کی باتون مین افضل واعلے تھا - اس بےنظیر شخص سے میری مراد اپنی سکویڈ کے سارجنٹ سے ہے - اسکا نام بقال تھا - اور وہ بحیرہ مامورہ کے ساحلی قصبہ سلیوری کا باشندہ تھا - اس کی عمر پچاس برس کی تھی قد چھوٹا - جسم گٹھیلا - ڈاڑھی سیاہ و سپید - بدن چھریرا - چہرہ پر چیچک کے داغ - بارہ چودہ زخمون کے اور دو تین کھجوری[1] نشان تھے - وہ چھوٹی عمر مین ہی فوج مین بھرتی ہوگیا تھا - اور ۱۸۵۳ء ۱۸۵۴ء مین (نامور غازی) عمر پاشا کے ماتحت، سلسٹریا مین اور اس کے قریب ۱۸۵۵ء مین سباسٹوپل (واقعہ کریمیا) کے سامنے ۱۸۶۲ء مین مانٹی نیگرو دحیل ہو دیا قرہ داغ، مین کریٹ مین ۱۸۶۶ء ۱۸۶۹ء تک اور بوسینا و سرویا مین ۱۸۷۶ء مین شریک کارزار رہ چکا تھا - علاقہ کاکس (کوہ قاف)، میسوپوٹیمیا - شام اور عرب مین اس نے بحالت صلح فوجی خدمت انجام دی تھی - وہ عربی اور ترکی لکھ پڑھ سکتا تھا - اور بلغاری زبان اور علاقہ کوہ قاف کی چھ سات مختلف بولیان بول سکتا تھا - وہ بہت ہی باخبر آدمی تھا - اور جو کچھ اُسے آتا تھا وہ سب اس نے اپنی ہمت سے سیکھا تھا - لڑکپن مین اسے کوئی تعلیم نہ ملی تھی - اسکی کمالات اور معلومات کا دایرہ ایسا وسیع تھا کہ انسان متحیر رہجاتا تھا - وہ قابل ترین فرانسیسی خانساماں سے اچھا کھانا پکا سکتا تھا - لایق درزی سے بہتر کپڑے سی سکتا تھا - ماہر کفش دوز سے بہتر بوٹونکی مرمت کرسکتا تھا زخم کی مرہم پٹی اور شکستہ عضو کے باندھنے مین متوسط لیاقت کے ترکی فوج کے ڈاکٹر یا سرجن سے زیادہ لایق تھا طبل اور بگل ایسی خوبی سے بجا سکتا تھا کہ جن لوگون کا یہ پیشہ ہے وہ دنگ ہوجاتے تھے - کل پلٹن بھر مین وہ سب سے زیادہ قادر انداز تھا - اور مورچون اور دمدمونکے بنانے مین تعلیم یافتہ انجنیر اسکے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے تھے

---

[1] یہ نشان کھجور کے مشابہ جلد پر ہوتے ہین - اور زیادہ تر ان علاقونکے باشندونکے جسم پر ہوتے ہین جہان کھجور کثرت سے کاشت کئے جاتے ہین - چنانچہ خلیج فارس کے ساحلی اضلاع مین انکی بہت کثرت ہے - بصرہ مین یوروپین یا دیسی ایک بھی ایسا شخص نہین جو اس نشان سے بچا رہے - مصنف -

وہ سکوئیڈ، کمپنی اور بٹالین کی کمان لائق لفٹنٹ۔ کپتان یا میجر کے برابر بلکہ ان سے بھی عمدہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ ضرورت کے موقعوں پر اس نے کئی دفعہ ایسا کیا بھی۔ وہ اپنے شہنشاہ کی قلمرو کے ہر ایک گاؤن پہاڑ۔ راستہ سڑک۔ کھیت اور سرائے کو جانتا تھا۔ الغرض اس نے ہر ایک چیز کو دیکھا ہوا تھا اور ہر جگہ رہ چکا تھا۔ وہ جرمن کمپنی لیڈر (افسر کمپنی) کیطرح سنتریون کو حسب موقعہ مامور کرنا۔ کیمپ کو کھڑا کرنا۔ سکرمشرون کو مختلف جگہ بٹھانا۔ فوجکو درستی کے ساتھ واپس ہٹا لینا اور مربع بنانا بخوبی جانتا تھا۔ باوجود ان سب خوبیون کے فخر و شیخی کا اس مین نام نہ تھا۔ پورا مؤدب۔ متواضع اور متین تھا۔ وہ اصولاً کبھی نہین ہنستا تھا۔ اس کا عام مقولہ تھا کہ "مرد کبھی نہین ہنستا" بعض وقت سپاہی اسکو ہنسانے کے لئے طرح طرح کی نقلین اور مسخرہ پن کرتے۔ جنکو دیکھ کر پتھر کے بت بھی مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ جاتے۔ مگر سارجنٹ بقال کے چہرہ کا ایک پٹھا بھی متحرک نہ ہوتا۔ وہ انکی طرف پدرانہ شفقت اور عفو و درگذر کی نظر سے دیکھتا رہتا۔ لڑائی مین بڑا بہادر تھا۔ اور اسکے خیالات مجتمع رہتے۔ دماغ مین کبھی تیزی اور اشتعال نہ آتا۔ کبھی اسکی طبیعت بے قابو نہوتی۔ اس کی براقی طبع اور سوجھ بلا کی تھی۔ ہر مشکل کے لئے اسکے پاس کوئی نہ کوئی سبیل موجود ہوتی۔ ہر مصیبت کا علاج اور ہر خطرہ و مزاحمت کا تریاق اس کے پاس تھا۔ اور غیر مترقبہ حادثہ پر اسکے ذاتی تجربہ کا کوئی نہ کوئی حصّہ کام دیتا تھا۔ اسکا حافظہ غضب کا تھا۔ اور کوئی گذشتہ تجربہ یا معاملہ اس سے فراموش نہوتا تھا۔ واقفکار ناظرین سے پوشیدہ نہین کہ جنگ کے دوران مین بعض وقت فوج کیلئے رسد کا بہم پہونچانا نہایت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسی مشکل کیوقت وہ جسطرح رسد کا انتظام کر دیتا تھا۔ وہ واقعی کمال حیرت افزا تھا۔ چنانچہ بسا اوقات جبکہ دوسرے سکوئیڈ بھوکے مر رہے ہوتے تھے۔ میرا سکوئیڈ بڑے مزے سے کھانا کھانے مین مصروف ہوتا تھا۔ سپاہی پر وہ بہت مہربانی کرتا تھا۔ لیکن خطا یا انتظامی فرد گذاشت سے کبھی درگذر نہ کرتا۔ سپاہی ایسے نادان نہ تھے کہ اس کی سود مندی اور کار آمدگی کی قدر نہ کرتے۔ مگر وہ صرف اس لئے نہین بلکہ اس کی انصاف پسندی۔ سلیم الطبعی اور دیانتداری کے لئے بھی اُسے دل و جان سے پسند کرتے تھے۔ بیمار سپاہیون کے ساتھ وہ مادر مہربان کیطرح بہ شفقت پیش آتا۔ باین ہمہ اوصاف اپنے سپاہیانہ پیشہ سے علاوہ دُنیاوی معاملات مین بچون سے زیادہ سیدھا تھا۔ اسکا کوئی عزیز و رشتہ دار نہ تھا۔ اس کا بیان تھا کہ مجھے عشق و محبت کی کبھی چاٹ نہین لگی۔ مگر بیٹے اُسے ایکدفعہ اپنی

۱؎ سکرمشر منفرد طور پر لڑائی کرنیوالے کو کہتے ہین۔ عام قاعدہ ہے کہ غنیم کو پیشقدمی اور حملہ کیوقت نقصان پہونچانے کیلئے قادر انداز نشانہ باز محفوظ مقامات مین یا کسی آڑ کے پیچھے متفرق جگہون پر دو دو تین تین یا کم و بیش تعداد کی ٹولیون مین منتشر کر دیئے جاتے ہین جو دشمن کے ساتھ آکر اسکو نقصان پہونچاتے رہتے ہین۔ آفریدیون نے ۱۸۹۷ء کی مہم تیراہ مین یہی روش اختیار کی تھی۔ جس سے انگریزی فوج کو بہت نقصان پہونچا۔ اور آفریدی عموماً بچ گئے۔ مترجم

پرانی پاکٹ بک سے ایک عکسی تصویر نکالکر اسکو پیار بھری نگاہون سے دیکھتے ہوئے بتا لیا تھا۔ ترک بطور قاعدہ کلیہ اپنی تصویرین نہین اُترواتے۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ اسلام انسانکی تصویر اُتاری جانیکی ممانعت کرتا ہے۔ اس لئے بقال والی تصویر کا اصل ضرور عیسوی یا یہودی المذہب ہوگا۔ افواہاً اسکی نسبت طرح طرح کی عجیب وغریب باتین مشہور تھین۔ تاہم اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کبھی کسی کی تیز نگاہ سے گھایل نہین ہوا تھا۔ پھر بھی یہ میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ محبت وعشق کی قابلیت ضرور رکھتا تھا۔ کیونکہ اسے مجھسے بھی بیحد اُلفت ومحبت ہو گئی تھی۔ اس کے دل مین محبت وعشق کا احساس ہوتا تو ایسا ہرگز وقوع مین نہ آتا۔ ابتدا سے لیکر انتہا تک بقال میرا رہبر، ناصح، مشفق اور دوست صادق رہا۔ مین نہین کر سکتا کہ اگر وہ نہ ہوتا تو مین کیا کرتا۔ مینے جب کبھی اس سے نصیحت طلب کی یا مدد یا دوستانہ اعانت کی استدعا کی۔ اسکی طرف سے ایک دفعہ بھی فروگذاشت نہ ہوئی۔ مین سنجارسٹ مین اس سے علیحدہ ہوا۔ اور اسکے بعد اسکو دیکھنا یا اسکی نسبت کوئی خبر سُننا نصیب نہین ہوا۔

میرے سکوڈ کا کارپورل صرف اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ وہ ترکی نن کمیشنڈ افسرونکا خاصہ نمونہ تھا۔ وہ جاہل جب ضرورت نہ ہو کاہل اور لاپرواہ شخص تھا۔ مگر ساتھ ہی قابل اعتبار، مطیع اور دلی شوق سے فرمانبرداری کرنیوالا تھا۔ وہ اپنی ذمہ واری پر اور اپنے دماغ سے کام لیکر باختیار خود کبھی کچھ نہین کرتا تھا بلکہ ہمیشہ احکام کی تعمیل پر کفایت کرتا۔ لیکن تعمیل نہایت مستعدی اور جانبازی سے کرتا۔ وہ اپنا فرض بخوبی ادا کرتا تھا۔ مگر فرض سے بڑھکر کچھ نہ کرتا تھا۔ بہادر کی نسبت وہ ثابت قدم زیادہ تھا موت کی مطلقاً پرواہ نہ کرتا تھا۔ اور کل گبرون سے بالعموم اور روسیون۔ سربیون اور بلغاریون سے نہایت ہی نفرت رکھتا تھا۔ وہ قانع، صابر، بے انتہا جفاکش، کج اخلاق، درشت خو، کبھی کبھی وحشی مزاج مگر ساتھ ہی خوش چلن، پاکیزہ خیال اور اپنے ہم مذہبون سے کمال خلیق اور خوش خو تھا۔

اپنی کمپنی کے سپاہیونکی نسبت مین اپنی رائے ذیل مین درج کرتا ہون۔ اور یہی رائے کل ترک سپاہیونکی نسبت بالعموم صادق آتی ہے۔ حملہ کیوقت انمین رومانوی انفنٹری ایسی تیزی اور جھپٹ نہین پائی جاتی۔ داسہارہ مین رومانوی انفنٹری روسی فوج پیدل پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔ مگر جب وہ بچاؤ کے پہلو پر ہون تو ان سے بڑھکر ثابت قدم دلیر اور جانباز کوئی نہین ہو سکتا۔ جنرل مولکی کی یہ رائے بالکل درست ہے کہ "غنیم کے حملہ کے اس موقعہ پر جبکہ اور سپاہی بھاگ کھڑے ہوتے ہون ترکون کی مدافعت کا وقت ابھی آغاز ہی ہوتا ہے"۔ ایسے حالات مین بھی جو اور اقوام کے سپاہیونکو لازمی طور پر پراگندہ خاطر اور متزلزل کر دیتے وہ برابر مطیع اور زندہ دل رہتے تھے اور ایسے فقر وفاقہ اور مصائب مین جو دردنکو

بالضرور ہلاک کر دیتین سو وہ نہ فقط زندہ ہی رہے بلکہ مضبوط و توانا باہوش و حواس بھی رہے۔

اس مین کلام نہین کہ فتح پلیونا کے بعد بلقان کے شمال کیطرف کے قلعون کی فوجونکے سوا باقی کل عثمانیہ افواج کی ہمت و جوش مین یکبارگی کامل انقلاب اسطرح وقوع مین آیا کہ پہلے پہل ہیونکار وبہ وسط درجہ کا ہوا پھر ناقص اور آخر کار بزدلانہ ہوگیا۔ مگر اس تغیر کے اسباب اندرونی یعنی سپاہیونکی نفاقی خرابی سے کبھی بلند نہ ہوئی تھے۔ انتظام بالکل خراب ہوگیا تھا پے در پے شکستون نے انکے حوصلے پست کر دئیے تھے۔ اور سلطنت کی عاملانہ کاربائل کل چکنا چور ہوگئی تھی۔ ایسی نادر اور اتفاقیہ اسباب و حالات سے جو اثر پڑے اسے مولکی کی شئے آگی درستی مین کوئی فرق نہین۔

اپنے سے بالاتر افسران فوج مین سے قایممقام اور میرلواء کے درجونکے افسرون کا تذکرہ مین نظرانداز کرجاتا ہون کیونکہ محاربہ کے دوران مین مجھے تقریباً آدہی درجن کرنیلون کے ماتحت رہنا پڑا اور تین میرلواء نوبت بنوبت ہم پر مقرر ہوئے انہین سے کس کس کا ذکر کیا جائے البتہ ایک میرلواء کی نسبت یہ بتا دینا شاید بے محل نہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے زعم مین خود کو شکل و شباہت اور لیاقت و قابلیت مین مولکی کے مشابہ سمجھتا تھا۔ اور کل کمپ اسکی سفاہت پر ہنسی اڑایا کرتا تھا۔

ہمارا فریق عادل پاشا تھا وہ بہادر۔ چالاک۔ محنتی۔ جان نثار اور ترکی فوج کے بہترین افسرون مین سے تھا۔ شیر اس پر بڑا اعتبار کرتا تھا۔ اور کل کمپ مین وہ نہایت کامل اور قابل افسر گنا جاتا تھا۔ عادل پاشا کے بعد مین ناظرین سے انکو ایک شخص سے روشناس کرانے کی اجازت چاہتا ہون جو قیامت تک آیندہ نسلون مین محافظ پلیونا اور ترکون مین عثمان غازی کے نام سے مشہور رہے گا۔

مشیر غازی عثمان نوری پاشا ۱۸۳۲ء مین ایشیا کوچک کے قصبہ ٹوکٹ (توقاد) مین متولد ہوئے تھے مکتب حربی کا امتحان پاس کرکے فوج سواران (کیولری) مین داخل ہوئے۔ بحیثیت ملازم ثانی ۱۸۵۳ء سے ۱۸۵۶ء تک محاربہ کریمیا مین شریک کارزار رہے۔ ۲۱ مارچ ۱۸۵۵ء کو مقام یوپاٹوریا (واقع کریمیا) شجاعت کے خوب جوہر دکھائے ۱۸۵۶ء مین ملازم اول بنے۔ شام کی بغاوت در وزان و ما رنیان کے اطفا مین شریک رہے ۱۸۶۱ء مین یوزباشی کے درجہ پر ترقی یاب ہوئے۔ بغاوت کریٹ کے فرو کرنے مین شامل ہوئے اور ۱۸۶۶ء مین پہلے کول آغاسی اور پھر بن باشی بنائے گئے ۱۸۶۹ء مین قایممقام اور ۱۸۷۱ء مین میرالائی ہوئے ۱۸۷۱ء اور ۱۸۷۲ء کے محاربہ یمن مین (جو باغی عربون کے ساتھ ہوا) شریک ہی ۱۸۷۶ء

لہ غازی کا خطاب بارگاہ سلطانی سے بہت کم خوش نصیبون کو عطا ہوتا ہے۔ شیر پلیونا کو یہ خطاب سلطان معظم نے ۱۸۷۷ء مین عطا کیا تھا مصنف۔ ایشیائی افواج کے سپہ سالار مختار پاشا کو بھی اسیوقت غازی بنایا گیا تھا۔ مترجم

مین میر لوا اور ۱۸۷۵ء مین فریق کے منصب پر سرفراز ہوئے - محاربہ سرویا مین انہون نے بمقام الیسودر ۱۸ جولائی ۱۸۷۶ء اور بمقام ییچار ۲۸ اگست ۱۸۷۶ء کو سربیون کو کامل زک دیکر محاربہ کا خاتمہ کیا اور ان فتوحات کے صلہ مین سلطان المعظم نے انکو مشیر کا اعلے رتبہ مرحمت فرمایا -

اگر اعزاز و احترام - شہرت و ناموری - اور حشمت و دولت انسان کو خوش بنا سکتی ہو تو عثمان پاشا بیشک دنیا بھر مین سب سے خوش نصیب شخص ہین - اور انکو اپنے تئین ایسا سمجھنا چاہیئے - اپنے ملک اور کل دنیا مین وہ زمانہ حال کے قابل ترین بہادرون اور مشاہیر زمانہ مین تصور کئے گئے ہین - اور اس شہرت کے وہ بیشک حقدار ہین - انہون نے دنیا مین اپنے کارنامون کی دھوم برپا کر دی ہے - اور دنیا نے انکو بیشک درست طور پر موجودہ زمانہ کے لیونیڈس[1] کا نام عطا کیا ہے - کیا اچھا ہوتا اگر وہ اپنی بیداغ اور بےنظیر

[1] لیونی ڈاس یونان کے علاقہ سپارٹا کا بادشاہ تھا - وہ اپنے سوتیلے بھائی کلیومونیس کے بعد ۴۹۱ قبل مسیح مین تخت نشین ہوا - جب کیخسرو شاہ ایران نے کئی لاکھ فوج سے یونان پر چڑھائی کی اس نامور محب وطن نے جسکا نام قیامت تک صفحہ عالم پر ثبت رہیگا - تین سو جان بازون کے درہ تھرموپائیلی پر کئی ہفتون تک ایرانیون کا مقابلہ کیا اور انکو آگے نہ بڑھنے دیا - آخر افیالٹس باشندہ طراشینی کی غداری سے ایرانیون کا ایک دستہ اور پوشیدہ درہ سے عبور کر کے لیونیڈس کی عقب پر آپڑا - وہ اپنے بہادرون سمیت جان پر کھیل گیا اور ایرانیون کو کامل فتح ہوگئی - تین سو مین سے صرف ایک شخص زندہ بچکر بھاگ گیا مگر ابنائے وطن نے اسکو نہایت ذلیل کیا کہ ایسے میدان مین جان دینا ہزار زندگیون سے افضل تھا - تیرے جیسے نالایق اور بدقسمت سے بولنا درست نہین - ملک نے جان نثارون کی یادگار کچھ عرصہ بعد میدان جنگ مین تعمیر کی جسپر یہ عبارت کندہ ہے، "اے مسافر لکدیمونیون (سپارٹیون) سے کہدے کہ ہم انکے قوانین و احکام کی تعمیل مین یہان آغوش لحد مین پڑے ہین" لیونیڈس ۴۸۰ قبل مسیح مین اس میدان جنگ مین ملک پر قربان ہوا - مترجم

[2] عثمان پاشا جب روسیون کی قید سے آزاد ہو کر قسطنطنیہ واپس آئے تو سلطان المعظم نے انکی بہت قدر افزائی کی - اور انکو امور سلطنت مین اپنا مشیر و دست راست بنالیا - وہ اب دربار ہمایون کے گرینڈ مارشل ہین - ان کے ایک فرزند سے سلطان المعظم کی بڑی شہزادی (سلطان المعظم کی دوسری شہزادی بھی جو زکیہ سے چھوٹی ہے غازی عثمان کے دوسرے لڑکے سے ۱۸۹۸ء مین بیاہی گئی - مترجم) زکیہ سلطانہ بیاہی ہوئی ہین - جنکا مفصل ذکر بسلسلہ عہد حکومت مین مندرج ہے - تدبر اور سپاہ گری متضاد چیزین نہین - ڈیوک آف ویلنگٹن فاتح نپولین جنگ واٹرلو کے بعد کئی برس اپنے ملک و بادشاہ کا وزیر اعظم رہا - پس اگر غازی عثمان کو بھی امیر المومنین نے مہم سلطنت کے انصرام مین اپنے ساتھ شریک کر لیا تو کوئی قباحت کی بات نہین - غازی ممدوح سے کوئی ایسا فعل سرزد نہین ہوا کہ انکو اسکا نادم ہونا پڑے - مسٹر ہربرٹ نے غالباً یورپ کے بعض بدخصلت و مفتری اخبارون کی تحریرون اور بے بنیاد بہتانون پر اعتبار کر لیا ہے - غازی عثمان کے رفیق غازی مختار بھی پالٹیکس مین داخل و مصر مین عثمانیہ کمشنر ہین اور خود انگریز تسلیم کرتے ہین کہ تدبر اور سپاہ گری دونون کو ان سے فخر ہے - مترجم -

سپاہیانہ شہرت و ناموری پر قناعت کرتے اور پالٹیکس (امور سلطنت) کے گندہ تالاب مین قدم نہ دہرتے۔ انکو
انکو ایسا کرنیسے سے پہلے یہ سوچ لینا واجب تھا کہ دیوتا بچین تو بچین ورنہ کسی انسان کیلئے تو یہ ممکن نہین کہ
وہ گندگی کو ہاتھ لگائے اور اسکی انگلیان اس سے آلودہ نہ ہون۔ مگر ہم ۱۸۷۸ء سے بعد کے واقعات کو انکے
پہلے بینظیر اور شاندار کارنامون کے لحاظ سے نظرانداز کرکے ناظرین کو وہ رعد نما گرج اور گونج یاد دلاتے
ہین۔ جس نے اسوقت جبکہ بلگیریا کے ایک گمنام قصبہ کی سبز پہاڑیون سے عثمان نے باواز بلند روسیونکی
خوف زدہ افواج کے دل بادل کو حکم سنایا تھا کہ "بس بہت آگئے اب آگے ایک قدم نہ اٹھاؤ" اور
زمین سے لیکر آسمان تک پلیونا کی محافظت کی دھاک بندھ گئی تھی۔ تمام عالم کو متحیر و حیرت زدہ بنا دیا
تھا۔ اور اسکی لہر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی تھی۔

عثمان پاشا گو طویل القامت نہ تھے مگر بارعب اور پرجلال تھے وہ خاموشی پسند و ثقہ گفتار و کردار
مین اکھڑ اور موجودہ زمانہ کی خوش اخلاقی کی بیہودہ پابندیون سے بالکل آزاد تھے۔ ان کے کلام اور بشرہ
مین کسیقدر متکبرانہ انداز پایا جاتا تھا۔ انکی آنکھین غضب کی تیز تھین۔ وہ باہستگی نگاہ اونچی کرکے کسی
چیز یا انسان کو ایک دفعہ نظر بھر کر دیکھ لینے سے اس کے کل حالات سے اعجاز نما طریقہ سے واقف ہوجاتے
تھے۔ وہ آنکھین گویا انسان کے دل اور بیجان اشیا کے اندرونی حالات کو ساحرانہ تاثیر سے تاڑ لیتی تھین
مشیر ممدوح کا ایک عجیب خاصہ یہ تھا۔ کہ وہ اجنبیون کو خواہ انگریز ہون یا فرنچ۔ روسی ہون یا جرمن
سب کو یکسان بہت برا سمجھتے تھے ۱۸۷۸ء تک جنگ کی ضرورتون کے ماسوا (جنکی وجہ سے انکو مین
کریٹ و کریمیا جانا پڑا) وہ اپنے ملک سے کبھی باہر نہ گئے تھے۔ اور ترکی اور ٹوٹی پھوٹی عربی کے سوائے
صرف فرنچ بول سکتے تھے۔ مگر وہ بھی اچھی طرح سے نہین۔ وہ سپاہی آدمی تھے۔ انکو نمایشی تہذیب اور
آداب مجلس سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اگر وہ لندن یا پیرس کے کسی امیر کے کمرہ ملاقات مین کبھی داخل
ہوتے تو شریک محفل بعید مہذب نازک طبع اور فارغ البال لیڈیون کے ہوش و حواس پران ہوجاتے

چند برس ہوئے بعض اخبارات مین انکی وفات کی خبر شایع ہوکر بعد مین اسکی تردید ہوگئی تھی
جہانتک مجھے علم ہے وہ اب تک زندہ ہین اور ٹرکی کے زہے نصیب۔ اگر وہ روس کے پھر فتح قسطنطنیہ
کے لیے دوبارہ کوشش کرنیکے وقت تک (جو کوشش بیشک یقین مین آخری ہوگی اور اس مین یا ٹرکی
ہمیشہ کے لئے معدوم ہوجائیگی۔ یا روس کے ایسے دانت توڑ دیئے جائینگے کہ وہ پھر کبھی قسطنطنیہ کا نام
نہین لیگا) زندہ رہین اور اپنے ملک کے جھنڈے کو اپنے مضبوط ہاتھونمین پکڑکر دشمن روسیاہ کو اسکی جسارت

لہ چونکہ مصنف پاشا ممدوح کا حلیہ اسوقت کا لکھ رہا ہے جبکہ وہ پلیونا مین تھے اس لئے وہ ماضی کا صیغہ استعمال کر رہا ہے۔ مترجم

طمع کا مزہ بخوبی چکھاوین -

اعلان جنگ کے ساتھ ہی فوج مین بے انتہا مستعدی شروع ہو گئی کمپنیون - پلٹنون - اور برگیڈ وکی علیحدہ علیحدہ قواعد ہر روز پہاڑیون پر جہان مشق کے لئے عمدہ جگہ تھی - کئی گھنٹون تک ہوتی - یہ قواعد بچون کا کھیل نہ تھی - بلکہ نہایت سخت اور واقعی جنگ کی چھوٹی بہن ہوتی تھی - نشانہ بازی کی مشق شروع کر دی گئی اور کھلے دل سے کارتوس خرچ کئے جانے لگے - حتیٰ کہ مفلس ترکی کا یہ اسراف دیکھکر تعجب سا ہوتا تھا - میر لوا اور فریق تقریبًا بلا ناغہ پریڈ کراتے اور فوجکا جایزہ لیتے جرابون - بوٹون - بنیانون وردیون اور کوٹون وغیرہ کی پڑتال کی گئی - تلوارین اور سنگینین تیز کی گئین - رایفلون کے پرزے جدا جدا کر کے ان کو صاف کیا گیا - اور ہر ایک پرزہ کے درست اور مضبوط ہونیکا امتحان لیا گیا -

ملحقہ دیہات اور قصبون سے ہر ساعت گودام (چارہ - غلہ اور مویشی) چلے آتے تھے - کمپ مین صرف اسی قدر گودام رکھا جاتا تھا - جو گذارہ کیلئے ضروری ہوتا - باقی شہر مین ذخیرہ کیا جاتا - فی سپاہی پانسو کارتوس کے حساب سے کل اسٹور مین کارتوس تقسیم کئے گئے جنمین اسی اسی کارتوس سپاہی کی پیٹیو نمین رکھے گئے - ایک ایک گراسکے علاوہ سنگینین ہر ایک کے لگا دی گئی جنکی جمعیت بڑھا دی جاتی تھی - پہاڑون کے ہر ایک ضروری مقام پر چوکیان بٹھا دی گئین - اور سرحد سرویا اور ڈنیوب کے ساحل کے دیہات و قصبات کی حفاظت کے لیئے چھوٹے بڑے دستے بھیج دیئے گئے -

سرحد سرویا کا قریب ترین مقام انو واسی شمال مغرب کیطرف ویڈن سے ۱۳ میل ہے مگر ایک پہاڑ کے حایل ہونے کیوجہ سے وہ نظر سے چھپا ہوا ہے - رومانیا کی کل فوج اگرچہ ۸ مئی تک رومانوی اور ترکی فوج نے ایک دوسرے پر گولہ باری نہ کی یقینی دشمن تصور کیجاتی تھی - ۸ مئی کو ہی مین بھی کمپ سے روانہ ہوا جسکا ذکر آگے کیا جائیگا - سرویہ پچھلے محاربہ مین ایسا بگڑ گیا تھا کہ وہ ابھی میدان جنگ مین پھر داخل نہیں ہو سکتا تھا - مگر یہ سب کو علم تھا کہ پرنس میلان (والی سرویا) حالی یعنا مین شریک ہونے کیلئے میدان مین اترنے کیواسطے صرف ترکی کے ایک دفعہ منہ کے بل گرنے کا انتظار کر رہا ہے -

چارلس (جواب بادشاہ ہے) پرنس والی رومانیا بھی گو باغی اور سرکش باجگذار تھا - مگر پھر بھی ترک اسکا ذکر کسی قدر عزت و ادب کے ساتھ کرتے تھے - پرنس میلان (جو بعد مین بادشاہ ہو کر پھر معزول کیا گیا - اور اب اسکا بیٹا شاہ سرویا ہے ، والی[1] سرویا کو ترک بہت نفرت و حقارت سے یاد کرتے تھے -

---

[1] اسکو اس کے بیٹے الیگزینڈر نے جنوری ۱۸۹۵ء مین افواج سرویا کا سپہ سالار مقرر کر دیا ہے معزولی کے بعد جو ۶ مارچ ۱۸۸۹ء کو عمل مین آئی تھی وہ ملک سے باہر چلا گیا تھا - جہان پھر اب واپس آیا ہے

مترجم

اور واقعات مابعد نے اس کی کمینگی اور بے ایمانی کو واضح کر دیا کہ ترک اُسے بُرا کہنے میں بالکل حق بجانب تھے۔

ایکدفعہ میں نے اور جیکب نے ایک سربیا سے جو ترکی ملازم اور رغا گیا جاسوسی پر مامور تھا۔ اور اکثر کمپ میں آتا رہتا تھا۔ سربیا کی نسبت ذکر چھیڑ دیا۔ سلسلہ سخن سوال سے شروع ہوا کہ ہم نے اس سے سربونکی قومی شراب سلوووِرکی ایک بوتل جو بیرن سے بنائی جاتی ہے۔ اور نہایت مزیدار مگر ساتھ ہی تیز بھی بجد ہوتی ہے خرید کی۔ اس نے کہا کہ میرے ہموطنوں کا حصہ کثیر ترکوں سے لڑائی کرنے پر رضامند نہیں ہے۔ انکو ترکی قوم یا عثمانیہ گورنمنٹ سے کوئی شکایت نہیں ۱۸۷۶ء کی جنگ صرف میلان نے برپا کی تھی۔ وہ روس کے ہاتھ میں محض کٹ پتلی بنا ہوا ہے۔ ہمارے شہر میں روس نے جو افسر ہماری مدد کیلئے روانہ کئے تھے انکا رویہ سخت نفرت انگیز تھا۔ وہ غالباً روس کے بدترین لوگ تھے۔ انکی حرص و طمع۔ بددیانتی۔ مئیخواری بدچلنی۔ علت قماربازی۔ نالیاقتی۔ بیرحمی و سفاکی و بزدلی حد بیان سے باہر تھی،،

کلافت کو ہم دوربینوں سے دیکھا کرتے تھے۔ اپریل کے آخری حصہ میں وہاں فوجوں کی نقل و حرکت دکھائی دینے لگی اور مزید توپیں بھی پہونچ گئیں۔ بکل فوج کلافت کو دیکھکر دانت پیستی تھی اور دارالخلافہ کے حکام کے برخلاف ان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہ گئی تھی۔ شاہی منظور نظر۔ ناکارے مصاحب نمائشی سپاہی (یعنی اعلےٰ فوجی افسر) اور خاتونان حرم کی سفارشوں سے مقرر شدہ پاشا مجلس حرب کے اراکان تھے۔ اور انہوں نے دشمن کو کلافت اور ڈنیوب کے محولہ بالا جزیروں پر قبضہ کر لینے سے روکدیا تھا سپاہیونکو یہ امر معلوم ہو گیا تھا کہ عثمان پاشا نے مفصل تجاویز ارسال کر کے رومانیا پر حملہ کرنیکی دارالخلافہ سے اجازت مانگی تھی جسے مسترد کر دیا گیا۔ فوجکو اپنے سپہ سالار فاتح ویدن پر کامل بھروسہ تھا کہ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالیگا اسے پورا کریگا۔ برعکس اس کے وزراء سلطنت اور فوج کے افسر اعلےٰ یعنی عبدالکریم پاشا[1] پر جو ۲۳ جولائی تک سردار اعظم رہا۔ علانیہ بے اعتباری ظاہر کیجا رہی تھی۔ اور انکو مطعون کیا جاتا تھا

---

[1] عبدالکریم پاشا ۱۸۰۷ء یا بقول بعض ۱۸۱۱ء میں مشرقی رومیلیا میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے ویانا میں فوجی تعلیم و تربیت پائی۔ اور کئی محاربوں میں بڑی نیکنامی حاصل کی مگر اسکا بڑا کام فوجکی از سر نو ترتیب اور اصلاح تھی جس سے اس نے ملک پر بڑا احسان کیا۔ ۱۸۵۵ء اور ۱۸۷۷ء میں پیرانہ سالی اور کمزوری کیوجہ سے وہ ناقابل ہو گیا تھا اور اسی لئے ملک کی خدمت نہ کر سکا۔ بعض رشوت [illegible] لیکر غداری کرنیکا الزام مسٹر ہربرٹ کی رائے میں بالکل بے بنیاد ہے۔ مترجم) وہ ۲۰ جولائی کو واپس بلا لیا گیا۔ اور اسکی جگہ محمد علی پاشا سردار اعظم بنایا گیا۔ قسطنطنیہ میں بذریعہ کورٹ مارشل (فوجی عدالت) عبدالکریم کی تحقیقات اس جرم میں کیگئی کہ اس نے روسیونکو دریائے ڈنیوب کے عبور کرنے سے نہیں روکا۔ اثبات جرم پر وہ پہلے جزیرہ لمنوس کو اور پھر رہوڈس کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اس کے بعد اسکا کچھ حال دنیا کو معلوم نہیں ہوا۔ مصنف

تین چند دنون مین پچاس آدمیون کے سکوئیڈ کے افسر روزمرہ کے کامون اور فرائیض منصبی سے واقف ہوگیا۔ کیونکہ سارجنٹ بقال ایسا قابل اور ہمہ دان مشیر ہر وقت میرے پاس موجود تھا۔ ان کامون کا بڑا حصہ یہ تھا۔ سپاہیونکی دن مین دو دفعہ حاضری لینا۔ ہر روز علی الصباح ایک دستہ پانی لانے کیلئے ندی ڈنسکا کو جوانکو واکے پاس گذر کر ڈنیوب مین گرتی ہے بھیجنا۔ یہ معاینہ کرنا کہ آیا سپاہیون نے اپنے کپڑون خیمون اور جیمون کو صاف اور بوٹ جرابون۔ وردی اور سلحہ کو درست حالت مین رکھا ہوا ہے اور کیا وہ بدچلنی اور شوخی تو نہین کرتے۔ نہانے اور کپڑے دھونے کیلئے دن اور وقت مقرر کرکے پھر ان کامونکی نگرانی کرنا۔ راشن اپنے سامنے تقسیم کراکر کھانا اپنی نگرانی مین پکوانا۔ اسی طرح چند اور انتظامی متفرق کام ہوتے تھے دوسرے لفٹنوٹون کی نسبت حفظ صحت کا بہت خیال تھا۔ اس بارہ مین البتہ سیمو بھی میرا ساتھی تھا۔ یننے پہلے ہر ایک سپاہی کی قابلیت اور خوبی کو جانچ کر اس کے حسب حال کام اسے سپرد کردیا۔ الف کھانا اچھا پکا سکتا تھا۔ اسے باورچی بنادیا۔ ب کفش دوزی جانتا تھا۔ بوٹونکی مرمت اسکے سپرد کر دیگئی۔ ج کپڑے اچھے سی سکتا تھا۔ وہ اسی کام پر لگادیا گیا۔ د حجامت عمدہ کرتا ہے۔ س کاریگر آہن گر اور رائفلون کی مرمت بخوبی کرسکتا۔ الغرض اسیطرح ہر سپاہی کو ایک ایک کام بانٹ دیا گیا۔ خوبیونکے بعد مینے ہر ایک کے نقص کو معلوم کرکے اسکی اصلاح کرنی شروع کی۔ ن غلیظ رہتا ہے نہانے دھونے کے دن اسکی خاص نگرانی کیجائے۔ گ پیٹو ہے کھانے کیوقت اُسپر نظر رکھی جائے (چھ سے لیکر آٹھ آدمی تک آپسمین ملکر ایک تانبے کے قاب مین کھا کھاتے تھے) ق کے پاؤن پکے ہین اسکا علاج کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ سارجنٹ بقال جنگ الیکسنیاگ لیکر جو ۱۹ اکتوبر ۱۸۷۶ع کو ترکون کے ساتھ ہوئی تھی میرے آنے تک سکوئیڈ کا افسر رہا تھا۔ اور ہر ایک سپاہی سے اچھی طرح واقف تھا۔ پس سب کے حسن و قبح اسوقت مجھے معلوم ہوگئے۔ میرا کام صرف یہ تھا کہ اسکی نصیحت کے مطابق عمل کرتا رہون۔

فرصت کیوقت ہم افسر تلوار اور ریوالور کی مشق کرتے اور کبھی کبھی گھوڑے مستعار لیکر پہاڑیون کے پرے تک سیر کرتے۔ ہم عموماً شطرنج اور چوسر کھیلتے۔ ترک اور [illegible] بھی کئی کھیل کھیلتے تھے۔ مینے روزنامچہ بناکر روز قابل ذکر واقعات اس مین لکھنے شروع کردیئے۔ اور گھر بھی اکثر خط لکھتا رہتا جسکے جواب مین مجھے جبتک مین ویڈن کیمپ مین رہا کئی خط موصول ہوئے۔ جسدن ڈاک آتی تھی اسدن عجیب چہل پہل رہتی تھی۔ سپاہی چٹھی رسانون پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور ترکی کاہل الوجودی اور لاپروائی کا نام و نشان نہ رہتا تھا۔ ڈاک کے آنیکا کوئی خاص دن مقرر نہین تھا۔ نہ وہ باقاعدہ پہنچتی تھی۔ وہ بالاوسط ہفتہ میں ایک دفعہ تقسیم ہوتی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ انتظام اور ابتر ہوگیا۔ ہم مین سے بعض افسر ویڈن کے ایک یونانی سوداگر سے باقاعدہ یورپین اخبار منگوایا کرتے تھے جو عموماً تین ہفتون کے پرانے ہوا کرتے تھے۔ ترکی اخبار بھی کبھی کبھی تقسیم کئے جاتے تھے۔ فرانسیسی ناول

آٹھوین اخبار، پھل، مٹھائیان اور ہر طرحکی چھوٹی چھوٹی چیزین پھیری والون سے جو زیادہ تر یہودی یا حبشی ہوتے تھے خریدی جاسکتی تھین۔ یہ لوگ ہر وقت کمپ کا محاصرہ کئے رہتے تھے۔ کیونکہ یہ بھی بلا اجازت و پروانہ کمپ کے اندر نہین آسکتے تھے۔

سپاہی کشتی دوڑ اور گدھون پر سوار ہو کر انکو دوڑانے سے اپنا دل بہلایا کرتے تھے۔ ان دوڑون کیوقت افسر بھی پاس چلے جاتے اور جیتنے والیکو بالعموم قہوہ یا سگرٹ انعام مین دیتے۔ شام کے بعد سپاہیون کے جھنڈ کے جھنڈ الاؤن کے گرد بیٹھ جاتے اور قصہ کہانیون سے دل بہلایا کرتے۔ بعض سپاہیونکو قصہ خوانی مین عجیب مہارت تھی۔ ترکی زبان بذاتہا ایسی شیرین اور سُریلی ہے کہ اسکو زیادہ دلپسند بنانے کیلئے کسی ساز یا راگ کی احتیاج نہین۔ ترکی سپاہیون مین جرمن اور فرنچ سپاہیونکی ایسی بدمستانہ اور وحشیانہ تفریح اور کھلاڑی کا نام و نشان نہین۔ وہ قانع اور متین ہوتے ہین۔ اور معمولی باتون سے بھی دل بہلا لینا خوب جانتے ہین۔ موسم خوشگوار تھا۔ مئی مین ہم گویا گرما کے وسط مین پہونچ گئے تھے۔ بارش گاہ بگاہ ہلکی سی ہوجاتی جس سے کوئی بے آرامی نہ ہوتی۔ جون مین گرمی پڑنی شروع ہو گئی۔ مگر شمالی سرد ہوا اور شبنم دار راتون نے اسے زیادہ محسوس ہونے دیا۔ جولائی مین حرارت کی حدت انتہا کو پہونچ گئی اور سارا مہینہ سخت گرمی رہی۔ کمپ مین بینڈ کوئی نہ تھا۔ مگر بگلون، طبلون اور مختلف سپاہیونکی سیٹیون اور بانسریون وغیرہ کو ملا کر کئی بینڈ بنا لئے گئے تھے۔ کمپ مین کئی بڑے نقارے طبل اور جھانجین بھی موجود تھین۔ سپاہی کبھی کبھی انکو بھی نکال لیتے اور بجانا شروع کر دیتے جس سے عجب کھلبلی پڑ جاتی۔ ایک کے پاس عجیب انداز بانسری بھی تھی جسکی آواز بعینہ ایسے گدھے کی آواز کے مشابہ تھی جسکو کتون نے کاٹ کھایا ہو اور وہ مارے درد کے رینک رہا ہو۔ مین فوجی کمپون کے گرد بھی اکثر آوارہ گرد کتے جمع ہو جاتے ہین۔ جنگ سربیا مین ایک سپاہی کو سڑکون سے ایک قرنا ہاتھ آگئی تھی جس کی آواز ان آوارہ گرد کتون کی آواز سے کچھ کم نہ تھی۔ اسکو سنکر کمپ کے بیل خودسری پر آمادہ ہو جاتے۔ بعض وقت حبشی لوگ سپاہیونکو ناچ رنگ سے خوش کیا کرتے انکے مرد بانسریان اور سارنگیان بجاتے اور سیاہ چرم شوخ چشم کنواری لڑکیان عجیب و غریب لہنگے پہنے ہوئے بطرز دلپسند مجرا کرتین۔

ایک خیمے مین دس سپاہی رہتے تھے۔ کمپنی کے ہم پانچون افسرون کے پاس ایک خیمہ تھا۔ خیمے عمدہ مضبوط اور آرام دہ تھے۔ ہمنے اپنے خیمے کو خوب مکلف اور با آسائش بنا لیا تھا۔ ہمنے ایک میز بہم پہونچائی تھی جو خیمہ کے درمیانی چوب کے گرد بچھا دیگئی تھی۔ میز کے گرد کئی اسٹول تھے۔ خالی چوبی صندوقون سے کمپنی کے بڑھئیون نے ہمکو دو الماریان بنادی تھین جنپر سبز و سرخ روغن بھی کر دیا تھا۔ اور پرانے برتنون سے منہ ہاتھ دھونے کی تپائی بنوائی گئی تھی۔ فرش پر بوریئے اور پوستینین بچھی ہوئی تھین۔ ہمارے بستر زمین پر بچھے

ہر ایک کے پاس چٹائی، تکیہ اور دو دو کمبل تھے۔ علاوہ برین ہم نے کئی چھوٹی چھوٹی چیزین آرایش، استعمال اور آرام کے لئے ویڈن۔ دیہات اور پھیری والون سے خرید کرلی تھین۔

میرا دل تو چاہتا تھا کہ اپنے ناظرین کو اس سارے شہر خیام کی سیر کراؤن اور اس کے فریق کے سبز کپڑے کے پر تکلف شامیانہ کو جسپر سُرخ فیتے لگے ہوئے تھے، اوٹڈا کخانہ تار گھر۔ افسران سٹاف کے دفتر باورچیخانون ورکشاپون دکانون، اصطبلون اور ہزارون دوسری عجیب غریب چیزون کا جنکے صرف نام بتلانے کے لئے کئی صُفحے چاہئیین بخوبی معاینہ کراؤن مگر عدم گنجایش سے معذور رہون۔

ویڈن کی فوجکا انتظام اس کے قابل اور مستعد کمانڈر کے طفیل دیگر ترکی افواج سے بہتر تھا۔ مگر باوجود اس بہتری کے وہ جرمن یا آسٹرین حتیٰ کہ روسی فوج کے انتظام سے بھی کوئی لگا نہین کھاتا تھا۔ مینے روس مین ترک اسیرون کی زبانی سنا کہ مشرقی رومیلیا کی (ترکی) افواج کی حالت جنگ سے پیشتر بھی بیحد ناقص تھی البتہ جب محمد علی پاشا بعد مین سردار اکرم ہوئے۔ اور انہون نے خاص ترکی افسرون کو جرمن فوجی سیاست اور دیانتدارانہ روش سے قابو کیا تو کسیقدر معاملات کی صورت سدھر گئی۔ اگر ہماری فوجکا کمانڈر عثمان اور انکا اعلےٰ سٹاف افسر لائق۔ طاہر پاشا نہ ہوتا تو ہم کس حالت مین ہوتے؟ یہ ایسا سوال ہے جسکے جواب دینے کی مین جرأت نہین کرسکتا باینہمہ اشیاء خوردنی مین سے بسکٹون کے سوا جو ویڈن مین بنتی تھین اور عمدہ قسم کی ہوتی تھین اور کسی چیز کے بہم پہونچتے رہنے کا یقین نہین تھا چنانچہ ایسا کئی دفعہ ہوا بھی جب گوشت۔ روٹی۔ نمک وغیرہ کا ذخیرہ کم ہوجاتا تو سپاہیون کو یہ چیزین کھیتون اور خالی و مسکونہ مکانات سے مستعار یا للہ مانگنی یا چرانی پڑتین۔ لوٹ مار کی سخت ممانعت تھی۔ مگر سپاہی کو آخر پیٹ کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور چاہئیے۔ لہذا بعض اوقات اسکا انسداد ہوسکتا تھا۔ لیکن ایسے وقوعے شاذو نادر ہوتے تھے۔ ویڈن کی فوجکے نظام کی عمدگی کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ان وقوعون کا اثر عام سپاہیون پر مطلقاً نہین پڑتا تھا۔ اور وہ انکی مثال سے دلیر ہوکر کبھی بھی غارتگری کے ارتکاب کا خیال [illegible] نہ کرتے تھے

یہ کل خرابیان بدمعاش رائف پاشا وزیر حرب کی پیدا کی ہوئی تھین۔ اس نے اپنے فرایض کی تعمیل میں غفلت کی۔ اپنے بادشاہ کو دہوکہ دیا اور ان بیشمار نقصون کی درستی کیلئے جنکی اکثر کمانڈر باواز بلند اور علی التواتر شکایت کررہے تھے کوئی کوشش نہ کی۔ رسد کی بدانتظامی اور کمی کو علیحدہ رکھ کر مین رائف کے انتظام بد کی چند اور مثالین تحریر کرتا ہون۔ فوج پیدل کی جمعیت کے مقابلہ مین آرٹلری اور کیولری میدان جنگ مین ناکافی تھین۔ توپخانہ گولہ بارود کی گاڑیون اور سامانی چھکڑون کے واسطے مویشی اور بارکش گھوڑے ضرورت سے بہت کم تھے۔ کپڑون اور وردیون کے ریزرو سٹور (محفوظ گودام)

له یعنے جرنیل

ضرورت کیوقت کام دینے کے لئے، بالکل ندارد تھے - سڑکین اور پل نہایت ردی حالت مین تھے - کمانڈرون
کے نام ہر وقت ایسے احکام صادر ہوتے تھے جو پہلوون سے مطلقًا متضاد ہوتے - جس سے کمانڈر عجیب مخمصہ مین
پھنس جاتے - انکو کوئی قطعی اور مناسب ہدایات نہین دیجاتی تھین - ان کو پہلے ایک طرف جانے کا حکم ملتا
اور پھر چند دنون کے بعد حکم پہونچ جاتا کہ واپس لوٹ آؤ - جس سے فوج مناسب وقت پر کہین پہنچ سکتی
اور بیفایدہ اِدھر اُدھر ٹانگین توڑتی پھرتی - بعض وقت کمانڈرون کے نہایت ہی ضروری اور تاکیدی
استفسارات و پیغامات تار برقی کا کئی دنون بلکہ ہفتون تک کوئی جواب نہ دیا جاتا - آرٹلری کی یہ حالت
تھی کہ گو بروئے ضابطہ ہر ایک باتری کے ساتھ گولہ بارود کی چھ گاڑیان ہونی لازمی تھین - مگر
کسی باتری مین دو یا تین گاڑیون سے زیادہ نہ تھین - پل بنانے کا کوئی سامان نہ تھا - اس غرض کے
لئے کوئی کمپنیان نہ تھین - صفائی اور حفظ صحت کا عملہ ندارد - اور انجنیر بالکل یا تقریبًا مفقود تھے -
وِڈِن مین عثمان پاشا کے پاس انفنٹری کی ۴۴ پلٹنون کے ساتھ کیولری کے کلہم سات سکویڈرن
در سالے تھے!! اس غدار و خاین وزیر پر آخر مین کورٹ مارشل کیا گیا - اور اسے جزیرہ رہوڈس
کو جلا وطن کر دیا گیا -

کھلے میدان کی رہایش اور مشق و کثرت سیر اور جنگ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی - ہماری صحت بہت
عمدہ اور طبیعت امنگون پر تھی کمپنی دیتے کمپ مین رہنے کی، طرز زندگی سے ہماری طبیعت کبھی بھی
نہ اکتائی - خدا کی خاص نعمت تازہ ہوا اور کھلے میدان کی بود و باش اور مشق و قواعد نے بلحاظ اخلاق و
آب ہوا شہرونکی ناپاک اور آلودہ گلیون مین کلرکی (منشی گری) کا نامردانہ کام کرتے رہنے کے بعد
مجھ پر ایسا اچھا اثر کیا جو اب تک زایل نہین ہو سکا - یعنے میری صحت اور قویٰ بہت عمدہ ہو گئے - کمپ
کی زندگی مین سب سے بڑھکر مجھے وہان کی تمدنی اور معاشرتی آزادی پسند آئی - ہم سب ٹھیک ۱۲ ہزار
مرد تھے - اور عورت ایک بھی نہ تھی - مگر پھر بھی ہم ان مردون سے جنکی آرام و آسایش کی بارہ بارہ عورتین
دیویان - لڑکیان - باندیان اور خوشامدنین متکفل ہون - بدرجہا زیادہ راحت و آرام مین اپنے کئی حصہ زیادہ

اس کے بعد اب مین فوجی زندگی کا دوسرا رُخ دکھاتا ہون - چھوٹے جرایم کے لئے یہ سزائین دیجاتی تھین
راشن کے کچھ حصہ کی ضبطی - ان خیمون مین جو اس غرض کے لئے بنائے گئے تھے نظر بند رکھنا یا تکلیف دہ
مگر بے ضرر سزا بید زنی یا یہ سطرح دیجاتی تھی - خطا کار کے ہاتھ اور باہین پشت پر رکھکے اوپر تلے باندھی جاتین - اُس
کو کاٹھ مین دید یا جاتا - اسطرح ٹانگون اور پیٹھ سے زاویہ حادہ بن جاتا - اس زاویہ کی نوک یعنی چوتڑون
کو ننگا کر دیا جاتا - اور پھر بانس کی بید کی دس بارہ سخت ضربات سے وہان کا طبعی کپڑا (یعنی جلد) بھی

تھوڑی دیر مین غائب ہو جاتا۔ مین نے ایک مرتبہ ایک سپاہی کے گچلا پن اور بیحیائی کی شکایت کی۔ کپتان نے اسکا ذکر میجر سے کیا۔ جسنے متذکرہ بالا دوائی کی پچاس گولیان دیئے جانے کا حکم دیا جو اسکو میرے سامنے کھلائی گئین مجھے یہ اُمید تھی کہ میری شکایت پر ایسی سخت سزا دیجائیگی۔ مگر اب اسکا کوئی تدارک نہین ہو سکتا تھا۔ تاہم بعد مین مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ سپاہی کی حالت سزا کے بعد بہت سدھر گئی۔ دو تین دن تک بیٹھتے وقت جو عجیب وغریب حرکات اس سے سرزد ہوتی تھین۔ ان سے دوسرونکو ہنسی بھی تو خیر آتی تھی۔ مگر ساتھ ہی وہ ان کے لئے عبرت بخش بھی تھین۔ اول سکوٹیہ کے ایک سپاہی کو اپنے ساتھیون کے راشن چُرا لینے پر اتنی مرتبہ بید پڑے تھے کہ اسکا چمڑا کمال سخت ہو گیا تھا۔ اور اُسے ذرہ بھر بھی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ اب جب کبھی اُسے سزا ملتی تو وہ بڑے مزے سے چُرٹ پیتا رہتا تھا۔ اور بید کھاتا جاتا۔ افسرونکو رخصت سے زیادہ عرصہ غیر حاضر رہنے، پریڈ پر دیر کرکے آنے اور ایسی ہی قسم کی خفیف خطاؤن پر عارضی نظربندی کی اور جب یہ خطائین متواتر سرزد ہون یا ان سے بڑھکر سنگین نالائقی کا ارتکاب ہو تو ویڈن مین قید کر دیئے جانے یا تنزل کی سزا دیجاتی۔ شیر میر لوا کے درجہ تک ترقی دینے کا اختیار رکھتے تھے۔ بعد ازان بہ اختیار خود فریق کے درجہ تک ترقی دینے کے بھی اختیارات انکو مل گئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ سلطان المعظم کو انپر کس درجہ کا اعتبار تھا۔ وہ تنزل بھی کر سکتے تھے۔ اور کرتے رہے۔ مگر میرے واقف افسرون مین سے کوئی تنزل نہ ہوا۔

فراری۔ عدول حکمی۔ غداری۔ سنتری یا نہ فرائض سے غفلت ایسے سنگین جرایم کی سزا موت تھی۔ بعد مین بزدلی بھی انہی جرایم کی شق مین داخل کر دیگئی تھی۔ ویڈن کا ایک فراری برگودا کے قریب حد دریا کو عبور کرتا ہوا پکڑا گیا تھا جسے دوسرے ہی دن علی الصباح گولی ماردیگئی۔ مین تعمیل سزا کے وقت موجود تھا اور مجرم کی دلجمعی اور بشاشت کو دیکھکر ششدر رہگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسنے توبہ استغفار کر کے خدا سے اپنا معاملہ صاف کر لیا تھا۔ اس کا مردہ جسم پہلی لاش تھی۔ جسکو مینے اپنی عمر مین دیکھا۔ مگر چند ہی مہینون کے بعد مجھے ہزارون بیجان جسم دیکھنے پڑے۔

ویڈن سے کوئی زیادہ لوگ نہ بھاگے۔ اور جب یہ فوج بلیونا چلی گئی تو وہان بھی نومبر تک بہت تھوڑے اور لمبے لمبے وقفون کے بعد معدودے چند سپاہی فرار ہوئے۔ مگر سلیمان کی فوج کے سوائے باقی ترکی افواج کی یہ کیفیت نہ تھی۔ دشمن کے خوف سے نہین بلکہ محض قلت وکمیابی رسد سے سالم کمپنیونکی کمپنیان فوج سے بھاگ جاتی رہین۔ یہ کیا قابل افسوس امر تھا کہ ٹرکی قدرتی طور پر یورپ کے زرخیز ترین اور نہایت بارور ممالک مین سے ہو اور اسکی فوجین رسد نہ ملنے سے بھاگ جائین۔

جاسوسون کی تجویز کورٹ مارشل کے ذریعہ سے کیجاتی تھی اور اثبات جرم پر ان کو کبھی گولی سے مروا دیا جاتا اور کبھی پھانسی پر لٹکا دیا جاتا - جب تک مین وڈن کمپ مین رہا۔ پانچ یا چھ شخص جو سب کے سب بلغاری تھے۔ اس جرم مین قتل کئے گئے تھے - بہت مشتبہان کو بوجہ عدم ثبوت چھوڑ دیا گیا۔

عیسائیونکی بے حرمتی کرنا اور انکے مال و اسباب کو لوٹنا سنگین جرایم سمجھے جاتے تھے۔ اس کی پاداش مین عموماً بید کی سخت سزا دیجاتی تھی۔ عیسائی کے قتل کی سزاء موت تھی۔ دکلیڈ سٹون اور اُسکے چیلے چانٹونکی نظر سے یہ کتاب گذری ہوگی تو یقین کامل ہے کہ وہ اِس فقرہ سے آنکھین موند کر گذر گئے ہونگے۔ اسٹرجم کمپ کے گرد لوٹیرے گدا گر ہر وقت لگے رہتے۔ جب ہم پلیونا گئے تو وہان بھی وہ ہمارے پیچھے پہونچ گئے جب یہ لوگ عین ارتکاب جرم کے موقعہ پر پکڑے جاتے تھے تو ان پر مطلقاً رحم نہین کیا جاتا تھا۔

مئی مین چھ لوٹیرے ایک بلغاری مکان کو لوٹتے ہوئے پکڑے گئے - اور انکو وہین اسی وقت پھانسی دیدی گئی۔ جب لڑائی شروع ہوگئی تو کفن چورون کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جاتا تھا۔ ایکدفعہ ایسے بارہ بدمعاش پکڑے گئے - اور انکو ایک قطار مین پھانسی دینے کے کام مین خود مین بھی بڑی خوشی سے شریک ہُوا۔ مجرمون کو تلوون پر ضربین لگانے کی سزا تو مین نے صرف ایک دفعہ دیکھی فوج مین اسکا رواج ایک طرح سے منسوخ ہو چکا تھا۔ برس دو ایک کے بعد قانوناً کل سلطنت مین اُسکا رواج دور کر دیا گیا مجھے کبھی سزا نہ ملی۔ البتہ ایک دفعہ معتوب ہُوا - اس مین میرا ذاتی قصور کچھ نہ تھا۔ مگر اسکا مفصل ذکر موقعہ پر کیا جائیگا۔ ابراہیم اور سیمور کی ملازمت بالکل بیداغ رہی۔

کمپ کی طرزِ معاشرت کے بیان کو ختم کرنیسے پہلے اُسکے مذہبی پہلو کا مختصر سا بیان بھی ضروری ہے۔ چونکہ کمپ مین کوئی مینار نہ تھا۔ اسکی جگہ دو لمبے بانس کھڑے کر دیئے گئے - اور ان کے درمیان ایک سیڑہی باندہ دیگئی۔ صبح شام ایک فربہ اندام مُلّا سیڑہی پر سے اوپر چڑہکر اذان دیتا۔ اسکو سُنتے ہی کل سپاہی جمع ہو جاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے۔ قرأت بہت مختصر پڑہی جاتی تھی۔ ہر جمعہ کو بڑا پریڈ دجائزہ، ہوتا۔ اور دوپہر کے وقت سپاہیون کو علیحدہ علیحدہ جماعتون مین باری باری وڈن کی مساجد کو بھیجدیا جاتا۔ مگر مئی مین یہ دستور بند کر دیا گیا۔

۸ رمئی کو علی الصباح مینے ایکدن کی رخصت لی اور خوب بن ٹھنکر شہر کو چلدیا۔ وڈن دوسرے ترکی شہرون جیسا پایا گیا جو باہر سے بڑے خوبصورت دکھائی دیتے ہین۔ مگر اندر سے بہت تنگ و تاریک اور غلیظ ہوتے ہین۔ بازار تنگ ہموار غلیظ اور گندا گرون اور کتون سے بھرے ہوئے تھے۔ اور مکانات خستہ حال تھے۔ فرش برائے نام اور اکثر کوچہ و بازارون مین مطلقاً ندارد تھا۔ اور ہر جگہ گندے پانی اور

خون کے گنڈ بھرے ہوئے اور غلاظت کے انبار لگے تھے۔

مین بازار مین جاکر سگرٹون کی دوکان معلوم کرنیکے لیے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ اتنے مین افسرونکا ایک گروہ جو آپس مین نہایت اہم طور پر صلاح و مشورہ کر رہے تھے - اور برابر قدم اُٹھائے چلے آتے تھے موٹر پر سے آپہونچے - سب سے آگے ایک خوش شکل اور روشن نظر افسر تھا - اسکی ڈاڑہی نہایت خوبصورت تھی - اور اسکو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ قدرت نے اُسے حکم کرنیکے لئے پیدا کیا ہے - بازار مین جتنے سپاہی موجود تھے سبنے اُسے فوجی قاعدہ سے سلام کیا اور ترک و یہودی اہالیان شہر مشرقی وقار و احترام سے آداب بجالائے - وہ بالکل سیدہی سادی وردی پہنے ہوئے تھا - جسپر کوئی تمغہ یا بلیش لگی ہوئی تھی - مجھے دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو مشیر عثمان پاشا ہے جنکو مین نے ابتک پہلے نہ دیکھا تھا - ہی اسکے ساتھ تھے ہمارا فریقی عمال پاشا انور اور افسر جنکو مین اسوقت جانتا تھا چلے آرہے تھے - مجھے بعد مین معلوم ہوا کہ انمین سے ایک طلعت بک تھا جو کہ ازیاوان شہ متادو انجینیر کا افسر تھا اسکا نام مین بھول گیا ہون - اور محاربہ کی جو تاریخین مینے دیکھی ہین ان مین بھی اسکا نام تہمین ملا - جب کبھی اسکا پھر ذکر آیا تو مین اُسے علی بک کے نام سے تحریر کرونگا - ان چارون افسرونکے بشرے سے صاف ٹپک رہا تھا کہ وہ بڑی گہری سوچ مین ہین - وہ آنکھین نیچی کئے ہوئے چل رہے تھے اور مشیر کے چہرہ پر رنج و فکر تردد اور ثبات و عزم بالجزم کے آثار ملے ہوئے نمایان تھے انکے پیچھے سات یا آٹھ افسر اور تھے جن مین میر ایمجر طاہر پاشا دستاف کا اعلےٰ افسر اور حاسیب بک دویدن فوجکا اعلیٰ ڈاکٹر بھی تھے - آخر الذکر افسر نے پلیونا مین ثابت کر دیا تھا کہ وہ نہایت ہی لایق و قابل شخص ہے - اور عام ترکی فوجی سرجنون سے بہت ہی مختلف ہے -

مین نے اپنے خوشبودار سگرٹ کو جو محمد حسین پاشا کے عطیہ مین سے تھا - زمین پر پھینک دیا اور ٹوپی کو درست کرکے ٹھیک فوجی اندانہ سے کھڑا ہو گیا - جب یہ مجمع میرے پاس سے گذرا تو عادل پاشا نے جو مجھے جانتا تھا آنفاقاً نظر اوپر اوٹہائی اور مجھے دیکھ کر مشیر کو کچھ کہا جسنے اسی عجیب و غریب انداز سے جس کا ذکر مین ناظرین کو نامور غازی سے روشناس کرتے وقت کر آیا ہون میری طرف دیکھ کر میجر تقی کو پاس بُلایا - اور کل مجمع بت کیطرح میرے سامنے کھڑا ہو گیا - مشیر نے جن کی آواز بلند اور بھاری تھی عادل پاشا کو کہا وہ اس سے دریافت کرو کیا وہ فرانسیسی جانتا ہے،، میرا خیال ہے کہ یہ سوال مشیر موصوف نے محض اپنے رتبہ کے لحاظ سے براہِ راست مجھ سے نہین کیا تھا - عادل نے مجھ سے ترکی مین دریافت کیا اور مین نے اثبات مین جواب دیا - اسپر مشیر نے دوسرے مجمع کے ایک کرنیل کو مخاطب

عثمان پاشا شیر پلیونا

کرکے کہا۔ اُس سے فرنچ مین پوچھو کر وہ یہان کیا کر رہا ہے" کرنیل نے اپنا گلا صاف کرکے عجیب و غریب تلفظ[1] سے فرانسیسی مین دریافت کیا "تم یہان کیا کر رہے ہو؟" مینے جوابدیا کہ "مین کرنیل سے ایک دن کی چھٹی لیکر شہر کی سیر کرنے آیا ہون" یہ جواب سُنکر مشیر نے ایک لحظہ کے لئے کچھ سوچا پھر لاپروائی سے سر کا اشارہ کرکے چلدیئے۔ عادل پاشا اور میجر تقی بے جو مجھے ذاتی طور پر جانتے تھے میرے سلام کا جوابدیا۔ دوسرون نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور اس شخص سے جسنے دنیا کی تاریخ مین اپنا نام قیامت تک ثبت کر دیا ہے۔ میری پہلی ملاقات اسطرح پر ختم ہوئی۔

سگرٹ کا جو حصہ مینے پھینکدیا اُسے جھٹ پٹ ایک گداگر نے اُٹھا لیا۔ اس کی قطع عجیب تھی اور اس کے جسم سے ایسی بو آتی تھی کہ معدن گداگران یعنے ٹرکی مین یا اُس سے باہر مجھے کسی فقیر کے جسم سے ایسی بو نہین آئی۔ نہ مینے ویسی عجیب قطع کسی اور کی دیکھی ہے۔ مشیر عثمان کے ہمراہیون کے بعد توپخانہ کا ایک لفٹننٹ میرے پاس سے گذرا۔ مینے اس سے سوال کیا "کیا تم مجھے ایسی دوکان کا پتہ دیسکتے ہو جہان سے عمدہ سگرٹ مل سکتے ہون" اس نے جوابدیا "موڑ سے پھر جاؤ۔ دائین طرف ایک چھوٹی سی دکان ہے جسکا دروازہ سبز ہے۔ اسکا مالک ایک آسٹرین یہودی شمیکل ہے جو وہ مانگے اسکے آدھا دینا گو پھر بھی وہی نفع مین رہے گا" مین یہ عمدہ سفارش سُنکر دوکان پر گیا اور سبز دروازہ کو مٹھی سے کھٹکھٹایا جسے ایک خوبصورت یہودن لڑکی نے آکر کھولدیا۔ اسکی عمر بمشکل اُنیس برس کی تھی۔ اسکی پوشاک یوروپین قطع کی تھی۔ مگر کپڑون کے رنگ ایشیائی مذاق کے موافق نہایت شوخ اور چمکیلے تھے۔ مینے ٹرکی مین اپنے آنیکی غرض بتائی۔ جس پر اس بت طناز نے کچھ عرصہ تک اپنی خوبصورت آنکھین مجھپر جمائے رکھنے کے بعد عجیب مسکراہٹ سے جرمنی زبان مین سوال کیا "اے افسر کیا تم جرمن نہین ہو؟" گو مجھے معلوم تھا کہ مین ایسے یہودی کی دوکان پر جا رہا ہون جسکی مادری زبان[2] جرمن ہے تاہم مین لڑکی کی زبان سے یہ فقرہ سُنکر حیران رہگیا اسکا لب و لہجہ بالکل صاف اور آواز دلپسند تھی۔ مینے جوابدیا "ہان جان من۔ اور چونکہ یہ استحقاق ہر جرمن کو حاصل ہے کہ پردیس مین وہ جس جرمن لڑکی کو دیکھے اُسے چوم لے۔ مین تیرے لب لعلین کا ٹھیٹھ جرمن طریق سے بوسہ لیتا ہون" یہ کہکر مینے اُسے بغل مین لے لیا۔ اسپر اسنے یونہی ذرا سا گریز کیا۔ مگر پھر بخوشی بوسہ دیدیا۔ اس صاحب سلامت کے بعد مینے اسے اپنا کام بتایا۔ جسپر اسنے چپکے سے میرے کان مین کہا "میرے دادا کو یہ نہ کہنا کہ تم نے میرا بوسہ لیا ہے۔ ورنہ وہ اسکے دام بھی لگا لیگا اور خوب بڑھا کر لیگا"

[1] فرانسیسی زبان کا تلفظ ایسا مشکل ہے کہ اجنبی فرانس مین رہنے یا خود کسی فرانسیسی سے سبق لینے کے بغیر کبھی درست لہجہ اور تلفظ ادا نہین کر سکتا۔ مترجم

[2] خاص آسٹریا کے باشندون کی زبان جرمن ہے۔ مترجم

یہ کہ کر اس نے جرمن زبان مین اپنے دادا کو آواز دی "گراس پاپا" (دادا کا جرمن) یہ لفظ ناظرین خیال کرسکتے ہین کہ وطن سے اس دور دراز ملک مین مجھے کیسا پیارا معلوم ہوا ہوگا۔ شمیکل جو پیرانہ سال شائلاک[1] معلوم ہوتا تھا مجھے آگرا اندرونی کمرہ مین لیگیا وہ بہت ہی تنگ اور مختصر سا تھا۔ مینے دو ہزار عمدہ سگرٹ اور آدہ سیر تمباکو جو عموماً سرویا[2] سے محصول پرمٹ دیئے بغیر قلمرو عثمانیہ مین لے آیا جاتا تھا خرید کیا۔ ویسا اچھا تمباکو پھر مجھے نصیب نہین ہوا۔ مجھے اسکی زیادہ قیمت نہ دینی پڑی تاہم اس مین کلام نہین کہ یہودی نے معقول نفع کمایا ہوگا۔ کیونکہ کون ایسا یہودی ہے جو ایسا نہین کرتا۔ خرید کے بعد مینے اُسے کہا کہ پیکٹ کو کمپ مین پہونچا دینا۔ شائیلاک نے "ڈورس" کہکر جو غالباً ڈوروتہیا کا اختصار تھا۔ آواز دی اور لڑکی نے اندر آکر مجھ سے میرا پتہ لکھ لیا۔ معاملہ کی گفتگو ہو چکنے پر یہودی نے رقت و سوزی اور پیار کے لہجہ مین جرمن زبان مین ترکونکی فتح اور روسیونکی شکست کیلئے جنہون نے ۱۸۴۹ء مین دغا کیا اسوقت جبکہ انہون نے کوسوتھ کی بغاوت پر آسٹریا کی مدد کی تھی، اسکے بڑے بیٹے کو قتل کیا تھا۔ اور انہی کی تاخت و تاراج کی بدولت ڈوروتھیا کے والدین فقر و فاقہ اور شکستہ دلی سے فوت ہوگئے تھے۔ مجھ سے انکے ساتھ ملکر شراب کا جام نوش کرنیکی درخوہت کی۔ ادھر ڈورس نے شراب کی صراحی لاکر تین گلاس بھر دیئے جنکو ہم تینون ایکساتھ پی گئے۔ اور پھر مرد نے لرزتی ہوئی آواز مین بزبان جرمن یہ دُعا دی "بنی اسرائیل کا خداوند خدا جو کل لڑائیونکا فیصلہ کرنیوالا ہے ہمکو روسیون سے محفوظ اور اس عزیز نوجوان شریف کو اپنے حفظ و امان مین رکھے!" ڈورس زبان سے کچھ نہ بولی۔ مگر میری طرف ایسی نگاہ سے تکتی رہی جس سے کہ اس سے پہلے مجھے کسی عورت نے نہ دیکھا تھا۔ وہ دروازہ تک میرے ساتھ آئی۔ وہان پہونچکر اس نے مجھ سے تلوار میان سے نکالنے کی درخوہت کی۔ اور جب مینے اُسے نکالا تو مُبِل کو چوم کر خشوع و خضوع کیساتھ یہ الفاظ کہے "خدا کرے کہ تم اسے کبھی بلا وجہ میان سے نہ نکالو اور کبھی سرخروئی اور نیکنامی کے بغیر اُسے میان مین داخل نہ کرو" اور اسطرح تلوار کو جس نے میدان جنگ مین ابھی کوئی جوہر نہین دکھائے تھے۔ اوّل اول ویڈن کی حسین ڈورس سے خیر و برکت کی دعا ملی۔ وہ دروازہ پر کھڑی ہوئی مجھے دیکھتی رہی اور جب موڑ پر پہنچکر مینے پیچھے پھر کر دیکھا تو اس نے اپنے ہاتھ کو الوداع کہنے کی علامت مین ہلایا۔ اور اسکی آنکھون مین عجیب چمک پیدا ہوگئی اس کے بعد میری طبیعت فوراً اداس اور دل پژمردہ ہوگیا۔

---

[1] زمانہ قدیم کا ایک سنگدل سود خوار یہودی جسکا قصہ شکسپیر نے اپنے ناٹک "تاجر وینس" مین بیان کیا ہے۔ مترجم

[2] تمباکو کی فروخت کا اجارہ دینے کا دستور ترکی مین ۱۸۸۴ء سے اور سرویا مین ۱۸۸۵ء سے جاری ہوا ہے۔ اب دونون ملکون مین اسکا اجارہ دیدیا جاتا ہے۔ جس شخص نے سرویا کے ضلع بنیا تینا کا تمباکو نہین پیا اس نے گویا ابھی تک عمدہ تمباکو کو پیا ہی نہین۔ مصنف

مین اسی اودا سی مین پھر رہا تھا کہ اتنے مین مجھے اس درشنی ہنڈی کا جو میرے قسطنطنیہ کے ساہوکار کیطرف سے تھی روپیہ لینے کا خیال آگیا۔ قلعہ کے انجنیری پلٹن کا ایک ملازم ثالث میرے پاس سے گذرا۔ اور مینے اُس سے دریافت کیا کہ ہنڈی کا روپیہ کہان سے ملیگا۔ اُس نے کہا "یہودی شیمیکل کی دوکان سے وہ گھنٹہ گھر کے قریب اس گلی مین جسکی نکڑ پر مسجد ہے سبز دروازہ والے مکان مین رہتا ہے" یہ سنکر مینے اپنے ارادہ کو کسی اور دن پر ملتوی کر دیا تاکہ مجھے اُس کے ہان پھر جانیکا عمدہ بہانہ مل سکے۔ میری گھڑی کچھ عرصہ سے ٹھیک وقت نہین دیتی تھی۔ مینے ایک بحری افسر کو جو غالباً ڈینیوب کے ترکی مونی ٹرون[۱] مین سے ایک پر مامور تھا۔ سلام کرکے اس بارہ مین اس سے مشورہ پوچھا۔ اس نے جواب دیا "سیدھے گھنٹہ گھر چلے جاؤ اور وہان شیمیکل سے دکان کا پتہ پوچھ لو۔ وہ نمبر ۷ کے ایک چھوٹے سے مکان مین رہتا ہے" مین شیمیکل کی طرف پیدل ہی روانہ ہوا تھا کہ اتنے مین ایک شور و غل نے مجھے تحیر و تفکر سے چونکا دیا اور موڑ پر ایک عجیب جلوس بایں ہیئت میرے سامنے آگیا۔ آگے آگے ایک شخص جو عالمانہ کپڑے پہنے ہوا تھا چلنے کے بجائے ایک طرح سے اُچھلتا کودتا ہوا آواز بلند مسلمانون کو کفار کے برخلاف غزا کرنے کے لئے بطور مجاہدین سلطانی لشکر مین داخل ہونیکی نصیحت کر رہا ہے۔ ساتھ ساتھ ڈھول وقفون سے باجا بھی بجتا جاتا ہے۔ اور اس کے پیچھے قلعہ کے توپخانہ کا ایک موٹا تازہ چوڑا چکلا باشی چاؤش پوری طرح سے بن سنور کر اور رایا بہ ایک تمغہ اور ایک بڑا گلدستہ کوٹ پر لگائے ہوئے چلا آرہا ہے۔ وہ منہ سے ایک فیٹ لمبا چُرٹ لگائے اور کندھے سے روپیہ کا بھرا ہوا چرمی تھیلا لٹکائے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ ایک ایسا شخص تھا جسکو نسل انسانی کا نہایت ہی حقیر اور رکیک نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ اس کے سر پر نہ ٹوپی نہ پاؤن مین جوتی۔ کپڑے پھٹے ہوئے رخسارے خشک ڈاڑھی غلیظ اور بالون مین گتھیان پڑی ہوئی ہین۔ دُبلا پتلا سارے جسم پر جوئین رینگ رہی تھین۔ اور چہرہ پر بھوک و فاقہ کے آثار بالبداہت نمایان تھے۔ ان دونون کو ملانے نمونہ کے طور پر ساتھ لیا ہوا تھا کہ دیکھو اس موٹے تازے چاؤش کی بھی عثمانیہ فوج مین داخل ہونے سے پہلے یہی حالت تھی۔ ان دونون کا جوڑ واقعی نہایت ہی مضحکہ خیز اور بہت اثر ڈالنے والا تھا۔ تھیٹر و سوانگ کے جلسون کے باہر مینے پہلے یا بعد ایسا نظارہ کبھی نہین دیکھا۔ کبھی کبھی تماشبان شراب کے جلسون مین بھی استعمال خمر کی مضرت اور درگ

[۱] مونی ٹر مدور شکل کے چھوٹے آہن پوش جنگی جہاز کو کہتے ہین۔ ان مین سے دو ویڈن کے پاس ہاتھ تھے۔ مترجم۔

[۲] جبتک فوجی خدمت سب پر لازمی نہ تھی بعض وقت لوگون کو ترغیب دینے کے لئے ایسا کیا جاتا تھا جیسے کہ ابھی انگلستان مین لوگون کو طرح طرح کی پھسلاوٹون سے فوج مین داخل ہونیکی ترغیب دیجاتی ہے مگر فوجی ملازمت کو لازمی کر دینے سے ترکی کو اب ایسی تدابیر کی احتیاج نہین رہگئی۔ مترجم۔

کی خوبیان دکھانے کے لئے ایسے ہی نمونے دکھلائے جاتے ہین۔ ان دونون کے پیچھے سپاہیون اور غیر فوجیون کا بینڈ باجہ تھا۔ بینڈ مین دو بیگ پائپ (مشک بین) ایک معمولی بانسری جس کی آواز ایک حلق پھٹے ہوئے انجن کی چیخ کے مشابہ تھی۔ دو چھوٹے اور ایک بڑا نقارہ ایک معمولی فوجی نقارہ۔ ایک تین فیٹ لمبا نقارہ جسکو دو آدمی بجاتے تھے۔ جہانجون کا ایک جوڑا ایک ترم اور گھنٹی دار لاٹھی تھی۔ اس طرفہ اجتماع کے مہیب شور و غل کا کسی قدر اندازہ خود ناظرین بھی کر سکتے ہین تان۔ سر یا ہم آہنگی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ موسیقی نوازون نے اپنے جسمون اور آلات کو پھولون کے ہارون اور خوبصورت رومالون سے آراستہ کیا ہوا تھا۔ اور خوب ٹھٹے سے جلوس مین شامل تھے۔ بینڈ کے پیچھے انفنٹری فوج کا ایک فربہ اندام کارپورل تھا۔ جو اپنی روغن دار اور سجائی ہوئی لاٹھی سے ایک کہن سال جسیم لحیم بازیگر کیطرح عجیب و غریب حرکتین کرتا جاتا تھا۔ اس کے پیچھے بارہ سپاہی تھے۔ جو جب کبھی بینڈ اور واعظ ذرا خاموش ہوتے تو زور سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے۔ ایک سپاہی کے ہاتھ مین سیاہی مائل سبز علم تھا۔ جسپر سنہری ہلال بنا ہوا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ مین سیاہ ریشمی علم تھا۔ جسپر طلائی حروف کاڑھے ہوئے تھے۔ دونون علم بردارون کے درمیان ایک خوبصورت لفٹنٹ ننگی تلوار لئے ہوئے تھا۔ مگر اس کے بشرہ سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس تمسخر سے سخت متنفر ہو رہا ہے۔

سپاہیون کے بعد سات یا آٹھ فلاکت زدہ صورت دبلے پتلے فاقہ مست تھے۔ یہ لوگ مجاہدین تھے ان کے ہاتھ پیچھے کو بندھے ہوئے تھے تاکہ کہین غزا کا عزم فسخ ہونے پر وہ رفوچکر نہ ہو جائین اور سلطان المعظم ایسے بہادرونکی خدمات سے محروم رہجائین۔ جلوس جب ایک نانبائی کی دوکان کے پاس سے گذرا (افسوس قلت گنجایش کی وجہ سے مین ترکی دوکاندار کی دوکان کی کیفیت بتانے سے معذور ہون) تو مجاہدین نے ان خوانچون پر جو بلا آئینہ مگر آہنی سینخدار دریچون کے پیچھے رکھے ہوئے تھے ایسی نظر سے دیکھا جو صریحاً ان کے بھوکے ہونے پر دلالت کر رہی تھی۔ چند آوارہ گرد کتے بھی ٹانگون مین دمون کو دبائے ہوئے مجاہدین کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے تھے۔ یہ کتے کبھی کبھی آپس مین لڑنے جھگڑنے کو رک بھی جاتے تھے۔ ان خانہ بدوش کتون اور آوارہ گرد غلیظ والنیٹرون مین عجیب مشابہت پائی جاتی تھی۔ والنیٹرون کے پیچھے بارہ ایک توپخانہ کے نوجوان تھے جو اپنی دلکش وردیون مین نہایت خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔ وہ بھی اس کارروائی علانیہ حقارت کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ یہ گولنداز لوگون کو بالواسطہ طور پر فوجی

ملازمت مین پھسلانے کے لئے ساتھ تھے - یعنے وہ لوگون کو یہ دکھانے کے لئے ساتھ تھی کہ دیکھو سلطانی ملازمت مین ہم کیسے آرام مین رہتے ہین - آؤ تم بھی اس نعمت سے حصّہ لو۔ ان پر جلوس کا سرکاری حصّہ ختم اور غیر سرکاری شروع ہوگیا - آخرالذکر مین شریر لڑکون کا ہجوم (جو والنٹیرون پر کیچڑ غلاظت اور مُردہ چوہے پھینکے جاتے تھے) اور جوان بوڑھے ترک - یہودی - سپاہی - ماہی گیر - برقعہ پوش عورتین جن مین سے اکثر کی گود مین بچے تھے - بوڑھی عورتین اور چھوٹے چھوٹے بچے شامل تھے - ان سب کے چہرون سے معلوم ہوتا تھا کہ قومی تحریک کا کم و بیش کُل کے دلون پر اثر ہو رہا ہے - آخری حصّہ مین چند ایک قواس (پولیس کے سپاہی) بھی تھے جو برلن - لندن اور دیگر مقامات کے اپنے ہم پیشہ بھائیون کیطرح لوگون پر اپنی حکومت جتلاتے اور اکڑتے پھر رہے تھے - مینے قلعہ کے چند افسرون سے گفتگو شروع کی تو انہون نے ہچکس مجاہدین الغرض سب طرح کے بیقاعدہ سپاہیون سے نفرت اور بے اعتباری ظاہر کی - ہم جلوس کے پیچھے پیچھے چلے گئے - ہمارے سامنے باش چاؤش نے دو اور کمینہ شکل گداگرون اور ایک شریف النفس نوجوان کو پہچان لیا - اسکو میرے ساتھیون نے فوراً پکڑکر اس کے ہاتھ باندہ دیئے اور اسے اپنے بیچ مین لیکر مجھ سے کہا کہ مین بھی ان کے ساتھ قلعہ مین چلون -

ہم ایک سبز خیمہ کے پاس سے گذرے یہان والنٹیرون کے نام باقاعدہ درج رجسٹر کئے جاتے تھے - خیمے سے باہر چند غلیظ جپسی اپنے معمولی ساز و آلات سے تماشا کر رہے تھے - انمین سے ایک ستار پر وہ جرمن گیت گا رہا تھا - جسے مینے برلن کے چھوٹے تھیٹرون مین خوبصورت رقاصی کرنیوالی عورتوں کی زبانی اکثر سنا ہوا تھا - اس گیت کا ہر بند جب شعر پر ختم ہوتا ہے اسکا ترجمہ یہ ہے - "ریشمی ٹوپی بڑی خوبصورت چیز ہے - اگر تمکو ہمیشہ نصیب ہوتی رہے"۔ مین حیران ہون کہ یہ فضول اور بے مطلب گیت برلن سے ویڈن تک کسطرح پہنچگیا - ہم قلعہ مین دریا کیطرف سے داخل ہوئے - گرفتار دیتے نوجوان خیلطمین والنٹیر قلعہ کی انفنٹری کے ایک باش چاوش کے حوالے کر دیا گیا - اور مجھے افسر فصیل یا مورچہ پر لیگئے - اس پر توپون کی لمبی قطار نصب تھی - اور جنگ کے لئے وہان سب سامان مکمل موجود تھا - گولنداز اپنی اپنی جگہون پر بیٹھے ہوئے ایکدوسرے کو کہانیان سنا کر اپنا وقت کاٹ رہے تھے - بیشمار سنتری اپنے اپنے موقعہ پر کھڑے تھے - افسرون کے مختلف جھنڈ کلافت کو دوربینون سے دیکھ رہے تھے - انفنٹری کے دستی جنگی رائفلین مخروطی میناروں کی شکل مین کھڑی کی ہوئی تھین - فصیلون کے سایہ مین لیٹے ہوئے تھے - مگر وہ ایک عجیب

؎ حیرانی کی یہ وجہ ہے کہ بلگیریا کے جپسی خانہ بدوش لوگ نہین ہین - بلکہ دیہات مین آباد ہین - اگر خانہ بدوش ہوتے تو قیاس کر لیا جاتا کہ وہ جرمنی سے پھرتے پھراتے ویڈن پہنچ گئے ہین ۱۸۷۶ء کی بغاوت مین زیادہ تر جپسی ہی جلادون کا کام دیتے رہے تھے - یہ لوگ مایل بہ زرعی - شریر اور غلیظ ہین - مصنف -

حملہ کو روکنے کے لیے تیار ہو سکتے تھے۔ ہمارے سامنے شاندار نیلگون ڈینوب کا پاٹ دور تک چلا گیا تھا اور ہمارے دو مونی ٹر" حرکت کے لیئے بہمہ وجوہ تیار (یعنے انجنون مین ہر وقت سٹیم اسقدر تیار رکھی جاتی تھی کہ حکم ملتے ہی فوراً جہاز چل سکے) پختہ گھاٹ کے قریب لنگر زن تھے۔ مین نے انکو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اسپر میرے ایک رفیق نے ایک بحری لفٹننٹ کو بلا کر کہا اور وہ مجھے اپنے جہاز مین لیگیا۔ یہ طول مین دریائے ٹیمس کے ان سٹیمرون کے برابر تھا۔ جو سمندر سے پل تک اس مین آمد و رفت کرتے ہین۔ مگر درمیانی عرض مین ان سے بڑا تھا۔ اور اسکا درمیانی حصہ پانی مین زیادہ ڈوبا ہوا تھا۔ جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اسکا ڈیک (تو تک یا چھتہ) وسط مین تھا جو جہاز کے تین چوتھائی طول اور کل عرض مین پھیلا ہوا تھا۔ وہ چرخ کے زور سے چلایا جاتا تھا۔ اسکا انجن (جو چرخ کو چلاتا تھا) بڑا طاقتور اور انگلستان کی ساخت تھا۔ خود جہاز قسطنطنیہ کے سرکاری کارخانہ (ترسانہ یا ترسخانہ) کے بنے ہوئے تھے۔ ہر ایک مین دو لمبی تو پین جہاز کی قوس (اگلی نوک یا حصہ مین) اور ان سے نسبتاً دو چھوٹی چھوٹی دونون پہلوؤن پر تھین۔ یہ سب تو پین کرپ قسم کی تھین۔ اور چھت پر نہ تھین بلکہ ڈیک کیبن (وہ کوٹھڑی جو چھت کے نیچے ہو) مین تھین۔ انجن بھی وہین تھا۔ جہاز کے پچھلے حصہ مین جو فراخ اور مربع تھا، دو پتلے فنل (دود کش) دو دو نیٹی لیٹر (ہوا کی آمد و رفت کے لئے آہنی نلکے) جو تقریباً فنلون کے برابر اونچے تھے۔ اور دو چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیان تھین۔ جن مین سے ایک مین جہاز کا کپتان رہتا تھا۔ اور دوسری مین باورچیخانہ تھا باقی اہل جہاز درمیانی ڈیک کیبن مین جسطرح ہوتا تھا گذارہ کرتے تھے۔ دو چھوٹی کوٹھڑیون کے نیچے اگلی اور پچھلی طرف اینٹہین اور سامان کیلئے کھلی جگہین تھین۔ ہر ایک توپ کے لئے گولہ و بارود کا ایک ایک صندوق تھا۔ جو میرے خیال مین انجن اور آتشدانون کے اسقدر قریب تھی کہ خطرہ کا احتمال تھا۔ چرخ ڈیک کیبن کی چھت پر تھا۔ چھت کے گرد آہنی کٹہرا لگا ہوا تھا۔ دو کشتیان اور چھوٹے علم کی چوب بھی وہین تھی۔ بڑا جھنڈا پچھلے حصہ مین درمیانی ڈیک کے قریب یعنے سب سے آخری نکڑ مین دو دو کشتون اور بادکشون کے ساتھ نصب تھا۔ جہاز پر سیاہ روغن کیا ہوا تھا۔ اور قوس والی توپین عقرب کے ڈنگ کیطرح آگے کو نکلی ہوئی تھین۔ ان سب باتون کے اجتماع سے جہاز کی شکل بعینہ اس سیاہ مدور بھڑ کی ایسی بنی ہوئی تھی۔ جسے مینے اول اول بلاد مشرق مین دیکھا اور جسکا ڈنگ نہایت سخت ہوتا ہے۔

جہاز بالکل لیس اور خوب آراستہ پیراستہ تھا۔ ڈیکون (چھتون یا فرشون) کی صفائی ایسی عمدہ تھی کہ میرا دل بوٹ لئے ہوئے ان پر جانے کو نہین چاہتا تھا۔ چنانچہ مین نے لفٹننٹ سے بوٹ سمیت جانیکی معافی مانگی۔ کل شیشیزی (کلین) ایسی چمکتے ہی تھین کہ کسی انگریزی جنگی جہاز پر بھی اس سے عمدہ ہونی[ا]

[ا] انگریزونکو اپنی صفائی اور ستھرا پن اور ہر ایک چیز کو صاف و شفاف رکھنے پر بڑا ناز ہے۔ مصنف نے اسلئے انگریزی جہاز کا بالتخصیص ذکر کیا ہے۔ مترجم

ممکن نہین - ملاح جن مین سے مینے بارہ کو جہاز پر دیکھا - انگریزی ملاحون کے مشابہ سیاہ وردی اور انجن مین آگ ڈالنے والے صرف حمالی پاجامے پہنے ہوئے تھے - گولنداز جنکی تعداد جہاز پر تئیس تھی قلعجاتی فوج توپخانہ کی وردی رکھتے تھے - مین جہاز پر ہی تھا کہ صفا سفرن[1] ،، کی ایک کمپنی - اپنی دونون ہٹ ورتھ قسم کی ہلکی توپین لئے ہوئے جہاز پر آئی - یہ سپاہی اپنی سبز و نیلگون سجیلی وردی مین خوب چست و چالاک دکھائی دیتے تھے - ایک اسکاچ انجنیر[2] کے ماتحت کارنگیر کو جسکے بال سُرخ اور منہ سے وہسکی (شراب کی قسم) کی بو آرہی تھی مینے تمباکو کی ایک چٹکی دی - اس کے عوض مین اس نے مجھے یہ دلچسپ فقرہ سنایا " صاحب آج ضرور کچھ ہوگا - آنکہ ہی دینے لڑائی کی توقع رکھیئے " لفٹنٹ اور اعلا انجنیر جو دونون ترک تھے ، ملکی کے بحری مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے - اور انگریزی بول سکتے تھے - دوسرا جہاز بھی شکل و شباہت اور قطع وضع مین اسی کے مشابہ تھا - دونون مین صرف خفیف سے جزوی اختلاف تھے - مین جہاز سے خشکی پر آیا تو دونون موٹی ٹرنگر اٹھا کر دو دیو جسامت زنبورون کیطرح جو شکار کی تلاش مین ہون دریا مین اوپر کیطرف چلدیئے -

دور مین لیکر مینے متقابل کے ساحل کو دیکھا - مگر کوئی زیادہ چیزین نظر نہ آئین - دریا کے وسط مین متذکرہ بالا غیر آباد و پست سطح جزیرے تھے - جنپر گھاس - جنگلی پھول - سرکنڈے اور جھاڑیان اس کثرت سے اُگی ہوئی تھین کہ ہزارون برس کے جنگل بھی اسے دیکھکر خجل ہو جاتے - ان سے پرے طویل دلدلی ہموار ساحل پھیلا ہوا تھا - بائین جانب سطح دریا سے تین سو فیٹ بلند پہاڑیان میدان کو احاطہ کئے ہوئے تھین - دائین طرف سے دھوئین کا ایک ستون سیدھا آسمان کو اُٹھتا ہوا نظر آرہا تھا جو کسی موضع یا کھیت سے بلند ہو رہا ہوگا - اسی طرف دو چھوٹی جھیلین بھی ہموار میدان مین سطح واقع تھین جیسے انسانی چہرہ کی دونون آنکھیں - لڑائی کے سامان اور جنگی مستعدی تو درکنار انسانی بود و باش اور چہل پہل کی علامتین بھی مجھے بہت کم دکھائی دین - کسی قدر دائین طرف دریا کے کنارہ پر کلاؤ نام موضع تھا - جہان کشتیونکو پانی سے کھینچکر ریتون پر چڑھایا ہوا تھا - بائین طرف ایک سو فیٹ بلند پہاڑی کے ڈھلاؤ اور چوٹی پر کلافت تھا جہان سے گرجا کے بلند آواز جرس کی صدا آرہی تھی - قصبہ کا محل وقوع ایسا ہے کہ مین اس کے کوچہ و بازار کو نہ دیکھ سکا - مگر مینے چند مسقف اور پوشیدہ باتریون کو تاڑ لیا - سامنے سے نظر ہٹا کر جب مینے

[1] یہ فرانسیسی لفظ ہے - اور اسکا درست تلفظ صفا سر ہے - مترجم [2] یہ شخص غالبا انجن پر مامور ہوگا - مترجم -

اپنے (یعنے ترکی)، ساحل کیطرف نگاہ کی تو بائین طرف مین نے بیرونی فصیل یا حفاظتی مورچون کا انتہائی مورچہ موسومہ غازی بائر طابیہ[1] اور اپنے ایک سب سے بعیدی دمدمہ "یعنی طابیہ" کو دیکھا جو مٹی کے چھوٹے چھوٹے تودون سے بڑے نہ دکھائی دیتے تھے۔ اِن دونون مورچون کے درمیان غیر آباد ہموار زمین تھی۔ اور پرے دریا کا ہموار۔ سبز۔ غیر آباد اور بیچدار ساحل تھا۔ باغی باجگذار ریاست (رومانیا)، کے مسلح فرزندون (سپاہیون)، مین سے مجھے صرف ایک نمونہ دکھائی دیا۔ پہلے وہ مجھے مقابل کے ساحل پر بعینہٖ ایک ایسا سیاہ داغ معلوم ہوا جیسے کہ سبز کاغذ پر مکھی دکھائی دیتی ہے پھر مینے اُسے ڈھوہا (چڑیون کے ڈرانے کا پتلا) سمجھا۔ مگر جب اُس نے چلنا شروع کیا تو مین سمجھ گیا کہ یہ رومانوی سنتری ہے۔ جو یکہ و تنہا اپنی ریاست کی جو سلطنت بننے کے لئے ابھی حالت جنین مین تھی "نا گفتنی"، ترک سے حفاظت کر رہا ہے۔

گو تمبر سے پہلے مجھے پرنس چارلس کے بہادرون کو ایسے قریب سے دیکھنے کا موقع نہ ملا کہ مین انکی وردیون کے رنگون اور قطع وضع مین تمیز کرسکتا تاہم اسموقعہ پر رومانوی سپاہیونکی شکل وشباہت کا مختصر ذکر کردینا مناسب خیال کرتا ہون۔ رومانوی فوجکی وردیان مخلوط قسم کی ہین۔ جسکے رومانوی فوجکا ڈویژن اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ گویا پانچ چھ مختلف قومونکی افواج ایک جگہ خیمہ زن ہین مصافی انفنٹری اور آرٹلری فرنچ فوج کے مشابہ ہین۔ راسی آرمی در رومانوی لفظ یعنے باقاعدہ کیولری یا فوج سواران، "جرمنی کے ریڈ ہوزارز کے مانند ہے جو برلن کے مضافاتی شہر اور قیاصرہ جرمنی کی رہائش گاہ پوٹسڈم مین رہتے ہین۔ اور جن سے برلن کے سیاح بخوبی واقف ہین دیوارنسزی (ملیشیا انفنٹری یعنے مستحفظ فوج پیدل)، اور کلاروشی (مونٹڈ ملیشیا یعنے مستحفظ فوج سواران)، قومی پوشاک پہنتے ہین اور انکے پاؤن کی پوشش بھی عجیب ہے یعنے بے رنگی چمڑے کی جوتی او گھٹنون تک چمڑے کے بنے ہوئے گیٹر زدگیٹس، ترکی فوج پیدل بھی یہی پہنتی ہے۔ یا پہنا کرتی تھی جنداز سر پر مخروطی ہلمٹ (خودنما ٹوپی)، آرٹلری آستری و کیپ (فوجی کلاہ)، پہنتی ہی۔ فوج کے باقی اقسام کے حصہ کثیر کی سر کی پوشش ایسی مکروہ اور ناموزون ہی کہ بہ صفت مین انعام پانے کی مستحق ہے۔ جرمن پکل ہاپ، (فوجی ٹوپی)، روسی ٹوپی اور انگریزی سمو خرس کی کلاہ تو بھدی اور بدشکل ہین ہی۔ مگر رومانوی بانٹ (ٹوپی)، سب کو ماند کر رہی ہے۔

ویڈن مین اسوقت بڑی جسامت کے جہاز بالکل نہ تھے۔ تمام ایسے جہاز یا تو گورنمنٹ نے بیگار پکڑ کر ڈینوب کے جنوبی حصہ مین کام دینے کے لئے بھیجدیئے تھے۔ یا خود مالکون نے انکو ایسی جگہ رکھنا مناسب سمجھکر

---

[1] بایر ترکی مین پہاڑی کو اور طابیہ بالتری کو کہتے ہین۔ مترجم۔

جہان سخت معرکہ آرائی کا قوی احتمال تھا۔ دیگر مقامات کو جہان کا امن غیر مخدوش اور کاروبار قایم تھا بھیجدیا تھا۔ اعلان جنگ سے تھوڑے عرصہ پہلے کئی سمندری سفر کرنیوالے سٹیمر (دُخانی جہاز) اور متعدد ترلاش (ایک مستول کا بادبانی جہاز جسکا پچھلا حصہ پانی سے اُٹھا ہوا اور کمر زیادہ ڈوبی ہوئی ہوتی ہے) سامان رسد یعنے ۱۵ ہزار ٹن (ٹن = ۲۸ من) آٹا اور کلافت تک کشتیونکا پل بنانے کا سامان لیکر آئے مگر آخر الذکر سے محمود داماد پاشا اور اس کے ہمصفیر ونکی نوازش سے کوئی کام نہ لیا جاسکا۔ سٹیمر کلیم چلے گئے۔ معمولی اور نیز ماہی گیر ونکی کشتیان جو اہالی شہر کی ملکیت تھین۔ متذکرہ بالا ترلاش اور دو یا تین ناکارہ شونر (ایک قسم کا بادبانی جہاز) ایک محفوظ مقام مین جمع کرکے اُنپر سنتریون کا پہرہ لگادیا گیا ہوا تھا تاکہ جاسوس۔ غدار اور فراری اُن سے کام نہ لے سکین۔

مین دریا کا نظارہ کر ہی رہا تھا کہ ایک بادبانی کشتی ڈنیوب کے فراخ پاٹ مین دونون سواحل کی توپون کی مہیب قطار سے جو تعداد مین غالبًا ۲۰۵ تھین اور انمین سے ہر ایک اپنے دریا پار ہمسایہ پر اپنا ہلاکت بخش مواد (گولہ) پھینکنے کیلئے بالکل تیار تھی۔ بالکل لاپرواہ و بفکر تیرتی چلی آتی مجھے دریا کی بالائی خم پر سفید داغ کی مانند دکھائی دی۔ اسوقت دوپہر سے بعد ایک بج چکا تھا۔ اور میری اشتہا تیز ہو رہی تھی مینے اپنے رفقا سے ذکر کیا۔ انہون نے قریب قریب حسب ذیل جوابدیا کہ اگر تمہارا پاس ابفیض علیہ الرحمۃ ہے تو ہم ابھی قلعہ کے باورچیون سے کھانا منگا سکتے ہین اور اگر تمکو قہوہ۔ مٹھائی وغیرہ لذیذ نعمایکی بھی خواہش ہو تو تمہارے حکم دینے اور روپیہ نکالنے کی دیر ہے جو چیز کہو ابھی شہر سے منگوا دیجائیگی۔ ہم تمہاری صحبت و ہم جلیسی کو غنیمت سمجھینگے۔ اور اگر کبھی خوش نصیبی سے ہمکو تنخواہ مین نقدی ملگئی تو بڑی خوشی سے تمہاری دعوت کا عوض اُتار دینگے۔ سردست تمہین بانی دعوت اور شکریہ پر کفایت کرنی پڑے گی۔ یہ سنکر مینے اشرفی نکال کر کھانا لانے کا حکمدیا۔ اور عام دعوت کردی کہ جو چاہے ضیافت مین شریک ہوجائے پیر کہنے کی دیر تھی قلعہ بھر مین یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ایک انگریز بک دامیر، نے صلائے عام دیدیا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ مین کئی گردبیس مہمان جمع ہوگئے۔ جو سپاہی ہماری خدمت کر رہے تھے اُنکی خوشی و سرگرمی کا بھی کوئی حد و حساب نہ تھا۔

کھانے کی لین اندرونی مورچون کی لین کے ایک مکان کے دو باہر کو نکلے ہوئے گوشون کے درمیان متذکرہ بالا مورچہ سے کسیقدر بلند سطح پر بچھا دیگئی۔ وہان سے دریا اور توپونکا نظارہ بخوبی ہو سکتا تھا لیکن اگر کوئی سرگرم و پرجوش پاشا اتفاقًا اِدھر آنکلتا تو اسکی نظر ہم پر پڑتی۔ ہماری دائین طرف مضبوط مٹی کے دمدمون پر جنپر گھاس اور سُرخ و زرد و خودرو پھول اُگے ہوئے تھے۔ وزنی توپونکی

باتری اور اسکے ملحقہ ہی ایک پختہ مکان اور ایک چھوٹی سی دوسری عمارات جو گھگرہ کا کام دیتی تھی اور دیدبانی کے لئے اس میں ایک بلند بانس نصب تھا، بھی تھی ہمارے سامنے اور ہم سے چھ فیٹ نشیب میں ایک صحن تھا جس میں قلعہ کے محافظ سپاہیوں کو دھوپ اور خاصکر عمارات کے سفید پتھر کے مفرط چمکار سے محفوظ رکھنے کیلئے سبز رنگ کے ہلکے کپڑے کے بیس خیمے نصب تھے - یہ سپاہی اس صحن میں ابھی کھانے سے فارغ ہوئے تھے - اور اب گولہ بارود کو دستی گاڑیوں میں بھر کر باتری کے نیچے کے تہ خانوں میں لیجا رہے تھے - ثانیاً مورچہ تھا یہ ۱۵ فیٹ چوڑا تھا - اور ایک طرف سے اندرونی فصیل کی چوٹی پر بنا ہوا تھا - اور اسکی دوسری طرف چار فیٹ چوڑی فصیل بنی ہوئی تھی - اس فصیل کے پتھروں کی درزوں میں گھنٹی کے شکل کے خوبصورت سفید پھول بکثرت اُگے ہوئے تھے - فصیل پر پہونچنے سے ہم اردگرد کا منظر دیکھ سکتے تھے - ثالثاً دونوں اندرونی و بیرونی فصیلوں کا درمیانی دس فیٹ عریض مسقف راستہ تھا جسمیں کئی کمپنیاں ہتھیاروں کو ایک جگہ کھڑا کر کے ٹھیک صفوف جنگ کی ترتیب سے زمین پر بیٹھی ہوئی تھیں - چہارم بیرونی فصیل تھی جس میں زینیں بنی ہوئی تھیں - کہ انمیں سے انفنٹری دشمن پر بندوقیں سر کر سکے - اُسپر سنتری جنگی شان کیساتھ اِدھر اُدھر پھر رہے تھے - یہ دیوار اندرونی فصیل سے بارہ فیٹ نیچی اور مسقف راستہ سے آٹھ فیٹ بلند تھی اور دریا اسکی پابوسی کرتا ہوا بہتا تھا - ہماری بائیں طرف بھی ہم سے بہت قریب ایک اور باتری بھاری توپوں کی تھی جو دو سنگین دیواروں پر جنکی درمیانی خالی جگہ کو مٹی سے پُر کر کے توپوں اور انکے گولہ اندازوں کے لئے دس فیٹ عریض مضبوط و مستحکم پناہ بنا دی گئی تھی نصب تھی - اس باتری سے پرے خالی جگہ تھی جہاں جہاز لنگر کئے ہوئے تھے - اور اس سے پرے اور باتریاں تھیں - ہمارے پیچھے جو عمارت تھی وہ بارکوں کیساتھ شامل تھی

میں نے میز کے لئے میز پوش ہونے پر اصرار کیا - جس سے میرے رفقا میں عجیب کھلبلی پڑ گئی - ایک سر پھرا اور پکار اُٹھا "لارڈ صاحب میز پوش مانگتے ہیں" - ایک دوسرے نوخیز افلاطون نے کہا "کیا میں اپنا کمبل لے آؤں" تیسرے کو بہت دور کی سوجھی وہ بولے "جاؤ شمیکل سے دوڑ کر مستعار لے آؤ - اگر ویڈن میں کسی کے پاس میز پوش ہوا تو بوڑھے یہودی کے ہی پاس ہوگا" اسے سب نے پسند کیا - چنانچہ میز پوش کے آنے تک میں اپنے مہمانوں کا ذکر کرتا ہوں - میں نے ہر ایک سے ذاتی طور پر روشناس کئے جانیکی درخواست کی - اسپر معلوم ہوا کہ انمیں سے ایک یوز باشی - سترہ - اٹھارہ ملازمان اول و ثانی اور دو ملازمان ثالثہ ہیں جو سب کے سب انفنٹری مقیمہ شہر یا قلعہ کی آرٹلری یا پلٹن انجنیران سے تعلق رکھتے تھے انمیں سے ایک نے کہا "اگر کوئی اعلی افسر بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جائے تو بہت مناسب ہے - اسطرح ہمپر کوئی حرف نہ آئیگا - یہ سنکر چند اس نئی ضروری چیز کی تلاش میں گئے - اور تھوڑی دیر میں خوش خوش ایک گرسنہ قائمقام کو لے آئے - اتنے میں

قاصد بھی غلیظ پارچہ کو ہلاتا ہوا آ پہونچا۔ میز پر پہلے ہر مہمان کو نہایت لذیذ حلوا تقسیم کیا گیا جو شہر کے ایک ترک حلوائی سے خریدا گیا تھا۔ ابھی تقسیم کا دور ختم نہ ہوا تھا کہ تین شخصون کی ایک جماعت جو آپس مین بالکل مختلف اور ایک دوسرے سے کوئی مناسبت نہ رکھتے تھے آ پہونچی۔

پہلا شخص جو انگریز اور دراز قد۔ دبلا پتلا بدشکل آدمی تھا۔ ایسی پوشاک پہنے ہوئے تھا جس کو صرف ایک سیاح انگریز ہی ایجاد کرسکتا یا پہن سکتا ہے۔ وہ چمکدار اور واٹر پروف (جسپر پانی اثر نہ کرے) کنواس (اسی کا ٹاٹ یا کپڑا) کی بنی ہوئی تھی۔ جسکا رنگ ایسا تھا جسے مین ٹھیک بیان نہین کرسکتا۔ وہ کسی قدر ایسے غلیظ ہلکے خاکی رنگ کے مشابہ تھا جس مین صفراوی سبزی یا ابلق رو رنگ کی لہر ہو۔ ناظرین کو اس کپڑے کے ساتھ ہی خیال رہے کہ ان دونون سیاہ یہ مین تھرمامیٹر اسّی درجہ پر تھا۔ اور مطلع بالکل صاف تھا۔ اس کی کل وردی یکسان تھی حتی کہ ٹوپی اور بوٹ بھی اسی کپڑے × کے تھے۔ اور جب اسنے ناک صاف کرنے کے لئے رومال نکالا تو اسکا رنگ بھی ویسا ہی تھا۔ اس کے سر پر چھتری بھی اسی رنگ کی تھی اسکے کندہون سے ایک میدانی دوربین۔ ایک پانی رکھنے کی بوتل۔ ایک برانڈی رکھنے کی صراحی نما بوتل ایک سپاہیانہ تھیلا۔ ایک چرمی تھیلی اور ایک خانے دار جھولا جس مین تمبا کو۔ پائپ اور سگرٹون کیلئے مختلف خانے بنے ہوئے تھے۔ فیتون اور ڈوریون سے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ اخبار نویس تھا اور کپتان چوق کے نام سے مشہور تھا۔ اسکا اصلی نام ہیک[2] تھا۔ مگر کس قسم کا میک؟ یہ مجھے معلوم نہین۔ وہ انگریزی کے سوا اور کسی بان کا ایک لفظ نہین بول سکتا تھا۔ اس لئے سلیٹ ہر وقت ساتھ رکھتا تھا اور جب چیز کی ضرورت ہوتی اسکی شکل بنا دیتا۔ اس کی نسبت ایک قصہ عام مشہور تھا کہ پچھلے برس جبکہ وہ محمد علی کی فوج کے ہمراہ سریا مین تھا تو اسنے ایک دیہاتی سے مین اسی طریق سے "کو کر متا" جسے پنجابی مین کُھنب کہتے ہین طلب کیا۔ مالک سرا ایک گھنٹہ کی تگ و دو کے بعد چھتری لے آیا کیونکہ کھنب بھی بعینہ چھتری کے مشابہ ہوتی ہے۔ مترجم۔ اسے قلعہ مین آنیکی اجازت نہ تھی۔ رہتا وہ ڈیرن کے باہر ایک شیڈ مین دو جرمن فوجی نامہ نگارون کے ساتھ تھا۔ اور نہ صرف اپنی عجیب عادات بلکہ فیاضی اور رحم دلی کی وجہ سے سارے شہر مین مشہور تھا۔ اس واقعہ سے ایک ہفتہ بعد جب مشیر نے کل نامہ نگارونکو چلے جانیکا حکم دیا تو کپتان میرے خیال مین نیکو پولی کو چلا گیا۔

---

[1] یورپین لوگون کے دسترخوان پر ہماری طرح کھانیکی سب چیزین اکٹھی نہین رکھدی جاتین۔ بلکہ خادم جو عموماً مہمانون کی تعداد کے مطابق ہوتے ہین۔ ایک قسم کا کھانا ہر ایک کے سامنے رکابی یا پیالہ مین ڈالتے آتے ہین۔ اسکے بعد پھر دوسری قسم پھر تیسری الغرض اسی طرح جتنی اقسام کے کھانے ہون اتنے ہی مختلف دور ہوتے ہین۔ مترجم

[2] اکثر آیرش و سکاچ لوگون کے نام کے پہلے میک کا لفظ آتا ہے جیسے میک ناٹین۔ میک فرٹن میک کی دغیرہ۔ مترجم

دوسرا شخص ایک پست قامت سخنی۔ کمینہ لباس جرمن ڈاکٹر تھا۔ اس کا نام ڈاکٹر شمٹ تھا۔ وہ (دسمبر ۱۸۷۶ء)
عینک لگائے ہوئے تھا۔ اور پژمردہ خاطر شکستہ دل اور کسیقدر دلستو معلوم ہوتا تھا۔ پچھلے برس
وہ عثمانیہ فوج میں ملازم تھا۔ مگر محاربہ (سربیا) کے ختم ہونے پر مستعفی ہو گیا تھا۔ چونکہ طبی آدمیونکی
قلت تھی۔ اب وہ پھر عارضی طور پر قلعہ ویڈن میں مامور تھا۔ لیکن تا حال برابر اپنی کہنہ ملکی پوشاک پہنے ہوئے
تھا کیونکہ سارے کیمپ میں کوئی وردی نہ تھی۔ جو اُس کے چھوٹے قد کو پوری آسکتی۔ وہ انگریزی فرنچ
اور جرمن اور لاطینی۔ یونانی اور عبرانی کی قدیم زبانوں کے سواترکی۔ عربی۔ صربی۔ بلغاری۔ سوانوی اور
روسی زبانیں جانتا اور بولتا تھا۔ اور سنسکرت میں بھی مستند عالم تھا۔ کپتان چوق ۶ فٹ ۱۰ انچ لمبا تھا اور
ڈاکٹر صرف ۴ فٹ ۱۰ انچ۔ وہ دونوں ایکدوسرے کی بغل میں ہاتھ دیئے ویڈن کے کوچہ و بازار میں
پھرتے رہتے تھے۔ ترکی میں "چوق" کے معنی "بڑے اور زیادہ" کے ہیں۔ اور خیال گیا اسکی قد و قامت
کے لحاظ سے ترکون نے اسکا یہ نام ڈالدیا ہوگا۔

اس ضیافت کے دن جیسا کہ ابتدائے آفرینش سے عورتیں مردونکو جدا کرتی آئی ہیں۔ ایک لیڈی
انکو جدا کئے ہوئے تھی۔ یعنی اسدن وہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ ایک
عورت انکے درمیان تھی جسکی عمر بیس ایک برس کی تھی۔ وہ جوانی۔ نزاکت۔ حسن اور شرارت کی مجسم ہی
تھی۔ اور اُسے دیکھکر طبیعت خواہ مخواہ شگفتہ ہو جاتی۔ وہ سرخ فلالین کا تنگ گھیرے کا سایہ۔ وانیا کی ساخت
کی خوبصورت گرگابی۔ سیاہ ریشمی موزے اور بلغاری ساخت اور کارچوبی کام کی نیلگون جاکٹ جسپر
سنہری گلٹ کے پھول لگے ہوئے تھے پہنے ہوئے تھی۔ اسکے شاندار سیاہ بال کھلے ہوئے کندھونپر پڑے
تھے اور سرخ "فس" سے اسکے چہرہ کی شرارت آمیز خوبصورتی دوبالا ہو رہی تھی۔ اس کی پوشاک صرف
خوبصورت اور موزون ہی نہ تھی۔ بلکہ صاف اور ستھری بھی تھی جس صفت کا وجود بلگیریا میں شاذ و نادر
ہی پایا جاتا ہے۔ قصہ مختصر وہ تصویرون کی کتاب میں سے ایک خوبصورت تصویر معلوم ہوتی تھی۔ اسکا
رنگ سبک اور بیداغ تھا۔ ہاتھ جنپر دستانے نہ تھے سفید اور خوش وضع تھے۔ بات چلتے وقت اسے مردونکی طرح
ہاتھ ہلانے کی عادت تھی۔ سگرٹ ہر وقت پیتی رہتی تھی۔ ملجائین تو سگار (چرٹ) کو بھی پسند کرتی تھی اور کبھی
کبھی پائپ (نے) کا بھی شوق کرتی تھی۔ سرویا کی قومی شراب سلووزا کے پینے میں وہ بڑے سے بڑے
شرابنوش کی برابری کر سکتی تھی۔ وہ صرف نوجوانون اور اُن میں سے بھی اُنکی صحبت کو جنکے پاس نقدہ متہ
ہو پسند کرتی تھی اور بیچارے بینواؤں کو کمال سنگدلی سے فوراً ڈانٹ بتا دیتی تھی۔ وہ نشہ سوار غضب کی تھی
اور سہ اسپہ گاڑی کو سطرح ہانک سکتی تھی کہ انجمن انسداد بیرحمی حیوانات کے کارندہ کو دیکھکر فی الفور اپنی بات تک

نوٹ کرنے کے لیئے جیب سے نکالنی پڑتی۔ وہ پیشہ ور ماہیگیرونکی طرح ہلکی کشتی کو ڈنیوب پر چلا سکتی تھی جرمنی کے فوجی طالب علم کیطرح پٹا کھیل سکتی تھی اور امریکہ کے کفدست گھنے جنگلون کے ماہر شکاری کیطرح رایفل اور ریوالور سے کام لیسکتی تھی۔ خودستائی۔ نخوت اور بے انتہا بیباکی کا وہ مرکب ست تھی۔ اندر اسبارہ مین مجھے ابتک کوئی اسکا ثانی نظر نہین آیا۔ بااینہمہ اس عورت کا پیشہ کیا تھا؟ ناظرین میرے جواب پر ہنس دینا مین بالکل راست راست اور متانت سے بتا رہا ہون کہ وہ "نرس" (بیمار و مجروح سپاہیون کی تیماردار) تھی وہ پیشہ ور مسرحم کی عربی کی ہمشیرہ[ا] تھی۔ اسکی پیدایش سرویا مین ہوئی تھی۔ اسکا باپ آستروی تھا۔ بلغاری اسکومیری اور ترک مرسم پکارتے ہین ۱۸۷۶ء کے محاربہ سرویا مین وہ اپنے اہل وطن (سرونی فوج) کی خدمت کرتی رہی تھی۔ لیکن تاریخ یہ نہین بتاتی کہ اسنے یہ کام کیسی قابلیت و لیاقت سے انجام دیا تھا۔ مجھے صرف اسقدر معلوم ہوا کہ وہ اپنے آدمیون سے لڑ پڑی تھی۔ جسپر وہ اسے ساتھ آکر سرحد پار چھوڑ گئے۔ یہان آکر اس نے ترکون کیخدمت کرنیکا منشاء ظاہر کیا۔ مگر عثمان کی فوج کے مردہ دل اور سخت مزاج اعلے اڈاکٹر نے اُسے اپنی ماتحتی مین لینے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ ویڈن شہر مین رہتی تھی۔ اور کبھی کبھی قلعہ مین آکر اعلے افسرون سے ملاقات کرتی تھی۔ ان باتون سے مجھے خیال ہوتا ہے کہ اس سے جاسوسی کا کام لیا جاتا تھا۔ اس وعورت سے پندرہ دن بعد اُسے فوجی پہرہ کی حراست مین خلیج لی بھیجدیا گیا تھا۔ اسکے بھیج دیئے جانے کی وجہ مجھے معلوم نہین ہوئی البتہ یہ سنا کہ منزل مقصود پر پہونچنے تک محافظ پہرہ دارون اور گرفتار کی حیثیت بدل گئی تھی۔ یعنے قیدی مالک اور محافظ اُس کے ناز و ادا کا شکار ہوکر اسکے غلام یا قیدی ہوگئے تھے۔ مین نے اخبارون مین پڑھا کہ جب ۱۸۸۵ء مین مشرقی رومیلیا نے بلغاریا کے برخلاف بغاوت کی تھی تو ایک سربی عورت جو سگار و مے نوش تھی کل اسلحہ سے مسلح اور گھوڑے پر سوار فلپ پولی کے بازار و نمین باغیون کی لیڈری کرتی رہی تھی۔ میرا قیاس ہے کہ ہونہو یہی ویڈن والی سیری تھی جو طبقہ سنیٹ جان (ولی یوحنا) کی یہ قابلہ ممبر کپتان چوتی اور ڈاکٹر شمٹ کی درمیان آخر الذکر سے بے پروائی اور سرسری طور پر باتین کرتی ہوئی اور اول الذکر سے خندہ پیشانی اور ناز و نخرہ سے مسکراتی

[ا] چونکہ اکثر نرسین شوقیہ اور محض انسانی ہمدردی سے میدان جنگ یا چھاؤنیونکے فوجی ہسپتالون مین تیمارداری کرنے جاتی ہین۔ اور انمین سے بعض نہایت متمول اور شریف گھرانون کی لڑکیان ہوتی ہین۔ انکو یورپ مین رحم یا خیر و برکت کی دیبیون کی بہنین بھی پکارتے ہین۔ اور کبھی کبھی طبقہ یوحنا کی خواہرین بھی بولتے ہین۔ کیونکہ اس رسم کی ابتداء عام طور پر اول اول صلیبی جنگون سے شروع ہوئی تھی۔ جن مین اکثر عورتین بھی مذہبی جوش مین آکر بیمار و مجروح عیسائی مجاہدین کی تیمارداری کے لئے اپنے اپنے ملک سے مسیحی غازیون کے ساتھ ارض مقدس کو گئی تقین۔ مترجم

ہوئی چلی آرہی تھی۔ اس سے باتین نہ کرنے کیوجہ یہ تھی کہ دونون ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف تھے
پس ان دونون یعنے بدشکل مگر متمول کپتان اور عشوہ فروش دسرین مین اس کے سوا کوئی اور ذریعہ
تکلم کا نہ ہوسکتا تھا کہ وہ اپنے رفیق کا حوصلہ بڑہانے کے لئے مسکراتی اور یہ اپنی پسندیدگی کے اظہار مین
باواز مکروہ ہون ہان کرتا رہے۔

میزبان جو افسر میرے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ان تینون کو دیکھ کر کہا "اس دیوانہ انگریز کو ضیافت
مین شریک ہونیکی دعوت کرو۔ وہ زردار ہے اور تمہارا تمام خرچ وہ اپنے پاس سے ادا کردیگا"
یہ سنکر مینے تینون کو مدعو کیا۔ اور دونون جنٹلمینون نے اُسے قبول کر لیا۔ لیڈی ابھی کھانا کھا چکی تھی
اسنے یہ عذر کر دیا تاہم اس نے از راہ نوازش ہمارے پاس بیٹھا رہنا منظور کیا وہ ایک دوسری
میز کے کنارہ پر جسے سپاہی کھانا رکھنے کے لیے لائے تھے۔ بیٹھکر اپنے خوبصورت حاشیہ دار سایہ اور سڈول
ٹانگون کو کلاک (بڑی گھڑی) کے پنڈولم (لٹکن) کیطرح عجیب باقاعدگی سے ہلانے لگی اور اس
بات پر افسوس ظاہر کیا کہ قلعہ کے تکلیف دہ قواعد کے روسے خاص اس موقعہ پر جہان ضیافت اُڑ رہی تھی
تمباکو کا پینا ممنوع ہے۔ ہم نے حلوا کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک فربہ اندام پاشا کے سر پر خبط سوار ہوا
اور وہ دوربین لیکر فصیل پر کھڑا ہو گیا۔ اور ہماری بدبختی سے وہ کھڑا بھی عین سموقعہ پر ہوا کہ کل فصیل مین
صرف اسی مقام سے ہماری میز پر نظر پڑ سکتی تھی۔ اسکی فراخ پشت۔ اُبھرے ہوئے چوتڑ اور بیضوی شکل کی چھوٹی
چھوٹی ٹانگون سے اسکی تصویر عجیب مضحکہ خیز بنی ہوئی تھی۔ اسکو دیکھتے ہی کل محفل پر سناٹا سا چھا گیا۔

یوزباشی نے چپکے سے میرے کان مین کہا "کل حویلی مین وہ حریص ترین خنزیر ہے۔ اسے مدعو کرو
تو وہ فورًا آجائیگا۔ کیونکہ جب کبھی مفت مین لقمہ تر ملے تو وہ ہرگز انکار نہین کرتا۔ اس کے شامل ہو
جانے سے ہم سب محفوظ ہو جائینگے۔ اور کل ذمہ واری اسکے سر پر جا پڑیگی۔ قائیمقام نے اس اشارے کی تائید
کی اسپر مینے پاشا کے قریب جاکر عرض کیا۔ "حضور والا کی عمر دراز ہو۔ مین پادشاہ (سلطان المعظم کو
ترک پادشاہ کہتے ہین۔ جس کے معنے انکی زبان مین سلطان المعظم کے ہین۔ مترجم) کی فوج مین ملازم ہون
اور قوم سے انگریز ہون۔ آج میری اصلی فرمانرواء ملکہ انگلستان کا یوم ولادت ہے (یہ مینے صرف جھوٹ بولا تھا)
اس خوشی مین آپکے ناچیز غلام نے چند احباب کو دعوت دی ہے۔ کیا حضور بھی از راہ بندہ
نوازی اس سامنے کی میز کی دال روٹی مین شریک ہونے سے خاکسار کو افتخار بخشین گے؟"

پاشا نے میز کی طرف ایکدفعہ نظر بھر کر دیکھا۔ اتنے مین خوشبودار حلوے کی لطیف و خوشگوار بو بھی
اسکے نتھنون تک پہنچ گئی تھی۔ پھر کیا دیر تھی لحیم و شحیم پاشا نے متانت و خوش خلقی سے جواب دیا "بڑی خوشی سے"

اس کے آنے پر تمام مہمان سروقد کھڑے ہو گئے۔ سپاہیون نے باقاعدہ سلام کیا۔ انگریز کپتان نے تعظیماً
اپنی ٹوپی کو چھوا۔ اور جرمن اپنی باوا آدم کی وقت کی کلاہ کو سر سے اُتار کر آداب بجالایا۔ پاشا کو صدر
مین جگہ دیگئی۔ اور اس نے حلوے کو اسطرح چپٹ کرنا شروع کیا کہ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ حلوے کا بل (حساب)
کا کاغذ بہت ہی بڑہ جائیگا۔ میری اسکو دور سے آتا دیکھتے ہی رفوچکر ہو گئی تھی۔ اسے پاشا دزن سے سخت
خوف آتا تھا۔ اور صرف زردار نوخیز لفٹننٹون کی صحبت مین خوش ہوتی تھی۔ جاتی دفعہ اسنے حاضرین کو عجیب
دلفریب ادا سے "دوسویڈ انیا" (یہ لفظ سربی زبان مین الوداع کا مترادف ہے) کہا۔

اسوقت کا سمان نہایت دلکش تھا۔ سب طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ صحن والے سپاہی اپنے کام سے فارغ
ہوکر خیمون مین آرام کر رہے تھے۔ اور گولنداز اور انفنٹری کے دستے مسقف راستہ مین اونگھ رہے تھے
صرف سنتریونکی باقاعدہ رفتار کی صدا جو بیرونی فصیل پر ٹہل رہے تھے۔ موسم گرما کی دوپہر کی خواب آور
خاموشی مین مخل ہو رہی تھی۔ مطلع بالکل صاف اور آفتاب نصف النہار پہ تھا۔ جس کی طلائی کرنون سے
دریا اور تمام منظر کندن کیطرح دمک رہا تھا۔ اور دریا کی لہرونکی چوٹیونپر ہزارون ذرے الماس کیطرح
چمک رہے تھے۔ نہایت لطیف و خنک بادشمالی ہمکو پنکھا کر رہی تھی۔ اور دریا کی موجین عاشقانہ بیصبری
کے ساتھ سنگین پشتہ کی پابوسی کو دوڑی آتین اور وصال محبوب سے خوشدل ہوکر بہ ناز مستانہ یکے
بعد دیگرے پیچھے ہٹ رہی تھین۔ اور ایسی مست کن آواز مین اپنی خوشی کے ترانے گاتی جاتی تھین جس سے معلوم
ہوتا تھا کہ عالم و عالمیان کے راحت و آرام مین کوئی چیز مخل و هارج نہین ہے۔ ہمارے سرونکے اوپر بلند
آسمانونپر چڑہکر ایک لوا اس دلفریب کیفیت کیلئے خالق کائنات کی حمد وثنا کے گیت گا رہا تھا۔ اور اسکے
خوش الحان ترانے لطیف ہوا کے جھونکون سے ہم تک پہنچکر سب کو محفوظ و مسرور بنا رہے تھے۔ اپنے
چارونطرف یہ مسرت افزا اور راحت بخش سمان دیکھ کر مین دل مین حیران ہو رہا تھا کہ یا اللہ العالمین
کیا ہم میدان جنگ مین بیٹھے ہوئے ہین۔ اجنگ کا اعلان ہوئے پندرہ دن ہو چکے تھے۔ لیکن ابھی تک
چوطرفہ امن و صلح موجود تھی۔ معاندانہ نیت سے ابتک ایک گولہ سر نہ ہوا تھا۔ میری تلوار خون سے ابھی برابر
ناآشنا تھی۔ اور میری ریوالور کی گولیان اس مکروہ چوبی روسی کے سوا جسکو ہم نے مشق کیلئے نشانہ بنایا ہوا
تھا۔ ابھی تک کسی جاندار کے جسم سے آشنا نہ ہوئی تھین۔ اور ابھی اور گیارہ ہفتون تک ان دونون
کو جنگی اصطباغ نصیب ہونا مقدر مین لکھا تھا۔

ابھی دوسرا دور ختم نہ ہوا تھا کہ متذکرہ بالا بادبانی کشتی کلافت کے مقابل آکر رومانوی ساحل
کیطرف ہو گئی اور اسپر دو سر سیاہ عقاب کے نشان کا آسٹروی جھنڈا اکھڑا کر دیا گیا۔ رومانوی کنارہ سے

چند سپاہی ایک کشتی پر سوار ہو کر اسکے قریب پہونچے۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد کنارہ کو واپس چلے گئے اور آستروی
کشتی سفید کبوتر کیطرح پانی پر تیرتی ہوئی دریا کے راستہ جنوب کو چلی گئی۔ دوسرے دور مین دریا کی تازہ
مچھلی تھی۔ جسے قلعہ کے باورچیخانہ مین پکایا گیا تھا۔ تیسرے مین پلاؤ۔ چوتھے مین مکی کے آرد کا دلیا اور شہد[۴۴۶]
اور پانچوین مین پوری کچوری اور شیرینی تقسیم کی گئی۔ پلاؤ و دلیا قلعہ کا پکا ہوا تھا اور پوری کچوری اور
مٹھائی حلوائی سے منگائی گئی تھی۔ کل خرچ کا نصف کپتان نے اور باقی مینے دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر
کل افسر اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہونے کیلئے ہم سے رخصت ہو گئے۔ اور میز پر صرف ہم چار (یعنے کپتان
ڈاکٹر۔ پاشا اور مین) پیچھے رہکر قہوہ اور کپتان کی صراحی سے شراب پی رہے تھے۔ جس مین پاشا بھی کہکر
کہ حکیم نے اسے شراب پینے کا حکم دیا ہوا ہے شریک تھا کہ اتنے مین ہماری بائین طرف سے ایک توپ سر
کی گئی۔ اور اس کے بعد فوراً ہی دریا کی دونون طرفون یعنے کلافت اور ویڈن کے انتہائی شمال مشرقی
گوشے جہان اسوقت "مونی ٹر" بھی موجود تھے۔ اور توپونکے چلنے کی آواز آئی اور پھر یکلخت آتشباری
بند ہو گئی۔ مین دعویٰ سے نہین کہ سکتا کہ جب پہلی توپ چلی تھی۔ اسوقت یقیناً یہ وقت تھا تاہم میرا خیال
ہے کہ اسوقت چار بجے ہونگے مگر اس سے میرے ارد گرد جو یکبارگی انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ اسکو بیان کرنیکی
مجھ مین دسترس نہین۔ مختصر یہ کہ طرفۃ العین مین قلعہ چیونٹیون کے ایسے گھونسلے کیطرح ہو گیا۔ جسکو
کسیطرح سے چھیڑ دیا گیا ہو۔ سپاہی گویا زمین سے پیدا ہو گئے۔ چارونطرف سے حکم بولیون اور بگل
کی آوازونکی بھرمار ہو گئی۔ اور کل عمارت مین عجیب کھلبلی پڑ گئی۔ مگر یہ ناقابل بیان افراتفری صرف
چند لحظے رہی جسکے بعد قلعہ ویڈن جنگ و مقابلہ کیلئے بالکل تیار ہو گیا۔ صلح و امن کی تمام علامتین یکلخت
مفقود ہو گئین۔ اور جہان تک میری نظر کام کر سکتی تھی لڑائی کے ہیبت ناک کی صورت ہر جگہ نمایان ہو گئی
گولنداز جنکو عرصہ سے کلافت پر گولہ باری کی مشق کرائی جاتی رہی تھی۔ توپون کے پاس کھڑے ہوے بتی
لگانے اور آتشباری شروع کرنیکے لیئے صرف حکم کے منتظر تھے۔ انفنٹری رائفلین لیئے فصیل کے پیچھے کھڑی تھی
کہ اگر غنیم کشتیون پر سوار ہو کر حملہ کرے تو اسے نابود کر دے۔ اردلی اور اڈیکانگ ادہر اودھر دوڑ رہے

[۴۴۶] بلغاری اس دلیہ کو جو انکی قومی خوراک ہے۔ مالیگا کہتے ہین۔ یہ اٹلی کے "پونٹا" کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس صوبہ مین مکی کی
بہت کاشت کیجاتی ہے۔ وہان کی زمین اسے بہت اچھی طرح قبول کرتی ہے۔ بلگیریا مین شہد بھی بکثرت ہوتا ہے۔ دہقان سال
بھر کے خرچ کے لیئے اسکا ذخیرہ رکھ چھوڑتے ہین۔ مٹھائیون مین ہمسایہ قصبہ قرن لک کی بنی ہوئی گلقند بھی تھی۔ جہان
عطر بنانے کے لیئے گلاب کو کھیتون مین آلوؤنکی طرح کاشت کیا جاتا ہے۔ بلغاری دہقان۔ مکی۔ انگور۔ گلاب اور پھلون
کی کاشت زیادہ کرتے ہین۔ اور شہد کی مکھیون کو بھی پالتے ہین۔ مصنف

اور پاشا اور سٹاف دوربینین لگائے یا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نمکوام ہمسایہ کے ساحل کو دیکھ رہے تھے۔ تمام موجو
آدمیون سے بھرا ہوا تھا۔ جنکی تعداد اتنے حصہ میں جہان تک میری نظر پہونچتی تھی۔ کئی سو سے کم نہ تھی۔
ہر شخص اپنے اپنے مقام پر موجود تھا جو اسے عرصہ کا بتایا گیا ہوا تھا۔ کیونکہ ہمارے مستعد تجربہ کار
مشیر نے اعلان جنگ سے بھی پہلے مفصل ہدایات جاری کر دی تھین۔ لازمی گھبراہٹ و کھلبلی کے پہلے
چند لمحون کے بعد سب طرف انتظام و نظام۔ دلجمعی۔ خاموشی اور مستعدانہ آمادگی و تیاری کا عالم مستولی ہو گیا
پہلا گولہ ہماری ہی طرف سے ہمارے انتہائی شمال مشرقی مورچہ غازی بایر طابیہ سے جو کلافت سے قریب
ترین تھا۔ دشمن کی مستعدی معلوم کرنے یا اسے چھیڑنے کے لئے سر کیا گیا تھا۔ جسکا کلافت کیطرف سے فوراً
جواب دیا گیا۔ اور کل ومانوی باتریون نے آتشبازی شروع کر دی۔ ہماریطرف سے پہلے تو صرف یہی طابیہ
غازی بایر طابیہ اور "دموئی ٹر" ہی گولہ باری کرتے رہے۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد کل ساحلی باتریان شریک ہو گئیں
پہلے گولہ کی آواز سنتے ہی پاشا رفوچکر ہو گیا۔ ڈاکٹر ٹوپی سے سلام کر کے خوف زدہ ٹڈی کیطرح اُٹھ
دوڑا۔ اور سنسان میز کے آر پار صرف مین اور کپتان چوقی ہی ایکدوسرے کیطرف حیرت و تحیر سے تکتے
رہگئے۔ وہ اربجی جو ہمکو کھانا کھلاتے رہے تھے۔ اور جنکو مینے اور کپتان نے انکو معقول انعام دیا ہوا تھا
فوراً آپہونچے۔ اور انہون نے ایک آن واحد مین میز۔ جام و صراحی اور کل لوازمات کو نظر سے غائب کر دیا
اتنے مین کپتان کو بھی ہوش آ گیا۔ اور اس نے مضطربانہ لہجہ مین کہا "صاحب مینے اپنے اخبار کیلئے خاکہ لینا ہے
اس لئے آپکے پاس نہین ٹھیر سکتا۔ اُمید ہے کہ آپ معاف رکھیں گے۔ تو مین جاتا ہون اور تمکو بھی نصیحت دیتا
ہون کہ فوراً اپنی پلٹن مین واپس چلے جاؤ۔ یہ درست ہے کہ تم چھٹی پر ہو اور ایسا کرنا تمپر لازمی نہین مگر
اس سے تمہارے افسر خوش ہو جائینگے۔ اور تم بڑے مستعد اور سمجھدار گنے جاؤگے۔ میرے خواہ مخواہ کے ناصح بننے سے ناراض
نہ ہونا۔ مین پرانا سپاہی ہون اور جو مجھے اب معلوم ہوا تمکو کہدیا۔ مین تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا
ہون۔ سلام" یہ کہکر اس نے اپنی لمبی چوڑی پنسل کو کان کے پیچھے رکھ لیا۔ نوٹ بک کو سر پر ہلا کر آواز بلند
"ہپ ہپ۔ ہراہ" کا نعرہ بلند کیا۔ اور چھتری کھول ٹوپی کو ایک کان پر زیادہ نیچا کر کے چلتا ہوا۔ اسیوقت
غازی بایر طابیہ سے ایک توپ سر ہوئی تھی۔ اور فوراً ہی دریائی ساحل کی تمام باتریون نے یکبارگی آتشباری
کر کے زمین کو ہلا دیا تھا۔ اور چارونطرف دھوان چھا گیا ہوا تھا۔ اسمین سے جسقدر جلد ہو سکا مین دروازے
کیطرف دوڑا گیا۔ وہان سنتریون نے مجھکو روک کر اپنے افسر کو آواز دی۔ جسکا اطمینان کر دینے پر مجھے باہر
نکلنے کی اجازت دیگئی۔ بازارون مین ترک یہودی اور بلغاری تمام باشندے قومی عناد اور مذہبی تعصب کو
فراموش کر کے اپنی جان و مال کی حفاظت و سلامتی کے لئے لرزان و ترسان پھر رہے تھے۔ کئی ریچونگا آئینے دکھا

ٹوٹ گئے تھے۔ ایک سنار کا مکان بالکل ہی بیٹھ گیا تھا۔ اور ادارہ گرد کے ہم صدا ہو کر پوری طاقت سے
چلا رہے تھے جسوقت مین بازار مین پہونچا۔ اسوقت تھوڑی دیر کے لیئے تو بہین خاموش ہو گئی تھین
مگر جلدی ہی کلافت کی باتریون نے زمین و آسمان کو سر پر اُٹھا لیا۔ ویڈن سے ویسا ہی ترکی بترکی
جواب دیا گیا۔ اس کے بعد ایک دو گھنٹون تک گولہ باری ہوتی رہی مگر وقفوں کے ساتھ اور نسبتاً کم تیزی
سے غنیم نے خلاف توقع کشتیون پر سوار ہو کر کوئی حملہ نہ کیا۔ اور اُسی دن ہی نہین بلکہ فتح پلیونا تک
رومانیون نے کبھی کبھی گولہ باری کرتے رہنے کے سوا ویڈن پر بذریعہ فوج کوئی حملہ نہ کیا تھا۔ اس دن
دشمن ہمارے ایک مورچہ اور دریائی ساحل کو خفیف سا نقصان پہونچا۔ اور جان و مال کا چندان
نقصان نہ ہوا۔ ویڈن مین دو جگہ آگ لگ اُٹھی جو فوراً فرو کر دیگئی۔ ایک مسجد کے ایک مینار کی چوٹی
پچھواڑے کیطرف گر پڑی جس نے ایک مردہ کُتے کا کچومر نکالدیا۔ مینار زمین کے لرزنے سے گرا تھا۔ میرا خیال
ہے کہ ہمارے کوئی زیادہ گولے دشمن تک نہ پہونچے مگر انکا اخلاقی اثر حسب مراد ہوا۔ ان سے دشمن پر واضح ہو گیا
کہ ہم مقابلہ کیلیئے بالکل تیار ہین۔ جس سے اُسے ویڈن پر حملہ کرنیکی جرات نہ ہوئی اور اسکا ایک سالم ڈویژن ساتھ مہینون
تک بیکار پڑا رہا۔ بازار سے گذرتے وقت مجھے لحظہ بھر کیلیئے خیال آگیا کہ ڈورس کو ملکر اُسے تسلی دیتا جاؤن
مگر نفس لوامہ نے فوراً ڈانٹ بتائی "فرض عشق سے مقدم ہے" مین پیدل ہی کوچہ و بازار سے خوف زدہ باشندون
کے جم غفیر کو چیرتا ہوا آخر شہر کے پھاٹک تک پہونچگیا۔ اور وہان پھر مجھے گارڈ محافظ پہرہ وال کو اپنا کام
بتانا پڑا۔ شہر سے نکلتے ہی مین شاہ راہ پر چڑھ گیا۔ اُسپر بھی فراری بکثرت موجود تھے۔ جو دیگر محفوظ و بعید
مقامات کو بھاگے جا رہے تھے۔ کمپ شہر سے اڑھائی میل دور تھا۔ یہ مسافت آدھ گھنٹہ سے کچھ زیادہ مین طے
کر کے مین ساڑھے پانچ یا چھ بجے یعنی چھٹی کے ختم ہونے سے تین گھنٹہ پہلے کمپ مین پہونچگیا۔ کلافت سے جو پہلا گولہ
چلا وہ پولیٹکل اور تاریخی لحاظ سے نہایت ہی اہم واقعہ تھا جس نے واقعات مستقبلہ کی رفتار اور رخ کو نہ
دہلون بلکہ صدیون کیلیئے بدلدیا۔ اس سے رومانیا کی وضع و انداز کی نسبت جو شک تھے کہ آیا وہ خاموش رہتی ہے
یا روسیون کی طرفدار بنجاتی ہے بالکل دور ہو گئے۔ اس ایک گولہ نے وہ تمام رشتے جن سے یہ باجگذار صوبہ اپنے
آقا نعمت سے وابستہ تھا توڑ دیئے۔ اور ویڈن کی فوجکو اعلان کر دیا کہ لڑائی شروع ہو گئی ہے اور انکی اور
غنیم کے درمیان جو لڑائی کے لئے تیار اور بیقرار ہے صرف ایک دریا کا پاٹ حایل ہے۔ یہ گولہ رومانیہ کے بابعالی
دو حصار تھے تین سو برس تک اُسکا مالک تھا آزاد کیا اور روس کی مرضی کے غلام بنکا ہو خواہ یہ غلامی عارضی ہی تھی، پیش خیمہ تھا

ؔ اس مین کوئی کلام نہین کہ روس ٹرکی کا کسی صورت مین سچا دوست و معاون نہین ہو سکتا۔ لیکن آٹھ دس برسون سے
روس کو اسکی ایشیائی پالیسی نے سلطان کے ساتھ نہ فقط صلح کر لینے بلکہ اس کا دوست بننے پر مجبور کر دیا۔ اور اس طرح (دیکھو صفحہ ۱۱۵)

اس ایک گولہ نے ٹرکی کو بتادیا کہ اسکا ایک اور دشمن اور روس کا ایک اور نہایت ہی دوست پیدا ہو گیا ہے۔
کمپ میں دو بریگیڈ حکم ملتے ہی کنارہ دریا کیطرف بڑھنے کیلئے بالکل تیار کھڑے تھے پلٹنیں مارچ کوچ
کی ترتیب میں صف آرا تھیں جنکے سپاہی ہتھیاروں کو کھڑا کر کے اسی ترتیب سے زمین پر بیٹھے ہوئے اور
افسر کوچ کے حکم کے انتظار میں بیقرار کھڑے تھے۔ مجھے چھٹی سے پہلے واپس آتا ہوا دیکھ کر جنرل نے میری طرف
بنظر استحسان دیکھا۔ اور کپتان ینگ بھی جو ایک پتھر پر سویا ہوا تھا۔ اپنی آنکھیں کھولکر میری طرف دیکھا
اور پھر انکو بند کر لیا میں نے اپنی سکوئیڈ کی کمان لیلی اور اپنے موقعہ پر کھڑا ہو گیا۔ اتنے ہی میں
میری طلبی بریگیڈیر کے پاس ہوئی جسکو میں نے ویڈن میں جو کچھ دیکھا تھا بتادیا۔ ہم چشم براہ کھڑے
رہے لیکن کوئی حکم موصول نہ ہوا۔ کلافت اور ویڈن بالکل خاموش ہو گئے تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا
کہ وہ ہمسایہ جو برسوں سے دوست چلے آتے تھے دو چار گرم باتیں کر کے پھر راضی ہو گئے تھے۔ اور مصافحہ کر کے انہوں
نے آپسمیں صلح کر لی تھا۔ طویل انتظار سے نہایت ہی پرجوش فہم بھی آخر اکتا گئی۔ اور وہ زمین پر بیٹھ گئے
یا لیٹ گئے اور رات کے نو بجے ہمکو خیموں میں واپس جانے اور کمریں کھولدینے کا حکم دیا گیا۔ ہم سب شکستہ دل
بستروں پر لیٹ تو گئے۔ مگر نیند کس جانور کا نام تھا۔ رفتہ رفتہ ہم توپوں کی گرج کے ایسے عادی ہو گئے کہ اس
سے ہمکو کوئی تشویش پیدا نہ ہوتی اور ہم اسکی طرف خیال تک بھی نہ کرتے تاہم کبھی کبھی جھوٹی سچی خبر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۴) روس اپنی دلی عناد کو جو اُسے ٹرکی کیساتھ ہے اسوقت تک رہیگا جبتک کہ دونوں میں سے ایک کامل طور پر
مغلوب اور محکوم نہ ہو جائے۔ عرصہ دراز تک ظاہر نہ کر سکیگا۔ لیکن اگر روس کو مندرجہ بالا مجبوری نہ بھی پیش آتی تو بھی مستقبلہ
محاربہ روس و روم میں رومانیا کا ضرور ہی روس کا معاون ہونا کبھی یقینی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بخلاف اسکے اگر رومانیا ٹرکی کا
معاون ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ ہمارے موجودہ امیر المومنین عبد الحمید خان ثانی ایدہ اللہ الی یوم الدین نے اپنے تدبر و
لیاقت خداداد سے نہ فقط یورپ کی عیسائی طاقتوں کو ایکدوسرے سے بدظن بنادیا ہے۔ بلکہ اپنے دشمنوں اور سابقہ و موجودہ
باجگذار صوبوں کو بھی اپنا دوست اور دلدادہ و شیدا بنا رکھا ہے چنانچہ وہی جرمنی رومانیا۔ سرویا۔ اور بلگیریا جو ۱۸۷۷ء کی
محاربہ روس و روم میں ٹرکی کے جانی دشمن و معاند اور روسیوں کے رفیق اور شریک حال تھے۔ اب سلطان کے جانثار دوست
اور وفادار رفیق ہیں سلطان المعظم کی بینظیر پالیسی کی کامیابی انکے دیگر یورپین طاقتوں سے موجودہ تعلقات اور ان
کی سابقہ پالیسی کے تغیر کے اسباب بہ نسبت سابق عہد حکومت امیر المومنین خلد اللہ ملکہ کے متن و حواشی اور اخبار وکیل کے
متعدد مضامین میں جو بطور ضمیمہ کتاب کے ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں بہ او ضاحت بیان کر دیئے ہیں۔ شائقین اس کتاب کو ملاحظہ کر
سکتے ہیں اور اخبار وطن لاہور کے باقاعدہ مطالعہ سے انکو خلافت سینہ اور خلیفہ اعظم کے متعلقہ واقعات وحالات اور ان سے بخوبی آگاہی
ہو سکتی ہے تاریخ خاندان عثمانیہ سے بھی انکو کافی مدد مل سکتی ہے۔ مترجم ۔ لہ ہر ایک کمپنی یا سکوئیڈ اپنی رائفلیں ایک جگہ مخروطی
مینار کی شکل میں ایک دوسرے سے جوڑ کر کھڑی کر دیتی ہے۔ مترجم

اُڑ جاتی کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ ہم فوراً کوچ کے لیے تیار ہو جاتے اور بعد مین کچھ بھی نہ نکلتا۔

اِس واقعہ سے چند دن بعد مجھے پہلی دفعہ بعیدی بیرونی چوکیونکی حفاظت کے کام پر لگایا گیا ہماری کمپنی ایک پہاڑی پر جو کمپ سے بجانب شمال مغرب پانچ میل۔ ڈینیوب سے بجانب جنوب مغرب پانچ میل اور سرحد سرویا سے بجانب جنوب مشرق سات میل کے فاصلہ پر تھی متعین کیگئی۔ اسکی چوٹی سے ہم دریائے ساوا کو ۵ میل اور سرحد سرویا کو ۱۵ میل تک دیکھ سکتے تھے۔ وہ دریائے ڈینیوب کی سطح سے چار سو فیٹ بلند ہے اور اسکے چارون طرف نہایت خوبصورت منظر ہین میر اسکوڈ پہاڑی کے دامن کے مختلف مقامات پر کئی موضعونکی ترتیب جنمین سے ایک کا نام غنزدا تھا۔ چند دن بلا خیمہ کھلے میدان مین شب باش ہوتا رہا۔ اِن دیہات کے بلغاری دہقانون سے مین اپنے آدمیون کیلئے خوب گرما گرم کھانے حاصل کرتا رہا۔ یہ کام پہلے تو مین نرمی اور پیار سے لینے کی کوشش کرتا۔ مثلاً اُنکے بچونکو پیار دلاسا دیا کرتا اور بملاطفت درخواست کرتا۔ اگر اس سے کام نکل جاتا جیسا کہ اکثر ہوتا رہا تو فبہا ورنہ پھر سختی سے کام لیتا۔ ایسے موقعہ پر سختی کرنا ہرگز بیجا نہین ہو سکتا۔ مین ایسا کرنے مین بالکل راستی پر تھا لیکن سختی کے ساتھ ہی مین سفاکی کو برابر روکتا رہا۔ رومانوی باشندے سب کے سب بھاگ گئے ہوئے تھے ہمنے کئی دروازونکو کھٹکھٹایا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو کواڑ توڑ کر اندر چلے گئے۔ اور وہان سے ہمکو کمبل ملگئے۔ برتن اور اسطرح کی کئی کار آمد چیزین دستیاب ہوئین ہم نے لوٹ مار کی سخت ممانعت کر رکھی تھی۔ اور قانوناً بھی یہ سنگین جرم تھا۔ ایک مکان مین ہمکو ایک قیمتی کلاک اور ویسی ہی کئی قیمتی چیزین ایک جگہ چھپا کر رکھی ہوئی ملین۔ ہم نے مٹکونکے سوائے جنکی تلاش مین ہم آئے تھے اور کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ رات کیوقت کمپنی کو پہرہ پر تین دستے مقرر کرنے پڑتے ایک دستہ نصف سکوڈ کا ہوتا تھا اور اسکے بارہ سپاہی علیحدہ علیحدہ مختلف مقامات پر پہرہ دینے کیلئے لگائے جاتے تھے۔ ہم لفٹننٹون کا یہ کام تھا کہ اِن سنتریونکا معاینہ اور نگرانی کرتے رہین۔ رات کی تاریکی مین چٹانی زمین پر چلنا بہت بیڈھا کام تھا۔ مین کئی دفعہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ اور ناک منہ کو چوٹ آگئی۔ اِس بعیدی چوکی کے دوران مین کوئی واقعہ قابل ذکر نہ گذرا۔ جب دوسری کمپنی ہماری جگہ پہونچ گئی تو ہمنے اپنے آرام دہ خیمون مین پہنچکر خدا کا شکر کیا۔ کمپ مین ہمکو ایک ہفتہ کیلئی کمپ کے سنتریون کا کام دینا پڑا۔ چنانچہ کئی دفعہ کمپ کے پھاٹکون مین سے کسی نہ کسی پہ میری تعیناتی ہوتی رہی جہان مجھے غیر مجاز اشخاص کو اندر آنے سے روکنے مین بہت دقت پیش آتی رہی ہر قسمت سینکڑون آدمی پھیری والے۔ قاصد کسی نہ کسیطرح کے سائل مستغیث۔ گداگر جپسی۔ بازیگر۔ اور آوارہ گرد ہر اندر جانیکی اجازت ملنے کے خواستگار ہوتے تھے۔ آوارہ گردونکی کوئی بات نہ سنی جاتی تھی انکو آتے ہی چوتڑون پر بندوق کے کندون سے دو چار ضربین لگا دی جاتین اور اس سلوک سے وہ بالعموم

کتون کی طرح دم دباکر بھاگ جاتے۔ لیکن پھر بھی اُن مین سے اگر کوئی زیادہ اصرار کرتا تو اسے فوراً بید
لگوا دیئے جاتے۔ اور یہ تدبیر کبھی بے اثر نہ رہتی۔ کئی شخصکو جو بلا اجازت رواروی اندر گھس آئے مینے
گرفتار بھی کیا۔ جو ایک بلغاری کے سوا جسپر جاسوس ہونیکا شبہ تھا۔ مگر چند دنون کی حراست کے بعد چھوڑ
دیا گیا۔ سب کے سب آیندہ کیلئے محتاط رہنے کی نصیحت کیے بعد رہا کر دیئے گئے۔ البتہ عورتون سے پیچھا چھوڑانا
بہت مشکل ہوتا تھا۔ کئی کوئی چیز بیچنے کے لیئے آتین۔ کوئی کہتی کہ ہمین فلان رشتہ دار کو ملنا ہے۔ اکثر
خوبصورت لڑکیون نے فتنہ آمیز باتون اور ناز و ادا پیار و دلاسا کے اقدام سے مجھے رشوت دینی چاہی مگر مجھے
فورگڈورس کا خیال آجاتا۔ اور کسی کا ناز و نخرہ مجھ پر موثر نہ ہوتا۔ جب یہ ڈیوٹی بھی ختم ہوگئی تو میری کمپنی
کو کئی ہفتون تک کوئی اور کام نہ کرنا پڑا۔ جون کے وسط مین ہمکو پندرہ دن کیلئے ویڈن اور ملورٹن کے
درمیانی کنارہ دریا کی نگرانی و محافظت پر جو کو شاوا سے دور نہ تھا بھیجا گیا۔ وہان بھی اس کے سوا کوئی
اہم واقعہ نہ گذرا کہ ہم نے ایک رومانوی شکاری کشتی کو پکڑا۔ لیکن اسپر ایک تازہ گرفتار مچھلی اور جال
سوائے اور کوئی غنیمہ نہ ملا۔ غالباً یہ کشتی دوسرے ساحل سے اپنے لنگر سے کھل گئی ہوگی۔ ہمنے مچھلی کو چٹ کیا
اور کشتی کو اسپر پہلے ایک دفعہ دریا کی اور ایک غیر آباد جزیرہ کی سیر کرکے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ایندھن بنا لیا۔ یہ
جزیرہ غنیم کے ساحل سے پانچسو گز کے فاصلہ پر تھا۔ اسکے گھنے جنگل مین ہم نے وہین کھانا تیار کرکے خوب
جشن اُڑائے۔ ہم جزیرہ پر ہی تھے کہ مقابل کے ساحل پر رومانوی فوجکا ایک دستہ گذرا۔ ہم نے انکو دیکھ کر
اپنی ٹوپیان اور رومال ہلائے۔ اور انہون نے بھی اسیطرح خوش اخلاقی کا اظہار کیا۔ انکو رومال اور
ٹوپیان ہلاتے ہم نے دوربینون سے دیکھا۔ ہم ہر روز دریا مین نہاتے اور نفیس و لذیذ مچھلیان پکڑتے تھے۔ اول اول
مچھرون نے بہت ستایا۔ مگر ایک دو ہفتون کے بعد انہون نے میرا پیچھا چھوڑ دیا اور میرا چہرہ معمولی جبا مین اور
شباہت پر آگیا۔ شاید وہ اسلیئے مجھ سے باز آگئے کہ دہوپ کی گرمی اور انکے ڈنکون سے میرا رنگ تاریک و سیاہ
اور جلد سخت ہوگئی تھی۔ ایک دفعہ ہمکو ایک دہقانی کے باغ مین جو اسے چھوڑ کر بھاگ گیا ہوا تھا۔ ایک مکس
خانہ مل گیا۔ ایک واقفکار سپاہی نے کارتوس چلا کر مکھیون کو اُڑا دیا۔ اور بمقدار کثیر شہید نکال لایا۔ کیڑون
کا ذکر آجانے پر بلغاری پسّو کا ذکر یہان بے محل نہ ہوگا۔ جسکی چالاکی اور خونخواری مین وہ اپنی نظیر نہین
رکھتا۔ اسکا تعاقب و شکار بھیڑیئے کے شکار سے جسکا اتفاق ہمکو نومبر مین پلیونا کے سامنے ہوا
کچھ کم جوش افزا و حرارت انگیز نہین ہے۔ ساحل سے کیمپ واپس آنے پر پھر ہم سے ڈیڈیمن جیسی چوکیداری کا
کام نہ لیا گیا۔ سنتریانہ فرائض کیساتھ سنتری کتون کا ذکر ضروری ہے۔ ہمارے کیمپ مین تقریباً سو ایسے کتے تھے
جنہین بعض اس کام کیلئے خود سکھلائے گئے ہوئے تھے۔ اور باقی معمولی کتے تھے۔ جو خود بخود یہ کام سیکھ کر

قواعد دان یا آموختہ کتون کے ساتھ شامل ہو گئے تھے - یہ مختلف قسمون کے تھے - اور تقریباً بارہ ایک مختلف اقسام کے مخلوط الجنس تھے. مگر سنتری کا کام بہت عمدہ دیتے تھے - ان عثمانی آوارہ گرد کتون کی ذہانت پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے - نظیر کے لیئے یہی ایک امر کافی ہے کہ ان کا اپنا خاص طریق حکومت و انتظام اور جماعت بندی موجود ہے - جو عجیب و غریب ہی نہین بلکہ انگریزی کانسٹیٹیوشن (انگریزی آئین و حکومت) سے بھی جو کل دُنیا مین افضل سمجھی جاتی ہے) زیادہ عاقلانہ اور مناسب ہے - مین انہ سنتری کتونکی حیرت افزا عقلمندی اور دانائی کی سینکڑون کہانیان بتا سکتا ہون -

ابراہیم اور اسکا کلر سکویڈ سنتری کے کام اور بعیدی چوکیداری سے تھتے رہا - دن رات کی رفاقت سے مجھے جیک ہیور سے بیحد محبت ہو گئی - اور جیسا کہ نوجوانون کی پرجوشی اور بلند خیالی کا خاصہ ہے ہم نے تا زیست ایک دوسرے کا دوست رہنے کی حلف اٹھائی -

گولہ باری ہر دوسرے تیسرے دن کبھی چند منٹون کے لیئے اور کبھی گھنٹون تک ہوتی رہتی - وہان انجنیر - معمار اور مزدور با فراط تھے - چنانچہ مورچونکو جو نقصان پہونچتا - اسکی فوراً مرمت کر لیجاتی مگر شہر کی یہ حالت نہ تھی - آتش زدگی کے حادثے عموماً ہوتے رہتے اور گاہ گاہ کئی جگہ ایک ساتھ آگ لگجاتی اور چونکہ انطفائے آتش کے لئے کوئی باضابطہ بریگیڈ نہ تھا - سپاہیونکو آگ بجھانے پر بھیجا جاتا - ایکدفعہ (۲۳ جون) کو آگ اسقدر تیز ہو گئی کہ کیمپ سے بھی فوج بھیجی گئی - میری پلٹن بھی اس مین شامل تھی - ہم شہر مین شام کے قریب پہونچے - آگ اسوقت تک بجھا لیگئی تھی - مگر گولہ باری ۹ بجے رات تک جاری رہی - ایک گولہ مجھ سے سو فیٹ کے فاصلہ پر پھٹا - جس سے ایک ترک عورت اور اسکا شیر خوار بچہ جو ہم سپاہیونکو دیکھنے کے لئے باہر آئی تھی ہلاک ہوئے - مین ایک گھنٹہ کی چھٹی لیکر ڈورس کے مکان پر گیا - اسے کوئی گولہ نہ لگا تھا - بوڑھے کے ہوش و حواس پران تھے - مگر لڑکی کا حوصلہ قایم تھا - اسکو اپنے دادا سے کمال الفت تھی اور اسکی ایسی نگہداشت اور خدمت کرتی تھی کہ بے اختیار اسکے حق مین دعا نکل جاتی تھی - مینے انکو تسلی دی کہ تم گولہ باری سے بہت کچھ محفوظ ہو - نہایت مضبوط اور بلند مسجد تمہارے مکان اور غنیم کے گولون کے درمیان حایل ہے - اگر تمکو خطرہ ہے تو صرف یہی کہ کہین مسجد کا مینار تمہارے مکان پر گر پڑے - ورنہ ڈین سے میرے روانہ ہونے کے دن تک انکو کوئی نقصان نہ پہونچا تھا - ان باتون سے فارغ ہو کر جب مینے معاملہ کا ذکر کیا تو بوڑھا یہودی فی الفور پرانے جھاڑ کر ہوشیار اور چوکس ہو گیا - مینے اس سے ایک پچاس پونڈ کی ہنڈی کا جو قسطنطنیہ پر تھی روپیہ لیا - اور اسی سے ایک انگشتری خرید کر ڈورس کو بطور یادگار نذر کی - یہ بتانیکی تو کوئی ضرورت ہی نہین کہ جیسا تا قیامت نوجوان کرتے رہین گے ہمنے ایک دوسرے کے بوسے لیئے اور جاودانی محبت کی قسمین کھائین -

وڈین ویران سا نظر آنے لگ گیا تھا۔گولہ باری سے پہلے ہی باشندے بھاگنے شروع ہوگئے تھے اسکی
شروع ہونے پر عام بھاگڑ پڑگئی۔ہر روز چھکڑون اور گاڑیونکی قطارین جنپر اسباب خانہ داری لدا ہوا ہوتا
تھا۔کیمپ مین سے گذرتی رہتی تھین۔جن کنبون کو گاڑیان بہم نہ پہونچتین وہ پیٹھون پر اسباب لئے جاتے
ہینے اکثر دفعہ دیکھا کہ نوجوان ہٹے کٹے بلغاری تو پائپ منہ سے لگائے ہوئے صرف ایک کلاک یا صلیب یا
اور ویسی ہی ہلکی پھلکی چیزا اٹھائے ہوئے ہین۔اور اس کی بیوی چھکڑا بھر صندوقون۔بقچون۔بچون اور برتن
کے بوجھ سے لدی جارہی ہے۔میرا خیال ہے کہ وہ ضرور عیسائی ہونگے (کیونکہ نالایقی سے نالایق) مسلمان
بھی کبھی ایسا نہ کرتے تھا رکان شہر نے ایسے دیہات مین جو گولہ باری کی زد سے باہر تھے پناہ جالی۔یا
کھلے میدان مین ڈیرے ڈالدیئے۔انووا کے قریب جھونپڑیون کی ایک خاص بستی آباد ہوگئی تھی یہ
جھونپڑیان شکستہ اسباب۔بوریون اور مٹی سے الغرض جو چیز ہاتھ لگی اس سے بنا لیگئی تھین۔بھاگنے والے
زیادہ تر بلغاری تھے۔ترکون اور یہودیون کو مشیر پر بھروسہ تھا کہ وہ انکی حفاظت کر سکیگا۔اور عموماً
وہ شہر ہی مین رہے۔وڈین کے ملحقہ دیہات مین بیشمار رومانوی آباد تھے۔وہ سب کے سب راتون کو کریون
کے بیڑے بناکر دریا کے رستہ یا سروی علاقہ مین سے اپنے ہم وطنون کو جاملے

تقریبًا ہر گلی مین ایک آدھ مکان ضرور ایسا تھا۔جسکو جزوی نقصان پہنچگیا تھا۔اور وڈین
مین آئینے تو کسی کواڑ کے سلامت نہ رہے تھے۔مگر سب نقصانات کو بالمجموع دیکھنے سے معلوم ہو
جاتا تھا کہ گولہ باری جیسی بظاہر مہیب معلوم ہوتی ہے۔ویسی در اصل نہین چنانچہ جوں جوں آخیر مین وہ
دونون طرف سے مدہم پڑگئی۔کمانیہ فرن براس کی بیسودگی واضح ہوگئی۔اور فقط کبھی کبھی ہی شروع
کیا جاتا۔میرا خیال ہے کہ ہمارے چلے آنیکے بعد وہ بالکل ہی بند ہوگئی۔میرے خیال مین ہماری گولہ باری سے
کلافت کو بہت نقصان نہ پہونچا۔وہان بھی آتشزدگی کے کئی حادثات ہوئے۔لیکن وڈین سے کم اور ان مین اہم
کوئی بھی نہ تھا۔مین یہ پہلے ہی بتا چکا ہون کہ کلافت وڈین سے بلند سطح پر آباد ہے۔

ہماری طرف جان کا زیادہ نقصان نہ ہوا۔کل گولہ باری مین من پسند باشندون کے سمیت ہمارے غالبًا
ایکسو ستی آدمی قتل و زخمی ہوئے۔کیمپ سب کے سب زد سے باہر تھے۔الغرض دونون طرف کی　گولہ باریکا نتیجہ بالکل
صفر رہا۔ درینولا سپاہی بیکاری اور عدم مصروفیت سے شکستہ دل ہونے شروع ہوگئے اور جو اس بیکاری کا باعث
تھے۔ان سے یعنی دار الخلافہ کی مجلس حرب اور سردار اکرم سے جو شوملا مین تھا ہماری فوجکی ناراضگی نہایت درجہ
تک پہنچگئی تھی۔جو کچھ ہو رہا تھا اسکی ہمکو اطلاع ہوتی رہتی تھی۔خبر ملا علاء افسرون سے ماتحتون کو ملتی تھین اور
اسطرح کل کیمپ مین مشتہر ہوجاتی تھین اخبارونکے ذریعہ سے بھی ہمکو خبرین ملتی تھین۔مگر وہ بہت پرانی ہوتی تھین

اور ایک رخی یعنے طرفدارانہ ہونیکی وجہ سے بالعموم بیکار ہوتی تھین۔ اس اثنا مین جو کچھ در اصل واقع ہوا
اور جسکی درستی کی بعد مین تصدیق ہو گئی اُسے مین ذیل مین درج کرتا ہون۔ جب ہم ویڈن مین تھے اس
وقت ایک ہی واقعہ کے متعلق ایسی متضاد خبرین پہونچتی تھین کہ حق و باطل کی تمیز بمشکل ہوسکتی تھی
پہلے مین یورپین ٹرکی کے معاملات تحریر کرتا ہون۔

رومانیانے ۲۶ اپریل کو روس سے معاہدہ کرکے اسکی افواجکو اپنے ملک سے گذرنے کی باضابطہ
اجازت دیدی۔ گو فوجون نے اعلان جنگ کے دن سے ہی گذرنا شروع کردیا تھا۔ روسیون نے مقامات بریلا[1] اور
گالاز پر متصرف ہوکر انکو قلعہ بند کرلیا۔ ۶ مئی کو بابعالی نے اپنے باجگذار صوبون کو اطلاع دی کہ سکا
غنیم کی فوجکو اجازت دیدینا بغاوت کے اعلان کے مترادف ہے۔ اسپر رومانیانے اپنی مطلق العنانی
کا اشتہار دیکر اسکا عملی اعلان ۱۰ مئی کو اور اسکے بعد کلافت کی باتریون سے ویڈن پر گولہ باری کرنے
سے کردیا۔ ۱۱ مئی کو روسیون نے ترکی آہن پوش "سلطان جلیل" ڈنیوب کے حصہ زیرین مین غرق کردیا۔ ۱۴ مئی
کو گرینڈ ڈیوک نکلس (زار نکلس ثانی زار حال کے دادا کا بھائی) کمانڈر انچیف (سپہ سالار)، روسی افواج
یورپ نے نیا ہیڈ کوارٹر کشنیف (واقعہ بسربیا) سے پلائی چی واقع رومانیا کو منتقل کیا۔ ۲۰ مئی تک روسیون
نے جنگی فوج ان ملکون سمیت جو ماہ جون مین پہونچین۔ نو آرمی کورون (اردو) اور کئی کیولری ڈویژنون
پر مشتمل تھی۔ مقام قلعیا (واقعہ بر دہانہ ڈنیوب) سے لیکر مقام آلوتا تک تصرف کرلیا۔ اور آلوتا سے لیکر
کلافت تک چار ڈویژن رومانوی فوج کے پھیلے ہوئے تھے۔ ترک دریا کے جنوبی ساحل پر دہانہ سولینا سے
لیکر فلاڈن تک قابض تھے۔ مگر انکی فوجین تعداد مین اعداء کی افواج سے کم تھین۔ محافظت کی اس پہلی
لائین کے پیچھے بھی انکے پاس ورنا رسچک شوملا سلوی اور صوفیا کے مضبوط مقامات موجود تھے۔ یورپین
ترکی مین سپہ سالار عبدالکریم پاشا تھا۔ جسکے پاس مشرقی بلگیریا کی افواجکی بھی خاص کمان تھی۔ وہ
دار الخلافہ کی مجلس حربیہ کا تابع تھا۔ سلطان المعظم بذات خاص اس مجلس کے پریسیڈنٹ (میر مجلس) تھے، ۲۲ مئی
کو پرنس چارلس نے اپنے تئین اول آزاد شہزادہ رومانیا مشتہر کرکے شاہی کا لقب اختیار کیا۔ مگر زار نے اسکی
فوجی امداد قبول کرنیسے بدینوجہ انکار کردیا کہ شہزادہ نے اسکے ساتھ جو یہ دو شرطین لگائی ہین کہ ایک تو
پرنس کو بادشاہی لقب دیدیا جائے اور دوم روسی حملہ آور افواجکی اعلے کمان اسکے سپرد کردیجائے انکو
زار پورا کرنے کی استطاعت نہین رکھتا۔ ۲۲ جون کو روسی فوجکا ایک دستہ جنرل زمرمن کے زیر کمان کشتیون
پر سوار ہوکر گالاز سے اور دوسرے دن ایک اور دستہ بریلا سے دریا کو عبور کرگیا۔ اوران فوجون نے ۲۶ جون تک مقامات ماچہ

[1] یہ دونون شہر دریاے ڈنیوب کے شمالی ساحل پر دہانہ سے علی الترتیب تخمیناً سو سوا سو میل کے فاصلہ پر رومانیا مین واقع ہین۔ مترجم

نکلچہ۔ باباداغ۔ اور ہرسووا پر قبضہ کر لیا اور بمقام بریلا دریا پر کشتیون کا پل بنا لیا۔ بعد ازان اس فوج نے کل
دھوبہ، ڈابرڈشا پر حملہ کیا۔ مگر وہ شروع مین اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکی کہ وارنا مین جو اس سے بدرجہا کم ترکی
فوج تھی اسے روکے رہی۔ ۲۷ جون کو روسی فوج کے ایک دستہ نے بمقام سمنترا اگشتیون پر دریا کو عبور
کر کے سٹووا کی قلیل التعداد ترکی فوج کو سخت معرکہ کے بعد بھگا دیا۔ اور اس موقعہ پر دریا پر کشتیون کا
پل بنا لیا جو کل محاربہ مین روسیون کے لئے رومانیا اور بلگیریا کے درمیان آمد و رفت کا بڑا راستہ رہا
۳ جولائی کو یہ پل ختم ہوا۔ اور اسی تاریخ سے بہت بڑے پیمانہ پر تین طرفون سے بلگیریا پر حملہ شروع ہو گیا
ایک حصہ روسی فوج کا مشرق کیطرف روانہ ہوا۔ اس نے ۷ جولائی کو مقام بیلا پر قبضہ کر لیا اور ۹ جولائی
کو یہ فوج جو زار روس کے ولیعہد یعنے سکندر ثالث متوفی زار حال کے باپ کے زیر کمان تھی بلا مزاحمت
لوم تک پہنچ گئی۔ اور حملہ آورون کی فوج سواران اس تاریخ تک عثمان بازار اور رشو بلا تک بڑھی چلی گئی
فوج کا دوسرا حصہ جنوب کیطرف روانہ ہوا۔ وہ جنرل گورکو کے ماتحت تھا۔ اس نے ۷ جولائی کو بلگیریا کے قدیم
دارالخلافہ ٹرنووا پر اور ۹ کو سلوی پر قبضہ کر لیا۔ یہ دونون مقام ترک حملہ آورون کے آنے سے پہلے خود بخود
خالی کر گئے تھے۔ ۱۳ کو گورکو کوہ بلقان کے دامن تک پہنچ گیا۔ تیسرا حملہ مغرب کیطرف کیا گیا۔ اور جنرل کرودنر
کے ماتحت ایک آرمی کور جو نوان تھا نیکوپولی کیطرف روانہ ہوا۔ یہی وہ فوج تھی جسکے ساتھ ہمکو مقابلہ کرنا
پڑا۔ اور جسے ۲۰ جولائی کو عثمان پاشا نے شکست فاش دی۔ روسی کمانڈر انچیف نے اپنا ہیڈ کوارٹر ۲ جولائی
کو بمقام سسٹووا اور ۸ جولائی کو وہان سے بمقام بیلا منتقل کیا۔ الغرض ۱۴ جولائی کو یورپی میدان جنگ
مین یہ نقشہ قایم تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔ اب ایشیائی معاملات کا ذکر کرتا ہون۔

۲۴ اپریل کو اور اس کے کچھ عرصہ بعد روسی چار مقامات سے ترکی قلمرو مین داخل ہوئے۔ جنرل ولکوشیو
مقام اوزر اگیتی سے باطوم کیطرف جنرل ڈیوول اخل کلاکی سے اردہان کیطرف۔ جنرل ہیمن (جنرل لورس
میلی کاف سپہ لار روسی افواج ایشیا بھی اس جرنیل کے ساتھ تھا) اسکندرپول سے قارص کیطرف اور جنرل
ترگوکاسوف اریوان سے بایزید کیطرف بڑھا۔ ترکی سپہ لار ایشیا مین مختار پاشا تھے جن کے ماتحت باطوم
قارص۔ اردہان۔ بایزید اور ارض روم مین ساٹھ ہزار اور کل ایرانی سرحد پر ۲۰ ہزار

(۵۴) غازی احمد مختار پاشا ۱۸۲۲ء مین ایشیا کوچک کے مشہور شہر اور ترکون کے قدیم دارالخلافہ بروصہ مین متولد ہوئے
۱۸۵۵ء سے ۱۸۶۵ء تک مکتب حربی مین مدرس رہے ۱۸۷۱ء مین وہ یمن اور ۱۸۷۵-۷۶ء مین مانٹی نیگرو مین سردار
اکرم رہے جولائی ۱۸۷۷ء مین سلطان المعظم نے انکو مقامات البار اور سیوین کی فتوحات اور قارص سے روسی
محاصرہ کے اٹھوا دینے کے صلہ مین "غازی" کا خطاب عطا فرمایا۔ مصنف۔

فوج تھی-۱۲ جولائی تک روسی فوج حملہ آور کے چارون دستون سے حسب ذیل معاملہ گذرا جنرل اودکلوشیو نے
۱۱ مئی کو مقام خوت سوبانی کے قریب ایک ترکی دستہ کو شکست دی اور ۸ مئی کو مقام کنزیشی پر قبضہ کر لیا-
وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکا جنرل دیوبل ۸ مئی کو اردہان کے سامنے پہونچا-دس ہزار ترکی فوج حسین پاشا
کے ماتحت دہان کی محافظ تھی-جنرل مذکور نے خود کو کمزور پاکر تیسرے کالم سے کمک طلب کی اس پر
جنرل ہیمن اپنے دستہ کا کچھ حصہ لیکر ۱۳ مئی کو مقام پالکس جو اردہان کے قریب جنوب مشرق کیطرف
واقع ہے پہونچ گیا-اور اس کل فوجکو جو اردہان پر حملہ کرنیوالی تھی (یعنی دوسرے کالم کو بھی) اپنی کمان
مین لیا تیسرے کالم کے باقیماندہ حصہ کو لورس میلی کوف سپہ سالار نے اپنے ماتحت رکھا-۱۴ مئی کو اردہان
کا محاصرہ کیا گیا-۱۶ کو سخت گولہ باری کیگئی-۱۷ کو عام حملہ کیا گیا-اور ۱۸ کو وہ فتح کر لیا گیا-اس فتح کے بعد
اس متفقہ فوج نے قارص کیطرف بڑھکر ۱۳ مئی کو اسکا محاصرہ کر لیا-۹ جون کو گرینڈ ڈیوک میکائیل روسی
افواج ایشیا کا سپہ سالار بنایا گیا-۱۷ سے ۲۳ جون تک قارص پر سخت گولہ باری کی گئی-۲۱ و ۲۲ جون کو
الباز کے قریب مختار پاشا نے میلیکوف کو شکست دی اور اسی روسی جرنیل کو پھر بتاریخ ۲۵ جون مختار
پاشا کے نائب اسمٰعیل پاشا نے سیدن کے خونریز معرکہ مین کامل اور فاش ہزیمت دی-جسپر سردار اکرم فوج جرار
لیکر قارص کی کمک کو روانہ ہوگئے-اور ۹ جولائی کو روسی مجبوراً محاصرہ سے ہاتھ اٹھاکر سرحد کو پیچھے ہٹ گئے
چوتھے کالم نے ۳۰ اپریل کو بایزید فتح کیا اور ۸ مئی تک مقامات آرسیداب اور سستومہ تک پہونچکر وہان سے
وہ مغرب کیطرف ہوگیا اور ۲۵ مئی کو قرہ قلعہ سی تک پہنچ گیا-اسی کالم کے جنرل ترگوکاسوف نے دیادبا
کے قریب بھی ۱۷ مئی اور ۲۱ جون کو ترکون پر فتح پائی-مگر سیدن کی شکست کی خبر ملنے پر بایزید کیطرف ہٹ
گیا جسکا علی کمالی پاشا تیرہ ہزار فوج سے محاصرہ کئے ہوئے تھا-اس نے ۱۰ جولائی کو محاصرین سے روسی محصور
فوجکو رہائی دلوائی-مگر آخر کار روسی علاقہ کو پیچھے دھکیل دیا گیا-اور ۱۲ جولائی کو ایشیائی میدان جنگ
کا نقشہ اس صورت مین تھا جو بیان ہوئی-

بری محاربہ کے ساتھہ ہی ترکی بحری بیڑہ کی کارروائیون کا ذکر کردینا بھی ضروری ہے-عثمانیہ بیڑہ
جہازات کا امیر البحر ہوبرٹ پاشا تھا-ایک ترکی بیڑہ نے ۵ مئی کو مقام پوٹی پر اور ۱۲ مئی کو سوخم قلعہ پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۱) غازی ممدوح آجکل مصر مین امپیریل کمشنر ہین وہان وہ ۱۸۸۵ء مین سر ڈرمنڈ ولف انگریزی سفیر کے ہمراہ
مسئلہ تخلیہ مصر کے متعلق بھیجے گئے تھے-جب کمیشن اپنے مدعا مین کامیاب ہوئی تو انکو وہان سلطانی کمشنر بنا دیا گیا-مترجم

۴؎ اگسٹس چارلس ہوبرٹ انگلستان کے امیر ارل آف بکنگھم کے جو اس خاندان کا چھٹا ارل تھا تیسرے بیٹے تھے-بقیہ ص ۱۲۳

۵؎ یہ دونون بندرگاہ بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل پر باطوم سے اوپر واقع ہین-مترجم

گولہ باری کی۔ اور آخر الذکر مقام پر ۱۶ مئی کو قبضہ کر لیا گیا (بحیرۂ اسود کے مشرقی ساحل کے)، اکثر مقامات پر ترکی فوج اُتار دیگئی اور ۱۳ مئی تک راس ایڈلر سے راس ڈراندی تک کل ساحل پر ترکی قبضہ ہو گیا اور ساتھ ہی بحیرۂ اسود کے ساحلی صوبجات ابھا سیا۔ قرطاٹیس اور کوبان کے مسلمان باشندون سے ذرا انکو اسلحہ وغیرہ سے مدد دیکر (مترجم)، روسی گورنمنٹ کے برخلاف بغاوت کرا دیگئی۔ یکم جون کو ان اضلاع مین امن قایم کرنے کے کام پر جنرل الشاسوف کو مقرر کیا گیا۔ جسنے اسی دن مقام سوچا بتاریخ ۱۳ جون التوری مین ۳ جون مرخولی مین اور ۷ جون کو اوچم چیری مین مسلمان باغیون کو پے در پے شکستین دین۔ مگر ساحل مذکور کا سب سے مشہور اور بڑا قصبہ یعنے سوخم قلعہ برابر ترکون کے قبضہ مین رہا۔ اور شکستون کے باوجود مسلمان باغیون کی تعداد مین روز افزون اضافہ ہوتا رہا۔ جنکی تعداد نومبر کے آخیر مین ایک لاکھ ۵۰ ہزار تک پہنچگئی تھی۔

خلاصہ کلام ۱۲ جولائی کو بحیرہ اسود کے سواحل پر صورت حالات حسب بیان متذکرہ بالا تھی۔ ان سب کا خلاصہ حسب ذیل ہے (اور ویڈن مین بھی جہان اکثر متضاد اور بیکرخی خبرین ہمین ملتی تھین۔ ہمنے تقریباً یہی اندازہ قایم کیا تھا) یورپ مین غنیم کو مسلسل کامیابی نصیب ہوئی اور وہ بلا مزاحمت بلگیریا مین بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ایشیا مین روسیون کو پہلے تھوڑے ہی عرصہ مین زیادہ نقصان کے بغیر کیے بعد دیگرے فتوحات حاصل ہوئین مگر پھر سب جگہون سے سرحد کو پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ اسکے ساتھ ہی روس کی مسلمان رعایا کی بغاوت اور انداز ترکی بیڑہ کی مستعدی سے جو ایک انگریز کے زیر کمان تھا۔ ترکون کی اس عدم قابلیت کے باوجود کہ وہ تمام مفتوحہ مقامات پر قبضہ قایم نہین رکھ سکے تھے۔ بہت کچھ امیدین کیجا سکتی تھین۔ مگر ہم ویڈن والون کو تو صرف یورپی معاملات سے سرکار تھا۔ اور غنیم کو سلطنت کے زرخیز ترین صوبہ کو بلا مزاحمت روندتا چلا آتا دیکھ کر ہماری آنکھون سے خون ٹپکا پڑتا تھا۔ ہم دانت پیستے تھے اور بیکار ہتھیار رکھنے والون پر دل سے اور بآواز بلند لعنتین ڈالتے تھے۔ اس فوجکی ایسی کیفیت ہونا جو سلیمان پاشا کی فوج مانٹی نیگرو کے بعد ملک بھر مین عمدہ ترین فوج تھی۔ کوئی تعجب خیز بھی نہین اسے تو شاید بزدل سے بزدل فوج بھی گوارا نہ کرتی۔ کہ دشمن کھلے بندون ملک مین گھسا چلا جاتا ہو اور اسے بیکار ہتھیار رکھا جائے۔ بیکاری واقعی مصیبت سے بڑھکر حوصلہ کو پست کر دیتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲) ۱۸۳۵ء مین انگریزی نیوی (بحری فوج) مین داخل ہو کر ۱۸۵۹ء مین کمانڈر اور ۱۸۶۳ء مین کپتان کے رتبہ پر فایز ہوا۔ امریکہ کی ملکی جنگ مین وہ ۱۰ مرتبہ امریکن بحری ناکہ بندی مین سے اپنا جنگی جہاز لیکر گذرے۔ ترکی ملازمت انہون نے ۱۸۶۷ء مین اختیار کی۔ اور بغاوت کریٹ مین نمایان خدمت کی ۱۸۶۷ء مین عثمانیہ گورنمنٹ نے انکو امیر البحر بنایا تو انہون نے تھوڑے عرصہ مین موجودہ زبردست ترکی نیوی کو قایم کر دیا۔ ۱۸۶۷ء مین وہ انگلستان کو واپس بلائے گئے مگر ۱۸۷۳ء کے شروع مین پھر عثمانیہ ملازمت اختیار کر لی اور انکو بحری افواج کا اعلیٰ امیر البحر بنا دیا گیا۔ وہ ۱۸۸۶ء مین فوت

شکست کے دیکھنے والون پر اُن لوگون کی نسبت جنکو شکست ملی ہو بالعموم زیادہ بُرا اثر پڑتا ہے۔

سلیمان پاشا کی فوج کو جس مین ۲۴ پلٹنین تھین یکم جولائی کو مانٹی نیگرو سے بلقان جانے کا حکم دیا گیا وہ پہلے بحیرۂ ایڈریاٹک کے بندرگاہ انٹی واری کو گئی۔ وہان سے ۸ جولائی کو ۲۰ اسٹیمرون پر سوار ہو کر ارکوانیورس اور ددیدی۔ آغاچ (یہ دونون مقام بحیرۂ مجمع الجزائر کے ساحل پر ڈارڈنیلز کے شمال مین واقع ہین مترجم) اور ان مقامات سے ایڈریانوپل جانیکے لئے ریل پر سوار ہو گئی۔ مانٹی نیگرو کے سرحدی مقامات اور قلعون مین قلیل التعداد فوج باقی چھوڑ دی گئی تھی۔ ۱۲ جولائی سے چند دن پہلے کمپ مین یہ مشہور ہو

لہ سلیمان پاشا جس کے والدین غریب تھے ۱۸۴۲ء مین استنبول مین پیدا ہوا تھا۔ اس نے ۱۸۶۷ء کی بغاوت کریٹ کے فرو کرنے مین نمایان خدمات کین ۱۸۶۷ اور ۱۸۷۰ء مین مکتب ارکان حرب کا ڈایرکٹر رہا ۱۸۷۶ء کے محاربۂ سرویا مین شریک کارزار ہوا تھا اور صوبجات ہرزی گووینا و مانٹی نیگرو مین جہان وہ ۱۰ اپریل سے لیکر جون تک سردار اکرم تھا فاتح و بالادست رہا۔ ۱۲ اگست سے لیکر ۱۷ اگست تک درۂ شپکا سے روسیونکو نکالنے کے لئے جو نہایت محفوظ مقام مین تھے اس نے پے در پے کمال بہادری کے ساتھ حملے کئے۔ مگر کامیاب نہوا۔ اور اسی فضول کوشش مین اسکی بے نظیر و شاندار فوج بھی تقریباً ضایع ہو گئی۔ ۲ اکتوبر کو اسے محمد علی پاشا کی جگہ کل یورپ مین ترکی فوج کا سردار اکرم بنایا گیا جب پر شپکا کا مشہور و بیباک "ہیرو" رجانمان یکبارگی جمہوری سلطنت روما کے قونصل و جرنیل فیبی کنکٹیٹر کیطرح جو سو برس کی عمر مین ۲۰۳ قبل مسیح مین فوت ہوا۔ کمال محتاط اور باحزم بن گیا۔ محاربے کے بعد پر مختلف الزامات لگا کر کورٹ مارشل (جنگی عدالت) کیا گیا۔ اسکے مقدمے نے نہ صرف مستغاثہ کی بیجا طرفداری کی وجہ سے بلکہ بے اندازہ رقت انگیز دوران کارروائیون سے ڈرینفس جرنیل بے زین کے مقدمہ کو بھی ماند کر دیا۔ دوران مقدمہ مین مستغاثہ کے گواہ نے جب صریح جھوٹ بولا تو سلیمان کے منہ سے بے اختیار کوئی غضب آمیز لفظ نکل گیا۔ اسپر پریسیڈنٹ کورٹ مارشل کے میر مجلس نے خفا ہو کر سپاہیون کو سلیمان کے قتل کر دینے کا حکم دیا۔ سلیمان نے اسی وقت سپاہیون کی سنگینون کے سامنے سینہ ننگا کر کے کہا "بزدل! یہ سپاہیانہ موت ہوگی" مقدمہ نے بہت طول کھینچا کہ آخر سلطان بھی اکتا گئے۔ مقدمہ کو شروع ہوئے آٹھ مہینے ہو گئے تھے سلطان اعظم نے حکم صادر فرمایا کہ کورٹ مارشل ۴۸ گھنٹون کے اندر اپنا فیصلہ دیدے۔ عدالت نے سلیمان کو خاص خاص موقعون پر فوجی فرایض کی تعمیل مین قاصر رہنے کا مجرم ثابت کر کے ۱۵ برس کی قید کی سزا دی مگر سلطان اعظم نے سزا معاف کر کے بغداد کو جلاوطن کر دیا اور تھوڑے عرصہ بعد جلاوطنی کا حکم بھی منسوخ کر کے اسے قسطنطنیہ واپس آنیکی اجازت دیدی۔ جہان وہ ۱۸۸۳ء مین فوت ہو گیا۔ ترکی کے ایک یہودی مسمی فاسٹ لوریان نے سلیمان کی حمایت مین دو کتابین "سلیمان پاشا کا محاربہ اور سلیمان کا طریق جنگ" فرانسیسی مین لکھی ہین۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اگر یہ درست ہے کہ صرف ان احکام کی تعمیل مین جو اوپر سے صادر ہوئے تھے اس نے درہ شپکا پر متہورانہ مگر فضول حملے کئے تھے تو پھر بیفایدہ فوج کٹوانے اور اپنی بہادری کو رائیگان خرچ کرنیکا الزام بھی جسکا بصورت دیگر وہ صریح ملزم ہوتا نہین رہتا۔ سلیمان کے ماتحت میرا ایک واقفی دوست سلیمان پاشا بھی تھا جو درہ شپکا کے ایک حملہ مین ۱۱ ستمبر ۱۸۷۷ء کو ہلاک ہوا۔ وہ جرمن تھا۔ مصنف

ہو گیا تھا کہ مشیر نے روسی حملہ آور فوج پر پہلو پر سے حملہ کرنیکی تجویز مجلس حرب کی خدمت مین ارسال کی ہے
سستوا روسیون کے قبضہ مین چلا ہی گیا تھا اور نیکوپولی پر وہ بڑھے آرہے تھے۔ چنانچہ مدبر و فرزانہ
عثمان پاشا نے تاڑ لیا تھا کہ بصورت موجودہ ویڈن جنگی کارآمدگی کے لحاظ سے اپنی وقعت بہت
کچھ کھو بیٹھا ہے۔ وہ اب ایک منفرد اور سب سے علیحدہ گوشہ مین پڑا ہوا مقام رہگیا ہے جسمین ہزارہا شاندار
اور جنگ کے لئے مشتاق و بیقرار فوجکو بیکار بند کر رکھنا قرین مصلحت نہین۔ داؤد پاشا "ایڈ کیمپ" (یعنی ایک
رفیق ممبران مجلس حرب) کی کمزوری اور عبدالکریم پاشا کی بزدلی سوجھ سمجھ سے باہر ہے۔ خدا معلوم ان کی عقل
و ہمت پر کیا پتھر پڑ گئے تھے۔ عبدالکریم کو تو یہ خطرہ تھا کہ شاید رومانوی فلورنٹن پر اور سرزمی عبدلیہ پر
حملہ کر دین۔ مگر اندیشہ کے انسداد کیلئے اسے عثمان کی کل بے نظیر فوجکو ویڈن مین بٹھا رکھنا ہرگز واجب
نہ تھا۔ سرویا نے تو اعلان جنگ تک نہین کیا تھا۔ اور وہ پچھلے محاربہ سے اسقدر ہانپ گئی تھی کہ اسمین اُٹھنے
کے لئے طاقت پیدا ہو جاتی دیر بھی اگر ایسا ہی اندیشہ تھا تو فوج کا کچھ حصہ ویڈن مین چھوڑ کر باقی سے روسیون
کی مزاحمت کرتا۔ ایسی مجرمانہ پس و پیش اور تردد نے اسے روسیون کو مقام سستوا سے دریا کو عبور کرنے
اور جنرل گوبر کو کی پیشقدمی بجانب جنوب کو نہ روکنے دیا۔ اسے یہ خطرہ رہا کہ اگر ہمین مزاحمت کرنیکیلئے
(ریلہ وغیرہ) کیطرف گیا تو روسی اس اثنا مین گرگوو (یا جورجو) سے دریا کو عبور کر آئین گے۔

۸ جولائی کو علی الصباح یہ خبر عام مشہور ہو گئی کہ ویڈن کی فوج کے مشرق کیطرف بڑھنے کی تجویز ہو رہی
ہے۔ مشیر شب گزشتہ بادشاہ سے براہ راست بذریعہ تار اصلاح و مشورہ کرتے رہے ہین۔ اس خبر کے سنتے ہی کل
فوج خوشی کے مارے کپڑون سے باہر ہو گئی۔ اور ہر ایک [illegible] کو اسکے سوا اور کوئی فکر نہ تھی۔ کہ بدبختی
سے کہین میری پلٹن بھی ان پلٹنون مین نہ ہو جو ویڈن کی حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑ دیجائینگی۔ ہمنے باقی عجلت
اور پھرتی کے ساتھ اپنی تیاریون کو مکمل کر لیا۔ اس بارہ مین ہم کو کچھ زیادہ نہ کرنا پڑا۔ اعلان جنگ کے
وقت سے ہی ہماری تیاریان ایسی مکمل تھین کہ ہم فوراً میدان جنگ مین شریک ہو سکتے تھے۔ تاہم جو تھوڑی بہت
کسر تھی وہ ۲۴ گھنٹون مین پوری کر لیگئی۔ اور ہم اپنی طرف سے کوچ کیلئے بالکل تیار ہو بیٹھے۔ لیکن تردد
انتظار کے ابھی چند دن باقی تھے۔ آخر خدا خدا کر کے ۱۱ جولائی کو مشیر کی حسب ذیل تجاویز سے افسرون کو
آگاہ کیا گیا: "ویڈن فوجکا نصف حصہ نیکوپولی کو جائیگا۔ جہان حسن خیری پاشا کے ماتحت دس پلٹنین
ہین۔ اور جس پر حملہ کرنیکے لئے کرڈونر بڑھا چلا آرہا ہے۔ نیکوپولی پہونچکر وہان کی فوجکو ساتھ ملا لیا جائے
اور اسے خالی کر دیا جائے۔ کیونکہ سستوا کے روسیون کے پاس چلے جانے سے اسکی اہمیت اور وقعت
بالکل زائل ہو گئی تھی یعنے شطرنج کے اصول پر وہ اب ایک ایسا پیدل ہو گیا تھا۔ جو اکیلا بہت آگے نکل جائے

اور اسکو کسی کی مدد نہ پہونچ سکتی ہو متفقہ فوجین تیلیا اور ٹرنوا کے درمیان غنیم کے پہلو پر حملہ کرکے اسکی
کمزور قطار کو چیر کر آگے نکل جانے کی کوشش کرین - اور بصورت کامیابی شرقی بلگیریا کی فوج سے ملکر
دشمن سے کھلے میدان مین قطعی اور فیصلہ کن لڑائی کیجائے اور اگر حملہ آورونکی صف یا قطار کو نہ توڑا
جاسکے تو فوج لوفچہ پر ہٹ آئے جہان سے پھر بصورت امکان جارحانہ کارروائی از سر نو شروع کیجاوے گی
الغرض یہ عثمان پاشا کی وہ تجاویز تھین - جنپر عثمان کے عرض کرنیسے ایک ہفتہ اور خوفناک بیکاری کے
اڑہائی مہینونکے بعد شہنشاہ دسلطان المعظم نے عمل کرنیکی اجازت دی - مگر افسوس یہ اجازت جیسا کہ
واقعات سے ثابت ہو گیا - وقت مناسب کے گذر جانے کے بعد "ٹو لیٹ" یعنی دیر کرکے دیگئی - اگر عثمان کے
عرض کرنیکے ساتھ ہی اجازت ملجاتی تو باغلب وجوہ ٹرکی کے نقشہ مین آج یہ اختلاف عظیم نظر نہ آتا - مگر تقدیر کے
منشا کو کون بدل سکتا ہے - میجو تقی نے مجھ سے ذکر کیا کہ عثمان پاشا نے ۲۴ ر اپریل اور ۱۱ ر جولائی کے درمیان
پانچ مرتبہ اپنی فوج سے دشمن کے برخلاف جارحانہ کام لینے کیلئے نہایت ہی مفصل و زبردست تجاویز
حکام بالا کے سامنے پیش کین - جن مین سے دو کا مطلقاً جواب ہی نہ دیا گیا - اور سب سے آخری عرضداشت
کو بھی بصد تردد کئی دنون کے بعد منظوری کی عزت بخشی گئی - تجاویز کے افسرون مین مشتہر ہو جانیکے بعد
بھی رسد کے متعلق انتظام کرنے کے لئے ہمکو ویڈن مین اور دو دن ٹھیرنا پڑا - ۱۲ ر جولائی کی صبح کو کوچ کے
احکام صادر ہوکر کالم درستہ نفظی معنی عوی کی ترکیب و ترتیب کی تعیین کی گئی - مگر روانگی کا وقت ابھی تک ظاہر
کیا گیا - میری پلٹن بھی جانیوالی پلٹنون مین شریک تھی - اس نوید سے میری مسرت کا کوئی اندازہ نہ رکھیا
دوپہر کے وقت مشیر نے ان پلٹنون کا عام جایزہ لیا -

قلعہ کے توپخانہ کے علاوہ انفنٹری کی بارہ پلٹنین - ایک سالہ باقاعدہ سوارون کا ایک ۱/۲ رمیدانی
باتری محمد عزت پاشا کے زیر کمان ویڈن مین رہین - چار پلٹنین مقامات راکووزا - برگودو - عدلیہ پیا
تولہ فلورٹن - ارت زر - بیلیو غرا وچک اور برکودزا مین تقسیم کی گئین - تین پلٹنین لوم پلنکہ مین - تین
راہوا مین - اور تین رہولوا اور دریا عسکر و ڈنیوب کے محل التصاق کے درمیان جو بستی کے قریب واقع
ہے مامور کی گئین - راہوا اور لوم پلنکہ مین قلعجاتی آرٹلریان (توپخانے) بھی تھے -

مشیر کے کالم یعنے کوچ کنندہ فوج مین ۱۹ پلٹنین - ۶ رسالے - ۹ باتریان یعنے جملہ ۱۲ ہزار آدمی اور
۵۴ توپین تھین - اس کالم کی جنگی ترتیب حسب ذیل تھی :-

(۱) کمانڈر انچیف مشیر عثمان پاشا - (۲) اعلے افسر سٹاف - بریگیڈیر طاہر پاشا (۳) فہرست
سٹاف - کرنیل توفیق بک و لفٹنٹ کرنیل خیری بک (۴) اعلی ایڈیکانگ - لفٹنٹ کرنیل طلعت بک

(۵) کمانڈر توپ خانہ۔ کرنیل احمد بک (۶) کمانڈر کیولری۔ کرنیل عثمان بک۔

(۷) اعلیٰ ڈاکٹر۔ کرنیل حاسب بک۔

اوّل ڈویژن۔ کمانڈر۔ جرنیل ڈویژن عادل پاشا

اوّل بریگیڈ (اوّل ڈویژن کا) بریگیڈیر۔ احمد حفظی پاشا۔

اوّل رجمنٹ (اوّل بریگیڈ کی) کمانڈر کرنیل امین بک

ایک پلٹن شاسر نظامیہ کی

دو پلٹنین انفنٹری کی

دوسری رجمنٹ (اول بریگیڈ کی) کمانڈر لفٹننٹ کرنیل حسنی بک

ایک پلٹن انفنٹری نظامیہ کی

دو پلٹنین انفنٹری ردیف کی

دوم بریگیڈ۔ (اوّل ڈویژن کا) کمانڈر۔ بریگیڈیر۔ قرہ علی پاشا۔

سوم رجمنٹ (اول ڈویژن کی) کمانڈر۔ لفٹننٹ کرنیل محمد بک

۳ پلٹنین۔ انفنٹری۔ ردیف

چہارم رجمنٹ (اول ڈویژن کی) کمانڈر میجر کاظم

ایک پلٹن انفنٹری نظامیہ

دو پلٹنین انفنٹری ردیف

متعلق بہ اول ڈویژن (دو باتریان میدانی توپخانے کی (کوہین ۹ پونڈ گولہ چلانیوالی تھین) دو رسالے نظامیہ کیولری کے

دوم ڈویژن۔ کمانڈر۔ بریگیڈیر حسن صابری پاشا

سوم بریگیڈ (کل فوج کا) کمانڈر کرنیل سعید بک

پنجم رجمنٹ۔ کمانڈر کرنیل یونس بک

۱۔ پلٹن شاسر نظامیہ

۲ پلٹنین انفنٹری نظامیہ

ششم رجمنٹ۔ کمانڈر میجر میے

۱۔ پلٹن نظامیہ انفنٹری　　۳ پلٹنین۔ انفنٹری ردیف

ف دوسرے ڈویژن مین سرِدست ایک ہی بریگیڈ رکھا گیا تھا ارادہ یہ تھا کہ اس ڈویژن کا دوسرا یعنے کل کا کالم کا چوتھا بریگیڈ [illegible] کا ... [illegible] ... گا مگر منوسر ... توقف نے کام بگاڑ دیا۔ ... [illegible] ... سے پہلے دشمن کے سامنے ہتھیار رکھدیے تھے

ایک میدانی توپخانہ (۶ پونڈ والی توپون کا)

ایک رسالہ نظامیہ کیولری-

کور آرٹلری (یعنے مندرجہ بالا باتریون کے علاوہ جو باتریان بذاتہٖ کالم کا ایک مستقل حصہ تھین)

کمانڈر-کرنیل احمد بک

۴-باتریان میدانی توپخانہ کی (توپین ۶ پونڈر)

۲-باتریان اسپی توپخانہ کی (توپین ۴ پونڈر)

۱ باتری کوہی توپ خانہ کی (توپین ۳ پونڈر)

کور کیولری-کمانڈر عثمان بک

۴-رسالے نظامیہ کیولری کے

۲۰۰۰-سوار بیقاعدہ کیولری کے

ایک کمپنی انجنیران

میزان ۱۹ پلٹنین-۹ باتریان-۴ رسالے-۲۰۰۰ بیقاعدہ سوار ایک کمپنی انجنیرون کی جملہ ۱۲ ہزار[لہ] آدمی اور ۵۴ توپین-

کُل ودِڈن مین ۴۴ پلٹنین تھین جنکی تقسیم حسب ذیل کیگئی-عثمان پاشاہ کے ہمراہ نیکوپولی کو ۱۹-ودِڈن مین ۱۲-شمال مغربی سرحد کی حفاظت پر ۴-لوم پلنکہ مین ۳-راہووا مین ۳-بشتمی کے قریب ۳-۴۴ پلٹنین-

محاربہ سربیا کے خاتمہ پر عثمان پاشا کے پاس ۶۰ پلٹنین تھین-جن مین سے ۱۶ پلٹنین سال کے شروع مین مشرقی بلگیریا کو بھیجدی گئی تھین-سہپہر کو مینے ایک گھنٹہ کی چھٹی لی-اور ایک دوست سے گھوڑا استعارہ لیکر شہر کی آخری سیر کی اور شکستہ دل و چشم گریان ڈورس سے جلدی مین الوداع کہہ کر رخصت ہوا-رات کے نو بجے حکم سُنا دیا گیا کہ صبح ۴ بجے کوچ ہوگا-چنانچہ ۱۲ و ۱۳ جولائی کی درمیانی رات کو ہم آخری مرتبہ ودِڈن کے خیمون مین سوئے +

لہ عثمان پاشا کی فوج مین بالاوسط فی پلٹن ۵۰۰ آدمی اور فی رسالہ ۱۰۰ سوار تھے فی باتری صرف دو دو بارودی گاڑیان تھین-گاڑیون کے لیئے کوئی الگ کمپنیان نہ تھین-نہ ہم نے خیمے ساتھ لئے تھے-مصنف

باب پنجم (۵)

وِیڈن سے پلیونا تک ساتویں کاڈبل کوچ از ۱۳ لغایت ۱۹ جولائی ۱۸۷۷ء

۱۳ جولائی کو جمعہ کے دن ہم طلوع آفتاب کیوقت بیدار ہوئے اور اسید کچ ڈبل کوچ کی تکان اور تعجیل کاخیال کرکے اسی وقت سیر ہو کر کھانا دگر اگرم پلاؤ، کھالیا۔ ویڈن میں یہ ہمارا آخری کھانا تھا۔ ہر ایک سپاہی کے ساتھ ایک ہفتہ کی خوراک کے لئے بسکٹ کردئے گئے مطلع صاف تھا جس سے ہمکو اُمید ہوگئی کہ یہ دن بھی پہلوں کیطرح بہت گرم ہوگا۔ مگر وہ توقع سے بھی بڑھکر نکلا۔ منزل بھر گرمی سخت پڑتی رہی۔

پہلی پلٹنیں چار بجے کمپ سے روانہ ہوئیں جن میں میری پلٹن شامل تھی وہ ایک گھنٹہ بعد چلیں۔ جو فوج ویڈن میں پیچھے رہی۔ اس نے رشک آمیز نگاہوں سے ہمیں نہایت گرمجوشی اور تپاک سے الوداع کہا۔ سات بجے ہم آرت زر کی سڑک پر پہونچے۔ کل دستوں کو ایک دوسرے سے آملنے کے لئے یہی جگہ بتائی گئی تھی۔ وہاں ہم کو کمپ سمروان سے توپخانہ اور شہر ویڈن سے فوج سواران اور چھ پلٹنیں آملیں۔ مشیر اور ان کا سٹاف بھی ہم کو یہیں آملا۔ اور جب سب فوجیں پہونچ گئیں تو باقاعدہ کالم یعنی روانگی کے لئے باترتیب قطار بنائی گئی۔ اس میں چند گھنٹے صرف ہوئے

اہالی شہر کی ایک جماعت ہمیں الوداع کہنے کے لئے وہاں آئی ہوئی تھی۔ ڈوریس بھی ان میں شامل تھی۔ اس نے خدا حافظ کہکر کو نیاک شراب کی صراحی۔ مٹھائی کا ایک پیکیٹ اور ایک نوٹ مجھے عطا کیا اس کا یہ اخلاص دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ اس سے بعد پھر مجھے ویڈن کی پری جمال ڈوریس کی خوبصورت شکل دیکھنی نصیب نہیں ہوئی

۹ بجے کالم کی فوج ہراول روانہ ہوئی۔ میری پلٹن اور چار دیگر پلٹنیں بارکش گھوڑوں اور گاڑیوں کی حفاظت کے لئے عقب میں تھیں۔ کالم کی ترتیب اسطرح تھی:۔

ہراول یا مقدمۃ الجیش

کمانڈر کرنیل عثمان بک

۵۰ چرکس سوار

ایک رسالہ نظام کیولری (فوج سواران) کا

ایک باتری۔ اسپی توپخانہ کی۔

ایک پلٹن پہلی رجمنٹ کے شاسروں کی
ایک کمپنی انجنیروں کی

قلب

کمانڈر - عادل پاشا
ایک رسالہ - نظام کیولری کا -
نصف باتری - ایسی توپخانہ کی -
ایک رسالہ نظام کیولری کا ⎫
ایک سو - چرکس سوار ⎭ یہ سوار قلب عمود کے بمین ویسار پر تھے -
اول رجمنٹ انفنٹری (جس مین سے شاسروں کی پلٹن نکالی جاکر ہراول مین رکھی گئی تھی - اور اس مین اب صرف دو پلٹنین تھین -)
دو باتریان چھ چھ پونڈ (یعنی تین تین سیر) وزنی گولہ چلانے والی توپونکی -
شیلر اوسان کا سٹاف -
ایک رسالہ نظام کیولری کا (یہ سٹاف کی اردل مین تھا
سوم رجمنٹ - انفنٹری (اس مین تین پلٹنین تھین)
دو باتریان چھ پونڈ توپون کی
ششم رجمنٹ انفنٹری (اس مین چار پلٹنین تھین)

عقب و قطار جانوران و گاڑی ہا

کمانڈر - کرنیل سعید بک
دوم رجمنٹ - انفنٹری - (اس مین تین پلٹنین تھین)
ٹرین یا قطار - ۳۰۰ چھکڑے (اسباب وغیرہ کے) - ۱۰۰ بارکش گھوڑے ۱۰۰ گاڑیان گولہ بارود کی -
پنجم رجمنٹ - انفنٹری (اس مین شاسرون کی پلٹن نکالی جاکر موخرۃ الجیش مین رکھی گئی تھی - جس سے اس مین صرف دو پلٹنین رہ گئی تھین)

ایک باتری چھ پونڈ توپون کی -
ایک باتری - کوہی تین پونڈ توپون کی -
ایک رسالہ - نظام کیولری کا -

مؤخرۃ الجیش

کمانڈر۔ کرنیل یونس بک

ایک بلٹن شالمرن کی۔

نصف باتری۔ اسپی توپخانہ کی۔

ایک سالہ۔ نظام کیولری کا۔

۵۰۔ چرکس سوار۔

یہنے وہ سڑک اختیار کی جو دریائے ڈنیوب کے کنارہ کنارہ ویڈن سے آرت زر کو جاتی ہے۔ چند اوارہ گرد اور خانہ بدوش بدمعاش فوج کے پیچھے پیچھے ہوئے تھے۔ فوج نظامیہ نے انکو منتشر کردیا ایسا کرتے وقت کئی بدمعاش زخمی ہوگئے۔ یہ کام چرکسوں کے سپرد نہیں کیا گیا تھا کیونکہ وہ توافق عادات کی وجہ سے ہمیشہ ایسے لوگوں کے معاون اور ہمدرد ہوتے تھے۔ بدوران سفر بعد مین ان آوارہ گرد لٹیرون مین سے کئی ان سپاہیونکو جو تھک کر راستہ مین رہگئے تھے۔ لوٹنے کی پاداش مین قتل بھی کئے گئے۔

جب ہم ویدبول کے قریب پہونچے تو ہم نے توپون کی آواز سُنی۔ یہ آواز رومانوی باتریونکی معلوم ہوئی۔ وہ دریا کے دوسرے ساحل سے ہمپر گولہ باری کر رہے تھے۔ لیکن فاصلہ زیادہ ہونیکے باعث ہمین اس سے کوئی نقصان نہ پہونچا۔ ویدبول کی پہاڑیون پر پہونچنے سے مجھے اپنی فوج کا کل پیچ در پیچ کالم دکھائی دیا۔ وہ دس میل لمبا تھا اور اسکی عظمت و سطوت دیکھکر آدمی کا دل دہل جاتا تھا جبتک ہماری فوجکا آخری آدمی رومانوی باتریون کی زد سے آگے نہ گذر گیا وہ رومانوی اپنی کھیل مین مصروف رہے لیکن ان کے گولے ہم تک نہ پہونچے۔ دریا مین ہی پڑتے رہے۔ شام کے آٹھ بجے ہم بخیر و عافیت آرت زر مین پہنچ گئے جہان ہم نے رات کھلے میدان مین بسر کی۔ اس جگہ مشیر نے اہالی رومانیا کی باگرہ دینے جو پہلے ہی دشمن کے برخلاف استعمال نہ کی گئی تھین اتوپون کی زد سے بالکل محفوظ رہنے کیلئے لوم پلنکہ کی سڑک کو جو دریا کے کنارہ کنارہ تھی۔ اور پہلے اسی پر سفر کرنیکی تجویز کی گئی تھی چھوڑ کر توپولوداز کے رستہ پر چلنے کا حکم دیا یہ وہی رستہ تھا جسپر اڑھائی مہینے قبل زین مین ویڈن کو گیا تھا۔

پہلے دن جس سڑک پر ہم چلے تھے وہ بہت اچھی تھی۔ پانی ہر جگہ بافراط موجود تھا۔ اور ہمکو گرمی کے سوا

لہ ناظرین کو اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ فوج جب کالم عمود بناکر کوچ کرے تو پوری احتیاط مدنظر رکھنے کے وقت اسکو ہراول۔ قلب۔ عقب۔ و مؤخرالجیش مین تقسیم کردیا جاتا ہے۔ مترجم۔

اور کوئی تکلیف نہ ہوئی تھی۔ دوسرے دن سے سفر[۱] کی مصائب پوری پوری طرح سے شروع ہو گئین
اور وہ صرف سہ وقت ختم ہوئین۔ جبکہ ہم پلیونا سے دس میل بجانب غرب بمقام گورنا سٹرودولی راہودا
کی سڑک پر جا پہنچے۔ اسوقت تک ہم کو توپولووزا اور کریوودول کی چھوٹی سی سڑک کے سوا بے آب و گیاہ
کفدست میدان کی پگڈنڈیون اور تنگ راستون پر چلنا پڑا۔ کوئی باقاعدہ سڑک اس مین نہ بنی ہوئی تھی

۱۴ ر جولائی کو بھی ہراول علے الصباح اور ہم پانچ بجے روانہ ہوئے۔ راستہ مین جہان پہاڑیان
آجاتین۔ وہان سپاہیونکو توپین اور گاڑیان کھینچنی پڑتین۔ گرمی بشدت پڑتی تھی اور گرد سے ہمارے
حلق خشک ہوئے جاتے تھے۔ آرت زار اور پلیونا کے درمیان ہم فوج عقب والون کو صرف بسکٹون پر گذارہ
کرنا پڑا۔ کیونکہ منزل پر سپاہی ایسے تھکے ماندے پہونچتے تھے۔ کہ کھانا پکانے کا کسی کو ہوش نہ رہتا تھا
راستہ مین کہین کہین دیہات والون سے نرمی و چاپلوسی یا سختی اور دباؤ سے ہمکو کچھ تازہ کھانا ملتا رہا۔ مگر
عقب والے اس بارہ مین بھی چندان خوش نصیب نہ تھے۔ کیونکہ جب ہم کسی گاؤن مین سے گذرتے تھے
تو ہراول اور عقب والے بسا اوقات وہان ایک سوکھا چھلکا بھی باقی نہ چھوڑ گئے ہوتے تھے۔ ترک باشندے
ہمسے بتواضع پیش آتے اور تا بمقدور ہماری خاطر کرتے تھے۔ سارجنٹ بقال کے کہنے پر مینے پھل اور
ثمرات کو ترک کر دیا تھا۔ کل سفر مین ہم کھلے میدانون مین جہان آسمان کے سوائے اور کسی چیز کا سایہ
نہ ہوتا تھا سوتے رہے۔

توپولووزے کریوودول تک ہم بیلوغرادچک سے لوم پلانکہ کی سڑک پر چلے۔ شام کے پانچ بجے ہم کریوودول
پہونچے۔ وہ لوم پلانکہ سے بجانب جنوب دس میل کے فاصلہ پر دریائے لوم پر واقع ہے۔ راستہ مین پانی کے کمیاب
ہونیکی کسر یہان نکل گئی۔ دریا مین غسل کرنیکے بعد چند بسکٹ کھا کر مین زمین پر سو گیا۔ مگر ایک گھنٹہ بھی
سویا تھا کہ سجر نے جگا دیا۔ اور پھر ہم سب ماتحت افسرونکو بتایا کہ شہر قسطنطنیہ سے بایں مضمون مراسلہ
موصول ہوا ہے کہ روسی بلقان کو عبور کر گئے ہین۔ اور کازان لک[۱] سے نئی زغرا پر حملہ کرنیوالے ہین۔ بنابرین
شام کیوقت کوچ پھر شروع ہو کر فوج ساری رات چلتی رہے گی۔ یہ متوحش خبر تمام سپاہیونکو سنا دیگئی جس سے سنگ

---

[۱] سفر کی منزلین حسب ذیل ہین۔ ویڈن تا آرت زر ۱۵ میل۔ آرت زر تا کریوودول ۱۸ میل۔ کریوودول تا دیچی ورمہ ۱۲ میل
دیچی ورمہ تا آلتی مر ۲۲ میل۔ آلتی مر تا فینو ۱۷ میل۔ فینو تا محلہ طہ ۹ میل۔ محلہ طہ تا گورنا سٹرودولی ۱۵ میل۔ گورنا سٹرودولی تا پلیونا
۱۰ میل۔ میزان ۱۱۰ میل۔ مصنف۔

[۱] روسیون نے کازان لک کو سخت معرکہ آرائی کے بعد ۱۷ جولائی ۱۸۷۷ء کو فتح کیا تھا
جس ضلع کا یہ قصبہ مرکز ہے۔ وہ گلاب کی پیداوار کے لئے کل دنیا مین مشہور ہے۔ جرمن مارشل مولٹکی اسکی نسبت لکھتا
ہے کہ وہ ایسا بہشت ہے جسکی خوبی انسان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ مصنف۔

سب ششدر رہ گئے - اور ہر ایک کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ کیا بلقان جو سلطنت عثمانیہ کی سکندری سمجھا جاتا ہے - روسیون نے لیلیا ہے - اور وہ بھی بلا مزاحمت ایہ ایسا امر تھا کہ ہمکو اسکی درستی پر مشکل سے اعتبار ہو سکتا تھا - مگر افسوس یہ خبر بالکل درست تھی - ۱۲ - ۱۰ اور ۱۳ جولائی کو جنرل گورکو عجب بیباکی سے متعدد پگڈنڈیون کے راستہ بلقان سے گذر گیا تھا - اور سلطان المعظم نے اپنے مراسلہ مین اسی کیطرف اشارہ کیا تھا اس متہورانہ پیشقدمی سے روسی درہ شپکا کی کمزور ترکی فوج پر عقب سے حملہ آور ہو کر اسے وہان سے نکال دینے اور اس اہم درہ پر خود قابض ہو نیکے قابل ہو گئے تھے - جس سے پھر ترک انکو کبھی بیدخل نہ کر سکے سلیمان کی تیزی و تندی کی کچھ پیش نہ گئی اور گو ترکون کی بہترین فوج اس کوشش مین ضایع ہو گئی - مگر روسیونکا قبضہ درہ شپکا سے نہ اُٹھایا جا سکا -

ہم رات کے دس بجے روانہ ہو کر ساری رات اور دوسرے دن (۱۵ جولائی) دوپہر تک برابر چلتے رہے رات کی تاریکی مین سفر کی کیفیت عجیب دلچسپ اور افسانہ نما تھی - دوپہر کو ہم ولچی ورمہ پہونچے - وہ دریاے چپر نیپرا پر واقع ہے - وہان مقام کیا گیا - سپاہی تکان سے شل ہو رہے تھے - قلب فوج چونکہ قطار کی کشمکش سے بچا ہوا تھا - وہ عقب سے چند گھنٹے پہلے پہونچ گیا تھا - پانی پیکر ہم سب جہان کھڑے تھے وہین گر پڑے اور گہری نیند سو گئے - میرے دستہ مین صرف سارجنٹ بقال ایک ایسا شخص تھا - جسپر تکان کا کوئی اثر نہ ہوا تھا اور یہ اسی کی آل اندیشی احتیاط اور حیرت افزا جفاکشی کی طفیل تھا کہ میرے سپاہیون نے حوصلہ نہ ہارا - فوج عقب سے ایک شخص بھی فرار نہ ہوا - کیونکہ بقال کی ہر وقت سب پر نظر رہتی تھی - مگر دوسرے حصون مین بھی فراری کی وارداتین شاذ و نادر ہی ہوئین -

کچھ رات گذرنے پر جب مین بیدار ہوا - تو مینے سنا کہ مشیر کو عبدالکریم کیطرف سے مراسلہ موصول ہوا ہے جس مین لکھا ہے کہ روسی زبردست جمعیت سے نیکو پولی پر حملہ کر رہے ہین - صرف اسی ہمکو نہین بلکہ پلیونا اور لوفچہ کو بھی بچانے کے لئے کمال سرعت و تعجیل لازمی ہے - پلیونا مین عطوف پاشا کے پاس تین پلٹنین چھ توپین اور دو سو چرکس تھے - لوفچہ مین فقط چند کمپنیان اور کچھ بیقاعدہ سوار تھے - مشیر نے مراسلہ پڑھکر سیدھے پلیونا جانیکا فیصلہ کیا - جسکی وجہ شاید یہ ہو کہ عثمان پاشا کو یقین ہو گیا ہو گا کہ وہ نیکو پولی کی کمک پر بروقت نہ پہونچ سکین گے - یا برعکس اسکے شاید اُن کا ارادہ عطوف پاشا کو ساتھ لیکر روسی جرنیل کرودنر پر جو نیکو پولی کا محاصرہ کئے ہوئے تھا - عقب سے حملہ کرنیکا ہو مجھے خیال ہے کہ اسوقت مینے پہلی مرتبہ پلیونا کا

۱؎ سباسٹوپول - کریمیا کا مشہور و مضبوط بندرگاہ جو ۵۵-۱۸۵۴ء کے محاربہ کریمیا مین انگریزی - فرنچ - اطالین - اور ترکی فوجون نے کئی مہینون کے محاصرہ اور متعدد جانگداز معرکون کے بعد فتح کیا تھا - مترجم

سے متعلق ہے - دیکھو سباسٹوپول -

نام سنا تھا۔ اور اس بات کا تو سوقت مطلقاً خیال نہین ہو سکتا تھا کہ یہ جگہ سباسٹوپل عـہ یا قارص یا مینٹز ل
کیطرح شہرۂ آفاق ہوجائیگی۔ اور کہ مین فقر و فاقہ اور خطرات عدیدہ مین محصور۔ وہان پانچ مہینے کے قریب رہکر
اسے ایک اجنبی قوم کیطرف × ہوکر دوسری اجنبی قوم سے بچانے مین مدد دونگا۔ جب مین روسیون کی قید
مین تھا تو روس مین میننے یہ روایت سنی کہ جنگ سے پہلے زار نے ایک جیبی مال سے محاربہ کے نتیجہ کا سوال
کیا تو اس نے جواب دیا تھا "پلیونا سے ہوشیار رہنا" کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ جنگی افسرون نے بھی یہی تنبیہ کی تھی
ہماری مصایب اس منزل تک ہی کچھ کم نہ تھین۔ مگر جو آگے پیش آئین اُنکے مقابلہ مین تو اُنکی کچھ حقیقت
نہ تھی۔ اب ہم کو ایسے علاقہ سے گذرنا تھا جو پانی کی کمیابی مین صحرائے اعظم کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور موسمون
مین وہان شاید یہ حالت نہ ہو مگر بلا بارش موسم گرما مین تو یہ تشبیہ بالکل صادق آتی ہے۔

آدھی رات کو تین پلٹنین یعنے اول رجمنٹ جو کرنیل امین بے کے زیر کمان تھی۔ باقی فوج کے پہونچنے
تک عطوف پاشا کو قصبہ پر قابض رہنے مین مدد دینے کے لیئے پہلے سے روانہ کردیگئی۔ وہ ۱۰ تاریخ کو
مقام مقصود کو پہونچگئی۔ یعنی اس نے ویڈن سے پلیونا تک ۱۱۵ میل کا فاصلہ چھ دن مین طے کیا۔ اسکی
روزانہ اوسط ۱۹ میل ہوتی ہے۔ یہ قابل تعریف کارنمایان تھا۔ ایسی صورتون مین جو وہان پیش آئین اگر
جرمنی کی پیدل فوج بھی جسے ایک آسٹرین نویسندہ نے ۱۸۶۶ء مین بندر ایسا پھرتیلا لکھا تھا۔ اسقدر
فاصلہ طے کرتی تو اس کے لئے بھی یہ نمایان کام اور نمایان کارگذاری سمجھی جاتی۔

ہم ۱۶ جولائی کو چار بجے صبح کے روانہ ہوئے ۲۴ میل کی لمبی مسافت جس مین پانی تقریباً ناپید تھا
ہمارے سامنے تھی۔ اب مشیر کی قابل تعریف قوت انتظامیہ کے جوہر منکشف ہونیکا موقعہ آگیا۔ کالم سے آگے
آگے سہ اسپہ گاڑیان دیگر سوارون کی ایک جماعت روانہ کردیجاتی تھی جو مقامات مقررہ پر آبنوشی

ل جرمنی کے صوبہ السیس اور ین کا مشہور قلعہ اور شہر۔ قیصر شارلمین کی وفات کے بعد یہ شہر جرمن سلطنت کا خود مختار قصبہ ہوگیا
خود مختار سے یہ مراد ہے کہ گو وہ سلطنت مین شامل رہا۔ مگر اسکا انتظام و حفاظت وغیرہ کا انصرام سب اہالی قصبہ کے ہاتھ مین
ہوگیا۔ جرمنی مین اب بھی ایسے چند شہر ہین ۱۵۵۲ء مین فرانس نے اسے فتح کرلیا اور ۱۶۴۸ء مین جرمنی نے بیقاعدہ طور
پر فرنچ قبضہ کو تسلیم کرلیا۔ ۱۸۷۰ء کے محاربہ مین جب جرمن فوج نے اسکا محاصرہ کیا تو فرنچ مارشل بیزین اسکا محافظ
تھا جسکے پاس ایک لاکھ دس ہزار فوج اور بے انتہا جنگی سامان موجود تھا۔ مگر مارشل مذکور نے محاصرے سے تنگ آکر آخر
شہر اور کل سامان محاصرین کو دیدیا۔ اور انکے سامنے ہتھیار رکھدیئے۔ صلح ہوجانے کے بعد گورنمنٹ فرانس نے غداری اور بزدلی
کے الزام مین اُسپر کورٹ مارشل کیا تھا۔ میتز کی آبادی ۵۴ ہزار ہے اور ۱۱ ہزار جرمن فوج بالاستقلال وہان مقیم رہتی ہے۔ مترجم

عـہ روایت ہے کہ گرینڈ ڈیوک نکلس کے سٹاف کے اعلےٰ افسر جنرل لیوکواٹ چیزکی نے اپریل مئی اور جون مین اس تواتر اور تاکید
سے پلیونا پر قبضہ کرلینے کا مشورہ دیا تھا کہ زار اس اصرار کی وجہ سے اسپر ناراض ہوگیا تھا۔ مصنف

عـہ اس کا حاشیہ کاتب نے غلطی سے صفحہ ۱۳۳ پر لکھدیا ہے ×

کے پہیے تیار کر رکھی ہوتی ۔ دیہات سے گاڑیاں لیکر عقب فوج کے ساتھ کر دی گئین کہ جو سپاہی راستہ مین
تھک کر گر پڑین ۔ انکو گاڑیون پر سوار کر دیا جائے ۔ کالم کی انتہا پر باقاعدہ سوار رکھے گئے ۔ اور انکو گاڑیان
دی گئین ۔ جنپر وہ بھولے بھٹکے اور کوفتہ و ماندہ سپاہیون کو اٹھا لیتے اور لٹیرون و عیسائیون کے جو سرقہ
و قتل کے لیے ہر وقت تیار فوج کے پیچھے لگ رہتے تھے ۔ ان سپاہیونکی حفاظت کرتے آتے ۔ کالم کے دونون
پہلوؤن پر کیولری رکھی گئی ۔ کیونکہ روسی بیقاعدہ سوار کا سک اہو و امالتی مرا اور وتنا اتک پھیل گئے ہوئے
تھے ۔ باورچی پہلے سے آگے بھیجدیئے جاتے ۔ چنانچہ جب فوج مقامات مقررہ پر پہونچتا تو گرما گرم کھانا تیار رہتا ۔
مگر ہم عقب والے بوجھل اور سست رفتار "قطار" سے ایسے جکڑے ہوئے تھے ۔ کہ ہمین اس کھانے مین کبھی
شریک ہونا نصیب ہوا ۔ اس سے بدتر خرابی یہ تھی کہ جب ہم ہیمپون تک پہونچتے تو اول تو وہ خالی ہو گئے
ہوتے یا پانی ایسا سڑ گیا ہوتا کہ ہم افسر لوگ سپاہیون کو پینے نہ دیتے ۔ تاہم سارجنٹ بقال کے طفیل میرے
دستہ کو کوئی تکلیف نہ پہونچی ۔ اس بے نظیر شخص کی تدابیر و انتظام اور احتیاطون کے لکھنے کے لیے ایک
طومار چاہیئے ۔ بلیتو اور ویڈن کے سفر مین جو اس سفر کے سامنے بچون کا کھیل تھا ۔ سیمو ۔ ترآب اور
مجھکو جو تجربہ ہو گیا تھا ۔ اس نے بھی ہمین اب بہت کام دیا ۔ پھر بھی جب مین اپنی اٹھارہ سالہ طفلانہ
عمر اور اس مہیب کوچ کے تکالیف کیطرف دیکھتا تھا ۔ تو اپنی جفاکشی اور تحمل پر حیران ہو جاتا تھا ۔ کل مسافت
مین صرف ایک دفعہ مجھ پر غشی طاری ہوئی ۔ میرے پاؤن کو زرہ سا زخم بھی نہ پہونچا ۔ کیونکہ مین انپر چربی سے
اکثر مالش کرتا رہتا تھا ۔ جیک بھی خاصہ رہا ۔ مگر ترآب نے ایک گاڑی پر لمبی سواری کی ۔ لفٹنٹ ہرور مین
معمولی تکان تک کی کوئی علامت نہ پائی گئی ۔ اور کپتان[1] آنکھین بند کئے ہوئے نیم خفتہ و نیم بیدار ۔ مگر
بالکل چاق چوبند قطع مسافت کرتا رہا ۔ گورنی نسٹروپولی پہونچنے تک میری کمپنی سے صرف بارہ آدمی صفون
سے علیحدہ ہو کر پیچھے رہے ۔ مگر وہ مقام مذکور مین پھر ہم سے آملے ۔ غالباً جو کوفتہ و ماندہ سپاہی راستہ
پر پڑے ہوئے مؤخرۃ الجیش کو آملے ۔ انمین سے پانچ یا چھ مدد سے مستغنی ہو چکے تھے ۔ ہم مین نہ تو اُن کی تجہیز
و تدفین کی طاقت اور نہ اس کام کے لئے فرصت تھی ۔ نقدی اور اسلحہ لیکر ان کے مردہ جسمون کو ہم نے
چورون اور عیسائیون کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ۔ جب کبھی کسی مردہ سپاہی پر گذر ہوتا تو مین اور جیک اُنکے
لئے مختصر سی دعائے مغفرت مانگتے ۔ کپتان اس وقت بیکر اکر کہا کرتا کہ "تم جلدی ایسا کرنے سے تھک جاؤگے"
مگر ترآب ہرور اور نیز سپاہی ہماری اس کارروائی کو بہ نظر استحسان دیکھتے ۔ پندرہ ہی دن بعد ہزارون
لاشین میری نظر سے گذرین ۔ اور اسوقت ایسا متقیانہ اور رنگیں خیال پل کے لیئے بھی نہ گذرا ۔

[1] فوج پیدل مین صرف میجر اور اسکے اوپر کے افسر سوار ہوتے ہین ۔ کپتان و لفٹنٹ کو پیدل چلنا پڑتا ہے ۔ مترجم

بارکش گھوڑے چند منزلون مین ہی ماندہ ہوگئے۔ اور بیلون کی حالت ان سے بھی بدتر ہوگئی۔ انکے کھرون سے خون جاری ہوگیا۔ اور وہ بمشکل چلنے کے قابل رہگئے۔ اکثر جانور تھک کر گر پڑتے۔ جن کو اسی حالت مین چھوڑ دیا گیا۔ سپاہیون کی دلی کیفیت کی نسبت مین کچھ نہین کہہ سکتا۔ اول تو سب ایسے تھکے ٹوٹے ہوتے تھے۔ کہ اندرونی کیفیت کے اظہار کی گنجایش ہی نہ تھی کہ آیا ہمارے حوصلے قایم ہین۔ یا شکستہ دل ہوگئے ہین۔ یا کہ اس بارہ مین کوئی حس ہی باقی نہین رہگئی اور لاپروا ہو رہے ہین۔ دوم اس جدید تکان اور ماندگی سے میری حالت ایسی بُری ہو رہی تھی کہ لوگون کے حالات مشاہدہ کرنیکی کوئی سکت مجھ مین باقی نہین رہگئی۔ ۔ ۔ تھی۔ ہم چپ چاپ قدم گھسیٹتے چلے جاتے تھے۔ تفریح کے لیئے کوئی ہنسی۔ مذاق۔ قصہ خوانی یا گیت بازی نہ ہوتی تھی۔ میجرنے ایک یا دو مرتبہ اپنی چارون کمپنیون کے آٹھون نقارچیون کو یکجا کرکے بینڈ بنایا۔ اور چند شوقین بانسری بجانیوالے بھی اس مین شامل ہوگئے۔ مگر نقارچی تو تھکان سے رہگئے اور بانسریون مین گرد ابھر گیا۔ چنانچہ بینڈ بننے سے آدھ گھنٹہ بعد صرف ایک نقارچی رہگیا۔ جسکا ہاتھ بھی باختیار نہین بلکہ اضطرارا بعالم بیخبری خود بخود ہر دوسرے قدم پر نقارہ پر پڑتا رہا۔ اسوقت مجھے ترکی فوج مین موسیقی نہ ہونیکی خرابی بہت بُری طرح سے واضح ہوئی۔ اس عارضی بینڈ سے مجھے ایک بحری تفریحی سفر کا واقعہ جو مینے ہمبرگ سے ہیلی گولینڈ[1] تک کیا تھا یاد آگیا۔ دُخانی کشتی کے مالک نے مسافرون کا دل بہلانے کیلئے بینڈ (طایفہ) کا بھی انتظام کیا تھا۔ جس مین بہت سے موسیقی نواز تھے۔ مگر وہ مسافرون سے پہلے مرض البحر (یعنی دوران سر وقے متلی) مین مبتلا ہوگئے اور صرف ایک ترم نواز باقی رہگیا۔ جسکو بیہوشی کے عالم مین یہ مطلق خبر نہ رہگئی کہ اور تو سب ساز خاموش ہوگئے ہین۔ مین اکیلا کیا بے سُری تان ہانک رہا ہون۔ اس واقعہ کے یاد پڑنے پر مین بے اختیار کھل کھلاکر ہنس پڑا۔ اور اس توارد نے دھوپ کی شدت اور مسافت کی صعوبت کیساتھ ملکر مجھ پر کچھ ایسا اثر کیا کہ بعالم بیداری مجھے خواب آنے لگ گیا۔ اور میری روح یا دماغ نے چکر لگانے شروع کردیئے مجھے خبط سوجھا کہ مین جہاز کے تختہ پر ٹہل رہا ہون۔ اور اسکی ڈگمگاتی ہوئی حرکت کیوجہ سے سیدھا کھڑا نہین رہسکتا۔ اسوقت مینے خود کو مخاطب کرکے کہا۔ "اُف۔ یہان کیسی گرمی ہے۔ مین بڑا ہی بیوقوف ہون کہ جہاز کے، انجنون سے پرے ہٹ کر کشتی کے اگلے حصہ مین کھلی ہوا مین نہین چلاجاتا"۔ یہ کہکر مینے اپنے زعم مین اس حصہ کیطرف بڑھنا شروع کیا۔ مگر لاکھ جتن کئے وہان تک نہ پہونچ سکا۔ بالاآخر بیخودی اور غش سے مین گرنے کو ہی تھا کہ بقال نے مجھے پکڑ لیا۔ اور ڈوریس کی عطا کردہ کونیا کے چند گھونٹ پینے سے میرے

[1] ہیلی گولنڈ دہانہ دریائے ایلب سے جسپر ہمبرگ واقع ہے۔ بحیرہ شمالی مین جرمنی کے شمال مین ایک چھوٹا سا جرمن جزیرہ ہے۔ جسکا طول ایک میل اور عرض ۱/۴ میل ہے۔ مترجم۔

ہوش وحواس قایم ہوگئے۔ آدھی رات کے قریب ہم زندونکی حالت مین نہین۔ بلکہ مُردونکی طرح آلتی ہو پہنچے اور باقی رات وہان قیام کیا۔ یہ قصبہ دوربانے سکٹ پر واقع ہے۔ اُسدن کی منزل مین گرمی گردوغبار۔ تکان بھوک اور پیاس سے ہماری بڑی گت بنی۔ یہانتک کہ ہم اپنی خشک اور بےمزہ بسکٹون کو بھی نہ کھا سکتے تھے۔ صبح ۱۰ جولائی تک بھی سپاہیونکو کچھ ہوش نہ آیا۔ اور انکو مزید آرام دینے کیلئے کوچ سہ پہر پر ملتوی کردیا۔ اِس لیے آرام سے سپاہی سستا گئے اور ۷ بجے شام کو روانہ ہوکر آدھی رات کو تیرنوہ مین پہنچ گئے۔ وہان ہمکو دو سخت متوحش خبرین ملین۔ اول آ۔ ایک پلٹن جو راہ ہو واسے آئی تھی۔ اور دو پلٹنین جو ابتداءً نیکوپولی کے مغرب مین متعین تھین۔ ہمکو وہان کالم کا انتظار کرتی ہوئی ملین۔ آخرالذکر پلٹنون کو اس روسی فوج کے ایک حصہ نے جسنے دو دن پیشتر یعنے ۱۵ جولائی کو نیکوپولی پر حملہ کیا تھا نقصان کثیر کے ساتھ مقام تعیناتی سے باہر نکال دیا تھا۔ انکی زبانی ہمکو معلوم ہوا کہ روسی بڑی تندہی سے نیکوپولی پر پے درپے حملے اور گولہ باری کر رہے ہین۔ اور وہ نہایت نازک حالت مین ہے۔ ان پلٹنون اور نیز پلیونا کی جارہ توپون اور تین پلٹنون کے ملنے سے ہماری جمعیت ۲۵ پلٹنون اور ۵۸ توپونکی ہوگئی۔ ۱۰ جولائی کو محاربہ مین اسی جمعیت سے عثمان پاشانے لڑائی کی تھی۔ دوسری خبرات کیوقت چرکسون کی زبانی یہ سُنی گئی کہ غنیم نے ۱۶ جولائی کو لوفچہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ مجھے دوسرونکی زبانی معلوم ہوا کہ اس خبر نے عثمان پاشا کو بہت متردد کردیا۔ کیونکہ وہ لوفچہ کو نہایت ہی کارآمد متصور کرتے تھے۔ مشیر کے حکم سے اس مصیبت کی خبر تمام فوج مین مشتہر کرکے اسے مطلع کیا گیا کہ سلطنت کو کامل ہزیمت و بربادی سے بچانے کے لیئے پلیونا پر بہت جلد متصرف ہوجانا نہایت ہی لازمی اور ضروری ہوگیا ہے۔

۱۸ جولائی کو ہم علی الصباح روانہ ہوکر بالکل ویران اور غیر آباد ملک مین سے بلا توقف دوپہر تک برابر کوچ کرتے ہوئے مقام محلہ بطلے کے مقابل دریا اسکر پر پہنچے۔ وہان ہمارے لیئے کل پہلی خبرون سے بدتر یہ خبر موجود تھی۔ کہ نیکوپولی بہادرانہ مقابلہ کے بعد ۱۶ جولائی کو فتح ہوگیا ہے۔ اور وہان کی دس پلٹن ترکی فوج معہ اسکا کمانڈر حسن خیری پاشا۔ چار سو گران وزن توپین اور غلہ۔ لباس گودام۔ گولہ بارود اور اسلحہ کی مقدار کثیر دشمن کے ہاتھ چلی گئی ہین۔ مارشل کے حکم سے یہ خبر بھی باین اضافہ فوجکو سنائی گئی کہ ملک اب نزع کی حالت مین ہے۔ اور اسکو بچانا ہمارا اہم اور مقدم فرض ہے۔ میجر تقی نے مجھسے ذکر کیا کہ مشیر کو نیکوپولی کے مفتوح ہوجانے سے چندان تردد نہین ہوا۔ انکو فقط وہان کی دس پلٹنون کے ہاتھ

۵۳ عثمان پاشا اور حسن خیری پاشا دونون نے علی التواتر قسطنطنیہ کے اعلی حکام کو خبر دی تھی کہ نیکوپولی پر قبضہ قایم رکھنا محال ہوگیا ہے۔ اسکو خالی کردینا مناسب ہے۔ ایسا کرنے سے وہان کی فوج تو نکلنا اور گودام بچا لیئے جائینگے۔ باقی پر

سے کھو بیٹھے جو بیکار جنگو اپنی فوج مین شامل کرنیکی اُنہون نے تجویز کر رکھی تھی افسوس ہے کو فیچہ کی خبر سے جیساکہ اُنکو سخت افسوس اور انتظار رہا تھا ویسے ہی اسکے عین برعکس خبر کو انہون نے کمال باحوصلگی سے سُنا ہے اور اُنکی طبیعت مین کوئی اضطراب یا تشویش پیدا نہین ہوئی۔

ہم نے یہ بھی سُنا کہ روسی فوج کا ہیڈ کوارٹر ۱۸ جولائی کو ٹرنوا منتقل کر دیا گیا ہے۔ جہان خود زار بھی پہونچ گیا ہے اور کہ روسی مشرقی رومیلیا پر بڑھے چلے جا رہے ہین۔ اور عیسائیون کو بغاوت پر اُکسا رہے ہین۔ گورکو اسوقت فی الحقیقت بلا مزاحمت اپنی مرضی کے مطابق بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اور قسطنطنیہ وایڈریانوپل مین روس کی ہیبت آمد آمد سے کمال بے چینی اور بدحواسی چھائی ہوئی تھی۔

دریائے اسکر پر کوئی پُل نہ تھا۔ جو تین پلٹنین بھیجی گئی تھین وہ اس مین سے پایاب گذری تھین۔ ہمارے پاس کشتیون کا پُل بنانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ چنانچہ گاڑیون کو پانی مین ڈبو کر اُن پر تختے بچھائے گئے اور اسطرح سے پُل بنا کر ہمنے دریا کو عبور کیا ہے[۵]

جن روسیون نے نیکوپولی پر حملہ کیا تھا چونکہ وہ اب وہان سے فارغ ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کی نسبت یہ قیاس کیا گیا تھا کہ وہ نیکوپولی سے فی الفور پلیونا کیطرف متوجہ ہو جائینگے۔ پس ہمارے کالم کا حصہ کثیر فقط چند گھنٹے آرام کرنیکے بعد پھر روانہ ہو گیا۔ ہم عقب والے جالنوروں کی بیحد تکان زدہ ہونیکی وجہ سے ہیچ ہیچ چلے اور چھ بجے شام کو روانہ ہو کر آدھی رات کو گونا نٹروپولی پہونچے۔ وہان قلب عمومسیم سے پہلے ہی پہونچکر شب باش ہو گیا تھا۔ اسے پلیونا سے ایک کمپنی یہ خبر لیکر اسجگہ آملی تھی کہ کاسک قرب جوار مین جمع ہو رہے ہین۔ اور روسیونکی زبردست جمعیتین نیکوپولی کی سڑک سے پہونچ رہی ہین۔ کل فوجکو مشیر کا حکم سُنایا گیا کہ حضور ممدوح کو کل غنیم سے مقابلہ ہونیکی توقع ہے۔ فوجکو صفوف جنگ مین آراستہ کیا گیا۔ اور چارونطرف زبردست پہرہ لگا کر ہم ہتھیار ہاتھون مین لئے ہوئے سوتے۔ میری کمپنی کو گولہ بارود کی حفاظت کے لئے سنتری بہم پہونچاتے رہنے کے سوائے اور کوئی کام نہ دینا پڑا جیک اور مین نیند بھر کر سوئے۔ اس احتمال نے کہ غالباً کل عمر مین پہلی مرتبہ ہم آتشبازی کی زد مین ہونگے۔ اسمین کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷) مجلس حربیئے اس تجویز کو منظور تو کر لیا مگر وقت مناسب اکیدن بعد ۱۸۷۷ء گکے محاربہ مین آمل سے آخر تک جتنی خرابیان پڑین اسی توقف کی وجہ سے کہ جو حکم یا منظوری دیگئی علی الوقت مناسب کے گذر جانے سے، تھوڑی سی دیر بعد۔ اور اسطرح سے غدارون نے جو دارالخلافہ مین نیک ودیگر مانک بنے ہوئے تھے۔ تمام ملک کا ستیاناس کر دیا۔ مصنف

[۵] مجھے اسوقت بتایا گیا تھا کہ عثمان پاشا کو ویڈن سے روانہ ہونے سے پہلے وزارت حربیئے یقین دلایا تھا کہ اسکی فوج کے گذرنے کے پیشتر پل تیار کر دیا گیا ہے یا یہ کہ تیار کر دیا جائیگا۔ مصنف

خلل نہ ڈالا۔ مگر صبح کے وقت کئی شخصون نے تسلیم کیا کہ باوجود کوفتہ و ماندہ ہونیکے ان کو رات بھر نیند
نہ آئی۔ مقام مذکور سے فوج کا حصہ کثیر ۹ا جولائی کو صبح کے پانچ بجے اور ٹرین (قطار مویشی وغیرہ)
چند گھنٹے بعد روانہ ہوئی۔ قلب عمود اس تیز رفتاری سے چلا کہ موخرۃ الجیش مین جسکے ساتھ جانور
تھے۔ اور اس مین بہت فاصلہ ہو گیا۔ اس آخری منزل مین عقب کی فوج صف بستہ ایسی تیاری کیساتھ
چلی کہ وہ دشمن کے حملہ کو روکنے کے لئے ایک منٹ مین مشغول کارزار ہو سکتی تھی۔ مگر ہمکو کوئی دشمن نملا۔ بعد
مین ہمین خبر ملی کہ فوج ہراول کی کاسکون کے ایک دستے سے لڑائی ہوئی تھی۔ دوپہر سے پہلے موخرۃ الجیش کے چرکس
سوار جو دونون پہلوؤن پر پھیلے ہوئے چلتے تھے۔ خبر لائے کہ دو میل بجانب شمال ان کا گذر کاسکون کے ایک متروک
کمپ پر ہوا۔ اسپر انکو چند ایسی گاڑیان دی گئین اور سرقہ کے انسداد کے لئے چند باقاعدہ دار لشکر ساتھ
کر دیئے گئے۔ اور وہ وہان سے تین رسالون کا سامان لیکر واپس آگئے۔ کمپ مین تقریبًا کل سامان پایا گیا
جس سے قیاس ہوتا ہے کہ کاسکون نے افراتفری مین اپنی قیامگاہ کو چھوڑا ہوگا۔ بقال کی تحریک پر مینے
کپتان کو مال غنیمت مین سے اپنی کمپنی کے لئے پانی رکھنے کی بوتلین لے لینے کا مشورہ دیا۔ اس نے ایسا ہی
کیا۔ فی آدمی ایک ایک بوتل دیگئی جس سے ہر ایک کے پاس دو دو ہو گئین۔ اور انھون نے ۲۰ جولائی کے
معرکہ مین بڑا کام دیا۔ روٹی رکھنے کے جھولے بھی سپاہیونکو تقسیم کئے گئے۔ اس تاخت و تقسیم مین ایک پہر
ایک گھنٹہ کی دیر ہو گئی۔ اس کے بعد جانورون کا چارہ ختم ہو جانے کی بدولت اس سے بھی لمبا وقفہ کرنا
پڑا۔ اور چارہ لانیکے لیئے متعدد دستے دیہات اور کھیتون کو بھیجے گئے

دوپہر کے ایک بجے ہم نے توپون کی آواز سنی۔ جو رات تک بند نہ ہوئی اور جون جون ہم منزل مقصود
کے قریب ہوتے گئے۔ وہ بلند اور زیادہ ہوتی گئی۔ عقب کے کرنل نے یہ خیال کر کے شاید روسیون نے پلیونا پر
حملہ کر دیا ہو۔ اور معرکہ مین ہماری فوج کے پاس گولہ و بارود گھٹ جائے۔ ٹرین کو دو حصون مین تقسیم کر
دیا۔ پہلا حصہ ان بارکش گھوڑون کا جنپر فوج پیدل کا گولی بارود تھا۔ اور توپخانہ کے گولہ بارود کے چھکڑون کا
بنایا گیا۔ اور تین پلٹنین (جن مین میری پلٹن بھی تھی) ڈیڑھ باتری۔ ایک رسالہ اور چرکس انکے ساتھ کرکے
انکو آگے بھیجدیا کہ جلد پہونچنے کی کوشش کرین۔ سامان و رسد کے بارکش گھوڑے اور بیلون کی گاڑیان
دوسرے حصہ مین رکھی گئین کہ آہستہ آہستہ مقام کو چلی چلین۔ انکی حفاظت کے لئے تین پلٹنین ایک
باتری اور ایک رسالہ رکھا گیا۔ پہلے حصہ نے لاکھ جتن کئے۔ لیکن گھوڑون کی سست رفتاری کے سامنے
جنپر بوجھ بھی بہت تھا۔ اسکی کچھ پیش نہ گئی۔ دوپہر کے دو بجے تھے کہ ہم بمشکل دریائے وڈ ٭ کے اس [illegible]

٭ کئی روسی اور دیگر مؤرخون نے اپنی اپنی کتابون مین تحریر کیا ہے کہ وڈ کے پل کو قلعون سے محفوظ کیا گیا تھا

پل پر پہونچے۔ جہپر سے اُرخانیہ پلیونا کی سڑک گزرتی ہے۔ اس سڑک کے ایک خم کے پیچھے سود جبی طابین
پہلو پر ایک پہاڑی ہے اور اس پہاڑی پر انگور اور میوہ جات کے باغات ہین) ہم کو پلیونا دکھائی دینے
لگا جو مساجد کے مینارون اور گنبدون۔ مکانات کی سفیدی۔ جا بجا درختون کے جھنڈون اور دوسری
جانب کی بلند پہاڑیون کے دلفریب اجتماع سے نہایت خوبصورت معلوم ہوا۔ وہ ایک نشیب وادی زرخیز
گھاٹی مین آباد ہے۔ چار بجے شام کیوقت ہم ٹانگین گھسیٹتے ہوئے شہر مین داخل ہوئے۔ شمال و مشرق
کیطرف کی پہاڑیونکی باتریان بڑی تیزی کے ساتھ گولہ باری مین مشغول تھین۔ راستہ مین ہمکو کوئی دشمن
نہ ملا۔ دوسرا دستہ رات کیوقت پہونچا۔

تکلب عموی ۹۔ (قبل دوپہر) اور دو بجے (بعد دوپہر) کے درمیان پلیونا پہونچ گیا تھا۔ وہ صرف
کھانا کھانے کیلئے شہر مین ٹھہرا۔ پھر دو پلٹنین غنیم کے اچانک حملہ سے شہر کی حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑ کر
باقی فوج پہاڑیون پر چلی گئی تھی جہان عطوف پاشانے اسے موقعہ بموقعہ متعین کر دیا۔ مشیر جب پہونچے تو
انہونے قرب جوار کا معاینہ کرکے عطوف پاشا کی کارروائی کو پسند کیا۔ عطوف پاشانے رسد مویشی اور چارہ
کی کثیر مقدار پلیونا مین جمع کر رکھی تھی۔ اور کل کام کیلئے گرما گرم کھانا تیار کیا ہوا تھا۔ روسی توپون (چھہ
باتریان) نے ان مقامات پر جہان جہان ترکی فوج قایم ہوگئی تھی۔ گولہ باری کی جسسے کوئی نقصان نہ پہنچا
مگر حملہ کوئی نہ کیا۔ جب ترکی باتریان بھی پہونچکر اپنے اپنے موقعہ پر قایم ہوگئین تو روسی توپونکا جواب دیا گیا
توپخانونکی یہ مبارزت آٹھ گھنٹے ہوتی رہی۔ لیکن فریقین مین سے کسی کو نقصان نہ پہونچا۔ رات پڑنے پر
روسی چار حصون مین مقامات ربنیا۔ ورتینیزا۔ مسگائی وتزا۔ اور تلیجن تنر کے قریب شب باش ہوئے۔ ہمارے
ڈویژن کے توپخانہ مین عطوف کی چار توپون سے اضافہ ہوگیا تھا۔ اور چرکسون مین سے ایک ایکسو دونون ڈویژنون
مین شامل کر دیئے گئے تھے۔ اب ہماری کل جمعیت حسب ذیل ہوگئی تھی۔ ۲۰ پلٹنین ساڑھے نو باتریان چھہ
رسالے یعنی جملہ ۱۵ ہزار آدمی اور ۵۸ توپین ۱۹ جولائی کی لڑائی کے لئے فوج کی جنگی ترتیب وہی تھی جو
باب چہارم مین درج ہوچکی ہے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پلیونا کی تین پلٹنون اور رتینجہ کی تینون پلٹنون سے
ایک اور برگیڈ جو چوتھا تھا۔ ایزاد ہوگیا تھا۔ اس برگیڈ کی ترتیب جنگی یہ تھی :-

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹) یہ بالکل غلط ہے۔ وہان پر کوئی قلعہ بندی کسی قسم کی نہ تھی۔ البتہ اس پلٹن نے جو ۱۹ جولائی کی لڑائی
مین اسکی حفاظت کیلئے بھیجی گئی تھی۔ اسکے قریب چند سیدھے سادے مٹی کے دمدمے بنالیے تھے پل اور قصبہ پلیونا کے مابین
۲ میل کا فاصلہ ہے۔ مین نے پہلے لکھ چکا ہون کہ ہم گورنا سٹرڈیولی سے ماہور کی سڑک پر چڑھے تھے یہ سڑک ارخانیہ کی
سڑک کو پل سے چوتھائی میل کے فاصلہ پر بجانب غرب ملتی ہے۔ مصنف

چہارم بریگیڈ:۔ بریگیڈیر عطوف پاشا

ہفتم رجمنٹ:۔ کمانڈر لفٹنٹ ابراہیم بک

دو پلٹن نظام انفنٹری

ایک پلٹن ردیف انفنٹری

ہشتم رجمنٹ:۔ کمانڈر کرنیل حمدی بک

ایک پلٹن نظام انفنٹری

دو پلٹن ردیف انفنٹری

ہماری فوج یسار (جو بائیں جانب پر مامور رہی) میں ۱۳ پلٹنیں اور چار باتریاں تھیں میری پلٹن اور ایک دوسری پلٹن بھی جو دوسرے دن اپنے مقام پر پہونچی تھیں اسی تعداد میں شامل ہیں۔ فوج قلب میں پانچ پلٹنیں اور باتری تھی۔ فوج یمین (جو داہنے پہلو پر رہی) میں چار پلٹنیں۔ دو باتریاں اور کیولری کا حصہ کثیر تھا۔ ریزرو میں یعنے اس فوج میں جو ضرورت کیوقت کام دینے کیلئے یا جس دستہ کو کمک کی ضرورت ہو اس کی طرف حسب احتیاج بھیجنے کیلئے پیچھے رکھی جاتی ہے تین پلٹنیں اور دو باتریاں تھیں۔ فوج یسار کی انتہائی چوکی برائے حفاظت و نگرانی جس میں دو پلٹنیں اور ایک باتری تھی اوپانز کے مقابل تھی۔ اسکے علاوہ دو پلٹنیں اور ایک باتری لوکوائین اس کے عقب میں تھی۔ باقی ماندہ فوج یعنے دو باتریاں اور ۹ پلٹنیں جن میں میری پلٹن بھی شامل تھی۔ پہاڑی جانوت بائر کی چوٹی اور دامن پر تھی۔ کل دستہ یسار شمال کیجانب مامور تھا۔ فوج قلب گرسلوتنزا کے شمال مغرب میں ایک میل کے فاصلہ پر جانوت بائر کے انتہائی مشرقی گوشہ پر شمال، شمال مشرق اور مشرق کے رُخ تھی۔ دستہ یمین مشرق اور جنوب مشرق کے رُخ بلگرینی سڑک کی جنوبی پہاڑیوں پر اور اسکی فوج سواران عین سڑک پر مامور تھی۔ ریزرو فوج ہیڈ کوارٹر (اعلیٰ کمانڈر کی قیامگاہ) کے قریب شہر کے مشرق میں ایک پہاڑی پر تھی۔ ایک پلٹن شہر کی حفاظت پر مامور کی گئی جس نے عین جنوب میں موقعہ پر جہاں لوفچہ کی شاہراہ اور کرشن کی سڑک آپس میں ملکر شہر کو آتی ہیں ڈیرے لگا دیئے۔ لڑائی کیوقت قطار کے محافظ سنتریوں کے سوائے شہر کے اندر کوئی فوج نہ تھی۔ اس موقعہ پر ڈویژنوں کی ترکیب و ترتیب میں کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ مثلاً میری رجمنٹ کی دوسری دونوں پلٹنیں فوج یمین میں تھیں۔ اور میرا بریگیڈیر اور کرنیل بھی وہیں تھا۔ حتی کہ احمد حفظی پاشا یمین کا اور عادل پاشا فوج یسار کا کمانڈر تھا۔ اس خلط ملط کی وجہ میرے قیاس میں یہ ہے کہ جون جون پلٹنیں یکے بعد دیگرے پلیونا میں پہونچتی رہیں انکو اسی وقت

جھٹ پٹ اصلی ترتیب کے لحاظ کے بغیر ان ان مقامات پر جن پر روسیون کے حملہ کا زیادہ اندیشہ تھا۔
اور جو سب سے پہلے انکی زد مین تھے بھیجا جاتا رہا۔ کیونکہ روسی گولہ باری سے انکے قرب اور عنقریب
حملہ آور ہو جانیکا خیال دل مین بیٹھ گیا تھا۔ ۳۰ جولائی کی لڑائی سے پہلے اس گڑبڑ کی اصلاح کر دیگئی تھی
اس مین فوج پیادہ مین کل پہلا ڈویژن اور فوج پیمین مین کل دوسرا ڈویژن تھا۔

ویڈن سے پلیونا تک ۱۱۵ میل کا فاصلہ کالم نے سات دنون مین طے کیا۔ یعنی بحساب اوسط یومیہ
۱۶ میل سفر کیا۔ یہ واقعی قابل تعریف کار نمایان تھا۔ راستہ مین کل دس آدمی نقاہت و تکان سے فوت
ہوئے۔ اور تمام کالم مین کلہم دس فی صدی مریض ہوئے۔ جن مین سے زیادہ تر کے پاؤن زخمی ہو گئے
تھے۔ بعض آدمیون کے پیر بالکل لوتھڑا ہو گئے۔ چند کے پیرونکا چمڑا اور گوشت بھی جرابین اتارتے وقت
ساتھ اکھڑ آیا۔ جس علاقہ مین سے ہم گذر رہے تھے اسکا کچھ حصہ کسی قدر ناہموار اور باقی بالکل صاف تھا
اور اس مین اکثر مقامات نہایت دلفریب تھے۔ مگر منظر کی یکرنگی سے طبیعتین اکتا گئی تھین۔ اور گرمی
قلت آب اور گرد و غبار نے سبزی کی تازگی کو معدوم کر دیا ہوا تھا۔ آفتاب کی بیرحم شعاعون سے
آنکھون کو بہت اذیت پہونچی اور تکان نے ہمین ایسا بدحال کر رکھا تھا کہ اعلے سے اعلے دلفریب منظر
بھی ہمکو اپنی طرف متوجہ نہین کر سکتا تھا۔ راستہ مین ہم کسی بڑے قصبہ[1] سے نہ گذرے وہ تمام مقام جنکا
ذکر ہوا ہے دیہات یا چھوٹی چھوٹی بستیان تھین۔ پچھلے سال کی بغاوت کے آثار اکثر جگہ نمایان تھے
کئی اضلاع ویران اور اکثر مکان و دیہات کھنڈر اور غیر آباد پڑے تھے۔

شہر مین داخل ہونے پر عقب کالم کمانڈر نے ہدایات لینے کے لئے ہیڈ کوارٹرز کو کیا۔ ہیڈ کوارٹر
پہاڑی پر جو پلیونا کے مشرق مین سب سے پہلے ہے نصب تھا۔ مشیر خیمہ مین تھا۔ وہان کوئی مکان نہ تھا اور
ہم اسکے واپس آنے تک بازارون مین ٹھیر گئے۔ جہان عطوف کی پلٹنون نے ہمکو قہوہ۔ روٹی۔ تمباکو اور
اس پلاؤ کا بقیہ جو فلب کالم کے لیئے تیار کیا گیا تھا دیا۔ کرنیل یہ خوش اینده حکم لیکر واپس لوٹا کہ رات ہم
شہر مین شب باش ہونگے۔ سار جنٹ بقال جسکو ایسا حکم ملنے کی توقع تھی چند اردلی کمیشنڈ افسرون کو ہمراہ
لیکر پہلے ہی سے مقام رہایش کی تلاش کیلئے چلا گیا تھا۔ اور شہر کے شمالی مضافات مین چند متروک مکانات
کا پتہ لیکر واپس آ گیا تھا۔ مینجر نے انکو پسند کیا۔ فوج عقب کی پلٹنون کو حکم سنایا گیا کہ وہ علے الصباح
بیدار رہو کر مقام تعیناتی پر پہونچ جائین کیونکہ لڑائی کا ہونا یقینی ہے۔ سار جنٹون نے رات کے کھانیکا سامان

---

[1] ادت ذر مین چند باتین ایسی تھین کہ انکی بنا پر اسے قصبہ خیال کر لیا جا سکتا تھا۔ وہ قلعہ بند مکان تھا اور اسکے
ترک اسے بعض وقت قطارت ذر یعنی پکارتے تھے۔ مصنف۔ ۲ یعنی ایسے مکان جنکے مالک مکان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مترجم

لے لیا۔ اشد مریضون کو دیسری کمپنی مین صرف تین تھے جن مین سے دو کے پاؤن ایسے زخمی ہوگئے تھے کہ وہ ایک
قدم نہین چل سکتے تھے اور دوسرا ٹکان سے بیمار ہوا تھا۔ یہ تینون چند دنون مین تندرست ہوگئے تھے (
فوجی ہسپتال مین پہنچا دیا گیا اور جن مریضون کو پاؤن کے زخم کی معمولی شکایت تھی انکی معالجہ و دوا کا فوراً
انتظام کیا گیا۔ دوسرے دن تیسری کمپنی کا ایک اور سپاہی بیمار ہوگیا جسکو پلیونا مین پیچھے چھوڑ دیا گیا
اسطرح لڑائی مین تیسری کمپنی سے صرف چار غیر حاضر تھے۔ جو مکان ہمارے لئے مختص کیا گیا تھا ہم نے وہان
پہونچکر اسکا دروازہ توڑ دیا۔ اور گولہ باری کے باوجود رات کی اسائیش کا بخوبی انتظام کرلیا۔ مگر ساتری
ایسی تیاری کیجاتیمین رہے کہ حملہ ہونیکی صورت مین ایک پل مین قرب و جوار مین جسطرف ضرورت ہو چل پڑین۔

پلیونا کی آبادی جسے بلغاری پلیون پکارتے ہین۔ ۱۸۷۷ء مین ۱۷ ہزار تھی۔ ان مین سے دس ہزار
عیسائی تھے ۱۹ اور ۲۰ جولائی کے درمیان ملحقہ اضلاع سے جنپر روسی حملہ آور ہوئے تھے۔ دو ہزار مسلمان
شہر مین پناہ گزین ہوئے۔ ان کے علاوہ دو سو سپاہی بھی جو شوا اور نیکوپولی کے قرب و جوار کی لڑائیون
مین زخمی ہوئے تھے پلیونا مین موجود تھے۔ چار ہزار عیسائی شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ نالا تچن سزاد جسے
قولی دہ ابھی پکارتے ہین۔ شہر کے بیچون بیچ اور نالہ گریوتسا شمالی کنارہ پر بہتا ہے یہ دونون نالے
شہر سے بجانب شمال مغرب دو میل کے فاصلہ پر آپس مین مل جاتے ہین اور وہان سے اسی رخ اور ایک میل
آگے جاکر دپانتسز کے قریب دریاے ود سے جو ڈینیوب کا معاون ہے ملجاتے ہین۔

جسقدر ترکی شہر مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا پلیونا ان سے بہتر بنا ہوا تھا۔ مگر وہان بھی ویران اور
افتادہ مکانات بوسیدہ جھونپڑیان اور پر از غلاظت کھلے میدان موجود تھے۔ گلیان غلیظ فرش نکما یا
بالکل ندارد۔ برسات مین ناقابل گذر۔ انتظام حفظان صحت کا نام و نشان عنقا۔ ہر جگہ گندگی کے ڈھیر
الغرض ترکی شہرون کے بیشمار سواد غلاظت و بدبو وہان بھی برابر موجود تھے۔ لیکن تسنز اسار شہر کو قدرتی
بڑی بدررو کا کام دیتا تھا مصنوعی بدرو کوئی نہ تھی۔ شہر ترتیب سے نہین بنایا گیا۔ مگر ویڈن کی نسبت
اسکے بازار زیادہ فراخ اور سیدھے اور مکان عمدہ ہین۔ بعض مکانات مثلاً قائمقام کی قوناق فی الواقع
نہایت عمدہ تھے۔ یہ قوناق رومن لوگون کے زمانہ کی ایک منہدم عمارت کے موقعہ پر اور اسی کے مسالحہ سے
بنائی گئی تھی۔ ترکون اور بلغارون دونو کے اکثر رہائشی مکانات خوبصورت اور باغون کے وسط مین
بنے ہوئے تھے۔ شہر مین ایک سول دیسی اہالی کیلئے ہسپتال۔ دو سرائین۔ ایک گھنٹہ گھر۔ اٹھارہ مسجدین

؎ قائمقام گورنری کا خطاب ہے مگر ضلع یا قصبہ کے سول گورنر کو بھی اس نام سے پکارا جاتا ہے۔ قوناق بڑے مکان
سرکاری عمارت اور ہوٹل کو کہتے ہین۔ مصنف۔

جن مین سے دو یا تین بہت ہی خوبصورت تھین۔ دوگرجے ایک رشدیہ (ابتدائی جنگی) اسکول۔ آٹھ عام تعلیمی ترکی اور پانچ بلغاری مدرسے تھے۔ ہسپتال مدحت پاشا نے بنوایا تھا۔ وہان کا ڈاکٹر ایک جرمن شخص تھا سراؤن یہ ملوں مین ہوٹلون کی کچھ مشابہت پائی جاتی تھی۔ شہر کے قریب چند عمدہ جھنگ دمزرعے۔ فارم موجود تھے۔ پلیونا ضلع کا صدر مقام تھا ضلع مذکور مین اس کے علاوہ نیکوپولی اور سسٹوا مشہور مقامات تھے ناظرین اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر رکھین کر ۲۰ جولائی ۱۸۷۷ء کو پلیونا بالکل کھلا او غیر محفوظ شہر تھا اور کسی قسم کی حفاظت اور قلعہ بندی وہان موجود نہ تھی۔ شہر کے چوطرفہ پہاڑیان ہین جن مین سے شمال مشرقی کی اور مشرق کیطرف بلند ترین ہین۔ جو دلرا اور روتیسزا کے درمیان ۱۳۰۰ سو فٹ تک اور گریوتسزا سے چند میل پرے سطح سمندر سے ایک ہزار فیٹ تک بلند ہین۔ جنوب کیطرف نالا ٹلچن تسزا تنگ عمیق اور خوش منظر جائی گھاٹی مین سے ہو کر بہتا ہے۔ وہان اس کے کنارے تقریباً بالکل عمودی ہین۔ شہر سے ٹھیک شمال مشرق مین ایک پہاڑی بالکل گنجی اور بے درخت ہے۔ اسکا نام جانق بایر ہے۔ اسکا طول شرقاً غرباً چار میل ہے اور گھاٹی پلیونا سے اُٹھتی ہوئی ۵۰۰ فیٹ تک بلند چلی گئی ہے۔ اسکا جنوبی دامن پلیونا اور گریوتسزا کے درمیان بلگرینی سڑک تک بڑھا چلا گیا ہے۔ اس پہاڑی کا میری داستان مین بار بار ذکر آیگا۔ ودکا بایان ساحل بھی کوہستانی ہے۔ مگر اس موقعہ پر وِد کا دائین ساحل سے بلندی مین کم ہے۔ پلیونا کو جس سمت سے دیکھو اسکا نظارہ نہایت دلاویز نظر آتا ہے۔ سامنے وہ موجود ہوگا اور پیچھے بلند پہاڑیان کھڑی ہونگی شمال مشرق اور جنوب مشرق کیطرف کی پہاڑیان ٹنڈ منڈ ہین۔ شمال مغرب۔ مغرب اور جنوب کیطرف کی تاکستانون۔ باغات اور باثمر اشجار سے ڈھنپی ہوئی ہین۔ مکی کی قرب وجوار مین بہت کاشت کیجاتی ہے۔ اور کل اہالی ضلع کا دار ومدار زراعت پر ہے۔ تفرجگاہین۔ علوم وفنون کی انجمنین۔ سرکاری باغات کلب گھر اور تھیٹر وغیرہ پلیونا مین موجود نہ تھے۔ اور فرانسیسی سیاح آب جیبن کا وسطری ریمارک اسکے حق مین بالکل درست ہے۔

مندرجہ ذیل پانچ سڑکین پلیونا مین ملتی ہین۔ ہر ایک مقام پلیونا سے بخط مستقیم جتنے میل پر ہے وہ اسکے ساتھ خط وحدانی مین دیدیئے گئے ہین۔ پہلی سڑک رسچک (۷۳) سے براہ بیلا (۵۵)، وبلگرینی (۳۳)، دوسری طردیان (۷۰) سے براہ لوفچہ (۲۰)، تیسری صوفیا (۱۳۳) سے براہ ارخانیہ (۸۵)، چوتھی ویڈن (۹۵)[1] سے براہ لوم پلنگر (۷۰)، وراہوو (۵۰)، پانچوین نیکوپولی (۲۴) سے براہ بریسلیا نتسزا (۱۰)، دچالی سوداتہ (۸)

[1] روسی جرمن اور فرنچ نویسندون کے یہ بیان کہ پلیونا کے مشرق مین ایک قلعہ بند سنگین رباط خانہ مشرق مین چھوٹا سا قلعہ اور وہ کامل محفوظ و قلعہ بند تھا وغیرہ وغیرہ محض غلط اور جھوٹ ہین۔ مصنف ۱۸۷۷ء ہم اس سڑک کے راستہ نہین آئے تھے یہ ہمکو گورا نانٹ دیوپولی مین ملی تھی۔ دراصل فاصلہ ویڈن اور پلیونا کے درمیان ۱۱۵ میل ہے یہ ۲۰ میل کا اضافہ اس خم کیوجہ سے ہو گیا ہے۔ جو کلافت اور لوم پلنگہ کے درمیان دریائے ڈینیوب مین ہے۔ مصنف

میں ان سڑکوں کو علی الترتیب بلگرینی - لوفچہ - ارخانیہ - مداہوو اور نیکو پولی کی سڑکیں لکھونگا۔

صوفیا - پلیونا سڑک جسے مدحت پاشا نے بنوایا تھا - اول سے آخر تک خوب پختہ ہموار اور وسیع ہے کل یورپین ٹرکی میں یہ بہترین سڑک خیال کیجاتی تھی - حفاظت پلیونا کے دوران میں اس نے بڑا کام دیا۔ سلسلہ بلقان میں یہ درہ بابا قوناق درجسے ارابہ قوناق یا درہ اطروپول بھی کہتے ہیں) سے جو کل دروں سے زیادہ سہل اور محفوظ ہے گذرتی ہے - جسدن سے صوفیا - ارخانیہ سڑک بنگئی ہے شہر کی شہرت اور وقعت میں کمی واقع ہو گئی ہے - پلیونا سے راہووا - ویڈن - لوفچہ - ارخانیہ - صوفیا اور وہان سے قسطنطنیہ تک سلسلہ تار برقی قایم تھا - شمالی ٹیلیگراف لائین کو روسیوں نے کاٹ دیا تھا۔

مدحت پاشا نے اس مقام سے جہان دریائے اوسمہ ڈنیوب میں گرتا ہے پلیونا تک ۱۸۷۵ء میں ریل بنوانی شروع کی تھی وہ اس موقعہ پر بندر سلطانیہ کے نام سے بڑی منڈی قایم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اسکے کھنڈرات اب تک موجود ہیں - ریل کا کل سامان خرید لیا گیا تھا - اور ۲۰ ہزار مزدور اس پر کام کرتے تھے مگر فروری ۱۸۷۶ء میں بجرم غداری مدحت کی سزایابی ہو جانی پر کام بند ہو گیا - وضاحت کیلئے ناظرین کی آسانی کیلئے میں پلیونا سے چند مقامات کا بُعد بخط مستقیم میلوں میں درج کئے دیتا ہوں

سستووا ۴۰ سلوی ۴۷ طرنووا ۵۰ شوملا ۱۱۰ سلستریا ۱۴۴ ورنا ۱۷۰ شپکا ۹۱ کازان لک ۶۸ -
طیطوان ۳۸ اطروپول ۵۲ طلش ۲۱ یشتی ۲۲ - کرویا ۲۵ بخارسٹ ۱۰۵ بیلووا ۹۰ تاتار بازار جک ۹۶ فلپ پولی ۸۸ ایڈریانو پل ۱۵۵ قسطنطنیہ ۲۸۰ -

پلیونا کے قرب و جوار کے دیہات و مواضع کی فہرست اور انکے بعد حسب ذیل ہیں :-

بجانب شمال - بوکووا (۱۲) اوپانتزا (۴) بیوولر (۶) واقع بر لب وذ - ریشیا (۹) یہ وذ کے مشرق میں نصف میل کے فاصلہ پر ہے -

شمالی مشرق - چالی سودات (۸) بریسلیانتزا (۴) یہ دونو نیکو پولی سڑک پر ہیں - وربیزا (۶) مشرق طرسکی طرستنک (۱۱) گریویتسزا (۴) قرہ غاچ (۱۲) آخر الذکر دونوں بلگرینی سڑک پر ہیں -

جنوب مشرق - راوی شیدو (۳) سغالی ویزا (۹) بلی شاطا (۹) پردوم (۹) تلچنتزا (۲)

جنوب بوغوت (۷) کریشن (۳) بریستوور (۸) آخر الذکر لوفچہ سڑک پر ہے اور کریشن اس سے ایک میل بجانب غرب ہے

جنوب مغرب - مدیون (۸) یہ وذ سے ایک میل مشرق میں ہے - ڈولنا دوبنیک (۹) گورنا دوبنیک (۱۵) دو نقل دریائے وذ کے بائیں ساحل کی معاون نالی وونتزا پر واقع ہیں - اول الذکر ارخانیہ

اور دوسرا اس سے نصف میل شمال مین ہے

مغرب۔ بلاسی وتنسر (۴)، ڈسی ونسترا (۶)، طرنیینہ (۷)، یہ سب وِڈ پر واقع ہین۔ گورنانٹر دپولی[نوٹ] یہ راہوا سڑک پر ہے۔

شمال مغرب۔ ڈو لفانٹرو پولی (۶)، طرستنک (۱۰)،

پلیونا تاریخی لحاظ سے ۱۸۷۷ء سے پہلے بالکل گمنام تھا معمراور سمجھدار باشندون سے مجھے صرف یہ قابل تذکرہ واقعہ معلوم ہوا کہ انیسوین صدی کے آغاز مین یہ انکو بھی معلوم نہ تھا کہ ۱۸۱۰ء کے محاربہ مین یا کہ ۱۸۲۸ء والے مین، جب روسی ضلع پر قابض ہوئے تھے تو وہ رومن قلعہ مین جو سہو قت قصبہ کے اندر تھا۔ مگر بعد مین معدوم ومنہدم ہو گیا اقامت پذیر ہوئے تھے ۱۸۷۷ء مین بھی شہر سے بجانب جنوب ۲ میل کے فاصلہ پر رومن کھنڈر موجود تھے۔ انکے پاس ایک غار تھا جسکی نسبت مشہور تھا کہ وہان بھوت پریت رہتے ہین جب سے بلگیریا آزاد ریاست ہوئی ہے پلیونا کی آبادی اور رقبہ مین کمی ہو گئی ہے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری مین وہان کی آبادی ۱۱ ہزار پانچسو پائی گئی تھی۔ تقریبا پانچہزار باشندے بیر قیاس ۷۷ء مین محاربہ مین ہلاک ہوئے تھے۔ اور اس کے بعد ترک باشندے عثمانیہ قلمرو کو ہجرت کر گئے تھو۔ محاربہ کے شروع مین پلیونا مین صرف ایک کمپنی اور چند جندارمہ موجود تھے۔ ۸ جولائی کو کاسک شہر کے سامنے نمودار ہوئے جسپر ترکی سپاہی راہووا کو ہٹ گئے۔ کاسک دوسرے دن چند باشندون کو بطور یرغمال ساتھ پکڑ لے گئے۔ اور اسی دن عطوف پاشا جو ابتک نیکوپولی ڈویژن مین شریک تھے تین پلٹنین اور چار توپین لیکر بہم پہنچ گئے۔ وہ شہر مین بلا تعرض داخل ہو گئے۔ نو جنکو انہون نے پہاڑیون پر شب باش کیا اور ۹ جولائی کو ایک روسی بیڑہ کی فوج ہراول کو جو گرویونسترا کی پچھلی طرف کی پہاڑیون پر ظاہر ہوئی تھی پسپا کر کے بیقاعدہ سوارون کا رسالہ مرتب کیا۔ سسٹووا اور نیکوپولی سے جو مجروح و مریض پاس آئے تھے۔ انکے لئے فوجی ہسپتال قایم کیا۔ اور جب ۱۵ جولائی کو عثمان پاشا کی آمد کی خبر پائی تو انکی مہمانداری اور آسایش کے لئے کل سامان تیار کیا۔ ذیل مین پلیونا فوج کے ان افسرون کی فہرست درج کرتا ہون جنکے نام مجھے زبانی یاد رہے یا جو میری بیاضون مین درج تھے۔

نوٹ بلغر زبان مین گورنا دتلفظ گورنا اہی) اور ترکی مین یوقرا بالائی کو اور ڈولنا و اشاغہ زیرین کو کہتے ہین۔ بلغاریا کے مقامات کے نام عجیب معمہ ہین۔ اکثر مقامات کے چار چار یا پانچ نام ہین۔ ایسا تو کوئی ہوگا جسکے دو نام نہ ہون۔ پھر لطف یہ ہے کو ہر نام کے کوئی بھی مختلف ہجے ہین جیسے مقامات ترستنک کے ۲۰ اور تاتار بازارجک کے ۱۸ مختلف ہجے دیکھے ہین۔ مصنف۔

مارشل یا مشیر:- عثمان پاشا

جرنیل ڈویژن:- عادل پاشا[۱]

جرنیلان برگیڈ:- طاہر پاشا۔ اسٹاف کا اعلے افسر احمد حفظی پاشا۔ ۲ جولائی کی لڑائی مین زخمی ہوکر ناقابل ہوگیا، قرہ علی پاشا۔ حسن صابری پاشا ۔ اگست مین اس درجہ پر ترقی پائی، عطوف پاشا۔ صادق پاشا ۔ ادراہو سے ۱۲ جولائی کو آیا، رفعت پاشا ۔ صوفیا سے ۲۳ جولائی کو آیا،

کرنیل- توفیق بک۔ حاسب بک (اعلے ڈاکٹر) یونس بک۔ احمد بک (افسر توپخانہ) عثمان بک (افسر کیولری) حمدی بک (۷ جولائی کو قنیچہ سے آملا) امین بک (شروع اگست مین اس درجہ پر ترقی ملی) سعید بک۔ عمر بک۔

لفٹنٹ کرنیل:- خیری بک۔ طلعت بک (دیاور) حسنی بک (۲ جولائی کو ناقابل ہوگیا) محمد ناظف بک سلیمان بک۔ ابراہیم بک۔ رؤف بک۔ عبداللہ بک

جس مکان مین میری کمپنی پناہ گزین ہوئی وہ بلغاریون کا تھا جو یونہی خوف زدہ ہوکر یا اپنی کرتوتون سے کانپ کر ایسی افراتفری مین بھاگ گئے تھے کہ اکثر سامان پیچھے رہگیا۔ اسکی ہر منزل مین تین سے لیکر چار کمرے تھے۔ دروازہ شہر کی طرف جنوب رویہ تھا۔ پچھواڑے کیطرف کوہستانی زرخیز علاقہ تھا۔ جس مین مغرب وشمال مغرب کیطرف نفیس تاکستان تھے۔ مکان کے سامنے گلشن تھا۔ جسکے گرد تار لگا ہوا تھا۔ پچھواڑہ مین سو گز لمبا باغ تھا جسکی باڑ سے پرے کھیت تھے۔

---

[۱] روسی جنیل کروپاٹکن نے جو محاربہ مین شامل تھا اپنی تاریخ مین گو بالعموم خاصکر ترکون کی فوجی جمعیت کے متعلق فاش غلطیاں کین ہین تاہم مندرجہ ذیل واقعہ کے سوا کہ کو اپنی طرف سے اس نے بالکل منصفانہ لکھنے کی کوشش کی ہے وہ لکھتا ہے کہ "ماہ اکتوبر مین ایک ترکی فراری نے مجھ سے یہ ذکر کیا تھا کہ ترکی کیمپ پلیونا مین بعض ایسے افسر (مثلاً عادل پاشا) ہین کہ وہ مدۃ العمر کبھی لڑائی مین شریک نہین ہوئے۔ پس وہ اس محاربہ مین محض بیکار ثابت ہونگے" کروپاٹکن نے یہ صریح غلطی کی ہے یا ترکی فراری نے روسیون کو غافل کرنیکے لئے یہ عمداً جھوٹ بولا ہوگا۔ سابقہ محاربون سے قطع نظر عادل پاشا پلیونا کی تمام لڑائیون مین شریک اور غنیم کی آتشباری کی زد مین رہے۔ تمام فوج مین وہ نہایت نیک نام تھے۔ عثمان پاشا کو اُن پر بے اندازہ اعتبار تھا۔ اور انکی شجاعت کی مین ذاتی طور پر شہادت دیسکتا ہون۔ مین اُمید کرتا ہون کہ کروپاٹکن (جو جنوری ۱۸۹۰ء مین روسی وزیر حرب ہوگیا ہے۔ مترجم) اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن مین عادل پاشا کا نام اس مثال مین نہ رہنے دیگا۔ مصنف۔

ہم سات بجے کھانے پر بیٹھے۔ سپاہیون نے باورچی خانہ مین جو مکان کے قریب بنا ہوا تھا۔ گوشت چاول اور شلغم اکٹھے پکائے تھے۔ پہاڑیون کی تیر توپون کی ہولناک گرج ہمکو سرود کا کام دے رہی تھی اور ہم کھانیکو بے تحاشا نگل رہے تھے۔ اس کے بعد سپاہیون مین ایک دن کی غذا کے لیے بسکٹ تقسیم کئے گئے اور قہوہ تیار کر کے انکو اپنی ایک ایک بوتل بھر لینے کا حکم دیا گیا۔ باقی کی ایک ایک بوتل کنوئین کے خوشگوار پانی سے پُر کیگئی۔ میرے پاس اپنے ناشتہ کے لئے دودھ کے بھی دو ڈول تھے۔ یہ بقال کہین سے لے آیا تھا۔ کہان سے اور کسطرح لایا۔ اُس کے پوچھنے کی مجھے کیا ضرورت پڑی تھی۔ پانی ملا کر دودھ کی مقدار بڑھائی گئی۔ اور اسے ہم نے کھانے کیساتھ پی لیا۔ مگر جیک کے لئے مین نے تھوڑا سا بچا لیا۔ سپاہیونکو سنا دیا گیا کہ دوسرے دن انکو کوئی ناشتہ اور غالبًا دوپہر کا کھانا بھی نہین ملیگا۔ انکو انہین بسکٹون اور سرد قہوہ پر جو ان کے ساتھ ہوگا قناعت کرنی پڑیگی۔ کھانے کے بعد پلٹن کے میگزین سے جو ایک متصل شیڈ مین رکھا گیا تھا۔ سپاہیون مین کارتوس بانٹے گئے۔ نو بجے (اسوقت ابھی دن تھا) حاضری پکاری گئی اور سپاہیون کو وردی لگائے جانیکا حکم دیا گیا۔ اس حکم کی کوئی احتیاج نہ تھی۔ سات دن کے متواتر ڈیل کوچ نے انکی ایسی گت بنا رکھی تھی کہ وہ جہان کھڑے تھے وہین گر پڑے۔ اُٹھنے کے لئے جاگنے کا وقت مقرر کیا گیا۔ مگر میجر نے ساتھ ہی سنا دیا۔ کہ ممکن ہے دشمن کی پیشقدمی کے سبب اس سے پہلے ہی جاگنا پڑ جائے۔

گولہ باری شام پڑتے ہی بند ہو گئی۔ کپتان اور اول لفٹنٹ پہلی منزل کے سامنے والے کمرہ مین تھے جیک۔ ابراہیم۔ اور مینے دوسری منزل کی خوابگاہ مین بستر جمائے۔ چہلا سکوڈ پہلی منزل مین اور میرے اور جیک کے سپاہی بالائی منزل مین مقیم ہوئے۔ سپاہیون نے ہال۔ کوٹھڑیون۔ سیڑھیون۔ زینون پر بستر لگائے۔ تراپ کے زیر کمان بارہ سپاہیون کا گارڈ باورچیخانہ مین مامور کیا گیا۔ اسی گارڈ سے باغ کے سرے پر سنتری لگائے گئے۔ جو ہر آدھ گھنٹے کے بعد بدلے جاتے رہے۔ آدھی رات کو تراب اور اس کے سپاہیون کی نوکری ختم ہو کر باقی رات جیک کی نوکری تھی۔ یہ احتیاط غالبًا اس لئے کیگئی تھی کہ ہمارا مکان شہر کے انتہائی شمالی گوشہ مین تھا۔ اور اگر روسی بھیدی یکبارگی انکو اچانک حملہ آور ہو کر دبا لیتے اور آگے بڑھتے تو سب سے پہلے اس مکان سے ان پر نظر پڑ سکتی تھی۔

ان سب باتون سے فارغ ہو کر مینے غسل کیا جسکا مزہ کچھ میرا ہی دل جانتا تھا۔ جو لوگ ہر روز غسل کا سامان مہیا رکھتے ہین۔ وہ اس نعمت کی قدر کیا جانین۔ محمد ہر دور بڑا ہی جفاکش اور سخت جان شخص تھا اُسے اب شطرنج کا خبط آ سوجھا۔ اتفاق سے اسے مہرے ایک الماری سے مل گئے تھے۔

بازی کا تقاضا کیا۔ میں نے تکان کوفت کے بہتیرے عذر کئے۔ اس نے ایک نہ سنی۔ آخر لاچار ہو کر میں
اس کے کمرہ میں چلا گیا۔ کپتان وہاں نہیں تھا۔ وہ سجر کے پاس گیا ہوا تھا۔ بازی کھیلتے وقت ہم نے گھوڑوں
کی ٹاپ سنی۔ باہر جھانک کر دیکھا تو چند چرکس سوار۔ ایک رسالہ نظامیہ اور ایک باتری مشرق رویہ
شہر سے باہر جا رہی تھی۔ ساڑھے نو بجے شہ مات ہو کر میں اُٹھ بیٹھا۔ اسی وقت کپتان بھی آ پہونچا جس نے
مجھے مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے "تم کل پہلی مرتبہ آتشباری کی زد میں جاؤ گے۔ اور باغلب وجوہ
لڑائی نہایت ہولناک اور سخت ہوگی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اپنا فرض پوری طرح ادا کرو گے"
محمد ہرور نے بعد میں مجھ سے ذکر کیا کہ کپتان کئی گھنٹے خط لکھنے میں مصروف رہا تھا۔ وہ نما گیا اس کے
فرزندوں کے نام ہونگے۔ جہاں تک مجھے تجربہ ہوا میں کہہ سکتا ہوں کہ کثرت ازدواج سے اپنی اولاد اور
وابستگان سے مرد کی محبت میں کچھ کمی نہیں ہو جاتی۔ مگر یہ تجربہ صرف یوروپین علاقہ کے ترکوں تک
محدود ہے۔ ہرور کے پاس سے اُٹھ کر میں تراب کو ایک نظر دیکھنے کے لئے باورچی خانہ گیا۔ قرآن شریف اسکے
سامنے کھلا ہوا تھا۔ مگر آنکھیں بند اور وہ اونگھ رہا تھا۔ کچھ سپاہی کل کی متوقع لڑائی پہ سرگوشیاں کر رہے
تھے۔ اور کچھ سوئے ہوئے تھے۔ باغ کے سرے پر سنتری اپنی مختصر حدود گشت میں تانا بانا لگائے ہوئے
تھے۔ جب میں اپنے کمرہ میں گیا تو دس بج چکے تھے۔ جیک خواب خرگوش میں تھا۔ اور اس کے لبوں پر
مسکراہٹ نمودار تھی۔ میرا دل بھرا ہوا تھا۔ اور میں باتیں کر کے اسے ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے
اپنے دوست کو بے آرام کرنا پسند نہ کیا۔ اور پوری وردی لگائے تلوار اور ریوالور کو جسکے سارے خانے
بھرے ہوئے تھے تکیے کے نیچے رکھ کر جیک کے پاس لیٹ گیا۔ اللہ اکبر پختہ چھت کے نیچے اور مکلف پلنگ پر
سونا کیا مزہ دیتا ہے۔ بلیو وا کی شب باشی کے بعد اب ساڑھے تین مہینوں کے پیچھے میں مسقف کمرہ میں اور
مکتب حربی کو چھوڑ کر پورے چار مہینوں کے بعد باقاعدہ پلنگ اور بستر پر لیٹا۔ چوطرفہ سپاہیوں کے خراٹوں کی آوازیں
آ رہی تھیں۔ مگر اور سب طرح سے مکان میں سناٹا تھا۔ شہر پر بھی غیر طبعی سخت خاموشی چھا رہی تھی
اور یہ مطلقاً گمان نہیں ہوتا تھا کہ چند مربع میلوں کے علاقہ میں ۱۵ ہزار آدمی جو علی الصباح مرنے اور
مارنے کو مستعد و تیار ہونگے موجود ہیں۔ البتہ کبھی کبھی کسی پٹرول کی دھمک یا گھوڑے کی ہنہناہٹ
سنائی دی جاتی تھی۔ میں گو کوفت سے مردہ ہو رہا تھا۔ لیکن نیند کوسوں دُور
تھی۔ میں مجبور ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ اور دریچہ میں سے جھانکنے لگ گیا۔ بازار سنسان تھا
غرب کیطرف ہماری گاڑیوں کی صف کھڑی تھی۔ اور سنتری گل کے پتلوں کیطرح ان کے
پاس گشت کر رہے تھے۔ مشرق رویہ ایک یا زیادہ میلوں کے فاصلہ پر مجھے

بیشمار الاؤ دکھائی دیئے جنکو غالباً بعینہٖ ہی بکٹون نے روشن کر رکھا تھا۔ ان سے ظاہر ہو رہا تھا کہ دشمن کی پیشقدمی اور شبخون کا بخوبی انتظام کیا گیا ہوا ہے۔ مین کھڑکی مین ہی تھا کہ ایک طرف سے دو اور شہر کیطرف سے ایک افسر گھوڑون پر سوار کھڑکی کے نیچے ایک دوسرے کو ملے۔ اور ان مین سے ایک نے رپٹ بولی کہ بکٹون مین سب طرح سے خیریت ہے۔ پھر وہ کرنیل کے مقام رہائش کو چلے گئے۔ مین پھر پلنگ پر جا لیٹا اور سو جانیکی بیفایدہ کوشش کرنے لگا۔ دن کی لڑائی کے خیالات مہیب صورت مین میرے دماغ پر مستولی ہو رہے تھے۔ ناظرین مین امید کرتا ہون کہ تم یہ پڑھکر میری ہنسی اڑاؤ گے میری عمر ہی کیا تھی۔ صرف اٹھارہ برس اس عمر مین جینے کا شوق کس کو نہیں ہوتا مین اقبال کرتا ہون کہ اس خیال نے میرا حوصلہ بالکل زایل کر دیا تھا۔ کہ ممکن ہے کل ہو تے مین آغوش لحد مین ہون جہان قیامت تک بسیرا کرنا ہوگا۔ مجھے موت کا پورا یقین ہو گیا تھا جو پورا نہ ہوا۔ علم روحانیات کے شایقین کی سوسائٹی کو اگر ایسے دلی یقین کے پورا نہ ہونیکی کسی مثال کی خواہش ہو تو انکے اطمینان کے لیئے میرا یہ ذاتی تجربہ موجود ہے۔

آدہی رات کو ابراہیم نے جیک کو جگانے کے لئے آدمی بھیجا۔ مینے اور اس نے جیک کو بیدار کیا جو منہ سر دہو کر اسے تولیا سے پونچھتا ہوا نیچے اتر گیا۔ اور اس کے بعد تراب آکر فی الفور پلنگ پر خواب خرگوش مین سو گیا۔ وہ مجھ سے یہ بات بھی بمشکل کر سکا تھا کہ اس کے پہرہ مین سب طرح خیریت رہی ہے سپاہیونکی آوازیں بھی مینے سُنی۔ اس کے بعد مکان اور باغ مین کسیقدر چل پہل ہوئی۔ دبی آواز مین چند حکم دیئے گئے۔ اور پھر کل مکان پر سناٹا چھا گیا۔ رات کی خاموشی نے آخر مجھ پر بھی اثر کر دیا اور مین گہری نیند سو گیا ✢

حصّہ اوّل ختم شد

فہرست مضامین حصہ اول محاربات پلیونا

حصہ اول کے نقشون وغیرہ کی فہرست

مختصر فہرست کتب حمیدیہ ایجنسی دفتر اخبار وطن و حمیدیہ سٹیم پریس لاہور

تاریخ خاندان عثمانیہ

ابتدائے عہد سے

اس مبارک و مظفر خاندان کی مفصل تاریخ جدید اصول تاریخ نویسی کے مطابق مبصّرین کی رائے ہے کہ گذشتہ سو سال میں اس پایہ کی کوئی اسلامی تاریخ کسی اسلامی ملک میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ جلد اول قیمت دو روپیہ (عہ) جلد دوم قیمت ؏ - کل قیمت چار روپیہ چار آنہ

ادہم پاشا کے کارنامے معہ حالات جنگ سوڈان و محاربہ تبراہ و مہمند و تاریخ تحریک و تجویز بغداد و حجاز ریلوے تین حصوں میں معہ تصاویر۔ ضخامت ہزار صفحے کے قریب ہے۔ طبع دوم قیمت ۱۵ر

ٹرکی کی موجودہ حالات

اور اسلامی دنیا کا فوٹو۔

اسم بامسمی کتاب ہے۔ کوئی اسلامی خطہ یا کوئی اسلامی فلاح و ترقی کا مسئلہ نہیں۔ جس پر اس میں مفصل بحث نہ کی گئی ہو۔ مختصر یہ تمام اسلامی ممالک کے موجودہ حالت اور جدید اسلامی تحریک کی مکمل باتصویر تاریخ ہے۔ طبع دوم قیمت تین روپیہ دو آنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳ر

واقعات روم

ایک امریکن مصنف مزاج کی تالیف کا

ترجمہ معہ حواشی ہے۔ اس میں سلطنت عثمانیہ کے ہر صیغہ کی ترقیات کا سلسلہ وار بیان ہے قیمت صرف بارہ آنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

تاریخ مراکو و مغرب الاقصےٰ

مراکو کے حالات معلوم کرنے کا آجکل کس کو شوق نہیں۔ یہ کتاب اردو زبان میں اسکی پہلی جامع و مانع تاریخ ہے قیمت حصہ اول ؏ - قیمت حصہ دوم و سوم ؏ کل قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳ر

ٹرکی کی موجودہ حالت اور اسکی باجگذار ریاستیں

اسمیں سلطنت عثمانیہ کے ہر شعبہ اور ہر ایک باجگذار ریاست کے مفصل حالات کے علاوہ مصر۔ ٹیونس۔ بلگیریا بوسنیا۔ ہرزیگوینیا۔ قبرس و طرابلس الغرب وغیرہ کی موجودہ کیفیت معہ تشریح ضوابط اور آئین درج ہے۔ طبع دوم ضخامت قریباً دگنی ہوگئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

حالات استنبول و قسطنطنیہ

اسلامی دار الخلافہ ترکوں کی معاشرت اور اسلامی دربار

محاربات تھسلی

یعنی محاربہ روم و یونان اور مارشل

کے ضوابط و مراسم کا دلفریب مرقع ہے قیمت عہ؍

عمر پاشا فاتح کریمیا

ناول کے پیرایہ میں

جنگ ڈینوب و محاربہ کریمیا کے مفصل حالات روسی و جرمن و آسٹروی درباروں کے اسرار روسیوں کی بیدست و پائی اور ترکوں کی شجاعت و شہامت کے اصل جوہر کا اظہار چار حصوں میں قیمت چار روپیہ فی حصہ۔ جدا جدا قیمت ایکروپیہ عمہ؍

مقدمہ تاریخ ابن خلدون کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں

جسے بصرف کثیر

کارخانہ وطن نے تیار کرایا ہے۔ اب تک کسی شخص کو عبارت کی دقت کی وجہ سے اسکے اردو میں ترجمہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ مکمل تین جلدوں میں۔ کل اہم اسلامی علوم و فنون اور واقعات معہ واقعہ شہادت امام حسینؑ پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ قیمت جلد اول عہ۔ جلد دوم عہ؍، جلد سوم ؎، مکمل کتاب قیمت سات روپیہ ... ؎

ایک ترک کا روزنامچہ

یعنی خالد خلیل ترکی پروفیسر

اکسفورڈ یونیورسٹی کی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ جس میں ینگ ٹرکش پارٹی کے ایک سرکردہ ممبر کی غلط بیانیوں کی بھی کافی تردید ساتھ کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ خالد خلیل وہی شخص ہے۔ جس نے نزاع طابہ کے دوران میں ثابت کر دیا تھا کہ وہ سلطان

سے گو کیسا ہی ناراض ہے۔ لیکن ملکی عزت کا اسے بھی کچھ کم پاس نہیں۔ قیمت ایکروپیہ چار آنہ عہ؍

تاریخ عرب و عراق

پادری زویمر کی

کتاب کا اردو ترجمہ۔ جس سے بے شمار تاریخی حالات کے علاوہ ان مساعی کا بھی علم ہو جاتا ہے جو مسیحی پادری عرب میں اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے سالہا سال سے کر رہے ہیں۔ قیمت عہ؍

مصر و انگلستان

مصنفہ لارڈ ملنر کا اردو ترجمہ۔ اس سے مصری مسئلہ خوب سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور مصر کے قبضۂ انگریزی کے اسباب و بواعث اور نتائج اور موجودہ حالت نہایت شرح و بسط سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ قیمت ؎

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب کا اردو ترجمہ خلفائے راشدین کی

مستند ترین تاریخ یہ بالکل نادر الوجود تھی۔ کارخانہ وطن نے خاص کوشش سے ایک نسخہ بہم پہنچا کر اسکا ترجمہ کرایا ہے۔ حصہ اول تین روپیہ (سے) حصہ دوم (سے) حصہ سوم عہ۔ مکمل کتاب ؎

حالات صدیق اکبرؓ

مع خالد بن ولید سیف اللہ۔

ایک تازہ عربی تالیف کا ترجمہ قیمت ... ؎

حسب ضابطہ رجسٹری کرائی گئی ہے

دشمن قارنجہ الشیہ فیل گئی ظن ایلہ

خواہ دشمن چیونٹی کے برابر ہو اُسے ہاتھی کے برابر خیال کرنا چاہیے

محاربات پلیونا

حصّہ دوم

یعنی

وہ لڑائیاں جو ۱۸۷۷ء کے جنگ میں بمقام پلیونا روم و روس میں ہوئیں

اور

جن کے حالات لفٹننٹ ہربرٹ نے (جو خود جنگ مذکور میں شریک تھے)

انگریزی میں تحریر کئے تھے

اس کا ترجمہ

مولوی محمد انشاء اللہ صاحب زمیندار انعام آباد ضلع گوجرانوالہ

اڈیٹر وطن لاہور نے

بایزاد حواشی اور فٹ نوٹوں کے اُردو میں کیا

سنہ ۱۹۱۲ء میں

بار چہارم

حمیدیہ الجنبی کیلئے مطبع حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا

باب ششم

پلیونا کی پہلی لڑائی - ۲۰ جولائی ۱۸۷۷ء

مینے خواب دیکھا کہ میں اس لائین پر ٹرین کی آواز سن رہا ہوں جو میرے مسکونہ شہر[1] میں ہماری مکان کے پاس گذرتی ہے - یہ آواز بتدریج بہت ہی بلند اور تیز ہوتی گئی - حتیٰ کہ انجن کمرہ میں یعنے میری برتھی خوابگاہ میں آکر پھٹ گیا ہے اسی وقت کسی نے ٹھوکر لگاکر مجھے بیدار کر دیا - وہ ابراہیم تھا - جس نے للکار کہا "اُٹھو - نقارے بج رہے ہیں کو دشمن نے بڑھنا شروع کر دیا ہے" اسوقت طلوع فجر قریب تھا اور ۲۰ جولائی جمعہ کے آنے میں جو میری نبرد آزمائی کا روز اول تھا تھوڑی دیر باقی تھی - میری گھڑی میں غالباً دو بجکر چالیس منٹ گذرے تھے - میں نے اپنے اسلحہ اٹھائے - سر کو پانی کے طاش میں غوطا دیا - اور منھ کو پونچھنے بغیر نیچے دوڑ گیا - ہال (بڑے کمرہ) میں پیتل کا ایک گھڑیال ٹنگا ہوا تھا جسے غالباً مالکان مکان سب کو کھانوں کیوقت کی اطلاع کر دینے کے لئے استعمال کرتے ہونگے - مینے اسے جاکر زور سے بجایا - جسپر ایک منٹ سے بھی کم وقفہ میں میری کمپنی مکان سے باہر صف بستہ کھڑی ہوگئی - اسی کوچہ میں ہماری بٹلن کی ایک دوسری کمپنی جمع ہو رہی تھی - چہار طرفہ دوڑ دھوپ اور چہل پہل کا سمان تھا - ہر ایک سمت سے بگلوں - حکم کے الفاظ - سپاہیوں کے دستوں کی دھمک اور گھوڑوں کی سموں کی ٹاپ کی آوازیں آرہی تھیں - باش چاؤش بزعم خود میر میران بنے ہوئے اور ہر ایک کے مزاحم ہوتے ہوئے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے - میں اپنے باش چاؤش کو دیکھکر مسکراہٹ کو ضبط نہ کر سکا - اسے دیکھکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کل سلطنت عثمانیہ کی حفاظت و سلامتی کا بوجھ اسی کے ذمہ ہے - اتنے میں ہمارے قول آغاسی نے کپتان کے پاس آکر اس سے کچھ کہا - اور اس نے حکم دیا "نام پکارو" جیک کے دستہ کے تین آدمی نام پکارے جانے پر نہ بولے - وہ باغ کے سرے پر سنتری کا کام دے رہے تھے - اور گارڈ (یعنے باورچیخانہ والے محافظ سپاہیوں) نے انہیں بلا لینا فراموش کر دیا تھا - ان کو اب بلایا گیا - اور کمپنی پوری ہوگئی - تراب اور اسکے دستہ کو علم لانیکے لئے جو میجر کے کوارٹرز (مقام اقامت) میں تھا - بھیجا گیا - اور وہ مع میجر واپس آئے تھوڑی دیر میں دوسری کمپنیاں بھی پہونچگئیں - اور جب بٹلن مکمل ہوگئی تو ہم مشرق رویہ روانہ ہو گئے -

شہر سے باہر نکل کر ہم نے بلگرینی سڑک پر اس پل کے قریب جو نالا گریوتیزا پر ہے ہالٹ (قیام) کیا - شہر سے دوسری فوجیں - (دو بٹلنیں - ایک رسالہ - چند چرکس سوار) ہمیں ہی آملیں - کمان پر ہمارا کرنیل (حسنی بک - یا سعید بک ؟) عقب کالم کا کمانیرہ تھا - بلکہ کوئی اور کرنیل تھا - یہ دونوں دستہ یمین میں تھے - دو بٹلنوں

[1] یعنے برلن

سے تین متوازی کالم (عمود) بنائے گئے۔ میری پلٹن کی چاروں کمپنیوں سے درمیانی اور دوسری پلٹن کی چار کمپنیوں سے باقی دونوں عمود جو ہمارے دونوں بازوؤں میں تھے۔ میری کمپنی ہراول میں تھی۔ اور وہ ایک پگڈنڈی پر کھڑی تھی۔ جو شمال مشرق کی سمت میں ان پہاڑیوں کے سلسلہ کیطرف جاتی تھی جنکی چوٹی تقریباً دو میل کی مسافت پر معلوم ہوتی تھی۔ ہم سے آگے بیقاعدہ کیولری کے چند چھوٹے چھوٹے بیڑے تھے۔ ہم اس قدر معروف تھے کہ مجھے قریب الوقوع لڑائی اور اس کے نتیجہ پر خیال کرنے کی کوئی فرصت ہی نہ تھی۔ جیک خوش وخرم اور تازہ دم تھا۔ اس کی آنکھیں پُرجوشی سے انگاروں کیطرح چمک رہی تھیں۔ مینے کسی نہ کسی طرح اس کے قریب پہونچکر اس سے مصافحہ کیا۔ اس نے یہ الفاظ کہے "رفیق شفیق! خدا تمہارا حافظ و ناصر رہے۔"

تین پر دس یا پندرہ منٹ گذرے تھے کہ آگے بڑہنے کا حکم دیا گیا۔ ہم نے بڑھنا شروع کیا۔ ہمارے آگے آگے طبل بجتے جاتے تھے اور عَلم لہرا رہے تھے۔ مگر نقاروں کا بجایا جانا جلدی ہی بند کر دیا۔ صبح کمال درجہ آب و تاب کی تھی۔ دھوپ نکھری ہوئی۔ ہوا تازہ اور آسمان صاف تھا۔ ہمارے چپ و راست دوسرے کالم کھیتوں میں سے گذر رہے تھے۔ ہمارا راستہ چونکہ ان سے اچھا تھا۔ ہمارا کالم انسے کسیقدر آگے رہتا تھا۔ کالموں کے دونوں طرف چرکسوں کے چھوٹے چھوٹے دستے تھے۔ زمین بتدریج بلند ہوتی جاتی تھی۔ دائیں بائیں نظر کرنے پر مینے دیکھا کہ ایک پلٹن ہماری بائیں طرف شمال رویہ بڑھ کر جلد نظر سے غائب ہوگئی ہے۔ مغرب۔ جنوب مغرب اور جنوب میں مینے ایک سے لیکر تین میل کے فاصلہ میں اپنی انفنٹری اور آرٹلری کے زبردست دستے اپنے اپنے موقعوں پر کھڑے دیکھے۔ یہ نقشہ دیکھکر ہر ایک کو معلوم ہوسکتا تھا کہ ہم دشمن کے حملہ کیلئے پوری طرح سے تیار ہیں۔ اس موقعہ کی پہاڑیاں بے شجر ہیں۔ بلند زمین پر ہونے کی وجہ سے میں کُل علاقہ کو اچھی طرح سے دیکھ سکتا تھا۔ تاحد نظر مجھے کوئی غنیم نظر نہ آیا۔

ہم اپنا اسباب مکان میں چھوڑ آئے تھے۔ اور اپنے ساتھ فقط روٹی ڈالنے کے جھولے۔ بوتلیں اور کُدال جو فی کمپنی چار چار تھے لائے تھے۔ کپتان نے مجھے لوٹیروں سے بقچوں اور گراں کوٹوں کی حفاظت کے لئے ایک سپاہی مکان پر پیچھے چھوڑ جانیکے لئے کہا تھا۔ اس پر طبعی طور سے میں نے ایسے آدمی کو منتخب کرنا تھا جسکی بہادری پر مجھے شبہ تھا اور ساتھ ہی جسکے پاؤں بھی زخمی تھے مگر کپتان نے اس کام پر ایک معتبر آدمی کو لگا کر مجھ سے کہا کہ اگر تمہارا مقرر کردہ آدمی اکیلا چھوڑا جاتا تو وہ بلاشبہ بھاگ جاتا۔ ساتھ لیجانے سے ممکن ہے کہ ہم اس سے مخلصی پالیں یعنے وہ مرجائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہمارے بارکش گھوڑے جو کل پلٹن کے لئے اٹھارہ تھے پلیونا میں رہے۔

مارچ شروع ہونے پر سپاہی جواب تک خاموش رہے تھے۔ تازہ دم اور انکے حوصلے قایم ہو گئے۔ سالگذشتہ کے محاربہ میں جو سپاہی شامل تھے وہ فخریہ اپنے کارنمایاں سنانے اور نوجوان تازہ رنگروٹوں کو مفید وقت نصیحت کرنے لگ گئے تھے۔ سپاہی بسکٹیں چباتے۔ قہوہ پیتے۔ کہانیاں بناتے اور ایکدوسرے سے ہنسی مذاق کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد راستہ ایک نشیبدار گھاٹی میں داخل ہوگیا۔ اور راست چپ کے کالم ہماری نظر سے اوجھل ہو گئے۔ وہاں چرکسونکی ایک جماعت ہمارے انتظار میں کھڑی تھی۔ وہ ہم سے دوسو گز آگے آگے چلتے تھے۔ وہ گویا ہمارے ہراول تھے۔ اور پھر انہوں نے بطور ہراول ۶ سوار اپنے سے آگے رکھے ہوئے تھے۔ اس دن اول سے آخر تک تمام میدان جنگ میں جہاں تک کہ میری نظر کام کرسکتی تھی ہماریطرف ہر ایک امر ایسی درستی سے طے ہوا جیسے کہ کسی نہایت ہی عمدہ اور تازہ تیل دئیگئی کل کے پرزے کام دیتے ہیں۔ مگر بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے دستہ یمین میں جو جنوب میں تھا بہت کچھ بے ترتیبی حادث ہوگئی تھی۔ اور اسطرف عرصہ دراز تک میدان روسیوں کے ہاتھ میں رہا تھا۔ تاہم اس معاملہ کا مجھے کوئی ذاتی علم نہیں۔ ہر ایک افسر کو کمانیران کمپنی تک مفصل اور واضح احکام پہلے سے دیدیئے گئے ہوئے تھے۔ لیکن ہم لفٹنٹوں کو لڑائی کی متعلقہ تجاویز سے مطلقاً آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔

پیچھے مڑکر دیکھنے پر مجھے اپنی پلٹن کی دوسری کمپنیاں پیچھے آتی دکھائی دیں۔ دو کلیجا تھیں اور تیسری بطور ریزرو فوج اُن سے بھی پیچھے تھی۔ میجر قلب کی کمپنیوں کیساتھ اور رقول آغاسی جسکی رفاقت کپتان کو سخت ناگوار تھی ہمارے ساتھ تھا۔ مگر یہ تیز و طرار دخل در معقولات دینے والا افسر لڑائی میں زخمی ہو گیا۔ جس پر ہمارے کپتان کو بڑی خوشی ہوئی۔ چار بجے ہم اس مقام پر پہنچے جہاں راستہ ایک گھاٹی سے تقاطع کرتا تھا۔ چرکس وہاں کھڑے ہو گئے اور مینے معلوم کیا کہ ہم پہاڑیوں کے سلسلہ کی چوٹی سے جو راستہ اور گھاٹی کی سطح سے پچاس فٹ بلند تھی آگے گذر گئے ہیں۔ گھاٹی نالہ؎ کے گذرگاہ کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ فرق اتنا تھا کہ اس میں پانی نہ تھا اسکے دونوں کناروں پر جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ہماریطرف کے کنارہ پر چند درخت بھی تھے۔ کپتان نے ہمکو بتایا کہ ہم مقام مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ چرکسوں نے گھوڑوں سے اترکر ان کو عقب میں بھیجدیا۔ اور خود راستہ کے دہانہ پر قایم ہو گئے۔ لیکن ان میں سے چھ گھاٹی کو عبور کرکے راستہ راستہ گھوڑوں پر ہی آگے آگے بڑھے گئے۔ کدال برداروں نے چرکسوں کی حفاظت کے لئے نیم مکمل سے مٹی کے دمدمے بنادیئے۔ میرے اور جیک کے دستہ کے آدمی راستہ کی بائیں طرف اور اول لفٹنٹ کا دستہ

؎ یہ گھاٹی (یا وادی) اگر یوتنزا کے مشرق سے شروع ہو کر شمال مغرب رویہ دس میل تک لمبی چلی جاکر مقام ریتیلکہ قریب وادی دو سے ملجاتی ہے۔ برسات کے موسم میں وہ نالا بنجاتی ہے۔ مگر خشک موسموں میں صرف آخری میلوں میں پانی ہوتا ہے۔ مصنف

دائیں طرف مقرر کیا گیا۔ مگر سب سپاہی پہاڑی کے کنگرے پر ہی رہے اپنے اپنے مقام تعیناتی پر پہونچنا سہل کام نہ تھا۔ کل کمپنی کے سپاہیوں کو ایک لمبی صف میں کرکے انکو لیٹ جانے اور درختوں - جھاڑیوں - چٹانوں۔ غرض ہر قسم کی آڑ اور پناہ سے فایدہ اُٹھانے اور کام لینے کا حکم دیا گیا۔ ہم سے دس منٹ بعد بائیں کالم کی ہراول کمپنی پہونچ گئی۔ اور چونکہ میں صف کی انتہا پر تھا مجھے اس کے قریب رہنے کا حکم دیا گیا اس پر میں نے اپنے آدمیوں کو اسطرح قایم کیا کہ حکم کی تعمیل ہو سکے۔

ہماری طرف کا ڈھلاؤ سیدھا تھا۔ مقابل کے دامن کے کنگرہ کا ڈھلاؤ آسان اور ہماری طرف والے کی نسبت دس سے لیکر پندرہ فیٹ تک پست تھا۔ جہاں ہم تھے وہاں سے سامنے کی بلند زمین جس پر کہیں کہیں درختوں کے جُھنڈ بھی نظر آتے تھے۔ لیکن ہماری نگاہ دور تک کام نہیں کرسکتی تھی۔ اسموقعہ پر ہمیں کامل ایک گھنٹہ سخت انتظار میں رہنا پڑا۔ سپاہی کھاتے پیتے رہے لیکن بولنے کی ممانعت تھی۔ کرنیل اور میجر نے پیدل آکر ہمارے موقعہ کا معاینہ کیا اور قلب کی کمپنیوں کو واپس جاتے وقت کلر سکوئیڈ کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ترکوں میں کسی واحد کمپنی کو خاص طور پر سکرمشنگ (فوج کے آگے آگے منتشر ہوکر غنیم پر گولیاں چلانے) کی مشق نہیں سکھائی جاتی (یا یہ کہ ۱۸۷۷ء تک نہیں سکھائی جاتی تھی) اور نہ فوج سے یہ کام لیا جاتا ہے یا لیا جاتا تھا۔ اس دن ہم کو یہ کام دینا پڑا۔ دوسری لڑائیوں میں ہم پلٹن کے قلب یا ریزرو میں رہتے رہے۔

جبکہ ہم غنیم کے انتظار میں لیٹے ہوئے یا بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے اردگرد لڑائی کے کوئی آثار نہ پائے جاتے تھے۔ درختوں کی شاخوں میں سے چھنکر دھوپ معطر اور گیاہ دار زمین پر روشنی اور سایہ کے عجب نقشے بنا رہی تھی - ہر طرف جنگلی پھول کھلے ہوئے تھے۔ بلبلیں ہمارے سروں پر بیٹھی ہوئی خوش الحانی سے نغمہ سرائی اور اظہار تعشق کر رہی تہیں - بادنسیم کے جھونکے پتوں کے ساتھ عجب راز و نیاز سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

پانچ کا عمل ہوگا کہ چرکس ہراول کا ایک آدمی گھوڑے کو دُلکی دوڑاتا ہوا ہمارے پاس واپس آیا اور اس کے بعد فوراً ہی ایک توپ کی آواز نے بلبلوں کو خاموش کردیا۔ جنگلی چوہوں کو جو اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے تھے بلوں میں داخل کردیا۔ اور سپاہیوں کو جو زبردستی اونگھے جاتے تھے چونکا دیا۔ یہ آواز گویا کسی جادوگر کا عصا تھی جس نے کامل پُرامن کیفیت کو فی الفور جنگ کے مہیب شور و غل میں متبدل کردیا۔ یہ روسی توپ کی آواز تھی۔ ہماری باتریوں نے پہلے ہماری دائیں طرف سے اور پھر بائیں طرف سے بھی اسکا ایک منٹ سے کم وقفہ میں جواب دینا شروع کردیا۔ ابتدا میں گولہ باری مدہم رہی۔ جب

قریبی باتریاں تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوتیں تو شمال مغرب، مشرق اور مغرب کی طرف کی بعیدی باتریوں کی آواز بھی صاف سنائی دیتی تھی۔ گولہ باری جلد تیز و تند ہوگئی۔ جسکی گرج میں کوئی وقفہ نہیں پڑتا تھا۔ میرے کان اس مسلسل گرج کے جلدی ہی ایسے عادی ہوگئے کہ مجھے اسکی کوئی پروا نہ رہگئی۔ گویا کہ دوسری چیزوں کی طرح یہ بھی قدرت کے لوازمات میں سے تھی۔ روسی گولوں کی زد ہم سے بہت قریب ہوگئی۔ ہم ان کو اپنے سروں کے اوپر سے گذرتے ہوئے دیکھتے تھے۔ مگر ان میں سے ہمارے درمیان کوئی نہ گرا۔ یہ رنگ دیکھ کر کئی تازہ رنگروٹوں نے حوصلہ ہار دیا اور واپس جانے کی اجازت مانگی۔ یہ بتانا فضول ہے کہ اسے قبول نہ کیا گیا۔ مینے بعد میں سنا کہ میری پلٹن کے قلب میں دو دفعہ گولے پھٹے۔ جس سے اس کو اپنی جگہ بدلنی پڑی۔

توپوں کی گرج یکبارگی بند ہو جانے سے ہم سب چونک اُٹھے اس کے بند ہوتے ہی چرکس ہراول سرپٹ گھوڑے دوڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ دبی آواز میں بندوقیں سر کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ" کا حکم دیا گیا۔ جو مسلسل گونج کی مانند یکے بعد دیگرے کل صف میں پھر گیا۔ میرا دل اسوقت بطرح تڑپ رہا تھا۔ اگر دشمن نظر کے سامنے ہوتا تو شاید وہ اسقدر نہ دھڑکتا۔ مینے جیک کیطرف دیکھا۔ وہ دبی آواز میں کچھ حکمدے رہا تھا۔ کیونکہ اتم خاموشی کا سخت حکم تھا۔ اس کا چہرہ جوش سے تمتما رہا تھا۔ جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ لڑائی کے لئے کمال بیقرار ہو رہا ہے۔

اتنے میں میرے دستہ کا ایک آدمی نرم آواز میں پکار اُٹھا "وہ دیکھو غنیم نظر آنے لگ گیا ہے"! نظر اٹھائی تو مینے دو سو گز کے فاصلہ پر فی الواقع سیاہ وخاکی وردی پہنے ہوئے سپاہیوں کو دبے پاؤں ایک پناہ سے دوسری پناہ کو آگے بڑھتا دیکھا۔ وہ روسی "سکرمشر" تھے۔ میں نے دوربین آنکھوں سے لگائی۔ ادھر سامنے کا کنگرہ یا دامن آناً فاناً کئی سو آدمیوں سے بھر گیا۔ میں نہیں جانتا وہ کہاں سے آگئے۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ زمین میں سے نکل پڑے ہیں۔ پھر جھٹ پٹ آدمیوں کے سیاہ دل بادل کنگرہ کی چوٹی پر نمودار ہوگئے۔ وہ فوج پیدل کے مجتمع دستے تھے۔ میرے خیال میں انکی جمعیت دو پلٹن کی تھی۔ وہ ظالم و بیرحم قسمت اور قضاء مبرم کیطرح تیزی اور خاموشی کیساتھ آگے بڑھے چلے آتے تھے۔ مینے ان کے اسپ سوار افسروں۔ ہوا میں لہلہاتے ہوئے علموں اور صبح کی شعاعوں میں انکی سنگینوں کے صیقل شدہ فولاد کو چمکتے ہوئے یعنے لڑائی کے تمام لوازمات کو ایک نظر دیکھا ہی تھا کہ نقاروں پر چوٹ پڑنے سے ہوا میں تلاطم پیدا ہوگیا میں نے دوربین کو ہٹا کر اپنی تلوار کو (جو بیکار محض تھی) مضبوط پکڑ لیا۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ چرکسوں کی واپسی سے کتنے عرصہ بعد آتشباری شروع ہوئی۔ مجھے یہ وقفہ

صدیوں سے زیادہ معلوم ہوا۔ مگر وہ چند منٹوں سے زیادہ نہ تھا۔ "آتشبازی" کے حکم کا انتظار بہت
ہی شاق گذر رہا تھا۔ اتنے میں ایک مکروہ شکل ریشدار شخص بدنما ٹوپی سر پر رکھے ہوئے سامنے کے
ساحل پر جو تخمیناً پچاس گز بعید تھا۔ نمودار ہو گیا میں نے ریوالور کا گھوڑا اُٹھالیا۔ اسی اثنا میں اور
آدمی بھی پہونچ گئے۔ اور تھوڑی دیر میں میں نے سو آدمی شمار کئے۔ ابھی تک کوئی گولی سر نہ ہوئی تھی۔
آخر کار ہمارے بکلچی نے "فائر" کا حکم سنا دیا۔ اور رائفلوں کی آواز سے تمام وادی گونج اُٹھی۔ میرے
چاروں طرف غلیظ سفید دُھواں چھا گیا۔ کوئی چیز اسطرح سے سنناتی ہوئی میرے پاس سے گذری کہ گویا
وہ پردار سیاہ بوتل تھی۔ ہوا میں اس سے جو تموج پیدا ہو گیا تھا وہ میرے کان سے آ ٹکرایا۔ اس کے بعد
پے درپے یکے بعد دیگرے گذرنی شروع ہو گئیں مجھے سوجھ پڑی کہ یہ دشمن کی گولیاں ہیں یہ سوجھ پڑتے
ہی مجھ پر ایسی حالت طاری ہو گئی جیسی کہ سخت قسم کے ہیضہ میں انسان پر شروع میں کیفیت گذرتی ہے
گولیوں کی بوچھاڑ میں پہلی مرتبہ ہونے کے وقت اپنی حالت کو میں نے اس لئے بالوضاحت بتادیا ہے کہ اسکا
دورہ پھر کبھی نہ ہوا۔ دوسری لڑائی میں میں ایسا لاپرواہ اور سخت جان ہو گیا تھا کہ گویا برسوں سے سپاہگری
کررہا ہوں۔ اس بیچارگی سے میں چند لحظوں میں سنبھل گیا۔ اور میرا دل مضبوط و قایم ہو گیا۔
دو طرفہ گولیوں کی مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ میرے پاس کا ایک سپاہی جو گھٹنوں کے بل تھا منھ کے بل گرا
اور پھر نہ اٹھا۔ ایک دوسرے سپاہی کا کان گولی اُڑا لے گئی۔ جب دھواں دور ہوا تو میں نے تین
روسیوں کو گھاٹی یا نالہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ ایک کا منھ لہو لہان ہو رہا تھا۔ اور دوسرے دونوں
بڑے عذاب سے جان توڑ رہے تھے۔ اسی لحظہ غنیم کے سپاہی پرے باندھے سامنے کے کنارہ پر پہونچ
گئے۔ میری دائیں طرف سے "ہرّاہ" اور ترکی نعرۂ "اللہ اکبر" کی آوازیں بلند ہوئیں۔

میں اپنی صف میں سپاہیوں کی تعریفیں کرتا۔ ان کے حوصلے بڑھاتا۔ شور وغل برپا کرتا ہوا اور
دیوانوں کی طرح اُلٹے سیدھے غلط سلط فقرے بولتا اور ہاتھ پاؤں ہلاتا ہوا اوپر نیچے دوڑنے لگ گیا۔
جیک کیطرف نگاہ کی تو وہ بھی یہی کر رہا تھا۔ مگر مجھ سے کسی قدر زیادہ باضابطگی کے ساتھ اور غالباً
اسکا اثر بھی میری حرکات سے زیادہ ہو رہا تھا۔ کئی دفعہ میری زبان سے جرمن اور انگریزی کے
لفظ نکل گئے۔ میرے دستہ کے سپاہی حیرت افزا چابکدستی سے رائفلیں بھر رہے اور سر کر رہے تھے
ترکی پیدل یوں تو پہلے بھی جلد فایر کرنے میں کچھ کم ماہر نہ تھے مگر اس کی کامل مشق نے ان کو اور بھی پختہ کار
کردیا تھا۔ دو یا تین آدمیوں کے سوا اور کسی کو میں نے دل چراتے ہوئے نہ دیکھا۔ بعد کے معرکوں
میں ایسا کوئی بھی نہ پایا گیا۔ بعض پاگلوں کی طرح شور وغل مچاتے ہوئے برابر فایر کئے جاتے تھے

اکثر کے سروں پر تو واقعی جوش و غضب کا بھوت سوار ہو رہا تھا۔ باقی بالکل خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھے۔ گویا کہ وہ چاندماری کی مشق کر رہے ہیں۔ بلکہ اس موقعہ سے بھی زیادہ لاپروا اور مجتمع خاطر تھے۔ سارجنٹ بقال جو پلٹن بھر میں اُستاد قادر انداز تھا خوب تاک تاک کر اپنی بندوق چلاتا تھا۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ ہر فیر میں وہ ضرور ایک دشمن کو لے لیتا تھا۔ کارپورل عامی سپاہی کیطرح "کافرکتوں" کو ملاحیان سنا رہا تھا۔ اس نے بعد میں مجھے بطور معذرت کہا کہ ترکی سپاہیوں کو محض اسیطرح سے جوش دلایا جا سکتا ہے۔ میرے دستہ کے مقابل غنیم کے آدمی کنگرہ کے کنارہ سے آگے نہ بڑھے۔

آتشباری کو ابھی چند منٹ نہ ہوئے تھے کہ کپتان جلدی جلدی قدم اٹھاتا ہوا میرے پاس آیا۔ اور اس نے مجھے کان میں بلند آواز سے کہا (بلند آواز میں اس لیے کہ بیحد شور و غل برپا تھا۔ اور گولہ باری بھی پھر شروع ہو گئی تھی) کہ میں ابھی یہ حکم دینے والا ہوں کہ اگلی صف پلٹن کے قلب کو واپس ہٹ آئے۔ تم راستہ پر چڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ بلکہ دوسرے راستوں سے الگ درختوں کے جھنڈ میں سے اپنے دستہ کو پیچھے ہٹا لانا۔ یہ کہہ کر وہ چنپت ہو گیا اور ایک منٹ بعد بگل نے پیچھے ہٹنے کا حکم سنا دیا۔ اور دوسری آگے بڑھے ہوئی کمپنیوں کے بگلوں نے جوابی آواز دی (یعنے بتا دیا کہ حکم سُن لیا گیا ہے) میں نے اپنے دستہ کو جمع کیا۔ مَیں پچاس آدمی لایا تھا۔ ان میں سے ایک ہلاک ہوا۔ دو سخت زخمی ہوئے جنکو اٹھا کر لیجانا پڑا۔ اور چار یا پانچ کو خفیف سے زخم آئے۔ عین اسموقعہ پر مینے دیکھا کہ چند ایک روسی وادی یا نالہ کے قعر میں پہنچکر ہماری طرف کے ساحل یا کنارہ پر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں مینے سارجنٹ اور اس کی جماعت کو للکار کر خبردار کیا اور اپنا پستول دشمنوں پر سر کر دیا۔ اس سے ایک روسی زمین پر گرا۔ ادہر سارجنٹ اور اسکی جماعت نے اپنی رائفلیں داغدیں۔ اور باقیماندہ سپاہی زمین پر تڑپنے لگ گئے۔ جس وقت ہم صف توڑ کر چلنے کو تیار ہوئے۔ جیک کا دستہ اسوقت چل پڑا ہوا تھا۔ سارجنٹ بارہ سپاہی لے کر ہماری واپسی کی حفاظت کیلیے پیچھے رہا اور غنیم پر بلانشانہ باندھے مسلسل فیر کرتا رہا۔ بلانشانہ اس لیے کہ غنیم ہمارے تعاقب میں تیزی سے نہیں بڑھا چلا آ رہا تھا جسے غالباً کنارہ پر چڑھنے میں کسیقدر دقت پیش آ رہی تھی۔ چلتے وقت جب میں نے روسیوں کی طرف آخری نگاہ کی تو وہ سامنے کے ساحل سے بہ تعداد کثیر نیچے اُتر رہے تھے۔ پس ہم اگر ایک منٹ اور اپنی جگہ پر قایم رہتے تو یقیناً نیست و نابود کر دیئے جاتے۔

میں اپنے دستہ کو پلٹن کے قلب میں جو نہایت عمدہ موقعہ پر جنگ کی صف باندھے تیار کھڑا تھا

لیکر بخیریت پہونچگیا۔ ہم کو عقب میں بھیجدیا گیا۔ وہاں پلٹن کے ڈاکٹر نے جسکا ہاتھ ایک معمر کارپورل اور ایک والنیٹر سپاہی بٹا رہے تھے زخمیوں کی ابتدائی مرہم پٹی کی۔ یہ سپاہی بطوع و رغبت ڈاکٹر کے ساتھ شریک ہوا تھا وہ ایک زمانہ میں طبی کالج کا طالب علم رہچکا تھا۔ قلب کی فوج نے حملہ سے بچاؤ کے لئے کچھ نیم مکمل سے مورچے کھڑے کرلئے تھے۔ ڈاکٹر کا ذکر آجانے پر میں مکرر لکھتا ہوں کہ دستور العمل کے مطابق ہر پلٹن میں ایک سرجن اور ایک طبیب کا ہونا لازمی تھا۔ مگر دوسری چیزوں کی طرح اس انتظام کا وجود بھی محض کاغذ پر تھا۔ چنانچہ ہماری تین پلٹنوں کی رجمنٹ میں صرف ایک سرجن تھا۔ اور طبیب بالکل نہ تھا۔ والنیٹر اور سویلین ہسپتالوں کے آدمیوں کے علاوہ ہماری رجمنٹ میں اسوقت صرف ۲۰ طبی ادنے ملازم تھے حالانکہ بروئے قواعد پچاس یا ساٹھ ہونے چاہئیں تھے۔

جیک کا سکوئیڈ مجھ سے پہلے پہونچگیا تھا۔ اس کا ایک آدمی ہلاک ہوا تھا۔ سخت زخمی کوئی نہ ہوا مگر خفیف زخم اکثر کو پہونچے تھے۔ اول لفٹنٹ کا دستہ ہم سے چند منٹ بعد میں پہونچا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس مقام پر وہ متعین تھا چونکہ وہاں کا ساحل سیدھا نہ تھا۔ روسی اس پر سے باسانی چڑھ کر مقام مذکور پر بہ تعداد کثیر حملہ آور ہوگئے تھے۔ اور ہر ہر کے دستہ سے انکی دست بدست لڑائی بھی ہوئی تھی۔ اس کے دستہ میں دو ہلاک اور تین سخت زخمی[1] ہوئے جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ مگر بعد میں لے آئے گئے۔ کئی سپاہی خفیف زخمی بھی ہوئے ہمنے یہ بھی سنا کہ دوسری "ایڈوانس" (جو آگے بڑہائی گئی تھیں) کمپنیوں کی صفیں بھی روسیوں نے حملہ آور ہوکر توڑ دی تھیں۔ سب سے پیچھے چرکس واپس آئے وہ پیدل تھے۔ کیونکہ جن آدمیوں کو ان کے گھوڑے سپرد کئے گئے تھے وہ دوسری طرف کو پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان چرکسوں نے پکڈنڈی کی نہایت ثابت قدمی سے حفاظت کی تھی اور واپسی کیوقت بھی جبکہ روسی برابر انکو چھیڑتے آئے وہ مسلسل آتشبازی کررہے تھے۔ انکو کئی دنوں تک اپنے گھوڑے دستیاب نہ ہوئے۔ اس سے ناظرین اس افراتفری اور گڑبڑ کا جو عام[2] محاربہ کے بعد لمبے چوڑے کمپ میں پھیل جاتی ہے۔ کچھ شمہ معلوم کرسکتے ہیں۔

چرکسوں کی نسبت میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ دشمن سے انکو دست بدست لڑانا مشکل ہے۔ لیکن جب ایسا موقعہ آپڑے تو وہ جن بنجاتے ہیں۔ ترکی فوج کے دوسرے سپاہیوں کیطرح بچاؤ کے پہلو پر تو وہ نہایت ثابت قدم ہوتے ہیں۔ مگر حملہ اور دھاوے کے لئے ویسے اچھے نہیں۔

اسوقت گولہ باری مدہم ہوگئی تھی۔ لیکن تقریباً ساڑھے ۱۰ بجے پھر سخت اور مسلسل آتشبازی نے شروع ہوکر ہمکو چوکنا کردیا۔ اور ہم مکرر مصاف کے لئے صف بستہ ہوگئے۔ ہم اب جانق بایر کے

---

[1] سخت زخمی اسے کہا جاتا ہے جو مجروح کو ناقابل جنگ کردے اور خفیف وہ جس سے سپاہی لڑائی کے قابل رہے۔ مترجم

[2] ایسا محاربہ جو کئی میلوں تک ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا ہو اور ایک خاص موقعہ یا مقام پر محدود نہو۔ مترجم

جنوبی ڈھلاؤ پر تھے۔ چوٹی اور شمالی ڈھلاؤ پر ہمارے کالم کی چھ مصافی کمپنیاں کھڑی تھیں۔ اور تین کمپنیاں ریزرو میں تہیں۔ تینوں ایڈوانس کمپنیاں سر دست عقب میں بیکار تہیں۔ کرنیل اور دونو میجر مع اپنے اپنے سٹافوں کے پہاڑی کی چوٹی پر تھے اور ریزرو کمپنیاں لڑائی کیلئے تیار ان کے پاس کھڑی تھیں۔ سر بھیرنے پر میں ایک باتری کو اپنی فوج سی نزدیک ہی ولکی زنا سی جاتے ہوئے دیکھکر سخت متعجب ہوا۔ مشرق کیطرف کی ایک پہاڑی پر مینے روسی اور ترکی انفنٹری کی زبردست جمعیتوں کو دست بدست جانگداز لڑائی کرتے ہوئے دیکھا۔ چارونطرف سے لڑائی کے ہنگامے کی سخت آوازیں جوزمین کو لرزا دینے کے لیئے کافی تہیں آرہی تھیں۔ اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک مدافعت کی تمام لاین پر لڑائی ہورہی نظر آتی تہی۔

جب ہمیں بوگو واپر (جو ہم سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک نشیب (یا گھاٹی) کے شمالی کنارہ پر تھا) ہٹ جانیکا حکم موصول ہوا تو میں بہت متحیر ہوا۔ یہ درست ہے کہ روسی شیل[1] (پھٹنے والے گولے) ہمارے درمیان گرنے شروع ہو گئے تھے مگر اب تک ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ اور یہہ موقع نہایت عمدہ تھا۔ یہ حکم مشیر نے جو پلیونا سے مشرق کیطرف کی پہلی پہاڑی پر سے لڑائی کو دیکھ رہے تھے صادر نہیں کیا تھا۔ میرا ذاتی قیاس اس کی نسبت یہ ہے کہ بریگیڈیر نے بایں خیال کہ روسی حملہ آور ہم سے تعداد میں زیادہ ہیں۔ شکست کھا کر بحال تباہ پیچھے ہٹنے کی نسبت دست بدست مقابلہ سے پہلے ہی باقاعدگی کے ساتھ ہمارے پیچھے چلے جانے کو زیادہ مناسب تصور کیا۔ اور چونکہ بوکو وا قریب ترین مقام تھا۔ اور اس میں ہماری ایسی دو پلٹنیں بھی موجود تھیں جو اب تک کارزار میں شامل نہیں ہوئی تھیں (یعنے تازہ دم تھیں) اس لیئے اس مقام کو ہماری واپسی کے لیئے پسند کیا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اسموقعہ پر اور اس کے قریب جہاں سے ہمیں ہٹ جانے کا حکم ملا تھا ایک روسی رجمنٹ موسومہ "ولوگدا" جس میں تین پلٹنیں تہیں پانچ ترکی پلٹنوں (دو ہماری اور تین وہ جو ہمارے یمین پر تہیں) کے مقابلہ میں تھی۔ پس فریقین کی جمعیت تقریباً برابر برابر تھی (کیونکہ روسی پلٹن میں ترکی پلٹن سے زیادہ سپاہی ہوتے ہیں) ان روسیوں کی کمک کیلئے نیکوپولی کی سڑک پر ایک اور رجمنٹ موسومہ "گالز" بھی چلی آرہی تھی مگر وہ بعد از وقت پہنچی۔

ہماری ریزرو کمپنیاں غالباً ہماری پسپائی کی حفاظت کے لیئے پہاڑی کی دوسری طرف جاکر نظر سے اوجھل ہو گئیں میں نے ایک رسالہ کو بھی دلکی رفتار سے آگے جاتا ہوا دیکھا۔ میری کمپنی پیچھے ہٹتے ہوئے کالم کے

---

[1] میدانی لڑائیوں میں ٹھوس گولوں کو اب بہت کم اور صرف پختہ دیواریں توڑنے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ - مترجم

سرے پر تھی اور سب سے آگے میں تھا۔ اور راستہ بتلانے کیلئے سارجنٹ جو ہر جگہ اور ہر موقعہ پر ہر ایک چیز سے واقف تھا میرے ساتھ تھا۔ پانچ یک اسپہ گاڑیاں مجروحین سے بھری ہوئی ہماری تحویل میں تھیں مگر وہ جلد ہم سے علیحدہ ہو گئیں۔ ان کو چند چرکسوں کی نگرانی میں بائیں طرف پلیونا کو بھیجدیا گیا۔ ہم تیز قدم اٹھائے چلے گئے اور تمام راہ ہمارے پیچھے مسلسل آتشباری ہوتی رہی۔ جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کالم کے پچھلے حصہ پر غنیم چلا آتا ہے۔ شیل ہمارے دائیں بائیں گرتے رہے۔ لیکن ہم پر کوئی نہ گرا۔ پسپائی میں کمپنیاں مل جل گئیں مگر واقعی گڑبڑ یا بددلی نہ دیکھی گئی۔

جب ہم بوکووا پہونچے اسوقت سات یا ساڑھے سات کا عمل تھا۔ لڑائی کے اس دوسرے مرحلہ کے تمام واقعات مجھے یاد نہیں۔ غالباً اسوقت مجھ پر بیخبری کا عالم طاری ہو گیا ہوگا۔ مجھے صرف اسقدر یاد ہے کہ میری کمپنی موضع سے باہر ایک نالہ کے کنارہ پر جو گریوتسزا میں گرتا ہے۔ ایک مسجد کے قریب متعین کیگئی تھی مجھے سخت اشتہا ہو رہی تھی جسے وہ چند بسکٹیں جو میرے پاس تھیں بالکل فرو نہ کر سکی تھیں اور ہم اپنی بوتلوں کو نالہ سے بھرنے کیلئے جا رہے تھے کہ یکبارگی اس کے دوسرے کنارہ پر روسیوں کا ایک چھوٹا سا دستہ نمودار ہو گیا۔ جانبین نے سخت آتشباری شروع کر دی جس میں ہمارے کئی آدمی ہلاک ہوئے جب ہم اسطرح مصروف تھے تو گاؤں کے اندر سے نہایت ہی سخت لڑائی۔ نقاروں۔ بگلوں اور اللہ اکبر کے بلند نعروں کی آواز آ رہی تھیں۔ روسی کوئی نعرے نہیں مار رہے تھے۔ اتنے میں ہمارے قول آغاسی نے گھوڑا سرپٹ دوڑاتے آ کر کپتان کو پکارا۔ مقابل کے ساحل سے غنیم کئی مُردے پیچھے چھوڑ کر جیسے ناگہان نمودار ہوا تھا ویسے ہی اچانک غائب ہو گیا۔ ہر ایک کے منہ سے یہی صدا آنے لگ گئی کہ "روسی بھاگے جا رہے ہیں"۔ ہم ان کے تعاقب میں دوڑ پڑے مگر چنداں ترتیب اور عمدگی کے ساتھ ایسا نہ کیا۔

جب ہم اوس موقعہ پر جہانتک جالی سودات کا راستہ گاؤں میں داخل ہوتا ہے پہونچے تو ہمنے روسیوں کی دل بادل جماعتوں میں سے کچھ کو اس راستہ پر شمال رویہ اور باقی کو کھیتوں میں سے مشرق کی طرف بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹتے جاتے دیکھا۔ دوربین لگا کر میں نے ان کے اکثر سپاہیوں کو برہنہ سر۔ بہت کو بلا رائیفل اور بعض کو بوٹ تک چھوڑ کر صرف قمیص پہنے بھاگے جاتے دیکھا۔ افسران کو روکنے کیلئے منت و سماجت کر رہے اور دھمکیاں دے رہے تھے۔ گھوڑے بے قابو ہوئے جاتے تھے۔ مگر سپاہی بے تحاشا پیچھے کو بندوقیں سر کرتے اور ترکوں کی گولیوں سے گرتے ہوئے بگٹٹ دوڑے جاتے تھے۔ نظام و ترتیب کا ان میں نام و نشان ہی باقی نہیں رہگیا تھا۔ روسی مورخین نے لکھا ہے کہ ان کی فوج کمال باقاعدگی کے ساتھ پسپا ہوئی۔ مگر میری عینی شہادت ہے کہ اگر انکی بیحد رعایت بھی کیجائے تو انکی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے

کہ روسی عجب بیتابی و بیقراری سے پیچھے ہٹے جا رہے تھے) اور ہماری انفنٹری قرینہ وار صف بستہ ان کے پیچھے لگی ہوئی تابڑتوڑ آتشباری سے ان میں ہلاکت اور بربادی وارد کر رہی تھی۔ ہم بھی تعاقب کنندہ فوج کے ساتھ جا ملے۔ جس کی صفوں میں شامل ہونے پر کیا دیکھتے ہیں کہ خود ہماری پلٹن ہی کی ایک دوسری کمپنی ہماری ہمسایہ ہے ان کے ساتھ ملکر ہم مشرق کیطرف کھیتوں میں ہوکر مرغزار و مزرعہ۔ جھاڑی و خندق اور پہاڑی دگھاڑی سب کو پھاندتے ہوئے دشمن کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ ہمارے سپاہیوں کے حوصلے بیحد بڑھ رہے تھے انکو تمام کوفت اور تھکان بھول گئی ہوئی تھی۔ کیونکہ فتح کی خوشی بھی ویسی ہی متاثر اور متعدی ہوتی ہے جیسے کہ شکست کی غمناکی اور مایوسی۔ مجھے اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ کپتان ہم نفٹوں کو اپنے اپنے دستوں کے آگے ہوکر سپاہیوں کو آتشباری سے روکنے کیلئے چلا چلا کر حکم دے رہا تھا۔ کیونکہ سپاہی دشمن کے لہو کے پیاسے اور ان پر دھڑا دھڑ گولیاں چلانیکے لئے عجب بیتاب ہو رہے تھے۔ لیکن چونکہ ہم دوسری صف میں تھے ہماری گولیوں سے پہلی صف کو نقصان پہونچنے کا سخت اندیشہ تھا۔

روسیوں نے نیکوپولی کی سڑک پر ہمارا پھر تھوڑی دیر کے لئے مقابلہ کیا۔ انکے افسر جنگی فوق الفطرت اور بے اندازہ کوششیں مجھے دکھائی دیتی رہی تھیں اپنے سپاہیوں میں کچھ نظام و ترتیب قایم کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے مگر وہ سنبھلے ہی تھے کہ ہمارے چندپے درپے فیروں نے ان کے قدم پھر ڈگمگا دئے اور گو وہ چند لمحے جان توڑ کر لڑے۔ مگر فتحمند ترکوں کے سامنے نہ ٹھیر سکے اور سینکڑوں مرزہ چھوڑ کر پھر پیچھے ہٹنے لگ گئے۔ لیکن پہلے سے کسیقدر باقاعدگی کے ساتھ۔ ہمارے کپتان نے اپنے کل سپاہیوں کو جن کی بیتابی اعتدال سے بڑھ گئی تھی اب روک لیا۔ دوسری کمپنیاں کچھ دور تک برابر تعاقب کرتی گئیں۔ اسی جگہ ہماری پلٹن کی تین کمپنیاں جلد جمع ہوگئیں۔ چوتھی چالی سوورات کے راستہ پر غنیم کے ایک دستہ کے تعاقب میں گئی تھی جہاں اسکا مقابلہ کاسکوں کی ایک رجمنٹ سے ہوگیا تھا۔ وہ ہمکو کئی گھنٹے بعد پلیونا میں آکر ملی۔ میجر جو چوتھی کمپنی کے ساتھ تھا۔ اور قول آغاسی زخمی ہوگیا تھا۔ اس لئے کپتان پلٹن کی کمان لیکر ہمکو ایک ڈنڈی پر جو اب دشمنوں سے خالی مگر دوست و دشمن کے بے تعداد مُردوں سے پُر تھی لیگیا۔ اور پھر اس پر چڑھ کر ہم اس نالہ پر جا پہنچے جہاں علی الصباح تعینات کئے گئے تھے۔ اُسدن بلکہ دس دن بعد تک مجھے پھر کوئی روسی دکھائی نہ دئیے گولہ باری جلد بند ہوگئی۔ آتشباری (یعنے رائفلوں کے فایر) بھی بتدریج مدھم پڑتی گئی اور آخر پلیونا کا پہلا محاربہ جس میں ہم کو کامل فتح نصیب ہوئی ختم ہوگیا۔

اگر میں یہ لکھنے کے قابل ہوتا کہ دشمن کو بھگانے میں مینے بھی اپنی فوجکا ہاتھ بٹایا تھا تو اس سے بڑھکر میرے لئے کوئی خوشی کا باعث نہ تھا مگر سچائی مجھے یہ لکھنے پر مجبور کرتی ہے کہ میں نے اس معرکہ میں صرف

اسی قدر حصہ لیا جو اوپر بیان کیا گیا ہے جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے وہ تو میرا ذاتی مشاہدہ ہے اور اب میں جو کچھ دراصل واقع ہوا اس کی مختصر کیفیت لکھتا ہوں۔

ہمارا کالم جسکا تعاقب روسی کئے چلے آتے تھے۔ جب بوکووا میں داخل ہوا تو روسی بھی وہاں ہمارے پیچھے پہنچ گئے۔ اور وہاں کے بازار میں فریقین میں سخت لڑائی ہوئی۔ اسمیں غنیم غالب آیا اور اس کی چند کمپنیوں نے یہ خیال کر کے کہ ترک بھگا دئے گئے ہیں۔ اور ہم (روسی) موضع کے مالک ہوگئے ہیں۔ بے فکر ہو کر اس کے شوارع میں کمریں کھولدیں اور بیٹھ گئے۔ اتنے میں ترکوں کی تازہ دم پلٹنیں قضائے مبرم کیطرح ان کے سروں پر پہونچ گئیں۔ روسیوں نے کچھ دیر جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ مگر آخر برے حالوں جسکی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے گاؤں سے نکال کر بھگا دیئے گئے۔

کل محاربہ کا مجموعی بیان حسب ذیل ہے:۔ جنرل شلڈرشولڈنر کے زیر کمان غنیم نے چار سمتوں شمال۔ مغرب۔ مشرق اور جنوب مشرق سے حملہ کیا۔ شمال میں کاسکون کی ایک رجمنٹ کا ان دو پلٹنوں سے مقابلہ ہوا جو او پانتز کے قریب متعین تھیں۔ ہماری پلٹنوں نے مختصر سے معرکہ کے بعد دشمن کے سواروں کو بھگا دیا۔ اور اس طرح سے دو پلٹنوں میں سے ایک پلٹن بوکووا کی فوج کی مدد کے لئے فارغ ہو گئی۔

شمال مشرق میں غنیم کی دو رجمنٹوں اور تین باتریوں نے ہمارے دستہ یسار کے قلب پر جس میں نو پلٹنیں تھیں حملہ کیا۔ ان میں سے چار پلٹنوں نے (کل فوج کے) قلب کی مدد سے جس پر غنیم نے حملہ نہیں کیا تھا۔ اس موقعہ پر غنیم کو روکے رکھا اور آگے نہ بڑھنے دیا۔ اور باقی پانچ پلٹنیں (جنمیں میری بھی شامل تھی) بوکووا میں بھیجی گئیں۔ یہاں (یعنے بوکووا میں) دو تازہ دم پلٹنیں پہلے موجود تھیں۔ ایک او پانتز سے آئی اور ایک ریزرو فوج سے بھیجی گئی۔ ان سب (۸ پلٹنوں) نے مجتمع ہو کر غنیم پر بالمقابل حملہ کیا اور اسے نو کدم بھگا دیا۔

مشرق میں غنیم کی ایک رجمنٹ اور دو باتریاں ہمارے دستہ یمین کو بلگرینی کی سڑک پر اور اس کے جنوب میں اس پہاڑی تک جس پر میڈ کوارٹر تھا۔ مغرب رویہ دباتی چلی گئیں۔ اور ترک کئی اسباب سے بے ترتیب ہو گئے۔ (۱) وہ بیحد ماندہ و تکان زدہ تھے۔ سفر کے بعد ان کو کافی آرام نہیں ملا تھا (۲) پہلے دستہ کا کمانڈر احمد حفظی پاشا اور پھر اس کا جانشین (لفٹنٹ کرنیل حسنی بک) بھی زخمی ہو گیا تھا (۳) ایک بگلچی نے غلطی سے پسپائی کا ترم بجا دیا (۴) اس طرف روسی ترکوں سے زیادہ تھے۔ ان کی رجمنٹ موسومۂ کوسطرومۂ میں تین ہزار آدمی تھے۔ اور ہماری چار پلٹنوں میں دو ہزار۔ ان خرابیوں کے

باوجود صشلیو نے اپنی اِس شکست خوردہ انفنٹری کو درست کرلیا اور اسکے ساتھ اپنی دو ریزرو پلٹنیں کو شامل کرکے غنیم پر بالمقابل حملہ کیا جس میں پوری کامیابی[1] ہوئی۔ جنوب میں کاسکون کا ایک بریگیڈ راوی شیو ذنک بڑھ آیا۔ اور وہاں آکر صرف نمائش کرکے یعنی حملہ کی دھمکی دیکر مشرق کیطرف پھر گیا اور ہزیمت خوردہ روسی فوج کو تعاقب سے بچایا۔

دوپہر کے وقت چاروں روسی کالم سر توڑ رفتار سے پیچھے ہٹے جارہے تھے۔ رات انہوں نے بریسلیانتزا میں بسر کی۔

غنیم کے تین ہزار (یعنے ان کی جسقدر فوج آتشبازی کی زد میں رہی اسکا تیسرا حصہ اور جسقدر مصروف کارزار ہوئی اسکا چوتھا حصہ) قتل و زخمی ہوگئے۔ یہ مہیب نقصان زیادہ تر انکی تینوں انفنٹری رجمنٹوں میں ہوا۔ ان کی آرٹلری اور کاسکون کو خفیف نقصان پہنچا۔ بچشم خود دشمن کے کسی اثر کو نہ دیکھا۔ ہمارے دو ہزار شہید اور مجروح ہوئے۔ غنیمت میں ہمیں ۷، اسباب گاڑیاں کارتوسوں کی۔ ایک شکستہ توپ۔ کثیر التعداد رائفلیں۔ اور ایک سالم روسی رجمنٹ کا کل سامان جسمیں تین سو خیمے تھے ملا یہ سامان اس مقام سے دستیاب ہوا تھا۔ جہاں وہ رجمنٹ حملہ کرنے سے پہلے فروکش ہوئی تھی۔

جب ہم گھاٹی کے قریب اپنے پہلے موقع تعیناتی پر پہونچے اسوقت دوپہر کا ایک بجا تھا۔ گھاٹی کے قعر میں تیس لاشیں پڑی تھیں۔ ہم مقابل کے ساحل پر چند سپاہی نگرانی کیلئے بھیجکر وہاں دو گھنٹے ٹھیرے مگر کوئی دشمن نظر نہ آیا۔ دھوپ سخت تیز تھی۔ اور راستوں کی گرد نے حلق خشک کردیئے ہوئے تھے۔ اس لئے پیاس بھوک سے بھی زیادہ ستا رہی تھی۔ لیکن ہماری بوتلیں خالی تھیں اور پانی کہیں قریب موجود نہ تھا جیک میرے پاس آیا اور مجھے انگریزی میں کہا "رفیق۔ میرے سپاہی پیاس سے مر رہے ہیں۔ کپتان یہاں موجود نہیں۔ اور محمد ہردر یہاں سے پاؤ میل پر ہے۔ پس اسوقت (کمپنی کی) اعلےٰ کمان ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم پانی کی تلاش میں ایک جماعت بھیجدیں تو میری سمجھ میں کوئی قباحت نہیں؟" ہم نے سارجنٹ بقال سے جس سے میں ہمیشہ مشورہ لیا کرتا تھا۔ صلاح لی تو اس نے اتفاق رائے کیا۔ دوسری خوبیوں کے علاوہ محاربہ سرویا میں اسکی یہ بھی شہرت ہوگئی تھی کہ فوج کے لئے پانی تلاش کرلینے کا اسے خوب ڈھب آتا ہے۔ چنانچہ وہ تین آدمی ساتھ لیکر نخلستان میں پانی کا سراغ لگانے کے لئے چلدیا۔ ہردر کی نسبت یہ بتادینا ضروری ہے۔ کہ وہ ایک دوسری پلٹن کے چالیس آدمیونکی

[1] عثمان کے افسر عملے طاہر پاشا کو حسنی پاشا کے زخمی ہونیکے بعد اس دستہ کی کمان ملی طلعت بک یاور شکست خوردہ سپاہ کو دوبارہ مرتب کرنے میں مددی تھی۔ اور کرنیل سعید بک کو ریزرو پلٹنوں کی کمان سپرد کیگئی۔ مصنف

گمان پر جو راہ گم کرکے اپنی کمپنی سے جدا ہو گئے۔ اور بلا افسر رہ گئے تھے عارضی طور پر مقرر کیا گیا تھا۔
سارجنٹ تھوڑی دیر کے بعد یہ مژدہ لیکر واپس آیا کہ پانی کا ایک نہایت عمدہ چشمہ ملگیا ہے۔ اسپر بارہ آدمی (بلا رائفل) دونوں سکویڈرن کی بوتلیں دیکر بھیجے گئے اور حفاظت کیلئے پانچ مسلح سپاہی ایک کارپورل کے ماتحت انکے ساتھ کردیئے گئے۔ کل جماعت پر سارجنٹ کو افسر بنایا گیا۔ اول لفٹنٹ کو بھی جو راستہ اور نیز اس سے پرے کنگرۂ کوہ پر تھا پانی کے چشمہ کی اطلاع کردیگئی۔ اللہ اکبر پانی نے اسوقت ایسا مزہ دیا کہ سب سے قیمتی انگوری شراب بھی اسکے سامنے ہیچ تھی۔ پانی منگوانے پر اسی دن بعد میں کپتان نے مجھے نرمی سے سرزنش کی۔ کیونکہ یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ سارجنٹ نے گھاٹی سے پرلی طرف جاکر پانی کی تلاش کرکے چشمہ کو معلوم کیا تھا۔ اور یہ بتانے کی احتیاج نہیں کہ جو حد ہمارے لئے مقرر کردی گئی تھی سپاہیوں کو اس سے پرے بھیجنا درست نہیں تھا۔ مکار چاؤش نے مجھے چشمہ کا موقعہ نہیں بتایا تھا۔ مجھے اس کی نسبت شبہ تو ہو گیا تھا۔ مگر پانی کی اشد ضرورت کو مد نظر رکھکر مینے موقعہ کی نسبت سوال کرنا مناسب نہ سمجھا تھا (کیونکہ سوال پر سارجنٹ کو درست جواب دینا پڑتا۔ اور اس وقت باغلب وجوہ میں حد مقررہ سے تجاوز کرنے کی بمشکل اجازت دیتا)

جب پانی کا تازگی بخش اثر زایل ہوا تو ہویدا ہو گیا کہ سپاہی تکان اور کوفت سے بالکل مردہ ہو رہے ہیں۔ یہ امر کوئی تعجب خیز بھی نہ تھا۔ سپاہی سات دن کے متواتر ڈبل کوچ پر بمشکل چھ گھنٹے آرام کرنے کے بعد سخت لڑائی لڑے تھے۔ اور علاوہ ازیں اٹھارہ گھنٹوں میں انہوں نے چند بسکٹوں کے سوا اور کچھ نہیں کھایا تھا۔ اکثر کے پاؤں بالکل زخمی ہو گئے تھے۔ اور وہ بمشکل زمین پر قدم دھر سکتے تھے۔ گرمی۔ تکان اور بھوک یہ تینوں ملکر آدمی کو ہلاک کرنیکے لئے کافی تھیں۔ ہم لفٹنٹوں اور نن کمیشنڈ افسروں نے انکے حوصلے تازہ اور دل قایم کرنیکے لئے اپنی طرف سے پوری کوشش کی۔ اس آخری "مارچ" یعنے تعاقب سے ہٹکر اس موقعہ تک واپس آنے پر سب ہنسی اڑا رہے تھے۔ ہمکو سوائے مُردوں کے جو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے کوئی زندہ روسی نہیں ملا تھا۔ چنانچہ سب حیران تھے۔ کہ ہم کو کیوں پلیونا واپس نہیں بھیجا گیا کہ راشن لیکر عمدہ کھانا پکاکر کھاتے؟ سپاہیوں کو یہ خبر ہو گئی تھی کہ بہت رات گذرے سامان رسد لیکر ایک قافلہ پہونچگیا ہے اور اس لئے وہ راشن اور کھانے کے لئے اور زیادہ بے چین ہو رہے تھے۔

تین بجے جب ہماری دائیں طرف کی پہاڑیوں سے ایک اور پلٹن نے آکر ہمکو نوکری سے خلاص کیا تو ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہگئی۔ ہمکو پلیونا واپس جانے اور گھوڑون اور چھکڑوں کی قطار کو

جو ہماری حفاظت میں تھی۔ مختلف پلٹنوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا۔ مگر آخر الذکر حکم سپاہیوں کی بے اندازہ تکان کیوجہ سے منسوخ کر دیا گیا اور اس کی تعمیل دوسری صبح پر ملتوی کی گئی۔

جب ہم واپس جانیکے لئے پرے درست کر رہے تھے تو میں نے نووارد پلٹن کو دفن کرنے کے لیے مُردوں کو جمع کرتے دیکھا۔ اسے یہاں پہونچتے ہی سب سے پہلے یہ کام کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ بعض مُردوں کے چہروں پر نور اور طمانیت برس رہی تھی۔ مگر اکثر کے چہرے سکڑ گئے ہوئے تھے۔ بعض کے جسموں کو گولوں نے بے طرح بگاڑ دیا تھا۔ اور چند لاشوں کی ہیئت کذائی دیکھکر میں ششدر رہگیا۔ ایک کے ہاتھ سکڑ کر کندھوں پر جا لگے تھے۔ دوسری اپنی انگلیاں مُنھ میں ڈالے ہوئی تھی۔ تیسری صلیب کی شکل میں پڑی ہوئی تھی مگر میں اس مہیب تفصیل کو زیادہ طول نہیں دیتا۔ ہر لڑائی کے بعد ایسی خوفناک صورتیں بشمار دیکھنے میں آتی تھیں۔ خونریزی کے چند گھنٹوں نے ہی مجھے ایسا سخت دل بنا دیا کہ میں خود حیران رہگیا۔ جیک کی بھی یہی کیفیت تھی۔ مگر لڑائی کے خوفناک نتایج مجھ پر اسوقت پوری وضاحت سے ظاہر ہوئے جبکہ حاضری پکارتے ہوئے مجھے کئی ایسے شخصوں کے نام قلمزن کرنے پڑے جو صبح کیوقت مضبوط و توانا میرے سامنے کھڑے تھے دوسری لڑائی میں یہ رقت بھی کافور ہو گئی۔ جہاں تک میرا حافظہ کام کر سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہماری ۱۰۰ آدمیوں کی کمپنی میں سات قتل اور دس سخت زخمی ہوئے تھے۔ انکے علاوہ دس یا پندرہ کو خفیف زخم اور چوٹیں آئی تھیں۔ شہر کو جاتے وقت ہمیں لاشوں سے بھرے ہوئے بہت سے چھکڑے ملے۔ جن میں غریب مقتول اوپر تلے چنے ہوئے تھے۔ اور دوست دشمن ایک دوسرے سے بغلگیر خواب عدم میں سرمست تھے ہماری فوج نے ایک ہزار روسی اور نو سو ترک۔ دفن کئے۔

ہم کوفتہ و ماندہ اور گرسنہ۔ گرد و غبار اور دُھوئیں سے بھرے اور لنگڑاتے ہوئے بحال تباہ شہر پہونچے۔ اکثر کے کپڑے پارہ پارہ ہو رہے تھے۔ اور اکثر کے جسموں سے خون ٹپک رہا تھا۔ کئی راستہ میں سڑک پر تھک کر گر پڑے۔ جو بعد میں ان گاڑیوں پر جن میں مجروحین لائے گئے پہونچے۔ ہم سیدھے اپنے مکان کو گئے۔ اور تھوڑی دیر بعد ہم میں راشن تقسیم کیا گیا۔ سارجنٹ بقال میرے دستہ کے لئے بکرے کے گوشت کی دو نفیس رانیں۔ چاول۔ شلغم۔ بسکٹوں اور قہوہ کی وافر مقدار۔ چند ناشپاتیاں اور ابتدائی موسم کے سیب۔ کچھ تمباکو اور نمک۔ قند۔ صابون اور بتیوں کی ضروری مقدار لایا۔ جیسا مجھے اس دن کھانے میں مزہ آیا۔ ویسا ساری عمر کبھی نصیب نہ ہوا۔

شہر میں ہر طرف دوا دوش ہو رہی تھی۔ فوجی ہسپتال پُر ہو گئے تھے۔ مجروحین کی گاڑیاں چاروں طرف سے ان میں داخل ہو رہی تھیں اور زخمیوں کے پُر درد نعرے سنکر جسم کانپ اُٹھتا تھا۔

جہاں تک مجھے یاد ہے ہم نے کوئی صحیح سالم روسی گرفتار نہیں کیا تھا۔ اس سے غنیم کی بہادری کا بخوبی پتہ مل سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ترکی فوج سے کوئی مفقود الخبر نہ ہوا تھا۔ بہرحال پلٹن سے کوئی غائب (یعنے گرفتار یا مفرور) نہ ہوا۔

جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ سب طرف صرف ان حدود تک جنہیں علی الصباح قبضہ کیا گیا تھا، دشمن کا تعاقب کیا گیا تو مجھے اور جیک دونوں کو سخت تاسف ہوا کہ روسیوں کا اور زیادہ تعاقب کیوں نہ کیا گیا بالخصوص کیوں اِس کام پر کیولری کو نہ لگایا گیا۔ مگر عثمان ایسے نامور کمانڈر کی کارروائی پر نکتہ چینی کرنے کی ہم مجال نہیں رکھتے۔ وہ اپنے کام کو سب سے بہتر سمجھتے تھے۔ علاوہ بریں ایک امر یہ بھی مانع تھا کہ ہمارے پاس کیولری تھوڑی تھی۔ اسوقت غازی عثمان کے پاس صرف چھ رسالے (فی رسالہ ۸۰ سوار تھے)، چار سو چرکس بیقاعدہ سوار اور صوبہ کے بچاس ڈلینٹرترک زمینداران کا ترتیب تھا۔ آخرالذکر یعنے مجاہد سوار نیک چلن اور اطاعت کیش۔ مگر جوش، مستعدی اور جنگی قابلیت میں ادھورے تھے۔ چرکس گو بلاشبہ بڑے بہادر اور بیحد چالاک تھے مگر خود غرض۔ شریر۔ فسادی۔ سرکش۔ جبر و ستم کے دلدادہ اور مطلقاً غیر معتبر تھے۔ انکی آخری صفت مجھے ذاتی تجربہ سے بخوبی معلوم ہوئی تھی۔ اور میں لکھ چکا ہوں کہ ایک موقعہ پر اعلےٰ افسروں کا مجھ پر عتاب وارد ہوا تھا۔ یہ انہی حضرات کے طفیل تھا تفصیل مناسب محل پر تحریر کرونگا۔ باقاعدہ ترکی فوج کیلئے میری قلم سے صفت و ثنا کے بغیر کچھ نہیں نکل سکتا۔ پہلی لڑائی سے لیکر قیامت تک نہ بھولنے والے آخری مہیب و ہولناک حلے کے وقت تک ان کا رویہ ایسا رہا۔ جس کی کوئی تعریف نہیں ہوسکتی۔

اس دن ہمیں کوئی مزید نوکری نہ دینی پڑی۔ چند گھنٹوں کے آرام کے بعد ہم نے باغ میں آلاؤ روشن کیا جس کے گرد سپاہی جمع ہو کر کھیل کود اور حسب پسند تفریح میں مشغول ہو گئے۔ بعض اس وقت بھی سو رہے۔ سپاہی فتح سے ایسے سرمست تھے کہ اپنے ان بھائیوں کا جو زمین کے آغوش میں جا لیٹے تھے یا ہسپتالوں میں پڑے تڑپ رہے تھے۔ کسی کو قطعاً کوئی خیال نہ تھا۔ مینے ہر درسے شطرنج کھیلا۔ جیک کے ساتھ گھونسبازی اور ابراہیم سے گتکے بازی کی۔ روزنامچہ میں اس دن کے واقعات درج کئے اور گھر کو خط لکھا۔ گو اس کی جلد روانگی کی کوئی اُمید نہ تھی۔ کیونکہ فوجی ڈاکخانہ کا انتظام بہت ہی ناقص تھا اور ایک سے زیادہ مرتبہ وہ بالکل ہی معدوم ہو گیا۔

سونے سے پہلے میں اور جیک چھت پر گئے۔ جہاں سے ہم کو ہتھیار الاؤ جو شمال سے براہ مشرق نیم دایرہ کی شکل میں جسکا قطر پانچ سے چھ میل کے درمیان تھا جنوب تک پھیلے ہوئے تھے۔ دکھائی دیئے۔

رات بخیریت گذری اور میں خوب نیند بھر کر سویا۔

اِس باب کو ختم کرنے سے پہلے چند امور تحریر کردینے ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ روسی جرمن اور فرنچ تاریخوں میں تحریر کیا گیا ہے۔ کہ اِس لڑائی میں روسی پلیونا میں داخل ہوکر کچھ عرصہ تک اس پر قابض رہے تھے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ غلطی پہلے اُن نامہ نگاروں سے ہوئی جو روسی کیمپ میں تھے اور جو بالعموم وہی کچھ لکھتے رہے جو روسی افسران کو بتاتے تھے۔ اور پھر یہ غلطی نوبت بہ نوبت کل کتابوں میں نقل ہوتی رہی۔ اِس مغالطے کے پیدا ہونے کی وجہ بہت آسانی سے بتائی جاسکتی ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ نامہ نگاروں کو بوکووا اور پلیونا میں دھوکہ ہوگیا۔ شمالی پہاڑیوں سے جن پر جنرل شیلڈر شولڈنر کا ہیڈکوارٹر تھا۔ یہ دونوں مقام دیکھنے والے کو ایک ہی نظر آتے ہیں۔ کیونکہ انکے درمیان جو دو میل عریض گھاٹی ہے وہ نظر سے اوجھل رہتی ہے۔ نقشہ کو سرسری نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہم کو کامل طور پر شکست دیکر بھگا دینے کے بغیر روسی کسیطرح پلیونا کو نہیں لے سکتے تھے پلیونا پر روسی قبضہ ہوجانے سے ہماری مراجعت یا واپسی کا راستہ منقطع ہوجاتا۔ ہم اپنے سامان و گودام۔ ٹرین اور ریزرو سے علیحدہ اور خود مشیر روسیوں کے ہاتھ میں اسیر ہوجاتے۔

اِس فاش غلطی کے علاوہ متخاصمین کی جمعیتوں کے متعلق بھی بہت سی غلطیاں کیگئی ہیں۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ ۹ ہزار روسیوں نے ۴۰ ہزار ترکوں سے لڑائی کی۔ یہ پڑھ کر میں متعجب ہوتا ہوں۔ کہ حب الوطنی انسان کو کیسا جھوٹا بنادیتی ہے۔ درست اعداد یہ ہیں۔ عثمان پاشا کے پاس ۱۹ پلٹنیں اور نیز تین پلیونا والی اور تین راہووا اور نیکوپولی کی جملہ ۲۵ پلٹنیں۔ صرف ایک ہزار سوار اور ساڑھے نو باتریاں یعنے کلھم ۱۵ ہزار آدمی اور ۵۸ توپیں تھیں۔ روسیوں کے پاس "گالزر" رجمنٹ کے سمیت (یہ اگرچہ لڑی نہیں تھی۔ مگر کیا شطرنج میں رخ کو بے حقیقت شمار کیا جاتا ہے) چار انفنٹری رجمنٹیں تین کیولری رجمنٹیں اور چھ باتریاں جملہ ۱۳ ہزار آدمی اور ۴۶ توپیں تھیں۔ ترکی فوج کی قدرے زیادتی کی تلافی اسطرح سے ہوگئی تھی کہ وہ بہت تھکی ٹوٹی ہوئی تھی۔ تیسری بڑی غلطی یہ ہے کہ پلیونا کو مضبوط قلعبند مقام بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ۲۰ جولائی کو پلیونا بالکل کشادہ و بے پناہ قصبہ تھا۔ اور ترک سپاہیوں کے پاس چند ناکمل دمدموں کے　　سوا۔ جو ۱۹ جولائی کی دوپہر اور ۲۰ جولائی کی صبح صادق کے درمیان جلدی میں بنالئے گئے تھے۔ کوئی مورچہ نہ تھا حتی کہ دس دن بعد کی دوسری لڑائی کے وقت تک بھی صرف آدھے مورچے تیار ہوئے تھے۔ اگست کے دوسرے یا تیسرے ہفتہ میں مشرقی مورچے اور دمدمے تو تکمیل کے قریب پہونچگئے تھے مگر شہر کی مغرب کی طرف کے اکتوبر اور

اور نومبر تک تعمیر نہیں ہوئے تھے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جو کتابیں آیندہ لکھی جائیں گی ان میں ان غلطیوں کو دخل نہیں دیا جائیگا۔ اور تاریخی صداقت کی مٹی پلید نہیں کی جائیگی۔

باب (۷) ہفتم

فیصلہ کن لڑائی کی تیاریاں ۱۲ جولائی لغایت ۲۹ جولائی ۱۸۷۷ء

دوسری صبح (۲۱ جولائی) میرا اسکوڈ تینوں پلٹنوں کے بارکش گھوڑوں اور چھکڑوں کو (۵۴ گھوڑے اور ۲۰ چھکڑے) مشرقی پہاڑیوں کے کیمپوں میں ایک کیطرف لیگیا۔ وہاں سپاہی عارضی دمدموں کے بنانے میں مصروف تھے۔ اوزار کم ہونے کی وجہ سے اکثر سنگینوں اور تلواروں سے زمین کھود رہے تھے۔ ترکی سپاہی حفاظتی تعمیرات (مورچے وغیرہ) کو بسرعت بنانے میں اعلے قابلیت رکھتا ہے۔

کمپ میں سب جگہ کل کے واقعات پر ذکر اذکار ہورہا تھا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ ہماری فوج کی کل پلٹنیں حتیٰ کہ کالم کی سب سے آخری تین پلٹنیں بھی جو رات کیوقت پہونچی تھیں نوبت بنوبت لڑائی میں شریک ہوئی تھیں۔ فوج یمین کی سراسیمگی اور ابتری پر بہت بحث ہوئی۔ احمد حفظی پاشا اسکا کمانڈر تھا جب وہ زخمی ہوا تو بگلچیوں نے واپسی کا حکم سنادیا۔ یہ دریافت کرنے کی بہت کوشش کیگئی کہ حکم مذکور کس نے پہلے دیا تھا مگر کوئی پتہ نہ چلا۔ اسکے متعلق طرح طرحکی بیہودہ افواہیں مشہور ہورہی تھیں۔ ابتری یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ مشیر نے پیغام بھیجدیا کہ اگر سپاہی فی الفور پسپائی سے باز آکر غنیم کا مقابلہ نہ کرینگے تو میں انکو خود اپنی توپوں سے بھون ڈالونگا۔ یہ پیغام اپنا کام کرگیا۔ مشیر نے اس حکم میں ان دو باتریوں کی توپوں کی دھمکی دی تھی جو اسکے ہیڈ کوارٹر کے قریب پہاڑی کی چوٹی پر نصب تھیں۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ مشیر نے اس بازو کی فوج کے دو افسروں کو جن میں سے ایک قول آغاسی اور دوسرا ایک لفٹنٹ تھا۔ بزدلی کے الزام میں اپنے روبرو طلب کیا تھا۔ مگر جیسا کہ ایسی صورتوں میں بالعموم کیا جاتا ہے انکو توپ کے سامنے اڑا دینے کے بجائے خود اپنے ہاتھ سے جسمانی سزادی اور گھونسوں سے ان کے کان سوجا دیئے مجھے یقین ہے کہ ان افسروں نے پھر کبھی کوئی بزدلانہ حرکت نہ کی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ صرف یہی ایک موقع تھا جس پر مشیر عثمان غصہ سے بے بس ہوگئے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے حلیم اور قادر بر طبیعت شخص کا غصہ کیسا کچھ مہیب اور خوفناک ہوگا۔

ان فرودگاہوں یا کیمپوں میں سپاہی سیدھی سادی جھونپڑیاں تیار اور آسایش کا سامان کررہے تھے

ترکی سپاہی کا یہ تعجب خیز خاصہ ہے کہ وہ اپنی طبیعت کو سختی ہو یا نرمی حالات موجود الوقت کے مطابق بنا لیتا ہے وہ محض سد رمق پر گذارہ کر سکتا ہے۔ اور کہیں ہو وہ یہ سمجھتا ہے کہ گویا گھر کے کل عیش و آرام اسے میسر ہیں۔ میرے خیال میں سپاہگری کے لئے جیسا عمدہ خام مصالحہ ٹرکی میں موجود ہے۔ کسی دوسری یورپین قوم کے پاس نہیں۔

پس اگر ترکی فوج کے پاس سامان وافر اسکی جمعیت منتظم اور باقاعدہ اور اعلے حکام میں رشوت و خیانت کا رواج کم ہو تو اسے مغلوب کرنا بیشک تقریباً ناممکن ہو جائے۔

کمپ سے مجھے روسی رجمنٹ کا وہ سامان جو علے الصباح غنیمت میں ملا تھا پلیونا لیجا کر ایک کرنیل کے حوالہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ راستہ میں مجھے اپنے سپاہیوں کو اسباب مذکورہ میں سے کچھ لوٹ مار کرنے سے روکنے میں کیسقدر مشکل درپیش آئی۔ اس بارہ میں مجھے سارجنٹ بقال سے بہت مدد ملی مگر اسکی اعانت کا بار بار ذکر کرنا فضول ہے۔ کل محاربہ میں وہ کونسی مشکل تھی جو مجھے درپیش آئی اور اس سے مجھکو مدد نہ ملی۔

دوپہر کیوقت مجھے اور جیک کو پلیونا کی قایم مقام کوناک میں اس افسر کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا جسکا ذکر میں پہلے علی بک کے نام سے کر چکا ہوں۔ اس افسر نے ہم سے دریافت کیا کہ کیا ہم کمپ کی مورچہ بندی کے نقشے تیار کرنے میں یعنے مجوزہ نقشوں اور خاکوں کی نقل اتارنے اور دیگر امور متعلقہ میں مدد دیسکتے ہیں۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر اس نے ایک چٹھی بایں مضمون ہم کو ہمارے میجر کے نام لکھدی کہ افسر مذکور ہم کو فوجی خدمت سے تین دن کی رخصت عطا کر دے۔

دوپہر کا کھانا کھا کر جسمیں حسب معمول گوشت ملنے کے علاوہ قرب و جوار کے بیشمار باغات سے پھل بھی بکثرت توڑ کر لائے گئے تھے۔ ہم علی بک کے پاس پہونچ گئے۔ اور کار مفوضہ شروع کر دیا۔ وہ بہت ہی آسان تھا۔ زیادہ تر ہمیں صرف نقشوں کی ستھری نقلیں یا نقشے تیار کرنے پڑے۔ ہمارا دفتر کوناک کے ایک بلند کمرہ میں تھا۔ کوناک شہر کے وسط میں واقع تھی۔ ہمارے ساتھی دو نوجوان ملازم۔ تین بلوق امین[۶۴] اور ایک معمر قول آغاسی تھے۔ ملازم انجینئروں کی اس اکیلی کمپنی سے تعلق رکھتے تھے جو مشیر کی فوج کیساتھ شامل تھی۔ قول آغاسی

[۶۴] بلوق آمین سے مراد نائب کلرک ہے جیسا کہ لفظ بلوق (کمپنی) سے واضح ہو رہا ہے دستور العمل کے روسے ہر کمپنی میں ایک بلوق امین ہونا واجب تھا۔ مگر میری کمپنی میں کوئی مہرر نہ تھا اور اول لفٹنٹ کے پاس ہی رجسٹر اور نقدی رہتی تھی نقدی کی مقدار کبھی کچھ معقول نہ ہوتی۔ تنخواہوں کے عوض بالعموم تحریری سندیں دیجاتی تھیں جو ترکوں کے تو پھر بھی کسی کام آ سکتی تھیں کیونکہ وہ ان کو محاصل میں وضع کر سکتے تھے مگر مجھے کوئی محصول کسی قسم کا نہ دینا تھا۔ اسلئے وہ میرے کسی مصرف کی نہ تھیں۔ یہ قیمتی تحریریں آخری تباہی میں مجھ سے گم ہو گئیں۔ مصنف ۱۲ -

دفتر کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ کام کرتے وقت تو وہ سٹ پٹایا کرتا۔ اور بہت درشت خوئی سے پیش آتا۔ مگر
کھانے کیوقت اسکے مزاج میں کچھ نرمی آجاتی۔ وہ کھاتا بھی بہت تھا۔ ہم کو اپنے کام میں کاغذ قلم دوات
اور آلات نقشہ کشی کی قلت سے کسی قدر دقت درپیش آئی۔ ہمارے پاس پرکاروں کا صرف ایک جوڑا
آدہا رول اور ربڑ بالکل ندارد تھا۔ علی بک کو اس امر کی اطلاع دیگئی تو اس نے اشیائے مطلوبہ کے لئے
گھر بہ گھر جستجو کرکے ان کے بہم پہنچائے جانے کا حکم دیا۔ خانہ تلاشی اس لئے کی گئی کہ دوکانیں سب بند
تھیں۔ بک موصوف کے قاصد بے تعداد رول اور پنسلیں۔ کاغذ کے کئی رم اور سیاہی کی زا ید از ضرورت
بوتلیں لے آئے مگر کمپاس کوئی نہ ملی۔ ایک قاصد غلط فہمی۔ جہالت یا شاید تمسخر سے کسی عورت کی کام
کرنے کی ٹوکری اٹھالایا۔ ہم نے اس سے قینچی نکال کر اسکی پرکار بنالی۔ جنگ میں انسان کی قوت
اختراع کو بے اندازہ نشو ونما ہوجاتا ہے مینے ایک قاصد کا جھنڈا جو غنیم کیطرف بھیجا گیا تھا۔ ایک
عورت کے لباس شب خوابی سے بنا ہوا دیکھا۔ جاسوس اور قاصد عموماً چٹھیوں کو گوند اور قند کے مرکب
میں گولی بناکر نگلجاتے ہیں اور منزل مقصود پر پہنچکر ان کو پیٹ سے نکالنے کیلئے مسہل لیے لیتے ہیں خود
مینے ایک ٹوٹے ہوئے نقارہ کے چمڑہ سے قمیص کے نیچے پہننے کے لئے بنیان بنوائی تھی جو مجھے بہت کام دیتی
رہی مینے اکثر نرم مٹی سے صابون کا اور ہلاک کردہ گھوڑے کے خون میں کسیقدر پوٹاس (کھار) کا ست
ملاکر اس سے سیاہی کا کام لیا۔ الغرض ایسے اختراعات کی فہرست جتنی لمبی چاہو بنائی جاسکتی ہے
مصنوعی روشنی کا سامان چونکہ کم تھا ہم نے شام سے پہلے کام چھوڑ دیا۔ اور باغ کے ایک کنج میں بیٹھکر
نہایت آرام سے رات کا کھانا تناول کیا۔ اس سے فارغ ہوکر جیک اور میں اپنے مکان کو گئے۔ مگر کمپنی
وہاں سے چلدی تھی۔ کپتان ہمارا سامان اور ایک چٹھی پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ ہم اس چٹھی کو بلا مدد نہ پڑھ سکے
اس میں لکھا تھا کہ علی بک کے کام سے فارغ ہوکر ہم جانق بایر کے کیمپ میں اپنی کمپنی کو آملیں۔ اب سارا
مکان ہمارے قبضہ میں تھا۔ ہم دو پلنگ پہلی منزل کے ایک کمرہ میں لے گئے۔ جسکو خوب آرام دہ
بلکہ مکلف بنالیا گیا۔ اس کے بعد شہر میں ٹہلنے کے لئے باہر چلے گئے۔

چونکہ اس وقت تک لڑائی کا وہشت انگیز اثر بالکل زایل ہوگیا تھا۔ اکثر ترک باشندے گھروں سے
باہر نکل کر ہوا خوری کر رہے تھے۔ مسلمان مستورات برقعے پہنے ہوئے تھیں جنمیں سے صرف آنکھیں
دکھائی دیتی تھیں۔ لیکن وہ کچھ ایسی دلا ویز اور مست ہوتی تھیں کہ ان سے باقی چہرہ کے نہ دکھائی
دینے کی بہت کچھ تلافی ہوجاتی تھی۔ اکثر عیسائی باشندے شہر سے بھاگ گئے تھے۔ جو باقی تھے وہ گھروں
سے باہر نہ نکلتے۔ کسی بلغاری باشندے کو ترکی کیمپ کی حدود سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیجاتی تھی۔

کہ مبادا وہ روسیوں کو جا ملے۔ اور کیمپ کی کیفیت سے ان کو مطلع کردے۔ لیکن روسی کتابوں میں جنہیں پھر فرنچ اور جرمن مصنفوں نے نقل کیا ہے۔ جو یہ لکھا گیا ہے کہ عثمان پاشا نے بلغاری باشندوں کو مورچوں کی تیاری پر جبراً لگا دیا تھا۔ وہ محض غلط ہے۔ مورچے صرف ہمارے سپاہیوں نے تیار کئے تھے۔ چند باشندگان شہر نے بطوع و رغبت ان کو اس کام میں مدد دی تھی مگر وہ سب کے سب ترک اور مسلمان تھے۔ پلیونا میں تجارت کا کاروبار بالکل بند تھا۔ فوجی ہسپتال والوں کے مواجن پر استطاعت سے زیادہ کام کا بوجھ پڑ رہا تھا۔ اور سب لوگ بیکار تھے۔ بازاروں میں سپاہی بہت کم دکھائی دیئے۔ میرے خیال میں ان دنوں شہر میں صرف ایک پلٹن مقیم تھی۔ روسیوں کے شیلوں سے شہر کو کچھ نقصان نہ پہونچا تھا۔

عثمان پاشا کی پہلی فتح سے خوف و دہشت اور تردد و بے چینی بہت کچھ دور ہوگئی تھی۔ جب ۹ جولائی کو عطوف پاشا نے کاسکون کو شہر سے نکال دیا تھا۔ تو اس کے بعد وہاں پھر ترکی حکومت باقاعدہ طور سے دوبارہ قایم ہوگئی تھی۔ مگر حاکمانہ عملدرآمد اور انتظامی کاروبار فقط پلیونا کے پہلے محاربہ کے فتح ہونے سے بعد شروع ہوا۔ تاہم باشندوں کا باہمی میل ملاپ قطعاً مفقود تھا۔ گویا کہ شہر پر سکتہ کا عالم طاری ہو رہا ہے۔ اور لین دین تجارتی کاروبار بالکل بند پڑا ہوا تھا۔ عیسائی باشندے عجب حالت نزع میں مبتلا تھے۔ دل تو ان کے حملہ آوروں کیطرف مایل تھے۔ مگر خوف کے مارے کچھ چوں چرا نہیں کرسکتے تھے میرا خیال ہے کہ پلیونا کے دونوں گرجوں میں مہینوں تک کوئی نمازی داخل نہیں ہوا ہوگا۔ ان دونو عمارتوں میں مجھے خیال ہے بعد میں سپاہیوں نے بسیرا کرلیا تھا۔ مگر میں اسکی نسبت دعوے سے نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میں مورچوں میں متعین تھا اور شہر میں گاہ گاہ داخل ہوا کرتا تھا۔

بازار میں ہمیں دفتر کا ایک رفیق ملگیا جو ہمارے ساتھ مکان کو چلا آیا۔ وہاں اسنے ہمکو نفیس برانڈی کی ایک بوتل دی۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ اس شریر نے یہ کہاں سے لی تھی۔ موم بتی کی روشنی میں ہمنے خوب مزے سے وقت بسر کیا۔ ہمارا رفیق ملازم شراب نوشی میں شریک نہ ہوا تھا۔ مے نوشی اس کے مذہب میں ممنوع ہے چنانچہ اسکے لئے جیک نے کچھ قہوہ تیار کرلیا تھا۔ اسے ہم نے صبح کے راشن سے بچا رکھا تھا میں نے ویڈن کے خریدے ہوئے سگرٹوں کا باقیماندہ حصہ پیش کیا۔ اور اسطرح آدھی رات تک مجلس گرم رہی۔ ترک اسوقت جانے کی جراءت نہ کرسکا۔ بازاروں میں پیٹرول گشت کررہے تھے اور اسکی چھٹی کا وقت عرصہ کا گذر چکا تھا۔ وہ بالائی کمرہ میں سویا اور صبح اپنے قیامگاہ کو چلا گیا۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ غیر حاضری کی پاداش سے وہ کیا عذر کرکے چھوٹا۔

دوسرے دونوں یعنے ۲۲ و ۲۳ جولائی کے واقعات چند لفظوں میں بتادیتا ہوں۔ ہم دفتر میں سرگرمی سے مشغول رہکر ۲۳ کی سہ پہر کو فارغ ہوگئے۔ جبیر علی بک نے چند کلمات تلطف آمیز سے ہمکو رخصت کردیا۔ ہم مکان سے اپنے بقچے اُٹھاکر گریوتزاپل کو اور وہان سے پہاڑیوں کیطرف گئے۔ جہان پہونچکر میں راستہ بھول گیا۔ اور چند گھنٹوں کی سرگردانی کے بعد بمشکل اس مقام پر پہونچے جہاں ہماری پلٹن مقیم تھی۔ ہم میجر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس نے ہمکو فوراً زمین کی پیمائش پر لگادیا۔ یہ کام ہمارے لئے بالکل نیا تھا۔ لیکن ضرورت بہت ہی زبردست استاد ہے۔

مساحت سے فراغت پاکر ہم کپتان کے سامنے حاضر ہوئے اور پھر اپنے دستون کی کمان لے لی۔ وہ ان خندقون سے جن کی تیاری اسکی کمپنی کے ذمہ کی گئی تھی۔ بہت کچھ متحیر ہورہا تھا لیکن اس میں اسے معذور بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ ترکی افسروں کو عملی وصنعتی تعلیم ایسی ویسی ہی دیجاتی ہے ہم نے اس کام میں اسکو جہانتک ہم میں قابلیت تھی مدد دی۔

مورچون اور خندقون کی تیاری خوب سرگرمی سے ہورہی تھی۔ اوزارون کی اب کوئی کمی نہ تھی ان کی مقدار کثیر ارخانہ سے پہونچگئی تھی۔ سپاہی دن رات باری باری سے متعدد جماعتوں میں ہوکر کام کرتے تھے۔ تاریکی میں الاؤونکی روشنی سے کام ہوتا تھا مجھے اس رات ۴ گھنٹے نوکری دینی پڑی۔ اسکے بعد خدا کی کھلی سرا میں جسکی چھت ستارون بھرا آسمان تھا سوگیا دوسرے دن میرے آدمیوں نے مٹی کی چند جھونپڑیاں دفع الوقتی کے لئے بنالیں جنسے ہم بارش سے جو کبھی کبھی ہوتی رہتی تھی محفوظ ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد جب مورچے تیار ہوگئے تو انکے خلو ہمکو خوابگاہ کا کام دیتے رہے۔

۲۴ جولائی کے دن کوئی قابل ذکر واقعہ نہ گذرا۔ اس کمی کو میں کیمپ کی حفاظت کے انتظام کی کیفیت درج کرکے پورا کردیتا ہوں۔ کیمپ کے گرد مضبوط بعیدی چوکیوں کا مسلسل سلسلہ قائم کیا گیا۔ رات کیوقت ان چوکیون کے محافظ سپاہیون کی تعداد دگنی کردیجاتی تھی۔ یہ سلسلہ کم از کم سولہ میل لمبا تھا۔ باقاعدہ اور بیقاعدہ سوارون کی بیشمار چھوٹی جماعتیں قرب وجوار میں معاینہ کیلئے گشت کرتی رہتی تھیں۔ حتیٰ کہ ہیڈ کوارٹر کے محافظ رسالہ سے بھی برابر یہ کام لیاجاتا تھا۔ عثمان پاشا پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہون نے اپنی کیولری (فوج سواران) سے معقول یا ٹھیک ٹھیک کام نہیں لیا مگر میں ذاتی مشاہدہ کی بناپر اس کی کامل تردید کرتا ہون۔ اپنی قلیل التعداد کیولری سے جو کام انہوں نے اس سے بہتر یا زیادہ کام وہ اس سے لے سکتے ہی نہ تھے۔ ان کے پاس ایک ہزار سے بھی کم

سوار تھے۔ جن میں سے نصف بیقاعدہ تھے۔ باینہمہ ہماری اکثر کیولری جماعتیں روسی توپوں کی زد کے دائرہ کے اندر جا پہونچتی تھیں اور روسی گولوں کی کوئی پروا نہ کرتی تھیں

میرا خیال ہے کہ اسی دن۔ صوفیا سے چودہ پلٹنوں کی زبردست کمک پہونچی تھی اور اسی دن ہم نے سنا تھا کہ عبد الکریم پاشا کی جگہ محمد علی[۶۵] پاشا سردار اکرم بنایا گیا ہے۔

[۶۵] محمد علی پاشا جرمن اور قصبہ برینڈن برگ کا متوطن تھا اسکا اصلی نام کارل ڈٹروائٹ تھا۔ اسکا کارنامہ زندگی ۱۸۷۸ء تک قابل عزت اور ممتاز رہا۔ وہ ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ مَیں متن میں اسکی نسبت چند ناگوار باتیں لکھونگا مگر مَیں اسمیں معذور ہوں یعنے صرف وہی رائے ظاہر کی ہے جو اسوقت پلیونا کی فوج اس کی نسبت رکھتی تھی۔ ہماری رائیں ممکن ہے یکرخی اور مبالغہ آمیز بلکہ شاید بے بنیاد ہوں کیونکہ ہم نتائج سے اس بات کو قیاس کیا کرتے تھے مگر باینہمہ بحیثیت مورخ میں عثمان پاشا کے ماتحت افسروں کی رائے کو بلاکم و کاست درج کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں ۲ر اکتوبر کو سلیمان پاشا اسکی جگہ سردار اکرم بنایا گیا اور اسے فوج پلیونا کی امداد کیلئے کمکی مہم تیار کرنے کے لئے صوفیا بھیجا گیا۔ صوفیا کے فتح ہو جانیکے بعد اسے دار الخلافہ کی حفاظت کا انتظام کرنے کے لئے قسطنطنیہ بلا لیا گیا۔ التوائے جنگ اور صلح کے معاہدے کرنے کے لئے ٹرکی نے جو اپنی طرف سے وکلا مقرر کئے تھے وہ بھی ان میں شامل تھا۔ برلن کانگرس میں بھی وہ ٹرکی کے تین وکلا میں سے ایک تھا۔ ستمبر ۱۸۷۸ء میں وہ البانیا میں باغیوں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ مصنف

[ایک اور مورخ محمد علی کے حالات حسب ذیل لکھتا ہے۔ "جب محمد علی کو سردار اکرم اور سلیمان پاشا کو بلقان کی فوج کا کمانڈر بنایا گیا تو ترکی مجالس شورا اور انتظام فوجی میں نئی جان پڑ گئی۔ تاہم اول الذکر کمانڈر نے نئے عہدہ کو بادل افسردہ قبول کیا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے صدر اعظم کو لکھدیا کہ میں تاسف کے ساتھ اس ذمہ واری کو منظور کرتا ہوں ادہر دوسری طرف اجنبی الاصل ہونیکی وجہ سے وہ فوج میں بھی ہر دلعزیز نہ تھا۔ محمد علی جرمن تھا۔ اور فریڈرچ طرنز کا ڈٹرواسٹ نام رکھتا تھا۔ وہ ۱۸۲۹ء میں پرشیا کے قصبہ میگڈی برگ میں پیدا ہوا اسکا باپ جو چنداں آسودہ نہ تھا گویا تھا۔ لڑکے نے جب اپنے شہر کے ایک مدرسہ کا انتہائی امتحان پاس کر لیا تو اسے معلوم ہو گیا کہ تلاش رزق کے لئے وطن سے باہر نکلنا لازمی ہے وہ ہمبرگ جا کر ایک جرمن جہاز کے ملاحوں میں بھرتی ہو گیا۔ اور پندرہ برس کی عمر میں وطن سے روانہ ہو گیا جسکو پھر واپس جانا اسے نصیب نہ ہوا (برلن کانگرس کی شرکت کو وطن واپس جانا نہیں کہا جا سکتا۔ مترجم) سمندر میں اسے اپنے ساتھی ملاحوں کی بدسلوکی سے سخت اذیتیں پہونچیں چنانچہ اس نے اوّل موقعہ کے ملتے ہی بھاگ جانیکی پختہ نیت کر لی۔ جہاز مذکور جب باسفرس میں لنگر انداز ہوا تو وہ اسکے یورپین ساحل کے مقام بالطہ لیمان کو بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور تھوڑا ہی عرصہ بعد عالی پاشا (مشہور وزیر اعظم) سے جو اس وقت وزیر خارجیہ تھا۔ اتفاقیہ دوچار ہو جانے پر اس کے طالع خفتہ بیدار ہو گئے۔ پاشائے موصوف

۲۵ جولائی کو مجھے ایک تکلیف وہ حادثہ پیش آیا۔ ہیڈ کوارٹرز سے مورچون کی تیاری میں حتی المقدور سرعت سے کام لینے کے لئے تاکیدی حکم موصول ہوا تھا۔ دوسرے ملازموں کو کھودنے میں سپاہیون کے ساتھ شریک دیکھکر مینے بھی ایک پھاوڑا پکڑلیا۔ اور کام کرنے لگ گیا۔ حتیٰ کہ میرے چہرہ سے پسینے کے قطرے ٹپکنے شروع ہوگئے۔ اتنے میں میرا پاؤن پھسلا۔ اور میں گر پڑا۔ گرتے وقت میرا بایان ہاتھ دستہ سے نیچے کھسکتا چلا گیا اور پھاوڑے کے بالائی پہل سے انگوٹھے اور انگشت شہادت کے جوڑ کی جگہ کٹ گئی۔ زخم سے خون بہنے لگ گیا۔ اور مجھے اس سے سخت درد محسوس ہونی شروع ہوگئی۔ پلٹن کا سرجن اتفاق سے قریب تھا اس نے ہاتھ کو پٹی باندھکر مجھے ہسپتال میں چلے جانے کی نصیحت کی اور کہا کہ غفلت سے یہ ہوجانے کا احتمال ہے۔ جس چیز کے وقوع کا اس نے احتمال ظاہر کیا تھا اسکو میں نہ سمجھ سکا مگر چونکہ میں نے سنا ہوا تھا کہ زخموں سے اکثر تشنج اعصاب ہن یا تو وہ ہوجاتا ہے اور نیز مجھے معلوم

(بقیہ حاشیہ نمبر ۶۵) اس کی خوبصورتی دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور غریب الوطن کی داستان سنکر اسے اپنے محل کو ہمراہ لے گئے۔ اس نے اس واقعہ سے تھوڑا عرصہ بعد اسلام قبول کرکے محمد علی آفندی نام رکھ لیا۔ اور ترکی مدرسہ حربیہ میں داخل ہوا جہاں دن رات محنت کرکے اپنی جماعت میں اول ہوگیا۔ آخری جماعت پاس کرنیسے تھوڑی ہی دیر بعد ۱۸۵۳ء کے موسم خزان میں وہ عمر پاشا کے اسٹاف میں لفٹنٹ کے عہدہ پر مامور ہوا۔ اور جنگ ڈینوب و محاربہ کریمیا میں بہت نیکنامی حاصل کی اور اپنی مستعدی اور وفاداری سے ۲۹ برس کی ہی عمر میں ۱۸۶۱ء میں میجر جنرل کے رتبہ پر فایز ہوگیا۔ اور اپنے محسن عالی پاشا کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ۱۸۷۱ء کے شروع میں فیلڈ مارشل کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہوا۔"

سلیمان پاشا کی نسبت جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ ٹائمز کا نامہ نگار جو محاربہ میں شریک تھا حسب ذیل لکھتا ہے "سلیمان پاشا نہایت سادہ مزاج اور کم سخن۔ مزاج پر بیحد قابو یافتہ۔ سریع العمل۔ مستعد اور جنگی انتظام کے جزو کل سے واقف اور اپنی قوت وتدبیر پر پورا بھروسہ رکھتا تھا۔ اس کی سادگی کے ثبوت میں یہی بتا دینا کافی ہوگا کہ اس کے خیمہ کی کل کائنات یہ ہوتی تھی کہ دو لکڑیون پر معمولی ٹاٹ کا ایک ٹکڑا پھیلا دیا جاتا تھا۔ اس میں وہ رات کے وقت گھسکر زمین پر سوتا تھا۔ گارڈ۔ سنتری۔ اردلی وغیرہ۔ جملہ لوازمات شان وشوکت کا نام ونشان نہ ہوتا۔ اس کے دو یا تین ایڈیکانگ بھی اسی طرح شب باش ہوتے۔ اس کے دونوں گھوڑے جن پر ہر وقت زین پڑی رہتی اس کے خیمہ کے سامنے بندھے رہتے۔ اور جس طرح ان کے مالک کی غذا باقی فوج سے مختلف نہ ہوتی تھی۔ اسی طرح ان کو بھی اسی وقت اور اسی قدر چارہ ملتا۔ جسقدر اور جبکہ دوسرے سواروں کے گھوڑون کو۔" مترجم

تھا کہ ترکی میں ہر قسم کی بیماری "آغریسی" کے لفظ سے ظاہر کیجاتی ہے (مثلاً باش آغریسی - درد سر - اچ آغریسی - پیچش) میں نے اس سے سوال کیا کہ کیا "چشکہ آغریسی" (درد جبرہ) کا اندیشہ ہے اس نے ترکی میں جواب دیا "اذت لاکن پی چوق داخا" (ہاں - مگر اس سے بھی بہت ہی بدتر) بعد ازاں اس نے کپتان سے پھر کچھ کہا جس نے مجھے فی الفور ہسپتال چلے جانیکا حکم دیکر کہا کہ میں امید کرتا ہوں تم اس لڑائی میں جو چند دنوں میں بالیقین ہونے والی ہے غیر حاضر نہیں ہوگے۔ شہر وہان سے دو میل تھا اور یہ مسافت عین دوپہر کے وقت پیدل طے کرنی مجھے سخت ناگوار معلوم ہو رہی تھی کہ سارجنٹ بقّال نے اطلاع دی کہ گاڑیاں خالی صندوق لیکر شہر کو جا رہی ہیں یہ کہکر اس نے ایک پر میرے بیٹھنے کا انتظام کر دیا۔ گاڑیاں تعداد میں بارہ تھیں۔ ان میں بیل جتے ہوئے تھے۔ چلانے والے غیر فوجی شخص تھے مگر حفاظت کیلئے ایک کارپورل دو نظام اور چند بیقاعدہ سپاہی ساتھ تھے۔ ایک روسی جاسوس بھی جو صبح کو پکڑا گیا تھا ان کی تحویل میں تھا۔ یہ شخص ترکوں جیسا لباس پہنے ہوئے تھا اور اسکا رنگ بھی گندمی تھا۔ مگر میرے خیال میں اس کی ڈاڑھی سے معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ ترک نہیں ہے جس گاڑی پر میں آگے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایک رسی سے جو اس کے گلے میں تھی گاڑی کے پیچھے بندھا ہوا تھا۔ اور اسکے دونوں ہاتھ پیٹھ کیطرف کر کے کسے ہوئے تھے۔ وہ گرفتاری سے کیطرح شکستہ دل اور غمگین نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بلکہ سپاہیوں کے ساتھ سلیس ترکی میں بات چیت کرنیکی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ترکوں نے کوئی جواب دینا پسند نہ کیا۔ کارپورل نے جو میرے پاس بیٹھا ہوا تھا مجھے بتایا کہ یہ شخص مزدوروں میں نہایت سرگرمی سے کام کرتا ہوا اس طور پر پکڑا گیا کہ جو ترک باشندگان شہر بطور رضاکار سپاہیوں کے ساتھ ملکر کام کر رہے تھے - انہوں نے اسے دیکھکر کہا کہ یہ پلیونا کا رہنے والا نہیں ہے اس پر جب اس سے سوال کیا گیا تو وہ کوئی قابل اطمینان جواب نہ دیسکا۔ اور ایکدفعہ بھاگ کر نکل جانے کی کوشش کی۔ مگر وہ جلد جلد اس کے جبڑوں سے تجبر نکال لیا گیا وہ خفیہ زبان میں لکھا ہوا تھا

ہم آہستہ آہستہ غبار آلود اور بے شجر سڑک پر دھوپ میں چلے جا رہے تھے اور گاڑیبان جو ایک دہقانی تھا۔ اب انفیس تمبا کو پی رہا تھا کیونکہ کارپورل جن دردوں کے پاس یہ نعمت بے بہا موجود نہ تھی۔ رشک سے جل بھنکر اس خود غرض دہقانی کو قتل کرکے اس سے اپنا تمباکو چھین لینے کی فکر میں لگ - چہ میتے کہ اتنے میں قیدی نے جس نے کمپ میں میری نسبت تعیناتی سن پایا ہوگا کہ میں انگریز ہوں مجھے فرانسیسی میں مخاطب کر کے اپنا دکھڑا رونا شروع کیا مگر مجھے ایسی عزت مقدم تھی میں نے باواز بلند اسے ترکی میں جواب دیا کہ میں فرنچ نہیں بول سکتا۔ تاہم وہ اپنا قصہ برابر سناتا گیا جس کا لب لباب

یہ تھا کہ " انگریز لوگ نہایت شریف اور ہمدرد ہوتے ہیں۔ میں معزز آدمی ہوں امد اڈیسہ یا سینٹ پیٹرزبرگ کے بنک صرف میری تحریر پر ہزاروں روپیہ کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگر تم شہر میں میری گرفتاری کی میرے دوستوں کو اطلاع کردو تو وہ مجھکو چھڑانے کا انتظام کرینگے اس کے صلہ میں تمکو پانچسو روپیہ کا چک دونگا "۔ مینے اسے تو کوئی جواب نہ دیا۔ مگر کارپورل کے کان میں چپکے سے کہدیا کہ اس شخص کو کسی سے بات چیت نہ کرنے دینا۔ کیونکہ شہر میں اسکے زبردست رفقا اور دوست موجود ہیں۔ کہیں انکو خبر ہوگئی تو وہ اسکو بھگا دینے کی ضرور کوشش کرینگے میری یہ حرکت بعض کے نزدیک ظالمانہ ہوگی مگر جس شخص نے اپنے ملک اور اپنے بادشاہ سے غدّاری کی ہو وہ کسی رحم کا مستحق نہیں ہو سکتا اس شخص کی نسبت محقق ہوگیا تھا کہ وہ نیکوپولی کا رہنے والا ہے اور اس بہادر فوج کو جو اپنے وطن کی محافظت کر رہی تھی اس نے بخس و کمینہ صلہ کے معاوضہ میں غنیم کے قابو میں کرا دینے کی پوری کوشش کی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اس مکان کا پتہ معلوم کرنا جسکا جاسوس نے ذکر کیا تھا میرا فرض تھا۔ مگر اپنے ہم مذہب (یعنے ایک عیسائی) خاندان پر تباہی وارد ہو جانے کے خیال نے مجھے اس امر سے روکدیا میری خاموشی دیکھکر اس کا حوصلہ پست ہوگیا اور وہ فرنچ میں پکار اٹھا۔ " آہ میرے اللہ کیا میرا آخری وقت پہنچ ہونچگیا ہے؟" تھوڑی دیر بعد اسکی طبیعت میں پھر استقلال آگیا اور اسکے " دتوبون " (تمباکو) کی استدعا کی ترک سپاہیوں نے ایک پائپ سلگا کر اس کے ہونٹوں میں دیدیا۔ اس نمکحرام کو دوسرے دن پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

سرجن نے مجھے ایک " النیٹر (غیر سرکاری یعنے جو محض قومی یا انسانی ہمدردی سے قایم کیا گیا ہو) ہسپتال کے ڈاکٹر کیطرف چٹھی لکھدی تھی یہ ہسپتال جو میرے خیال میں فلپ پولی سے آیا تھا۔ ایک سرکاری عمارت کی جو غالباً مدرسہ کا مکان تھا۔ پہلی منزل میں اور وہاں کے شاگرد پیشہ کے متصلہ مکانوں میں قایم کیا گیا تھا۔ مکان کی بالائی منزل میں مختلف ملکی و فوجی محکموں کے دفاتر قایم کئے گئے تھے۔ اس ہسپتال کے سٹاف میں ایک طبیب دو سرجن۔ ایک کمپونڈر ایک کلرک۔ ایک باورچی اور تقریباً بارہ ایک خدمتگار۔ تیماردار۔ ڈولی بردار اور گاڑیبان تھے اسوقت اسمیں تیس مریض زیر علاج تھے۔ جن میں سے اکثر زخمی اور باقی پچش سے بیمار تھے۔ تیس میں سے دو روسی تھے۔ مکان کے وسیع کمروں میں ابھی اور تیس کی گنجایش تھی۔ لڑائی کی شلم کو اس میں پچاس بیمار تھے۔ مگر ان میں سے جو نقل مکانی کی تکلیف سہار سکتے تھے۔ وہ گاڑیوں میں ارخنیہ بھیجدئیے گئے تھے۔ تاکہ وہاں سے صوفیا اور اس سے پرے روانہ کردیئے جائیں جو پیچھے رہے تھے۔ انکے زخم یا مرض سخت تھی۔ ہسپتال میں کل سامان مکمل تھا

اور ہر ایک کام نہایت صفائی اور مستعدی سے ہوتا تھا مجھکو چوزے کا شوربا - انڈے اور دودھ
دیا گیا - اور ہر طرح سے مجھے کامل آرام ملا - کیونکہ اسوقت ہمارے پاس سب چیزوں کا وافر ذخیرہ
موجود تھا - اور ہر روز ارخانیہ سے رسد و سامان کے قافلے چلے آتے تھے - ارخانیہ جو صوفیا اور پلیونا
کے وسط میں واقع ہے عثمان پاشا کو گودام گھر کا کام دے رہا تھا - اسکا ذکر آجانے پر وہاں کے قابل
کمانڈر شفقت پاشا کی تعریف میں چند کلمات تحریر کردینا ضروری سمجھتا ہوں ایسے باسلیقہ انتظام
مستعدی - سریع العملی سے مشیر کو بے اندازہ مدد پہونچی - کاش کہ دوسرے افسر بھی اس پاشا جیسے منتظم
لایق اور مستعد ہوتے - اللہ اکبر ! اگر محمد علی پاشا جسکے پاس دریائے لوم پر زبردست فوج تھی اپنی سپاہ
کو فضول چھوٹے چھوٹے داؤ پیچ ادھر ادھر اُمُضر تانا بانا لگائے رکھنے میں گھٹاتے رہنے کی بجائے اور
سلیمان پاشا ناممکن الفتح درہ شپکا کو بلا فتح چھوڑنے میں اپنی کسر شان سمجھنے کی بجائے (اول الذکر
کمانڈر لوم سے بیلا کی طرف اور آخر الذکر شپکا کو چھوڑ کسی دوسرے درہ مثلاً طرویان سے بلقان کو
عبور کرکے) بیباکانہ آگے بڑھے چلے آتے اور اس طرح پیشقدمی کرکے عثمان اور شفقت کے ساتھ ملکر
دوش بدوش کارروائی کراتے (یعنے دو طرفوں سے یہ نامور روسیوں کو روکے ہوئے تھے - دوسری
دونوں طرف سے سلیمان اور محمد علی روسی ہیڈ کوارٹر پر حملہ کردیتے اور اسطرح جب ان چاروں
افسروں کی فوجوں میں تعلق پیدا ہوجاتا - اور وہ سب ایک ہی وقت میں مشترکہ دشمن پر حملہ کرنیکے
قابل ہوجاتے تو اُسکا انجام یہ ہوتا - کہ گورا قسطنطینیہ تو پہنچ جاتا مگر فاتح کی حیثیت میں نہیں بلکہ قیدی
ہوکر - اگست میں حملہ آوروں کی حالت نہایت نازک تھی - درہ شپکا پر سلیمان پاشا کے بہادرانہ حملے جن سے
رستم و اسفندیار کے معرکے پھر کئی صدیوں بعد دنیا کی نظروں میں پھر گئے - بے شک ہر ایک عزت
کے مستحق ہیں - مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ اس نے بعینہٖ اس قیدی کیطرح عمل کیا جس کے مجلس کا دروازہ
تو چوپٹ کھلا ہوا اور وہ قید خانہ سے نکلنے کے لئے اسکی دیواروں کے نیچے سے سرنگ لگا رہا ہو -
محمد علی اور اسکے متقدم عبد الکریم کی کاہلی اور سستی کیلئے ایک بھی حجت یا وجہ معذوری موجود نہیں ہے
انکے (یعنے عبد الکریم اور بعد ازاں محمد علی کے پاس) عثمان سے تگنی فوج تھی اور انکو بقدر روح رکھنے کی
صورت میں دشمن سے حوصلہ شکن لڑائی کرنا لازمی تھا جسمیں اگر انکو شکست ملجاتی تو بڑے سے بڑا نتیجہ یہ ہوتا
کہ حالت قبل از جنگ قایم رہتی یعنے انکی اور عثمان کی فوج میں بدستور تعلق نہ رہتا - لیکن اگر وہ فتحیاب
ہوجاتے تو حملہ آوروں کیلئے پسپائی اور درہ جنگ کے کُل رستے (یعنے سشوا اور سمنترا کی شرکیں) بند ہوجاتے -
مجھے زخم سے چونکہ ذرہ بھر بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی میںنے کلرک کو مدد دینے کا ارادہ ظاہر کیا -

اس نے مجھے کچھ کاغذ نقل کرنے کیلئے دیدیئے۔ اس سے فارغ ہوکر مینے روسیوں کیلئے جن میں سے ایک فرنچ جانتا تھا۔ فرانسیسی میں خطوط لکھے۔ فرنچ جاننے والے روسی کے دونوں بازو کہنی سے کاٹ دیئے گئے تھے مگر اسے وقت اس بات کا علم نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ ہاتھوں میں درد ہونے کی شکایت کر رہا تھا۔ اس غریب کے ماجرات سے میدان جنگ کے خطرات کا کچھ شمہ معلوم ہوسکتا ہے۔ اسے بائیں کہنی پر گولی لگی تھی جس سے وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ اسوقت اسکا دایاں بازو پھیلا ہوا تھا۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ ایک روسی بازی کی آٹھ توپیں افراتفری میں پیچھے ہٹتے وقت اسپر سے گذر گئیں جس سے اسکے جسم کو دیگر ضربیں پہونچیں کے علاوہ اسکا صحیح و سالم بازو بھی چکنا چور ہوگیا۔ دوسرے روسی کے چوتڑوں کا گوشت شیل کے ایک ٹکڑے سے اُڑ گیا تھا چنانچہ وہ بیچارہ مُنہ کے بل پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے ساتھی کی زبانی مجھ سے اپنی بیوی کیطرف فرنچ میں خط لکھوایا جسمیں لڑائی میں اپنے زخمی و قیدی ہونے اور ڈاکٹر کی مہربانی اور خوش سلوکی کا ذکر کر کے بیوی کو حوصلہ رکھنے اور خدا کی درگاہ میں دعا کرتے رہنے کی تاکید کی۔ اور ضمناً زنندہ خط کی نوازش کا بھی ذکر کردیا۔ یہ خط لکھکر مینے اپنے پاس ہی رکھ لیا تھا۔ جسے چند روز بعد مجھے روانہ کرنیکا موقع ملگیا جسکا پھر ذکر کرونگا۔ اس سے چند دن بعد جب مجھے پلیونا جانیکا اتفاق ہوا تو میں اسکو یہ اطلاع دینے کیلئے کہ مینے اپنا وعدہ پورا کردیا ہے ہسپتال گیا۔ مگر وہ غریب اسی رات کو فوت ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ جراحی عمل میں تو پوری کامیابی ہوگئی تھی لیکن وہ نقاہت اور کمزوری سے جانبر نہ ہوسکا۔ مینے متوفی کا نام اور اسکی عورت کا پتہ لکھکر اس قاصد کے ہاتھ جو اس واقعہ سے بعد سب سے اول روسی کیمپ کو گیا تھا۔ متوفی کی رجمنٹ کے کرنیل کے پاس بھیجدیا۔ دوسرا روسی بالعلیٰ وجہ صحتیاب ہوگیا تھا۔ چونکہ میں پانچ دفعہ فوجی ہسپتالوں میں گیا اسلئے ہر دفعہ کی اقامت ٹھیک یاد نہیں رہی بہرحال مجھ مفقود نہ ہوا۔ اور غالباً دوسرے ہی دن مجھے ڈاکٹر نے کہدیا کہ اب اسکا احتمال نہیں رہا۔ اور تم واپس جاسکتے ہو پلٹن کا سرجن مجھے چاق چوبند واپس آتا دیکھکر بہت بگڑا۔ کہ اس کا قیاس درست نہیں نکلا۔ اس نے باواز کرخت مجھ سے کہا "علمی اصول کے مطابق تمکو تشنج ہوجانا چاہئے تھا ہسپتال والے تمہارا درست معالجہ نہیں کرسکتے"۔ البیک سب مجھے اتنی جلدی واپس آتا دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔ اور بے اختیار ایک ایسا چکر لگا دیا جیسا کہ ناچ میں لگایا جاتا ہے۔ سپاہی اسے ایسا کرتے دیکھکر حیران ہوگئے۔ انہوں نے پہلے کبھی کسی بھلے مانس کو ناچتا ہوا دیکھا یا سُنا نہیں تھا۔

میں پلیونا سے پانسو سگریٹ اور آدھ سیر تنباکو لیتا آیا تھا۔ یہ چیزیں جسطرح مینے حاصل کی تھیں اسکو بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چنانچہ میں اسکی زیادہ توضیح نہیں کرتا۔ تاہم سب افسروں نے ملکر ہنسی خوشی سے

وقت گذارنا شروع کیا۔ محمد نے رخ اُٹھا کر بازی کھیلی۔ اور پھر بھی بارہ چالوں میں مجھے شہ مات کر دیا۔ کپتان نے مجھ سے سگریٹ لیکر پیئے۔ اور اپنی چھوٹی چھوٹی بدصورت آنکھوں کو جھپکایا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ آگ خوب روشن تھی (میدان جنگ میں اگر سپاہی آگ روشن نہ کرسکیں تو اِس سے بڑھکر کسی چیز سے اُنکو انقباض نہیں ہوتا) ستارے چمک رہے تھے۔ ہوا کے سرد جھونکے چل رہے تھے۔ ہمارے سامنے رات کی تاریکی میں ڈھنپی ہوئی بامن خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ اور وقت موت اور موت سے بدرجہا بدتر مصائب اور خطرات کو جو دونوں جنیزین وقت کے رحم میں نہاں تھیں لئے ہوئے ہمارے پیش نظر تھا۔ مگر ہم ایسے بےغم اور بےفکر بیٹھے ہوئے تھے کہ فرشتے بھی ہماری لاپروائی پر آنسو بہاتے ہونگے۔

۲۵ اور ۲۶ جولائی کو بھی ہماری فوج نے دو کامیاب معرکہ آرائیاں کی تھیں۔ مَیں انمیں شامل نہیں تھا۔ ۲۵ کو ہماری چار پلٹنوں اور دو توپوں نے بریگیڈیر حسن صابری پاشا کے زیر کمان ترستنک پر جو پلیونا سے شمال مغرب میں ہے حملہ کیا۔ لفٹنٹ کرنیل محمد ناطف بک نائب کمانڈر تھے۔ یہاں کاسکون نے اپنا بیس آف آپریشن (قاعدۂ لجیش) بنا رکھا تھا اور وہاں سے اُٹھ کر ہمارے قافلوں کو ستایا کرتے تھے۔ مختصر سے مقابلہ کے بعد غنیم منتشر ہوگیا۔ اور ہماری فوج دوسرے دن پلیونا کو واپس آگئی۔ اسی ۲۵ جولائی کو پہلی مہم سے بعد شیر نے بریگیڈیر رفعت پاشا کے زیر کمان چھ پلٹنیں۔ ایک باتری اور کچھ چرکس سوار لوچجہ کی سڑک پر روانہ کئے۔ کرنیل توفیق بک نائب کمانڈر تھا۔ اس قصبہ پر جسے بلغاری لواز کہتے ہیں اور جو دریا اوسمہ پر واقع ہے۔ ۱۲ جولائی کو کاسکون نے قبضہ کرلیا تھا۔ نقشہ کو سرسری نظر سے دیکھنے پر ہی اس مقام کی اہمیت معلوم ہو جائیگی۔ یہ قصبہ طرویان سے ۱۸ میل اور طرویان سے ۱۳ میل بجانب شمال ایسے موقعہ پر واقع ہے جہاں کہ طرویان پلیونا سڑک ترنووا کی سڑک سے جو براہ سلوی مشرق کیطرف آتی ہے تقاطع کرتی ہے۔ اس میں عیسائی مسلمان ۱۴ ہزار باشندے تھے اور بلگیریا کے نہایت ہی متمول۔ خوبصورت۔ خوش بنا۔ اور مہذب و شائستہ شہروں میں سے گنا جاتا تھا۔

مَیں ابھی ذکر کرچکا ہوں کہ ہم کو صوفیا سے چودہ پلٹنوں کی کمک پہونچگئی تھی۔ اس سے ہماری فوج میں ۳۹ پلٹنیں ہوگئیں۔ ان میں سے وہ چھ پلٹنیں جو لوچجہ بھیجی گئیں اور وہ وہیں مقیم رہیں آ وضع کرنیکے بعد ۳۰ جولائی کی لڑائی میں ہماری جمعیت ۳۳ پلٹنوں کی تھی۔ ۲۶ جولائی کی صبح کو ترکوں نے لوچجہ پر حملہ کیا۔ کاسک حملہ ہوتے ہی پسپا ہوگئے۔ مگر بلغاری باشندے جنکو روسیوں نے مسلح کرکے قواعد سکھادی تھی۔ خوب جی توڑکر (لیکن بیفایدہ) لڑے۔ ان نمکحراموں کو سرسری تحقیقات کے بعد کیفر کردار کو پہونچادیا گیا۔ کئی سو حکم پھانسی پر لٹکائے گئے۔ اور بے تعداد غدار غضب آلود مسلمان باشندوں نے

اس قتل عام کے بدلے میں جو کچھ عرصہ پہلے عیسائیوں نے مسلمانوں کا کیا تھا قتل کر ڈالے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ روسیوں کے برخلاف آئندہ جارحانہ کارروائی کرنے کیلئے عثمان پاشا لوفچہ۔پلیونا لائن پر بیس آف آپریشن قایم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ لوفچہ کیلئے ایک اُور آرمی کور یا کم از کم ایک ڈویژن فوج بھیجدی جائیگی۔اس غرض کیلئے اطروپول یا طرد یان وردن کے راستہ جو برابر ترکوں کے ہاتھ میں تھے۔صوفیا۔فلپ یا ایڈریانوپل سے فوج بھیجی جا سکتی تھی۔مگر ایسا نہ کیا گیا۔اور لوفچہ کی حفاظت کا کام بھی عثمان پاشا پر ڈال دیا گیا۔اور اس مرد خدا نے اپنی شان یکتائی میں ناممکن کام بھی کر کے دکھا یا یعنی اپنی ایک اکیلی "آرمی کور" سے اس نے دنیا کی عظیم ترین طاقت کو ساڑھے چار مہینوں تک ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیا۔

۲۷-۲۸-اور ۲۹ جولائی کے تینوں دن فیصلہ کن جنگ کی سرتوڑ تیاریوں میں صرف ہوئے۔ کھانے کیلئے ہمارے پاس وافر سامان موجود تھا۔گوشت ہر روز ملتا۔اور پھل اس کثرت سے ملتے کہ وہ ہمارے لئے اچھے نہ تھے۔کئی شخص پیچش سے بیمار ہو گئے میری کمپنی کے دو اس مرض میں مبتلا ہوئے ان بیماروں میں سے ایک یا دو ہلاک بھی ہو گئے۔میری صحت بہت اچھی تھی۔لڑائی کے دن میرا زخم تقریباً مندمل ہو گیا ہوا تھا۔جیک کی طبیعت امنگوں پر تھی۔اپنی زندہ دلی اور خوش طبعی کی وجہ سے وہ کیمپ کی روح رواں بنا ہوا تھا۔کھیل تماشے جیسے کہ لڑائی کے بعد کئے گئے تھے۔اب نہیں ہوتے تھے تفریح کیلئے کوئی فرصت ہی نہ تھی۔ہماری فوج سواران میں عثمانیہ کاسکوں کے دو رسالے آ ملے تھے۔یہ لوگ جو میرے خیال میں علاقہ کوہ قاف سے آئے تھے۔غلیظ اور بدنام مگر ساتھ ہی شیر ایسے بہادر اور سانپ جیسے مکار تھے۔ہماری کیولری اس طرح سے مضبوط ہو کر متواتر قرب وجوار میں گشت کرتی رہتی تھی اور بسا اوقات وہ دشمن کو دیکھ کر اہم خبریں لایا کرتی۔ان تمام خبروں سے یہی پتہ ملتا تھا کہ غنیم کی زبردست فوجیں شمال (نیکوپولی) شمال مشرق (سستوا) اور جنوب مشرق (ٹرنووا) سے چلی آ رہی ہیں۔اور پلیونا کے مقابل جمع ہو رہی ہیں۔پس یہ ناقص ترین عقل رکھنے والے پر بھی واضح ہو رہا تھا کہ اس دفعہ غنیم کا صرف ایک واحد ڈویژن نہیں بلکہ ایک یا دو سالم آرمی کور ہم سے نبرد آزما ہونگے۔

ہماری کمپنی کا آدھا دستہ (یعنی ۲۰ آدمیوں سے لیکر ۲۵) ہر وقت "آوٹ پوسٹ ڈیوٹی" (بعیدی چوکی کے پہرہ کی نوکری) پر رہتا۔چونکہ جیک اور میں نے مورچہ کی تیاری اور تکمیل میں کسی قدر قابلیت دکھائی تھی۔کپتان نے ہمارے سکوڈرن کو کیمپ میں کھانا اور آوٹ پوسٹ کیلئے

آدمی بہم پہونچانا صرف پہلے سکویڈ کے ذمہ رہا۔ اس بعیدی پہرہ کے فرائض کیلئے یہ دستہ جسکے ساتھ
چند چرکس بھی شامل کر دیئے گئے۔ دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور ہر روز تراب نوبت بنوبت اسکی
کمان کرتے۔ مورچوں کی حفاظت کے لئے تو یہ بعیدی چوکیاں تھیں۔ اور پھر بجائے خود ہر ایک بعیدی
چوکی نے اپنی حفاظت اور دشمن کی خبرداری کیلئے اپنے سامنے نیم دائرہ کی شکل میں بارہ بارہ موقعوں
پر ایک ایک سنتری مقرر کر رکھا تھا۔ بعض سنتریوں نے اپنی حفاظت کیلئے تین تین فیٹ عمیق گڑھے
کھدوا لئے تھے۔ مگر اکثر نے کچھ عرصہ کے بعد جا کر ایسا کیا۔ نومبر میں عثمان پاشا کے کیمپ کے گرد ان گڑھوں
کی قطاریں تین میل میں پھیلی ہوئی تھی۔ مورچہ اور اوٹ پوسٹ (بعیدی چوکی) میں ایک تہائی میل اور
اوٹ پوسٹ و سنتری میں ایک چوتھائی میل کا فاصلہ تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ جو کمپنی محافظت کی
پہلی لائن میں ہوتی اسے بالاستقلال ایک اوٹ پوسٹ کے لئے سپاہی بھیجنے پڑتے تھے۔ ہماری
بعیدی چوکی کا کپتان اکثر معائنہ کرتا رہتا تھا۔ اور میجر کرنیل اور برگیڈیر یا اس کی طرف سے
کوئی اور شخص دن اور رات میں جب مناسب سمجھتے بلا اطلاع گشت کرتے ہوئے وہاں پہنچ رہتے
تھے۔ کسی شخص کو بلا شناخت کیمپ میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ باہر جانے کیلئے اس سے بھی
زیادہ سخت قاعدہ تھا۔ گشت کنندہ یا چارہ فراہم کرنیوالے دستوں کے سوائے کوئی فرد بشر خواہ عورت ہو
یا مرد خود مشیر کی تحریری سند کے بغیر باہر نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ جیسے ایک دفعہ پلیونا کے ایک بلغاری
خاندان کو جو اپنا املاک چھوڑ کر اور مال مویشی لیکر جس میں ایک بیل۔ ایک طوطہ اور ایک چیخ چہاڑنے والا
شیر خوار بچہ بھی شامل تھا۔ کیمپ کی حدود سے چوری باہر کو گشت کے وقت گرفتار کر کے فوجی حراست میں
شہر کو واپس کر دیا۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا ان کیلئے بہتر سے بہتر رپورٹ کی جسکی وجہ سے شاید
ان سے کوئی تعرض نہ ہوا۔ اور صرف آئندہ کیلئے ایسا نہ کرنے کی فہمایش پر اکتفا کیا گیا۔

کیمپ میں نظام نہایت سخت اور عام انتظام قابل تعریف تھا۔ اور ہر ایک کام نہایت درستی اور
صفائی سے طے ہوتا تھا۔ ہمارا قول آغاسی سخت زخم کی وجہ سے صاحب فراش تھا۔ اور سب لوگ
اس بات سے خوش تھے۔ ایک مہینہ بعد وہ صحتیاب ہوا۔ اور سب کیلئے اسکی صحتیابی کا دن یوم حزن و ملال
تھا۔ محمد ہرور نے ایکدن مجھ سے ہنستے ہوئے ذکر کیا کہ چند رومانوی بیوپاریوں نے جن کے سر کے بال لمبے
چوغے چکنے اور بلند ٹوپیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ خرید و فروخت کے لئے کیمپ میں داخل ہونیکی کوشش کی
ان کا متاع سوداگری مستعمل بنیانیں۔ بٹن۔ سوئی دھاگہ۔ تمباکو۔ کاغذ۔ قلم دوات۔ نقش تصویریں۔ اور ہیچ قسم
چیزیں تھیں۔ ان کو زبانی روکنے سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مگر جب ایک سنگین انکی طرف سیدھی کی گئی تو وہ

شور و غل مچاتے اور طرح طرح کی شکلیں بناتے پیچھے ہٹ گئے۔ بالفاظ دیگر اس داستان کا لب لباب ہے کہ یہودی دنیا میں ہر جگہ یکساں عادات رکھتے ہیں۔ جنگ ہو یا امن۔ گرمی ہو یا سردی انکو بیوپار اور نفع کمانے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

جس مورچہ میں میری پلٹن مقیم تھی وہ ان چار مورچوں میں سے تھا جسے وسی "گرنیتزا کے مورچے" پکارتے ہیں۔ ہم نے اس پہاڑی کے نام سے جس پر وہ بنے ہوئے تھے انکا نام "جانق بائر طابیہ لر"[66] رکھا تھا مورچہ کا شمالی دامن جو غنیم کی طرف تھا اس نالے کے کنارہ تک چلا گیا تھا جسکی کیفیت پہلی لڑائی کے حالات میں لکھی جا چکی ہے۔ اس مورچہ سے آگے "سکرمشروں" کی حفاظت کیلئے ایک خندق نالہ کے جنوبی ساحل پر اور دو جوا دیتے تھیں سامنے کے کنارہ کے کرارہ پر تھیں۔ ان کے علاوہ مورچہ کے دونوں پہلوؤں پر بھی خندقیں تھیں جو مورچہ سے زاویہ منفرجہ بناتی تھیں۔ ایسے حملہ آور دشمن پر پہلو پر سے نہایت مہلک اور تباہی بخش آتشباری ہو سکتی تھی۔ چنانچہ انہی بغلی خندقوں کی وجہ سے دوسری لڑائی میں روسیوں کی تمام کوششیں بیکار رہیں اس مورچہ میں دو پلٹنیں۔ ایک باتری پانچ توپوں کی (چھٹی توپ ۲۰ جولائی کو لڑائی میں ٹوٹ گئی تھی) اور چند چرکس سوار مقیم تھے۔ یہ سوار گشت۔ بعیدی چوکی اور توپخانہ کے متعلق کاموں میں مدد دینے کیلئے تھے۔

دوسرے مورچہ میں جو تقریباً ہمارے مورچہ کی سیدھ میں اسکے متصل دائیں جانب تھا۔ دو پلٹنیں اور آدھی باتری مقیم تھی۔ ہماری بائیں طرف ہم سے نصف میل آگے کو نکلے ہوئے یوکو وا سے قریب دو چھوٹے مورچے یا دمدمے تھے۔ ہمارے مورچہ کا رخ ٹھیک شمال کو اور ان دونو کا شمال مغرب کو تھا۔ ان میں سے ہر ایک میں ایک ایک پلٹن اور ایک ایک یا دو دو توپیں تھیں۔

ان چاروں (دو چھوٹے اور دو بڑے) مورچوں سے جانق بائر پر اس کی قدرتی بناوٹ کے حسب حال ایک مضبوط گڑھ بنگیا تھا جس میں ایک بریگیڈ ۶ پلٹنیں یعنے تخمیناً ۳۵۰۰ آدمی اور ۱۱ توپیں تھیں) مقیم تھا۔ اس کا طول شرقاً غرباً ساڑھے تین میل تھا۔ اور وہ نیکوپولی سڑک سے

---

[66] بعض مصنفین نے ان کا نام "عبد الکریم طابیہ" لکھ کر ادعا کیا ہے کہ ترک بھی اس نام سے پکارتے تھے مگر مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کسی ترک نے اس نام سے انکو پکارا ہو۔ عبد الکریم سابق سالار نے کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا کہ ہم اپنے اہم ترین مورچہ کو اسکے نام سے موسوم کرتے۔ یہی مبارک پلیونا کے جنوب کیطرف کی پہاڑی کی نام کے متعلق جو "سبز پہاڑی" بتایا جاتا ہے صادق ہوتا ہے یعنی پہاڑی کو بھی "یشل بائر" پکارے جاتا مانتا۔ تاہم کوئی اور بہتر نام دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے میں بھی روسی مصنفین کے اس نام کو استعمال کرونگا۔ مصنف

نالوں تک علیحدہ بنا ہوا تھا طرح کا تھا خندقیں جو ۶ فیٹ گہری تھیں۔ مورچہ زمین کی قدرتی بلندی کے
علاوہ ۶ میں فیٹ بلند تھے۔ ہمارا بایاں بازو غیر محفوظ اور کھلا تھا۔ گو اس طرف بھی ایک
منفرد مورچہ بند ایڈوانس پوسٹ (آگے کو بڑھی ہوئی چوکی یا بیچ گڑھی یا چوکی جس میں
فوج طلیعہ رہے) شمال مغرب میں اڑھائی میل کے فاصلہ پر اوپانتز کے قریب موجود تھی۔
جس میں دو پلٹنیں مقیم تو وو کے راستوں کی محافظ تھیں۔ اسی طرح کی ایک اور چوکی اول الذکر
سے تین میل بجانب جنوب اس پل کی محافظت کے لئے تھی جس پر سے ارخانیہ سڑک دریا وِد
سے گذرتی ہے۔ اس میں ایک پلٹن تھی۔

ہمارے دائیں بازو پر بھی مشرق رویہ ایک مضبوط گڑھا تیار کر لیا گیا تھا۔ اس میں تین
پلٹنیں اور دو آدھی آدھی باتریاں تھیں۔ یہ آدھی آدھی باتریاں دو ٹھوس مربع شکل کے
مورچوں پر نصب تھیں۔ روسی انکو "گریونیتزا مورچے نمبر ۱ و نمبر ۲" لکھتے ہیں ہم انکو باش طابیہ پکارتے تھے۔
کل متذکرہ بالا گڑھا اور مورچے لشکر عثمان کے کیمپ کا یساری بازو تھے۔ یہ بازو عادل پاشا
کے زیر کمان تھا جس کے ماتحت ایک ڈویژن (بارہ پلٹنیں) تین باتریاں۔ نظام کیولری کے
دو رسالے اور چرکسوں کا ایک دستہ تھا۔

ہمارا (یعنے عثمان کے کیمپ کا) یمین حسن صابری پاشا کے ماتحت تھا۔ اور اسکا رخ جنوب رویہ
تھا۔ اسکی جمعیت بھی یساری فوج کے برابر تھی۔ اس وقت مشیر کے پاس ۳۳ پلٹنیں، ۵ توپیں چھ
رسالے نظام کیولری۔ دو رسالے عثمانیہ کاسکوں کے اور چار سو چرکس بیقاعدہ۔ کلہم ۲۰ ہزار
آدمی تھے[۶۷] جس میں وہ فوج شامل نہیں جو لوفچہ کو بھیجدی گئی تھی۔ دونوں بازوؤں (یمین و یسار)
کی فوجوں کو وضع کرنیکے بعد مشیر کے پاس ریزرو میں نو پلٹنیں ساڑھے تین باتریاں اور چار رسالے
تھے۔ ان میں سے ایک پلٹن پلیونا میں تھی۔ باتریاں اور رسالے شہر سے مشرق کی طرف کی پہاڑی
کی چوٹی پر جس پر کہ مشیر کا ہیڈکوارٹر تھا مقیم تھے۔ ریزرو فوج کی باقیماندہ آٹھ پلٹنیں پہاڑی مذکورہ
کے جنوبی اور مشرقی دامنوں پر فروکش تھیں۔ ریزرو کی ۲۲ توپیں اسطرح نصب کی گئی تھیں
کہ میدان جنگ کا دو تہائی حصہ ان کی زد میں تھا۔ مختلف مقامات پر فوج کی تعیناتی اور موقعہ
بموقعہ مورچے تیار کرنے کے نقشے بنانے میں چونکہ میں نے بھی مدد دی تھی۔ اس لئے یہ باتیں

۶۷۔ ۲۰ جولائی کو ہمارے پاس ۵۰ توپیں تھیں اسکے بعد جیسے جیسے توپیں صوفیا سے آئیں ویسے ہی لوفچہ
کو بھیجدی گئیں۔ اور ایک ٹوٹ گئی تھی۔ سب باقی ۵۷ رہیں۔ مصنف

مجھے اچھی طرح سے یاد رہی ہیں۔ علاوہ بریں چونکہ مسلّمہ امر ہے کہ عثمان کی مورچہ بندیاں اور فوج کی تقسیم و تعیناتی خود ہی اپنی نظیر تھیں۔ اور ان کو ماہران فن حرب استفادہ کے لئے قابل تقلید نمونہ قرار دیتے ہیں[1] میں نے انہیں بالوضاحت بیان کر دینا ضروری سمجھا۔ اور اس طوالت کے لئے کسی معافی کی ضرورت نہیں دیکھتا۔ ترکی فوج کا پھیلاؤ وِد کے پل یعنی مغرب سے لیکر بجانب شرق باغچی طابیوں تک سات میل اور اوپانتز سے سبز پہاڑی تک شمالاً جنوباً تخمیناً چھ میل تھا۔

ہمارے مورچہ کو اندر سے کھوکھلا کر کے ہمیں سونے و گودام رکھنے اور اصطبلوں کا کام دینے کے لئے کوٹھریاں بنا دی گئی تھیں۔ ان کوٹھریوں کو ہمیں اسطرح تیار کرنا پڑا تھا۔ کہ لکڑی کی بہت کم ضرورت پڑے۔ کیونکہ پلیونا کی مشرق اور شمال کیطرف کی پہاڑیوں پر بمشکل کوئی درخت پایا جاتا ہے۔ مگر جنوب اور مغربی جانب کی پہاڑیوں پر بہت سے شاندار باغ اور تاکستان موجود ہیں۔ پھلدار درختوں کے کاٹنے کی ممانعت کر دیگئی تھی۔ کیونکہ ان سے نہایت نفیس اور وافر غذا کا سامان میسّر ہوتا تھا چھتیں شکستہ حربی سامان کے ٹکڑوں اور اسی طرح کے عجیب و غریب مختلف قسم اور شکلوں کے چوبی تختوں سے پاٹی گئیں۔ اور سہارے کیلئے انکے نیچے خیموں کی چوبیں اور تھمبے کھڑے کر دیئے گئے۔ کوٹھریوں کی دیواروں کو پتھروں سے جنہیں ٹیڑھا بیدھا ترچھا ترچھا کر مطلب کے مطابق گھڑ لیا گیا تھا۔ مضبوط کیگئی تھیں۔ اور فرش پر ذبیحہ جانوروں کے دھوپ میں خشک کئے ہوئے چمڑے سایاں کی موٹی تہ بھیڑوں کی کھالیں اور کمبل لیٹنے کیلئے بچھا دیئے گئے تھے جس شخص یا جماعت کو پلیونا یا کسی متصلہ گاؤں میں جانیکا اتفاق ہوتا وہ وہاں سے کچھ نہ کچھ یعنی کوئی اوزار۔ آلہ یا کارآمد برتن ضرور لے آتا۔ ترک باشندے یہ چیزیں خوشی سے خود بخود اور بلغاری خوف کے مارے دیدیتے تھے۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اکثر چیزیں ان سے جبر لیجاتی تھیں۔ جبراً لینے کیلئے ہم نے "مستعار لینے" کی اصلاح گھڑ رکھی تھی۔ ہمارے پاس نقدی کچھ نہ تھی۔ لیکن اگر کسی چیز کا مالک چاہتا تو اسے تحریراً رسید لکھ دیجاتی تھی جسکی نسبت بلا اندیشہ تردید کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان کا روپیہ کبھی ادا نہ کیا گیا ہوگا۔ پس ہم اسطرح ہر روز اپنی آسائش کے سامان بڑھاتے رہتے تھے۔ نقال جسکی مستعدی بینظیر ذہن رسا ہر وقت حاضر اور جو ایک ہزار ایک ہنر جانتا تھا میرے دستے کے حق میں فرشتہ رحمت تھا۔ چنانچہ ہمارے مکان دوسرے دستوں کے لئے نمونہ کا کام دیتے تھے۔ پانی اور فضلہ کی نکاسی کے انتظام میں ہمیں بہت تردد کرنا پڑا۔ سیمو اور میں ہر وقت کامل صفائی پر مصر رہتے تھے۔ ترکوں کو

[1] ہندوستان کے سربرآوردہ اخبار پائنیر نے فروری ۱۹۱۲ء کے پرچہ میں اس امر کو صاف الفاظ میں تسلیم کیا ہے

اسکی چنداں پرواہ نہیں ہوتی۔ مگر ہم اول لفٹنٹ کو اپنے ڈھب پر لے آئے اور اُس نے لسن یا سرودیں ہماری تقلید کر کے ہم جیسا ہی انتظام کر دیا۔ اور اسطرح دیکھا دیکھی دوسری کمپنیوں نے بھی اسی طرح کر دیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ کل کیمپ میں ہمارے مورچہ کی صحت سب سے اچھی رہی۔ پانی کے ذخیرہ سے جو چنداں وافر نہ تھا جہانتک گنجایش نکل سکتی ہم سپاہیوں کو اپنے جسم اور کپڑے دھوتے رہنے اور تختوں اور برتنوں وغیرہ کو مانجتے رہنے کی سخت تاکید کرتے رہتے۔ صفائی کے انتظام میں دافع عفونت و سرایت ادویہ کی قلت بہت ہرج ہوتی تھی۔ مگر مینے ایک فوجی ہسپتال کے مہتمم ادویہ سے پرمن گنیٹ آف پوٹاش (رسجی کا مرکب) کیڑوں کو مارنے کے پوڈر۔ اور کاربولک ایسڈ (ایک قسم کا تیزاب) کی کچھ مقدار لے لی تھی۔ صابن ہم نے پلیونا سے "مستعار" حاصل کیا کیونکہ راشن کے ساتھ جو ملتا تھا وہ ناکافی ہونے کے علاوہ باقاعدہ نہیں ملا کرتا تھا۔ بتیوں کی بھی یہی کیفیت تھی اور وہ بھی اسی طرح حاصل کر لی گئی تھیں۔ پھر بھی چونکہ ذخیرہ وافر نہ تھا۔ سپاہیوں کو دن میں صرف ایک دفعہ کے استعمال کیلئے صابن دیا جاتا تھا۔ پوڈر بیٹس ایسی کنجوسی سے صرف کرتا تھا کہ گویا وہ طلائی ریگ ہے لیکن ترکوں کو کیڑوں مکوڑوں کی ویسی پروا بھی نہ تھی جیسی کہ مجھے اور جیک کو اِن ننھے ننھے مہمانوں کی رونق افروزی ناگوار گذرتی تھی۔ پینے کے لئے پانی اس چشمہ سے لایا جاتا تھا۔ جو بقال نے دریافت کیا تھا۔ دوسرے کاموں کیلئے بیل گاڑیوں پر ایک میل کے فاصلہ سے ہر روز گروتیسزا پیپے بھر کر لائے جاتے تھے۔ مورچہ سے بارش کے پانی کے نکاس اور اس سے ٹب بھر لینے کا بھی انتظام کر لیا گیا تھا۔

خطامی خطوط کے سامنے سے کل ایسی چیزیں جو حملہ آور کو پناہ کا کام دے سکتیں دور کر دیگئی تھیں۔ اسطرح سے جو جھاڑیاں کاٹی گئیں دھوپ میں سکھا کر ان کا ایندھن بنا لیا گیا تھا۔ ہمارا مورچہ ۹ جولائی کو مکمل ہو گیا۔ مگر اکثر دوسرے خاصکر ان کو اندر سے خالی کرنے کا کام لڑائی کے بعد جا کر ختم ہوا۔ کئی جگہ سپاہی مٹی کی جھونپڑیوں یا خیموں میں سوتے۔ ایک جگہ مینے لکڑی کے کپڑے رکھنے کی بڑی الماری کو چھ سپاہیوں کا گھر بنا ہوا دیکھا جو اس کے خانوں میں گھسکر اسطرح سے سوتے تھے جس طرح جہاز کی خانہ نما کوٹھڑیوں میں مسافر آرام کرتے ہیں۔ دوسری جگہ چند سپاہیوں نے کھانے کی میز کو خوابگاہ بنایا ہوا تھا۔

پلیونا کی مجوزہ مورچہ بندی اگست کے اخیر میں مکمل ہوئی اور مغربی جانب کی مورچہ بندی کہیں اکتوبر میں جا کر ختم ہوئی۔ اٹکل پچو اسکی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۳۱ اگست کو ۲۰ جولائی کی نسبت

ہمارے پاس دُگنے مورچے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روسی مورچوں کا بیان بالکل غلط ہے کہ پلیونا کی مورچہ بندی جولائی کے اخیر میں ہی مکمل ہو گئی ہوئی تھی۔

۹ جولائی کی سہپہر کو کل فوج میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ لڑائی ہوا ہی چاہتی ہے تمام اعلیٰ افسر ہیڈکوارٹر میں بلائے گئے اور رات پڑنے سے پہلے ہم سب کو مفصل ہدایات سنا دی گئیں میجر نے ہم افسروں کو ایک جگہ بُلا کر مناسب وقت تقریر کی۔ سپاہیوں کے جوش اور شگفتگی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ان کو فتح کا پورا یقین تھا۔ اور فوج کی عام اخلاقی حالت حسب مراد تھی۔

ہم نے تاریکی چھا جانے سے پہلے ہی کل انتظام مکمل کر لئے۔ فی کس پانچسو کے حساب سے کارتوس تقسیم کئے گئے جن میں سے اسّی اسّی ہر ایک سپاہی نے تھیلوں میں ڈال لئے۔ اور باقی مورچہ میں ذخیرہ کئے گئے۔ جھولے بسکٹوں سے اور بوتلیں سرد قہوہ سے بھر لی گئیں۔ مورچہ کی گداموں کوٹھریوں میں غذا وافر جمع تھی۔ ٹبوں میں پینے کا پانی بھر کر انہیں خندقوں میں رکھدیا گیا۔ زخمیوں کو ہسپتالوں میں لیجانے کے لئے گاڑیاں عقب میں تیار کر کے کھڑی کر دی گئیں گھوڑوں پر زینیں اور ساز لگا دیئے گئے۔ کہ اگر غنیم مورچہ کو فتح کرلے تو وہ توپوں اور زائد گولہ بارود کو لیجانے کے لئے تیار کھڑے ہوں۔ تلواروں اور سنگینوں کو تیز کیا گیا۔ رایفلوں کو صاف کر کے ان کی دیکھ بھال کیگئی۔ اور ڈاکٹر نے اپنی چھریوں۔ آریوں اور سلائیوں اور موچنوں کو اچھی طرح سے پڑتال لیا۔ ہم صف بستہ کھڑے تھے کہ فریق عادل پاشا معاینہ کو آ گئے۔ ہم نے فوجی قاعدہ کے مطابق بندوقیں اُٹھا کر سلامی اتاری۔ مورچہ کو دیکھ کر انہوں نے خوشنودی کا اظہار کیا پھر کچھ عرصہ ہماری خانگی (یعنے بود و باش کے) انتظامات کو دیکھتے رہے۔ مینے اور جیک نے صفائی کا جو انتظام کر رکھا تھا۔ اسے دیکھکر ان کے خوبصورت چہرہ پر ایسی مُسکراہٹ نمودار ہو گئی جس میں تلطف آمیز حقارت کے آثار پائے جاتے تھے کیونکہ ترک صفائی کی اہمیت کو خفیف سمجھنے کی طرف میلان رکھتے ہیں۔

اکثر سپاہی کل ہتھیار اور وردی لگائے دس بجے سو گئے۔ اور ٹیپ سنٹروں (پیش چوکیوں) کی جمعیتیں بڑھا دی گئیں اور ساری رات تاریکی میں مسلسل معائنہ اور متواتر گشت ہوتی رہی کپتان اور اوّل لفٹنٹ اس کام پر تمام شب باہر رہے جس سے عارضی طور پر کمپنی کی کمان میری تفویض میں رہی۔ میں اور جیک نوبت بنوبت دو دو گھنٹے سوتے رہے۔ جب میری باری جاگنے کی آتی میں فصیل پر ایک سٹول بچھا کر بیٹھ جاتا۔ اور دوربین آنکھوں سے لگائے ہوئے افق کو دیکھتا رہتا۔

دوسری طرف سانس بند کئے اسطرح سے کان لگائے تھا کہ ذرا سی مخدوش آواز بھی سنائی دیجائے۔ مگر مجھے کوئی ایسی چیز دکھائی اور کوئی آواز سنائی نہ دی جس سے دشمن کے قرب کا حال معلوم ہو جاتا۔ میرے قریب توپچی اپنی توپوں پر پہرہ دے رہے اور سامنے قریب ترین خندق کے کنارہ پر سنتری گشت کر رہے تھے۔ اور دائیں بائیں دوسرے افسر بھی وہی کام کر رہے تھے جو میں کر رہا تھا یعنی بے حس و حرکت بیٹھے نگرانی اور دشمن کا انتظار کر رہے تھے۔

پہلی رات صاف اور نکھری ہوئی تھی۔ طلوع فجر کے قریب مطلع مکدر ہو گیا۔ اور کل میدان میں نہایت گہری سفید کہر چھا گئی۔ دو بجے حیک آگیا۔ اور میں نیچے جاکر سو رہا۔ اس رات پہلی لڑائی کی شب پیشین کیطرح مجھے کوئی وسوسہ نہ ہوا۔ نہ صبح کی لڑائی سے طبیعت میں کوئی خوف پیدا ہوا

۲۹ جولائی کو پلیونا فوج کی مصافی ترتیب حسب ذیل تھی:۔

کمانڈر:۔ مشیر عثمان پاشا

سٹاف کا اعلےٰ افسر:۔ برگیڈیر طاہر پاشا۔

سٹاف:۔ لفٹنٹ کرنیل خیری بک۔ لفٹنٹ کرنیل رؤوف بک

اعلیٰ ایڈیکانگ (یاور) لفٹنٹ کرنیل طلعت بک

کیولری کا کمانڈر:۔ کرنیل عثمان بک

آرٹلری کا کمانڈر:۔ کرنیل احمد بک

اعلیٰ سرجن (ڈاکٹر) کرنیل حاسب بک

اوّل ڈویژن

کمانڈر:۔ جرنیل ڈویژن علول پاشا

اوّل برگیڈ:۔ کمانڈر:۔ کرنیل امین بک

اوّل رجمنٹ:۔ کمانڈر:۔ لفٹنٹ کرنیل محمد ناظف بک

ایک پلٹن ۔۔ شاسر نظامیہ

دو پلٹن ۔۔ نظامیہ انفنٹری

دوم رجمنٹ:۔ کمانڈر:۔ کرنیل عمر بک

ایک پلٹن ۔۔ نظامیہ انفنٹری

دو پلٹن ۔۔ ردیف انفنٹری

ایک باتری (۶پونڈر) میدانی توپخانہ کی۔
ایک باتری (۴پونڈر) ایسی توپخانہ کی۔
دوم برگیڈ:۔ کمانڈر:۔ بریگیڈیر قرہ علی پاشا۔
سوم رجمنٹ:۔ کمانڈر:۔ لفٹنٹ کرنیل محمد بک
تین پلٹن ۔ ردیف انفنٹری۔
چہارم رجمنٹ:۔ کمانڈر:۔ لفٹنٹ کرنیل سلیمان بک۔
ایک پلٹن ۔ نظامیہ انفنٹری
دو پلٹن ۔ ردیف انفنٹری
ایک باتری (۶پونڈر) میدانی توپخانہ کی
دو رسالے .. نظامیہ کیولری کے
ایک سو ۔ بے قاعدہ سوار

دوم ڈویژن

کمانڈر:۔ بریگیڈیر حسن صابری پاشا
سوم برگیڈ:۔ کمانڈر:۔ بریگیڈیر طاہر پاشا
پنجم رجمنٹ:۔ کمانڈر:۔ کرنیل یونس بک
ایک پلٹن .. شاسر نظامیہ
دو پلٹن .. نظامیہ انفنٹری
ششم رجمنٹ:۔ کمانڈر:۔ کرنیل سعید بک
ایک پلٹن ۔ نظامیہ انفنٹری
دو پلٹن ۔ ردیف انفنٹری
ایک باتری (۶پونڈر) میدانی توپخانہ کی
ایک باتری (۳پونڈر) کوہی توپخانہ کی
چہارم برگیڈ:۔ کمانڈر:۔ بریگیڈیر عطوف پاشا
ہفتم رجمنٹ:۔ کمانڈر:۔ لفٹنٹ کرنیل ابراہیم بک
دو پلٹن ۔ نظامیہ انفنٹری
ایک پلٹن ۔ ردیف انفنٹری

ہشتم رجمنٹ :۔ کمانڈر :۔ کرنیل حمدی بک

ایک پلٹن .. نظامیہ انفنٹری
دو پلٹن .. ردیف انفنٹری

ایک باتری (۹ پونڈر) میدانی توپخانہ کی
دو رسالے نظامیہ کیولری کے
ایک سو بیقاعدہ سوار

ریزرو

کمانڈر :۔ بریگیڈیر صادق پاشا
ایجوٹنٹ :۔ لفٹنٹ کرنیل عبداللہ بک
انفنٹری کا کمانڈر :۔ لفٹنٹ خیری بک

دو پلٹن ۔ نظامیہ
۷ پلٹن .. ردیف

کیولری کا کمانڈر :۔ کرنیل عثمان بک

دو رسالے .. نظامیہ
دو رسالے ۔ عثمانیہ کاسکوں کے
دو سو ۔ بے قاعدہ سوار

آرٹلری کا کمانڈر :۔ کرنیل احمد بک

۲ باتری ۔ (۹ پونڈر)
۲ جزو ۔ (یعنے چار توپیں) (۹ پونڈر)

ایک باتری ایچ (۴ پونڈر)
انجینئروں کی ایک کمپنی

فوج مقیمہ پلیونا کی میزان ۳۳ پلٹن ۔ ۹ ½ باتریاں ۔ ۸ رسالے ۔ چار سو بیقاعدہ سوار ۔ اور ایک کمپنی انجینئران ۔ جملہ ۴ ہزار آدمی اور ۵۷ توپیں ۔

فوج مقیمہ لوفچہ

کمانڈر :۔ بریگیڈیر رفعت پاشا

ایجوٹنٹ :- کرنیل توفیق بک
ایک پلٹن نظامیہ شاسروں کی۔
ایک پلٹن نظامیہ انفنٹری
چار پلٹن ردیف انفنٹری
ایک باتری (۶ پونڈر)
ایک سو بیقاعدہ سوار
پلیونا فوج کی میزان بمعیت فوج مقیمہ لوفچہ :- ۹۳ پلٹن ۱/۲-۱۰ باتریاں - ۸ رسلے - پانسو بیقاعدہ سوار - ایک کمپنی انجنیران - جملہ ۲۴ ہزار آدمی اور ۶۳ توپیں -

افواج جو رومانوی اور سربی حدود پر متعین تھیں

کمانڈر :- بریگیڈیر محمد پاشا (در ویڈن)
بمقام ویڈن :- ۱۳ پلٹن - ایک رسالہ - ایک میدانی باتری - پانسو گراں وزن قلعجاتی توپیں -
شمال مغربی سرحد پر ۴ پلٹنیں
بمقام لوم پلنگ :- ۳ پلٹنیں - ۳ قلعجاتی توپیں -
بمقامات راہو و اوشتی :- ۵ پلٹنیں - ۲ قلعجاتی توپیں
میزان :- ۲۴ پلٹنیں - ایک باتری - ایک رسالہ - ۵۰۰ گراں وزن قلعجاتی توپیں - جملہ ۱۶ ہزار آدمی -
میزان جملہ فوج جو مغربی بلگیریا میں عثمان پاشا کے زیر کمان مامور تھی :- ۶۳ پلٹنیں - ۱/۲-۱۱ باتریاں اور ۹ رسالے جملہ ۴۰ ہزار آدمی - ۶۹ توپیں - اور ۵۵۰ گراں وزن قلعجاتی توپیں -
پلیونا کے گرد کے مورچوں اور ناکوں پر مندرجہ ذیل کمانڈر تھے -
ودکاپل : میجر کاظم - بوگوواکے :- لفٹنٹ کرنیل سلیمان بک
جانق بائر کے مورچے :- کرنیل امین بک - باش طابیوں پر :- بریگیڈیر قرہ علی پاشا
ہیڈکوارٹری باتریاں :- کرنیل احمد بک - دو بڑے مورچوں پر جو ہیڈکوارٹری پہاڑی سے مشرق اور بلگرینی سڑک کے جنوب میں تھے - بریگیڈیر طاہر پاشا - بریگیڈیر عطوف پاشا -
سبز پہاڑی کا مورچہ :- لفٹنٹ کرنیل ابراہیم بک - کرشن سڑک کا مورچہ :- کرنیل یونس بک شہر پلیونا میجر موسےٰ

پلیونا کی دوسری لڑائی مورخہ ۳۰ جولائی ۷۷ء

...قعے جن پر ترکی فوج ۵ بجے صبح قائم ہوگئی

باب (۸) ہشتم
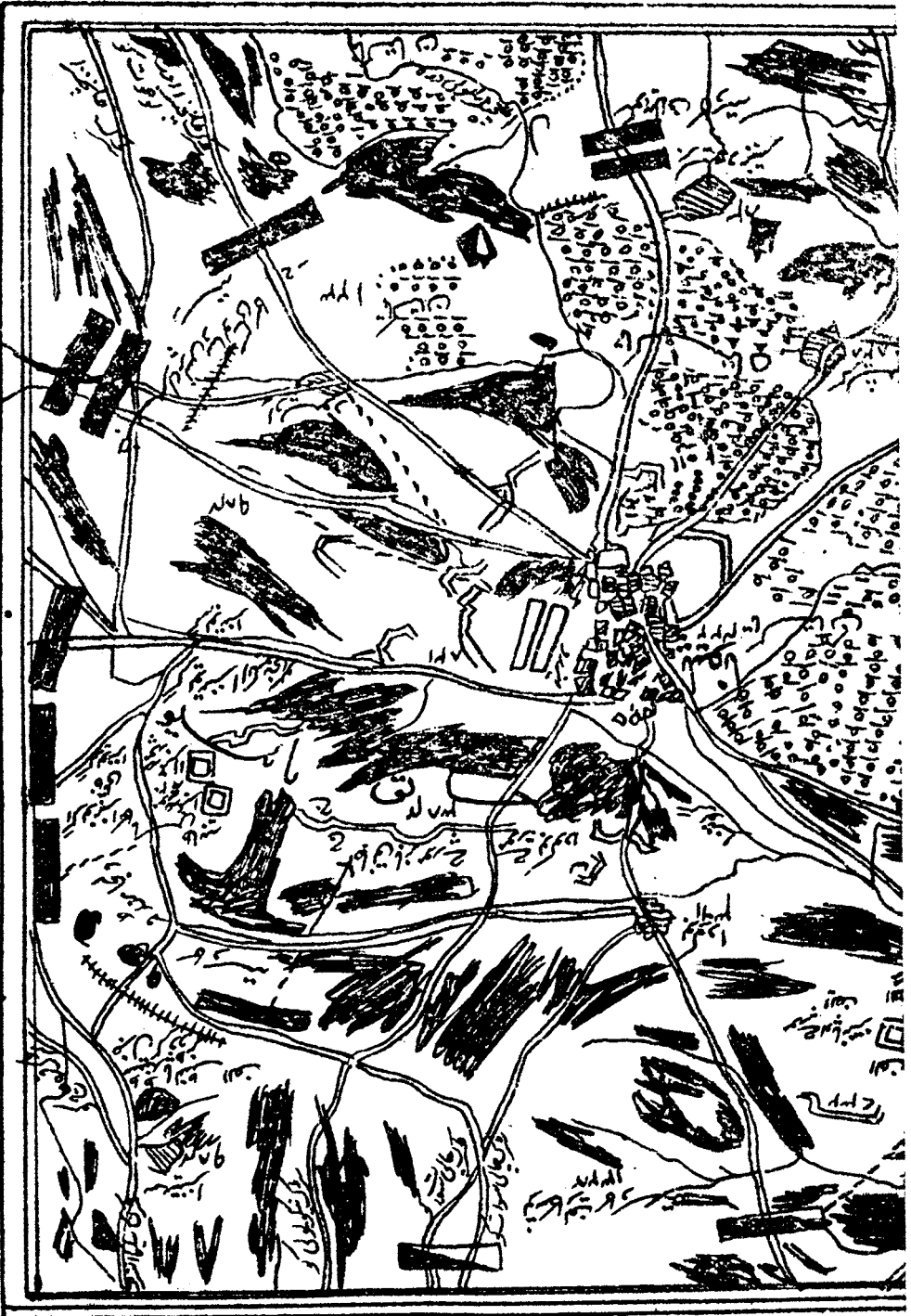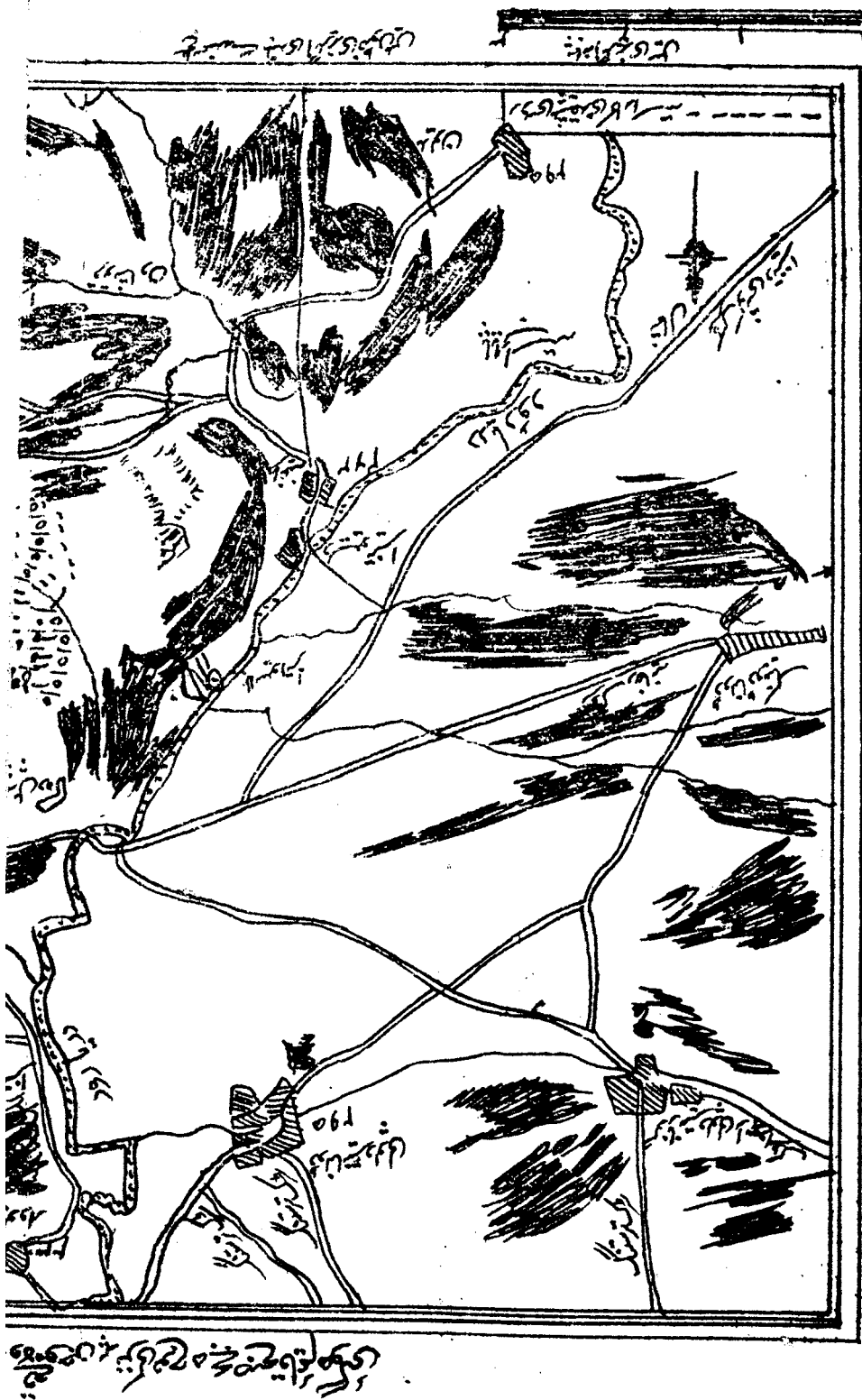
پلیونا کی دوسری لڑائی

(۳۰ جولائی ۱۸۷۷ء)

۳۰ جولائی کو صبح کے ۶ بجے ہم اپنے اپنے مورچوں میں تیار کھڑے تھے۔ چاروں طرف دھند چھائی ہوئی تھی جس میں سے نگاہ کچھ کام نہیں کر سکتی تھی۔ ہمارے مورچہ کی دوسری پلٹن ۴ کمپنیوں میں منقسم تھی۔ اور ہر سکوڈ ایک ایک لفٹنٹ کے ماتحت ہماری پلٹن میں چار کمپنیاں تھیں یعنی ہمارے مورچہ اور اسکے توابعات (خندقوں اور چوکیوں) میں بارہ کمپنیاں تھیں۔ انمیں سے میں اپنی پلٹن کی کمپنیوں کو الف۔ ب۔ ج۔ د اور دوسری پلٹن کی کمپنیوں کو م۔ ن۔ و۔ پ۔ ق۔ ر۔ س۔ ت پکاروں گا۔ یہ نام صرف اپنے سہولیت اور اختصار کے لیے مقرر کئے ہیں۔ انکو اصلی نام نہ سمجھ لیا جائے۔ [ناد کمپنیوں میں سے ہر ایک میں ڈیڑھ سو سے ۱۶۰ تک آدمی تھے اور م تا ت کمپنیوں میں سے ہر ایک میں اسّی سے پچاسی تک۔ میری کمپنی ج تھی۔ یہ بارہ کمپنیاں مختلف موقعوں پر اسطرح سے تقسیم کی گئی ہوئی تھیں م پہلی اور ن دوسری خندق میں (خندقوں کی ترتیب پرلی طرف سے شروع کیگئی ہے) و پ نالہ کے جنوبی دامن اور ساحل پر۔ اسجگہ درختوں کا جو گھنا جھنڈ تھا اسے کھڑا رہنے دیا گیا تھا۔ ق تیسری خندق میں (یہ سب کمپنیاں سکرمشنگ کیلئے لمبی قطاروں میں پھیلی ہوئی تھیں) ر و س بائیں (مغربی) اور الف دائیں (مشرقی) بغلی خندق میں تھی۔ ب و ج مورچہ میں اور د و ت بطور ریزرو مورچہ کے عقب میں تھیں۔ پانچ توپیں اور ان کے اسّی یا نوّے گولنداز۔ کرنیل دونوں میجر اور ان کے سٹاف اور بارہ ایک چرکس بھی مورچہ کے اندر تھے اور عقب میں ریزرو کے ساتھ ہمارے ڈویژن کے دونوں نظامیہ رسالے اور چرکسوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ فریق اور اسکا سٹاف لڑائی کے آغاز میں ہمارے پاس تھا۔ بعد ازاں وہ ہماری دائیں طرف کے مورچہ کو چلا گیا۔ جہاں کام ایسی خوبی اور صفائی سے نہیں ہو رہا تھا جیسا کہ ہمارے مورچہ میں۔ کمپنیوں کو بشرط ضرورت واپسی کیلئے یہ ہدایات کی گئی تھیں م ن پر ہٹے م اور ن ملکر د اور پ پر اور م۔ ن۔ و۔ پ ملکر ق پر۔ پھر ملکر م ن اور د (بائیں طرف) ر و س پر اور ب و ق (دہنی طرف)

الف بر۔ بعدازاں دونوں نعلی خندقوں کی نوجیں موچہ کو۔ اور اگر موچہ پر بھی غنیم قابض ہو جائے تو کل جمعیت جنوب روبہ بلگرینی سڑک کو اور سب سے آخر پلیونا کی شرقی پہاڑی کو ہٹ جائے

میری کمپنی موچہ میں تھی۔ جہاں ہم شیلوں کے سوا اور سب چیز سے محفوظ تھے۔ موچہ کی فصیل ہمکو دشمن کی رایفلوں کی آتشباری سے ہی محفوظ رکھنے کا نہیں۔ بلکہ ہماری نعلیوں کو سہارے کا بھی کام دیتی تھی۔ اور اسی سہارے کی وجہ سے ہماری آتشباری او نشانہ ٹھیک زور پڑتا تھا۔ کمپنی کے تینوں دستے باتری سے دائیں طرف اکہری قطار میں کھڑے تھے۔ یکش قطار کے درمیان ہیں۔ جیک مجھ سے بائیں باتری کے متصل۔ محمد موچہ کی آخری سر پر مجھ سے دائیں۔ اور ابراہیم مع کلر سکویڈ میرے پیچھے تھا۔ کمپنی میں غیر مصافیوں کے سوا اسوقت ۱۵۵ افسر نن کمیشنڈ افسر اور سپاہی تھے۔ بارہ آدمی ہسپتالوں میں تھے۔

صبح نہایت سخت انتظار میں کٹی۔ ۶ سے ساڑھے ۶ بجے تک ہم نے انتظار کیا۔ اور گوش بر آواز رہے مگر کوئی چیز وقوع میں نہ آئی۔ ساڑھے ۶ بجے ہم نے اپنے بائیں طرف نیکوپولی سڑک پر گھوڑوں کی ہماری طرف آنے کی آواز سنی۔ چند منٹ بعد سپاہیوں کو بیٹھنے اور لیٹ جانے کی اجازت دی گئی فی سکویڈ صرف دو دو آدمی فصیل پر نگرانی کیلئے رکھے گئے۔ اور کچھ آدمی ناشتہ پکانے میں گاڑیبانوں کو مدد دینے کیلئے نیچے بھیج دیئے گئے۔ کپتان نے سنا دیا کہ دشمن ابھی چند گھنٹوں تک نہیں آئیگا۔ سپاہی زمین پر بیٹھ گئے۔ یکش اور جیک فصیل پر چڑھکر کوہر میں سے دوربینیں لگا کر دیکھنے لگ گئے مگر خلا میں دیکھنے سے آنکھیں جلد گھبرا جاتی ہیں۔ ہم نگران سپاہیوں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کرکے نیچے اُتر آئے۔ یہ تاکید فضول تھی۔ کیونکہ دکھائی کچھ نہیں دیتا تھا۔ اور صرف اپنے ہی ان سپاہیوں کی جو خندقوں میں تھے۔ آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اور سب طرح سناٹا تھا۔

افسروں کا گروہ یعنے مختلف افسروں کے شاف ہم سے قریب ایک میز کے گرد جو بانسی ٹوکرے کی بنائی گئی تھی کھڑے یا بیٹھے ہوئے نقشہ کو دیکھ رہے تھے۔ ہمارا کپتان ایک آرام کرسی پر جو خدا معلوم کہاں سے چرائی گئی تھی بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا جب یکش اور جیک فصیل سے نیچے اترے تو وہ آنکھیں کھولکر مکارانہ انداز سے مسکرا دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس اکتا دینے والی حالت موجودہ میں ہمارا جوش نوجوانہ بہت جلد سرد پڑ جائیگا۔ مرطوب ابخرات جو ہمکو احاطہ کئے ہوئے تھے۔ پرجوش آتش فشان کو بھی سرد کر دینے کیلئے کافی تھے۔ تھوڑی دیر میں ناشتہ آپہنچا ہمیں رات کی پکی ہوئی روٹیاں اور اُبلے ہوئے چاول تھے۔ اسکے کھانے سے ہماری طبیعتیں پھر نہایت شگفتہ ہوگئیں۔

محمدؐ کو اس وقت بھی شطرنج کا خبط نہ گیا۔ بساط اور موہرے وہ پلیونا کے مکان سے چرا لایا تھا اس نے بازی کھیلنے کا تقاضا کیا۔ اور نقال کی فراخ پشت کی آڑ میں اس نے جبکہ قبر اس کے انتظار میں منہ کھولے ہوئے تھی مجھ سے بازی کھیلی۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہوقت وہ حوران جنت کے ساتھ شطرنج کھیل رہا ہوگا۔ اس نے مجھے شہ مات دی۔ مگر پہلے جیسی آسانی سے نہیں اس معاملہ پر وہ بہت دیر تک فکر کرتا رہا۔ تنباکو پینے کی اجازت مل گئی تھی لیکن بولنے کی سخت ممانعت تھی۔

۸ بجے باش طابیوں سے غالباً ہوشیار کرنے یا دشمن کی حرکت کا پتہ دینے کیلئے ایک توپ سر ہوئی۔ اسی وقت کپتاں کرسی سے کھڑا ہوگیا۔ بساط اور موہرے کسی سوراخ میں کھدیڑ گئے۔ جو اونگھ رہے تھے۔ وہ چونک کر بیدار اور اپنے تئیں ایسا ظاہر کرنیکی کوشش کرنے لگ گئے کہ گویا وہ سوئے نہیں تھے۔ لیکن اس کوشش سے ان کا راز فاش ہو رہا تھا۔ بیسیوں سگرٹ فصیل سے پرے پھینک دیئے گئے۔ جن کے چمکتے ہوئے سرے اسطرح معلوم ہوتے تھے کہ آتشباری کی پہلی کھیل شروع ہوگئی ہے۔ افسروں کے گروہ میں عجب حرکت پیدا ہوگئی۔ اردلی اور یاور ادھر ادھر دوڑنے لگ گئے۔ کمانوں (حکموں) کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ اور سوار کوہ کے اندر گھپ میں حکم لیکر ادھر ادھر دوڑ گئے۔ اتنے میں نیکوپولی کی سڑک پر شمال کیطرف سے سواروں کی ایک بڑی جماعت کے دوڑے آنے کی آواز سنائی دی اور وہ سرپٹ گھوڑے دوڑاتے تین منٹ کے بعد پہنچ گئے اسی وقت گولندازوں کو حکم دیا گیا۔ اور ان کے افسروں نے توپوں کی شست وغیرہ درست کرلی۔ اسوقت عام ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ اس عام تحرک کے موقعہ پر فصیل کے سنتریوں نے کسی شخص کو للکارا۔ جس پر کپتان اور میں نے فصیل پر چڑھ کر ایک ملازم کو نیچے کھڑا ہوا دیکھا۔ جس کی شکل تاریکی میں ٹھیک نہیں پہچانی جاسکتی تھی۔ اس نے باواز بلند کہا:۔

"پہلی خندق کے کپتان نے یہ پیغام دیکر مجھے بھیجا ہے کہ دشمن تعداد کثیر اس کے مقام تعیناتی کے سامنے نمودار ہوگئے ہیں۔ ایڈوانسڈ پوسٹوں (یعنے بعیدی چوکیوں سے بھی پرے کی چوکیوں) کے سنتری کہتے ہیں کہ شور و غل سے دشمن کی جمعیت ۶ پلٹنوں اور کئی بانزیوں کی معلوم ہوتی ہے۔ کوئی کیولری ان کے ساتھ معلوم نہیں ہوتی۔" کپتان نے یہ پیغام میجر کو سنا دیا۔ اور تھوڑی دیر میجر کے گرد صلاح و مشورہ ہوتا رہا۔ اسکے بعد عادل پاشا اس موقعہ پر جہاں میں کھڑا تھا فصیل کے پاس آیا۔ اور میں نے اسکو ہاتھ سے پکڑ کر اوپر چڑھا لیا۔ اس میں اب وہ جوانی کا بل اور پھرتی نہیں رہ گئی ہوئی تھی اسلئے مجھے مدد دینی پڑی تھی۔ ملازم اور عادل پاشا میں

حسب ذیل گفتگو ہوئی:-

عادل۔ کیا تم نے کسی آتشباری کی آواز سُنی ہے؟

ملازم۔ نہیں صاحب۔ صرف اسی توپ کی آواز آئی تھی جو مشرق میں سر ہوئی تھی۔

عادل۔ تم کس موقعہ سے آئے ہو؟

ملازم۔ صاحب پہلی خندق سے۔

عادل۔ تمہارے ایڈوانسڈ پوسٹ پیچھے ہٹ آئے ہیں؟

ملازم۔ ہاں صاحب۔ جونہی ان کو معلوم ہوا کہ دشمن قریب پہونچگیا ہے وہ پیچھے ہٹ آئے مگر معمولی سنتری ابھی تک لاین کے آگے موجود ہیں۔

عادل۔ تم جھٹ پٹ واپس جاکر اپنے اور نیز دوسری خندق کے کپتان کو کہدو کہ ان خندقوں (کی حفاظت) کی خاطر کوئی نقصان برداشت نہ کریں۔ جب مناسب وقت پہونچ جائے ان کو فی الفور خالی کردیا جائے۔ مگر اسکے برخلاف تیسری خندق اور نالہ کی اسوقت تک برابر حفاظت کیجائے جبتک کہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ ملازم یہ سنتے ہی کوہریں نظر سے غائب ہوگیا۔ اور پاشا نے فصیل سے نیچے اُتر کر دریافت کیا "کیا تمہارے پاس دیاسلائی ہے؟" (اللہ اکبر۔ ترک سگرٹ کے کیسے عاشق شیدا ہیں کہ اسوقت بھی عادل ان کے بغیر نہ رہسکا۔ میں نے کئی آدمی دیکھے جو دن میں سو سو مرتبہ تمباکو پیتے تھے) میں نے اسے دیاسلائی دی اور وہ سگرٹ سُلگا کر اپنے افسروں میں جا ملا۔

گولندازوں نے اپنی توپوں کی نشست دوبارہ درست کی اور ساڑھے آٹھ بجے ہماری پانچوں توپوں نے گولہ باری شروع کردی۔ اور تھوڑی دیر بعد دائیں طرف کے مورچہ کی تینوں توپوں نے بھی تقلید کردی۔ چند منٹ کے بعد روسیوں نے بھی جواب دینا شروع کردیا۔ انکی توپوں کی آواز سے انکا فاصلہ میل سوا میل کے قریب شمال رویہ معلوم ہوتا تھا۔ انکے چند گولے بھی سنسناتے پھرتے ہوئے سر پر سے گذرے۔ مگر وہ باکوئی اور چیز مطلقاً دکھائی نہ دیتی تھی۔ خدا معلوم گولے کہاں جاکر پڑ رہے تھے۔ ہمارے درمیان کوئی گولہ نہ گرا۔ آدھ گھنٹہ تک یہی کیفیت رہی۔ بعد ازاں کسی قدر روشنی ہوگئی اور روسی باتریوں کی چمک ہمکو اسطرح دکھائی دینے لگی جسطرح سفید بادل میں بجلی چمکتی دکھائی دیتی ہے۔ اس پر ہمارے گولندازوں نے اپنی توپوں کی سیدھ پھر درست کرلی۔

دس بجے مطلع اس قدر صاف ہوگیا کہ دوربینوں سے دشمن کی صفیں دکھائی دینے لگ گئیں۔ اسی وقت جنوب اور جنوب مشرق میں بھی زور شور سے گولہ باری شروع ہوگئی۔ اب ہمکو گولے بھی سر پر سے

اوپر گذرتے نظر آنے لگ گئے جس سے ثابت ہوگیا کہ روسی توپوں کی بڑی لمبی شست لگائی ہوئی ہے۔ مگر اسوقت ان کو اپنی غلطی معلوم ہو گئی ہوگی۔ اور انہوں نے بالضرور شست کو درست کر لیا ہوگا۔ کیونکہ چند لحظوں کے بعد ہی گولے مورچہ اور نالہ کے درمیانی حصہ میں گرنے لگ گئے۔ مینے دوربین سے ہر ایک چمکاری کے موقعہ سے قیاس کر کے شمار کر لیا کہ دشمن کے پاس چالیس توپیں ہیں جن کے مقابلہ میں ہمارے پاس اسموقعہ پر صرف آٹھ تھیں۔ مگر ہمارے گولنداز نہایت عمدگی سے گولے مار رہے تھے۔ میرا تجربہ ہے کہ ترکی آرٹلری تعداد کے سوا اور سب باتوں میں روسی آرٹلری سے اعلیٰ اور افضل تھی۔ عثمانیہ فوج کی اس شاخ کو سب سے بہتر ٹریننگ دی جاتی اور مشق قواعد کرائی جاتی ہے

اب مطلع لحظہ بلحظہ صاف ہوتا جارہا تھا۔ اور یہ یقینی امر تھا کہ وہ مرکز و دیر تک ہی دشمن کی انفنٹری حملہ کر دیگی۔ مینے حوصلہ کر کے کپتان کو صلاح دی کہ اس اثنا میں سپاہیوں کو کھانے پینے کی اجازت دیدی جائے اس نے یہ بات مان لی۔ اور سپاہیوں نے چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں ہو کر باری باری سے ٹبوں کا پانی جا کر جو محفوظ موقعوں پر رکھے ہوئے تھے۔ بسکٹوں کو تر کر کے کھالیا۔ اور سپاہیوں کی گاڑیوں نے پیپوں کو بھر دیا

۱۱ بجے موسم بالکل صاف ہوگیا۔ اور آفتاب کمال تیزی اور حدت سے چمکنے لگ گیا جس سے تھوڑی ہی دیر میں سخت گرمی ہوگئی۔ سوا گیارہ بجے ہماری مورچہ کو پہلا گولہ لگا جس سے مٹی کے پشتہ کو کسی قدر نقصان پہونچا۔ دوپہر کے قریب خود مورچہ کے اندر پہلا شیل گر کر پھٹا۔ اسکے ٹکڑوں سے میری سکوڈ کے دو آدمی زخمی ہوئے جو پیچھے پہنچا دئے گئے۔ اسکے بعد تین اور گولے پھٹے۔ دوسے کوئی نقصان نہ ہوا۔ مگر آخری سے ایک گولنداز ہلاک اور سبک کے دستہ کے دو آدمی زخمی ہوئے۔ انمیں سے ایک کی انتڑیاں باہر نکل آئی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر بعد فوت ہوگیا۔ دو یا تین گولے کمپنی ب میں جو بائیں طرف تھی پھٹے۔ مگر ان سے کس قدر نقصان پہنچا یہ مجھے معلوم نہیں۔

اسکے بعد روسی توپوں کی شست پھر ہم سے اچک کر ہم سے بائیں طرف کو ہو گئی جہاں گولے خالی کھیتوں میں پھٹتے رہے۔ مینے کپتان کو صلاح دی کہ پشتہ کو مرمت کرا لیا جائے۔ اس لئے نہیں کہ مرمت ضروری ہے بلکہ اسواسطے کہ بیکاری سے سپاہی اکتا رہے ہیں۔ وہ ایک شغل میں مصروف ہو جائینگے کپتان نے میری تجویز کو پسند کیا۔ اور اسکے مطابق عمل کیا گیا۔

ہماری توقع کے برخلاف غنیم کی انفنٹری نے کوئی حملہ نہ کیا حتیٰ کہ ابتک فریقین کی طرف سے ایک رائفل بھی سر نہ ہوئی۔ چنانچہ ہم کو اسکے لئے اور کئی گھنٹوں تک جو صدیوں کے برابر معلوم ہوتے تھے بیحد انتظار کرنا پڑا۔ مگر توپوں کی گرج ایک لحظہ کیلئے بھی بند نہ ہوئی۔ سب طرفوں سے یہی دل دہلا

دینے والی آوازیں آرہی تھیں۔ بوکووا کے دونو مورچوں طابیوں کی قلیل التعداد توپیں قابل تعریف کام کر رہی تھیں۔ جنوب تو متواتر و مسلسل گرج و رعد کا معدن بنا ہوا تھا۔ شمال مغرب میں بھی اوپانتز کے قریب میں نے دور گرد آلود دھوپ میں فاصلہ پر چلتی ہوئی توپوں کے شعلے برقی چنگاریوں کی طرح چمکتے ہوئے دیکھے۔

ہمارے مورچہ پر اسدن پھر کوئی اور گولہ نہ پڑا۔ مگر ہم سے داہیں طرف والے پر بیس یا زیادہ گولے پڑے۔ جبر یہ بیکاری کی وقت اور مہلت سے فائدہ اٹھا کر ہم نے اپنی بوتلیں پانی سے اور جھولے بسکٹوں سے بھر لئے۔ میری کمپنی کے آدمیوں کو اس دوراندیشی سے بعد میں بڑا فائدہ پہونچا۔

اڑھائی بجے دونو طرف سے گولہ باری مدھم ہوگئی اور تین بجے سے کچھ پہلے رائفلوں کی پہلی باڑھ جو سامنے کے میدان میں چلائی گئی سننے میں آئی چند لمحے بعد رائفلوں کی آتشباری ہم سے قریب ہوگئی۔

محمد جو میرے ساتھ فصیل پر کھڑا تھا۔ پکار اُٹھا "روسیوں نے پہلی خندق لیلی ہے" دوسرے لحظہ میں آتشباری کی آوازمیں اَور اضافہ ہوگیا۔ اور محمدؐ پکار اُٹھا "دوسری خندق بھی لیلی گئی ہے"

اسکے بعد پندرہ منٹ تک آتشباری یکساں تیزی سے ہوتی رہی۔ اسوقت روسی نالہ کو لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور متفرق گولیاں ہمارے سروں کے اوپر سے گذر رہی تھیں۔ ہماری دائیں طرف کے مورچہ پر بھی اسی طرح معرکہ آرائی کا بازار گرم تھا۔ اور بائش طابیوں اور نیز ہمارے پیچھے سے بھی باڑھوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ ساڑھے تین بجے ہم نے اپنے سپاہیوں کی ٹھوس جماعتوں کو جنگی حرکات سے گھبراہٹ اور افراتفری کے آثار نمایاں تھے۔ قریب ترین خندق[۱] کی فوج میں آکر شامل ہوتے ہوئے دیکھا۔ ہمارے سپاہیوں نے پانچ منٹ تک اِس خندق کی حفاظت ثابت قدمی کے ساتھ کی۔ اتنے میں سب طرف دھواں پھیل گیا۔ اور میں مصاف کی جزئیات کو نہ دیکھ سکا۔ اب گولیاں تابڑتوڑ چلی آرہی تھیں اور تعجب ہے کہ میں اور محمدؐ ان سے کسطرح بچ رہے۔ مگر مجھکو ان کا خیال بھی صرف اسوقت ہوا جبکہ کپتان نے باآواز بلند حکم دیا کہ "نیچے اُتر آؤ"

ہمارے سپاہی جنکے صرف سر فصیل کے اوپر تھے بالکل تیار کھڑے تھے اور کل رائفلیں بھری ہوئی تھیں ہماری پانچ توپوں میں تین کی نشست اسطرح سے درست کردیگئی تھی کہ ٹھیک سامنے کو فائر کریں اور وہ اسطرح سے تیار ہوکر دشمن کے نمودار ہونیکا انتظار کر رہی تھیں۔ باقی دونوں روسیوں کی پانچوں

[۱] حافظہ سے کام لیکر میں کہہ سکتا ہوں کہ مورچہ سے تیسری (یعنے قریب ترین خندق، ۲۰۰ گز کے فاصلہ پر نالہ چار سو گز کے فاصلہ پر اور پہلی (بعید ترین) خندق پانسو گز کے فاصلہ پر تھی۔ مصنف۔

باتریوں پر جو ہم پر رائیگان اپنا گولہ بارود صرف کر رہی تھیں شیل پھینکتی رہیں۔

مَیں اور محمد فضیل سے اُترے ہی تھے کہ آخری خندق سے آدمیوں کا جم غفیر (آم ن وپ ق پانچ کمپنیاں) سراسیمگی کے ساتھ باہر نکلا اور دو حصّوں میں تقسیم ہو کر تحمل و وقار کی نسبت زیادہ تر سرعت کیساتھ بغلی خندقوں کو دوڑ آیا اسوقت اُس طرف کی خندق میں جسمیں اس مقام سے جہاں مَیں کھڑا تھا دیکھ سکتا تھا۔ آدمیوں کے سروں کا ایک متلاطم سمند نظر آرہا تھا۔ مگر افسروں نے ہمت و کوشش کرکے اپنے سپاہیوں کو صف بستہ کر لیا۔ اور روسیوں کے نمودار ہونے سے پہلے وہاں کی کل فوج (تین کمپنیاں الف پ ق) باقاعدہ ایستادہ اور فائر کرنیکو تیار ہو گئی۔ اسی وقت گھوڑے بھی مورچہ کی توپوں کو لیجانے کیلئے تیار کر دیئے گئے۔ اس سے چند لحظہ بعد ہمارے سکرمشر مورچہ کی پناہ میں آئے ہی تھے کہ حملہ آور نمودار ہو گئے۔ ان سے آگے سکرمشوں کی کوئی صفیں نہ تھیں۔ بلکہ اصل حملہ آور فوج جسکی تعداد میری خیال میں تین پلٹنوں کی تھی۔ شانہ بشانہ پرے باندھے یکجان ہو کر آخری خندق کے کنارہ پر چڑھی اور مورچہ سے متوازی قطار باندھکر آگے بڑھی یعنی ہماری مورچہ کو بغل سے ہو کر لینے کی کوشش کرنیکے بجائے بالکل سامنے سے حملہ کیا گیا۔ میری اور جبیک کی لڑائی کے بعد رائے تھی کہ اگر روسی پہلے اس امر کی کوشش کرتے تو ان کو نسبتاً زیادہ آسانی ہوتی[1]۔ کیونکہ ہمارے اور بوکووا کے مورچوں کے درمیان نصف میل چوڑی جگہ ہماری فوج سے بالکل خالی پڑی تھی۔ اور اس میں سے انفنٹری کی بڑی بڑی صفیں کسی بڑی تکلیف کے بغیر گذر سکتی تھیں یعنی ایسی قدرتی رکاوٹ جو بالکل مانع ہو موجود نہ تھی۔

دشمن نمودار ہی ہوا تھا کہ تقریباً بارہ بگلوں نے فائر کا حکم سُنا دیا۔ اور فی الفور تینوں طرفوں (یعنے مورچہ اور بغلی خندقوں سے جن سب میں دس کمپنیاں تھیں) تابڑ توڑ باڑھیں اور توپوں کی گولہ باری شروع ہو گئی جس سے روسیوں کی پیشقدمی قطعاً رک گئی۔ وہ خندق اور اس کے پرے کے نالہ کو ہٹ گئے اور وہاں سے ہم پر سخت آتشباری کی۔ مگر اس سے ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچا۔ تھوڑی دیر کے بعد غنیم نے پھر حملہ کیا۔ مگر پہلے کی نسبت تھوڑی تعداد سے جو میرے خیال میں ایک پلٹن کی تھی اور

[1] مگر مجھے بعد میں معلوم ہو گیا کہ اگر پہلو سے ہو کر لینے کیلئے روسی کوشش کرتے تو وہ کامیاب نہ ہوتے یہ جگہ ساڑھی تین قلبی باتریوں کی زد میں تھی۔ اور لڑائی کے اس مرحلہ پر بوکووا کے مورچونکی سپاہ کے علاوہ ہمارے اور متصلہ مورچوں کی ریزرو افواج اور نیز کل کیمپ کی ریزرو فوج سے چھ پلٹنیں اسموقعہ پر دشمن کے مقابلہ کیلئے فی الفور جمع کیجا سکتی تھیں ان باتوں کا مجھے بعد میں علم ہوا لیکن جب تک یہ خبر نہ ہوئی تھی جس ترک افسر سے میں نے اپنی رائے ظاہر کی اسی نے مجھے اتفاق رائے کرکے کہا کہ اگر مَیں روسی کمانڈر کی جگہ ہوتا تو پہلو سے حملہ کرنے کی کوشش کرتا۔ مصنف

اس مرتبہ صف کو بھی بہت طویل کر کے ایک ہی صف رکھی - تاکہ پہلی کیطرح ہم کو نہایت خوب نشانہ رائفلوں اور توپوں کی آتشباری کیلئے نہ ملے - اس پر دونو پہلوؤں اور سامنے سے سخت خوفناک بوچھار ہو رہی تھی اور ہر قدم پر کچھ نہ کچھ ڈھیر ہوتے جاتے تھے - مگر حملہ آور "ہراہ" کے نعرہ بلند کئے برابر بڑھتے چلے آرہے - حتیٰ کہ یہ پلٹن ابھی ایسے موقعہ پر بھی نہ پہنچی تھی کہ جہاں سے حملہ کیلئے تیزی کیساتھ آگے بڑھا جائے کہ وہ تقریباً نیست و نابود ہو گئی اور معدودے چند پسماندگان پیچھے ہٹ گئے - اتنے میں حملہ آوروں کی دوسری صف تیار ہو کر آگے بڑھنے کیلئے چل پڑی تھی - اور وہ آہیں جا کر کھپ گئے اس سے پیچھے تھوڑے سے فاصلہ پر ایک تیسری صف تھی - یہ دونوں مورچہ کے نیچے تک پہونچ گئیں - اور روسیوں نے مورچہ کی سلامی پر جو ۴۵ درجوں کے زاویہ پر تھی چڑھنا شروع کر دیا - یہ دیکھکر ہماری صفوں میں چند لمحوں کیلئے کچھ ایسی افراتفری پھیل گئی کہ مجھے کبھی خواب میں بھی اسکا وہم و گمان نہیں ہو سکتا تھا - یکایک ایک روسی کود کر فصیل پر چڑھ گیا - ابراہیم اور اسکے سپاہی بھی میرے ساتھ چڑھ آئے اور در آنحالیکہ کمپنی کے پرچم بڑے فخر و غرور سے ہمارے سروں پر لہرا رہے تھے - میں نے اپنے ریوالور کے چھؤں خانے غنیم پر جو بمشکل بارہ قدموں کے فاصلہ پر تھا - خالی کر دیئے - اور طرفۃ العین میں کل سپاہی فصیل پر چڑھ آئے - روسی مورچہ کے ڈھلاؤ پر متلاطم سمندر کی موجوں کی طرح کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹ رہے تھے - ہزاروں انسانوں کے منہ سے ایسی مہیب آواز نکل رہی تھی جیسی کہ طوفان میں سمندر کی لہروں کے چٹانوں کے ساتھ ٹکرانے وقت - توپیں حملہ آوروں کے دل بادل پر گولہ باری کر رہی تھیں اور بغلی خندقوں سے یکے بعد دیگرے کمال عجلت سے باڑھ پر باڑھ آ کر روسیوں میں ہلاکت برپا کر رہی تھی - آخر روسی ایسی خوفناک آتشباری کے سامنے نہ ٹھیر سکے - اور زمین کو مردوں اور نیم مردوں سے بھرا ہوا چھوڑ کر انتہا سراسیمگی اور مایوسی بخش ابتری کے ساتھ پسپا ہو گئے - محمد اور چند سپاہی تعاقب کرنے کیلئے ڈھلاؤ سے نیچے کود پڑے مگر کپتان نے بآواز بلند پکار کر بڑے غصہ کے ساتھ تلوار ہلائی اور انکو رسوں کی مدد سے جو نیچے لٹکائے گئے تعاقب کا خیال چھوڑ کر واپس آ جانا پڑا - اسکے بعد یہ حکم ملا کہ "کل آدمی نیچے اتر کر فصیل کے پیچھے ہو جائیں - چنانچہ ہم پھر پہلی صورت میں کھڑے ہو کر بھگوڑے روسیوں[1] پر نہایت سخت آتشباری کرتے رہے تاوقتیکہ وہ خندق اور نالہ میں نہ چھپ گئے -

---

[1] روسیوں کی اس رجمنٹ کا نام "پنسا" تھا - وہ اسدن پھر لڑائی کرنیکے قابل نہ رہی تھی - اسکی جمعیت ڈھائی ہزار آدمی کی تھی - جن میں سے اس حملہ میں ۱۰۵۰ قتل و ضائع ہوئے - مصنف

اس پر دونوں طرف سے آتشباری بند ہو گئی۔ اور مجھ صرف اسوقت معلوم ہوا کہ کپتان فصیل سے سہارا لگائے کھڑا ہے۔ اور اسکے کندھے سے خون کی دھار چل رہی ہے۔ اسے عین اُسوقت جبکہ فصیل سے نیچے کودنے کی تیاری کر رہا تھا۔ گولی لگی تھی۔ اسکو مورچہ سے نیچے پہونچا دیا گیا۔ اور کمپنی کی کمان محمد کے ہاتھ میں چلی گئی۔ میری کمپنی میں ایک آدمی قتل اور سات سخت زخمی ہوئے جنکو نیچے پہونچا دیا گیا اور وہاں انکی ابتدائی مرہم پٹی کر دی گئی۔ اسکے بعد ان کو گاڑیوں میں جو اس غرض کیلئے تیار کھڑی تھیں پلیونا میں پہونچا دیا گیا جس وقت روسی حملہ کر رہے تھے۔ اسوقت پانچ میں سے دو توپیں مورچہ سے باہر پہنچا دی گئی تھیں۔ وہ اب پھر اپنی جگہ پر لے آئی گئیں۔ مورچہ کے دامن میں تقریباً چار سو روسی پڑے تھے جن میں سے اکثر مردہ تھے۔ اس سے میں قیاس کرتا ہوں کہ حملہ آور اپنے اکثر زخمیوں کو واپسی کے وقت ساتھ لیگئے۔ جو ایسی خوفناک اور کامل زک کی افراتفری میں بہت ہی مشکل کام تھا۔ بہت سے روسی زخمیوں کو ہمارے سپاہی اٹھا کر بغلی خندقوں میں لے گئے۔

روسیوں نے تھوڑی ہی دیر بعد تیسری خندق پر گولیاں برسانی شروع کر دیں مگر منتشر طور پر سخت معرکہ آرائی کے بعد خواہ وہ کیسی ہی مختصر کیوں نہ ہو انسان کو طبعی طور پر بھوک اور پیاس محسوس ہونے لگتی ہے چنانچہ میں نے یہ خیال کر کے کہ روسی سپاہ ابھی پسپا ہو چکی ہے وہ غالباً پھر حملہ نہیں کریگی۔ اور تازہ دم پلٹنوں کے موقعہ پر پہنچنے کیلئے کچھ وقت چاہیے۔ محمد کو صلاح دی کہ سپاہیوں کو کھانے پینے کی اجازت دیدی جائے اور اس نے یہ اجازت دیدی۔

آدھ گھنٹہ بعد غنیم کی تازہ دم فوج نے جسکی جمعیت میرے قیاس میں چھ پلٹنوں کی تھی دوسرا حملہ کیا۔ اس میں تقریباً وہی نقشہ رہا جو پہلے کا رہا تھا۔ دشمن بغلی خندقوں کی باڑھوں کی کچھ پروا نہ کرکے مورچہ کے دامن تک بڑھ آیا اور وہاں سے سخت نقصان کے ساتھ پیچھے ہٹا دیا گیا۔ اور نیز ہمارے میجر نے حکم دیدیا تھا کہ کوئی شخص قطعاً فصیل پر نہ چڑھے۔ چنانچہ میری کمپنی میں اس دفعہ صرف دو شخص شہید ہوئے ان میں سے ایک اول لفٹنٹ تھا اسکا قد ۶ فیٹ سے بھی لمبا تھا اور فصیل صرف ۴ فیٹ تھی اس سے ظاہر کہ اسکا قد اور جسم فصیل کے پیچھے ہونیکے باوجود بھی دشمن کی گولیوں کیلئے خاصہ نشانہ تھا۔ اُسکے سر میں گولی لگی۔ وہ پیٹھ کے بل بیجان گر پڑا۔ اور ملازم محمد آہ جنت الماویٰ کو سدھار گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آتشباری میں عارضی تفرقہ پڑنے پر مجھے دلی تاسف کے ساتھ کہا "افسوس بیچارہ آخر سہ مات ہو گیا۔ وہ کمسن و سست تو ضرور تھا مگر شیر ایسا بہادر تھا۔ اور شہیدوں کی موت فوت ہوا ہے مگر میں کہتا ہوں کیا روسی پاگل نہیں ہو گئے کہ مورچہ کی ٹھوس دیوار سے اپنے سروں کو پھوڑ رہے ہیں۔ وہ پہلے بغلی خندقوں

کو لینے کی کیوں کوشش نہیں کرتے" میں نے اس سے اتفاق رائے کیا۔
محمد کے بعد کمپنی کی کمان جس میں اب ۱۴۰ مصاف کنندہ رہ گئے تھے میری تحویل میں آگئی۔ میں نے اوّل سکنڈ
پرتراب کو۔ کارسکو یڈ پا ہاہیم کے کارپول کو اور اپنے دستہ پر سارجنٹ نقال کو مامور کرکے مقتولوں کو
نظر سے اوجھل کرنے کا حکم دیا۔ مگر خون کے سیاہ دھبے سفید زمین پر قائم رہکر زبان حال سے متوفیوں کے
مقاموں کو بتاتے رہے۔ معمولی طور پر متوفی کی یاد مہینوں تک نہیں بھولتی مگر لڑائی میں انسان چند
لمحوں میں فراموش ہو جاتا ہے۔ عام مشہور بات ہے کہ زمین کی پیاس کبھی نہیں بجھتی۔ مگر اس مہیب دن کو
اس نے بالضرور خوب سیر ہو کر اپنی تشنگی کو فرو کر لیا ہوگا۔
دو بجکر ۱۰ منٹ کے بعد ہمارے والے بازو میں تقریباً سب جگہ لڑائی بند ہو گئی۔ مگر جنوب میں وہ پورے
زور شور سے جاری تھی۔ چنانچہ اس وقت سے تھوڑی ہی بعد میں نے جیر پکارتے ہوئے سنا "اس کمپنی کا کمانیر
کون ہے؟" کسی نے اسے جواب دیا "ملازم ہربرٹ" ادھر میں جھٹ پٹ اپنے اعلیٰ افسر کے سامنے
حاضر ہو گیا۔ جو کچھ اس نے مجھ سے کہا وہ ذیل میں درج ہے۔ گو میں سلسلہ وار ہی لکھا ہے اس نے اسطرح
نہیں کہا تھا کیونکہ اس کا دم پھولا ہوا اور زبان جلد جلد بولنے کی کوشش سے لڑکھڑا رہی تھی "میں نے
کمک منگوا بھیجی ہے ہمارے جنوبی (دائیں) بازو میں حالت مخدوش ہو رہی ہے۔ روسیوں نے دو مورچے
فتح کر لئے ہیں اور بلگرینی سٹرک سے جنوب کیطرف بڑھ رہے ہیں۔ اگر وہ جنوبی بازو کو پلیونا میں دھکیل
دینے میں کامیاب ہو گئے تو ہم دو طرف سے غنیم کی آتشباری کی زد میں آجائینگے۔ اور ہمارا واپسی کا راستہ
منقطع ہو جائیگا۔ مشیر اپنے کل ریزرو کو بھیج چکے ہیں۔ ان سے بھی کوئی بات نہیں بن سکی۔ غریبوز عادل پاشا)
اپنی ریزرو کو بھی روانہ کر چکا ہے[ا] اور اب اس مورچہ سے دو اور کمپنیاں طلب کی گئی ہیں۔ تم اپنی کمپنی کو
لیجاؤ۔ ہیڈ کوارٹر سے جو اردلی آیا ہے وہ تمکو راستہ دکھاتا جائیگا۔ ایک کمپنی بائیں بغلی خندق سے
تمہارے پیچھے بھیجتا ہوں۔ دائیں بغلی خندق سے دو کمپنیاں مورچہ میں تمہاری جگہ آجائیں گی تم اپنی پوری
ہمت صرف کرنا اور اسے خوب ذہن نشین رکھنا کہ تم اب کمپنی کے کمانڈر ہو اور اسوقت سے لیکر لڑائی کے اختتام
تک مشیر کے سوا تمہارا کوئی اعلیٰ افسر نہ ہوگا اور تمکو پورا اختیار حاصل ہوگا اور تم بذات خود کل نیک و بد کے
ذمہ وار ہو گے۔ تم ابھی بچہ ہو اور حالت ایسی نازک ہے کہ ایسے وقت میں تم سے دگنی عمر کا آدمی بھی متحیر اور
بے اوسان ہو جائے تو اسے معذور سمجھا جائے۔ ضرورت کے حسب حال دل کو مضبوط کرو جیسا کہ انگریزوں کا خاصہ ہے
سپاہی تمہارے عاشق ہیں۔ تمہاری اور تمہارے متوفی کمانڈر کی صرف مردانہ وار آگے بڑھنے کی دیر ہے

ا؎ اسکے عوض ہے حسب الحکم بھیجی گئی دو وقت کمپنیاں۔ باقاعدہ کیولری کے دو رسالے اور نیز اس مورچہ سے جو ہمارے
مورچہ سے دائیں طرف تھا۔ دو کمپنیاں۔ مصنف

وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہونگے۔ زار نکلس کا یہ فقرہ جو اس نے جنگ کریمیا میں کمال غضب و اندوہ کے ساتھ کہا تھا۔ دل میں یاد رکھو کہ "ہم کو انگریز لونڈوں کی لیڈری اور افسری میں مٹھی بھر وحشیوں نے کامل زک پہونچا دی ہے"[1]۔

مَیں اپنے آدمیوں کو جمع کر رہا تھا کہ دہنی بغلی خندق سے دو کمپنیاں (اپ وق) ہو چہ میں آگئیں اور چند لمحوں کیلئے گڑبڑ پڑ گئی مگر یہ جلدی دور ہو گئی اور مَیں اپنے آدمیوں کو صف بستہ کر کے جنوب رویہ چل پڑا۔ ایک سوار جو ہمارے انتظار میں کھڑا تھا آگے آگے ہو لیا۔ مجھے چلے چند منٹ ہوئے تھے کہ مَیں نے دیکھا کہ کچھ آدمی جو میری کمپنی کے تھے ہمارے پیچھے پیچھے چلے آرہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ سکرمشنگ کمپنیوں میں سے ایک (یہ کمپنی جس نے دہنی بغلی خندق میں پناہ لی تھی) کے آدمی ہیں یا د وقات معمولی مَیں اس بارہ میں سارجنٹ تقال سے مشورہ کر لیتا۔ مگر اب کمپنی کمانڈری کے نئے منصب کی شان سے ایسا کرنا بعید تھا۔ یہ سپاہی تعداد میں چالیس تھے۔ اور ایک نو عمر لفٹنٹ کے ماتحت تھے جو ابھی محض بچہ مگر بلڈاگ ایسا دلیر تھا اسے اپنے اعلیٰ افسروں سے جو ہدایات ملی تھیں انکا مدعا اس نے غالباً غلط سمجھ لیا ہوگا اور ممکن ہے کہ اسے کوئی ہدایت ملی ہی نہ ہو۔ دل میں تھوڑی سی پر سوچ کرنے کے بعد مینے فیصلہ کیا کہ شمال کی فوجوں کی نسبت جو دشمن کو زک دے چکی ہیں۔ اس دستہ کی جنوب میں جہاں حالت نازک ہو رہی ہے۔ زیادہ ضرورت ہو چنانچہ مینے انکو اپنی کمپنی میں ملا لیا۔ جس سے میرے پاس ایک سو ستی آدمی ہو گئے جو کلر سکوئڈ کے علاوہ چار دستوں میں منقسم تھے۔

ہم گرویتزا ندی کو اس پل پر سے جو پلیونا اور گرویتزا کے درمیان مساوی فاصلہ پر ہے عبور کر کے نصف میل بلگرینی سڑک پر تیز قدمی سے چلے۔ پھر بائیں طرف ہو کر کھیتوں میں سے ایک سہل چڑھائی کی پہاڑی پر پہونچ گئے۔ یہ پہاڑی ہیڈ کوارٹر اور قلبی یا تزیوں والی پہاڑی کے سامنے تھی۔ پلیونا اس آخر الذکر پہاڑی کے پیچھے تھا۔ باتریاں لگاتار گولہ باری کر رہی تھیں یہاں پہنچکر مینے دیکھا کہ روسی انفنٹری کے دل بادل ایک میل بجانب غرب موجود ہیں۔ ہماری انفنٹری پہاڑی کی چوٹی پر اپنی صفیں درست کرنے میں مصروف ہے متخاصمین کے درمیان کی زمین لاشوں سے پٹی ہوئی ہے اور ہمارے دو مورچوں پر جو جنوب ہی کیطرف اوپر ہی تھے روسی قابض ہیں یہ سب کچھ مینے اپنی دوربین سے

---

[1] یہ جنرل نے ہوقت، جولائی ۱۸۵۵ء کی جنگ ٹریکودی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جنگ کریمیا کے مورخ کنگ لیک نے اپنی کتاب میں زار نکلس کی زبانی یہ فقرہ لکھا ہے۔

[2] تا گرویتزا پر چار پل تھے مغرب کی طرف سے شروع کرنے پر پہلا وہ ہی جو پلیونا سے لوو چا کو سڑک پر دوسرا ٹرنوو کو جانے والی سڑک پر۔ دونوں پلیونا کے شمالی کنارہ پر تھے بلگرینی سڑک پر پلیونا اور گرویتزا کے درمیان۔ چوتھا گرویتزا میں

دیکھا۔ نالہ تجستر اسے پرے انتہائی جنوب مغربی گوشہ سے گھمسان لڑائی کی آوازیں آ رہی تھیں آ
پہاڑی کا ڈھلاؤ جسکے کچھ حصہ پر خالی کھیت اور کچھ حصہ پر اُجڑی ہوئی مکی کی فصل کے قطعے تھے
بالکل صاف تھی۔ اسپر کوئی جھاڑی۔ باڑ یا خندق اور جھونپڑی۔ شیڈ یا مکان نہ تھے۔
لڑائی کا خوفناک نظارہ آنکھوں کیلئے ایسا مہیب نہ تھا جسقدر کہ اسکا شور و شغب قوت سامع
کیلئے تھا۔ دوسو چالیس توپوں کی مسلسل گرج سے قیاس ہوتا تھا کہ روز محشر آگیا ہے۔ یہ توپیں
ایک ساتھ اسطرح گرج رہی تھیں جسطرح کہ کتوں کا غول یکبارگی چونکتا ہو کر ایک ساتھ بھونکنا شروع کر
دیتا ہے اور گرج کی کڑک اور ہیبت ناک صدا سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے قریب کئی آتش فشاں
پہاڑوں کا کل سلسلہ بڑے جوش سے پھنکاریں مار رہا ہے زمین ہمارے قدموں کے نیچے اسطرح لرز رہی
تھی جسطرح کوئی جاندار چیز سخت مہلک بخار میں مبتلا دم توڑ رہی ہو اور اس کے اعصاب تن گئے
ہوں کہ ٹوٹنے کے درجہ تک پہونچ گئے ہوں۔ مجھے یہی محسوس ہوتا تھا کہ میں ایک جلتے ہوئے جنگل
کے بیچ کھڑا ہوں۔ قصہ مختصر یہ نظارہ ایک عظیم الشان بھٹی تھی جس میں تاریخ زمانہ کے ایک ٹکڑہ کو
گرم کرکے مناسب شکل میں ڈھالا اور کوٹا جا رہا تھا۔
ایک اسپ سوار افسر جو ہم کو جلدی کرنے کے لئے بڑے زور شور سے تاکید میں کرتا آتا تھا
ہمارے پاس آیا۔ وہ طلعت بک یاور تھا میں آگے بڑھکر اسکے پاس گیا۔ اور عرض کیا کہ
میں کمپنی کا عارضی کمانڈر ہوں۔ ہم دونوں میں جلد جلد حسب ذیل گفتگو ہوئی:۔
طلعت:۔ "کیا تمہارے سپاہی تازہ دم ہیں؟"
میں:۔ "جناب من بالکل تازہ دم تو نہیں لیکن پورے بہادر اور مرنے مارنے پر مستعد و تیار ہیں"
طلعت:۔ "کیا تم پہلی صف میں شامل ہو سکتے ہو"؟
میں۔ ہاں صاحب بخوبی۔
طلعت۔ اچھا۔ تو پھر آؤ۔ اور جلدی کرو۔
ہم باقیماندہ رستہ دوڑتے ہوئے گئے۔ اور جلد فوج پیدل کے ایک انبوہ میں جو سات یا
آٹھ پلٹنوں کی جمعیت کا تھا پہونچ گئے۔ یہ انبوہ مجھے کامل افراتفری میں مبتلا اور بہت ہی اوسان
خطا کردہ معلوم ہوا۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی حملہ کرنیکے لئے پہلی صف تیار کی جا چکی تھی۔ ہم کو بھی
اس صف میں شامل کر دیا گیا۔ اس صف میں میری کمپنی۔ دو کمپنیاں (د و ت) جو ہماری چوتھی
کی رجمنٹ میں سے تھیں اور اب تک معرکہ میں شریک شدہ ہوئی تھیں۔ ایک سالم پلٹن جو نہیں تازہ دم

اور کل کمپ کے عام ریزرو کی آٹھ پلٹنوں میں سے آخری تھی۔ ایک کمپنی (ز ر) جو ہماری پیچھے پیچھے ہمارے مورچہ کی بائیں بغلی خندق سے ہمارا الصوح دبائے آئی تھی شامل تھیں۔ اور اسکے دونوں بازووں پر باقاعدہ (نظام) کیولری کے دو رسالے تھے یعنی اس صف میں جملہ تقریباً ایک ہزار پیدل اور ۱۵۰ سوار تھے۔ طلعت بک اس کا کمانڈر تھا۔ یہ اور مندرجہ ذیل تفصیل مجھے بعد میں معلوم ہوئی تھی۔

دوسری صف میں شکست خوردہ انفنٹری کی سراسیمہ انبوہ کی دو پلٹنیں جو از سر نو ترتیب کر لی گئی تھیں اور انکی اوسان کسی قدر قائم ہو گئے تھے۔ دو کمپنیاں جو تقریباً تازہ دم اور ہمارے مورچہ سے دائیں جانب کے مورچہ سے منگوائی گئی تھیں۔ سکرمشروں اور بھٹکے ہوئے سپاہیوں کا جم غفیر جو تقریباً چھ سات مختلف پلٹنوں کے سپاہی تھے اور بکھر جانے کے بعد پھر مجتمع کئے جا کر انکی دو یا تین کمپنیاں بنائی گئی تھیں اور ان پر وہ افسر مقرر کر دیئے گئے تھے جنکی اپنی کمپنیاں بھٹک گئی تھیں۔ ایک رسالہ عثمانیہ کا سکوں کا جو ایک بازو پر تھا اور ایک جماعت چرکسوں کی جو دوسرے بازو پر تھی یعنی جملہ ۱۵ سو پیدل اور ۱۵۰ سوار تھے یہ صف بذات خاص مشیر کے زیر کمان تھی۔

تیسری صف میں مذکرہ بالا شکست خوردہ پیدل فوج کی دو مزید پلٹنیں جنکو پھر مرتب کر لیا گیا تھا مگر جنکی نصف کمپنیاں منتشر ہو جانے۔ بھٹک جانے یا سر کہیں کام آجانے سے نادارد تھیں اور خاص قصبہ پلیونا میں مامور پلٹنوں کی (جنکی دوسری کمپنیاں شہر کی تحفظ پر) اپنے بڑے سخت معرکہ میں مصروف تھیں دو کمپنیاں جو اگرچہ تازہ دم تھیں مگر اسقدر توقف سے پہنچی تھیں کہ پہلی یا دوسری صف میں شامل نہ کی جا سکیں شامل تھیں۔ باقاعدہ کیولری کا آدھا رسالہ چرکسوں کی ایک جماعت اور توپخانہ کے گھوڑے چڑھوں کا ایک دستہ جنکو اس وقت سواروں کا کام دینے پر لگا دیا گیا تھا۔ ان سب کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کر کے صف کے دونوں بازووں پر مامور کر دیا گیا تھا۔ اس صف میں جملہ ۸۰۰ پیدل اور ایکسو سوار تھے اور وہ طاہر پاشا کے زیر کمان تھی۔

چوتھی یعنی آخری صف میں شکست خوردہ انفنٹری کی ایک از سر نو ترتیب کردہ پلٹن جمع کردہ سکرمشروں اور بھٹکے ہوئے سپاہیوں کی ایک یا دو مزید سکرمچ (عارضی) کمپنیاں اور ربوکووا مورچوں کی چار کمپنیاں تھیں یہ کمپنیاں آخری وقت پہنچی تھیں اور چونکہ ان مورچوں میں لڑائی چنداں سخت نہیں ہوئی تھی۔ وہ تقریباً تازہ دم تھیں۔ اس پیدل فوج کے علاوہ عثمانیہ کا سکوں کا آدھا دستہ ایک بازو پر اور مختلف قسم کے سواروں کی ایک جماعت جو پہلے حملوں میں منتشر ہو گئی تھی۔ دوسرے بازو پر تھی۔ یہ صف جسمیں تخمیناً [illegible] پیدل اور ایکسو سوار تھے حسن صابری پاشا کے ماتحت تھی۔ چاروں صفوں میں ۴۰۰۰ پیدل اور ۷۰۰ سوار تھے۔

یعنی یہ دیگر حالات اپنی روزنامچہ میں لکھا گیا ہیں فرصت کے وقت میں جو ہاتھ آئی اور ستمبر کے بعد کے درمیان ... تعلقات کی پوری تفصیلات [illegible]

ان صفوں کے عقب میں باتریوں کی آخری حفاظت کیلئے اور نیز بطور آخری ریزرو دو ہزار پیدلوں کا بے ترتیب مجمع تھا۔ جو بتدریج اپنی صفیں آسان درست کر کر اس طبعی ثابت قدمی اور استقلال کو جو ترکوں کا فطرتی خاصہ ہے۔ اور جسکی وجہ سے ترکی انفنٹری کو جبکہ وہ بچاؤ کے پہلو پر ہو مغلوب کرنا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ تازہ اور ازسرنو قایم کر رہے تھے۔

تیسری اور چوتھی صفیں تقریباً اسوقت مکمل اور درست ہوئی تھیں جبکہ پہلی اور دوسری صفیں دشمن پر خود متواتر حملے کرنے اور اسکے بالمقابل حملوں کو روکنے میں اپنی کل طاقت تقریباً صرف کر چکی تھیں۔ ان چاروں صفوں اور ریزرو کے حصہ کثیر نے نوبت بنوبت غنیم سے دست بدست لڑائی کی۔ اور جبتک چھ یا آٹھ بلے اور بالمقابل حملے نہ ہو چکے۔ روسیوں نے ہٹنے کا نام نہ لیا۔

مینے اپنی کمپنی کو اسطرح صف بستہ کیا تھا۔ سیمور اور سارجنٹ نقال کے دستے دوش بدوش پہلی قطار میں۔ یہ قطار نہری تھی یعنے اس میں آگے پیچھے تین پرے تھے۔ ستراب کا سکویڈ دوسری قطار میں جو دوہری تھی اور کمپنی نمبر ۱ب کا سکویڈ تیسری قطار میں جو اکہری تھی۔ میں پہلی قطار کے دونوں دستوں کے درمیان تھا۔ بگلچی۔ نقارے والا اور کلر سکویڈ میری دایں بائیں اور سیدھے پیچھے تھے۔ اسوقت ساڑھے چھ کا عمل تھا۔ شمال کیطرف یعنی اسطرف گولہ باری تقریباً اسوقت سے شروع ہو گئی تھی جبکہ ہم اپنے مورچوں سے چلے تھے۔

ہمارے قلب کی ساڑھے تین باتریاں روسیوں کی ان صفوں پر جو ہمارے مقابل تھیں۔ تباہی بخش گولہ باری کر رہی تھیں۔ روسیوں نے جو مورچے لے لئے تھے۔ انکی چار توپوں میں سے دو توپیں واپس لائی جا کر انہی باتریوں میں شامل کر دی گئی تھیں۔ باقی دو روسیوں کے ہاتھ رہی تھیں۔ مگر اسی دن بعد میں پھر لے لی گئی تھیں۔ باش طابیوں کی چند توپوں کے بھی رُخ پھیر دیئے گئے تھے۔ اور وہ بھی غنیم کی انہی صفوں پر گولے برسا رہی تھیں۔ روسیوں کی گولہ باری اس موقعہ پر میری سمجھ میں سست اور بے اثر تھی۔ ہماری پہلی صف میں ان کا کوئی گولہ نہ پڑا۔ اور جونہی کہ پیشقدمی شروع ہوئی وہ بند ہو گئی۔

مینے اب تک یہ لکھنے سے احتراز کیا ہے کہ اس لڑائی میں میری اپنی کیفیت کیا رہی۔ میں اس کے متعلق اسجگہ یہ لکھ دینے کی ناظرین سے اجازت چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی اندرونی کمزوری محسوس نہ ہوئی۔ غالباً اسکی یہ وجہ ہو کہ اس نمونہ رستخیز معرکہ کی غضب کی مستعدی اور سرگرمی میں سوچنے اور غور کرنے کی فرصت ہی کو ملی نہ تھی۔ ہم سب جوش سے ایسے بھرے ہوئے تھے جیسے وہ انجن جسمیں پوری طاقت سے سٹیم بھر دیجائے۔ البتہ ایک خیال مجھے اسوقت بھی گذرتا تھا اور اسکا میں بڑی خوشی سے ذکر کرتا ہوں۔ وہ یہ تھا کہ میں تاریخ کے ایک عظیم الشان کارنامہ کو مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اور خواہ میرا حصہ کتنا ہی تھوڑا کیوں نہیں

ہمیں خود بھی شریک ہوں۔ اس شاندار احساس اور خیال کا مزہ کا افسوس تم لوگ جو گرد کا تونکی چٹائی پر اکڑو بیٹھے ہو یا دفتر و نہیں میزوں پر قلم سے گھس گھس کر رہے ہو ذرہ بھر بھی تو اندازہ نہیں کر سکتے۔

خیر باز آمدم بر سر مطلب۔ روسی فوج نے بڑھنا شروع کیا۔ جب وہ ہماری زد میں اچھی طرح سے آگئے۔ تو ہم نے دو یا تین منٹ تک تابڑ توڑ ان پر سخت آتشباری کی۔ انکی قطاروں میں بڑے بڑے رخنے پڑ گئے مگر ان کو فی الفور پر کر لیا گیا۔ ازاں بعد ہم نے ان پر فائر نہ کیا اور ان کو پہاڑی کی دامن تک بڑھے آنے دیا۔ اسوقت بگل نے ہلّہ کا حکم دیا۔ اور بارہ نمبرہ بگلچیوں نے اسکو دوہرایا۔ سنگین سیدھے کر لئے گئے۔ اور ہمارے زبردست کالم نے بڑھنا شروع کیا۔ پہلے ہم آہنگی کے ساتھ۔ پھر جوں جوں نشیب کی طرف ہوتے گئے۔ تیزی بڑھتی گئی۔ اسوقت تمام افسروں کی یہی کوشش تھی کہ قطار سیدھی رہے اتنے میں "ایک دوسرے سے کہنیاں ملاؤ" کا حکم ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھر گیا۔ ہم پہاڑی کے ڈھلوان پر سیلاب کی تندی کے ساتھ نیچے کی طرف دوڑ پڑے۔ یاور طلعت سب سے آگے تھا۔ اس افسر نے اس نازک موقعہ اور آزمایش کے وقت قابل تعریف شجاعت اور استقلال دکھایا۔

اس دوڑ اور جھپٹ کے دوران میں میں نے اپنی پہلی قطار میں تھوڑا سا رخنہ دیکھکر للکار کر حکم دیا "اس جگہ سے ملجاؤ"۔ ہم دشمنوں کے قریب قریب پہونچتے جاتے تھے۔ روسی "ہرّاہ" کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ترکوں نے اللہ اکبر کے پر جوش نعرے لگانے شروع کر دئے۔ جن میں اکیلی دوکیلی آوازوں کی کوئی ہستی نہ رہی۔ اور حکم احکام دینا بالکل فضول ہو گیا۔ اب دو نوصفوں میں جو بالمقابل حملہ کر رہی تھیں صرف ایکسو گز کا فاصلہ رہگیا۔ روسی پہاڑی کے اوپر چڑھے آتے تھے اور ہم نیچے کو دوڑے جاتے تھے۔ آخر دونوں میں اسطرح سے تصادم ہو گیا۔ جیسے کہ دو ریلوے انجنوں میں۔

ایسے تصادم سے جو خوفناک افراتفری اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے۔ کاش کہ میرے قلم میں اس کا کچھ یونہی تھوڑا سا شائبہ بیان کرنے کی بھی قدرت ہوتی! تصادم کیا تھا۔ سنگین بھونکتے۔ کندے مارتے تلواریں چلاتے۔ دانتوں سے کاٹتے۔ چیختے چنگھارتے۔ واہی تباہی بکتے اور چلاتے ہوئے آدمیوں کا گویا بحر متلاطم تھا۔ دو دو یا تین تین آدمیوں کی بے انتہا ٹولیاں زمین پر گری ہوئی ہیں۔ مگر اس حالت نزاع میں بھی ایک دوسرے سے لڑ رہا اور لپٹا ہوا ہے۔ انسانوں کے سروں کے بحر مواج کے اوپر رائفلوں کے کندے بڑی تعداد اور پوری رفتار سے چل رہے ہے۔ انجنوں کی خمدار لٹھوں کیطرح اٹھ اور گر رہے ہیں۔ سوار تلواریں سونتے ہوئے بجلی کیطرح کاٹ کر رہے ہیں۔ علم بردار مردانہ وار آگے آگے چلا رہے ہیں۔ گھوڑے برق کیطرح انسانوں کے دلدل میں کوند کر اڑ رہے ہیں۔ اور

انسان جو پہلے ہی زخمی ہوکر فرش خاک پر پڑے ہیں انکو بوجھ سے دب کر چکنا چور ہو رہے ہیں - ہزارہا
غضب آلود چہرے خون سے تربتر ہو رہے ہیں - ہوا ہزاروں ہانپتے ہوئے حیوانوں کے گرم تنفس سے
صحرا کی لو کیطرح جل رہی ہے - قصہ مختصر یہ حالت تھی - کہ گویا دنیا کے کل پاگلخانوں کے قیدی انسانی
جذبات حیوانی اور سیہ کاری کی اس کھولتی ہوئی عظیم الشان دیگ میں چھوڑ دئے گئے ہیں یا یہ کہ
سلیمانؑ کے مقید جنات زنجیروں کو توڑ کر بھاگ آئے ہیں یا غول بیابانی کی فوج جرار آزاد ہوکر طوفان
بے تمیزی برپا کر رہی ہے -

اس وقت میری اپنی کیفیت کیا تھی؟ اسکی نسبت مجھے کچھ یاد نہیں - واقعی تصادم جو ایسکلو نکا
عین نازک وقت ہوتا ہے منٹ سوا منٹ تک ہی قائم رہتا ہے مگر اس منٹ سوا منٹ میں انسان پر وہ
وہ واردات گزر جاتی ہیں اور اسے اتنا کچھ مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ مدت العمر میں بھی نہ ہو سکے جس کا نتیجہ یہ
ہوتا ہے کہ حافظہ اسوقت کی سب باتوں کو کبھی یاد نہیں رکھ سکتا - مجھے صرف یہ باتیں یاد ہیں - اول یہ
کہ میں نے اپنے ریوالور کے چھیوں خانے خالی کر دیئے - (لیکن اگر کوئی پوچھے کہ کس پر کئے تو یہ یاد نہیں)
دوم یہ کہ میری تلوار خون آلودہ تھی (لیکن کس کے یعنے دوست کے یا کہ دشمن کے خون سے اسکی مجھے کچھ خبر نہیں)
سوم - یہ کہ دفعتاً ہم ایک دوسرے کی طرف کمال حیرت زدہ ہوکر تکنے لگ گئے - کیونکہ دیسی سوار انکے
جو فرش خاک پر تھے پیچھے ہٹ گئے تھے - اور مقام تصادم پر ہم صرف اپنے ہی آدمی باقی رہ گئے تھے -
جو سب کے سب جوش سے دیوانہ پسینہ میں شرابور اور بیدم ہوکر ہانپ رہے تھے - اکثر کے جسموں سے خون جاری
تھا صفیں ٹوٹ گئی ہوئی تھیں کمپنیوں کا انتظام الٹ پلٹ ہو گیا ہوا تھا - اور ہم میں سے اکثر دیوانوں
کیطرح کمال تیزی سے بول رہے - آوازیں کس رہے ہنس رہے تبرے بھیج رہے اور اچھل کود رہے تھے -

دوسری بات مجھے یہ یاد ہے کہ بگل نے فیر کا حکم دیا اور ہم نے پیچھے ہٹتے ہوئے دشمن پر باڑھ مارنی
شروع کر دی - بعد ازاں یاد رہے اسپ سوار قریب آگئے تو مجھے اپنی کمپنی کی صف درست کرنے کا حکم دیا -
کیونکہ دیسیوں کے پھر حملہ کرنے میں کوئی شک نہیں تھا - میں نے اسی مصروفیت میں اپنی کمپنی کے افسروں کو
بھی دیکھنے اور ملنے کی فرصت نکال لی جیک ابراہیم اور سارجنٹ نقال بالکل صحیح وسالم تھے -
صرف ب کمپنی کے لفٹنٹ کو رخسارہ پر زخم پہنچا - سارجنٹ کے سوا باقی ہم سب ہانپ رہے اور
پاگلوں کیطرح حرکات کر رہے تھے - مگر سارجنٹ بالکل مجتمع خاطر بسکٹ چباتا ہوا اپنے آدمیوں کی تلاش
کر رہا تھا - ہم نے دو تہائی کمپنی جمع کر لی - باقی تہائی میں سے اکثر زمین پر تھے اور بعض بھٹک گئے
تھے میں نے تقریباً بارہ ایک سپاہی دوسری کمپنیوں کے ملا کر اپنے چاروں دستوں کو پھر صف بستہ کر لیا

پہلے حملہ سے پندرہ یا بیس منٹ کے بعد روسی پھر پلٹے اسدفعہ ہم انکا مقابلہ کرنیکے لئے آگے نہ بڑھے بلکہ اپنی جگہ پر قائم رہکر ان پر پے درپے باڑھیں چلاتے رہے حتی کہ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ اور ہم نے ان کو روکنے کیلئے سنگینوں کی نوکیں خاردار دیوار کی طرح سیدھی کردیں۔ ہمکو ٹھیر کر مقابلہ کرنیکا کسی نے حکم نہیں دیا تھا۔ ہم سب نے خود ہی اپنے دلوں میں ایسا کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ دشمن کا یہ حملہ پہلے جیسا تیز نہ تھا وہ ہم سے مس ہی کرنے پایا تھا کہ اسے پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ حملہ آور صفیں اپنی دوسری صفوں سے جا ملیں اور ابھی روسی پیچھے ہٹ رہے تھے کہ میں نے دشمن کی کوئی کیولری نہ دیکھی۔ ہماری کیولری نے خاصہ کام دیا۔ وہ انفنٹری سے اجتماع خاطر اور متہورانہ استقلال میں کم تھی اور ہمیں ٹھیک ویسی سرگرمی اور مستعدی نہ پائی گئی جیسی کہ ہر ایک شخص مہذب یافتہ قواعددان سوار سے توقع کرتا ہے۔

اس دوسرے حملہ کا ایک واقعہ مجھے مدت العمر فراموش نہ ہوگا۔ ایک دیوقامت روسی جو کرنیل تھا اپنے قد کے موافق دیوقامت گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میرے قریب پہنچا اور مجھ پر تلوار کا سخت خوفناک وار کیا میں نے اس وار کو جہاں تک مجھ سے ہوسکتا تھا روکا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو تلوار میری کھوپری کو دو ٹکڑے کردیتی۔ تاہم اسکی تلوار کی نوک میرے چہرہ کو جسے میں اوپر کو اٹھایا ہوا تھا۔ ناک سے ٹھوڑی تک چیرتی ہوئی چلی گئی۔ اس زخم کا نشان اب تک دکھائی دیتا ہے۔ زخم سے گرم خون گردن پر بہنا شروع ہوگیا۔ اسکے بعد جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو میرا حریف انسانوں کے بحر متلاطم میں جو میرے گرد موجیں مار رہا تھا گم ہوگیا ہوا تھا جب روسی بالکل پیچھے ہٹ گئے اور ہم میدان پر جسکے ایک انچ سے ہم پیچھے نہیں ہٹے تنہا رہگئے تو نقیال نے میرے چہرہ کیطرف اشارہ کرکے مجھ سے کچھ کہا جیک نے بھی ہمدردی بھرے چند الفاظ کہے میں نے دونوں کو جواب دیا۔ لیکن یہ بالکل یاد نہیں کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور میں نے کیا جواب دیا تھا میری حالت اسوقت بگڑ رہی تھی اور حملہ کے ختم ہوتے ہی فوراً میرا سر چکرانا شروع ہوگیا تھا میں نے اسی بیہوشی کے عالم میں دیکھا کہ ہماری دوسری صف کی فوج بڑھکر ہم سے آگے نکل گئی ہے اور پہاڑی کے دامن میں کھڑی ہوگئی ہے اور کہ ہم نے دشمن پر بڑی تیزی کے ساتھ آتشباری شروع کردی جو عرصہ تک قائم رہی۔ اس کے بعد مجھے ذرا ذرا سا یاد ہے کہ میں نے معلوم کیا کہ گردن سے چھاتی تک میرے کپڑے خون سے تر ہوگئے ہیں میرا چہرہ جلنا شروع ہوگیا ہے اور میرے گھٹنے جھکنے لگ گئے ہیں اور کہ اسوقت کسی شخص نے مجھے سہارا دینے کیلئے ہاتھ بڑھا دیا۔ اسکے بعد کامل بیہوشی طاری ہوگئی اور مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہگئی۔

جب میری آنکھ کھلی تو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میں کئی ہفتے بیہوش رہا ہوں مگر یہ حالت گھنٹہ بھر یا اس سے کچھ کم رہی تھی۔ اسوقت آتشباری قریب قریب بند ہوگئی تھی لیکن روسی گولہ باری کی غضبناک آوازیں آرہی تھیں آنکھیں کھلتے ہی جو خوفناک نظارہ مجھے دکھائی دیا میں مجبوراً اسکا کچھ ذکر کرتا ہوں۔ یہ مہیب سماں

اکثر ایسے اوقات میں جبکہ میرا دل زندگی سے بیزار ہو کر خودکشی کیطرف مائل ہوتا ہے خود بخود میری نظروں میں پھر جاتا ہے۔ مکان کی حیثیت معلوم کرنے کیلئے اپنے دل میں ایک بہت طویل ٹیڑھی میڑھی ساخت کا شیڈ خیال کر لو یہ مجھے معلوم نہیں کہ آیا اسے ہماری فوج نے تیار کیا تھا یا کسی دہقان نے اسے اپنے کھیت میں بنایا ہوا تھا جو غلیظ گرم۔ بدبودار اور ہر قسم کی عفونتوں سے بھری ہوئی تھی۔ اسکا محض خیال آجانے پر میری طبیعت گھنانی شروع ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد فرض کرو کہ کئی سو آدمی کھُردرے تختوں پر پڑے ہیں غلیظ چیتھڑوں یا گھاس کے گچھے ان کے سرہانے ہیں۔ ان میں سے اکثر مُردہ یا قریب المرگ یعنی حالت نزع میں بعض کے جسم بہت بُری طرح سے مجروح سب کے سب خون میں تر کئی کراہ رہے ہیں۔ اور باقی چیخ چلّا یا مختلف چھ سات زبانوں میں پانی کے ایک قطرہ کیلئے عجز و الحاح کر رہے ہیں اور تم خود بھی انہیں اس حالت میں پڑے ہو کہ پیاس سے سینہ چٹک رہا ہے چہرہ درد سے جل رہا ہے۔ اور ہمت و سکت کا ایک ذرہ باقی نہ رہا ہے۔ پانی۔ پانی کی آوازیں میں نے اتنی دردناک لہجوں میں سُنی ہیں۔ کہ انکا شمار میری طاقت سے باہر ہے۔ اب باوجودیکہ اس واقعہ کو سترہ برس گذر گئے ہیں مگر پھر بھی رقت انگیز آوازیں اکثر مجھے خواب میں سنائی دیتی رہتی ہیں۔ پھر اپنے دل میں خیال کرو کہ ڈاکٹر آستین چڑھائے خون آلود ہاتھوں سے ابتدائی مرہم پٹی کر رہے ہیں (ناظرین کو خیال ہو کہ یہ صرف عارضی ہسپتال تھا جو اسوقت کے لئے صفوں کے پیچھے بنا لیا گیا تھا) اور سخت دل آدمی پانی۔ افیون کست یا برانڈی میں مسکن ادویات ملا کر زخمیوں کو پلا رہے ہیں۔ بعد ازاں خوفناک سے خوفناک۔ مکروہ سے مکروہ نفرت انگیز سے رقت انگیز اور سخت گھن اور جس قدر چیزیں اور باتیں تم اپنے خیال میں لا سکتے ہو ان کو وہاں موجود فرض کر لو اور یا نہیں سے اس انسان کے بنائے ہوئے جہنم کی کیفیت کا صرف ادنیٰ شائبہ تمکو معلوم ہو گا۔

آنکھیں کھلنے پر حافظہ آہستہ آہستہ قایم ہو گیا۔ میرے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور تمام ناک پلاسٹر (لیپ) کیا گیا ہوا تھا۔ اسوقت مجھے پانی دیا گیا اس سے جو سکون مجھے اسوقت حاصل ہوا وہ قیامت تک نہ بھولیگا۔ بیشک اس خوفناک منظر کے دیکھنے سے بچنے کیلئے آنکھیں موند لیں مگر کانوں کا کیا کرتا۔ آہ و زاری اور چیخ پکار کی آوازیں سن سکنے کا کیا علاج ہو سکتا تھا؟ اس بے آرامی میں مجھے اونگھ سی آگئی کہ اتنے میں کسی نے میرے بازو کو چھو کر جگا دیا۔ وہ بستر دینے کا ایک نوجوان سپاہی تھا اسکا کام محرری اور وہ قسطنطنیہ سے دیدمین تک میرے ساتھ آیا تھا۔ اسوقت نبیاں اور لاانبیین جل رہی تھیں۔ اللہ اکبر! روشنی اور سایہ کی یکے بعد دیگرے جھلکوں میں اس خوفناک سین کا نظارہ فرانس کے مشہور مصور گستاو ڈورے کے لئے اپنی پرتاثیر ذہانت سے جوہر کھانے کے واسطے ایک عجیب مضمون تھا!

اس شخص نے مجھے حسب ذیل کہا "صاحب آپ تکلم نہ کریں آپکے جسم میں قریباً ہر خون نکل چکا ہوگا۔ آپ بہت کمزور ہو رہے ہیں مجھے ملازم سیمور نے بھیجا ہے چونکہ کمپنی کی کمان اب اسکے پاس ہے وہ خود نہیں آسکتا تھا مگر اس نے اپنا سلام کہلا بھیجا ہے اسے بندوق کی گندہ سے بازو پر ذرا سی کھرسی آئی ہے ملازم ابرہیلم ہلوچاوش بقال کو کوئی آسیب نہیں پہنچا۔ تم سے پیچھے کمپنی کے دس آدمی ہلاک ہوگئے ہم اسوقت اس پہاڑی پر جہاں سے ہم نے حملہ کیا تھا۔ فوج کشن ہیں بچا ہیں آجی بھٹک گئے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ مورچہ میں پہنچ جائینگے۔ چاروں طرف سے افراتفری چھا رہی ہے۔ سالم پلٹنوں کی پلٹنوں کو افسر غائب اور بیسیوں افسر اپنی فوجوں کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں ہر ایک چیز کی کایا پلٹ ہو رہی ہے جب ہماری کمپنی کے آدمی ذرا استالینگے تو ہم اپنے مورچہ کو چلے جاوینگے۔ ملازم سیمور کا تو ارادہ تھا کہ فوراً چلا جاوے مگر سپاہی جہاں کھڑے تھے وہیں تکان سے پتھر کیطرح گر پڑے۔ سب موقعوں پر ہمیں کامل فتح نصیب ہوئی اور میدان ہمارے ہاتھ میں رہا ہے۔ آخری وقت روسیوں کے کچھ ایسے رسالے خطا ہوئے کہ نو کدم بھاگ کھڑے ہوئے۔ خونریزی بہت ہی سخت ہوئی ہے اسکے مقابلہ میں پچھلی لڑائی بچوں کا کھیل تھی۔ اب میں آپکا مدعا بتاتا ہوں۔ ملازم سیمور آپکو صلاح دیتا ہے کہ آپ ابھی پلیونا چلے جائیں مجھے اس نے آپ کے ہمراہ جانے کیلئے بھیجا ہے کہ سہارا دیکر آپ کو لیجاؤں۔ مجروح کو گاڑی پر جانے میں بہت تکلیف ہوتی ہے علاوہ بریں آپکی گاڑی پر سوار ہونیکی نوبت کئی گھنٹوں کے بعد آئیگی۔ کیونکہ پہلے سخت مجروح بھیجے جارہے ہیں اسطرح آپکی باری آنے تک پلیونا کے کل ہسپتال بھر جائینگے جاؤ شیخ آپکے زخم پر پٹی باندھکر بعد ازاں ڈاکٹر سے ذکر کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ گو ٹھوڑی کا گوشت ہڈی تک چر گیا ہے تاہم زخم کوئی خوفناک نہیں آپ صرف خون کے نکلنے سے بیہوش ہوئے تھے۔ اور جلد پھر چاق چوبند ہو جاؤ گے"۔

یہ سب باتیں غالباً مجھکو بولنے سے روکنے کیلئے اس نے بہت جلد جلد کیں جنکو ختم کر کے اس نے مجھے اٹھا کر پاؤں کے بل کھڑا کیا اور پھر میرے لئے تھوڑی برانڈی غنیم ادویہ کے ذخیرہ سے جسکی اسکی پیٹھ اس طرف تھی پلا کر مجھے ساتھ لیکر چل دیا۔ اسکا دایاں ہاتھ میری کمر میں اور میرا بایاں ہاتھ اسکے کندھے پر تھا تاریکی چھا گئی ہوئی تھی اور انتہائی شمال مشرقی جانب سے ابھی تک توپوں کی کمزور گرج سنائی دے رہی تھی۔ وہاں سے پلیونا کی شرقی مضافات ایک میل تھے اور وہ ہسپتال جسمیں پہلے میں ہو چکا تھا وہاں سے نصف میل اور پرے تھا چلنے سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ میں ایسا کمزور ہو رہا تھا کہ اپنا سارا بوجھ ساتھی پر ڈالے ہوئے تھا۔ گو وہ بیچارا ابھی بجائے خود ایسا تھکا ہوا تھا کہ اسکو خود اپنے لئے ہی سہارے کی ضرورت تھی۔

ہر ایک طرف سے چھوٹی چھوٹی دو بیتی گاڑیوں سے لیکر فراخ چھکڑوں تک مختلف شکلوں اور حجموں کی گاڑیوں کی

قطاریں جنکو بیل گھوڑے۔ گدھے۔ کتے اور آدمی کھینچ رہے تھے چلی آرہی تھیں۔ ان ہنڈولی گاڑیوں
اور کھردری راستہ سے زخمی و مجروح سپاہیوں کو جو گھاس کی پولوں پر کھچا کھچ بھرے ہوئے جگر شگاف
آہ ونالے کر رہے تھے لازمی طور پر سخت اذیت پہنچ رہی ہوگی۔ مجروحین کی جماعتیں جن میں سے بعض
کو میری طرح انکے رفقا سہارا دئیے لیجا رہے تھے (بعض کو رفیق لوگ کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور
کئی چارپایوں پر جو بندوقوں۔ چوبوں۔ تختوں اور میزوں کے ٹکڑوں سے بنالی گئی تھیں لیٹے ہوئے تھے)
کل طرفوں سے پلیونا کی طرف چلی جا رہی تھیں۔ اکثر اشخاص تن تنہا رینگتے اور ٹانگیں گھسیٹتے چلے جا رہے
تھے جنکے خون کے قطرات تمام راستے پر ٹپکتے جاتے تھے میں نے ایک روسی لفٹنٹ کو دیکھا کہ وہ اسی
طرح کچھ دور رینگنے کی کوشش سے تھک کر رستہ کے پاس ایک مردہ گھوڑی کے پیٹ سے تکیہ لگاکر موت کے
انتظار میں بیٹھ گیا۔ ہم اسکے پاس سے ہوکر گذرے۔ اسکی عمر بمشکل بیس برس کی ہوگی۔ اس نے نظر اٹھاکر
میری طرف دیکھا وہ نگاہ اتم اداسی اور مایوسی سے بھری ہوئی تھی مگر ساتھ ہی پرنم آنکھوں میں جلد
مخلصی ہوجانیکی خوشی کی چمک بھی موجود تھی۔ اس نے مجھ سے فرانسیسی زبان میں نہایت کمزور لہجہ سے
پانی مانگا۔ میری بوتل میں کچھ سرد قہوہ بچا ہوا تھا جو میرے رفیق نے اسکے حلق میں ٹپکا دیا۔ حرماں نصیب
بے یار و بے دیار نے اظہار امتنان میں اپنے زخمی سر کو جھکا دیا اور ہم اسے موت کے آغوش میں لیٹنے
کے لئے آگے بڑھ گئے۔

راستہ میں ہر جگہ بھٹکے ہوئے سپاہیوں کی ٹولیاں موجود تھیں۔ کئی کھلے کھیتوں میں مُردوں کے درمیان
چند گھنٹے نیند لینے کیلئے زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور کئی اپنی اپنی کمپنیوں کی تلاش میں جنسے وہ افراتفری میں بچھڑ گئے
تھے۔ بڑی سرگرمی سے تگ و دو کر رہے تھے۔ سالم کی سالم کمپنیاں کوفت و تکان سے مردہ ہوکر اسی جگہ
جہانکہ وہ لڑائی کے خاتمہ پر تھیں بیٹھ گئی ہوئی تھیں۔ انمیں سے اکثر نے صریح احکام کے برخلاف ایسا
کیا تھا۔ مردوں کی انبوہوں اور مردہ گھوڑوں سے جنکی ٹانگیں آسمان کیطرف اٹھی ہوئی تھیں زخمی گھوڑوں
سے جو رقت انگیز آوازیں آہ و بکا کر رہے تھے۔ توپوں کے شکستہ پہیوں۔ ٹوٹی ہوئی گاڑیوں اور دیگر نشانیوں سے
ان ان جگہوں کا پتہ مل رہا تھا جہانکہ گولے آکر پھٹے تھے۔ حمال ابھی تک ان زخمیوں کو جنہیں پہلے مردہ سمجھکر پڑا رہنے دیا گیا تھا
اٹھا رہے تھے۔ زمین پر ہزاروں تھیلے اور شکستہ رائفلیں و تلواریں بکھری پڑی تھیں۔ اور رستہ میں [illegible] پہیوں اور
ہزاروں قدموں کے چلنے سے جابجا گڑھے اور خندقیں پڑی ہوئی تھیں بے سوار گھوڑے خوراک کی تلاش میں
چھوٹے چھوٹے گلوں میں ادھر سے ہنہناتے ہوئے ادھر ادھر دوڑتے پھرتے تھے۔

یہ نظارہ میں نے غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی آخری کرنوں کی روشنی سے دیکھے۔ خداوند عالم و عالمیان

کی حمیت ایسی عام ہے کہ ہمارے کو بھی جو بادشاہوں اور بدتر ونکی سیہ باطنی و سنگدلی کا پیدا کیا ہوا جہنم نما ہجر دھوپ کا برا حصہ ملتا ہے۔ حالانکہ ہمیں ایسے ایسے ناگفتہ واقعات پیش آئے ہیں کہ ہر شخص یہی خیال کر سکتا ہے کہ آسمان کو ایسے نظارہ پر ہنسنے کی بجائے رونا چاہئے۔

چند غیر فوجی ترک حمالونکی مدد کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک مضبوط معمر شخص نے جو مزدوروں کی پوشاک پہنے ہوئے تھا یہ دیکھکر کہ میرا ساتھی جو پست قامت اور بالکل تکان زدہ ہو رہا تھا۔ میرے بوجھ کو بمشکل برداشت کئے ہوئے ہے اسکو کہا کہ زخمی میرے حوالہ کرکے تم چلے جاؤ۔ اس پر سپاہی اپنی کمپنی کو واپس چلا گیا۔ یہ نیکدل پیرمرد مجھے شہر کے بیرونی مکانوں تک لیگیا تھا۔ کہ درد اور تکان نے مجھے بے چین کر دیا۔ اسوقت پوری تاریکی ہو گئی تھی۔ اور گولہ باری بند ہو گئی تھی میں نے اس سے کہا کہ میں اور زیادہ نہیں چل سکتا۔ اس نے جواب دیا کہ "کل ہی ایک فوجی ہسپتال صوفیا سے یہاں پہنچا ہے وہ اس قرب و جوار میں قایم کیا گیا ہے آؤ اسے تلاش کرتے ہیں"۔

کئی ترک باشندے اسوقت گھروں سے باہر فتح کی خوشی منا رہے تھے ان مسلمان باشندوں نے کل لڑائی میں کمال حب الوطنی ظاہر کی تھی۔ شہر کے جنوبی مکانات کی مسطح چھتوں پر کھڑے ہو کر جہاں سے سکوبیلاف اور یونس بک کی معرکہ آرائی بخوبی دیکھی جا سکتی تھی یہ لوگ آفرین و شاباش کے نعروں سے گورہ سیونکی گولیاں ان چھتوں پر باسانی پڑ سکتی تھیں اپنی سپاہ کا حوصلہ بڑھاتے رہے تھے اور علاوہ بریں پہلی صف تک بلاخوف و خطر گھس کر اپنے سپاہیونکو ماکولات و مشروبات سے تازہ دم کرتے رہے تھے ان لوگوں نے ہمکو ہسپتال کا پتہ بتایا۔ اس پتہ پر چلکر ہم دو نو ایک چھوٹے سے مکان پر پہونچے۔ مگر ایک بدشکل سی عیسائی عورت نے ہمیں دیکھکر اسکا دروازہ نہایت درشتی سے بند کر لیا۔ ترک نے اسپر اس عورت کو لعنت بھیجی۔ پھر ہم دوسرے مکان پر گئے اور اسدفعہ ہم ٹھیک مکان پر پہنچے۔

عثمان پاشا نے عیسائیوں کے ساتھ ایسی نرمی کے ساتھ برتاؤ کیا تھا کہ وہ نہ فقط اپنی جان و مال کی طرف سے ہی بےفکر بلکہ کسی قدر گستاخ اور دلیر بھی ہو گئے تھے مگر دوسرے ہی دن انکی شیخی خوب کرکری ہو گئی جبکہ تمام بالغ بلغاری مردوں کو مقتولین کے دفن کرنے میں مدد دینے پر مجبور کیا گیا۔

اس ہسپتال نے ہمارے پہنچنے سے کچھ عرصہ ہی پہلے اپنا انتظام ٹھیک ٹھاک کیا تھا یہ ایک چھوٹے سے پرائیویٹ مکان میں قایم کیا گیا تھا۔ اس مکان کے محب وطن مالک نے اپنے خاندان کیلئے صرف باورچیخانہ اور ایک بیرونی مکان رکھکر باقی کل عمارت ہسپتال کیواسطے دیدی تھی۔ ہم سے پہلے ایک گاڑی بھر زخمی وہاں پہنچ گئی تھی اور صرف سات آدمیوں کی باقی گنجایش تھی۔ یہ تعداد دوسرے ہی گھنٹہ میں پوری ہو گئی

اور آدھی رات سے پہلے ہسپتال میں ہم بیمار ہو گئے۔ ہسپتال کا سٹاف یہ تھا۔ ایک ڈاکٹر۔ ایک اس کا
نائب۔ دو خادم اور ایک عام کاموں کے لئے نوکر۔

ڈاکٹر نے میری ٹھوڑی کا معائنہ کر کے زخم کو سی دیا۔ ناک کو خفیف صدمہ پہنچا تھا۔ وردی اتار کر
مجھے ایک آرام دہ پلنگ پر لٹا دیا گیا اور درد کی تسکین کے لئے دوائی پلا کر کھانے کے لئے گوشت کی
یخنی میں پکی ہوئی چاء۔ انڈے۔ چاول اور دودھ دیا گیا۔ بعد ازاں جب زخمیوں کی دوسری جماعت
پہنچی تو مجھ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ نو واردوں میں سے اکثر ایسے تھے جنکے پاش پاش شدہ اعضا کاٹے جانیوالے تھے
گاڑیوں کی مسلسل کھڑکھڑاہٹ اور رات کے لئے پناہ ڈھونڈھنے والے بھٹکے ہوئے سپاہیوں کے
قدموں کی آہٹ نے مجھے نیند نہ آنے دی۔ جب ہسپتال میں مطلقاً گنجائش نہ رہ گئی تو دروازہ پر ہسپتال والوں
اور آنے والوں میں کئی دفعہ یہ گفتگو ہوتی میں نے سنی:۔

ہسپتال والے:۔ "کون ہے"؟

باہر سے:۔ "صاحب زخمیوں کی گاڑی آئی ہے۔ پانچ ترک ہیں اور ایک روسی"

ہسپتال والے:۔ "ہسپتال بالکل بھرا ہوا ہے اب ایک مریض بھی اور نہیں لیا جا سکتا"

باہر سے:۔ "صاحب ہسپتال والے یہی کہتے ہیں۔ کیا میں ان بیچاروں کو ساری رات گاڑی ہی پر پھراتا رہوں"

ہسپتال والے:۔ "مشفق ہم مجبور ہیں۔ ہم ناممکنات پر قدرت نہیں رکھ سکتے"

اس گفتگو کے بعد دروازہ بند ہو جاتا اور گاڑی والا آہ و بکا کرتا ہوا زخمیوں کو لیکر بڑبڑاتا ہوا کسی اور
مامن کی تلاش میں چلا جاتا۔ آدھی رات کے قریب مجھے اور غذا دی گئی اس وقت میرے کمرے میں مجھ جیسا ساتھ اور
مجروح ترک لیٹے ہوئے تھے ان دونوں کے اعضا کاٹے گئے تھے اور وہ نیند سے کلوروفارم (بیہوش کرنیکی دوائی) کا
اثر کو دور کر رہے تھے دوسرے دن میں نے پچھواڑے کے باغ میں ٹانگوں اور بازوؤں کا ایک انبار لگا ہوا دیکھا
آدھی رات کے بعد مجھے نیند آ گئی اور صبح اس وقت بیدار ہوا جبکہ مجھے ناشتہ کیلئے جگایا گیا۔

اس لڑائی کے کل واقعات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔ ۲۰ جولائی کی طرح اس دن بھی روسیوں نے جو
جنرل کروڈنر کے زیر کمان تھے۔ چار طرفوں یعنے شمال مشرق اور جنوب مشرق سے حملہ کیا۔ عین شمال کی
جانب یونہی سا متفرق طور پر مقابلہ ہوا۔ اسطرف روسی جنرل سوشن کارف تھا جسکو قبل از وقت ہی یہ خبط
سوجھ گیا کہ وِد کی طرف جا کر ہماری پسپائی کے رستہ کو منقطع کر دے۔ یہ خیال آتے ہی اس نے اپنی فوج میدان جنگ سے
ہٹا لی اور وِد کو چلا گیا۔ جہاں آخر کار صرف اپنی پسپا ہوتی ہوئی فوج کو ہم سے محفوظ رکھنے کا کام دے سکا۔
شمال مشرق کی طرف سے جو روسی فوج آئی وہ جرنیل ولجامی نوف کے ماتحت تھی۔ اس فوج نے ہمارے

یسار کو حصہ کثیر جسمیں میرا مورچہ بھی شامل تھا حملہ کیا مگر کامیاب ہوئی۔ مورچہ سے میری کمپنی کے چلے آنے کے بعد غنیم اسکی بغلی خندقوں پر قابض ہو گیا تھا مگر آخرکار بُری طرح سے ترکوں نے بھگا دیا گیا تھا۔ یہ امر مجھے نتو بچشم خود دیکھنے والوں کی زبانی تصدیق ہوا ہے کہ روسیوں کی یہ فوج کمال سراسیمگی اور وحشت اور نہایت ہی سخت بےترتیبی اور بدحواسی کیساتھ میدان جنگ سے بھاگی تھی اسکو خود روسی مورخ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کروپاٹکن اپنی کتاب میں اسے "بے ترتیب پسپائی" لکھتا ہے۔

جو روسی فوج مشرق کیطرف سے آئی تھی اسکا کمانڈر پرنس جارج شاکوفسکوئی تھا۔ اس نے ہمارے دست یمین کے قلب پر حملہ کرکے دو مورچوں کو فتح کر لیا اور پھر دونو بازوؤں کے درمیان فانے کی طرح مغرب رویہ بڑھنے لگ گئی۔ میرے زخمی ہونے کے بعد فریقین نے پے درپے ایکدوسرے پر جلد جلد حملے اور پلٹے کئے۔ آخر غروب آفتاب کے قریب روسی شکست کھا کر بھاگ گئے اور ہم نے اپنے دونو مورچے پھر فتح کر لئے اسطرف بھی دشمن کی پسپائی فراری سے کم نہ تھی مگر پھر بھی دوسرے دستہ کی فراری جیسی بُری نہ تھی۔

جنوب میں روسی کمانڈر جنرل سکوبیلاف تھا جو کل روسی کمانیروں سے قابل اور لائق مانا گیا تھا۔ یہ شخص وادی طلکیجہ اور اسکے مغرب میں اور نیز سڑک کرشن کے کنارہ کنارہ یونس بک کی افواج کے مقابلہ پر نہ فقط اپنی جگہ پر ہی قائم رہا بلکہ اس نے کچھ خفیف سی چیرہ دستی بھی حاصل کر لی چنانچہ جب عام واپسی کا حکم ملنے پر اس نے باکراہ اس حکم کی تعمیل کی تو صرف اسی کا کام ایسا تھا جو باقاعدگی کے ساتھ پسپا ہوا۔

دوسرے دن چند روسی باتریوں اور ایک تازہ دم رجمنٹ نے اس قدر آگے بڑھکر وہاں سے انکے گولے ہم تک پہنچ سکیں گولہ باری شروع کر دی۔ مشیر نے مقابلہ کیلئے اپنی تمام کیولری جسکی گنجائش ہو سکتی تھی ایک ہلکی باتری اور ایک پلٹن انفنٹری بھیجدی۔ فریقین میں خاصہ زور شور سے مقابلہ ہوا۔ دونوں طرفوں کو پیچھے سے امکیں بھی پہنچنے لگیں اور ایک وقت تو اس بات کے بھی آثار پیدا ہو گئے کہ غالباً کل کیطرح پھر آج بھی عام لڑائی شروع ہو جائیگی۔ مگر روسیوں کو ہوش آگیا وہ پیچھے ہٹ گئے اور ہماری فوج بھی واپس آگئی۔ دشمن کا تعاقب کیا گیا۔ کیونکہ رست بات یہ ہے کہ ترکوں میں (کل کی تکان اور کوفت کے باعث) تعاقب کرنے کی سکت ہی نہ تھی۔

بمصداق طویلہ کی بلا بندر پر ان ہزیمتوں کا الزام جنرل کروڈنر پر لگایا گیا۔ محاربہ کے بعد اس سے کمان لے لی گئی اور اسے وارسا (پولینڈ کے روسی علاقہ کے صدر مقام) کے فوجی گورنر کا ایجوٹنٹ بنا دیا گیا۔

ترکی فوج کی تفصیل جو میں ۲۰ ہزار آدمی اور ۵۰ توپیں تھیں پیشتر بیان کر آیا ہوں۔ روسی اپنی فوج کی جمعیت جو اس لڑائی میں شامل ہوئی ۳۶ پلٹنیں انفنٹری تیس سالے کیولری یعنی جملہ ۴۰ ہزار آدمی اور

۷۶) تو ہیں بیان کرتے ہیں جو ان پلٹنوں کے جو دریائے وِد کے قریب متعین تھیں باقی کل ترکی فوج لڑائی میں شریک ہوئی۔ مشیر بذاتِ خاص کئی دفعہ لڑائی کے گھمسان میں شریک اور گولیوں کی زد میں رہے۔ ایک بالکل تازہ دم سالم روسی رجمنٹ (انفنٹری) میدان جنگ میں اس وقت پہنچی جبکہ لڑائی عملی طور پر ختم ہو چکی تھی۔ یہ رجمنٹ روسیوں کی مندرجہ بالا جمعیت میں شمار نہیں کی گئی اس نے اپنے ہزیمت خوردہ ساتھیوں کی پسپائی کے وقت اسکے غنیم کے تعاقب سے محفوظ رکھنے کا کام دیا۔

اس بات کا ترکی افسروں کو افسوس تھا کہ لوفچہ کی چھ پلٹنیں وہاں سے آ کر کیوں لڑائی میں شریک نہ ہوئیں اگر وہ بھی آجاتیں تو سکوبیلاف دو طرفہ آتشباری میں گھر جاتا۔ ایسا کرنے سے لوفچہ بیشک کچھ عرصہ کے لئے بے پناہ رہجاتا۔ مگر عام محاربہ کے شور و شغب میں پھر خاص کر ایسی صورت میں جبکہ غنیم کو ہزیمت مل رہی ہو دشمن کو غنیم کی عارضی عدم موجودگی میں شہر (لوفچہ) پر فوج بھیجنے کی نہ فرصت ہوئی اور نہ اس کام کیلئے اسکے پاس زائد فوج ہی تھی۔ زمانہ حال کے مشہور شہنشاہ اور جرنیل نپولین کا مقولہ تھا کہ ایسے جرنیل کو "جو خود شریک محاربہ نہ ہو اور اسکی فوج بیکار بیٹھی ہو اس کو لازم ہے کہ توپ کی آواز سنتے ہی جدھر سے وہ آئی ہو اس طرف چل پڑے"۔ لوفچہ میں رفعت پاشا کمانڈر تھا اس نے یا تو نپولین کے اس اصول کو نظر انداز کر دیا یا ممکن ہے مشیر کا ہی اسے حکم ہو کہ لوفچہ سے کسی صورت میں باہر نہ آئے۔ عثمان پاشا لوفچہ کو بڑا ہی ضروری مقام تصور کرتے تھے۔ اسکی وجہ خود انہی کو بہتر معلوم تھی۔

ہماری فوج میں دو ہزار قتل اور سخت زخمی ہوئے تھے ان کے علاوہ چند ہزار کو خفیف زخم پہونچے جو ایسے نہ تھے کہ ان لوگوں کو ہسپتال میں بھیجا جائے۔ روسیوں کے نقصانات کا اندازہ حال کے مورخین ۷۵۰۰ مقتول و مجروحین بتاتے ہیں مگر شاہدین اخبارات اور اس وقت کے مورخین نے دس ہزار کی تعداد بتائی تھی غالباً ٹھیک تعداد ان دونوں کے بین بین ہے ہم نے ایکہزار ترک اور تین ہزار روسیوں کو دفن کیا۔ ان کے علاوہ ایکہزار روسی ہمارے پاس اسیر تھے جو مجروح سفر کی تکلیف کو برداشت کر سکتے تھے ان کو ۳۱ جولائی سے صوفیا کو بھیجنا شروع کر دیا گیا۔

روسیوں کے ہوا خواہوں کا یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے کہ ترک سپاہی روسی مجروحین کو قتل کر دیتے تھے۔ مجروح اسیروں سے بعینہ وہی سلوک ہوتا تھا جو کہ مجروح ترکوں سے۔ وحشیانہ برتاؤ کے شاذ و نادر واقعات کونسی لڑائی اور کونسی مہذب ترین فوج ہے جسمیں نہیں پائے جاتے۔ ۱۸۷۰ء کے محاربہ جرمنی و فرانس میں میدان کی لڑائی میں مقام بازیلاس پر جرمن اور فرنچ مہذب سپاہیوں کی شائستگی کل دنیا کو معلوم ہے مگر یہ کہنا کہ ترک بالالتزام یا بالعموم اسیروں یا مجروحوں کو ایذا پہنچایا کرتے تھے۔ محض جھوٹ ہے۔ افسروں کو تاکیدی

حکم تھا کہ کوئی نیا قدم کسی قسم کی نہ ہونے دیں اور خطا کار کو پوری سزا دیجائے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس حکم
کی پوری تعمیل کی جاتی تھی۔

لڑائی کے بعد ترکی فوج میں عجیب افراتفری پڑی ہوئی تھی۔ مگر یکم اگست تک کل انتظام اور ترتیب پھر
درست ہو گئی۔ جب ہم فاتحین کی یہ حالت ہوئی تو ظاہر ہے کہ ہزیمت خوردگان کا کیا بُرا حال ہوگا۔
یکم یا دوم اگست کو ہمارے پاس ارخانیہ سے چار پلٹنوں کی کمک پہنچی ان میں سے دو لوفچہ کو بھیجدی گئیں
جس سے وہاں کی جمعیت آٹھ پلٹن کی ہو گئی۔ اسکے علاوہ طوعاً رنگروٹوں کی بھی متعدد جماعتیں بطور کمک
پہنچ گئیں اور یہ نوجوان ان کمپنیوں میں جنکو سب سے زیادہ نقصان پہنچا تھا تقسیم کر دیئے گئے۔ ان کمکوں سے
پلیونا میں مشیر کے پاس ۳۵ پلٹنیں یا ۲۵ ہزار آدمی ہو گئے اور شروع ستمبر تک ہماری جمعیت یہی رہی

۳۱ جولائی کو سٹو والی روسی فوج میں کمال سراسیمگی اور بے چوبی پھیل گئی تھی۔ اس عجیب و غریب واقعہ کی تفصیل
بتلانا میرا منصب نہیں علاوہ بریں مجھ سے بدرجہا زیادہ لائق شخص (مثلاً ایک زان سیلوان و نمحا ہے)
وہاں کی روسی فوج کی حیرت افزا ابتری کے نظاروں کا ہو بہو نقشہ کھینچ چکے ہیں مگر پھر بھی ناظرین سے یہ
بیان کر دینے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اس معاملہ سے بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ ۲۰ اور ۳۰ جولائی کی دو
کامل شکستوں سے تمام روسی فوج کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ اس وقت روس کی حالت بعینہ ویسے شخص کی حیرانی کے
مشابہ تھی جو ایک زمین پر لیٹے ہوئے شخص کو قریب المرگ سمجھکر اسکے پاس بایں ارادہ گیا ہو کہ اسکا کچھ مال و متاع
ہضم کر لے۔ مگر مال کے عوض اسے وہ ایسی زبردست ایذا رسانیاں اور بادفعہ ٹھوکریں لگی ہوں کہ انکو باقی عمر
کبھی فراموش نہ کر سکے۔ جنگ کریمیا کے شروع میں بعینہ یہی معاملہ گزرا تھا میری مراد سلسٹریا کی ناکامیاب
روسی محاصرہ اور جنگ گرگیوو (جرجوا) سے ہے۔

قضاء مبرم کے اچانک نزول کیطرح بعینہ اسیطرح جیسے کہ ۱۸۵۴ء میں انفعال روس کی یکبارگی حق الیقین
ہو گیا کہ مکروہ و مبغوض اور کاہل و غافل "مرد بیمار" نے کامل ترین طاقت و قوت کا زبردست ثبوت دیدیا ہے۔
روسی ہیڈکوارٹرز ترنووا سے بلگرینی کو ہٹا لیا گیا۔ گورکو کو بلقان پار سے پرے سے بلا لیا گیا۔ ولایت مشرقی
رومیلیہ خالی کر دی گئی۔ زار وچ (ولیعہد) دریا لوم سے پیچھے ہٹ آیا۔ رومانیا کی امداد اب اسی منہ سے جس سے
کہ نہایت حقارت کے ساتھ اسکی درخواست امداد کو مسترد کر دیا گیا تھا نہایت تپاک اور شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا
(نہیں بلکہ اب خود التجا کی گئی) اور فوج کے دس ہیڈ ڈویژن جمع کئے جانیکے لئے پیچھے روس میں حکم بھیجدیا گیا
قصہ مختصر اسکی یہ شیخی اور ڈینگ کہ میں بذات خود اپنی فوج کو سطح سے لیکر گویا تفریح سیر کر رہا ہوں عنقریب
قسطنطنیہ میں داخل ہو جاؤنگا سمنذاک میں ملگئی اور ساڑھے چار مہینوں تک محاربہ روس و روم کا نتیجہ صرف

اس حال تک محدود رہا۔ کہ آیا پلیونا بچ رہیگا یا فتح ہو جائیگا؟ پوری ساڑھے چار مہینوں تک ایک واحد شخص نے شان و شوکت کے اس انتہائی معراج تک صعود کرکے جس سے آگے بڑھنا انسانی امکان میں داخل نہیں ان کا مقابلہ کیا خس و خاشاک بے پرواہ منشی کی جنکو روس اپنے نہ ختم ہونے والے ذخیرہ سے لاکر کمال غیظ و غضب کے ساتھ اسکے مقابلہ پر بھیجتا رہا اور وہ جب مغلوب ہوا تو صرف فاقہ اور بھوک کی وجہ سے جس بد قسمت معاون سپاہ سباسٹوپل کی نامور محافظ ٹوڈل بین کے دور اندیش فہم و فراست نے صبر و تحمل کیسا کام لیکر وہ بات کر دکھائی جسے گورکو اور اسکوبیلاف کی تیزی و تندی اس جرمن خاندان ہوہن زولرن کا رکن یعنی شاہزادہ چارلس والی رومانیہ جسکی نسبت عام مشہور ہے کہ فتح و ظفر ہمیشہ اسکے ہمرکاب رہی ہے۔ اور خود زار کی موجودگی جسکو اب پہلی دفعہ معلوم ہو گیا کہ لاکھوں اور کروڑوں سپاہیوں کو حاصل ایک واحد شخص کی کامل استقلال اور زبردست عزم و ارادہ کے برخلاف خاک کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ نہ کر سکی تھی۔

اس لڑائی کے بعد روسی فوج کی حالت کو روسی سپہ سالار گرینڈ ڈیوک نکلس کی مشہور آفاق تار سے جو اس نے شہزادہ چارلس کو بھیجی تھی بخوبی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اس تار کا مضمون یہ تھا کہ ہماری مدد کو دوڑو۔ دریائے ڈینیوب کو جہاں سے اور جس طرح سے چاہو عبور کرو مگر ہماری مدد کو پہنچو جلد۔ ترک ہمکو معدوم و برباد کر رہے ہیں۔ عیسائی مذہب کی لاج خاک میں ملگئی ہے۔

اللہ اکبر اگر ترکی کے پاس اگست میں اس کاہل و سست الوجود محمد علی کی جگہ (جن پر جرمن جنرل کنکٹیر کا نام خوب صادق آتا ہے مگر افسوس جس میں اُس زمانہ کے جرنیل کی بعض نیک اوصاف بھی موجود نہ تھے) کوئی اوسط عقل ہی کا مستقل مزاج کمانڈر ہوتا اور اگر سلیمان پاشا اپنی بے نظیر مگر بے سود شجاعت کے جوہر دکھانیکو کچھ عرصہ کیلئے بالائے طاق رکھکر کسی قدر زیادہ وسیع النظری اور مآل اندیشی ظاہر کرتا تو حیرت زدہ دنیا (جو عثمان پاشا کے کارناموں سے پہلے ہی مبہوت ہو رہی تھی) وہی نقشہ پھر دوبارہ دیکھ لیتی جو اس نے سیڈان[1] میں دیکھا تھا یعنے جس طرح نپولین سوم اسی جگہ ۱۸۷۰ء میں اپنی نوے ہزار فوج سمیت فاتح پرشیا والوں کے ہاتھ اسیر ہو گیا تھا اسی طرح زار اسکندر مع اپنی کل فوج کے بمقام ٹرنووا یا بلگرینی جہاں اسکا ہیڈ کوارٹر تھا اسیر ہو جاتا۔ مترجم)۔

باب (۹) نہم

زمانۂ بیکاری۔ ۳۱ جولائی سے ۶ ستمبر ۱۸۷۷ء تک

میں ہسپتال میں چار یا پانچ دن رہا میرا وقت دنیا کو پینے کھانے پینے اور سونے میں گذرتا رہا تھوڑے سے

[1] سیڈان فرانس کا ایک مشہور شہر ہے جسے ۱۶۴۲ء میں لوئی چہاردہم شاہ فرانس نے فتح کیا تھا۔ ۱۸۷۰ء میں اس جگہ نپولین سوم قیصر فرانس نے مع نوے ہزار فوج جرمنوں کے سامنے ہتھیار رکھدئے تھے۔ مترجم

زخم کی وجہ سے بولنے میں تکلیف ہوتی تھی پہلے دن بعید فاصلہ پر گولہ باری ہونے کی آواز سنکر میں ڈاکٹر کے
حکم کی خلاف ورزی کر کے اٹھ بیٹھا۔ مگر فوراً درشتی کیساتھ مجھے چارپائی پر لیٹ جانیکا حکم دیا گیا۔ تیسرے یا چوتھے
دن مجھ میں خاصی طاقت آگئی اور میں نے اٹھکر خادموں کا جنکے کام کا بیحد بوجھ پڑا ہوا تھا ہاتھ بٹایا۔ بیچارے گرمی والے
دو لونیا میوں بیدار ہونے پر جب اپنے اعضا کٹے ہوئے دیکھتے تو پہلے تو بہت بگڑتے مگر چونکہ تقدیر کے قائل ہونیکے
باعث ترکوں کا عجیب و غریب خاصہ ہے کہ ہر حال میں تن بتقدیر اور راضی برضا ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے جلدی رنج
و تاسف کو بھلا دیا اور ہنسی خوشی ہنسنے بولنے لگ گئے

غذا نفیس اور وافر ملتی تھی حتیٰ کہ اسکی وجہ سے میں بھی ایک طرح سے بالکل نفیس و لطیف مزاج بن گیا۔ اس
ہسپتال میں روسی کوئی نہ تھا۔ آٹھ آدمی صوفیا کو بھیجے گئے تھے وہ جانے پر راضی نہ تھے کیونکہ یہاں بیماروں
کو کامل آرام ملنے کے علاوہ گاڑی پر سفر کرنیکی تکلیف سب کو معلوم تھی مجھے صوفیا جانیکے لئے مجبور نہ کیا گیا
مگر اختیار دیا گیا کہ چاہوں تو جا سکتا ہوں میں نے یہیں ہسپتال میں رہ کر صحت یابی کے بعد اپنی کمپنی میں جا
پہنچنے کو پسند کیا۔ آٹھ آدمیوں کے چلے جانے پر ہسپتال میں بارہ آدمی رہے اور اتنے بیماروں کے لئے ہی
دراصل اس میں گنجائش تھی۔ میرے سوا باقی سب کے زخم سخت اور نازک تھے۔ انمیں سے دو میرے سامنے
فوت ہو گئے۔ مجھے ٹھوڑی کا زخم تو ہر وقت مگر کھانے کے وقت بہت دکھ دیتا لیکن وہ توقع سے بڑھکر
جلد اچھا ہو گیا۔ مجھے بڑی شکایت خون کے نکل جانے کی وجہ سے ضعف کی تھی۔ لیکن میری فطرتی مضبوط
طبیعت اور وافر مقوی غذا نے اس شکایت کو بھی جلد رفع کر دیا۔

محاربہ کے اس مرحلہ تک ہمارے ہسپتالوں یعنی ولڈ اشبیر اور سوا ہسپتالوں کا انتظام فی الواقع بہت اچھا
تھا نومبر کے قریب وہ ابتر ہو گیا۔ گورنمنٹ ہسپتالوں کی کیفیت اول آخر ناگفتہ بہ تھی میرے والے ہسپتالوں کا
ڈاکٹر بلغاری النسل مگر مسلمان ترکوں کا نہایت ہی پر جوش و سرگرم حامی۔ کئی زبانوں میں ماہر اور اعلیٰ
تعلیم یافتہ تھا۔ اسکا کام صوفیا میں اچھا چلا ہوا تھا۔ اس نے اپنے چند محب وطن دوستوں کی امداد سے یہ ہسپتال
اپنے خرچ سے تیار کیا تھا اور اپنے پاس سے ہی خرچ کر کے اسے چلا رہا تھا۔ وہ اپنے کام میں ماہر اور
ہوشیار مگر کم سخن اور اکھڑ مزاج تھا شاید ڈاکٹری اس پیشہ میں ابھی تازہ داخل ہوا تھا۔ وہ شریف الطبع
اور انگریزوں اور انکے دستور اور قواعد کے پسند کرنیوالوں میں سے تھا۔ وہ کچھ عرصہ لنڈن کے کسی ہسپتال میں بھی
مشق و تجربہ کیلئے رہ آیا تھا اور انگریزی بول سکتا تھا۔ خدام نیک طبیعت اور دل سے کام کرتے تھے مگر
بعد ازاں صحت یابی سے کچھ عرصہ بعد میں نے ڈاکٹر کو اپنی تیمارداری کے صلہ میں ایک خفیف سی رقم کی تحریری سند
جو مجھے تنخواہ کی عوض ملی تھی دیدی میں امید کرتا ہوں کہ عثمانیہ گورنمنٹ کا یہ میرا پیپر نوٹ دہندگی کا اسکے

کسی کام آگیا ہوگا۔ اور محض ردّی کاغذ نہ رہا ہوگا۔

نائب آمر خدام ہمکو کل معاملات روزمرہ کی خبریں سناتے رہتے تھے۔ کوئی غیر معمولی واقع اس دوران میں نہ ہوا۔ ہماری کمپ سے پندرہ پندرہ میل کے فاصلہ تک کسی دشمن کا نام و نشان نہ پایا جاتا۔ سٹوواکی ہر بونگ اور سب طرفوں سے روسی فوجوں کی پسپائی کی خبریں ہسپتال میں سُن لی تھی۔ ہماری کمپ میں مورچونکی تعمیر کا کام بڑے زور و شور سے شروع ہوگیا تھا۔ دوسرے یا تیسرے دن میری کمپنی کا ایک کارپورل جسے جیک نے میدان جنگ سے اُٹھائی گئی رائفلوں سے بھری ہوئی گاڑیوں کی قطار کیساتھ بطور گارڈ روانہ کیا تھا مجھے ملنے آیا۔ اس نے مجھے جیک کا ایک پنسل سے لکھا ہوا رقعہ دیا۔ اس کا مضمون تقریباً یہ تھا:۔

"پیارے رفیق! میرا زخم اچھا ہوتا جاتا ہے مجھے اچھی خاصی چوٹ لگی تھی جو درد بھی بہت کرتی تھی مگر ایسی نہ تھی کہ بستر پر پڑ جاتا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ تم جلد صحتیاب ہوکر اپنی کمپنی میں پہنچ جاؤ گے اور ہم تمہارے ماتحت اور فتوحات حاصل کرینگے۔ اُمید ہے کہ کپتان الیسی جلد صحتیاب نہ ہوگا۔ میں لزنوں ایک دوسری پلٹن کو جسکے سپاہی اوّل درجہ کے نکمّے ہیں ایک نیا مورچہ بنانے میں مدد دینے میں سخت مصروف ہوں۔ کیا اس لڑائی کا مدت العمر یاد رہنے والا دن نہیں تھا! لڑائی کے خاتمہ پر میرے پاس کمپنی کی شکل صورت تو تھی۔ مگر آدھے آدمی بیگانے (یعنے دوسری کمپنیوں کے) تھے۔ برابر چوبیس گھنٹہ تک ہمارے بھٹکے ہوئے سپاہی واپس آتے رہے۔ اسوقت مقتولین و مجروحین کے علاوہ صرف ایک آدمی کے سوائے جسکے گم ہو جانے کی مینے قطعی رپورٹ کردی ہے اور سب موجود ہوگئے ہیں۔ تازہ ترین خبریں بتاتی ہیں کہ روسیوں کا بُرا حال ہوا ہے

میں ہوں تمہارا مخلص جیک"

مینے کارپورل کو اپنی دوپہر کے کھانے سے کچھ کھلا کے زخمی ہونیکے بعد جو کچھ کارروائی ہماری کمپنی نے کی تھی اسکے حالات دریافت کئے۔ کارپورل کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے رفیق عادل پاشا کی تلوار کسی دشمن کے بندوق کے کُندے کی ضرب سے دو ٹکڑے ہوگئی تھی۔ اور کرنیل نے لڑائی کے بعد آدھی رات کے وقت بنفس نفیس اپنے کل مورچوں کا معائنہ کیا تھا اس نے یہ بھی بتایا کہ کیمپ میں عام افواہ ہے کہ روسیوں نے ہدنہ (التواء جنگ) کی درخواست کی ہے

جہانتک مجھکو یاد پڑتا ہے اس لڑائی میں میری کمپنی کو بایں تفصیل نقصان پہنچا۔ افسر مقتول ایک (اول لفٹنٹ) مجروح دو (کپتان اور ریش) خفیف مجروح ایک (میں) سپاہی قتل ۱۰۔ مجروح بیس خفیف مجروح ۲۰ یا ۲۵۔ مفقود الخبر ایک۔ پس ہماری کمپنی میں اب ایک سو بیس مصاف کنندہ رہ گئے تھے اگست میں ۲۰ رنگروٹ ہماری کمپنی میں ایزاد کئے گئے اور دس مجروح صحت یاب ہوکر کمپنی میں آملے۔ اس حساب سے ان پانچ آدمیوں کو وضع کرنیکے بعد جو بیماری کے باعث شامل نہ ہوئے ستمبر کی لڑائی میں میری کمپنی میں ۱۴۵ آدمی تھے

نومبر تک اس کمپنی سے کوئی شخص فرار نہ ہوا۔ بعد ازاں دو آدمی بھاگ گئے۔

ہسپتال میں مجھکو پرانے اخبار دئیے گئے۔ کئی ترکی۔ ایک انگریزی اور ایک فرنچ اخبار تھا۔ انگریزی و فرنچ کسی ہمدرد انگریز نے بھیجے تھے۔ یہ تو بتانے کی ضرورت ہی نہیں کہ گو انکے مضمون پرانے تھے تاہم مینے انکا لفظ لفظ پڑھا۔ ترکی اخبار مینے بہر رفیق بیمار ونکو دیدئیے جو انکی فضول بے معنی تعلیا اور ہفوات کو پڑھکر سخت متنفر ہوئے۔ وطن سے بیدن روانہ ہونیکے بعد مجھکو کوئی خط نہیں ملا تھا۔ ڈاک کا انتظام ایسا برا تھا کہ اسپر کچھ کہنا ہی فضول ہے۔

ہسپتال کی اقامت کے آخری دن نائب میرے لئے ترکی زنانہ پوشاک لے آیا۔ اس نے کہا کہ کوئی صاف مردانہ لباس نہیں مل سکا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس نے یہ کاروائی تمسخر کیلئے کی تھی مینے اپنے کپڑوں کو جو خون سے تھڑے ہوئے تھے۔ پچھواڑے کے باغ میں دھونے کیلئے انکو اتار کر یہ زنانہ پوشاک پہن لی۔ مجھے اس ہیئت کذائی میں دیکھکر فرشتے بھی خوب ہنسے ہونگے۔ میرا سارا چہرہ پٹیوں سے ڈھنپا ہوا تھا۔ ایک ترک دوشیزہ نے مجھے کپڑے دھونے میں امداد دی۔ اسکی آنکھوں حرکات۔ آواز۔ گفتگو۔ قدو قامت اور دلفریب برہنہ بازوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ نوعمر خوبصورت اور دل آویز ہے۔ ایک نہایت ہی معمر شخص جسکے جسم پر رعشہ پڑا ہوا تھا بطور محافظ اسکے ساتھ تھا۔ اسکی نسبت مہربین نے مجھے ذہن نشین کرا دیا تھا کہ وہ بہرہ ہے۔ مینے مصدر سومک (محبت کرنا) کی تمام صیغے اور انکی گردانیں (نفی کی صیغے کے سوا) بخوبی سیکھ لیں اور جب پیرمرد ہمارے حال پر کمال شفقت کرکے دھوپ میں سو گیا تو مینے معلوم کر لیا کہ ترکی میں یہ جملہ "ہم ایک دوسرے کا بوسہ لے سکیں گے" ایک لفظ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس امر کے معلوم کرنیکے لئے نقاب کا اٹھایا جانا ضروری تھا۔ اسکے اٹھائے جانے پر مجھے تصدیق ہوگئی کہ اس نازنین کے حسن و جمال کی نسبت جو کچھ مینے قیاس کیا تھا وہ بالکل درست تھا۔ ہم دفتر عشق کا یہیں تک مطالعہ کرنے پائے تھے کہ نائب نے مجھے پکار کر انگریزی میں کہا کہ ڈاکٹر اور لڑکی کا باپ (جو مالک مکان تھا) بازار سے اکٹھے چلے آرہے ہیں۔ مینے جب اسکا ترجمہ کرکے لڑکی کو بتایا تو وہ مجھے یہ جملہ "تم مجھے اپنا گرویدہ کبھی نہیں بنا سکو گے" کہکر جو پیر ایک ہی لفظ میں ادا کیا گیا۔ رم شدہ غزال رعنا کی طرح دوڑ کر اندر چلی گئی۔ اسپر بوڑھا بھی چونک کر بیدار ہو گیا مینے اسے بتایا کہ لڑکی کوئی کام نہیں کرتی تھی وہ بالکل بیہودہ اور نکمی تھی۔ اس لئے مینے اسے بھیج دیا ہے۔ اسپر بوڑھا بھی یہ کہتا ہوا "تمام عورتیں ایسی ہی ہوتی ہیں" کانپتا ہوا مکان کے اندر چلا گیا۔ اور اس ہشتاد سالہ پیرمرد نے اپنے مدت العمر کے تجربہ کی بنا پر جو نصیحت آمیز فقرہ کہا اسپر عشق و محبت کی مختصر سے کارنامہ کا جو عین موقعہ کارزار کے دوران میں وقوع پذیر ہوا خاتمہ ہو گیا۔

جب بادرچیخانہ کی آگ پر میرے کپڑے خشک کر دئیے گئے اور نازنین کی نازک انگلیوں نے ان کے

سوراخ اور چاک مرمت کر دیئے تو میں انکو پہنکر اپنے رفقا سے رخصت ہو گیا اور ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق پہلے شفاخانہ کو گیا۔ وہ ایک مسجد میں بنایا گیا تھا۔ میرا ریوالور اور تلوار گم گئی تھی میں نے وہاں سے ریوالور اور تلوار کے علاوہ ایک نیا کوٹ اور ایک پتلون بھی لی جسکا میں نے پولنہ بنالیا۔ گودام میں ہر چیز بکثرت موجود تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں کپتان کے پاس گیا۔ وہ اس ہسپتال میں تھا جہاں کہ میں پہلی مرتبہ رہا تھا۔ اس جگہ بھی مجروحین کی پوری تعداد معینہ (یعنے ۹۰) موجود تھی۔ لڑائی کی رات کو اس میں اسی شخص تھے۔ کپتان کے کندھے کا زخم حسب مراد مندمل ہو رہا تھا لیکن وہ بہت نحیف اور پژمردہ سا ہو رہا تھا۔ ہڈی کے چند ٹکڑے نکالے گئے تھے۔ میں اسکے ساتھ دیر تک باتیں کرتا رہا۔ مگر جیک کی نیک خواہش کا اس سے کوئی ذکر نہ کیا۔ کپتان کو دوسرے دن صوفیا چلا جانا تھا۔

کمپ میں جاتے ہوئے خوش قسمتی سے مجھے بار کش گھوڑوں کی ایک قطار مل گئی۔ میں ایک بار پر چڑھ بیٹھا اور صندوقوں پر پچھلی ٹانگیں ایک طرف کو لٹکا لیں۔ اور اس معزز (یعنے مضحکہ خیز) آن بان سے مورچہ میں گیا جہاں ہر ایک شخص نے سچی خوشی سے مجھے خوش آمدید کہا۔ جیک کو جس قدر خوشی ہوئی اسکو کرنا ہی فضول ہے۔ میں نے اپنی حاضری کی اطلاع اپنے میجر کو کر کے اپنی کمپنی کی کمان لے لی۔

تین ہفتوں تک تا حاضری معائنہ اور عیدی چوکیوں کے معمولی فرائض کے سوا ہم بالکل بیکار رہے لیکن پھر بھی اتنا ہماری چوکسی و حزم و احتیاط میں ذرہ بھر بھی فرق نہ پڑا۔ گو ایسا ہو بھی جاتا تو کوئی نقصان نہ ہونے پاتا۔ کیونکہ روسیوں نے ہم پر حملہ کرنا تو درکنار ہمارے مورچوں کے قریب پہنچنے کی بھی کوشش نہ کی۔ اس بات کی سخت نگرانی کیجاتی رہی کہ اسلحہ درست حالت میں ہیں۔

موسم نہایت شاندار تھا۔ آسایش و آرام کیلئے ہم نے تمام ضروری سامان مہیا کر لیا تھا۔ اور جس قدر آسائش میدان جنگ میں مورچوں کے اندر رہنے والوں کو مل سکتی ہے ہمکو حاصل تھی۔ فوج کی حالت فی الجملہ اطمینان بخش تھی۔ ایک دفعہ کونین کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اور چونکہ اسوقت چند آدمی بخار سے بیمار تھے اس امر سے کسی قدر تشویش پیدا ہو گئی۔ مگر ڈاکٹروں نے کونین کے آنے تک اسکا کام ایک وطنی درخت کی چھال سے لیا جسکے سفوف سے ایک خوراک بلاناغہ سپاہیوں کو کھانی پڑتی تھی۔ غذا عمدہ اور وافر تھی قصبہ میں تقریباً ہر ایک ضروری چیز کا وافر ذخیرہ موجود تھا۔ اکثر چھوٹی چھوٹی چیزیں مثلاً صابن بتیاں۔ دیا سلائی کے بکس۔ نمک۔ قند وغیرہ باقاعدگی کیساتھ تقسیم نہیں کی جاتی تھیں کیونکہ انکے ذخیرہ ہر وقت احتیاج کے موافق موجود نہیں رہتے تھے لیکن مجھے اور جیک کو اس بات کا پہلے سے ہی خیال تھا اور ہم نے لڑائی سے پہلے پلیونا سے ان چیزوں کی کافی مقدار بہم پہنچا لی تھی۔ ترکی سپاہی سگ

باشن میں موجود ہو خون میں لیکن ہفتہ میں تین یا چار دن کبھی کبھی کل آدمیوں کو مگر زیادہ تر صرف افسروں کو
بہ نسبت معمولی بطور راشن تقسیم کیجاتی تھی۔ ہم کفایت شعاری کرکے راشن میں سے اسقدر بچالیتے تھے کہ
کم از کم ایک پیالی روز مل سکے۔

دنیا میں جو کچھ گذر رہا تھا ہمکو اسکی خبر ملتی رہتی تھی۔ سب طرفوں سے روسیوں کے پیچھے ہٹ جانے سے ہمارے
کیمپ میں کمال خوشی پھیل گئی تھی۔ لیکن رسیدلوا اور رومانیوں کے تازہ اتحاد اور آخر الذکر دریائے ڈینیوب کو عبور[۵۵]
کر آنے سے باخبر اور عمدہ تعلیم یافتہ افسروں کو کسی قدر تردد پیدا ہو گیا ہوا تھا۔

---

[۵۵] رومانیوں نے مقام کروبیا کے قریب سلیس تواری (واقعہ بر ساحل جیب) اور تربیہ کو جو معروف بہ گولا (واقعہ بر کنارہ رسیت)
کے درمیان اس جزیرہ سے بھی فائدہ اٹھا کر جو ان دو نو مقاموں کے درمیان دریا میں واقع ہے۔ ڈینیوب پر پل تیار کیا تھا۔
اسپر سے ان کے دو ڈویژن ۲۰ اگست اور یکم ستمبر کے درمیان گذرے۔ ایک تیسرا ڈویژن اس سے پہلے ۱۷ اگست کو بمقام
نیکوپولی کشتیوں کے دریا کو عبور کرکے پہنچ گیا تھا۔ چوتھا ڈویژن کلافت اور اسکے قریب جوار میں ہے۔ رومانوی فوج میں
اسوقت یہی چار ڈویژن تھے۔ پرنس چارلس نے افواج پلیونا کی طرف رومانی کارروائی شروع کرنیکا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر
جنرل سٹو نے جو روسی مغربی فوج (جو روسی پلیونا کو فتح کرنے پر مامور تھی اسے مغربی پکارا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ روسی قلب سے
مغرب کی طرف تھی) کا کمانڈر تھا اصرار کیا کہ روسی فوج کی انتہائی دہنی حصہ کے قریب رہنے کیلئے دونو رومانوی ڈویژن
دریائے ڈینیوب کے دہنی ساحل کے کنارہ کنارہ مشرق و جنوب یا ئسو ود کی دہانہ تک ہٹتے جائیں اور پھر وہاں سے جنوب کو ہو کر
مقامات کرشیا ور یزنی انتزا کو جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایسا کرنے میں سٹو اور گدام کروبیا کی سر و دہانہ و د کو پہنچانے
تک جس سے رومانوی فوج کو سخت تکلیف پہنچی اور ایک ہفتہ پھر آہستہ آہستہ آرامی ہوئی۔ منجملہ دیگر وجوہات اس تکلیف کی وجہ سے
بھی کرو پاٹکن نے ظاہر کی کہ سٹو کی تجویز غلط تھی۔ گو تر کو دو ملٹیٹرس نیشنی میں تین آہو دامیں اور کئی مانی شر دریا کی بالائی حصہ
میں موجود تھے انہوں نے پل بنائے جانے میں کوئی مزاحمت نہ کی مجھکو ٹھیک معلوم نہیں مگر میرا خیال ہے کہ رومانیوں کے آنے پر تیتی کی ملٹیٹیر
رہنوا کو ہٹ آئی تھیں رومانیوں نے پل کو کروبیا سے اٹھا کر نیکوپولی اور پلونو اگوریلی کر دریا پر بنا دیا شروع ستمبر میں منتقل رومانوی
ور روسی مغربی فوج کی کمان بظاہر پرنس چارلس کے ہاتھ میں دیگئی اور سٹو کو اسکے سٹاف کا اعلیٰ افسر بنایا گیا مگر دراصل شہزادہ کی کمان صرف اپنی فوج پر
تھی جنرل سٹو اس سے بالکل خود مختار ہوکر کام کرتا رہا۔ کرو پاٹکن اپنی کتاب میں اس عملی پر سخت اعتراض کرکے اسی کو ستمبر کی شکست کا باعث
قرار دیتا ہے اس لڑائی میں دو سپہ سالاروں کی اتفاقاً فی الحقیقت اس عملی سے بھی بدتر تھی۔ اسمیں زار اور گرینڈ ڈیوک نکلس بھی موجود تھے
یعنی اس حساب سے اسمیں تین سپاہیوں کی فوج پر چار اعلیٰ کمانیر موجود تھے۔ گو دو سپاہیوں کا بیان ہے کہ زار اور ڈیوک صرف دیکھنے
والے تھے انہوں نے کسی بات میں دخل نہیں دیا تھا اچھا یہی سہی۔ مگر دیکھنے والے یا نظارہ باز اپنی ایک لاکھ فوج اور چار سو
چالیس توپوں کو کلہم ۳۰ ہزار آدمیوں اور ۷۲ توپوں سے شکست فاش کھاتا دیکھکر غمگین خوش تو بہت ہی ہوتے ہونگے۔ ۱۱ اکتوبر کو پہلا
کمانیر جنرل ٹوٹل میں پانچواں اعلیٰ کمانڈر ہو کر شامل ہوا۔ مصنف

بعض افسروں کا بیان تھا کہ شہزادہ چارلس رومانی (جو جرمن تھا) اور ایک جرمن جرنیل نامی بہ روسی ٹوٹلبن
کے بڑے بہادر ہیں مگر وہ افسر جو سپاہیوں سے ترقی کر کے بلند مدارج تک پہنچے تھے۔ شہزادہ کی گرمجوشی پر تمسخر
اڑاتے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ پرنس ایک بچہ ہے جو کھلونوں سے کھیل رہا ہے رومانوی فوج انکی نظروں میں کھلونا
تھی وہ چارلس کو بھی میلان والئی سرویا کا بھائی سمجھتے تھے۔ حالانکہ ان دونوں میں ذرہ بھی مشابہت نہیں
اول الذکر بہادر سپاہی ہونیکے علاوہ شریف طبع اور قابل عزت شخص ہے اس دوسری قسم کے ترکی افسروں
میں اکثر جاہل شخص تھے۔ ان میں سے میں نے کئی خود دیکھے جو کو کمال جفاکش اور بہادر تھے۔ مگر ایک لفظ
لکھیا پڑھ نہیں سکتے تھے۔

مشیر کو بیرونی دنیا کی حالات سے پوری خبر رہتی تھی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ قسطنطنیہ سے انکو ساعت بساعت
کل اطلاعیں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسوقت تک تار کا سلسلہ پلیونا اور خانیہ و صوفیا کے درمیان صحیح و سالم تھا
ہیڈ کوارٹرز میں ہر روز تمام اعلےٰ افسروں کی کمیٹی ہوتی تھی۔ اور جو خبریں افسر سنکر آتے تھے وہ پھر تمام کیمپ
میں مشتہر ہوجاتی تھیں۔ شروع اگست میں سلطان المعظم نے جو خط عثمان کو لکھا تھا وہ ہمارے فریق نے
پریڈ پر اپنی کل فوج کو سنایا۔ جلالتمآب نے کل عثمانیہ قوم کیطرف سے اس خط میں مشیر اور اسکی سپاہی بہادر فوج کا
دوہری فتحیابی پر شکریہ ادا کرکے عثمان پاشا کو نہایت بیش قیمت شمشیر جسکے قبضہ و میان پر بیش بہا جواہر جڑے ہوئے تھے
تحفتاً ارسال کی تھی۔ سپاہیوں نے یہ خط سنکر بڑے زور سے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ لیکن بادشاہ سلامت
اگر تلوار کی جگہ کچھ نقدی ارسال فرمادیتے تو بہت کارآمد ہوتی۔ ترکی افسر جس صبر و تحمل سے اپنی تنخواہ کی مسلسل
عدم وصولی کو برداشت کرلیتے ہیں اور اسکا کبھی کوئی گلہ یا شکایت نہیں کرتے اسے دیکھکر واقعی نہایت حیرانی
پیدا ہوتی ہے۔

خط کے بعد ترقیوں کی فہرست سنائی گئی۔ اس فہرست میں اپنا بھی نام سنکر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں ملازم
اول بنایا گیا۔ اس ترقی میں میری تنخواہ میں بھی پچاس پیاسٹر (نو شلنگ) ماہوار کا اضافہ ہوگیا۔ لیکن
تنخواہ جو گنتی کردیجاتی میری حالت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا تھا کیونکہ تنخواہ تھوڑی ہو یا
بہت۔ نقد کوڑی ملنے کی نہ توقع اور نہ کبھی ملی)

اگست میں کئی مورچے تیار کئے گئے۔ انکی مفصل فہرست ستمبر کی لڑائی کے حالات میں دونگا۔ انجنیروں کی کمپنی
نے ہیڈ کوارٹر سے لیکر توکودا اور دوپاتنز کے قریب کے مورچوں۔ باش طابیوں اور کریشن کے مورچوں تک
تار کے سلسلے قائم کردئے تھے۔ سپاہیوں نے ایکدوسرے کو دیکھا دیکھی اپنے لئے گڑھے کھود لینے کا خبط نہایت
زور سے پھیل گیا جو فتح پلیونا کے دن تک برقرار رہا۔ بڑے بڑے مورچوں اور انکی بغلی و سامنے کی

خندقوں کے علاوہ جن کو چونیس پلٹنیں و بیٹریاں تھیں بعیدی چوکیوں کے سپاہیوں اور سنتریوں نے بھی اپنی حفاظت کے لئے بیشمار چھوٹی چھوٹی گڑھیاں اور خندقیں بنالی تھیں۔ مورچوں کے درمیان ایک سے دوسرے تک محفوظ رستے اور ریزرو فوجوں اور سٹوروں کیلئے عقب میں بھی محفوظ پڑاؤ اور میگزین (گودام گھر) تیار کرلئے گئے تھے۔ ان چھوٹی گڑھیوں کو اکثر کمپنی افسروں بلکہ چند نن کمیشنڈ افسروں تک نے بنا خود تعمیر کیں۔ خود میں نے بھی اپنی سواری پر کئی چھوٹے چھوٹے دمدمے جو تیار شدہ نقشہ میں نہیں دکھائے گئے تھے تیار کرائے تھے۔ سپاہیوں میں ان بدن اپنے لئے زیادہ عمیق گڑھے کھودنے کا شوق جو افسروں کی طرف سے کسی قسم کے دباؤ ڈالے جانے کے بغیر خود بخود پیدا ہو کر بڑے زور شور کے ساتھ یوماً فیوماً بڑھتا جاتا تھا مجھے نہایت ہی عجیب اور قابل تعریف امر معلوم ہوا۔

۱۵ اگست کے قریب فریق نے بلاکر مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میں ہی عمدگی سے فرانسیسی بول سکتا ہوں کہ روسی کمپ میں قاصد بنا کر بھیجا جا سکوں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر مجھے روسی فوج کے کمانڈر کے نام جو پلیونا سے مشرق کی طرف تھا خط دیکر کہا گیا کہ لفافہ بند کرنے سے پیشتر اسکو پڑھ لوں۔ اسمیں دو باتوں کے متعلق تحریر تھا۔ اول ان چند انگریز اور جرمن ڈاکٹروں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا جنکو روسیوں نے گرفتار کرکے اسیران جنگ قرار دیا تھا۔ یہ لوگ ٹرکی گورنمنٹ کے ملازم تھے[۱]۔ مشیر نے لکھا تھا کہ انصاف معدلت مندانہ خوش اخلاقی اور قانون بین الاقوام کی رو سے (طبی افسروں اور آدمیوں کو) اسیر رکھنا جایز نہیں۔ دوم یہ سوال کیا گیا تھا کہ آیا روسی معاہدہ جنیوا۔ ہلال احمر بھی صلیب احمر کی طرح تاخت و تاراج گولہ باری و حملہ وغیرہ سے محفوظ ہے یا نہیں عیسائی ممالک میں مجروحین کے ہسپتالوں پر سرخ صلیب کا نشان کردیا جاتا ہے اور ڈاکٹر وغیرہ بھی یہی نشان بازو سے باندھتے ہیں۔ ٹرکی میں صلیب کی جگہ سرخ ہلال کا نشان مروج ہے۔ مجھکو باقی بھی اچھی طرح سمجھا دیا گیا۔ آخر خط کا فائدہ اٹھا کے میں نے فریق کو خط دکھایا جو میں نے روسی مجروحین کے بتانے پر لکھا تھا اور اس نے خط بند کرنے سے پہلے کہ سوال کرنے کی اجازت مانگی جو عطا کی گئی۔

میں نے پتلون اور کوٹ پہنکر بازو کا بلا لگایا اور بوٹ اس طرح صاف کئے گئے کہ وہ آئینہ کی طرح چمکنے لگ گئے سرخ چمکدار ترکی ٹوپی اور اسکا پھندنا ہوا سیاہ پھندنا میرے خوبصورت اور صاف و شفاف چہرہ پر خوب سجتا تھا۔ ناک کی پٹی اسوقت اتر گئی ہوئی تھی لیکن تھوڑی ابھی تک زیر مرمت تھی۔ مگر پٹی سے بندھے ہوئے

---

[۱] یہ طبی اشخاص آخانیہ سے پلیونا کو آ رہے تھے کہ کاسکوں کے دستہ نے ان کو گرفتار کرلیا۔ ہمارے فوجی ہسپتالوں پر جو جھنڈا کھڑا کیا گیا تھا اسکے بیرق کی زمین سفید اور اسپر ہلال کا نشان تھا مصنف جو بروئے قرار داد باہمی ہسپتالوں پر گولہ باری کرنی یا رستے میں مجروحین سے تعرض کرنا ممنوع ہے۔ مترجم۔

چرمکو بدنمائی خیال کرنیکی جگہ میں الٹا اس پر بہت ہی نازاں تھا کیونکہ وہ میری بہادری اور مردانگی کا بدیہی ثبوت تھا میری ٹیپی کو نئے کوٹ اور پتلونیں دیگئی تھیں مگر بوٹ نہ ملے کل محاربہ میں لوز تو سب چیزیں با فراط تھیں لیکن بوٹ بالکل نظر انداز کردیئے گئے تھے۔

دفعتہً نفرہ (۱۱ بجے) پر ہمیں اپنے اسکورٹ (ارمل والوں) کو جا ملا۔ ہمیں باقاعدہ کیولری کا ایک کارپورل اور ایک بگلچی تھا۔ اول الذکر نے ایک نیزے پر جو کسی مقتول کا سکٹ سے لیا گیا تھا سفید جھنڈا لگا لیا تھا ترکی سواروں کے پاس اپنے نیزے کوئی نہ تھے۔ ان دونوں آدمیوں کو غنیم پر ترکی فوج کا رعب بٹھانے کیلئے کل فوج میں سے منتخب کیا گیا تھا۔ وہ خوبصورت۔ نوعمر۔ چاق چوبند اور خوب شگفتہ مزاج تھے۔ ان کا ساز و سامان اور وردی بھی ایسی عمدہ تھی کہ باریک بین سے باریک بین نکتہ چین بھی ان پر کوئی حرف نہیں رکھ سکتا تھا گھوڑے سارے لیس چنے ہوئے تھے۔ ضمناً یہ بتا دیتے ہیں کوئی ہرج نہیں معلوم ہوتا کہ ترکی کیولری کے گھوڑے بالعموم اچھے نہ تھے۔ بعمدہ گھوڑوں کے بہم پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کیجاتی تھی۔ اسیارہ میں تھا یہ فوج کے منتظموں پر سخت ترین الزام وارد ہوتا تھا ناظرین کو معلوم ہے کہ اب یہ کیفیت نہیں ہے۔ بلکہ اسوقت ترکی کیولری دنیا کی کل قوموں پر تعداد اور گھوڑوں کی عمدگی دونو باتوں میں فوقیت رکھتی ہے۔ دیکھو کتاب فتوحات روم اور بست سالہ عہد حکومت امیر المومنین عبد الحمید خاں غازی۔ مترجم) میری سواری کے لیے بھی وہ ایک گھوڑا لائے تھے۔ وہ تھا تو بہت خوبصورت مگر بڑا شریر۔ میں نے اسے کارپورل کے گھوڑے سے بدل لیا کیونکہ میں کامل شہسوار نہیں تھا۔

ہم ملگریتی شہر کے راستہ سے مشرق کی جانب روانہ ہوئے جو تھوڑے فاصلے تک قریب کی بعید کی چوٹی کے مشبہ کے ہاتھ کی لکھی سی۔ راہداری دکھائی پڑی۔ وہاں سے ایک ہیجکسن فری سے آگئے اور بعید کی شہرت تک ہمارے ساتھ گیا جسکے پاس جھکر بنانے کا غذ کو چپاتا الا سرک بالکل سنسان پڑی تھی۔ ان کو بارش کا چھینٹا پڑ جانے سے گرد و غبار بیٹھ گیا ہوا تھا اور موسم میں خنکی پیدا ہوگئی ہوئی تھی ہم سڑک پر تیز چلے تو چھ میل مسافت طے کرنیکے بعد ہم کاسکوں اور باقاعدہ روسی سواروں کے ایک دستہ کے قریب پہنچ گئے انکو ہمنے اپنا جھنڈا دکھایا جس پر انکی طرف سے ایک نوعمر خوبصورت شریف شکل افسر ہاتھ میں رومال ہلاتا ہوا ہمارے پاس آیا۔ میں اسکے مشایعت کیلیے چند قدم آگے بڑھا۔ اور ہم دونوں نے خوش اخلاقی کے ساتھ ایکدوسرے کے ساتھ صاحب سلامت کی ہمنے اسکو فرنچ میں جس زبان کو وہ سمجھتا تھا اپنا مدعا بتایا اس نے اپنے ساتھی افسروں سے مشورہ کرکے آخر ہمیں گھوڑے سے اتر کر بالا افسروں کے حکم کا انتظار کرنے کیلیے کہا اور سپاہی ہمارے گرد جمع ہوگئے۔ کاسکوں نے ہمکو بنظر تجسس دیکھا مگر اس نظر میں انداز عناد نہ تھا۔ باقاعدہ اور خوش خلاقی

مدارات سے پیش آئے۔ ہمارے گھوڑوں کو چارہ ڈالا گیا اور پانی پلایا گیا۔ ہم سڑک کے کنارہ پر بیٹھ گئے میں نے روسی افسروں کو سگرٹ دیئے۔ اور انہوں نے برانڈی سے میری تواضع کی میرے ساتھیوں کو روٹی اور پانی دیا گیا۔ ورینولا چند سوار کمانڈر کا منشا دریافت کرنے کے لیے مشرق رویہ سڑک پر روانہ کردیئے گئے تھے۔ میں باقاعدہ سوار روسی لفٹنٹ سے جنگی معاملات کے سوا جہاں کی باقی کل باتوں پر گفتگو کرتا رہا۔ کاسک افسر فرنچ نہیں جانتے تھے۔ آدھ گھنٹے کے بعد سوار واپس آئے اور مجھے سوار ہونے کے لئے کہا گیا۔ میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور میرے گھوڑی کو باگڈور کر لیا گیا۔ بیس منٹ کی تیز دلکی کے بعد ہم کھڑے ہوگئے میری آنکھوں سے رومال اتار دیا گیا اور میں نے خود کو فوج طلیعہ کے فرودگاہ میں پایا طلیعہ میں میرا قیاس ہے تین پلٹنیں چند رسالے اور ایک کاسک باتری تھی میں نے روسیونکی قیامگاہ اور وہاں کے حالات کو اپنے دل میں خوب ذہن نشین کر لیا میرے گھوڑی سے اُترنے پر ایک جرنیل قریب آکر خوش اخلاقی سے سلام کیا اور کہا کہ کمانڈر دس میل کے فاصلہ پر ہے لیکن اگر تم مجھے خط دیدو تو میں حلفیہ وعدہ کرتا ہوں کہ اسی خود کمانڈر کے حوالہ کرکے اس کا جواب ۲۴ گھنٹوں کے اندر تمہارے کیمپ میں پہنچا دونگا میں نے اسے اپنا خط اور نیز روسی قیدی کی چٹھی دیدی۔ اس نے میری ہمدردی کا شکریہ ادا کرکے چٹھی کو بھی منزل مقصود تک پہنچا دینے کا وعدہ کیا۔ گفتگو ختم ہونے پر وہ انفنٹری کے ایک کرنیل کو میری خاطر تواضع کا حکم دیکر چلا گیا۔ آخرالذکر مجھے ایک چھوٹے سے خیمہ میں لے گیا جہاں اور افسر بھی ہم سے آملے اور سب نے ملکر خوب مزیدار کھانا تناول کیا اور شراب نوش کی۔ اور ساتھ ہی ساتھ موسم ملک کے حالات اور دیگر عام معاملات پر فرحت افزا گفتگو ہوتی رہی مجھ سے ترکی کیمپ کے حالات کرید کرید کر دریافت کرنے کی کوئی کوشش نہ کیگئی لیکن اسوقت تک بھی حالانکہ لڑائی کو پندرہ دن ہو چکے تھے۔ روسی ترکوں کی بہادری اور ثابت قدمی کی تعریف میں رطب اللسان اور مبہوت تھے۔ کرنیل نے مجھے فرنچ میں کہا "رفیق! وہ لوگ تو جن ہیں۔ جن ثابت قدمی اور شجاعت میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے"

آدھ گھنٹہ کے بعد میں اپنے مہمان نواز اور خوش اخلاق اعدا سے رخصت ہوکر گھوڑی پر سوار ہوگیا میری آنکھیں پہلی کیطرح باندھ دی گئیں اور اسیطرح باگڈور کرکے اپنے ہمراہیوں کے پاس پہنچا دیا گیا وہاں میں نے لفٹنٹ سے جس نے میرے پیچھے میرے آدمیوں کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا تھا۔ اور نیز کاسک افسروں سے دعا سلام لی اور پھر گھوڑونکو تیز دلکی پر لگا لیا۔ کیمپ میں پہنچکر میں نے فریق کی خدمت میں حاضر ہوکر جو کچھ دیکھا تھا اُسکی کیفیت سنادی اس معاملہ کی نسبت میں نے سنا کہ دوسرے دن ایک روسی قاصد جوابی کاغذ لیکر آیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کیا جواب لایا۔

۳۱ اگست تک ہمارا شغل معمولی روزمرہ کے کام ہے تب تک کسی توپ یا بندوق کی آواز سنائی نہ دی شپکا پر سلیمان پاشا کے متواتر مگر ہنوز ناکامیاب حملوں کی ہمیں اطلاع پہنچتی رہتی تھی۔ اور ہم روز آل بان کے انتظار میں رہتے تھے کہ اب یہ خبر آتی ہے کہ محمد علی نے خارجانہ پیشقدمی شروع کر دی ہے اور ہم کو اب آگے بڑھنے اور روسیوں کی داڑھی خود انکے کیمپوں میں جا کر مونڈنے کا حکم موصول ہوتا ہے بیکاری کا وقت کاٹنے کیلئے ہم نے تفریح کا بہت سامان کر رکھا تھا۔ مختلف کھیلیں کشتی شمشیر بازی شطرنج۔ چوسر رقص و سرود اور کھلے میدان کے ناچ تھے کہ جنکا ہم نے انتظام کر لیا تھا۔ ترک لوگ قطعاً نہیں ناچتے اس لئے یہ تفریح صرف معدودے چند یوروپینوں اور ان افسروں تک محدود تھی جو یورپ ہو آئے اور وہاں کی رسم و رواج سیکھ آئے تھے۔ جیک اور میں ہمیشہ لیڈیاں (عورتیں) بنتے (کیونکہ یوروپین ناچ میں عورت مرد جوڑا جوڑا ہو کر ناچتے ہیں۔ مترجم) ہمارے ناچ کی پوشاک ان کپڑوں سے بنائی گئی تھی جو پلیونا سے مستعارۃً حاصل کیے گئے تھے۔ یہ پوشاکیں گردن سے نیچی تھیں اور ان کے پیچھے عورتوں کے سایہ کی طرح موٹے کپڑے کا دم چھلا لگا لیا گیا تھا۔ ہمارے گلدستے گھاس اناج کے ڈنٹھلوں اور گوبی کے پتوں سے اور ہمارے بیعانہ پنکھے بیل کے چمڑے سے بنائے جاتے تھے۔ ہمارے نانو نخرے شتر غمزے اور عشقبازی سبحان اللہ اور ہماری چوما چاٹی کے چٹخارے رائفلوں کی آواز سے کچھ کم نہ تھے۔ یہ تماشے اور ناچ کے لوازمات دیکھ کر تماشبین ہنستے لوٹ جاتے حتیٰ کہ ہنسی سے انکی حالت ایسی ہو جاتی کہ انکی آنکھوں میں پانی ڈبڈبا آتا اور وہ ناچ کو بند کر دینے کی ہم سے منت التجا کرتے۔ جیک کبھی کبھی بلغاری لڑکیوں کی پوشاک پہن لیتا اور اپنی کمپنی کو کاتب اور ایک پلٹن کے ایا تھیکری (ناتھیم دیدہ) اور پلیونا کے ایک موٹے سے یہودی ڈاکٹر کو ساتھ لیکر جسے خاکی موٹے کپڑے کی زنانہ پوشاک پہنا کر دوشیزہ کی والدہ بنایا جاتا۔ ایسی نقل اتارتا کہ ہم سب ہنسی کے مارے چیخ اٹھتے جس قدر میں اس وقت ہنستا تھا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ عمر میں ویسا کبھی ہنسا ہوں۔ مگر حکام بالا سے اس کھیل کے بند کر دینے کا حکم آگیا کہ اس سے افسروں کے رعب میں فرق آنیکا احتمال ہے چنانچہ ہم نے کمال افسوس کے ساتھ یہ جانفزا نظارہ کے رائل تھیٹر کو بند کر دیا۔

تمباکو دن بدن کم ہوتا جاتا تھا اور سب سے بڑی مشکل یہی نظر آرہی تھی۔ افسرانکو گاہ گاہ راشن کے ساتھ کچھ ملجاتا تھا مگر وہ اتنا نہیں ہوتا تھا کہ طبیعت سیر ہو سکے۔ پلیونا میں ایک تولہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ فوج نے مستعارۃً کر کے شہر کو خالی کر دیا تھا۔ ہمت ع پر بقال نے ایکدن چھ گھنٹہ کی رخصت لی اور سیر کو ڈیڑھ سیر سرپی تمباکو لے کر واپس آیا۔ یہ خدا معلوم اس نے کہاں سے حاصل کیا اور نہ میں ایسا پاگل تھا کہ دریافت کرتا۔ تاہم تمباکو دیکھکر مجھے بے حد تعجب ضرور ہوا۔

اِس موقعہ پر مَیں ان چھوٹے چھوٹے معرکوں کے مختصر حالات درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جو پلیونا کے دوسرے اور تیسرے محاربہ کے درمیان وقوع میں آئے۔ ان میں سے کسی میں میری پلٹن شریک نہ ہوئی۔ عدم شرکت پر ہمیں بہت افسوس ہوتا تھا کیونکہ ہم بیکاری سے اکتا گئے تھے۔

۷ اگست کو شکوبیلاف کے زیرِ کمان دسیوں کی ایک دستہ نے لوفچہ پر حملہ کیا۔ مشیر نے ایمن پاشا کے ماتحت پانچ پلٹنیں تین سو چرکس اور تین توپیں فعت پاشا کی مدد کو روانہ کیں۔ مگر وہ کمک کے پہنچنے سے پہلے غنیم کو پسپا کر چکا تھا۔ روسی تین سو لاشیں پیچھے چھوڑ گئے جس سے ظاہر ہے کہ ان کے کل نقصانات کا اندازہ ایک ہزار سے کم نہ تھا۔ ترکوں کے سو سے کم قتل و زخمی ہوئے۔ ایمن اپنی فوج لیکر پلیونا کو واپس آگیا راستہ میں انکے اور دشمن کے درمیان مختصر سی آتشباری ہوئی۔

اگست کے ختم ہونے سے پہلے پہلے روسی مغربی فوج نے ہمارے گرد نیم دائرہ سا بنا لیا جسکا منہ مغرب کیطرف سے کھلا ہوا تھا۔ پلیونا اسکے مرکز میں تھا اور اس نیم دائرہ کا نصف قطر سات میل تھا قوس کا شمالی کونہ بنیا میں اور جنوبی کونہ بوغوٹ میں تھا۔ فوج میں دو آرمی (چہارم لور زیر کمان جنرل کریدو اور نہم کور زیر کمان جنرل کروڈنر) اور ایک ڈویژن کیولری کا تھا۔ کل پر جنرل سٹو کی کمان تھی شروع ستمبر میں اس فوج میں چند روسی دستے اور تین رومانوی ڈویژن بھی شامل ہوگئی اور سب فوج کی اعلیٰ کمان پرنس چارلس کے نام پر کر کے جنرل سٹو کو اسکا اعلےٰ اسٹاف افسر بنا دیا گیا۔

۳۰ اگست کو مشیر نے پلی شاد کیطرف زبردست جمعیت کے ساتھ جارحانہ حرکت کرنیکا انتظام کیا۔ حملہ کنندہ کالم میں ۱۹ پلٹنیں تین باتریاں۔ باقاعدہ کیولری کے سات عثمانیہ کا سکون کے دو۔ اور رسالوں کے سواروں کے دو رسالے[*] اور تین سو چرکس تھے۔ یہ کالم خود مشیر کی اپنی کمان میں تھا۔ اور حسن صابری پاشا جو اب فریق کے درجہ پر ترقی یاب ہو گئے تھے نائب کمانڈر بنائے گئے تھے۔

پلیونا کیمپ کی حفاظت کے لیے عادل پاشا کے زیر کمان سولہ پلٹنیں (جنمیں میری بھی شامل تھی) ساڑھے چھ باتریاں اور باقیماندہ چرکس پیچھے رہے۔ اس حملہ آور کالم کی جنگی ترتیب و مصافی صف بندی حسب ذیل تھی:-

کمانڈر:- مشیر عثمان پاشا نائب کمانڈر:- جنرل ڈویژن حسن صابری پاشا۔

اعلیٰ افسر سٹاف:- کرنل توفیق بک۔

اوّل بریگیڈ:- کمانڈر بریگیڈ یر آئن پاشا۔

[*] رسالوں کی معاون یا مجاہد کیولری کی یہ رجمنٹ جس میں اسی اسی سواروں کے دس دس رسالے تھے۔ ایک یا دو دن پہلے پہونچی تھی۔ ان کے علاوہ انہی دنوں میں باقاعدہ کیولری کا بھی ایک رسالہ پہونچا تھا۔

اوّل رجمنٹ :۔ کمانڈر۔ کرنل عمر بک۔

چار پلٹنیں

دوم رجمنٹ :۔ کمانڈر لفٹننٹ کرنیل محمد[۳۰] ناظف بک

چار پلٹنیں

دوم بریگیڈ :۔ کمانڈر۔ بریگیڈیر طاہر پاشا۔

سوم رجمنٹ :۔ کمانڈر لفٹننٹ کرنیل عبداللہ بک۔

چار پلٹنیں

چہارم رجمنٹ :۔ کمانڈر لفٹننٹ کرنیل رؤف بک

چار پلٹنیں

ریزرو اور آرٹلری :۔ کمانڈر۔ بریگیڈیر احمد[۳۰] پاشا۔

تین پلٹنیں انفنٹری۔

تین باتریاں۔ فی چھ چھ توپ۔

کیولری :۔ کرنیل عثمان بک

۷ رسالے باقاعدہ سواران

۲ رسالے عثمانیہ کاساک

۱۰ رسالے سالونیکی مجاہدین۔

۳۰۰ چرکس۔

میزان ۱۹ پلٹنیں :۔ ۳ باتریاں ۱۹ رسالے ۳۰۰ چرکس یعنی ۱۳ ہزار آدمی اور ۲۶ توپیں۔

پیشقدمی یا حملہ کی تجاویز خفیہ رکھی گئیں چنانچہ پیشقدمی کے فی الواقع شروع ہوجانیسے صرف چند گھنٹے پیشتر مکو یہ خبر ملی کہ کسی حرکت کی تجویز کی گئی ہے کمالہ نے شام پڑ جانے پر ۳۰ اگست کو کیمپ سے روانہ ہوکر بلیونا سے دو میل مشرق تلی شاط کی سڑک پر اور اسکے قریب رات بسر کی اور ۳۱ اگست کو علی الصباح آگئے

ف۳۰ احمد پاشا کو ۳۰ جولائی کی لڑائی کے بعد میر لوا کے رتبہ پر ترقی دیگئی تھی مجھے کہا گیا تھا کہ وہ نسلاً انگریز ہے مگر مجھے اس سے گفتگو کرنے کا کبھی موقعہ نہ ملا اور اس لئے میں اس خبر کے درست یا غلط ہونے کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا۔

نامہ نگاروں کا قاعدہ تھا کہ جو ترک افسر زیادہ شہرت حاصل کرتا اسکی نسبت لکھدیتے کہ وہ دراصل یورپین ہے جو بھیس بدلکر ترکوں کی طرف سے لڑ رہا ہے مگر بعض من گھڑت روایتیں ہوتی ہیں مثال کے طور میں یہ تصریح کیے دیتا ہوں کہ اسوقت کے اخباروں میں یہ عام چرچا ہو رہا ہے کہ عثمان پاشا فی الحقیقت فرانسیسی جرنیل بے زین ہے جو بھیس بدلا ہوا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک کوئی ترک بہادر اور لائق ہو ہی نہیں سکتا تھا مگر ترکوں سے انکی تعریف و تحسین کے وجیتی چھیننے کی یہ کوشش کیا صریح غیر منصفانہ اور نامناسب نہیں۔ مصنف۔

معائنہ ہوا چند گھنٹوں کے بعد جنوب مشرق کیطرف سے ہمیں توپوں کی گرج سنائی دی سب کا
دھیان نتیجہ پر لگا ہوا تھا اور کل خبر پہونچنے کے لیے سخت بیقرار ہو رہے تھے۔ شب کے قریب عادل پاشا نے
تین پلٹنیں اور گولی بارود کے ایک چھ گھوڑے بطور کمک مشیر کو روانہ کیے تو ہمارا تردد اور بھی بڑھ گیا
اور جب روسیوں کا ایک دستہ گریوتسا کے مشرق میں نمودار ہو گیا۔ اور عادل پاشا نے باقی طابیوں کی حفاظت
کیلئے جلد جلد چار پلٹنوں کو جنمیں میری بھی شامل تھی اُدھر روانہ کیا تو تردد انتظار ناقابل برداشت ہو گیا۔ مگر
روسی ہماری بائربیوں سے گولہ باری ہونے پر ہمارے پہنچنے سے پہلے پیچھے ہٹ گئے اور ہم اپنے مورچہ کو واپس آگئے۔
شام کو خبر ملی کہ کالم جو کام کیلئے یعنے دشمن کی جمعیت اور اسکی وضع اقامت کو بخوبی پڑتالنے کیلئے آگیا تھا
اسے کر کے واپس آ رہا ہے مگر ہم افسر یہ قیاس کرنے سے باز نہ رہ سکے کہ پیشقدمی پوری کامیابی نہیں ہوئی لیکن ہم نے
یہ رائے سپاہیوں سے پوشیدہ رکھی تاکہ انکے حوصلے پست نہ ہو جائیں کالم بہت رات گذرے واپس پہونچا
اسکے تین سو قتل اور ایک ہزار زخمی ہوئے جو ساتھ لے آئے گیے۔ روسی اپنے نقصانات کا اندازہ ایکہزار بتاتے
ہیں۔ ہماری فوج ایک روسی توپ بطور نشان فتح ساتھ لائی۔ لڑائی نہایت ہی سخت ہوئی تھی۔ اسمیں
ایک روسی مورچہ کا قبضہ چار دفعہ ایک فریق سے دوسرے کو منتقل ہوا تھا۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا مشیر کا منشا غنیم کی صفوں کو توڑ کر آگے جانیکا تھا یا کہ فی الواقع جیسا کہ ظاہر کیا گیا
تھا وہ صرف استکشاف و معائنہ کیلئے گئے تھے اگر انکا مدعا اوّل الذکر تھا تو صاف ظاہر ہے کہ یلی تاطکی
لڑائی میں ترکوں کو زک پہنچی اور اگر دوسرا تھا تو تجربہ مذکورہ میں ان کو فتح ہوئی کیونکہ اس سے انکو اپنے
مدعا میں کامیابی ہو گئی لیکن کالم کی جمعیت دیکھتے قیاس ہے (یعنی کہ صرف استکشاف حال کیلئے پیشقدمی کی
گئی تھی) شک پیدا ہو جاتا ہے تاہم یہ امر کہ ترکوں کو فی الحقیقت شکست نہیں ملی تھی اس سے ظاہر ہو رہا تھا
کہ کالم کمال باقاعدگی اور کامل ترتیب سے واپس آیا اور دشمن نے کوئی تعاقب نہیں کیا تھا۔ کروپاٹکن* اس لڑائی
کی نسبت لکھتا ہے کہ "اگر سکوبیلوف دشمن کے ارادہ کو پہلے سے تاڑ لیتا اور اگر وہ اپنی ریزرو فوج سے بھی کام لیتا
اور نیز اگر کمک راستہ میں سستانے کی بجائے وقت پر پہنچ جاتی تو جنگ پالی شاط میں روسیوں کو کامل
فتح نصیب ہوتی"

اسی دن یعنے ۱۰ اگست سے مسلمانوں کا ماہ صیام رمضان شروع ہو گیا اسکے شروع ہونے پر چند مذہبی
رسوم ادا کی گئیں کیمپ کے ملاؤں نے خوب زور سے وعظ و نصائح کیں بہت کچھ خوشی ظاہر کی گئی اور اچھی خاصی تعداد
نے روزہ رکھا نئی وردیوں کی تقسیم کے متعلق میں دوسرے دن شہر کو گیا وہاں میں ایک مسجد میں جسکے کچھ حصہ

* کروپاٹکن کی عبارت یعنے جہاں کہیں نقل کی ہے اسے اسکی کتاب کے جرمن ترجمہ سے جسکو کرامہر نے ترجمہ کیا ہے لیا ہے
کیونکہ میں خود روسی زبان سے ناواقف ہوں۔ مصنف

میں گودام گھر بنا یا گیا تھا مذہبی مجلس میں شریک ہوا ہسپتالوں میں کل کے مجروحوں کے سوائے اور کوئی بیمار نہ تھا۔ پہلی لڑائیوں کے تمام مجروح جو صحت یاب نہیں ہوئے تھے صوفیا کو بھیج دیئے گئے تھے۔ پلیونا میں بہت کچھ امن وسکون قائم ہو گیا تھا۔ دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ تجارت خوب گرم تھی اور عدالت و شہری حکومت کا کام حسب معمول سرانجام ہو رہا تھا۔ ترک عثمان کے مضبوط پنجہ کی پناہ میں خوش اور اپنے تئیں محفوظ سمجھتے تھے۔ بلغاریوں کو بھی جب تک کہ وہ قواعد و احکام کی خلاف ورزی نہ کریں کوئی ایذا نہیں پہنچائی جاتی تھی۔ کسی باشندہ کو کیپ کی حدود سے باہر نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ ڈاکخانہ کا کام پھر جاری ہو گیا تھا مگر وہی اپنی سابقہ روش پر۔ مجھے شروع ستمبر میں گھر سے ایک خط ملا۔ میں بلا ناغہ ہر ہفتہ خط لکھا کرتا تھا۔ اسدن یکم ستمبر، چونکہ جنوبی ہوا چل رہی تھی۔ ہم نے لوفچہ میں توپوں کے چلنے کی آواز سنی اور تھوڑی ہی دیر بعد معلوم ہو گیا کہ رفعت پاشا غنیم سے مصروف کارزار ہے اور لوفچہ پلیونا کا سلسلہ تار کاٹ دیا گیا۔

۲ ستمبر کو کرشن کے قریب بیس پلٹنوں تین باتریوں اور دو رسالوں کا کالم تیار کیا گیا۔ میری پلٹن اس دفعہ بھی پیچھے چھوڑ دی گئی۔ لوفچہ پر گولہ باری ہونے کی آوازیں سارا دن سنائی دیتی رہیں۔ ۳ ستمبر کی صبح کو کمکی کالم مشیر کی ذاتی کمان میں روانہ ہوا۔ اسمیں چھ چھ پلٹنوں کے تین تین بریگیڈ اور دو پلٹنوں کا ریزرو تھا۔ بریگیڈ حسن صابری پاشا۔ ایمن پاشا اور طاہر پاشا کے زیر کمان تھے توفیق بک اور کل سٹاف مشیر کے ساتھ تھا پلیونا کی اعلی کمان کچھ عارضی طور پر عادل پاشا کو تفویض ہوئی۔ ۵ پلٹنیں ۲½ باتریاں اور ۲ رسالے پیچھے رہ گئے۔ سارا دن جنوب میں سخت گولہ باری ہوتی رہی اور کچھ عرصہ کے لیے ہم کو بہت قریب بھی توپیں چلتی رہیں کیونکہ کالم راستہ میں لڑائی کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

۴ ستمبر کو بری خبر سننے میں آئی جس سے سب کے چہروں پر اداسی چھا گئی۔ یہ منحوس خبر یہ تھی کہ روسیوں نے لوفچہ لے لیا ہے۔ لوفچہ پلیونا کی سڑک پر دشمن قابض ہے اور آمد و رفت منقطع ہو گئی ہے۔ اس سے مشیر کی سلامتی کی نسبت بھی سخت تشویش اور اندیشہ پیدا ہو گیا۔ عادل نے حکم دیا کہ کل فوج حکم ملتے ہی فی الفور چل دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ سہ پہر کے وقت رومانوی باشی طابیوں کے مقابل نمودار ہوئے مگر بآسانی پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ اسوقت صرف ایک میری پلٹن دو بڑے مورچوں کی محافظ تھی۔ باقی چاروں گئی ہوئی تھیں ہم کئی گھنٹوں تک لڑائی کے لیے بالکل تیار اور مستعد کھڑے رہے مگر ہمیں کوئی لڑائی نہ کرنی پڑی۔ ہم نے رومانویوں پر گولہ باری کی اور عادل نے انکے مقابلہ کے لیے کیولری کو آگے بھیجا مگر وہ اسکے پہونچنے سے پہلے غائب ہو گئے تھے اسی سی گرامن سیتے اپنی زندگی میں کوئی نہیں دیکھا۔

۵ ستمبر کو چرکس جنہیں عثمان پاشا نے بھیجا تھا اور وہ جگہ دیکر آئے تھے خبر لائے کہ کالم صحیح وسالم ہے اور صوفیہ سڑک کے راستہ واپس آ رہا ہے۔ اسی دن لوفچہ سے اکثر شکست خوردہ سپاہی کیمپ میں پہنچ گئے۔

۶ ستمبر کو علے الصباح کالم کیمپ میں پہنچگیا۔ اس دن ہم نے آدھ گھنٹے تک لوفچہ کے ہاتھ سے نکلجانیکا افسوس و غم کیا۔ بعدازاں سچے سپاہیوں کی طرح ہماری طبیعتیں بحال اور دل حسب معمول شگفتہ ہوگئے۔ لوفچہ کی فوج کے باقیماندہ آدمی چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں مختلف رستوں سے کیمپ میں پہنچ گئے۔ اس تاریخ سے بارش شروع ہوگئی۔ لوفچہ کے معرکہ کے حالات یہ ہیں:- لوفچہ میں رفعت پاشا کے ماتحت آٹھ بٹالینیں چھ توپیں اور چند چرکس تھے۔ یکم ستمبر کو روسی زبردست جمعیت میں اسکے سامنے نمودار ہوئے۔ انہوں نے تاروں کو کاٹ دیا اور فوج محافظ نے جو مورچے تعمیر کیے تھے ان پر گولہ باری کی۔ دوسرے دن پھر گولہ باری کی گئی جس سے رفعت کو مجبوراً ایک پہاڑی چھوڑ دینی پڑی اور اس نے عثمان پاشا کو مدد کے لیے کہلا بھیجا۔ ۳ ستمبر کو روسیوں نے برائے نام جنرل پرنس امیرٹ انسکی کے مگر فی الحقیقت سکوبیلاف کے ماتحت بڑی تندی سے حملہ کیا اور چونکہ انکی جمعیت بہت ہی زیادہ تھی ان کی کامیابی یقینی تھی۔ سکوبیلاف کے ماتحت حملہ کے وقت ۲۵ بٹالینیں ۹۲ توپیں اور ۱۵ رسالے تھے۔ ترک بہادرانہ مقابلہ کرنے میں سدان خود اپنے (یعنی ترکوں سے) جو افغانہ مقابلہ میں دنیا پر نظیر نہیں رکھتے بڑھ گئے۔ اس بات کا خود روسی مورخ بھی اعتراف کرتے ہیں۔ رفعت لوفچہ کو نہ بچا سکا مگر اسکا نام بطور "محافظ لوفچہ" ہمیشہ کے لیے لوح عالم پر ثبت رہیگا۔ لڑائی پورے بارہ گھنٹے ہوتی رہی۔ ہشیر کا کالم بدقسمتی سے بعد از وقت پہنچا۔ لوفچہ کی جو فوج لڑائی سے بچ رہی وہ متصلہ کوہستانی علاقہ میں منتشر ہوگئی جس کا زیادہ حصہ چند دنوں میں پلیونا پہنچگیا۔ رفعت نے اپنی چھ توپوں میں سے پانچ بچالیں اور ان کو اور چند سگریچ کمپنیوں کو لیکر وہ میکری کی سڑک پر چڑھ گیا اور بڑا چکر دیکر ۶ ستمبر کو پلیونا پہنچ گیا۔ لوفچہ کی لڑائی میں ۲۵۰۰ ترک قتل زخمی اور مفقود الخبر ہوئے۔ روسی اپنے نقصان کا اندازہ ۱۶۰۰ بتلاتے ہیں۔ اس لڑائی میں ۲۲ ہزار روسیوں نے جنکے پاس ۹۲ توپیں تھیں۔ ۵ ہزار ترکوں کو جو فقط چھ توپیں رکھتے تھے شکست دی۔ بایں ہمہ کروپاٹکن اسے نہایت "شاندار فتح" لکھتا ہے!!

پرنس امرٹ انسکی نے (بقول ٹروتھا) اپنی سرکاری رپورٹ میں لکھا ۲۲۰۰ ترک لوفچہ میں اور ۳۰۰۰ تعاقب میں قتل ہوئے۔ شاباش پرنس (شہزادہ) انانیاس[1]! پانچہزار میں سے پانچہزار دوسو قتل ہوگئے!!! ایک موقعہ میں روسیوں نے ترک مجروحین کو جنہیں انکے رفیق ساتھ اٹھا نہ لیجا سکے۔ کمال سنگدلی سے قتل کردیا۔ لوفچہ کے عیسائی باشندوں نے ترکی باشندوں کو بلا تمیز مرد و زن یا بچہ بے حرمت کرکے سخت قساوت قلبی سے

[1] انانیاس عیسویت کے آغاز میں یروشلیم میں گزرا ہے۔ یہ شخص بظاہر عیسائی مگر در اصل بڑا منافق تھا۔ اسی جھوٹ بولنے کی سزا میں غضب الٰہی سے اس پر اور اسکی بیوی صفیرہ پر بجلی گری اور وہ دونوں فی النار ہوئے۔ مترجم

فتح کر لیا۔ روسی فاتحین کمال بے پروائی سے یہ مظالم دیکھتے یا قابل تعریف منصف مزاجی سے بلغاری اور ترکی دونوں کے مکانات لوٹتے رہے[۹۵]۔

مشیر کا کالم لوفچہ کی شاہراہ کے راستہ ۳ ستمبر کو روانہ ہوا۔ اسے راستہ میں بائیں جانب روفیچ اور چند محفوظ باتریں جو سڑک کے مقابل اس سے متوازی مورچوں پر نصب تھیں دکھائی دیں اور فریقین میں گولہ باری بھی ہوئی۔ اس کالم نے شام کے وقت لوفچہ کے قریب ربع دائرہ کی شکل میں اپنی پوزیشن قائم کی۔ اس قوس کا رخ لوفچہ کیطرف تھا۔ اسکا بایاں کونہ لوفچہ سے تین میل بجانب شمال لوفچہ پلیونا سڑک پر اور دایاں کونہ شہر سے بجانب غرب پانچ میل کے فاصلہ پر تھا۔ ایک سیر دستہ مقامات طیلوان اور اطر دیول کی حفاظت کے لیے ٹمری کو جو لوفچہ سے جنوب مغرب کیطرف ۱۲ میل کے فاصلہ پہ ہے بھیجا گیا تھا۔ یہ پوزیشن درست کر کے فوج ساری رات وہاں سخت تشویش کی حالت میں شب باش ہوئی کیونکہ لوفچہ سے کوئی آواز (لڑائی کی) سنائی نہیں دیتی تھی اور یہ اچھی علامت نہ تھی علی الصباح جو سوار پتہ لانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ وہ خبر لائے کہ شہر روسیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر مشیر نے کل افسروں کو جمع کر کے مجلس میں یہ سوال پیش کیا کہ "آیا حملہ کیا جائے یا نہ"[۹۶] اس معاملہ پر کافی غور ہونیکے بعد جواب نفی میں دیا گیا۔ روسی باتریوں کیوجہ سے جو بائیں طرف تھیں اب شاہراہ کے

[۹۵] میں اس لڑائی کے متعلق کرنل ملکن کی تحریر کا بجنسہ ترجمہ دیدینا نہایت مناسب تصور کرتا ہوں وہ لکھتا ہے۔ لوفچہ کی لڑائی نے ثابت کر دیا کہ ترکی توپخانہ کی لمبی زد کی توپیں روسی توپوں کی نسبت کیسی زبردست اور مؤثر ہیں روسیوں کی ۹۰ توپیں تقریباً لڑائی کے ختم تک پانچ ترکی توپوں کو خاموش نہ کر سکیں۔ ترکی گولہ باری کا ترکی بہ ترکی جواب دے سکنا ہمارے امکان سے باہر تھا جسکا اخلاقی لحاظ سے بھی روسی سپاہ پر بہت برا اثر پڑا۔ کیونکہ اس سے نہ فقط انفنٹری بلکہ خود توپخانہ کی فوج کو بھی اپنی توپوں پر بھروسہ نہ رہ گیا۔ مصنف

[۹۶] جس وقت ایک لفٹنٹ کرنل نے جو غالباً محمد ناطف بک اس مہم میں شامل تھا اس مشورہ کی کیفیت میرے مہجر کو سنائی اس وقت میں بھی پاس موجود تھا۔ چنانچہ بک موصوف کے بیان کا جسقدر حصہ مجھے یاد ہے وہ ذیل میں درج کرتا ہوں "کل افسر عثمان پاشا کے پاس علی الصباح جمع ہوئے مطلع ابر آلود اور موسم خنک تھا۔ ہم ایک پہاڑی ڈھلاؤ پر جسکے جنوب مغرب میں لوفچہ تھا موجود تھے۔ ہم مشیر کے گرد جو زانوں پر نقشہ رکھے ہوئے ایک سٹول پر بیٹھا تھا حلقہ باندھ زمین پر بیٹھ گئے۔ مجلس مشورہ میں حسن صابری پاشا۔ امین پاشا۔ احمد پاشا۔ طاہر پاشا۔ کرنل عمر بک و کرنل توفیق بک۔ لفٹنٹ کرنل عبد الله لفٹنٹ کرنل رؤف بک۔ لفٹنٹ کرنل خیری بک۔ لفٹنٹ کرنل طاہر بک اور دو یا تین دیگر افسر شامل تھے۔ مشیر نے سوال کیا "ہم لڑائی کریں یا نہ؟" اور ساتھ ہی موافق اور مخالف دونو قسم کے دلائل مختصر طور پر سنا دیں۔ ہم نے کچھ بحث شروع کیا۔ پھر حسن صابری پاشا نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں بارہ سو سے کم نقصان سے لوفچہ کو حملہ کر کے فتح کر لینے کا ذمہ اٹھاتا ہوں"۔ طاہر نے کہا "ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ہم لوفچہ کا

راستہ واپس ہونا ناممکن نہ سہی خطرناک ضرور تھا کیونکہ یہ سوچ لیا گیا تھا کہ ممکن ہے کہ روسیوں نے اس اثنا میں سڑک پر قبضہ کر لیا ہو (جیسا کہ انہوں نے فی الحقیقت کر لیا ہوا تھا) پس شاہراہ کو چھوڑ کر کالم نو دو سیلو-سلکو وا-تسکر اور باقی والے راستہ جو محض پگڈنڈی سا تھا کریشن پہنچا-راستہ میں کئی سپاہی لوفچہ کے کالم کو گئے اور وہ رات کریشن اور طرنبا کے درمیان شب باش ہو کر ۵ ستمبر کو علے الصباح پلیونا پہنچ گیا-

جب کوئی معاملہ گذر جائے اسکے بعد عقلمندی جتانا بڑا سہل کام ہے اور یہ اعتراض کر دینا بہت آسان بات ہے کہ مشیر نے ۲۴ گھنٹے پیشتر کمک کیوں نہ بھیجی-تاہم میرے قیاس میں اس سوال پر کہ آیا فوج کو لڑائی کرنی چاہیئے تھی کہ نہیں؟ جو اگر رائے زنی کیجائے تو جائز ہے میری ناقص رائے میں خواہ کامیابی کی چنداں امید بھی ہوتی تو بھی حملہ کر دینا بہتر تھا-کیونکہ فوج ایک خاص کام کے لیے جو سب کو معلوم اور جسے سب نے پسند کیا تھا یعنی لوفچہ کی حفاظت وحمایت کے لئے گئی تھی-اس فوج نے لوفچہ کو روسیوں کے قبضہ میں پایا اور وہ اسکو دوبارہ لینے کی کوشش کئے بغیر واپس چلی آئی-اس کارروائی سے فوج کے حوصلوں کے بہت بری طرح سے پست ہو جانیکا احتمال تھا یہ بات گو کیسی ہی بیرحمانہ معلوم ہو لیکن چند سو آدمیوں کی جانیں ضائع کر دینا اس سے بدرجہا بہتر تھا-ایسا کرنے سے ہماری بیس پلٹنوں کے حوصلے اس اطمینان کیوجہ سے بڑھ جاتے کہ جس کام کے لیے ہم آئے تھے اسے کر دیا-یا اپنی طرف سے اسکو کرنیکی پوری کوشش کر دی ہے-

۵ ستمبر کو ہمیں ارخانیہ سے آٹھ پلٹنوں اور دو باتریوں کی کمک پہونچی-لوفچہ والے سپاہیوں کی تین پلٹنیں بنائی گئیں پس پلیونا کی تیسری لڑائی میں ہماری جمعیت ۴۶ پلٹن ۱۹ رسالے پانچسو چرکس اور ۰ باتریاں تھی

(بقیہ صفحہ ۸۲) فتح کر لیں گے مگر کیا ہمارے پاس اسقدر فوج ہے کہ ہم پلیونا اور لوفچہ دونوں جگہوں کو قابو میں رکھ سکیں؟ یہ کچھ سنکر مشیر نے عرصہ غور وفکر کرنیکے بعد کہا یہ نہایت معقول و اہم اعتراض ہے پہلے کیطرح لوفچہ میں صرف آٹھ پلٹنیں اور ایک باتری کو رکھنا اسکو عود منہدہ کر لینے سے کم نہیں ہوگا-کم از کم بارہ پلٹنوں کا ایک ڈویژن اور چار باتریاں لوفچہ کو دشمن کے مقابلہ پر کامیابی کیساتھ قابو میں رکھ سکتی ہیں-مزید براں لوفچہ اور پلیونا کے درمیان آمد ورفت کا راستہ محفوظ اور قائم رکھنے کے لیے کیولری کی زبردست جمعیت ضروری ہے اگر دشمن پر حملہ کرنیکا فیصلہ کیا جائے تو میں اس غرض کے لئے زیادہ سے زیادہ صرف چار مزید پلٹنیں پلیونا سے منگوا سکتا ہوں" اسکے بعد مجلس میں یہ سوال پیش ہوا "کیا ہمارے پاس پلیونا اور لوفچہ دونوں کو قابو میں رکھنے کے لیے کافی جمعیت ہے؟" حسن صابری پاشا نے جواب دیا "ہاں" باقی سب نے کہا "نہیں" مشیر نے اپنی رائے ظاہر نہ کی-بعد ازاں پھر پہلا سوال پیش کیا گیا اور سب نے باتفاق رائے نفی میں جواب دیا-اس دفعہ مشیر کے ساتھ حسن صابری نے بھی اپنی رائے ظاہر نہ کی-فیصلہ ہونے پر واپسی کے لیے تیار ہونے کا فی الفور حکم سنا دیا گیا مگر کسی نامعلوم وجہ سے مراجعت دوسرے دن (۵ ستمبر) کی صبح سے پہلے شروع نہ کی گئی-مصنف

علاوہ خصوصیات رسالے باقاعدہ سوار دیکھ دس رسالے ساوٹکی مجاہدین کے اور دو رسالے عثمانیہ کا سکوں کے-مصنف

۳۰ ہزار ۱۰ ۲۰ توپیں تھیں ۴ ستمبر کو لفا بنہ سے مزید کمک کے آنے تک ہماری جمعیت (بعد منہا نقصانات جنگ سوم) یہی رہی۔ میں اس باب میں فقط ۱۰ ستمبر تک کے حالات درج کروں۔ کیونکہ ۷ ستمبر کو گولہ باری شروع ہو گئی تھی جو محاربہ روم و روس کی عظیم ترین لڑائی پر ختم ہوئی اور جس لڑائی کی خونریزی نپولین کی لڑائیوں کے بعد فقط سولفرنیو۔ کونگ گراز اور گریولاٹ کے معرکوں کی خونریزیاں سے کم تھی۔ اس موقعہ پر تمام محاربہ کی پھر مختصر کیفیت دیدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ باب چہارم میں ۱۲ اماہ جولائی تک کے حالات درج کئے گئے تھے اس سے لیکر ۱۰ ستمبر تک کے ایسے کرنا ہوا درسب سے اول یورپی جنگ جدال کو لیتا ہوں۔

نار یوچ (ولیعہد) کی فوج روسی فوج حملہ آور کا دستہ بیسار جنرل گورکی زیرکمان فوج جو بعد میں جنرل ریڈر کی ماتحت کردیگئی تقلب یہ جنرل نوکی زیرکمان فوج جسپر بعد میں پرنس چارلس کا بیٹر ہوا دستہ میمین تھی۔ ان کے علاوہ جنرل زمرمن کے زیرکمان ڈبرو ڈشا میں ایک منفرد آرمی کور تھا جسکو دوسری فوج سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس آرمی کور نے کوئی کارروائی نہ کی۔

پلیونا کی دوسری لڑائی کے بعد تارو وچ رسچک کے محاصرہ کا ارادہ ترک کر کے جسے شروع بھی کر دیا گیا تھا قرہ لوم کو پیچھے ہٹ گیا۔ اسکے ایک ڈویژن کو ۲۲ اور ۲۳ اگست کو بمقام ایاسلر ترکوں نے شکست دی۔ محمد علی پاشا اپنی فوج لے کر جسکی درستی اس نے خوب احتیاط سے کرلی تھی آگے بڑھا اور ۳۰ اگست کو بمقام قرہ حسن کوئی (قاضی کوئی) اور ۵ ستمبر کو بمقام قاضی لیو واس نے روسیوں کو فاش شکستیں دیں یا ۹ ستمبر تک دریا قرہ لوم کا کل دایاں کنارہ اور بائیں کنارہ کا بھی کچھ حصہ ترکوں کے قبضہ میں ہو گیا اور روسی بیلا اور یانترا کو پیچھے ہٹ گئے۔

گورکو مشرقی رومیلیا میں بڑھتا چلا جاتا تھا یکبارگی سلیمان پاشا اسکے مقابلہ پر موجود ہو گیا۔ جسکے ہاتھ سے وہ ۳۱ جولائی کو بمقام اسکی زغرا شکست کھا کر پہلے کازان لک کو ہٹا اور پھر ۷ اگست کو یہ مقام بھی خالی کر کے درہ شپکاہ کو چلا گیا۔ ہو نہ ہو یہ گورکو مغربی فوج میں واپس بلا لیا گیا اور جنرل ریڈزکی اسکی جگہ شپکاہ کو بھیجا گیا ۲۱ اگست سے ۲۶ اگست تک سلیمان نے شپکا پر جو پے در پے ناکامیاب حملے کئے وہ اسقدر مشہور ہیں کہ انکی تفصیل و تشریح کی احتیاج نہیں سلیمان کے پاس تیس ہزار جدیدہ فوج تھی جسمیں سے ۱۰ ہزار ان حملوں میں ضائع ہو گئی۔ روسی مغربی فوجکو شروع ستمبر میں تین و ملونی ڈویژن اور جرنیلان امرت اسکی و سکوبیلاف کا دستہ جو فتح لوفچہ کے بعد فارغ ہو گیا تھا آملے۔ ۵ ستمبر کو انکی جو پوزیشن (موضع اقامت) تھی اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے یعنی وہ نیم دائرہ کی شکل میں تھی جس کا ایک کونہ ریدیا پر اور دوسرا بوغوٹ پر تھا ۷ ستمبر کو افواج نے حملہ کیلئے پلیونا کیطرف بڑھنا شروع کر دیا۔ دوسری لڑائی کے بعد سیر

کا ہیڈ کوارٹر بشکر بلگریبی کو اور تتار کا کوارٹر سستو واکے قریب مقام گورنا سٹوڈن کو چلا گیا تھا۔

ثانیاً ایشیا میں یہ واقعات گذریں: جنرل دکلو بشیو کا زیر کمان آرمی کو روسی فوج حملہ آور کا دستہ یمین جنرل یودکیین کا کہ دجسمیں جنیلان ڈیول ریمبن کے دستے شامل تھی) قلب اور جنرل طرغو کاسوف کا کورد ستہ یسار تھا درویش پاشا نے ۱۳ اور ۲۴ اگست کو باطوم سے آکر بمقام موخا سطا طو جنرل دکلو بشیو کی فوج پر دو دفعہ حملہ کیا مگر کامیاب نہیں ہوا۔ ان دونو حملوں کے ماسوا اور کوئی اہم واقعہ نہ گزرا اور ہر طرف فریقین کی حالت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔

جنرل ہودیس میلی کا فکی فوج مقام کورک دہ اور اسکے قرب وجوار میں مقیم تھی اسکے مقابلہ پر مختار پاشا الاجا داغ کی پہاڑی پر جو بند اور نہایت محفوظ موقعہ ہے جہاں سے قارص کے رستوں کی بخوبی نگرانی اور حفاظت ہو سکتی تھی مقیم تھا۔ ۲۵ اگست کو تحاصبن ہیں بمقام قزل تپہ سخت خونریز لڑائی ہوئی مگر اس سے کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوا چنانچہ بستمبر تک دونو فوجیں ایکدوسرے کے مقابل اپنے اپنے مقام پر بیکار پڑی ہوئی تھیں۔

جنرل طرغو کاسوف بمقام جیلفلی نہایت محفوظ موقعہ پر مقیم تھا۔ اسمعیل پاشا نے بایزید سے نکلکر اریوان تک بڑھے جانیکی جو متواتر کوششیں کیں انکو یہ جرنیل کامیابی کے ساتھ بیکار کرتا رہا اور اسمعیل کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

ثالثاً بحیرہ اسود کے سواحل کے حالات کا مختصر خاکہ یہ ہے: ۲۳ اگست تک کوئی کارروائی نہ ہوئی اسکے بعد جنرل الکاسوف نے ترکوں کو ان مورچوں کے چھوڑنے پر جو انہوں نے دریا گودوتی پر بنالیے تھے مجبور کیا اور ۳۰ اگست کو ترکوں نے سوخوم قلعہ کو بھی خالی کر دیا جس سے ساحل پر روسیوں اور ترکوں کے درمیان معرکہ آرائی ختم ہوگئی۔ مگر صوبجات ابہاسیا۔ کوتائیس اور کوبان میں روسیوں کے برخلاف مسلمان رعایا کی بغاوت برابر بڑھتی رہی جسکو دو روسی ڈویژن بصد مشکل فرو کرنے کی کوشش کر رہے تھے عثمانیہ بیڑہ جہازات نے اسکے سوا کوئی کام نہ کیا کہ کبھی اڈیسہ کے سامنے اور کبھی دوسرے شہروں کے مقابل نمودار ہوکر وہاں کے باشندوں کو کسی قدر مشوش کرتا رہا۔

ہم پلیونا کمپ والوں نے ان مختلف خبروں کی بنا پر جو باہر سے پہنچتی تھیں محاربہ کے متعلق عام رائے قائم کی تھی کہ محمد علی کو اب تک توم پر کامیابی ہوتی رہی ہے اور امید ہے کہ وہ عنقریب کوئی عظیم الشان فیصلہ کن لڑائی کریگا۔ سلیمان نے درہ شیپکا کو فتح کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کی ہے اس سے کوئی کامیابی نہیں ہوئی مگر یقین کامل ہے کہ جب تک وہ اپنے مدعا میں کامیاب نہ ہو برابر کوشش کرتا جائیگا۔ ایشیا میں دونو مخالف فوجیں ایکدوسرے کے مقابل پڑی ہیں۔ قزل تپہ پر بڑی لڑائی ہوئی مگر اس میں معاملہ یکسو نہ ہوا۔ اسکے علاوہ کئی دیگر چھوٹے چھوٹے معرکے ہوئے جن سے کسی فریق کو کوئی نقصان یا فائدہ نہ پہونچا۔ وہاں روسی اپنی سرحد پر اور اس سے کسی قدر آگے بچاؤ کے پہلو پر تھے۔ ترکوں نے جارحانہ کارروائی

شروع کی لیکن اس میں کامیاب نہ ہوئے جنگی بیڑے نے کوئی کارروائی مطلقاً نہیں کی اور اسکے کمانڈر (ہوبرٹ پاشا) سے جو بڑی بڑی امیدیں تھیں وہ سب خاک میں مل گئیں۔

۶ ستمبر کو کل فوج میں مشیر کا حکم مشتہر کیا گیا اسکا مضمون حسب ذیل تھا۔ مغربی جانب کے سوا اور سب طرفوں سے روسی تعداد کثیر آگے بڑھ رہے ہیں اور امید ہے کہ وہ کل ہم پر زبردست جمعیت کیساتھ حملہ کرینگے لیکن مجھے اس میں کوئی تردد نہیں مجھے کامل یقین ہے کہ خداوند کریم کی تائید سے میری بہادر فوج انکو پہلی لڑائیوں کیطرح شکست فاش دیکر پیچھے ہٹا دیگی اور اپنے ملک اور نیز دنیا میں اپنی شہرت اور نیکنامی کو پوری طرح قائم رکھیگی۔ ہم سب لڑائی کے لیے تیاریاں کرنے لگ گئے۔ فریق نے کل مورچوں کا معائنہ کیا اور ہم نے فتح و شکست کے حضور عجز و نیاز دعا مانگ کر ہتھیار ہاتھوں میں لئے اور پوری وردی لگائے سو گئے سنتری محافظ برابر ساری رات پہرہ دیتے رہے۔ میں رات بھر جاگتا رہا۔ دو دفعہ میں نے چوکیوں اور سنتریوں کا معائنہ کیا وہاں میری کمپنی کے سپاہیوں کی نوکری تھی۔ پھر عادل پاشا کے اور ایک میجر تقی کے ساتھ اپنی طرف کے کل مورچوں کا معائنہ کیا ہوا تندا در مغرب کیطرف سے چل رہی تھی جسکی وجہ سے آگے بڑھتے ہوئے دشمن کی ہمیں کوئی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی موسم ۵ ستمبر تک صاف رہکر یکبارگی متغیر ہو گیا تھا۔ ہمیں خنکی پیدا ہو گئی تھی اور باد تند کی جو نکلنے سے تاریک و غلیظ ابر آسمان پر جمع ہو رہے تھے رات سخت تاریک تھی مصیبت کے آنے سے پہلے خوف اور اندیشہ کا جو ناقابل بیان و غیر معین سا وسوسہ انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے وہ مجھ پر کئی دفعہ طاری ہوا لیکن بعید دلیری اور جد و جہد کر کے اسکو رفع کیا اور نامعلوم امر شدنی کے لیے جوابھی تک سخت تاریکی کے پردہ میں جس میں کوئی ستارہ کسی مکان کا چراغ یا روشنی نہیں چمک رہی تھی چھپا ہوا تھا بالکل تیار ہو گیا اور دل کو مضبوط کر لیا کہ اگر کل موت بھی آجائے تو کوئی فکر نہیں۔ آخر ایک دن رات آندھی کے جھونکے چاروں طرف سے زرائے پھر رہے تھے جنکی زیر و بم مجھے بعینہ جان توڑتے ہوئے انسانوں کی آہ و بکا کے مشابہ معلوم ہوئی تھی۔ اسوقت گویا زمانہ دنیا کے ایک بڑے واقعہ سے حاملہ تھا۔ چنانچہ اسکے رحم سے ایسی خونریزی اور قتل عام (کا بچہ) نکلا جسے دیکھکر جہنم بھی دنگ رہگیا ہوگا۔

طلوع فجر کے قریب جب میں میجر سے رخصت ہوا تو اس نے بکمال نوازش کہا کہ تمام مورچہ میں میری کمپنی سے بہتر کوئی ہے اپنے مقام پر پہونچکر میں نے انجیل کی چند آیتیں پڑھی ہیں۔ اپنی ماں کے دستخط کو جو اس پر ثبت تھے بوسہ دیا اور ایک گھنٹہ نیند لینے کے لیے فرش پر سو گیا۔

۶ ستمبر کو پلیونا فوج میں بارہ پلٹنوں کے تین ڈویژن اور دس پلٹنوں کا عام ریزرو تھا۔ مصافی صف بندی اور جنگی ترتیب حسب ذیل تھی :-

کمانڈر:۔ مشیر عثمان پاشا۔

اعلیٰ فسر سٹاف:۔ بریگیڈیر طاہر پاشا۔

سٹاف:۔ بریگیڈیر صادق پاشا۔ کرنیلان حمدی بک لفٹننٹ کرنیلان رؤوف بک و عبداللہ بک

اعلیٰ یاور:۔ لفٹننٹ کرنیل طلعت بک۔

کیولری کمانڈر:۔ کرنیل عثمان بک۔

آرٹلری کمانڈر:۔ بریگیڈیر احمد پاشا۔

اعلیٰ ڈاکٹر:۔ کرنیل حاسب بک۔

اوّل ڈویژن

کمانڈر:۔ جرنیل ڈویژن عادل پاشا۔

اوّل بریگیڈ:۔ بریگیڈیر ادہم پاشا۔

اوّل رجمنٹ:۔ لفٹننٹ کرنیل محمد ناطف بک۔

دوم بریگیڈ:۔ بریگیڈیر قرہ علی پاشا۔

سوم رجمنٹ:۔ کرنیل حفوظ بک۔

چہارم رجمنٹ:۔ کرنیل سلیمان بک۔

دو رسالے باقاعدہ کیولری کے اور ایک دستہ چرکسوں کا۔

چار چار باتریاں چھ چھ توپوں کی۔

دوم ڈویژن

کمانڈر:۔ جرنیل ڈویژن حسن صابری پاشا۔

سوم بریگیڈ:۔ کرنیل توفیق بک۔

پنجم رجمنٹ:۔ (کمانڈر کا نام یاد نہیں رہا)

ششم رجمنٹ:۔ کرنیل سعید بک۔

چہارم بریگیڈ:۔ بریگیڈیر عطوف پاشا۔

ہفتم رجمنٹ:۔ لفٹننٹ کرنیل ابراہیم بک۔

ہشتم رجمنٹ:۔ کرنیل عمر بک۔

دو رسالے باقاعدہ کیولری کے اور ایک دستہ چرکسوں کا۔

سوم ڈویژن

کمانڈ:- بریگیڈیر طاہر پاشا۔

پنجم بریگیڈیر:- لفٹنٹ کرنیل رضا بک۔

نہم رجمنٹ:- (کمانڈر کا نام یاد نہیں رہا)

دہم رجمنٹ:- میجر عیسیٰ بک۔

ششم بریگیڈ:- کرنیل بولس بک۔

یازدہم رجمنٹ:- لفٹنٹ کرنیل علی رضا بک۔

دوازدہم رجمنٹ:- لفٹنٹ کرنیل طلعت بک۔

دو رسالے باقاعدہ کیولری کے اور ایک دستہ چرکسوں کا۔

دو باتریاں چھ چھ توپوں کی۔

ریزرو

کمانڈ:- بریگیڈیر رفعت پاشا۔

انفنٹری کمانڈر:- بریگیڈیر امین پاشا۔

دس بلٹنیں

کیولری کمانڈر:- کرنیل عثمان بک۔

۱- رسالہ باقاعدہ سوار ونکا (جو ہیڈکوارٹر کی اردل میں تھا)

۲- رسالے عثمانیہ کاسکوں کے۔

۱۰- رسالے سالونیکی مجاہدین کے۔

ایک دستہ چرکسوں کا۔

آرٹلری کمانڈر:- بریگیڈیر احمد پاشا۔

۳- باتریاں چھ چھ توپوں کی۔

ایک کمپنی انجینئروں کی۔

ہر رجمنٹ میں تین تین بلٹنیں تھیں۔

میزان:- ۴۶ بلٹن انفنٹری۔ ۱۹ رسالے کیولری۔ پانچ چرکس۔ بارہ باتریاں۔ ایک کمپنی انجینئر
جملہ ۳۰ ہزار آدمی اور ۷۲ توپیں۔

۸ستمبر کو عثمان پاشا کے زیر کمان جو کل فوج تھی اس کی تفصیل :-

مقام	کمانڈر	بٹالین	رسالے	باتریاں
افواج مقیمہ پلیونا	عثمان پاشا	۴۶	۱۹	۱۲
شمال مغربی سرحد کی فوج حسب ذیل	محمد عزت پاشا	۲۴	۱	۱
(۱) ویدن (ہیڈ کوارٹر)		۱۲	۱	۱
(۲) شمال مغربی سرحد پر		۴	۰	۰
(۳) لوم پلنکہ		۳	۰	۰
(۴) راہووا		۵	۰	۰
افواج متعینہ علاقہ بلقان حسب ذیل	شفقت پاشا	۲۸	۲	۵
(۱) ارخانیہ (ہیڈ کوارٹر)		۶	۱	۲
(۲) کورمازی اور طاشکسن		۱۲	۱	۱
(۳) اطراپول		۴	۰	۰
(۴) صوفیا		۶	۰	۲
کمکی کالم جو احمد حفظی پاشا[۱۳۱] کے زیر کمان ارخانیہ میں جمع ہو رہا تھا		۱۷	۶	۲
میزان کل فوج زیر کمان عثمان پاشا		۱۱۵	۲۸	۴۰

تفصیل مندرجہ بالا سے واضح ہو گیا ہو گا کہ اول ڈویژن میں چار دوسرے میں تین اور تیسرے میں دو باتریاں اور تین باتریاں زیر رو میں تھیں، ۷ستمبر کو علی الصباح تیسرے ڈویژن سے دو بٹالینیں اول ڈویژن کو منتقل کر دی گئیں جس سے اول میں ۱۴ اور دوسرے میں ۱۲ اور تیسرے میں ۱۰ بٹالینیں ہو گئیں پہلا ڈویژن عادل پاشا کے زیر کمان کیمپ کا دستہ یسار یعنی شمالی جانب اور شرقی گوشہ پر مامور تھا۔ دوسرا ڈویژن حسن صابری پاشا کے زیر کمان قلب لشکر اور جنوب مشرقی جانب پر مقیم تھا تیسرا ڈویژن طاہر پاشا کے زیر کمان لشکر کا دستہ یمین اور ٹھیک جنوبی جانب پر تھا۔ ریزرو فوج رفعت پاشا کے زیر کمان ہیڈ کوارٹر والی پہاڑی قصبہ پلیونا اور دو پل پر مامور تھا۔

[۱۳۱] احمد پاشا ۳۰ جولائی کی لڑائی میں زخمی ہو کر صوفیا چلے گئے جہاں وہ صحت یاب ہو گئے تھے۔ وہ فریق کے رتبہ پر ترقی یاب ہو کر ارخانیہ میں جو زبردست کمکی کالم جمع ہو رہا تھا اس کے کمانیر مقرر کیے گئے تھے ہم سب کو پوری امید تھی کہ وہ لڑائی سے پہلے پہنچ جائیں گے مگر وہ ۱۸ستمبر سے پہلے ارخانیہ سے روانہ ہوئے اور ۲۴ستمبر کو پلیونا پہنچے شفقت پاشا جن کے ماتحت ارخانیہ صوفیا۔ اطراپول۔ کورمازی اور طاشکسن کی تقسیم افواج تھیں۔ دوسری لڑائی کے بعد عثمان پاشا کے ماتحت کیے گئے تھے۔ کورمازی اور طاشکسن دسوبابا فوناقی کے جنوبی دہانہ پر واقع ہیں۔ مصنف

ہماری پوزیشن (وضع اقامت) ۳۰ رجولائی کی لڑائی کیطرح مثلث کی شکل میں تھی۔ اس مثلث شکل کا بالائی گوشہ (جو بجانب مشرق تھا) باش طابیوں پر تھا۔ قاعدہ کا شمالی کونہ اوپا نتز میں اور جنوبی کونہ کریشن[۵۲۲] میں تھا۔ پلیونا قاعدہ کے وسط میں تھا۔ کیمپ کی حدود ۳۰ رجولائی کے بعد صرف جنوب میں کریشن کیطرف بڑھائی گئی تھیں اسکی لمبائی شمالاً جنوباً اوپا نتز سے کریشن تک ۵½ میل اور غرباً شرقاً ویڈ پل سے باش طابیوں تک سات میل تھی ہماری لشکر کے فرودگاہ کا رقبہ ۲۰ میل مربع تھا اور مغربی جانب کے علاوہ جسپر مورچہ بندی نہیں کیگئی تھی کل سولہ میل لمبا تھا۔

ذیل میں پلیونا کیمپ کے ان مورچوں کی فہرست مع اسماء درج ہے جو ۱۰ رستمبر ۱۸۷۷ء کو موجود تھے۔

ٹھیک شمالی گوشہ میں اوپا نتز کے قریب اس سے شمال مشرق اور مشرق کی جانب میں تین مورچے تھے جن کے رُخ چاروں طرف کو تھے۔ یہ اوپا نتز مورچے پکارے جاتے تھے۔

شمالی جانب میں دو مورچے موضع بوکودا کے قریب جو موضع مذکور سے جنوب میں اسکے مقابل تھے انکا نام بوکودا مورچہ تھا۔ اور دو بڑے مورچے جانق بائر کی چوٹی اور شمالی ڈھلاؤ پر شمال رویہ تھے یہ مورچے کمی خندقوں کے ذریعہ سے آپس میں ملے ہوئے تھے۔ یہ خندقیں محفوظ راستہ اور سپاہیوں کے انمیں کھڑے ہوکر دشمن پر آتشباری کرنیکا دوہرا کام دیتی تھیں مشرق کیطرف بوکودا مورچوں اور مغرب کیطرف باش طابیوں تک بڑھی چلی گئی تھیں جس سے بوکودا سے باش طابیوں تک جنکا درمیانی فاصلہ چار میل تھا۔ مورچہ[۵۲۳] بندیکا مسلسل سلسلہ قائم ہوگیا ہوا تھا۔ آخر الذکر مورچے مشرقی و مغربی جانق بائر مورچے کہلاتے تھے۔

عین مشرقی گوشہ میں ایک دوسرے سے تین سو گز کے فاصلہ پر دو مربع شکل کے مورچے تھے انکو شمالی جنوبی باش طابیات یا باش طابیہ شمالی اور قاتلی طابیہ جنوبی پکارا جاتا تھا[۵۲۴]۔

جنوب مشرقی جانب میں دو بڑے مورچے اس پہاڑی کے جنوبی ڈھلاؤ پر تھے جو بلگرینی سڑک کے جنوب

ف۵۲۲ مقامات کریشن۔ اوپا نتز۔ بوکودا۔ اور گریو تنزا ہماری مورچہ بندی کی حدود سے باہر تھے ان کو کبھی دائرہ حفاظت کے اندر نہیں لیا گیا تھا۔ کیونکہ ان دیہات میں کلہم صرف بلغاری لوگ آباد تھے جنکو مورچہ بندی کے اندر لے لینے سے فائدہ کی بجائے الٹا نقصان پہونچتا۔ کیمپ کی حدود میں پلیونا کے سوا اور کوئی قصبہ یا گاؤں نہ تھا۔ مصنف

ف۵۲۳ دوسری لڑائی میں جانق بائر مورچوں اور بوکودا مورچوں کے درمیان نصف میل لمبا رخنہ تھا جو فوج سے بالکل خالی تھا۔ یہ کمی تنگ و مبالا خندقوں سے پوری ہوگئی تھی۔ مصنف

ف۵۲۴ گریو تنزا مورچے نمبر ا۔ اور نمبر ۲ روسی اپنی مورچوں کو کہتے تھے۔ جنوبی مورچہ (نمبر ا) روسیوں نے اخیر تک قبضہ میں رکھا تھا جو پھر نہ چھینا جاسکا اور ترکی افواج نے اسکا نام قاتلی طابیہ یعنی خونی باتری رکھ دیا۔ مصنف

اور ہیڈ کوارٹر والی پہاڑی سے مشرق میں تھے ان مورچوں کا رخ جنوب اور مشرق کیطرف تھا اور عطوف طابیہ۔ عمر طابیہ۔ ابراہیم طابیہ و خورم طابیہ پکارے جاتے تھے۔

عین جنوبی گوشہ میں ایک بڑا مورچہ جسکا رخ جنوب کیطرف تھا طلیختزا کے مشرق میں تھا اسکا نام طاہر طابیہ تھا۔ دو مربع شکل کے مورچے عیسیٰ طابیہ و قوانلق طابیہ طلیختزا سے مغرب میں پلیونا کے جنوبی کنارہ پر تھے اور چار مربع شکل کے مورچے پلیونا اور کریشن کے درمیان تھے۔ ان کے نام یونس طابیہ طلعت طابیہ۔ میلاس طابیہ و باغلر باشی طابیہ تھے۔

عین غربی گوشہ میں ایک مورچہ ویدپل کی حفاظت کے لیے تھا۔

لشکر کے اندر ہیڈ کوارٹر والی پہاڑی کے مشرقی ڈھلاؤ پر ایک بڑا مورچہ تھا۔ وہ مشرق رویہ اور اسکا نام احتیاط طابیہ تھا۔ اس فہرست کیساتھ ہی متذکرہ صدر مورچوں کے کمانڈروں کے نام اور ان کی فوجوں کی جمعیت کی فہرست دیدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بازوئے چپ یا دستۂ یسار

نام مورچہ	نام کمانڈر	تعداد جمعیت: پلٹن	تعداد جمعیت: توپیں
اوپانتز مورچے	سلیمان بک	۲	۶
بوکوا مورچہ	محمد ناظف بک	۴	۳
مغربی جانق باتر مورچہ . . .	عادل پاشا	۳	۶
شرقی ” ”	ادہم پاشا	۲	۳
باش طابیہ	حافظ بک	۲	۴
قانلی طابیہ	قو علی پاشا	۱	۲
میزان		۱۴	۲۴

۱؎ میں آخر الذکر چاروں مورچوں کو کریشن مورچے اور ۲ دوسرے کو پلیونا مورچے لکھونگا۔ وسی مورخ آخر الذکر دونو مورچوں کو بوسکو بیلاف مورچے کہتے ہیں۔ یہ چھئوں مورچے دوسری لڑائی کے بعد پلیونا سے ارخانیہ تک فوج کے رستہ کو محفوظ رکھنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ کیونکہ جیسا کہ کل کپ کو معلوم تھا عثمان پاشا پلیونا کو خالی کرکے آرخانیہ کو اپنی کارروائیوں کا مرکز اور صدر مقام بنانے کا ارادہ رکھتے تھے مگر مجلس حرب نے تاکیدی احکام بھیجے کہ پلیونا کو نہ چھوڑا جائے۔ باغلر باشی کے معنے تاکستان کا سر (چوٹی) ہے۔ روسی اس مورچہ کو باغ کا مورچہ لکھتے ہیں۔ مصنف

قلب

علوف طابیہ	علوف پاشا	۲	۴
لمابہ طابیہ	توفیق بک	۳	۴
عمر طابیہ	عمر بک	۳	۲
ابراہیم طابیہ	ابراہیم	۲	۴
خورم طابیہ	یاد نہیں	۲	۴
	میزان	۱۲	۱۸

بازوئے راست یا دستۂ یمین

طاہر طابیہ	طاہر پاشا	۳	۴
عیسے ”	میجر عیسے	۱	۰
قوانلق ”	رضا بک	۱	۲
یونس ”	یونس بک	۲	۳
طلعت ”	طلعت بک	۱	۳
میلاس ”	علی رضا بک	۱	۰
باغلر باشی ”	میجر راسم	۱	۰
	میزان	۱۰	۱۲

ریزرو

احتیاط طابیہ	رفعت پاشا	۳	۶
ہیڈ کوارٹری پہاڑی	احمد پاشا	۴	۶
پلیونا میں	—	۲	۰
ودپل	میجر کاظم	۱	۶
	میزان	۱۰	۱۸

خلاصہ

نام فوج و موقعہ	کمانڈر	پلٹن	توپیں	رسالے
دستۂ یسار یا اول ڈویژن	عادل پاشا	۱۴	۲۴	۲
قلب یا دوم ڈویژن	حسن صابری پاشا	۱۲	۱۸	۲
دستۂ یمین یا سوم ڈویژن	طاہر پاشا	۱۰	۱۲	۲
ریزرو	رفعت پاشا	۱۰	۱۸	۱۳
	میزان	۴۶	۷۲	۱۹

یکم ستمبر سے ۱۴ ستمبر تک یعنی احمد حفظی پاشا کے کام کے پہونچنے سے پہلے پلیونا فوج میں اعلیٰ افسر حسب ذیل تھے:-

مشیر:- عثمان پاشا

جرنیلان ڈویژن:- عادل پاشا۔ حسن صابری پاشا (آخر الذکر ۱۱ ستمبر کو زخمی ہو کر ناقابل جنگ ہو گیا)

جرنیلان برگیڈ:- طاہر پاشا (افسر سٹاف) قرہ علی پاشا (۱۱ ستمبر کو زخمی ہو گیا) عطوف پاشا۔ صادق پاشا۔ رفعت پاشا (۱۱ ستمبر کو زخمی ہوا) احمد پاشا (کمانڈر توپخانہ) ادہم پاشا (شروع ستمبر میں لوفچہ سے پہونچے) امین پاشا (۱۱ ستمبر کو زخمی ہوئے)

کرنیلان:- توفیق بک (لڑائی سے بعد ترقی یاب ہوا) یونس بک۔ حاسب بک (اعلیٰ ڈاکٹر) عثمان بک (کمانڈر فوج سواراں) صمدی بک۔ سعید بک۔ عمر بک خیبری بک۔ سلیمان بک۔ حافظ بک۔

لفٹنٹ کرنیل:- طلعت بک (پیادہ) محمد بک۔ محمد ناظف بک ابراہیم بک (۱۰ ستمبر کو شہید ہوا) رؤف بک عبداللہ بک۔ رضا بک (۱۱ ستمبر کو زخمی ہوا) علی رضا بک (۱۱ ستمبر کو شہید ہوا)۔

میری کمپنی مع دو دیگر پلٹنوں اور ایک باتری کے مغربی جانق بائر مورچہ میں تھی۔ ہمارا کرنیل اور فریق اور اسکا سٹاف بھی ہمارے ساتھ تھا۔ مورچہ سے تین سو گز کے فاصلہ پر عقب میں جانق بائر کے جنوبی ڈھلاؤ پر چوٹی کے ایک بڑھے ہوئے حصہ کی پناہ میں ہمارے مورچہ کی ریزرو فوج اور ہماری ڈویژن کے دونوں رسالوں کی فرودگاہ اور ہمارے سٹور و گودام تھے۔ دوسری دونو پلٹنوں میں آٹھ آٹھ اور میری پلٹن میں چار کمپنیاں تھیں۔ ان میں سے چار کمپنیاں (ایک پلٹن) مقابل کی اور بغلی خندقوں میں تھیں۔ چار کمپنیاں (نصف پلٹن) ان خندقوں میں تھی جنسے ہمارا مورچہ مشرقی مورچہ سے ملا ہوا تھا۔ چار (نصف پلٹن) سوار وں کے ساتھ ریزرو میں تھیں جو خندقیں بوکوا مورچوں کو ہمارے دونو مورچوں سے ملاتی تھیں انمیں سے اول الذکر کے گیریسن (فوج متعینہ) کی کچھ کمپنیاں مامور تھیں۔

میری کمپنی کے انتظام میں کچھ عرصہ سے ردّ و بدل ہو گیا تھا۔ اول سکوڈ (جو لفٹنٹ ہرور مرحوم کی تحت تھا) لفٹنٹ تراب کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ دوسرا سکوڈ جو میرا تھا سارجنٹ بقال کے ماتحت تھا تیسرا بدستور سابق جیک سیمور کے پاس تھا اور کلر سکوڈ پر لفٹنٹ مراد آصف مقرر کیا گیا تھا جو رنگروٹوں کا ایک دستہ لے کر اگست میں ایڈریانوپل سے آیا تھا۔ وہ آلائی لی تھا اور اسے حال ہی میں ملازم ثانی کے عہدہ پر ترقی ملی تھی۔ اسکی عمر بیس برس کی تھی وہ جفاکش محنتی۔ راست باز اور قابل اعتبار تھا لیکن چست و چالاک نہ تھا۔ اسکی عادات عامیانہ تھیں مگر چونکہ وہ کسی دوسرے کے کام سے کوئی غرض و واسطہ نہیں رکھتا تھا اور اپنے کام میں لگا رہتا تھا۔ میں اسے بہت پسند کرتا تھا۔ باوجود بتائش عمر وہ میرے احکام

کی نو بڑی خوشی سے تعمیل کرتا۔ اور کبھی کوئی نخرہ یا شیخی نہ کرتا۔ وہ ایڈریانوپل کے قریب جوار کا باشندہ تھا اسکا باپ ضابطیوں (جندرمہ) کا کپتان تھا جو اسوقت سلیمان پاشا کی فوج میں کام کر رہا تھا۔ ہم نے لڑائی کے لیے حسب ذیل انتظام کر چھوڑا تھا۔ ہمارے پاس فی سپاہی ۶۰۰ کے حساب سے کارتوس توپ چلانے کیلئے فی توپ ایک سو شیل۔ آٹھ دنوں کیلئے بسکٹ۔ روٹی۔ چاول کچھ مکئی دینے کے لیے کسی قدر چھل جاہ اور فی پلٹن چند شاخدار مویشی دیدیئے گئے۔ یہ سامان کچھ مورچوں کی گودامی کوٹھریوں میں اور کچھ کچے گودام گھروں میں جو خاص میں بنا لیئے گئے تھے رکھا گیا تھا۔ ہر سپاہی کو ساتھ رکھنے کے لیے اسّی اسّی کارتوس دیکر باقی صندوقوں میں بند کر دیئے گئے اور ان صندوقوں کو مورچہ اور خندقوں میں ایسی جگہ جہاں سے وہ بآسانی نکالے جاسکیں رکھدیئے گئے۔ ہر صندوق میں ایک ایک ہزار کارتوس تھے۔ زخمیوں کو اٹھانے کے لیئے ہر پلٹن کے واسطے دو دو یا تین تین گاڑیاں تھیں۔ اور ابتدائی مرہم پٹی کے لیے جانق بائر کے جنوبی ڈھلاؤ پر عارضی ہسپتال بنا دیا گیا تھا (غنیم کے مورچہ پر قابض ہو جانے کی صورت میں) گولہ بارود اور گودام کو فی الفور نکال لیجانے کے لیئے بیل گاڑیاں۔ بارکش گھوڑے اور توپخانہ کی گاڑیاں بالکل تیار کھڑی تھیں۔ خبر رسانی پرچہ کسوں کی متعدد جماعتیں مامور کی گئی تھیں جن کے ذریعہ سے ہم کو ہر ساعت اوپانتز بوتودا۔ باش طابیہ۔ ہیڈ کوارٹر اور پلیونا سے خبر ملتی رہتی تھی۔ کیولری کا ایک افسر ان جماعتوں کا سپرنٹنڈنٹ اور منتظم تھا۔ وہ گویا پوسٹماسٹر کے کام پر مامور تھا۔ ہم سے پرے باش طابیوں سے لیکر ہیڈ کوارٹر تک تار کا سلسلہ لگا ہوا تھا دونوں جانق بائر مورچوں میں ایک ایک بلا نصب تھا جنکے ساتھ سیڑھیاں بھی لگی ہوئی تھیں۔ یہ اس لیئے کھڑے کیے گئے تھے۔ کہ مؤذن صبح و شام ان پر چڑھکر آذان دیا کرے۔ لڑائی میں ان سے رصدگاہوں یا دیدبانوں کا کام لیا گیا۔ ہمارے مورچہ سے ہیڈ کوارٹر کی پہاڑی جو دو میل پر تھی دکھائی دیتی تھی جس سے نامہ و پیام کرنے کے لیے جھنڈیوں کی چند علامتیں مقرر کی گئیں تھیں ایک افسر کو دوربین دیکر صرف اس کام پر لگا دیا گیا تھا۔ باش طابیوں میں فن تلغرافی کا ایک کامل ماہر مع چند اسسٹنٹو کے موجود تھا کمپنی کمانیروں تک کل افسروں میں نوٹ بکیں (بیاضیں) اور پنسلیں تقسیم کی گئیں تھیں کل گھڑیاں ایک وقت سے برابر کردی گئیں۔ وقت کا معیار یہ تھا کہ غروب آفتاب کو ہمیشہ ۱۲ بجتے تھے ملک کے نقشے سب میں بانٹ دیئے گئے تھے۔ مورچہ اور خندقوں میں مساوی فاصلوں پر نوشیدنی پانی کے پیپے۔ بسکٹوں سے بھرے ہوئے ٹب اور نمک سے پر صندوق رکھدیئے گئے تھے۔ اور خاص آدمی اس کام پر لگا دیئے گئے تھے کہ انکو اوقات مقررہ پر بھرتے رہا کریں کھانا پکانے کے لیے متعدد جماعتیں قائم کرکے انتظام کیا گیا کہ

لڑائی کرنے والی صفوں کو ہمیشہ گرم کھانا ملے۔ رات کیوقت ہر کمپنی کے تین حصّے کیئے جاتے ان میں سے ایک پہرہ دیتا اور پھر باقی پوری وردی لگائے مسلح چار چار گھنٹے آرام کرکے نوبت بنوبت نوکری دیتے۔ دن کو متعدد ٹولیاں بنائی جاتیں جن کو دو دو چار کرکے باری باری نہانے دھونے کے لیے عقب میں بھیجدیا جاتا۔ ہر بٹالین سے رات کے وقت ایک جماعت کو اوزار اور لالٹینیں دیکر مورچوں وغیرہ کو جو نقصان پہونچا ہو اسکی مرمت کے لیئے بھیجا جاتا تھا۔ تیل زمین میں گڑھے کھود کر انمیں رکھا جاتا تھا جو اوپر سے چھتے ہوئے ہوتے تھے۔ انہی میں کچھ ایندھن بھی رکھا ہوا تھا۔ مگر وہ بہت کم تھا اور اسے بڑی کفایت شعاری سے خرچ کیا جاتا تھا۔ ہر بٹالین کے ساتھ مجروحین کو اٹھانے کے لیے حمالوں کی اپنی اپنی جماعتیں تھیں جنہوں نے سیدھی سادھی چارپائیاں تیار کرلی ہوئی تھیں ہر مورچہ میں آگ بجھانے کے لیئے ایک ایک خاص جماعت تھی جن کو ڈول ملے ہوئے تھے کہ اگر چارہ یا کسی اور گودام کو آگ لگے تو اسے فوراً بجھا دیں۔ پانی کا ذخیرہ ہر وقت کافی رکھنا بھی انہی جماعتوں کے ذمّہ تھا۔ گندہ پانی موریوں کے راستہ ایسی طرف نکالدیا جاتا تھا جہاں کسی کا گذر نہ ہوتا تھا اور وہاں اسکے لیے بڑے بڑے گڑھے کھود دیئے گئے تھے۔ ہر بعیدی چوکی کے لیے ایک چھوٹی سی گڑھی تھی اور ہر سنتری نے اپنے لیے مدور گڑھا کھود کر رائفل کے سہارے کیلیئے اسپر بینڈ بنالی ہوئی تھی ہمکو افسوس ہا کہ جہانتک ہمارے مورچہ کا تعلق تھا ہمکو اس عمدہ انتظام سے کام نہ لینا پڑا کیونکہ اس مورچہ پر حملہ نہ کیا گیا تھا۔

رِدوپل کی محافظ فوج اور آو پانتز مورچوں کے کمانڈروں کو حکم دیا گیا تھا کہ جبتک انکا ایک آدمی بھی زندہ ہے وہ اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں کیونکہ یہ دو مقام اصطلاحی طور سے ہمارے کیمپ کے مغربی اور شمالی دروازے تھے۔

تیسری لڑائی کے تمہیدی حالات کا بیان ختم کرنے سے پہلے روسی فوج حملہ آور کی بھی تفصیل درج کردینی (جو جنرل گروپاٹکن اور دیگر مورخین سے لیتے ہیں) مناسب معلوم ہوتی ہے :-

روسی مغربی فوج

کمانڈر :- پرنس چارلس والی رومانیا۔

اعلےٰ افسر سٹاف :- جنرل سٹولو۔

نام حصہ فوج	کمانڈر	بٹالین	رسالے	توپیں
نہم آرمی کور (دو ڈویژن)	جنرل کروڈنر	۲۰	۱۲	۱۰۰
چہارم آرمی کور (") .. - - -	جنرل کریلو	۲۲	۱۶	۸۸
رومانوی فوج (تین ڈویژن) - - - -	جنرل چرناٹ	۴۲	۳۲	۱۲۰
پرنس امرٹانسکی کا دستہ دوم کمانڈر .. -	سکوبیلاف	۲۰	۱۲	۹۰
کیولری ڈویژن - - - - -	جنرل لوشکارف	۰	۱۶	۱۲
توپخانہ محاصرہ	۰	-	۰	۲۰
متعدد کمکیں - - - - -	۰	۳	۳	۱۴
میزان		۱۰۷	۹۱	۴۴۴

جملہ ۱ لاکھ آدمی جن میں سے ۱۲ ہزار سوار تھے

فریقین کی طاقت کا موازنہ و تناسب یہ تھا:-

انفنٹری (فوج پیدل) روسی ۴۲ ہزار آدمی۔ ترک ۲۰ ہزار آدمی۔ یعنی روسی تقریباً دگنے تھے۔
کیولری (سوار) روسی ۱۲ ہزار ،، ترک ۲ ہزار ،، یعنی روسی چھ گنے تھے۔
آرٹلری (توپ خانہ) روسی ۴۴۴ توپیں۔ ترک ۷۲ توپیں۔ یعنی روسی توپیں تقریباً چھ گنی تھیں۔

تینوں و ما توی ڈویژن اور نہم کو روسی فوج کا بازوئے راست یا دستہ یمین۔ چہارم کو قلب اور آفرت اسکی کا دستہ بازوئے چپ یا دستہ یسار تھا۔ دونوں پہلوؤں پر تھی۔

باب (۱۰) دہم

پلیونا کی تیسری لڑائی ۷ ستمبر سے ۱۲ ستمبر ۱۸۷۷ء تک

۷ ستمبر جمعہ کے دن لفٹنٹ تراب نے جو اپنے سکوبیلر کو لیکر مورچہ کی محافظت و نگرانی کر رہا تھا مجھے ۶ بجے صبح کے وقت جگا کر کہا کہ گریوتسز ا اور راوی شیود کیطرف توپوں کی آواز سنائی دی ہے میں نے اپنے ذو نقارچیوں کو نقارے بجانیکا حکم دیا جسپر ایک منٹ سے کم عرصہ میں میری کمپنی مورچہ کی فصیل کے پیچھے بالکل تیار کھڑی ہوگئی گولہ انداز پہلے ہی اپنی اپنی توپوں کے پاس ہوشیار کھڑے تھے۔ چند لحظوں میں دوسری کمپنیاں بھی فصیل کے پیچھے پہونچ گئیں اور تھوڑی ہی دیر بعد میجر کرنیل ورعادل پاشا بھی ہمارے پاس پہنچ گئے۔

صبح خنک و درد ہندلی سی تھی۔ آندھی بند ہوگئی تھی لیکن تقاطر ہمارے حوصلے پست کر رہا تھا۔ زمین پھسلنی ہورہی تھی اور آسمان پر چو طرفہ گھٹا چھائی ہوئی تھی میں فصیل پر چڑھا اور گو ہم موقعہ پر مطلع کسیقدر صاف تھا مگر دشمن کو کسی جگہ نہ دیکھ سکا سفید دہند کے حائل ہونیکی وجہ سے جنوب اور جنوب مشرق کیطرف نگاہ کچھ کام نہ کر سکتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد موسم زیادہ صاف اور تقاطر بند ہوگیا۔ لیکن ساتھ ہی حبس اور ہمس پیدا ہو گیا ہوا بالکل بند تھی اور غلیظ ابخرات زمین کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ آٹھ بجے کے قریب جنوب اور جنوب مشرق میں توپوں کی گرج زیادہ بلند ہوگئی۔ پاشا طابیونکو میں نے روسی گولہ باری کا جواب دیتے ہوئے دیکھا لیکن دہند کیوجہ سے یہ نہ دیکھ سکا کہ بلگرینی سڑک سے پرے کے مورچے کیا کر رہے ہیں ہماری باتری نے آزمائشاً صرف ایک یا دو گولے چلائے مگر ہمارے مقابل کوئی دشمن موجود نہ تھا۔

تاریکی پڑنے تک سارا دن ہم سے دور گولہ باری ہوتی رہی ہماری دائیں طرف کے مورچے کے پیچھے کچھ خفیف سی آتشزدگی ہوئی جسپر خیمے مغرب کیطرف کرکے اور پانچسو گز پرے کر دیئے گئے خیموں کی اکھاڑنے

پلیونا کی تیسری لڑائی مورخہ ۱۱ و ۱۲ ستمبر ۱۸۷۷ء - وہ موقعے جن پ
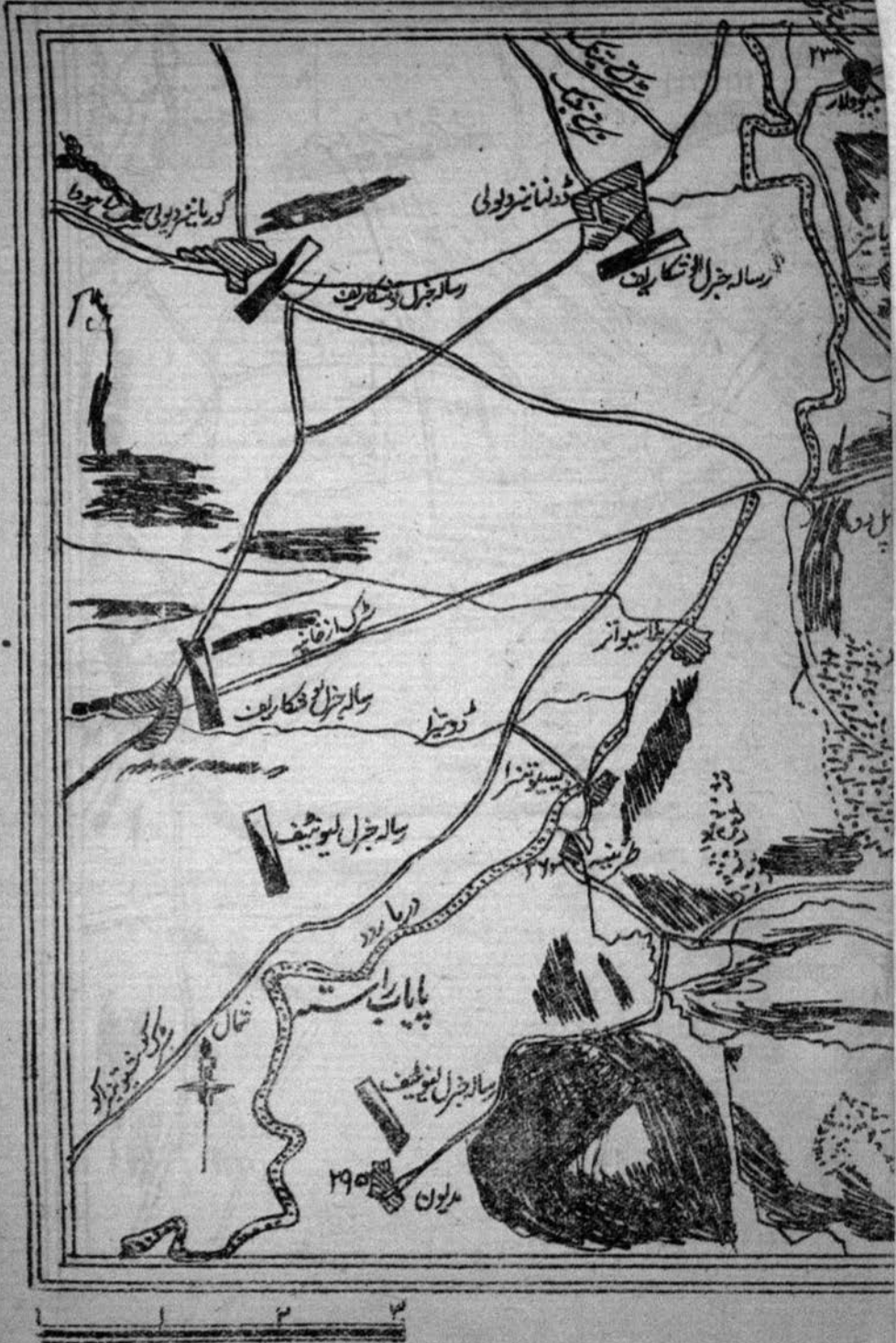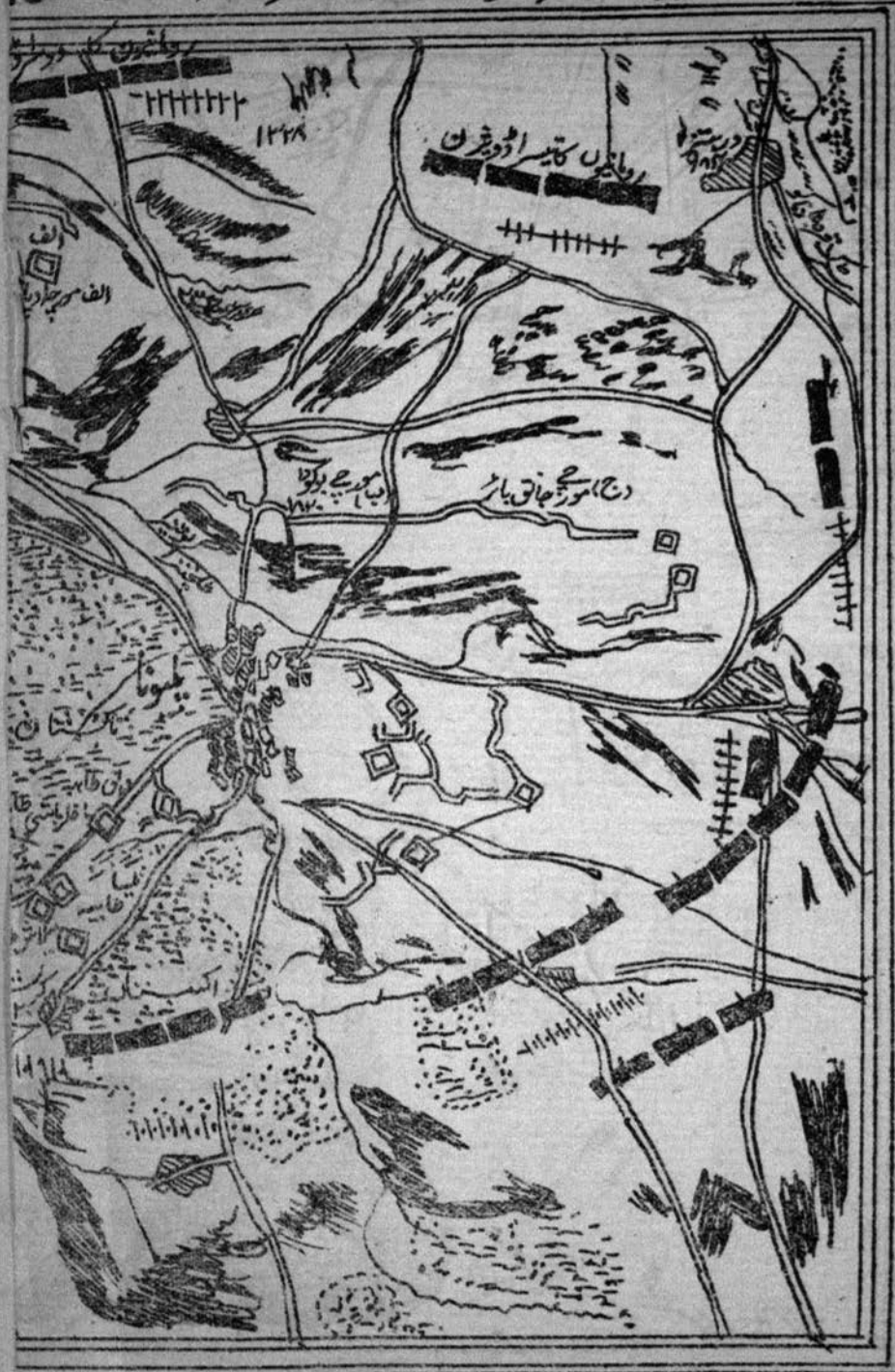
اور ہنگیرین میری کمپنی نے بھی مدد دی۔ عطوف طابیہ میں بھی آتشزدگی کا ایک واقعہ ہوا۔ چند گولے مشرق کیطرف سے آکر ہمارے مورچہ کے عقب میں ہم سے دوسو گز کے فاصلہ پر پھٹے۔ دوپہر کے وقت جیسا کہ میں پہلے باب میں ذکر کر چکا ہوں شمالی جانب کی فوج کی مدد کے لیے جنوب سے دو بٹلین آئیں۔ غالباً مشیر نے یہ خیال کیا ہوگا کہ روسی جنوب پر صرف دھوکہ دینے کے لیے گولہ باری کر کے فی الواقع ہمارے بازوی چپ (دستہ یسار) پر حملہ کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں اگر میرا یہ قیاس ٹھیک ہے تو مشیر کا خیال غلط نکلا۔ ہم سارا دن اپنی اپنی موقعہ پر تیار کھڑے رہے اور رات پڑنے پر بیکاری سے افسردہ دل نوبت بنوبت آرام کرتے رہے۔ مخالف کی گولہ باری سے ہمارے مورچوں یا فوجکو کوئی نقصان نہ پہنچا نہ اس نے کسی طرف حملہ کیا۔ راتکو روسی گریویتزا اور رادی شیوو سے بیس منٹ تک ہمیں بکھ وقفوں سے بندوقیں چلاتے رہے۔

دوسرے دن (۸ ستمبر) کو بھی تقریباً یہی کیفیت رہی اور موسم بدستور دھندلا اور ابر آلود رہا مگر بارش نہ ہوئی آواز سے قیاس ہوتا تھا کہ مخالفوں کی توپیں کل کی نسبت آج ہمارے مورچے کے زیادہ قریب پہونچ گئی ہیں۔ میں نے دیدبانی کے ٹیلے پر دوربین لگا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ روسیوں نے بھی اس پہاڑی کی چوٹی پر جس سے پہلے پلی شاط کی سڑک گزرتی ہے اسیطرح ایک ستون نصب کر کے اسپر دو دیدبان مامور کر رکھے ہیں دوپہر کے وقت دشمن کی باتریاں باش طابیہ سے ۱۵سو گز کے فاصلہ پر آگئیں۔ مناسب قلعہ پر کھڑا ہونے سے میں دوربین کے ذریعہ سے ان باتریوں کی سیاہ قطاروں کو دیکھ سکتا تھا۔ سہ پہر کے وقت رومانوی انفنٹری ان مورچوں کی مشرقی کیطرف نمودار ہوئی اور اس نے حملہ کی نمایش کی۔ مگر رائفلوں کی باڑھیں سر ہونے پر واپس ہٹ گئی اور دوسو مقتول و مجروح پیچھے چھوڑ گئی۔ اکثر مجروحین اسیر کر لیے گئے۔ اسوقت ہمیں معلوم ہوا کہ جنوب کیطرف بھی غنیم کا توپخانہ قریب پہونچ گیا ہے۔ گذشتہ دن کی نسبت اسدن ترکوں نے بہت زیادہ مستعدی سے پھٹنے والے گولے چلائے ہمارے مورچہ کے سامنے کوئی دشمن ظاہر نہ ہوا لیکن آوپانتز سے خبر آئی کہ رومانوی کیولری کے زبردست بیڑے مغرب کو جاتے دیکھے گئے ہیں۔ شام کو ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا ایمین کرشن اور پلیونا کے درمیان روسی انفنٹری سے خوب معرکہ آرا رہا اور اس مصاف میں دشمن کو سخت نقصان پہنچا۔ اسطرف روسی کمانڈر سکوبیلاف تھا جسکے فی الحقیقت ایکہزار آدمی اسدن ضائع ہوئے۔ رات کو بھی گولہ باری وقفوں کے ساتھ برابر جاری رہی باش طابیہ پر ہر پندرھویں منٹ گرا کرتے۔ دوسرے ترکی مورچے خاموش رہے آدھی رات کو غل مچا کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ جبکہ ہم فوراً چونک کر اپنی اپنی جگہ پر قائم ہو گئے۔ مشرق کیطرف رائفلوں کے پے در پے باڑھوں کی آواز سنائی دی ہمارے مورچہ کے سامنے کی خندقوں کے سپاہیوں نے اٹکل پچو تاریکی میں بندوقیں سر کیں مگر کوئی جواب نہ ملا اور تھوڑی دیر بعد یہ تحقیق ہوگئی کہ غلط شور پڑا تھا چنانچہ چند منٹوں میں پھر خاموشی چھا گئی اور ہم اپنی خوابگاہوں کو چلے گئے۔

۹ ستمبر کو پو پھٹتے ہی فریقین کے توپخانوں نے پھر طبع آزمائی شروع کردی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ترکی توپیں اور زیادہ مستعدی سے کام کر رہی تھیں۔ موسم تقریباً ویسا ہی رہا۔ صبح کو بارش ہو کر بعد میں ابر کھل گیا۔ دوپہر کے وقت دیدبان نے اطلاع دی کہ ہمارے مورچہ سے ایک میل شمال میں دشمن کی کیولری جمع ہے۔ عادل پاشا نے اپنے دو رسالے انکی طرف روانہ کئے۔ ایک پلٹن ہمارے مورچہ سے انکے پیچھے پیچھے گئی اور ہماری بیٹری نے گولہ باری شروع کردی۔ مگر غنیم شمال مغرب کی طرف جاکر نظر سے غایب ہوگیا۔ اور ہمارے سوار و سپاہی بلا مقابلہ واپس آگئے۔ سہ پہر کو میجر نے مجھے بتایا کہ روسی گولہ سے یونس طابیہ میں بارود کا میگزین اڑ گیا ہے جس سے پچاس آدمی قتل و زخمی ہوئے۔ اس حادثہ کے سوا روسی گولوں سے ہمارے کیمپ کو اور کوئی ایسا بڑا نقصان نہ پہنچا۔ ہماری فوج کا وہ حصہ جو کیمپ کے شمال میں تھا یعنی عادل کی فوج) لڑائی کے لیے نہایت بیقرار اور دشمن کی بے توجہی سے جو وہ اس سے کر رہا تھا سخت آزردہ ہو رہا تھا۔ سہ پہر کے ختم ہونیکے قریب میں ایک گھوڑا مانگ کر میجر کی اجازت سے ایک معائنہ و استکشافیہ جماعت کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اس جماعت میں باقاعدہ کیولری کا ایک رسالہ۔ چرکسوں کا ایک دستہ اور چند افسر تھے ہم نیکوپولی سڑک پر تین میل ڈلگی کے تھے کہ ورتینزا کے قریب رومانوی کیولری کی ایک چھوٹی سی جماعت ہمکو دکھائی دی جو ہمکو دیکھتے ہی گاؤں میں غائب ہوگئی۔ چرکس آگے نکلکر گاؤں کے مکانوں تک بڑھے چلے گئے جہاں انکی رائفلوں کی گولیوں سے تواضع کیگئی۔ سڑکیں خراب حالت میں تھیں جو لڑائی ہمارے حق میں بہت مفید تھا۔ کیمپ میں واپس پہونچنے پر ہم نے سنا کہ آج بھی ہمارے یمینی بازو کو غنیم سے لڑائی کرنی پڑی جسمیں ہمکو کامیابی نصیب ہوئی۔ رات با من و امان گذری۔ جنوب میں کبھی کبھی توپوں کی گرج ہیں چلتی رہیں جسکا ہم نے کوئی خیال نہ کیا۔

۱۰ ستمبر کو علی الصباح دونو طرف سے گولہ باری بڑے زور شور سے پھر شروع ہوگئی۔ گریوتنزا کی طرف سخت غلیظ دھند پھیلی ہوئی تھی جسمیں سے نگاہ مطلقاً کام نہیں کر سکتی تھی ہماری طرف مطلع کسیقدر صاف تھا۔ آج کے دن بھی ہمکو دشمن کی بے توجہی سے کمال آزردگی اور ملال پہونچا۔ ہمنے سنا کہ کریشین ہیں الفنٹری کا مقابلہ پھر شروع ہوگیا اور نیز روسی یونس بک کی مدد کے لیے فوج[*] روانہ کیگئی۔ بعد ازاں یساری بازو سے بھی تین پلٹنیں محمد ناظف بک کے ماتحت کریشین کیطرف روانہ کی گئیں۔ آویا نتز۔ بوگودا۔ اور شرقی جانوتیا کے مورچوں سے ایک ایک پلٹن لیکر یہ تینوں پلٹنیں بھیجی گئی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ ایسا شیر کو یقین ہوگیا تھا کہ روسی محض فریب دینے کے لیے جنوب میں لڑائی نہیں کر رہے۔ بلکہ وہ فی الحقیقت اسی طرف حملہ کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ باش طابیوں کے سوا روسیوں نے ہمارے یساری بازو پر کوئی حملہ نہ کیا اور اس لڑائی میں

[*] یونس بک کو ایمین پاشا کے زیر کمان جو دوسرے دن (۱۱ ستمبر) زخمی ہوا آٹھ پلٹنوں کی کمک بھیجی گئی تھی۔ مصنف

میرے مورچہ پر ایک گولہ بھی نہ پڑا۔ تین بجے دوپہر کے قریب ایک بڑے شعلے کے یکبارگی مشتعل ہو جانے سے ہم چونک پڑے اور کیا دیکھتے ہیں کہ چارہ کا ذخیرہ اور گودام کی چند جھونپڑیاں جو باش طابیوں کے عقب میں جمع تھا بڑی تیزی کے ساتھ جل رہی ہیں۔ تقریباً اسی وقت ترکی گولوں سے راوی شیوود کو آگ لگ گئی۔ ان دو آتش زدگیوں کے شعلے بائرہ کی چوٹی سے دکھائی دیتے تھے۔ غلیظ اور مکدر مطلع میں ان شعلوں کی دخان آمیز روشنی عجیب مہیب اور عظیم الشان نظارہ دکھا رہی تھی اور ہمارے جانب کے سوا اور سب طرفوں کی غضب آلود گولہ باری اس نظارہ کے حسب حال نغمہ سرائی کر رہی تھی چارہ کے جل جانے پر یہ آگ تو خود بخود جل کر بجھ گئی مگر گاؤں ساری رات جلتا رہا اور اس سے جنوب شرقی اُفق شاندار مگر خوفناک طرح سے روشن رہا۔ پانچ بجے بعد دوپہر بارش شروع ہو گئی جو خفیف سے وقفوں کے ساتھ ۱۳ ستمبر تک ہوتی رہی۔ شام کو ہمیں اطلاع ملی کہ جنوب میں اب تک ہم برابر منصور رہے ہیں۔ ہمارے لوگوں سے یلی نشاط سٹرک پر روسیوں کی بارود کی گاڑیوں میں آگ لگ گئی اور وہ اڑ گئیں اور کرابراہیم طابیہ میں روسیوں کے گولہ سے بارود کا میگزین اڑنے سے ہمارے تیس آدمی قتل و زخمی ہوئے اور لفٹننٹ کرنیل ابراہیم بک مورچہ کا کمانڈر بھی اس حادثہ میں شہید ہو گیا۔ رات کو بھی کبھی کبھی گولہ باری ہوتی رہی اور کوئی حادثہ یا واقعہ نہ گذرا۔

یہ چار دن متواتر گولہ باری روسی اپنے آخری حملہ عظیم کے لیے راستہ صاف کرنے کی غرض سے کرتے رہے تھے۔ ۹ ستمبر کو ختم ہوئی لیکن ان کا مدعا حاصل نہ ہوا۔ ۱۱ ستمبر کو ہمارے مورچے ویسے ہی مضبوط اور صحیح سالم تھے جیسے کہ ۷ ستمبر کو۔ دن کے وقت روسی لوگوں سے ان کو جو خفیف سا نقصان پہونچتا تھا وہ رات کے وقت درست کر دیا جاتا رہا۔ بلکہ اس اثنا میں کئی اور نئے کام بھی مثلاً عمر طابیہ کی خندقیں تیار کر لیے گئے تھے ان چار دنوں میں ہمارے کل پانچسو[1] آدمی قتل و زخمی ہوئے تھے۔ فوج پیدل کے معرکوں میں جو تین سو شخص اور میگزینوں کے اڑنے میں جو اسی آدمی ناقابل ہو گئے تھے۔ وہ بھی اس تعداد میں شامل ہیں۔ روسی گولہ باری سے شکستہ دل یا بے اوسان ہونا تو درکنار ترکی سپاہی الٹے روسی بیٹریوں پر ہنسی اڑاتے تھے۔ روسیوں نے ان دنوں میں تیس ہزار پھٹنے والے گولے ہم پر پھینکے جن سے صرف مندرجہ بالا نقصان ہوا۔ اس مسخر خیز ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ روسی توپوں نے اس قدر فاصلہ سے گولہ باری کی جو انکی ساخت اور طاقت کے لحاظ سے بہت زیادہ تھا۔ روسی گولہ انداز کمال ڈرپوک تھے۔ برعکس اسکے ترکی گولہ انداز ہر بات میں ان پر فوقیت رکھتے تھے۔

واقعی لڑائی ۱۱ ستمبر کو منگل کے دن شروع ہوئی طلوع آفتاب کے وقت بارش ہو رہی تھی اور سفید دھند چوطرفہ چھائی ہوئی تھی۔ دھند تو دوپہر کے قریب دور ہو گئی۔ لیکن بارش سارا دن کبھی کبھی موسلادھار اور

[1] ان دنوں میں روسیوں کے دو ہزار آدمی قتل و زخمی ہوئے۔ مصنف

زیادہ تر باآہستگی ہوتی رہی۔ زمین دلدل بنگئی تھی اور نمی کپڑوں سے گذرکر جلد تک پہنچ گئی تھی۔ پانی آخرکار ہماری خوابگاہوں اور گودامی کوٹھریوں میں بھی داخل ہوگیا اور کارتوسوں کو خشک رکھنے کے لیے انتظام کرنا پڑا۔ گولہ باری چند گھنٹوں تک سخت تیزی کے ساتھ ہوکر نو بجے بند ہوگئی اور دوپہر سے کچھ عرصہ پہلے پھر چاروں طرف سے شروع ہوکر ایک گھنٹہ بعد مدہم پڑگئی۔ دوپہر کے ڈیڑھ بجے جنوب کیطرف ہمنے رائفلوں کی آتشباری کی آواز سنی۔ میں ستون پر چڑھ گیا جہاں سے مجھے گریوتزا کے جنوب کیطرف کی پہاڑی کے ڈھلاؤ پر روسی انفنٹری کے دل کے دل دکھائی دیے۔ تین بجے باشی بازوقوں کی فوج بڑی سرگرمی سے مشغول پیکار تھی۔ کرنیل نے خندقوں والی فوجکی ترتیب بدلدی۔ آٹھ کمپنیاں (ایک بٹالین) اسطرح سے تقسیم کی گئیں کہ مورچہ اور سبکی خندقوں کی حفاظت کرسکیں۔ جو خندق مشرقی مورچہ کو جاتی تھی اسکو سپاہی واپس بلالیے گئے اور انکی جگہ دوسرے مورچہ کے سپاہیوں نے لے لی۔ اس ترتیب سے دو پلٹنیں (ایک میری اور ایک دوسری) فارغ ہوگئیں جنکی پائرکی چوٹی پر پانچ کالم (عمود دروانگی یا کوچ) کی شکل میں صف بندی کی گئی۔ سوقت باشی بازوقوں کے ایک جرکسی اردلی نے آکر خبر دی کہ رومانوی فوج نے سخت تندی کے ساتھ حملہ کیا تھا وہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کردی گئی ہے۔

چار بجے آدہا نسترہ۔ بوکووا۔ اور ہمارے مورچہ کے سوا باقی سب جگہ میدان کارزار گرم رہا تھا۔ بارش بدستور زورشور سے ہورہی تھی۔ البتہ دھند کسیقدر دور ہوگئی تھی۔ بلند جگہوں پر کھڑے ہونے یا دوربینوں کے ذریعہ سے دیکھنے کے سوا ہماری طرف والوں کو جنگ کی کیفیت دکھائی نہیں دیسکتی تھی لیکن لڑائی کا شور و شغب اچھی طرح سن سکتے تھے۔ اور اس شور و شغب کی یہ کیفیت تھی کہ الامان۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ رعد و برق کا طوفان عظیم چلرہا ہے جو کائنات کی کل عناصر کو جدا جدا کرکے اسے نیست و نابود کررہا ہے غلیظ نم آلودہ ہوا بارود کے دھوئیں کو اوپر اٹھنے سے مانع تھی جو بڑے بڑے سفید دخانی گیند ونکی شکل میں آہستہ آہستہ زمین پر ادھر ادھر لڑھکتا ہوا اپنی بو سبکے دماغ تک پہنچارہا تھا جس طرح بہادر آدمی کے کانوں کیلیے فولاد کی شاندار جھنکار سے بڑھکر کوئی راگ (خواہ وہ استاد زمانہ گویے یا موسیقی نواز کے ہاتھ یا حلق سے نکل رہا ہو) نہیں ہوسکتا۔ اسیطرح اسکے نتھنوں کو بارود کی بو سے بڑھکر کوئی خوشبو عزیز نہیں ہوسکتی جن لوگوں کو کبھی میدان کارزار میں موجود ہونا نصیب ہوا ہو انکو بخوبی معلوم ہے کہ یہ بو سپاہی کیلیے وہی حکم رکھتی ہے جو مست سانڈھ کیلیے سرخ چیتھڑا۔ ہمارے ارد گرد سپاہی اپنی جانوں پر کھیل رہے تھے اور ہم بیکار کھڑے تھے۔ اس عالم بیکاری میں اس بو کو سونگھ سونگھ کر ہماری زبان سے بے اختیار انکے حق میں جنھوں نے ہمکو وہاں روک رکھا تھا بددعائیں نکلتی تھیں گھوڑے بھی انسانوں کی طرح سخت بیقرار ہوکے زور سے

ہنہناتے تھے۔ منٹ ہمکو صدیاں معلوم ہو رہے تھے اور ہر شخص کی آنکھ مورچہ کے دروازہ پر لگی ہوئی تھی کیونکہ پیشقدمی کے حکم کا فرمان اسی کے راستہ ہم تک پہونچ سکتا تھا۔

دونوں پلٹنیں مورچہ کے عقب میں متوازی مارچ کالموں میں صف بستہ کھڑی تھیں اور تمام جزئیات کی پڑتال بخوبی کر لیگئی تھی۔ اسبارہ میں ہمارے میجر کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ ہر رائفل بہترین حالت میں تھی۔ کل کے پاس فی سپاہی اسّی اسّی کارتوس کے حساب سے سامان حرب موجود تھا۔ چھوٹے لبکٹوں اور بوتلیں پانی سے بھری ہوئی تھیں۔ ہم افسروں کی تلواریں استرے کی دھار سے تیز تھیں۔ اور ہمارے ریوالور کے تمام خانے بھرے ہوئے تھے۔ چار بجے عادل پاشا کا ایڈ یکانگ گھوڑا دوڑاتا ہوا ہمارے پاس پہنچا اور اسیوقت دوسری پلٹن کو باشی طابیوں کیطرف بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ مجھے میجر سے معلوم ہوا کہ رومانوی ایک روسی ڈویژن کو ساتھ لے کر ان مورچوں پر دوبارہ حملہ کرنیکی تیاریاں کر رہے ہیں۔

پانچ منٹ بعد ملگوینی شرک پر گریونٹرال کیطرف سے ایک چرکس سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ وہ سر سے پاؤں تک دھوئیں سے لتھڑا ہوا تھا اور ایسی تیزی کے ساتھ آیا تھا کہ قریب پہنچکر اسکا گھوڑا بیدم ہوکر گر پڑا۔ عادل اور اسکا سٹاف اسکی طرف آگے بڑھے۔ انمیں اور آنیوالے میں جلد جلد کچھ گفتگو ہوئی اسکے بعد عادل نے میجر کو اشارہ کر کے بلایا جو گھوڑے کو ایڑی لگا کر فوراً اسکے پاس پہنچگیا دونوں میں چند لفظوں کی بات چیت ہوئی پھر ہمارا افسر واپس آگیا اور رکابوں پر کھڑا ہو کر حکم سنایا۔ "یہ پلٹن بسرعت تمام کرلشین کو جائیگی۔" اس حکم کو آدھ منٹ نہ ہوا تھا کہ ہم "کیوک یاپچ" (نیز رفتاری کیساتھ) روانہ ہو گئے۔ عادل اور اسکے سٹاف کے افسروں نے تلواریں میان سے نکال لیں اور انکو ہلا کر الوداع کہا۔ اسکے جواب میں ہم نے زور سے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ ہم ڈھلوان چراگاہوں کیچڑ اور کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے جنپر کبھی مکئی اور گیہوں کاشت ہوتی تھی سیدھے گولہ باری کے منہ میں میدان کارزار کیطرف جہاں سے ہمکو سرمست کرنے والے ابخرات اٹھ کر ہماری پیشوائی کر رہے تھے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ اتنے میں بیرحم بارش موسلا دھار شروع ہو جاتی ہے مگر ہم اسکی کوئی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ہم پہلے ہی اسقدر تر ہو رہے تھے کہ اس سے زیادہ ہونا ممکن نہ تھا۔ میجر چرکس کو لیے آگے آگے تھا۔ پھر میری کمپنی تھی میں سب کے آگے اور کلر سکو ڈ میرے پیچھے تھا۔ لیکن ہمارا پیارا علم ترتبر ستون سے چمٹا ہوا تھا۔ اس سکو ڈ کے بعد آٹھ نقارچی تھے جو ہمارے کیچڑ آلود پاؤں میں چستی پیدا کرنے کے لیے اپنے نقاروں کو خوب زور سے بجاتے جاتے تھے۔ دوسری تینوں کمپنیاں کمپنی کالموں (ایک ایک کمپنی کا کالم) میں میری کمپنی سے پیچھے تھیں۔ سب سے آخری کمپنی کی تحویل میں چند خالی ایمبی گاڑیاں بھی تھیں۔

ہم چلے جا رہے تھے کہ نیپیئر نے مجھے اشارہ سے بلایا۔ اور جب میں قریب ہو چکا تو مجھے کہا " مجھے اندیشہ ہے کہ جنوب میں ہمیں شکست کھانی پڑیگی۔ یہ بات سپاہیوں کو نہ کہنا لیکن اپنے ساتھی سے ذکر کر دو۔ پھر تم دونو انگریزوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کرنا " میں سلام کرکے پیچھے ہٹ گیا اور جیک سے یہ بات کہی اس نے میرے ہاتھ کو دبا کر جواب دیا " ہم جلدی پھر انکی دُموں کو دیکھینگے " اس سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ گو یہ الفاظ چنداں شایستہ نہیں تاہم یہ زبردست پیرایہ اسکی شجاعت اور تیقن کو بخوبی ظاہر کر رہا ہے ہم اس رستہ پر چلے جا رہے تھے جس پر کہ دوسری لڑائی کے دن میں گذرا تھا۔ بائر کے جنوبی ڈھلاؤ سے نیچے اتر کر گریو تنز ابل کے جسکے قریب عثمانیہ کا سکوڈرن (جو گھوڑوں سے اترے ہوئے تھے) ایک دستہ اور شاسروں (طلیعہ) کی ایک کمپنی دو دو ہٹ ور تھ قسم کی توپیں لیکر مامور تھی عبور کرکے ہم بلگرینی ٹرک پر مغرب رویہ ہو گئے۔ پھر وہاں سے اس پہاڑی پر چڑھکر جہاں سے ۳۰ جولائی کو سنگینوں سے حملہ کیا گیا تھا اور جس پر کہ مرکزی یا قلب کے مورچے کھڑے تھے ہیڈ کوارٹر کی پہاڑی سے ہوتے ہوئے احتیاطا طابیہ کے پاس سے گذری۔ وہاں سے ہمکو دس یا بارہ سبز خیمے دکھائی دیئے مشیر اور انکا سٹاف انہی خیموں میں رہتا تھا۔ وہاں آدھا رسالہ جو عثمان پاشا کی فوج اردل میں سے تھا مستعد و تیار کھڑا ہوا تھا۔ مشیر اسوقت پہاڑی کے دوسرے (جنوبی) ڈھلاؤ پر تھے۔ جرکس انکو ہمارے پہنچنے کی اطلاع دینے کے لیے ہم سے الگ ہو گیا اور ہم کو دم لینے۔ بوٹوں کو کیچڑ سے صاف کرنے اور اِدھر اُدھر دیکھنے کا موقعہ ملگیا۔ گولہ باری سخت تندی کیساتھ ہو رہی تھی اور ہر چند لحظوں کے بعد اپنی میلینی بارود پر کمپنی فائر (کمپنی کی متفقہ آتشباری) کی خاص آواز بھی ہمکو سنائی دیتی تھی۔ احتیاط طابیہ آرٹلری (توپخانہ) کے سوا سپاہ سے تقریبًا خالی تھا۔ اردل کے رسالہ جرکسوں اور دو باتریوں کے سوا جو رادی شیبو کی طرف گولہ باری کر رہی تھیں۔ پہاڑی پر کوئی فوج نہ تھی کیونکہ ہر سپاہی جو بھیجا جاسکتا تھا جنوب کو بھیجدیا گیا ہوا تھا ہم جنوب رویہ کھڑے ہوئے تھے۔ ہماری دائیں طرف نصف میل کے فاصلہ پر زمین کے نشیب میں قصبہ بلیونا تھا اور بائیں جانب ہمارے مورچوں سے پرے گریوتنز اور رادمی شیبو کے درمیان دو میل کے فاصلہ پر وہ پہاڑی تھی جس پر غنیم کی صفیں موجود تھیں اسوقت ساڑھے چار یا پانچ کا عمل تھا روسیوں نے ہماری قلب پر جو حملہ کیا تھا اسمیں وہ شکست کھا کر اسوقت سے کچھ عرصہ پہلے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ عمر طابیہ کے سامنے چراگاہیں اور مکی[۸۹] کے اُجڑے ہوئے کھیت مُردوں اور قریب المرگ مجروحوں سے بھری ہوئے تھے روسیوں نے اسدن اس مورچہ کو فتح کرنے کے لیئے پانچ مرتبہ اسپر حملہ کیا۔ سالونیکی سپاہیوں نے جنکو ملنی

۸۹ - ابھی مکی کی درد کا وقت نہیں آیا تھا۔ لیکن بلیونا کے اردگرد کے کھیت فوجکی آمد و رفت سے اجڑ گئے تھے جہاں کہیں کھیت سالم بچے ہوئے تھے (مثلًا رادی شیبو کے قریب) وہاں مکی کے پودے پانچ پانچ چھ چھ فیٹ بلند تھے۔ مصنف

اُس موقعہ پر جہاں سی رادی شیبو دکی سڑک پلیونا سے جُدا ہوئی ہے کھڑا دیکھا۔ غنیم پر قابل تعریف حملہ کیا تھا آخری حملہ میں روسیوں کے معدودے چند سپاہی خود مورچہ[۹۰] میں گُھس گئے تھے۔ ابراہیم طابیہ پر جو قلب کے کل مورچوں سے آگے بڑھا ہوا تھا روسیوں نے حملہ نہ کیا مُڑ کر دیکھنے پر اس پہاڑی کی وجہ سے جسکی چوٹی پر طاہر طابیہ بنا ہوا تھا ہماری نظر آگے نہیں جا سکتی تھی۔

ہم نے بمشکل مین منٹ قیام کیا ہوگا کہ ہمارے میجر نے جو جرکس کے ساتھ گیا تھا واپس آکر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ہم دائیں جانب نیم زاویہ قائمہ کا مکر ہو گئے اور چوٹی سے گذر کر مشیر اور انکے سٹاف کے قریب پہونچ گئے۔ سٹاف میں چھ یا آٹھ افسر تھے۔ یہ سب گھوڑوں سے اُترے ہوئے تھے اور اُنکے گھوڑوں کو باقاعدہ سواروں کے دستے نے جو انکی اردل میں تھا پکڑا ہوا تھا۔ بیس یا تیس[۳۰] جرکس اپنے تبر دار۔ دراز دُم اور بدشکل چھوٹے

۹۰ عمر طابیہ پر روسیوں کی سات رجمنٹوں نے حملہ کیا جن میں سے ۴۰۰۰۔ آدمی ضائع ہوئے یعنے سات رجمنٹوں یا ۲۱ پلٹنوں کو ترکوں کی معدودے چند پلٹنوں نے نیست ونابود کر دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ محفوظ مقامات میں رہکر لڑنے سے خواہ وہ مقام کیسے ہی بھدے سادے بنے ہوئے کیوں نہ ہوں کسقدر فائدہ رہتا ہے لیکن اسکے ساتھ یہ شرط لازمی ہے کہ ایسے مقامات میں فوج بھی ترکی انفنٹری ایسی موجود ہو جو مدافعانہ پہلو پر کل یورپ میں ثابت قدم ترین اور سب سے زبردست مانی گئی ہے۔ کروپاٹکن[۱] اس تباہی بخش ناکامی کی وجہ یہ لکھتا ہے کہ دو رجمنٹیں وقت مقررہ سے دو گھنٹے پہلے چل پڑی تھیں۔ ان دونوں میں جو ادگلا اور یار وسلیو رجمنٹیں تھیں پانچ ہزار آدمی تھے جن میں سے ۳۰۰۰ ضائع ہو گئے۔ ہیرس مورخ تھیلو وان ٹروٹھا جو روسیوں کی طرفداری میں لکھتا ہے اور جسکا حوالہ میں کئی جگہ اوپر دیچکا ہوں اس ڈویژن کے کمانڈر جنرل شنشٹ نکوف پر جسنے دو رجمنٹوں کو دو گھنٹوں تک برباد ہونے دیا اور انکو کمک نہ بھیجی سخت لعن طعن کیا ہے اس جرنیل نے اس لحاظ سے گویا اپنے دل میں یہی فیصلہ کر لیا ہوگا کہ دو روسی رجمنٹیں کل ترکی کیمپ فتح کرنے کے لیے کافی ہیں سچی بات تو یہ ہے کہ اگر خود روسی مورخوں نے اسکی تصدیق نہ کی ہوتی تو ایسی اہم غلطی کے وقوع میں آنے پر کبھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا اسکا بدترین نتیجہ یہ ہوا کہ روسی فوج کے سپاہیوں میں اخلاقی جرأت بہت کم ہو گئی۔ ۱۱ ستمبر کو ۵ بجے بعد دوپہر یعنی حملہ کی ابتدا کے مقررہ شدہ وقت سے صرف دو گھنٹہ بعد ہی سٹو نے یہ تصور کر لیا تھا کہ میدان غنیم کے ہاتھ رہا ہے اور وہ عام پسپائی کا حکم دینے کا ارادہ کر رہا تھا حتی کہ شام کے وقت سکوبیلاف اور رومانیوں کی فتحیابی سے بھی اسکے فیصلہ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ ادھر اسی تاریخ کو عثمان پاشا یہ سمجھ بیٹھے کہ میدان ہاتھ سے گیا دونوں میں فرق اتنا تھا کہ سٹو نے بیجا اسی اور عثمان نے بوجوہات معقول یہ قیاس کیا تھا۔ قصہ مختصر دونوں مخالف کمانڈر جن کو ایک دوسرے کی کیفیت سے علم نہ تھا اپنی اپنی جگہ اپنے تئیں شکست خوردہ سمجھ بیٹھے تھے لیکن یہ ظاہر ہے کہ گو ایسا اکثر ہوا ہے کہ لڑائی بلاتصفیہ رہے ہے مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ دو فوجیں ایک ہی وقت شکست کھا جائیں اسموقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ درست چال کون چلا۔ جواب ہے عثمان جس نے فتح کے لیے آخری جانگداز کوشش کی اور میدان[۱] لے لیا۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ جبتک تم اپنے کل وسائل ختم نہ کر لو ہیچ اس ہو حصول مدعا سے دست بردار نہ ہو جاؤ۔ مصنف

[۱] یہ وہی کروپاٹکن ہے جو اسوقت محاربہ روس وجاپان میں روسی سپہ سالار ہے۔ مترجم

یا یوں برقاصد انکا کام دینے کیلئے تیار کھڑے تھے۔ عثمان پاشا اسوقت ایک نوجوان ایڈیکانگ (یاور) کو کچھ لکھا رہے تھے اور ساتھ ہی دوربین لگائے جنوب کیطرف دیکھ رہے تھے۔ مشیر کھڑے ہوئے تھے اور یاور ایک سٹول (دستہ پائی) پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک آرایش دار دیو قامت چرکس جسکا پست قامت گھوڑا اسکے قدوقامت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا حکم کو پہچانے کے لیے دوڑنے کے پاس منتظر کھڑا تھا۔ مشیر کے پیچھے تھوڑے سے فاصلہ پر ایک بیدھا سادہ شیڈ تھا جسمیں سے تار برقی کے تین سلسلے نکل کر مختلف سمتوں کو گئے ہوئے تھے۔ یہ تار گھر تھا۔ جب ہم قریب سے گذرے تو مشیر نے ہمکو بآواز بلند للکار کر کہا "تم اپنا فرض ادا کرو خدا اور اُسکا رسول تمہارے حامی ہونگے" سپاہیوں نے یہ سُنکر نعرہ اللہ اکبر بلند کیا لفٹنٹ صیف نے جھنڈے کو پکڑ کر خوب زور سے ہلایا۔ اور میں بھی تلوار سے سلامی اتار کر نعروں میں شریک ہوگیا۔ عثمان ہر وقت پنسل کان کے پیچھے رکھتے تھے جسکا پچھلا سر آگے ہوتا تھا۔ انہوں نے بے اختیار اس پنسل کو پکڑ لیا۔ یہ اُنکی عادت تھی۔ وہ خطرہ یا جوش کیوقت اپنی پنسل کو نہایت تیزی کے ساتھ بعینہ اسیطرح جسطرح کہ مسلح آدمی اپنی تلوار کے قبضہ کو پکڑ لیتا ہے پکڑ لیا کرتے تھے۔

ہم پھر دائیں جانب نیم زاویہ قائمہ کے رخ پہاڑی سے نیچے اتر کر قصبہ کے مکانات کیطرف ہوگئے۔ وہاں گاڑیوں کی قطار جو زخمیوں کو لے کر نرم زمین پر بصد مشکل شہر کیطرف جارہی تھیں ہمارے راستہ میں حائل ہوگئی جس سے چند لمحوں کے لیے بے ترتیبی سی ہوگئی۔ کیونکہ ہمارا کالم اس قطار کو زاویہ قائمہ پر کاٹ کر آگے بڑھ سکتا تھا۔ اسوقت ہمنے سو کے قریب آدمی دیکھے جو چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں یا فرداً فرداً ادہر اُدہر پھر رہے یا آنکھ بچا کر شہر کی گلیوں میں جا چھپنے کی کوشش کررہے تھے یہ وہ سپاہی تھے جو لڑائی میں اِدھر اُدھر منتشر ہوکر بھٹک گئے تھے۔ میجر نے بھی ان کو دیکھ لیا اور مجھکو حکم دیا کہ انکو اپنے ساتھ ملا لینے کی کوشش کرو اور ساتھ ہی بآواز بلند کہا کہ "اگر وہ انکار کریں تو انکو فوراً گولیوں سے ہلاک کردو" مینے جیک اور بقال کو للکارا اور ہم تینوں صفوں سے نکلکر فراریوں کیطرف گئے اور نرمی پیار۔ دلاسا دہکی تشدد۔ الغرض سب طرح کے حیلوں سے انکو جمع کرلانیکی کوشش کی۔ فہمایش و پند نصیحت کو زیادہ وزندار بنانے کے لیئے جیک اور میں دائیں ہاتھ میں ریوالور اور بقال رائفل لیے رہا۔ اسطرح ہم نے تیس آدمی جمع کرلیے باقی ہم سے آنکھ بچا کر نکل گئے۔ اسپر مینے اپنا ریوالور سر کیا۔ جیک نے بھی میری تقلید کی۔ فاصلہ زیادہ ہونیکی وجہ سے گولیاں کسی کو نہ لگیں تاہم اسکی طفیل بیس آدمی اور واپس آگئے در ایں اثنا ہمکو دیکھکر دوسری کمپنیوں سے بھی کچھ لفٹنٹ اور سارجنٹ آگئے انمیں سے ایکنے ایک فراری کو ٹانگ پر گولی ماری اور آخرکار ہم سب ستر آدمیوں کو اپنی پلٹن میں واپس لے آئے۔ میجر نے حکم دیا کہ "ان سب کو

مساوی تعداد سے چاروں کمپنیوں میں بانٹ دوں ہمنے جلد جلد انکو تقسیم کرلیا۔ میری تین سکوڈرول
کو انہیں سے پانچ پانچ یا چھ چھ آدمی ملے یہ لوگ اپنی نامردی پر خود ہی شرمندہ ہونے لگ گئے اور تھوڑی
دیر بعد جبلی شجاعت انہیں پھر عود کر آئی۔ تقسیم کے ختم ہوتے ہی ہم نے بڑھنا شروع کر دیا کیونکہ اس اثنا
میں گاڑیاں ہمارے مقابل سے گذر چکی تھیں) اور شہر کے کیچڑ دار اور تقریباً ناقابل گذر بازاروں میں
پہونچ گئے۔ وحشت زدہ باشندے اپنے اپنے دروازوں پر کھڑے تھے۔ ترک متردد و ہراساں اور بلغاری
منہ سوجائے ہوئے اور مشتبہ وضع جسے دیکھتے ہی شک گذرجاتا تھا کہ وہ کسی شرارت پر تلے ہوئے ہیں۔ بعض سپاہیوں
نے بسرعت رفتاری گذرتے ہوئے اپنی رائفلوں کو انکی طرف سیدھا کیا۔ لیکن افسروں نے انکو خونریزی سے
روکدیا۔ ایک کرسی سپاہی نے بلند آواز سے کہا۔ "یہ بدمعاشی کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں" اس شخص کے قیاس کی
تصدیق واقعات ابھی نے بخوبی کردی۔ میجر نے ایک ترک باشندہ کو بلایا جس نے ہمراہ ہوکر ہماری رہنمائی
کی بعض لوگوں نے سپاہیوں میں روٹی و مٹھائی تقسیم کی۔ انکے لیے صفوں میں کسیقدر گڑبڑ سی ہوگئی
چنانچہ جب انکا ذخیرہ ختم ہوگیا تو مینے شکر کیا۔ سپاہیوں نے فجر سے صرف بسکٹیں کھائی تھیں۔ وہ ان
لذیذ ماکولات کو فوراً چبا گئے۔ مسطح چھتوں سے مرد و عورت اور بچے جنوبی جانب کی لڑائی کو جہاں سکوبلاف
اور یونس بک جو ایکدوسرے کے مقابل ٹھیک جوڑ تھے پھر ایکدوسرے سے نبرد آزما تھے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔
میجر نے مجھے بتایا کہ ہیڈ کوارٹر اور کریشن مورچوں کے درمیان کا سلسلہ تار برقی کاٹ دیا گیا ہے۔ بدنیوجہ مشیر
کو یونس بک کی کوئی خبر نہیں اور ان کو اسکی سلامتی کا سخت اندیشہ ہورہا ہے اسکے علاوہ اس نے مجھے یہ بھی
بتایا کہ پلیونا کے مورچوں (عیسے و قوان لق طابیات) کیحالت سخت مخدوش ہو رہی ہے بلکہ اندیشہ ہے
کہ وہ اب تک دشمن کے قبضہ میں چلے گئے ہونگے اور اگر ایسا ہوگیا ہے یا ہوگیا تو کریشن مورچے باقی سب سے
جدا ہو جائیں گے اور خود شہر بھی معرض خطر میں پڑجائے گا۔

شہر میں داخل ہوکر بڑے بازار کے راستہ شمال رویہ ہوگئے۔ راستہ میں ہم ایک مسجد کے پاس سے
گذرے اسمیں چند سو خفیف مجروح اسیر و مقید تھے اور مسلح مسلمان مزدور اور فوجی ہسپتال کے شفایاب
سپاہی ان پر پہرہ دے رہے تھے چلتے چلتے شہر میں سے ہم نے کئی فرازی ساتھ طالب سعد آمینا کی سڑک پر چڑھکر
ہمنے شہر کو چھوڑ دیا۔ جب ہم میدان کارزار کے قریب پہونچے تو توپوں کی گرج اور آتشباری کی کڑاک سے کان
پھٹنے لگ گئے اور ہوئیں کے سیاہ بادل جنکو بارش اور غلیظ ہوا اوپر اٹھنے نہیں دیتی تھی کل میدان کو
ڈھانپے ہوئے تھے ہماری دائیں طرف تاکستان تھے جنکے درخت اور پودوں سے دوہری بارش ہورہی
تھی انمیں سقدر منتشر شدہ سپاہی پناہ گزین تھے مگر ہم سب کو اپنے ساتھ ہرگز شامل نہیں کرسکتے تھے۔

ہماری بلٹن میں پہلے ہی دو سو اجنبی شامل ہو چکے تھے۔ اصلی سپاہیونکی اعلیٰ شگفتگی و ردلاوری کو شکست خوردہ اور بے اوسان شخصونکی زیادہ تعداد کی شمولیت سے بگاڑنا قرین مصلحت نہ تھا۔ تاہم بعض سپاہی خود بخود ہمارے ساتھ شامل ہو گئے اور شاسروکی ایک کارپورل سے مجھے معلوم ہوا کہ قوان کی تی طابیہ دشمن کے ہاتھ میں ہیں اور وہ بارہ کی بارہ بلٹنیں جو یکے بعد دیگرے مختلف جوانب سے آئی تھیں شکست کھا کر منتشر ہو گئی ہیں۔ یہ سنکر میں میجر کے پاس دوڑا گیا اور اسکی خدمت میں عرض کرنیکی جرأت کی کہ اگر ہم طرنینا سڑک پر ہی آگے بڑھتے گئے تو آخر ہم ایسے موقعہ پر پہنچ جائینگے جہاں سے قوان لق طابیا صرف چار سو گز کے فاصلہ پر ہے، اور وہاں سے غنیم ہمارے بائیں پہلو پر آتشباری کر کے ہمکو بالکل نیست و نابود کر دیگا۔ میجر یہ بری خبر پہلے ہی چند جرکسونکی زبانی جو ہمکو گھوڑے دوڑاتے آملے تھے سن چکا تھا۔ اسکا اسپر ایسا برا اثر پڑا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اوسان ہار گیا ہے۔ وہ پکار اٹھا "آمین زخمی ہو گیا ایک مورچہ ہاتھ سے نکل گیا۔ بارہ بلٹنیں منتشر ہو چکی ہیں۔ اب صرف ایک تازہ دم بلٹن ہے بھلا یہ کیا کریگی۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے" اس گفتگو کے دوران میں کالم چلنے سے رک گیا ہوا تھا میں نے یہ دیکھکر کہ میجر کے اوسان جیسے کہ چاہئیں قائم و بجا نہیں ہیں تجویز پیش کی "وہ بہتر ہو کہ سپاہی بائیں رخ کو پلٹ جائیں تاکہ غنیم کے بالمقابل ہو جائیں" چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اتبک ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔ نہ ہم پر کوئی توپ یا بندوق سر ہوئی تھی لیکن ہم نے رخ بدلا ہی تھا کہ ایک گولہ ہماری صفوں میں آپھٹا جسکے پھٹتے ہی میجر کے ہوش و حواس فوراً قائم ہو گئے۔ اس نے فی الفور یہ احکام صادر کیے "سب سے پچھلی کمپنی سکرمشیر ونکی صف بنا کر آگے ہو جائے۔ دو کمپنیاں سڑک پر دائیں بائیں ہو جائیں۔ بازوئے چپ باغوں تک لمبا ہو جائے۔ ایک کمپنی عقب میں تاکستانوں میں ہو جائے"

ان سب احکام کی جھٹ پٹ کمال باقاعدگی کے ساتھ تعمیل ہو گئی۔

ہم سب بازوئے چپ کے سوا جو دو سو گز آگے بڑھ گیا تھا طرنینا سڑک پر تھے۔ ہمارا رخ عین جنوب کیجانب تھا اور ہم ربع دائرہ کی شکل میں جو جنوب رویہ تھا پھیلے ہوئے تھے۔ بازوئے راست کا آخری سرا پلیونا کے نصافانی آخری مکانات سے بمشکل پاؤ میل کے فاصلہ پر تھا اور بایاں بازو شہر کے باغات کے کنارہ تک پہنچا ہوا تھا طرنینا سڑک ایک تدریج اٹھتی ہوئی پہاڑی کے کنارے کنارے جنوب مغرب کیطرف جاتی ہے پہاڑی برکودھ کی چوٹی پر جو پلیونا سے ڈیڑھ میل ہے کرشین مورچہ نکا ہے سب شمالی مورچہ یا غلط باشی طابیہ تھا ہمارے پیچھے تاکستان تھے سامنے بالکل صاف کھیت جنکی زمین ہمارے مقابل تدریج اٹھتی چلی گئی تھی نچلی طرف ہمارے اور طلجیتسز کے درمیان ہم سے نصف میل کے فاصلہ پر قوانلق مورچہ تھا جو روسیوں نے فتح کر لیا ہوا تھا۔ ہوا ایسی گاڑھی اور دھواں ایسا غلیظ تھا کہ ہم اس مورچہ کو صرف کبھی کبھی دیکھ سکتے تھے

ابخرات اس چھوٹی سی وادی کے دامن میں موٹی موٹی تہوں میں چھائے ہوئے تھے۔

ہم کو اس حیثیت میں قائم ہوئے ایک منٹ ہی گذرا تھا کہ میجر نے ہم کمپنی افسروں کو بلایا۔ وہ اسوقت ایک لفٹنٹ کرنیل ارضا بک سے جو ہمکو دیکھکر باغلر باشی سے گھوڑا دوڑا کر آیا تھا اصلاح و مشورہ کر رہا تھا دشمن نے غالباً ہمکو اسموقعہ پر قائم ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ ہمپر کوئی آتشباری رائفلوں سے نکیگئی تھی اور پہلے گولے کے بعد صرف دو اور گولے ہم پر پڑے تھے جن سے کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔ میرا خیال ہے کہ غنیم کو اسطرف سے حملہ ہونیکی توقع نہ تھی۔ اسی لیے اس نے ادھر توجہ نہ کی اور نہ اسکو ہماری موجودگی کا علم ہوا۔ میجر کے پاس جاکر ہمکو حسب ذیل معلوم ہوا۔

رفعت پاشا کے پاس جو بہت سویرے میدان کارزار کیطرف بھیجا گیا تھا اب صرف شاسروں کی چار کمپنیاں ہیں اسکی باقیماندہ فوج یعنی آٹھ پلٹنیں امیں پاشا کی اور چار وہ پلٹنیں جنکو وہ اپنے ساتھ لایا تھا قوانلق طابیہ کے فتح ہونے پر منتشر ہوگئی ہے۔ کریشن مورچے ابھی تک ہمارے ہاتھ میں ہیں۔

نگراں میں سب سے جنوبی مورچہ یعنی یونس طابیہ ایسی خطرناک حالت میں ہے کہ یونس بک نے اپنی تینوں توپیں وہاں سے پیچھے ہٹادی ہیں عیسیٰ طابیہ کو اگر دشمن نے ابتک نہیں لیا تو عنقریب یقیناً لیلیگا۔ محمود پاشا اسوقت قوانلق پر حملہ کرنے سے پیشتر منتشر شدہ سپاہیوں کی کچھ تعداد کو باغلر باشی میں جمع کر رہا ہی ہمکو خواہ کستقدر نقصان ہو اپنے موقعہ پر قائم رہنا چاہیئے تاکہ دشمن پلیونا میں داخل نہ ہوسکے اور جب باغلر باشی سے اشارہ کیا جائے تو ہم شمال کیطرف سے قوانلق پر حملہ کریں۔ رفعت اپنے دستہ کو لیکر مغرب سے حملہ کریگا۔ شاسروں کی چاروں کمپنیاں ہماری صفوں کے پھیلاؤ کو بڑھانے کے لیے ہمارے دائیں پہلو کو آملینگی۔ اسکے بعد رضا بک نے حکم دیا کہ جو شخص صفوں سے نکلنے کی کوشش کرے اسے فوراً گولی ماردو۔

ہم ابھی صلاح و مشورہ کر رہے تھے کہ شاسر پہنچکر ہمارے دائیں پہلو پر صف بستہ ہوگئے۔ انکی ایک کمپنی سکرمشروں کی صف میں آگئی۔ دو کمپنیاں کمپنی کالموں میں سڑک پر اور ایک کمپنی عقب میں تاکستانوں میں قائم ہوگئی انکا میجر ساتھ تھا۔ وہ بھی رضا بک کے پاس گیا اور رضا بک نے اس ڈیڑھ پلٹن کو جسپر فوج کی امید اور لڑائی کا پانسہ منحصر تھا اپنی کمان میں لیلیا اور ہم کمپنیوں کو واپس چلے گئے۔ ان میں ایک کمپنی طویل پھیلی ہوئی قطار میں آگئی۔ ایک سو گز کے فاصلہ پر عقب میں بطور ریزرو تاکستانوں میں دو دو دیری اور ایک دوسری اسموقعہ پر تھیں جسکی بائیں طرف پلیونا کے باغ اور دائیں طرف شاسر کمپنیاں تھیں میں نے اپنی کمپنی کو دو صفوں میں آراستہ کیا۔ نواب اور اقبال کے سکواڈ اور نیز کلر سکواڈ پہلی صف میں اور تیمور کا سکواڈ اور پچاس بھٹکے ہوئے سپاہیوں کا عارضی دستہ دوسری صف میں تھا۔ اس دستہ کی کمان میں

مینے ایک اجنبی لفٹنٹ کو جس نے تاکستانوں میں فراریوں کے جمع کرنے میں بیحد کوشش کی تھی اور اپنے سپاہی لیکر ہم سے آملا تھا مقرر کردیا تھا اسوقت ساڑھے پانچ بجے ہونگے۔ کرکش ادوبسی طابیہ کیطرف سے توپونکی گرج اور رائفلی آتشباری کی کڑک مسلسل جاری تھی جسکی وجہ سے ایکدوسرے کو دور سے آواز دیکر خبر پہنچانا مشکل ہو رہا تھا۔ اتنے میں ہم نے یکبارگی اس وادی میں جو ہم سے نیچے تھی اور جسمیں دھند اور دھوئیں کا غلیظ ابر چھایا ہوا تھا رائفلوں کے چلنے کے شعلے دیکھے وادی مذکور میں اندھیرا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ہمارے سکرمشیر غنیم پر ثابت قدمی اور باقاعدگی کے ساتھ آتشباری کر رہے تھے۔ اب غنیم کی گولیاں میرے پاس سے گذرنی شروع ہوئیں اور میری کمپنی کے چند آدمی گولیاں کھاکر زمین پر گر پڑے پھٹنے والے گولے ہمارے سروں سے گذر کر تاکستانوں میں گرنے لگ گئے۔ رضابک نے جو میرے قریب کھڑا تھا دوربین لگاکر باغلر باشی کیطرف دیکھا۔ اسنے قریب ترین بگلچی کو بآواز بلند للکارا اور فوجکو آگے بڑھنے کا حکم سُنا دیا۔ ہمارے سکرمشیر پیچھے ہو کر فوج کے درمیانی حصہ کو ملے اور ہمیں آملے چل گئے اور کالم نے بڑھنا شروع کیا۔ اپنی دائیں طرف مینے ایک گہری خندق دیکھی وہ قوانلق طابیہ کی تھی اور ہماری طرف آکر ختم ہوتی تھی۔ وہاں روسیوں نے اسکے دہانہ پر مُردہ سپاہیوں کی لاشوں کی دیوار بنائی تھی۔ اور اسکے پیچھے کھڑے ہو کر اسکے اوپر سے باڑ میں مار رہے تھے۔ آگے بڑھنے پر خوفناک باڑھ سے ہماری تواضع کی گئی۔ مگر ہر پانچویں چھٹے قدم پر رائفلیں چلاتے ہوئے ہم برابر آگے بڑھتے گئے۔ شاسرونکا میجر گھوڑے سمیت گولی کھاکر زمین پر گر پڑا ہم دھوئیں اور دھند کے تاریک بادل میں در آئے۔ وہاں سے دو سو گز کے فاصلہ پر ہم کو قوانلق طابیہ کے تاریک پشتے دکھائی دیئے۔ روسی شاسروں کے دل کے دل ہمارے سامنے کھڑے تھے غنیم کی آتشباری نے جس سے کئی ہلاک و زخمی ہوئے۔ ہماری صفوں کو پہلے تو کھڑا کر دیا اور پھر اُلٹے پاؤں پیچھے کو ہٹا دیا تھوڑی دیر بعد بگلچی نے مراجعت کا حکم سنا دیا۔ دائیں طرف مینے شاسروں کو دیکھا کہ وہ جنوب روبہ ہم سے ہٹے جا رہے ہیں مینے اسسے قیاس کیا جو بعد میں درست ثابت ہوا کہ وہ باغلر باشی کیطرف چلے جا رہے ہیں اور کہ (گو کوئی ایسا حکم صادر نہیں ہوا تھا) دشمن کو جسنے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ ہماری صف کو دو حصوں میں تقسیم کرمینے سے روکنے کے لیے شاسروں کی تقلید کرنا قرین مصلحت ہے یہ سوچتے قائم کرکے ہم مسلسل باڑھیں مارتے ہوئے کسیقدر پچھلی طرف اور کسیقدر دائیں جانب کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے گئے اور روسی اسی رفتار سے آگے آگے بڑھتے آتے۔ جس سے دونوں فریقوں کے درمیان وہی دو سو گز کا فاصلہ برابر قائم رہا۔ قریباً تین منٹ تک برابر یہی کیفیت رہی۔ بعد ازاں بگلچیوں نے پھر حملہ کا حکم سنایا۔ اور ریزرو کمپنیوں کو بھی آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ رضابک حملہ آور صف کے آگے آگے تھے اور ہمارا میجر اسکے ساتھ ساتھ ابھی تک ہماری سپاہ کی

ترتیب بالکل مکمل اور ٹھیک قابو میں تھی۔ ہم تیز قدمی سے آگے بڑھے جب غنیم رُک گیا اور ہم مورچہ سے ایک سو گز کے
فاصلہ تک پہنچ گئے مگر وہاں پہونچتے ہی غنیم کی تباہی بخش باڑھ سے ہماری صفوں میں کئی گہرے رخنے پڑ گئے۔
ہماری رفتار سست ہوگئی۔ آخر ہم رک گئے اور صفیں ڈگمگانی شروع ہوگئیں پہلے ایک آدمی نے رخ پھیرا پھر
دوسرے نے بعد ازاں دو دو چار چار کی ٹولیاں اور آخر کار کل کالم دائیں طرف کو ہوگیا۔ کیونکہ ہم سب کی عقل حیوانی
نے بتا دیا تھا کہ ہمارے لیے باغلر باشی کے سوا اور کوئی مامن و پناہ نہیں۔ لیکن جب ہم مورچہ سے پھر ۲۵۰ گز پر
ہو گئے تو رضا نے کھڑے ہو کر للکارا "واپس آؤ" اور نہایت تندی و تیزی کے ساتھ تلوار کو پیچھے ہٹتے ہوئے
انبوہ پر ہلایا۔ میجر اُس سے جا ملا۔ پھر میں بھی سارجنٹ نقال اور بارہ ایک سپاہی لیکر اسکے پاس پہنچ گیا
لفٹنٹ آصف نے علم کو کارپورل سے جو بے تحاشا بھاگنے لگ گیا تھا پکڑ لیا اور ہماری جماعت میں
آگیا۔ بعد ازاں ہماری پلٹن کے بیس تیس سپاہی اور اسیقدر شاسر آملے مینے ادہر اُدہر حبیب کو دیکھا اور دل
ہی دل میں سوال کیا "وہ یہاں کیوں موجود نہیں؟" مگر وہ اور اسکا دستہ غائب ہو گیا۔ مینے ان کو شام کی
بڑھتی ہوئی تاریکی میں طرنمیا سڑک کیطرف بائیں رُخ جاتے دیکھا۔ ایسا کرنے میں وہ درستی پر تھا کیونکہ تاوقتیکہ
اسکے برخلاف حکم صادر ہوا ہو مراجعت ہمیشہ اسی جگہ کیطرف کرنی چاہیے جہاں سے کہ حملہ کیا گیا ہو
لیکن اگر میری کمپنی بھی ایسا ہی کرتی تو ہم شاسروں سے جدا اور باغلر باشی سے بے تعلق ہو جاتے لڑائی میں
اکثر ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں ٹھیک دو متضاد رایوں میں سے کسی کو بھی غلط قرار نہیں
دیا جاسکتا۔ یہ مراجعت کا مسئلہ بھی انہی صورتوں میں سے تھا۔

اب سوچنے کا کوئی وقت نہیں تھا ہمارے چھوٹے سے گروہ میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی جمع ہو گئے تھے
ہم اس جگہ پر ایک منٹ بھر ٹھہرے اور اس عرصہ میں غنیم کی آتشباری سے سخت نقصان اٹھایا۔
چنانچہ وہاں ٹھہر کر نیست و نابود ہونے کی نسبت آگے بڑھنا آسان کام تھا۔ ہم بالکل بجو تیز قدمی
سے مورچہ کیطرف بڑھے کیونکہ ہر لحظہ تاریکی زیادہ ہوتی جاتی تھی آخر جب ہم یکبارگی روسی سکر مشروں سے
پندرہ قدم کے فاصلہ پر پہنچ گئے میں نے اپنا ریوالور سر کیا۔ اسی لحظہ ہم نے گھوڑوں کے سموں کی ٹاپ سنی
اور جلد جلد مربع کی تین طرفیں درست کریں۔ پچاس سوار سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہمارے سر پر پہنچ گئے جس
طرح ہم انکو پہچان نہیں سکے تھے کہ وہ اپنے ہیں یا بیگانے اسیطرح وہ بھی ہمکو شناخت نہ کر سکنے کیوجہ سے تردد
میں تھے۔ آخر ہمکو معلوم ہو گیا کہ وہ مخالف یعنی کاسک ہیں مینے انمیں سے ایک لیفٹننٹ بدشکل شیطان
کو گولی مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا جس سے مجھے کمال خوشی ہوئی۔ رضا نے اسوقت دانت پیسکر کہا "یہاں
ٹھہرنا یا لڑنا بیفائدہ ہے ہمکو ہٹ جانا چاہیے" ہمنے باغلر باشی کیطرف رخ اور مراجعت شروع کر دی۔

کاسک ہمارے قدم دبارے چلے آئے جب ہر انکا مقابلہ کرنے کے لیے ہمکو پھر رُخ بدلنا پڑا۔ ہماری باڑھوں سے وہ منتشر ہوگئے۔ لیکن چند بالکل قریب پہونچ گئے جن سے دست بدست لڑائی کیگئی مجھے اپنی تلوار استعمال میں لانی پڑی۔ میرے پاس کا ایک سپاہی ایک کاسک کے نیزہ سے چھد گیا۔ جبین ہموقعہ پر شاسر دن کی ایک چھوٹی سی جماعت جس نے ہماری شکل کو دیکھ لیا تھا یا یونہی قیاس کر لیا تھا۔ ہماری مدد کو آپہونچی ہم نے مزید تعاقب کو روکنے کے لیے تاریکی میں کاسکوں پر گولیاں چلائیں اتنے میں چرکسوں کا ایک دستہ ہم سے آملا۔ وہ کاسکونکی تلاش میں ادہر ادہر پھیل گئے جو انکو آخر کار ملگئے اور انکے درمیان تھوڑی لڑائی بھی ہوئی۔ اس اثنا میں ہم باغلر باشی میں پہونچ گئے جہاں ہمارے اکثر آدمی ہم سے پہلے پہونچ چکے تھے۔ مورچہ میں اسقدر آدمی بھرے ہوئے تھے کہ ہمکو خندقوں میں پناہ تلاش کرنے پر قناعت کرنی پڑی۔ ہمارے عارضی دستہ میں اسوقت سے لیکر جب وہ خود بخود رضا بک اور آصف بک کے جھنڈی کے گرد جمع ہوا تھا پناہ کے اندر آجانیکے وقت تک پچاس آدمی قتل و زخمی ہوئے۔ اب کامل اندھیرا چھا گیا تھا اور عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ پانچ یا چھ پلٹنوں کے آدمی آپسمیں گڈمڈ ہورہے تھے۔ بذاتہ مورچہ پر وہی پلٹن قابض تھی جو اسپر ابتدا مامور تھی وہ ابھی تک خاصی عمدہ حالت میں تھی جنہے میجر کو اپنی پلٹن کے آدمیوں کو جمع کرکے انکی پھر صف بندی کرنے میں مدد دی۔ تاریکی میں یہ کام بہت مشکل تھا مصنوعی روشنی کی کوئی اجازت نہ تھی کبھی کبھی دیا سلائی روشن کرلیجاتی تھی بے ترتیبی اور پریشانی کا کوئی حد و حساب نہ تھا۔ بعض آدمیوں نے آگ روشن کی لیکن افسروں نے اسکو فوراً بجھادیا تاکہ روسی گولندازوں کو اس سے ہمارے مورچہ کا ٹھیک موقعہ معلوم نہ ہوجائے۔ ایک سکویڈ اس کمپنی کا جو بطور ریزرو تاکستان میں تھی اور تیسرا اسکویڈ میری کمپنی کا غایب ہوگیا تھا وہ دونوں دوسری طرف کو بھیجے ہٹے تھے۔ اسکی نسبت ہم نے قیاس کرلیا کہ انہوں نے پلیونا میں پناہ جالی ہوگی۔

رفعت پاشا نے مورچہ کی آدھی پلٹن اور چار یا پانچ دوسری پلٹنوں کے باقیماندہ یعنی جملہ آٹھ سو آدمیوں سے حملہ کیا تھا اسکی ٹانگ میں گولی لگی جب سپاہی لے سے مورچہ کو جہاں مجروح ایسے پاشا اور کئی سو زخمی سپاہی موجود تھے واپس لیگئے میں نے اپنی کمپنی میں (تیسرے سکویڈ سے علاوہ) پچاس آدمی کم پائے۔ ان سے پہلے جو بھٹکے ہوئے سپاہی ساتھ ملالیے گئے تھے انکا اکثر حصہ پھر آوارہ ہوگیا تھا اور میرے پاس صرف ایکسو آدمی رہ گئے تھے۔ تراکے بازو پر گولی لگی تہی زخم صرف گوشت میں ہوا تھا لیکن اس سے خون بہت نکلا۔ آصف اور پلٹن کے جھنڈی محفوظ تھے۔ بقال کے رخسارے سے خون بہہ رہا یہ گولی جلد سے گھسرتی ہوئی گذر گئی تہی۔ مگر اس نے اس زخم کی کوئی پرواہ نہ کی اجنبی لفٹنٹ مفقود الخبر

تھا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ہلاک ہوگیا تھا۔ غیر حاضروں سمیت میری پلٹن سے ۲۵۰ آدمی کم ہو گئے تھے جن کا نصف بعد میں پلٹن کو آملا۔

ان شکست خوردہ اور بے اوسان سپاہیوں کے طوفانی تیزی میں جو سب کے سب جھڑی تک بھیگے ہوئے اور بھوک سے نیم جان ہو رہے تھے نظام و ترتیب قائم کرنا آسان کام نہ تھا مگر آخر کار ہم اس مشکل کام میں (جس میں اقبال نے کچھ تھوڑی مدد نہ دی تھی) کامیاب ہو گئے اور بلہ سے دو گھنٹہ بعد میری پلٹن خاصی درست و باقاعدہ صفوں میں آراستہ ہو کر مورچہ کی ایک خندق میں قائم ہو گئی بھٹکے ہوئے سپاہیوں کی عارضی کمپنیاں بنا کر افسروں کے حوالہ کر دی گئیں جنکی اپنی سپاہ غایب ہو گئی تھی یہ عارضی کمپنیاں اور چار عثمانیہ سر کمپنیوں کے باقیماندہ حصے دوسری خندقوں میں تقسیم ہوئے۔ مورچہ کی اصل پلٹن مورچہ کے اندر ہی۔ دریں اثنا جبکہ یہ درستی ہو رہی تھی۔ رضا بک نے چند چرکس سوار طرنیبا سڑک کے راستہ بلیونا کو بھیجے تھے وہ یہ بری خبر لیکر واپس آئے کہ سڑک اور اس سے پرے کے تاکستانوں پر غنیم قابض ہے جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ تھا کہ کرشن مورچے شہر اور کپ کے بڑے حصہ سے جدا ہو گئے ہیں کیونکہ روسیوں نے وادی طلجنتزا میں بھی خوب مضبوطی کے ساتھ ڈیرہ ڈالدیا تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ قوانلق پر ہمارے حملہ آور ہونے سے تھوڑی ہی دیر بعد روسیوں نے عیسیٰ طابیہ کو فتح کر لیا۔[a] تقریباً اسی وقت رومانیوں نے سخت مقابلہ کے بعد "قانلی طابیہ" کو لے لیا تھا مگر اس کی ہمیں صبح کو جا کر خبر ہوئی تھی۔

ان مایوسی بخش خبروں کی اطلاع دوسرے تینوں مورچوں کے کمانڈر و نکو کر دیگئی۔ رات کو رضا بک اور یونس بک دونوں نے مشیر کے پاس گھوڑ چڑھے قاصد روانہ کیے جو بڑا لمبا چکر کاٹ کر چار یا پانچ گھنٹوں کے بعد مشیر کے پاس پہونچے۔ یونس طابیہ اور ہیڈ کوارٹری پہاڑی کے درمیان بخط مستقیم صرف تین میلوں کا فاصلہ تھا۔ قوانلق طابیہ کو دشمن سے واپس لینے کے لئے جس فوج نے یہ ناکام کوشش کی تھی اسکی درست تعداد متحقق کرنا مشکل امر ہے تاہم یہ یقینی امر ہے کہ اس حملہ میں تیسرا حصہ ضائع ہو گیا۔ مگر ان میں سے تقریباً نصف وہ بھٹکے ہوئے سپاہی تھے جن کو دوبارہ جمع کیا گیا تھا۔ رات کو وقت اور علی الصباح جو زخمی باغلر باشی کے اندر لائے گئے یا خود بخود رینگتے ہوئے پہونچ گئے ان کے اور نیز لاشوں کے لحاظ سے جنکو ہم نے دوسرے دن میدان میں پایا میں ان نقصانات کا تخمینہ ۲۰۰۰ آدمی کر سکتا ہوں۔ اس شام کو جس فوج نے قوانلق پر حملہ کیا تھا اسکی جمعیت تخمیناً حسب ذیل تھی:۔ میری پلٹن مع جمع شدہ آوارہ گرد سپاہیاں ۹۰۰۔ چار کمپنیاں عثمانیہ سرو نکی ۲۵۰۔ موجودہ باغلر باشی کی آدھی پلٹن ۳۰۰۔ چار یا پانچ پلٹنوں کے باقیماندہ سپاہی جن کو رفعت نے جمع کیا ۵۰۰۔ چرکس ۵۰۔ میزان

[a] میجر عیسیٰ جسکے نام پر اس مورچہ کا نام رکھا گیا یہاں کا کمانڈر تھا وہ اس لڑائی میں سخت زخمی ہو کر چند دنوں بعد فوت ہو گیا۔ — مصنف

ان میں سے قتل ۱۰۰ زخمی ۲۰۰ بھٹک گئے ۳۰ حملہ ۴۰ آدمی کم ہوکر باقی ۱۴۰ باغلرباشی پہونچے جہاں آدھی بٹلین یا ۴۰۰ آدمی پہلے موجود تھے۔ پس ۱۱ و ۱۲ ستمبر کی درمیانی رات کو اس مورچہ میں کل ۱۱ سو آدمی قابل نبرد موجود تھے۔

۱۱ ستمبر کو ۱۳ نمبر کی بٹلنیں اس پا بندر پر معرکہ آرا ہوئی تھیں اس طرف کے چھ مورچوں میں کل سات بٹلنیں بالاستقلال مامور تھیں۔ باقی چودہ دیگر اطراف سے بایں تفصیل بھیجی گئی تھیں۔ طاہر طابیہ سے ایک ریزرو فوج سے تو اوند لیساری بازو سے چار۔

اس وقت تک رائفلی آتشباری بند اور گولہ باری مدہم ہوگئی اور اس دن کی خونریزی ختم ہوگئی معلوم ہوتی تھی۔ رات بھر ہر پندرھویں منٹ دونوں طرف سے ایک آدھ گولہ چلتا رہا۔ روسی یونس طابیہ پر گولے پھینکتے رہے۔ باغلرباشی پر کوئی گولہ نہ پڑا۔ کریشن مورچوں کی توپیں مفتوحہ ترکی مورچوں کی سیدھ پر گولے مارتی رہیں ہم نے صفیں قائم کرلی تھیں مگر ابھی تک سخت دوڑ دھوپ ہو رہی تھی۔ اتنے کام ابھی کرنے والے تھے کہ آرام کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا تھا۔ انسانیت تقاضا کر رہی تھی کہ اوّل تو کل ورنہ کم از کم ان مجروحوں کو جن تک ہم پہونچ سکتے ہیں اٹھا لایا جائے رات سخت تاریک تھی۔ سپاہیوں کو چند لالٹینیں دیکر جو دستیاب ہو سکیں اس کام پر بھیجا گیا جو صبح تک ایک سو زخمی اٹھا لائے ان میں اکثر روسی بھی تھے ہمارے ڈاکٹر سمیت جو بٹلین کے ہمراہ آیا تھا مورچہ میں تین ڈاکٹر تھے آلات جراحی و ضروری سامان تقریباً نا پید تھا۔ تاہم ان ڈاکٹروں نے اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ رکھی میں نے دیکھا کہ وہ بارش سے از سر تا پا بھیگے ہوئے بازو ننگے کرکے خون آلودہ ہاتھوں سے مرہم پٹی اور جراحی عمل میں مصروف ہیں اور کام کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہروں سے پسینہ کی دھاریں چل رہی ہیں آریاں اور چاقو لیے ہوئے وہ ہو بہو روس کی تھوک لکڑانہ کی تعزیری عدالت کے ان کو از یشن کے موکلان عذاب معلوم ہوتے تھے قمیصوں کو پھاڑ پھاڑ کر پٹیاں بنائی گئیں۔ کئی سپاہیوں نے شوقیہ ڈاکٹروں کی مدد کی۔ مگر بعض نظارے ایسے مہیب تھے کہ دن رات یہی کیفیت مشاہدہ کرنے والے شخص بھی انہیں دیکھکر لرز گئے کئی زخمیوں کے آدھے چہرے غائب تھے اور انسانی کل کے تمام پرزے نظر آرہے تھے بعض کے اعضاء ندارد اور انتڑیاں باہر نکل رہی ہیں جابجا خون کے چھوٹے چھوٹے تالاب لگے ہوئے تھے جنمیں نسیں اور دماغ کے ذرے زندہ کیڑوں کی طرح تلملا رہے تھے۔ کاٹی ہوئی ٹانگیں اور بازو گندگی کے ڈھیر کی طرح ایک کونہ میں کتوں کی خوراک کے لیے پڑے ہوئے تھے۔ ایک زخمی کی کیفیت ایسی ڈراؤنی تھی کہ کوئی الفاظ اسے بتا نہیں سکتے اسے دیکھکر ایک جرمن ڈاکٹر بے اختیار یکا یک اٹھا یہ ایسا نظارہ بادشاہوں اور قیصروں کو دکھانا چاہیئے۔ زخمیوں کے علاوہ مورچہ کی دیواروں کو

جو نقصان پہونچے تھے انکی مرمت ضروری تھی۔ مورچہ میں ابھی فی کس تین کارتوس کے حساب سے ذخیرہ موجود تھا وہ اور نیز بسکٹ سپاہیوں میں بانٹے گئے۔ اس سے فارغ ہوئے تھے کہ پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ چشمے جہاں سے پانی لایا جاتا تھا تاکستانوں میں تھے اور ان پر اسوقت روسی قابض تھے اکثر لوگوں نے بارش کا کیچڑ آلود پانی جو خندقوں میں جمع ہوگیا تھا اور جسمیں خون ملا ہوا تھا پی لیا۔ اسکو پیتے ہی ان کو قے ہوگئی اور پہلے سے زیادہ پیاس لگ گئی۔ باغلر باشی میں گندہ پانی کی نکاسی اور بارش کے پانی کو جمع کرنے کے لیے ویسا کوئی انتظام نہ کیا گیا تھا جیسا کہ ہم نے جانق بائر مورچوں میں کیا ہوا تھا۔ مورچہ کے ارد گرد سنتری اور بعیدی چوکیاں بٹھائی گئیں سپاہی اسقدر تکان زدہ ہورہے تھے کہ وہ بہ مشکل کھڑے ہوسکتے تھے اس لیے سنتری ہر دو گھنٹہ کے بعد بدل دیے جاتے رہے۔ سپاہیوں کو بیدار رکھنے کے لیے بار بار معائنے کیے جاتے اور حاضریاں پکاری جاتیں جو لوگ قصہ کہانیاں پڑھ سکتے یا کچھ گا سکتے تھے انکو ایسا کرنے کے لیے کہا گیا۔ زیادہ تر فرمایش جوش بڑھانیوالے اور حب الوطنی کو مضبوط کرنے والے گیتوں کی کیجاتی جو نہایت مؤثر ثابت ہوئے مگر بعض بعض نوجوان گل و بلبل کے ناز و نیاز اور سوسن کے غنچوں اور چاندنی کی کرنوں کی عشق بازی کے گیت گاتے رہے جو ظاہر ہے کہ موقعہ سے کچھ مناسبت نہ رکھتے تھے عین میدان قتال میں عشق و محبت اور راز و نیاز کا کیا کام۔ مورچہ کا اصل کمانڈر میجر راغب زخمی ہوگیا تھا اور اب کمان ضیا بک کے ہاتھ میں تھی جسکا انتظام نہایت عمدہ اور مؤثر تھا۔ دس بجے توانلق کے شمال مغرب پر ہم نے رائفلوں کی آتشباری اور اللہ اکبر کے نعروں کی آواز سنی۔ ہماری چند کمپنیاں صف آرا ہوکر باہر نکلیں میں بھی اپنی کمپنی کو جسکی ترتیب خاصی باقاعدہ تھی حملہ کے لیے باہر نکال لایا لیکن ہم سو قدم ہی گئے ہونگے کہ لڑائی ختم ہوگئی۔ آدھی رات سے پہلے پھر دوسری دفعہ ایسا ہی ہوا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ روسیوں کی چند بہادر رہبروں نے ہمکو ستاتے رہنا اپنا اہم فرض تصور کرکے چند سپاہی جمع کیے اور انکا عارضی دستہ بنا کر ہماری طرف پیشقدمی کی۔ مگر اس دستہ کے ایک نصف نے دوسرے حصہ کو دشمن کی فوج سمجھکر بے تحاشا گولیاں چلانی شروع کردیں۔ دوسرے فریق نے بھی یہی کیا اور جب کافی نقصان ہوچکا تو ان کو اپنی غلطی معلوم ہوئی اور اپنا سا منھ لیکر پیچھے ہٹ گئے۔

میں ساری رات میں دس دس منٹ کرکے مرطوب زمین پر کل ایک گھنٹہ سویا باقی وقت ریوالور ہاتھ میں لیے بعیدی چوکیوں کا معائنہ بسکٹ و کارتوس تقسیم کرتا اور سپاہیوں میں چلّو چلّو بھر پانی بانٹتا رہا سارجنٹ اقبال زخمی ہونے کے باوجود تکان کا نام نہیں جانتا تھا وہ برابر میرے ساتھ رہکر میرا ہاتھ بٹاتا رہا سب سے مشکل سپاہیوں کو بیدار اور انکے حوصلوں کو قائم رکھنا تھا۔ اس غرض کے لیے ہم افسر تعریفیں یا گالیاں

کرتے۔ تب سے سمجھتے تشفی و دلاسا اور حکمدیتے ہنسی مذاق کرتے ہوئے غرض جو تدبیر مؤثر ہو اس سے کام لیتے ہوئے سپاہیوں کی صفوں میں پھرتے رہے۔

یہ ڈراونی اور پرخطر رات مجھے کبھی نہ بھولیگی۔ باقی فوج سے بالکل جدا کیڑے تر۔ پانی ندارد۔ غذا تقریباً مفقود۔ خندق کی کیچڑ دار زمین پلنگ کیجگہ اور پانی برساتا ہوا آسمان چھت کی بجائے شکست خوردہ اور ہاتھ سے نکل گئے مورچونکو پھر فتح ہونیسے کامل مایوسی چار ونطرف کھیت مردوں اور قریب المرگ زخمیوں سے جنکی آہیں تھیں۔ انکو پانی پانی کردینے کی تاثیر رکھتی تھیں بھرے ہوئے۔ یہ ہے مختصر تفصیل اس رات کے ناگفتنی مصائب اور خطرات کی زخمیوں کے مصائب کا کوئی شخص خواہ وہ خیال وقیاس سے کتنا کام لے مطلقاً اندازہ نہیں کرسکتا انہیں سے اکثر اسی جگہ پر جہاں کہ گرے تھے بارہ بارہ گھنٹہ تک پڑے رہے اور پھر جاکر کہیں انکی ابتدائی مرہم پٹی ہوئی اور پانی کا ایک ایک گھونٹ جسکے لیے مجروح اسقدر بیقرار ہوتا ہے انکو پینے کے لیے ملا پس ظاہر ہے کہ سینکڑوں کا خون کے نکل جانے سے یا پیاس اور زخموں کے درد و عذاب سے مدد پہونچنے سے پہلے جان بحق ہوگئی ہونگی۔ اپنے دلمیں خیال کرو کہ ان بیکسوں کو بشرطیکہ انکے حواس قائم ہوں اسوقت کیا کیا خیال گذرتے ہونگے۔ ان میں سے کوئی چھوٹے چھوٹے بچوں کا باپ کوئی نوجوان محبوبہ کا خاوند یا کسی زہرہ جبین کا معشوق ہوگا جو لاشوں کے شہر خموشان میں بالکل یکہ و تنہا پڑا ہوا ہے۔ حرکت کی طاقت نہیں۔ خون بہ رہا ہے درد بیتاب کررہی ہے۔ پیاس سے حلق جل رہا ہے۔ اور اس بیکسی کے عالم میں وہ بیرحم پیر فلک پر حسرت و یاس سے نظر جمائے آخری سانس گن رہا ہے۔ اس کے مونہہ سے کبھی کبھی بے اختیار آہ نکل جاتی ہے ہزاروں زندہ رفیق قریب موجود ہیں۔ مگر ان میں سے ایک بھی آکر اس کی مدد نہیں کرسکتا۔ وہ بارہا حیران ہوکر دل سے سوال کرتا ہے۔ کہ میں نے تو اپنی عمر میں ایسا کوئی گناہ نہیں کیا تھا جس کی پاداش میں مجھے یہ ہولناک سزا مل رہی ہے۔ افسوس یہ خطرات و مصائب رات کی تاریکی کیساتھ ہی دور نہیں ہوں گے۔ بلکہ ابھی عرصہ دراز تک قائم رہیں گے کیوں؟ اس لیے کہ دو شہنشاہوں کی ایک دوسرے سے بگڑ گئی ہے۔

روسی ساری رات مفتوحہ مورچوں سے چند لحظوں کے بعد باڑیں چلاتے رہے۔ تاکہ ہم ان پر اچانک حملہ آور نہو سکیں۔ ہمارے چند آدمی آفتابے اور دیگچیاں لیکر اس نالہ کی طرف گئے جو مورچہ کے جنوبی رخ کے قریب بہتا تھا۔ وہ دبکتے ہوئے اس کے کنارہ تک ہی پہونچے تھے۔ کہ روسیونکی باڑ ان پر آن پڑی اور صرف ایک آدمی دہشت زدہ دو ڈول بھر کر سراسیمہ وار بچکر واپس آیا۔ اس کے بعد پانی کیلیئے دوسری جماعت گئی۔ جو مقام مقصود تک پہونچنے سے پیشتر ہراسان واپس آگئی بعد ازاں پانی کیلیئے جانیکی حکماً ممانعت کیگئی مگر ممانعت کے باوجود شائقین کی ایک جماعت نالہ کو چلی گئی انکو وہاں روسیونکی بھی ایک جماعت اس کام میں مصروف ملی اور دونو دستوں نے

اشارہ کنایہ سے ایک طرح کی مصالحت کرلی اور ہر فریق نے بلا مزاحمت اپنے اپنے برتن اور ڈول بھر لئے ایک رحمل روسی نے نالہ کے پرلے سرسے ہمارے آدمیوں کو کچھ بسکٹیں پھینکیں جب یہ کیفیت دوسرے سپاہیونکو معلوم ہوئی۔ تو کئی جماعتیں پانی لانیکے لئے تیار ہوگئیں۔ مگر عین اسموقعہ پر توانلق سے گولیونکی سخت خوفناک بوچھاڑ پڑی اور سپاہیوں نے جانیکا ارادہ ترک کردیا مجھے اپنی کمپنی کے کئی آدمیوں کو جبراً روکنا پڑا۔ رضا بک نے سخت احکام جاری کردیے۔ کہ جو شخص خندقوں سے باہر جائے اسے گولی ماردیجائے۔

آدہی رات کیوقت پلیونا کے جنوب میں بہت بڑی آگ روشن ہوگئی جس سے سیلوں تک کل علاقہ دکھائی دینے لگ گیا۔ اور اس روشنی سے ہمکو اپنے مورچے اور توانلق کے درمیان ۱۴۰۰ سو گز لمبا مثلث شکل کا کھیت جسکے دونو طرف ڈہلوان تاکستان تھے۔ روز روشن کی طرح نظر آگیا۔ یہ کھیت مردوں اور قریب المرگوں سے بھرا ہوا تھا۔ آگ بڑی تیزی سے جل رہی تہی جس سے روشنی کا ایک بلند ستون اٹھ رہا تہا۔ اس سے صاف ہموار پھیلی زمین پر بارش کے پانی سے بھرے ہوئے بیشمار چھوٹے چھوٹے تالاب چمکتے ہوئے نظر آنے لگ گئے اور سیاہ تاریک لکیروں سے پتہ مل رہا تہا۔ کہ ہمارے انسانی بھائی فلاں فلان جگہ قتل ہوئے ہین اس کے ساتہ توپونکی تھوڑے تھوڑے وقفوں سے شلکیں اور رائفلوں کی باڑہوں کے چلتے وقت کی روشنی کی لمبی قطار ملکر عجب ہولناک اور تماشا ساماں بنارہی تھیں۔ وہمی مزاج آدمیونکو تو خیال گذرگیا کہ خداوند عالمیان دنیا کی بدمعاشیوں سے ناراض ہوکر اسے تباہ کرنے لگا ہے۔ آگ زیادہ عرصہ تک نہ جلتی رہی دوسرے دن اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ پلیونا کے عیسائیوں نے غلہ و چارہ کے گودام کو آگ لگا کر عثمان پاشا اور انکی فوج کے مشفقانہ سلوک اور بھلائی کا اسطرح سے بدلہ ادا کیا تہا۔ یہ شخص یہی سوال کرتا پایا گیا۔ کہ جب ہم اوّل اوّل پلیونا میں داخل ہوئے تھے تو شہر نے بلغاریوں کو کیوں خارج نہ کردیا۔ اسمین شک نہیں کہ اگر عثمان کی جگہ تیز مزاج سلیمان ہوتا۔ تو وہ زن و مرد اور بچہ سب کو شہر سے باہر دہکیل دیتا۔ افسوس ان نمکحراموں نے نیکی کے عوض میں یہی غداری نہیں کی بلکہ جنگ کے دوران میں ان سے اور کئی بدمعاشیاں ظہور میں آئیں۔

۱۲۔ ستمبر بدھ کے دن کو بہی مطلع بدستور مکدر غلیظ اور تاریک تھا۔ پو پھٹنے کیوقت لرزہ اجل کی مانند خنکی تیز ہوا۔ کھیتوں پر جنمیں کل کی خونریزی کی نحیف ولاچار یا خاموش قربانیاں پڑی ہوئی تھیں چل رہی تھی

ؔ پلیونا کے قرب و جوار بلکہ کل مغربی بلگیریا کے نالے ہمیشہ جگہ بدلتے رہتے ہین۔ اس لئے مختلف نقشوں میں ان نالوں کے موقعے کبھی یکساں نہیں پائے جاتے۔ برسات کے موسم میں جس جگہ زور شور سے دریا بہ رہا ہو۔ جون جولائی کے خشک موسم میں وہاں صرف ایک بدرو بلکہ بعض وقت خشک راستہ رہجاتا ہے۔ متذکرہ بالا نالے کا پاٹ ستمبر ۱۸۷۷ء کی بارش کے بعد بیس فیٹ چوڑا ہوگیا تہا۔ دو مہینے پیشتر اس میں پانی کی ایک پتلی سی دہار چلتی تہی۔ یہ نالے بالعموم ہر دوسرے موسم میں جگہ بدلتے رہتے ہین۔ بنابرین جو نقشہ ایک برس میں درست پتہ بتاتا ہو مسافر بارہ مہینے بعد اس کو غلط پاتا ہے۔ مصنف

اس وقت بارش تھمی ہوئی تھی لیکن آسمان کا رنگ بتا رہا تھا کہ یہ دن بھی پہلے سے کم نہیں رہیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ایک گھنٹہ کے وقفہ کے بعد بارش شروع ہو کر رات گذرنے تک برابر ہوتی رہی زمین دلدل بن رہی تھی پلیونا سے دہوئیں کا ستون اٹھکر تیز ہوا کیوجہ سے مہیب چھتری کی طرح کل میدان جنگ کے اوپر پھیل گیا جس میں دن کی حرارت تیز ہونیسے زمین کی مرطوب ابخرات بھی اٹھ اٹھکر ملتے رہے۔ انسان اپنے تر کپڑوں میں سردی سے کانپ رہے تھے۔ اور سینکڑوں سردی کھاکر آخر صاحب فراش ہو گئے تاختہ کیجگہ بسکٹیں چبائی گئیں۔ جن خوش قسمتوں کے پاس پانی موجود تھا انہوں نے اپنے و بگچہ تشنہ بھائیوں کیساتھ مل کر نوش کیا ممانعت کے باوجود اکثر شخصوں نے پیٹ کے بل لیٹ کر گڑھوں کے مکدر پانی کو کتوں کی طرح زبان سے پی لیا۔ اور اس امر کی کچھ پرواہ نہ کی کہ ان گڑھوں کے قریب خون اور کیچڑ میں لتھڑی پتھری ہوئی لاشیں[ف۱] پڑی ہیں۔ علی الصباح باغلر باشی میں فوجکو یہ حکم سنایا گیا۔ مشیر کیطرف سے پیغام موصول ہوا ہے کہ دوپہر سے پہلے پندرہ سے لیکر بیس تک تازہ دم پلٹنیں مفتوحہ مورچوں کو واپس لینے کیلئے حملہ کرینگی۔ خدا کی مدد اور اعانت سے ہم اپنے مورچوں کو لے لیں گے۔ اور میدان مار لیں گے۔ اسموقعہ کے سوا اور سب طرف روسیوں کو سخت نقصان پہونچا ہے کمرشن کے قریب کے موقعے غنیم فتح نہیں کر سکا۔ اور وہاں کی فوج دادِ شجاعت دینے پر برابر تلی بیٹھی ہے حکم میں قاملی طابیہ کے ہاتھ سے نکلجانیکا کوئی ذکر نہ کیا گیا تہا۔ اور بالائی طور پر بھی ہمکو اس نقصان کی خبر نہ تھی یہ بے خبری اس حالت میں نہایت ہی بمبارک تھی۔ مجھے اس بات کا علم دیر سے بعد میں جاکر ہوا۔ یہ حکم سن کر افسر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگ گئے۔ کہ یہ تازہ دم پلٹنیں مشیر کہاں سے لائیگا۔؟ کل کیمپ میں ایک ایسی پلٹن موجود نہیں اور یہ ممکن نہیں کہ رات کو کوئی کمک باہر سے آگئی ہو کیونکہ ارخانیہ کی سڑک پر روسی کیولری قابض ہے۔ اسیوقت افسروں کو یہ مایوسی بخش امر معلوم ہوا کہ کریشن کے مورچوں میں توپخانہ کا گولہ بارود تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ اور اب صرف فی توپ چھ گولوں کا سامان باقی رہگیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس سے بہت کچھ تشفی ہو جاتی تہی کہ واحد ترکی توپ کا ایک گولہ بالاوسط ایک سالم روسی باتری کی ایک گھنٹہ کی گولہ باری کے برابر اثر رکھتا ہے۔ روسی توپخانہ کی قائم بالذات جزو واحد ریاایکہ آٹھ توپوں کی ایک باتری اور ترکی توپخانہ کا ایکہ ایک توپ تھی ہم نے یہ تردد اور اندیشے اپنے تک ہی محدود رکھکر سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان کو مشیر کے پیغام سے بہت حوصلہ ہو گیا تہا۔ اور ہمارے دلیری دلانے سے ان کی طبیعتوں میں اطمینان اور بھروسہ آگیا تہا۔ علی الصباح ہم مجروحین کی کچھ تعداد مورچے میں اٹھا لائے اپنی جگہ روسی بھی اسی کام میں مشغول تھے چنانچہ دونو فریق ان سپاہیوں پر جو اس نیک کام میں مصروف تھے۔ آتشباری کرنیسے محترز رہے۔

ف۱۔ تمام مورچوں کے اندر یا ان کے قریب پاخانے تعمیر کئے گئے تھے۔ مگر سپاہیوں کو ان کے استعمال کا عادی بنانا مشکل کام تہا وہ کسی نہ کسی وجہ سے کھلے کھیتوں کو ترجیح دیتے تھے۔ مزید براں باغلر باشی کا مورچہ پانسو آدمیوں کی رہائش کیلئے بنایا گیا تہا۔ لیکن اس وقت اس میں ۱۵۰۰ آدمی

ہم اپنے مورچہ سے قوزلق طابیہ کو جو ہم سے نصف میل بعید اور ہماری سطح سے دو سو فیٹ پست تھا بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ وہ سپاہیوں سے بھرا ہوا تھا ہمنے اسمیں آٹھ توپیں شمار کیں۔ جنہوں نے ہم پر گولہ باری شروع کردی۔ مگر چنداں نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اسکی سامنے کی خندقوں میں سکرمشر موجود تھے۔ شمال مغرب کو پلیونا کیطرف دیکھنے پر ہمکو وہ کھیت دکھائی دیئے جنمیں کل کی لڑائی ہوئی تھی۔ دائیں طرف چار سو گز عریض مزروعہ زمین تھی۔ اسکے کناروں پر تاکستان تھے۔ اور وہ بتدریج نشیب کیطرف ڈھلوان ہوتی جاتی تھی۔ ہمارے پیچھے ہم سے نصف میل کے فاصلہ پر ہماری سطح کے برابر (ہمارا مورچہ پہاڑی کی چوٹی پر تھا) طلعت اور میلاس طابئے تھے۔ یونس طابیہ زمین کے قدرتی نشیب و فراز کیوجہ سے ہماری نظروں سے اوجھل تھا جہاں تک ہماری نگاہ کام کرتی تھی۔ چراگاہیں۔ اور کھلے قطعے لاشوں سے پٹے ہوئے نظر آتے تھے باغات اور تاکستانوں کی بھی یہی حالت تھی۔ مگر درختوں کے باعث ہم وہاں کا مکروہ نظارہ دیکھنے سے بچے ہوئے تھے۔ پلیونا ہم سے چار سو فیٹ نشیب میں تھا۔ اس کے اوپر سے ہم جامع بازار کی مغربی چوٹی دیکھ سکتے تھے ماسوائے ازیں ہمارہ دائرۂ نگاہ بہت ہی محدود تھا۔

اس موقعہ پر فریقین کی ان فوجوں کی تفصیل جن نے ۱۲ ستمبر کو نبرد آزمائی کرکے لڑائی کا فیصلہ کیا درج کردینی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

ترکی فوج:۔ یونس طابیہ ۲ پلٹن۔ طلعت طابیہ ایک پلٹن۔ میلاس طابیہ ایک پلٹن۔ ان چاروں پلٹنوں کو گو ۱۱ ستمبر کی لڑائی میں سخت نقصان پہنچا تھا۔ تاہم ان کا نظام نہایت درست اور انکی اخلاقی حالت بہت اچھی تھی۔

کمک جو یونس بک کو پہنچائی گئی ایک پلٹن۔ امین اور رفعت پاشا کی ہزیمت خوردہ پلٹنوں کے بھٹکے ہوئے سپاہی جنکو یونس بک نے دوبارہ آراستہ کرلیا تخمیناً ایک ہزار آدمی یعنی دو پلٹنیں۔ باغلباشی، ۳۰۰ آدمی یعنے تین پلٹنیں۔ محمد ناظف بک کی تین پلٹنیں۔ جنکو اگرچہ بہت نقصان پہنچا تھا تاہم عمدہ حالت میں تھیں اور رات پلیونا کے جنوب میں علیلی طابیہ اور طلچنتر اکے درمیان مقیم رہی تھیں جمع شدہ بھٹکے ہوئے سپاہی جو بات کو پلیونا کے جنوبی مضافات بالخصوص بازاروں کے سروں پر روسیوں کو روکنے کیلئے مقیم رہے تھے تخمیناً پانسو آدمی یا ایک پلٹن۔ کمک جو ہیشنر نے ۱۲ ستمبر کو بھیجی پانچ پلٹنیں طاہر پاشا کے زیر کمان اور دو پلٹنیں تیفیق بک کے زیر کمان جملہ کمک ۷ پلٹنیں۔ میزان کل ترکی فوج ۱۶ پلٹنیں۔

روسی فوج:۔ سکوبیلاف کے ماتحت فوج ۲۲ پلٹنیں ۱۱ ستمبر کو بھی سکوبیلاف کے پاس ۱۲ پلٹنیں تھیں دستہ کی جمعیت ۲۰ پلٹن کی تھی۔ مگر انہیں سے تین امرٹالسکی نے اپنے پاس رکھ لی تھیں ۱۲ ستمبر کو امرٹالسکی دو

اور کریلوف نے تین پلٹنوں کی کمک بھیجی۔ میزان ۲۴ پلٹنیں اس کے ساتھ ہی ناظرین کو معلوم رہے کہ اسموقعہ پر روسیون کے پاس ۹۰ توپیں اور ۱۲ رسالے تھے۔ اور ترکون کے پاس فقط دس توپیں اور دو رسالے[حاشیہ ۹۱]

۱۲ ستمبر کو مشیر نے جو سات پلٹنیں روانہ کی تھیں انہیں سے تین طلعت طابیہ اور قلب سے اور چار یساری بازو سے آئی تھیں۔ اس بازو میں فوج کی تدریج کمی خاص غور کے قابل امر ہے۔ یساری بازو میں ابتدا آٹھ پلٹنیں تھیں انہیں سے ۱۱ ستمبر کو پہلے تین پلٹنیں تحت ناظفر بک کے زیر کمان اور ایک دمیرے والی، بعد ازان اور چار ۱۲ ستمبر کو بھیجی گئی تھیں یعنے وہان صرف چھ پلٹنیں باقی رہ گئی تھیں۔ انہیں سے ایک قانلی طابیہ مین تھی اور ایک پلٹن وزیر

حاشیہ ۹۱ کروپاٹکن اس لڑائی کے حالات حسب ذیل لکھتا ہے :۔ ۱۲ ستمبر کے دن سکوبیلاف نے سٹو کو متواتر نہایت تاکیدی پیغام کمک کیلئے بھیجے۔ جن کے جواب مین سٹو یہی کہتا رہا۔ مین کوئی کمک نہین بھیج سکتا۔ کیونکہ میرے پاس کوئی گنجائش نہین۔ ہم لڑائی ہار چکے ہین۔ تمکو بالضرور پیچھے ہٹ آنا چاہئیے۔ آخر کار سہ پہر کے وقت کریلوف نے خود اپنی ذمہ داری پر احکام کے برخلاف حق اخوت کا پاس کر کے چھ پلٹنوں کی روانگی کا حکم دیا۔ انہیں سے تین روانہ ہو چکی تھیں۔ کہ سٹو گھوڑا دوڑاتا ہوا پہنچ گیا۔ اور دوسری تینوں کو روک لیا۔ لیکن اس تمام دوران مین سٹو کے پاس ۴۱ پلٹنیں بالکل بیکار پڑی تھیں جنمین سے ۱۸ (۱۷) روسی اور ۲۳ رومانوی ابتک لڑائی مین مطلقاً شریک نہین ہوئی تھین۔ گذشتہ دن یعنی ۱۱ ستمبر کو قلب مین وسی فوج کو جو شکست ملی تھی۔ اسمین خود سٹو بھی موجود تھا۔ اور وہ شکست دیکھکر اوس کے اوسان غائب ہو گئے تھے۔ کروپاٹکن اسی افسر کی بے خبری اور اپنی فوج سے کام نہ لے سکنے پر سخت ملامت کر کے انکی کارگذاری کو قابل شرم بتاتا ہے۔ اللہ اکبر خیال کرنے کا مقام ہے۔ کہ عثمان نے اپنی آخری دو پلٹنیں زندگی اور موت کے پالنہ پر لگادین۔ اور فتح پائی۔ سٹو کے پاس اسوقت (بشرطیکہ کروپاٹکن کا بیان درست ہو) ۴۱ پلٹنیں یعنی کل عثمانیہ فوج سے ڈیوڑھی جمعیت موجود تھی۔ مگر وہ ایسا ڈر گیا تھا۔ کہ وہ ان سے کام نہ لے سکا۔ اس نے انسے کام نہ لینا چاہا۔ اور شکست کھائی۔ مین کروپاٹکن کے بیانات پر جو اسوقت کپتان اور لڑائی مین سکوبیلاف کے ہمراہ رہا تھا۔ جرح قدح کرنیکی جرأت نہین کر سکتا۔ مگر یہ سوال کئے بغیر نہین رہ سکتا۔ کہ کیا ترکی فوج کی فتح کو صرف دشمن کی غلطیون سے منسوب کرنا درست ہے؟ اگر وہ مردانہ وار صاف صاف یہ تسلیم کر لیتا۔ کہ اس فتح کا کچھ نہ کچھ حصہ ترکی کمانڈر کی ثابت قدمی مستقل مزاجی اور اعلےٰ لیاقت ترکی افسرون کی انسانی طاقت سے اعلیٰ و برتر کوششون بالخصوص وہ جو انہون نے منتشر سپاہ کو مرتب و صف بستہ کرنے مین کین اور نیز ترکی سپاہیون کی بے نظیر شجاعت اور مردانگی کی طفیل تھا۔ تو آزاد رائے مورخ کی شان کے زیادہ شایان ہوتا۔ سکوبیلاف نے سٹو کے احکام کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور صرف اسوقت پیچھے ہٹا۔ جبکہ ترکون نے اپنے مورچے روسیون سے پھر فتح کر لئے۔ دوسری عجیب بات یہ ہے۔ کہ سٹو نے قانلی طابیہ کے قبضہ کو فتح تصور نہ کیا۔ اس مورچہ کے فتح کرنے پر روسیون کے ۱۳ سو رومانیون کے ۲۷ سو اور ترکون کے ۵ سو ضائع ہوئے تھے۔ بلکہ طابیہ اس طرح رہے پر اور اسپر بخوبی حاوی تھا۔ اور عثمان پاشا نے فوراً سمجھ لیا تھا۔ کہ اسکا قبضہ سے نکلنا ترکون کے لئے مضر اور روسیون کے لئے مفید نہین۔ چنانچہ اس نے اسکی کوشش کی۔ سٹو نے ۱۲ ستمبر کی شام کو غالباً غلطی سے خود اپنی ذمہ داری پر کی تھی۔ آخری وقت تک اس مورچہ کو پھر لینے کیلئے کوئی کوشش نہین کی گئی

مورچہ سے وہاں بھیجی گئی تھی۔ ان دونوں کو شکست ملی۔ اور وہ معدوم یا منتشر ہو گئیں۔ [95] شپکس لڑائی کے خاتمہ کے قریب اس بازو پر یا بش طابیہ اور اوپانتز کے درمیان سات میل کے طول میں فقط چار پلٹنیں موجود تھیں۔ خیر یہ تھی۔ کہ روسیوں نے ہمارے اس بازو پر حملہ نہ کیا۔

ترکی انفنٹری کی ۴۶ پلٹنوں میں سے ۸ یکے بعد دیگرے طاہر طابیہ کے سوا جو اگرچہ یمینی بازو کا حصہ گنا جاتا تھا۔ مگر اس موقعہ کی معرکہ آرائی میں اس کی فوج شامل نہ ہوئی تھی۔ صرف وہاں کی چار توپیں گولہ باری کرتی رہیں) یمینی بازو پر معرکہ آرا تھیں۔

۶ بجے قبل دوپہر جبکہ زور سے بارش ہو رہی تھی۔ مگر موسم خوب صاف تھا۔ طاہر پاشا کرنیل خیری بک و چند ادنٰی افسر جو غیر سوار تھے۔ اور آدھا رسالہ سالونیکی مجاہدین کا لیکر باغلر باشی پہونچ گیا۔ وہ طرنینا کی سڑک کے راستہ آیا۔ دشمن وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ مگر قوانلق سے یہ سڑک رائفل کی زد کے اندر تھی۔ مشیر کے حکم کے مطابق طاہر نے فوج حملہ کنندہ کی کمان لیلی۔ خیری بک اسکا نائب تھا۔ میرے میجر کو مورچہ میں طلب کیا گیا جسنے واپس آکر مجھے بتایا۔ کہ پانچ تازہ دم یا تقریباً تازہ دم پلٹنیں مشیر نے روانہ کی ہیں۔ جو اسوقت لفٹنٹ کرنیل عبداللہ بک کے زیر کمان پلیونا کے مغربی جانب کے تاکستانوں میں صف آرا ہو رہی ہیں۔ حملہ کے لئے علامت یہ مقرر کیگئی کہ ہیڈ کوارٹر کی پہاڑی سے توپونکی گراب چلائی جائیگی۔ پہاڑی مذکور کی باتری اسی غرض کیلیے کہ باغلر باشی سے نظر آتی ہے۔ جنوب مغربی ڈھلاؤ پر جمادی گئی تھی۔ باغلر باشی سے میری پلٹن شاستروں کی چار کمپنیاں اور مورچہ کی اصل پلٹن حملہ میں شریک ہوئیں۔ ہماری عدم موجودگی میں مورچہ کی حفاظت چند چرکسوں اور جمع کردہ بھٹکے ہوئے سپاہیوں کی چند عارضی کمپنیوں کے سپرد کر دیگئی تھی۔ چرکس گھوڑوں سے اترکر پیدل ہو گئے تھے۔ ہمنے حملہ کیلیے خندقوں میں اپنی صفیں چپ چاپ درست کیں۔ میری پلٹن میں پر ایک کمپنی سکرمشروں کی دو جنمیں ایک میری کمپنی تھی۔ درمیانی صف میں اور ایک عقب میں تھی۔ اور ہم سے دائیں جانب باقاعدہ سواروں کے کچھ سون اور سالونیکی مجاہدین کا ایک عارضی رسالہ تھا۔ قلب میں باغلر باشی پلٹن کی چھ کمپنیاں اور لیسا میں شاستر کی دو کمپنیاں تھیں۔ باغلر باشی پلٹن اور شاستروں کی باقیماندہ دو دو کمپنیاں دو سو گز عقب میں بطور ریزرو رکھی گئی تھیں لیساری بازو کو پھیلا کر عبداللہ بک کی پانچ پلٹنوں کے بیچ بکوسے ملا دیا گیا تھا۔ اس فوج کی ترتیب صف آرائی حسب ذیل تھی

۱ کماندار جرنیل برگیڈ طاہر پاشا: نائب کماندار کرنیل خیری بک۔

فوج حملہ آور قوانلق اور عیسیٰ طابیات کے گرد نیم دائرہ کی شکل میں صف آرا ہوئی۔ عیسیٰ طابیہ کے برخلاف کارروائی کرنیکا کام ناظف بک کی تین پلٹنوں کے سپرد کیا گیا تھا۔ مگر انکو حکم دیا گیا کہ لڑائی نہ کریں۔ عیسیٰ طابیہ کی روسی فوج کو قوانلق کی فوج کی مدد سے روکنے کیلئے صرف نمائش سے کام لیتا)

(الف) لفٹنٹ کرنیل محمد ناظف بک کی تین بٹالینین مشرق کیطرف سے عیسٰی طابیہ کے برخلاف کارروائی کرنیکو لئے
(ب) ایک عارضی بٹالین شمال دیعنے پلیونا) کیطرف سے دونون مورچون (عیسٰی وقوانلق) کے برخلاف۔
(ج) لفٹنٹ کرنیل عبداللہ بک کی پانچ بٹالینین تاکستانون یعنی شمال اور شمال مغرب کیطرف سے قوانلق کے برخلاف
(د) لفٹنٹ کرنیل رضابک کی اڑہائی بٹالینین باغلر باشی یعنے مغرب کیطرف سے قوانلق کے برخلاف
(ہ) کیولری کا ایک عارضی دستہ یمینی بازو پر

میزان۔ ساڑھے گیارہ بٹالینین اور ایک سالہ جملہ تخمیناً ۵ ہزار آدمی نقشہ منسلکہ سے ناظرین کو کل کیفیت بخوبی معلوم ہوجاویگی۔

ساڑھے چھ بجے غنیم نے یکبارگی باغلر باشی پر کل توپخانہ سے بڑی تندی اور تیزی کے ساتھ گولہ باری شروع کردی۔ مگر چونکہ مورچہ فوج سے تقریباً خالی تھا۔ گولون نے مین مین گڑھے پڑنے کے سوا کوئی نقصان نہوا چند گولے خندقون مین بھی پھٹے جنمین سے ایک سے میری کمپنی کے دو سپاہی شہید ہوئے یعنے اپنی کمپنی کو اسطرح مرتب کیا تھا یمین پر اول سکوئیڈ لفٹنٹ تراب کے زیر کمان جمعیت ۴۰ کس۔ دوہری قطار مین۔ دایان بازو کیولری سے ملاہوا۔ لفٹنٹ تراب زخمی ہونے کے باوجود اصرار کرکے شامل ہوگیا تھا۔
قلب مین بکر سکوئیڈ لفٹنٹ آصف کے زیر کمان۔ چوہری قطار مین اس سکوئیڈ کی جمعیت بھٹکے ہوئے سپاہیوں کے ملجانے سے ۲۵ آدمیون کی ہوگئی تھی۔
یسار پر۔ دوم سکوئیڈ سارجنٹ اقبال کے زیر کمان، ۴۰ کس دوہری قطار مین۔ اس کا بایان بازو میری بٹالین کی ایک دوسری مصافی کمپنی سے ملاہوا تھا۔

مندرجہ بالا ترتیب پہلی صف کی تھی۔ دوسری صف مین جو پہلی سے پچاس گز عقب مین تھی ہمارجنٹ طوطونجی کے زیر کمان جو دراصل کسی اور کمپنی سے تعلق رکھتا تھا۔ ۵۰ سپاہیون کا عارضی دستہ آخری قطار مین تھا۔ میرا تیسرا سکوئیڈ جو لفٹنٹ سیوے کے ماتحت تھا۔ مفقود تھا۔

میری کمپنی کی پہلی صف سے ایک سو گز آگے میری پلٹن کی سکرمشنگ کمپنی کا ایک سکوئیڈ تھا۔

ہماری کل حملہ آور صف مین ایک جگہ رخنہ تھا۔ یعنی اس جگہ فوج نہ تھی۔ اس کو پر کرنے کے لئے مجھکو اپنی کمپنی کی صف آرائی کے واسطے یہی ترتیب جو سارجنٹ بقال نے مجھکو سوجھائی تھی۔ سب سے عمدہ معلوم ہوئی۔

ساڑھے سات بجے اس شخص نے جو باغلا باشی کے ماذنہ اور اس کی سیڑھی پر دیدبانی کر رہا تھا۔ اس امر کی علامت مین کہ ہید کوارٹر کی باتری نے گولہ باری شروع کردی ہے۔ رائفل سرکی۔ اسپر ہم خندق کو چھوڑکر تیز قدمی کے ساتھ سیدھے توالتی کیطرف چل پڑے۔ کئی شخص پھسلنی زمین پر گر پڑے۔ جس جگہ گھاس تھی وہ برف کیطرح سخت و سرد تھی۔ اور جہان گھاس نہ تھا۔ وہان زمین شیرہ کیطرح لسیدار ہو رہی تھی۔ اسیوقت بارش سے مسلا دھار پڑنے لگ گئی۔ لاشیں پیش قدمی مین رکاوٹ پیدا کر رہی تھیں۔ بعض وقت ہمکو مردون کے چھوٹے چھوٹے ڈھیرون کی آگے بڑھنا پڑا۔ ایک حرمان نصیب نے (جو روسی اور پندرہ گھنٹون سے میدان پڑا تھا۔ میری ٹانگ کو پکڑ لیا۔ اسکی ٹانگیں پاش پاش ہو گئیں ہوئی تھیں۔ مین نے جھٹکے سے پاؤن چھوڑا لیا۔ اور اسی وقت ایک سپاہی نے سنگین سے اسکا کام تمام کردیا۔ حملہ کے باقی جزوی حالات مجھے ٹھیک یاد نہیں رہگئے۔ صرف بڑی بڑی باتین یاد ہین۔ جو یہ ہین:۔

توالتی مورچہ کی خندقون سے ہم پر سخت رائفلی آتشباری ہوتی ہے۔ روسی توپین دھڑادھڑ مین سیدھ مین گولے چلاتی ہین۔ جن سے میری صف مین کئی رخنے ہو گئے۔ بگلچی ریلے کا حکم سناتے ہین۔ سنگین رائفلون پر چڑھا لئے گئے۔ اور اللہ اکبر کے پرزور نعرے بلند کئے گئے۔ ہمارے سکرمشر پیچھے ہٹ کر مصافی صفون مین ملجاتے ہین۔ اور اب ہم پہلی صف ہو جاتے ہین۔ جون جون آگے بڑھتے ہین جگہ تنگ ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ مختلف جوانب سے پانچہزار آدمی ایک مشترک مرکز کو دوڑے چلے آرہے ہین۔ جگہ کی تنگی سے آدمی بھینچے جاتے ہین اور صفونکی درستی کا کوئی خیال نہیں رہجاتا۔ ہم ایک خندق مین پہونچ جاتے ہین جسے روسی سکرمشرون نے ہمارے پہنچنے سے پہلے خالی کردیا تھا۔ پھر دوسری خندق مین داخل ہوتے ہین۔ وہان روسی کھڑے رہتے ہین۔ اور سنگینون سے سخت لڑائی ہوتی ہے۔ مین تلوار اور ریوالور سے کام لیتا ہون۔ روسی پہلے پچھلے پاؤن پسپا ہوتے ہین پھر رخ بدلکر تیسری خندق کو دوڑ جاتے ہین۔ ہم بھی انکا کھوج دبائے فی الفور وہان پہونچ جاتے ہین۔ اور مختصر سی جانگداز لڑائی کے بعد آخری خندق کو

ملہ بعد مین مینے اس شخص کی رپوٹ کردی تھی کہ اس سے متشددو وحشیانہ حرکات سرزد ہوئی ہین۔ مگر اسے صرف بانی فہمائش کرکے چھوڑ دیا گیا تھا۔ کیونکہ افسر اعلی نے یہ قرار دیا تھا۔ کہ ہم سب ہی اسوقت کم و بیش اپنے آپ مین نہ تھے۔ لعنی فی الحقیقت بات بھی یہی تھی۔ مصنف

فتح کر لیتے ہین - قوانلق سے جواب ہم سے صرف سو گز کے فاصلہ پر تھا - مہیب جانگداز آتشباری ہوتی رہی - مجکو
پلیونا کے جنوب مغربی کونہ کے مکانات کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے - ترکی باشندے مسلح چھتون پر کھڑے ہوئے
مختلف رنگون کے جھنڈے ہلا رہے ہین - اور ہمارے دل بڑھانے کیلئے تحسین و مرحبا کے نعرے بلند کر رہے ہین -
ہم تیسری خندق سے آگے بڑھتے ہین - مگر مورچہ کی خوفناک آتشباری سے ہماری صفین لڑکھڑا جاتی ہین ہم خندق کو
پیچھے ہٹ جاتے ہین اور وہان یکبارگی کھڑے ہو جاتے ہین - یہ کارزور ٹوٹ جانیسے مجھے اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے
کہ شاید اب کامیابی نہو - شمال و شمال مغرب کیطرف سے "اللہ اکبر" کی آوازین آ رہی ہین جنسے پایا جاتا تھا کہ
اودھر ابھی حملہ جاری ہے - مگر ہماری طرف بالکل سناٹا ہے - سپاہی خندقون مین لیٹ جاتے ہین اور لاشون یا جونپا
ٹلے اونکی اوٹ سے رائفلین چلانی شروع کرتے ہین - آخرش جہان تک میری نگاہ کام کر سکتی ہے مین کل صف کو زمین
پر لیٹے ہوئے تیزی کے ساتھ یا زمین چلاتا دیکھتا ہون - اس تمام مین دس منٹ لگے ہے - اس کے بعد اللہ اکبر
کے نعرے پھر سننے مین آتے ہین جس پر مین معہ تراب و آصف - بقال اور علم بردار کارپورل اور دو سپاہی لیکر
از سر نو کوشش کرتا ہون - طوطوبجی کے سکویڈ کو مین اگلی صف مین کر دیتا ہون - اور بقال کیساتھ ملکر سپاہیونکو
پکڑ پکڑ کر زمین سے اوٹھاتا ہون - اور کئی شخصون کو جو اوٹھنے کا نام نہین لیتے - چوتڑون پر ٹھوکرین لگاتا
ہون اسطرح آخر مین سو آدمی جنمین بہت سے اجنبی ہے جمع کر لیتا ہون - ہم تیس گز آگے بڑھتے ہین اس اثنا مین
اکثر گولیان کھا کر زمین پر گر پڑتے ہین - صف لڑکھڑا جاتی ہے - ہم اپنے تئین تنہا پا کر رخ بدلکر تیز قدمی کے ساتھ
باقی ماندہ کے پاس ہٹ آتے ہین - وہ بھی ہماری واپسی کا مدعا غلط سمجھکر سب کے سب رخ بدل لیتے مین شور و گرج
ایسی سخت تھی - کہ احکام بیسود تھے - بارود کا دہوان بارش کیوجہ سے جما ہوا نظر کو پچاس گز سے پرے کام نہین کرنے
دیتا تھا - میرا بگلچی فرش خاک پر تھا اب ان بھگوڑون کی غلطی رفع کرون - تو کسطرح - آخر سب سے پہلی خندق
مین جا کر مین بصد مشکل پسپائی کو روکنے مین کامیاب ہوا - اسوقت داہنی بازو کیطرف دیکھتا ہون کہ کیولری
مدار داور وہ (یعنی میمنہ) غیر محفوظ ہے - مین طوطوبجی کے سکویڈ کو حکم دیتا ہون - کہ وہ رخ بدلکر داہنی طرف کو ہو جائے
تا کہ روسی اس طرف سے ہم پر جوابی حملہ نہ کر سکین - اتنے مین میجر گموشادو دوڑا ہوا آکر پھر دوبارہ حملہ کیلئے تیار
ہونیکا حکم دیتا ہے - مین تراب اور بقال کی زبردست مدد سے دھوئین کی اوٹ مین اپنی کمپنی کو خندق مین پھر
درست کر کے نماصی باقاعدگی قائم کر لیتا ہون - کل صف پھر آگے بڑھتی ہے مگر ہم دوسری خندق کے ہی قریب
پہونچنے پاتے ہین - کہ اچانک بائین بازو پر بگل خلاف توقع پسپائی کا حکم سنا دیتے ہین - گو اس وقت حملہ کے کامیابی
کے آثار عمدہ اور سپاہی بڑھنے پر آمادہ اور جوش سے بھرے ہوئے تھے - مگر ہم تعمیل الحکم کے سوا اور کوئی چارہ
نہ رکھتے تھے - ہم سوا دوی پیچھے دوڑ پڑتے ہین - اور بیدم ہو کر باغلر باشی کی خندقون مین پہونچ جاتے ہین

اپنے آدمیونکی تلاش اور اپنی کمپنی کو درست کرنے مین میرا آدھہ گھنٹہ صرف ہوا۔ میری کمپنی سے بیس آدمی قتیل و زخمی یا مفقود الخبر ہوگئے۔ ہم اسی پرانی خندق مین ٹھہرے میرے ذاتی دوست بالکل صحیح و سالم رہے مجھے خفیف سی چوٹ بھی نہ آئی۔ میرا بگلچی اور چند خفیف سے مجروح سپاہی بعد مین سنگتے رہ گئے ہم بمشکل بچ گئے۔ بگلچی کو اپنے شانہ کے زخم کا اتنا افسوس نہ تھا جسقدر کہ بگل مین گولی سے سوراخ ہوجانیکا۔ علم بالکل پارہ پارہ اور چھلنی ہوگئے تھے۔ جنکے ٹکڑونکو میری کمپنی کے درزی نے سی کر پھر جوڑ دیا۔ میری پلٹن کے پچاس آدمی کم ہوئے اور کل حملہ آور فوج مین میرے قیاس مین پانسو کا نقصان ہوا۔ عبداللہ بک کی پانچون پلٹنین تاکستانون کو ہٹ گئی تھین۔

حملہ کی ناکامی سے جو ابتری پیدا ہو گئی تھی۔ وہ طاہر خیری اور رضا میرے میجر اور کمپنی کے افسرونکی سعی و کوشش سے نوبجے کے قریب دور ہوگئی۔ مین نے بھی بمعاونت تراب۔ آصف و اقبال اسکام مین پوری کوشش کی نوبجے ہم پھر حملہ کرنیکے لئے تیار ہوگئے تھے۔ مگر کوئی کارروائی نہ کیگئی۔ کارتوسونکی قلت غالباً اسکی وجہ تھی بعض سپاہیونکے پاس کوئی کارتوس نہین رہگیا تھا۔ میری کمپنی مین ۷۵ سے زیادہ کسی کے پاس نہ تھے۔ مین نے سب سپاہیون کے کارتوس لیکر از سر نو مساوی تعداد مین تقسیم کئے جن سے ہر ایک سپاہی کے حصہ پندرہ پندرہ آئے۔

طاہر پاشا نے ایسے وقت واپسی کا حکم دیا تھا۔ جب کہ حملہ کی رو پورے زور پر تھی۔ اور جہان تک عبداللہ بک کی پانچ پلٹنون کا تعلق تھا۔ ناکامی کی کوئی علامت اسوقت تک انمین ظاہر نہین ہوئی تھی اسپر کئی دنون تک بڑی بحث ہوتی رہی۔ اور ہمارے دلون مین اسکی خلش باقی رہی۔ ہمکو معلوم ہوا۔ کہ طاہر پاشا معتوب ہوگیا ہے اور اسپر کورٹ مارشل ہونیکی افواہ ہے۔ مگر وہ آخری وقت تک سٹاف کا اعلیٰ افسر رہا جس سے پایا جاتا ہے کہ اسنے اپنی صفائی اور بریت کرلی ہوگی۔ اگر مین اسکے حکم پر کچھ رائے زنی اور نکتہ چینی کرون تو یہ میرے منصب سے بڑھکر اور گستاخی مین داخل ہوگا۔ طاہر قابل اور بہادر آدمی تھا۔ ممکن ہے کہ بعض ایسے اسباب جمع ہوگئے ہون۔ جن کا مجھکو علم نہین ہے۔ نکتہ چینی کے بجائے یہ فیصلہ کرنا سب سے بہتر ہے۔ کہ طاہر نے جو کچھ کیا۔ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ بہر حال اسمین کوئی شک نہین۔ کہ اس نے کسی بزدلی سے ایسا نہین کیا تھا۔ بلکہ اسکی عقل مین اسوقت یہی امر مناسب اور ضروری معلوم ہوا۔ اس معاملہ کے متعلق جو کچھ فی الحقیقت گذرا اسکی خبر مجھے کئی دنون بعد ملی طاہر نے عثمان بک کے پاس سوار دوڑایا۔ کہ حملہ مین ناکامی ہوئی ہے۔ اور مجھکو پختہ یقین ہے کہ مفتوحہ مورچونکو واپس لینا ناممکن ہے اگر اسکے واسطے از سر نو کوشش کیگئی۔ تو فوج کو تباہ کرنیکے سوا کوئی نتیجہ نہین نکلیگا۔ عثمان یہ سنکر بہت ناراض ہوئے۔ اور اوسی وقت اردلی بھیجکر طاہر کو کمان سے معزول کرکے واپس بلا لیا۔ پھر میجر کے رتبہ تک تمام افسر فوجی جو اسوقت جمع ہوسکتے تھے کونسل منعقد کیگئی اسمین فیصلہ ہوا۔ کہ باقی کیمپ سے اب آخری مرتبہ جو پلٹنین بھیجی جاسکتی ہین انکو بھیجکر مورچونکو فتح کرنے کیلئے ایکدفعہ پھر کوشش کیجائے۔ اگر یہ بھی ناکام رہے تو پلیونا کو چھوڑ دیا جائے اور فوج

ارخانیہ سڑک کے راستہ جسپر ابھی غنیم کیطرف کیداری قابض ہے ارخانیہ کو ہٹ جائے۔ اس فیصلہ پر کمان کرنیل
تومیق بک کو دیگئی۔ اور دو تازہ دم پلٹنین جو آخری سرمایہ تھین ماس فوج مین جو پہلے موقع پر جمع تھی بھیجدی
گیئین۔ ۱۰ بجے مجھے میجر کا حکم موصول ہوا۔ کہ کارتوس لانے کیلئے مورچہ مین آدمی بھیجدو کیونکہ میشر نے ارکش
گھوڑون پر جو سامان بھیجا تھا۔ وہ تاکستانون کے راستہ پہونچگیا تھا۔ کارتوس اسقدر پہونچ گئے تھے۔ کہ
باغلرباشی مین ہر سپاہی کو پوری تعداد واسطی کارتوس ۱۰ دیدیئے گئے۔

ساڑھے دس بجے مسیلاس اور طلعت طابیات سے یکبارگی سخت گولہباری شروع ہوگئی۔ ان تین توپون
سمیت جو یولش بک نے بنظر احتیاط پیچھے ہٹادی تھین۔ ان دونون مورچون پر جو توپین تھین جو ابتک بڑے لمبے
لمبے وقفون کیساتھ گولے چلاتی رہی تھین۔ اس تیزی کیوجہ یہ تھی کہ میشر نے گولہ بارود کی جو گاڑیان بھیجی تھین
وہ پہونچ گئی تھین ان گاڑیون کو تاکستانون مین جنہین کوئی راستہ یا سڑک نہ تھی کیچڑ دار زمین کے نشیب و فراز
سخت مشکلات پیش آئی تھین۔ اور یہ صرف اسکورٹ ۲ رسالونکی مجاہدین سوار ان خچرون کی ایک جماعت
گاڑیبانون اور ترک شہرون کی بیحد و بے حساب محنت شاقہ کی طفیل تھا۔ کہ گاڑیان بخیریت بمقام مقصود کو

۱۱ بجے روسیون نے پھر باغلرباشی پر بڑے زور سے مجتمع آتشباری شروع کی جس سے ہم کو خطرہ و نقصان
کی تخفیف کیلئے اپنی صفونکو کھلی جگہ مین پھیلا اور بکھیر دینا پڑا اس آتشباری سے میری کمپنی کے تین آدمی قتل ہوئے
ساڑھے گیارہ بجے ایک روسی کالم ۴۲ گاڑیان لیکر جنہین ہمکو معلوم تھا کہ فوج پیدل کیلئے کارتوس سے لدی ہوئی
ہین۔ قوانلق کیطرف آتا ہوا کریشن پلیونا سڑک پر نمودار ہوا۔ اس کے مقابلہ کیلئے تاشرونکی چار کمپنیان استادہ
مین بھیجدی گیئین۔ جنہون نے کالم مذکور کو نقصان کثیر پہنچاکر پیچھے ہٹادیا۔ اس کام مین مسیلاس و طلعت طابیون
کی توپون نے بھی مدد دی۔ ڈیڑھ اور تین بجے کے درمیان روسیون نے پھر دو دفعہ قوانلق مین شان حرب
پہونچانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے قوانلق کے اندر یا اس کے قریب کسی روسی کی جسم کے کچھ حصے
نظر آنیکی دیر ہوتی۔ کہ جھٹ باغلرباشی کی خندقون سے اسپر گولیون کی بوچھاڑ شروع ہوجاتی بعض اوقات
واحد شخص پر سو سو بندوقین سر کیجاتین۔ روسی پانی لانے کیلئے جو جماعتین نالہ پر بھیجتے۔ وہ تباہ کیجاتین سپاہیون مین
اب بعینہ ویسی ہی جوشی پھیلی ہوئی تھی۔ جیسی کہ شکار کے موقعہ پر شکاریون مین ہوتی ہے ہر ایک آدمی کے گرنے
پر خوشی کے وحشیانہ نعرے بلند ہوتے تھے ہم درین اثنا تاکستانون کے چشمون سے پانی لائے ہوئے تھے اور ہمکو
نالہ پر جانیکی احتیاج نہین رہگئی تھی۔ مزید برآن میجر کے ایما سے بارش کا پانی جمع کرنے کیلئے ٹب ادھر بھی کھدوائے گئے

۵ بجے قوانلق مین دشمن کا میگزین اڑا جسپر ترکون نے خوب زور سے نعرے لگائے۔

اڑھائی بجے ہمنے حملہ کیلئے چپ چاپ خاموشی کیساتھ پھر صفون کو درست کیا۔ ترتیب وغیرہ وہی تھی۔ جو کہ

پہلے حملہ کیوقت تھی۔ صرف یہ فرق تھا۔ کہ اب عبداللہ کے پاس بٹلینین زیادہ تھین۔ جن کو مشیر نے بھیجا تھا اور تاکستانون مین پہونچ گئی تھین۔

۱۲ دسمبر کی سہپہر کو قوانلق پر حملہ کرنے والی فوج کی ترتیب و جمعیت حسب ذیل تھی اس کے سمجھنے کیلئے وہی پہلا نقشہ کافی ہے۔ فرق دونون جدولون کے مقابلہ سے واضح ہوجائیگا۔

کمانڈر۔ کرنیل توفیق بک : نائب کمانڈر۔ کرنیل خیری بک

الف :۔ تین بٹلینین۔ زیر کمان لفٹنٹ کرنیل محمد ناظف بک

ب :۔ ایک بٹلین۔

ج :۔ سات بٹلینین۔ زیر کمان لفٹنٹ کرنیل عبداللہ بک

د :۔ اڑہائی بٹلینین۔ زیر کمان لفٹنٹ کرنیل رضا بک

ہ :۔ دو رسالے نظامیہ کیولری۔ سالونیکی مجاہدین اور چرکسون کے

میزان۔ ساڑھے تیرہ بٹلینین اور دو رسالے جملہ تخمیناً ۵۵۰۰ آدمی۔

تین بجے سیلاس طاہر اصغر طابیات اور ہیڈ کوارٹر سے قوانلق پر گولوں کی سخت بوچھاڑ لگگئی اسوقت بارش موسلادھار ہو رہی تھی اور زم آندھی چل رہی تھی۔ گر موسم صاف اور نگاہ دور تک کام کر سکتی تھی۔

تین بجکر دس منٹ پر قوانلق پر شمال کیطرف سے سخت رائفلی آتشباری کیگئی۔ دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے ہمین خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

تین بجکر ۱۵ منٹ پر عبداللہ بک کی سات بٹلینین جن کے آگے آگے "سکرمشر" ہے تاکستانون سے باہر نکلتی ہین۔ اور ساتھ ہی بڑی تیزی سے آتشباری کرتی جاتی ہین۔

تین بجکر بیس منٹ پر ہمارے بگل پیشقدمی کا حکم سناتے ہین ہم خندقون سے نکلکر متوسط رفتار سے تاکہ ہمارے سکرمشرون کو آتشباری کرنے کیلئے وقت ملے سیدھے قوانلق کیطرف بڑھتے ہین سکرمشر نہایت ثابت قدمی اور باقاعدگی کے ساتھ باڑھین مارتے رہے

اس مرتبہ ہم کامل نظام اور ثبات کیساتھ آگے بڑھے کسی موقعہ پر صف نے پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیا صرف دو جگہ مختصر سا قیام کیا گیا اسوقت افسرون کے سوائے باقی سب مین ریلیٹ کرلاشون کی اوٹ سے رائفلین سر کرتے رہے پہلی خندق مین جسکو دشمن چھوڑ گیا تھا ہم نے ذرا سا قیام کیا! وہان سے پے بہ پے سریع آتشباری کی یہ وسیع آتشباری ہمارے برخلاف کمزور تھی۔ انکی فوجکا زیادہ حصہ عبداللہ کی بٹلینون کے مقابلہ پر تھا چند منٹون کے اس کے بعد ہم نے پھر آگے بڑھکر دست وگریبان ہونیکے بغیر دوسری خندق

پر قبضہ کر لیا۔ وہان سے ہمکو پھر مکانات کی چھتین اپنے پرجوش سنہری بھائیون سے لدی ہوئی دکھائی دین اور ہمکو اللہ اکبر کے پرزور نعرے سنائی دیئے جنمین باسدفعہ خالص فاتحانہ صدا اور گونج پائی جاتی تھی میننے آتشباری بند کرنیکا حکم دیا۔ تاکہ دھوان دور ہوکر میدان نگاہ صاف ہو جائے جب دھوان دور ہوگیا۔ توہم نے شمال مغربی جانب کے ترکون کو مورچہ کی فصیل پہ چڑھتے ہوئے دیکھا۔ اب بھلا سپاہیون کو کون روک سکتا تھا۔ ہر ایک شخص زمین سے اوٹھکر جسقدر اوسکی ٹانگون مین بل تھا۔ بے تحاشا معرکۂ قتال کیطرف دوڑ پڑا۔ آخری خندق مین معدودے چند باقیماندہ روسیون سے جو ہماری سنگینون کا شکار ہوگئے۔ مختصر سی لڑائی کرکے ہم مورچہ کیطرف پل پڑے اور فصیل پر چڑھ گئے۔ جہان سے دیکھتے ہین۔ کہ مورچہ ہمارے رفقا کے قبضہ مین ہے۔ روسی جنوب مشرقی کونہ سے باہر نکل گئے تھے۔ جہان سے وہ کرلیشن سرکار کے تاکستانون کو ہو گئے۔ ہماری فوج کے جوش کا کوئی پایان نہ تھا۔ اور وہ مزید لڑائی کیلئے ماہی بے آب کیطرح بیقرار ہو رہی تھی۔ ہمارے بعض سپاہی زخمی دشمنون کو ذبح کر رہے تھے جنکو مین نے عین موقعہ پر مورچہ مین داخل ہوکر بچا لیا جن معدودے چند کو حکم کی تعمیل نہ کی اونکو مین نے تلوار کی ضربون سے روکا۔ ان ضربات کے نشان آخری عمر تک انکے چہرون پر باقی رہینگے بیدست و پا اعدانے احسان بھری ازاشک آنکھون سے میری طرف دیکھا۔ جسکو مین نے اپنے سلوک کا بھاری صلہ تصور کیا۔ ہمکو مورچہ مین دو انجن اور تین روسیون کی توپین ملین۔ باقی تین بسہ ہاتھون سے کھینچکر ساتھ لیگئے۔ مورچہ مین عجیب طلبلاہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اسمین خونریزی بیحد وحساب ہوئی تھی۔ اسمین اور مذبح مین کوئی فرق معلوم نہین ہوتا تھا۔ زمین دلدل بنی ہوئی تھی جسمین غالب سیال عنصر انسانی خون تھا۔ انسان کے خون کے دریا بہ رہے تھے اور جابجا اسی سے گڑھے اور مغاک بھرے ہوئے تھے۔ جسکے نشان آسمان کی موسلادھار بارش سے بھی معدوم نہین ہوتے تھے۔ اسی اثنا مین چار کمپنیان بلا حکم علیحدہ طابیہ کو جسپر محمد ناظف کی تین پلٹنون نے حملہ کر دیا تھا چلدین انکو دیکھ کر دوسری فوجین بھی اسی طرف ہو گئین۔ مین بھی اپنی کو لیکر انکے ساتھ شامل ہو گیا۔ مگر میری پلٹن کی باقی تینون کمپنیان اور میجر قوانلق ہی مین پیچھے رہا۔ اونکو توفیق بک نے یہ دیکھ کر کہ روسی علیحدہ طابیہ کو خالی کر رہے ہین۔ روک لیا تھا جب ہم یعنی میری کمپنی اور پانچ چھ دیگر کمپنیان جو اسقدر مختلف پلٹنونکی تھین۔ کیونکہ قوانلق مین فوجین آپسمین اسطرح خلط ملط ہو گئین تھین کہ اسوقت انکو علیحدہ علیحدہ کرنا ممکن نہ تھا۔ علیحدہ طابیہ مین پہونچے۔ تو وہ چار کمپنیان جو سب سے اول گئی تھین اور محمد ناظف کی فوج کا ایک حصہ اسپر قابض ہو چکا تھا۔ روسیونکے ساتھ انکی دست بدست لڑائی نہین ہوئی تھین مگر عین اسوقت اپنی پیدل فوج کی پسپائی کی حفاظت کیلئے کاسکون کے چند سالے گھوڑے دوڑائے پہنچگئے محمد ناظف نے اس ضرورت کے موقعہ کو مدنظر رکھکر دانشمندی سے سالونکی مجاہدین اور نظامیہ سوارون کے چند رسالے اس موقعہ پر جہانکہ کرلیشن سرکار کے تاکستانین داخل

ہوتی ہے۔ کھڑے کر رکھے تھے۔ کاسکونکو دیکھ کر وہ بھی سرپٹ گھوڑے دوڑاتے پہنچگئے۔ اور دونون مین سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ ہماری چند کمپنیان اپنے سوارونکی کمک کے لئے آگے بڑھین۔ جبپر کاسک پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے ہوئے اور لوونچہ سڑک کیطرف نظرون سے غائب ہوگئے۔

روسی تاکستانون مین سے اور گرلشین سڑک کے کنارہ کنارہ پیچھے ہٹے ویلیلی طابیہ سے نصف میل جنوب کو جاکر بائین طرف کو ہوگئے اور لوونچہ سڑک پر چڑھ کر اس کے راستہ بریستو ویٹز کو چلے گئے جہان بہ لمکوشب باش ہوئے دوسرے ہلہ مین میری کمپنی کے تین ادمی میری بلٹن کے پندرہ آدمی ضائع ہوئے۔ حملہ آور فوج کے صرف تین سو کس ضائع ہوئے۔ رضا بک زخمی ہوا

پانچ بجے تک کل معاملہ طے ہوگیا۔ اور پلیونا کی تیسری اور عظیم ترین لڑائی جسمین روسیون کو کامل شکست اور ناکامی نصیب ہوئی ختم ہوگئی۔ ترکی کیمپ کو نوگس گین فتح کرنے کیلئے وہ چند ہفتون تیاریان کر رہے تھے اونہون نے عثمان کے قلعہ کو لینے کیلئے اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی حتی۔ کہ ایک بھی ایسا شخص نہ تھا جسکی وہ گنجایش نکل سکتے ہون اور اسے میدان مین سنا و تارا گیا ہو۔ اونہون نے حملہ کرنے کیلئے راستہ صاف کرنے کیلئے چہار دن ایسی سخت گولہ باری کی تھی۔ جسکی نظیر محاربات عالم مین کوئی نہین پائی جاتی۔ اونہون نے اس لڑائی کیلئے اپنے قابل ترین کمانڈر اور افسر دسٹو۔ کرنیو۔ امرٹ۔ انسکی سکوبیلاف اور کیواری کمانڈران لوسکاریف و لیونیتیف جمع کئے انکا ذکر نہ انکا کمانڈر انچیف یعنے سپہ سالار گرینڈ ڈیوک نکلس (حاکم رومانیا۔ جرمن فوجی اتاشی۔ جنرل وان ورڈر) اور ہوشیار نامور سفرا۔ مدبر اور ماہران فنون جنگ سپاہیون کے حوصلے بڑھانے کیلئے میدان کارزار مین موجود تھے۔ مگر باینہمہ بیس ہزار آدمیونکی جانون کی عوض مین اونکو ملا کیا؟ ایک چھوٹا سا بے حقیقت مورچہ جس کے قبضہ سے بعد مین اونکو نفع کی نسبت نقصان زیادہ پہونچا۔ مگر یہ مشتبہ اور مخدوش فتح بھی اصل رومانیون کو حاصل ہوئی۔ (روسی اسکا دعوی بھی نہین کر سکتے) اور اسمین کوئی شک نہین کہ اس امر سے روسی کمانڈرونکے دلونمین شرم و ندامت کی اور زیادہ برچھیان چبھتی رہی ہونگی۔[97] اس لڑائی کے سلسلہ مین [illegible]

---

[97] اس امر کو خود روسی مورخ اور دیگر ماہران فنون جنگ تسلیم کرتے ہین۔ کہ گریوتسز امورچہ نمبر ایک کے قبضہ سے روسیون کو مطلق کوئی فائدہ نہین ہوا۔ اگر اس سے یہی نہین کہ فائدہ کچھ نہوا بلکہ صریح نقصان پہنچا کیونکہ محاصرہ مابعد مین فریقین مین اسکی وجہ سے سقدر روب ہوگیا کہ اس سے انکی سلامتی کیلئے ہر وقت خطرہ پیدا ہوگیا فقط بیفائدہ خونریزی ہوتی رہی اور فریقین کے علم سپاہ مین جیسا کہ ایسی صورتون مین بالیقین ہوجاتا ہے دوستانہ میل ملاپ ہوجانے سے فوج کے نظام کے مخدوش ہوجانیکا اندیشہ ہوگیا ترکی مورچہ اور اس مورچہ مین صرف گز کا اور دونوں کی خندقون مین الگ الگ کا فاصلہ تھا اور بعض وقت مخالف سنترون مین فقط تیس گز کا فاصلہ ہوتا تھا یہانتک کہ کیونکہ سنتری ایک دوسرے سے بات چیت اگلبازی اور ہنسی ٹھٹھا کرتے اور بسکٹ تمباکو وغیرہ اشیا کے ایک دوسرے کو تحفہ تحائف دیتے۔ یہ درست ہے کہ یہ نقصان دونون طرفونکے لئے یکسان تھا لیکن ظاہر ہے کہ روسی محاصرین کیلئے

دشمن نے ترکی کیمپ پر تین طرفون سے حملہ کیا۔ اس کے بازوے راست ہمینی سینے جسمین نہم آرمی کور اور تین رومانوی ڈویژن جنرل کرڈنر کے زیر کمان تھے۔ بجانب شمال مشرق قانلی طابیہ پر حملہ کیا اس کے قلب نے جسمین چہارم کور جنرل کرلیو کے زیر کمان تھی۔ جنوب مشرق مین عمر طابیہ پر اور اس کے بازوے چپ یا لیساری دستہ نے جسمین جنرل سکوبیلاف کا دستہ تھا۔ جنوب مغرب مین کرشین مورچون پر حملہ کیا۔ حملہ کیلئے ۱۱ ستمبر کی تاریخ اور تین بجے دوپہر کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ مگر قلب کی فوج تین گھنٹے پہلے چل پڑی۔ تاہم قانلی طابیہ نے تین حملون کو کامیابی کیساتھ روکا۔ چوتھا حملہ جو ۱۱ ستمبر کو سات بجے شام کیوقت ہوا کارگر ہوگیا۔ ۱۲ ستمبر کو اس مورچہ کو واپس لینے کیلئے کئی دفعہ اور شام کیوقت بڑے پیمانہ پر کوشش کیگئی لیکن وہ سب ناکام نہین رہا اور آخر کار اسے دشمن کے قبضہ مین چھوڑ دیا گیا۔

روسی قلب کا حملہ بہت بری طرح سے ناکام رہا جیسی اس فوجکو ۱۱ ستمبر ۱۸۷۷ء کے دن شکست ملی ویسی کبھی کسی فوج کی گت نہین بنی۔

جنوب مین سکوبیلاف کی بہادری تندی و تیزی۔ لیاقت اور عجیب و غریب بے انتہا اقتدار اور رسوخ کی جو اسکو اپنے سپاہیون پر حاصل تھا۔ کرشین مورچون کے برخلاف کوئی پیش نہ گئی۔ اس پر وہ انکو غیر مفتوح چھوڑ کر آگے بڑھ آیا۔ اور پلیونا مورچے لے لئے اور ترکی کیمپ مین مثلث خانے کے زاویہ حادہ والے کونہ کی طرح گھسکر اسکو دو دو جدا جدا حصون مین کردیا۔ مگر ۱۲ ستمبر کو اسکو قبضہ سے نکال دیا گیا

جو مبتی ہوئی بازی کا میل رہے تھے۔ حصون کی نسبت جو ہری ہوئی بازی کھیل رہے تھے زیادہ مضر تھے۔ اگر قانلی طابیہ روسیون کے پاس نہ ہوتا۔ تو اس کے بغیر بھی انکا محاصرہ برابر مکمل رہتا۔ اور نتیجہ بعد مین یکسان نکلتا۔ فرق فقط یہ تھا۔ کہ بیفائدہ خونریزی کم ہوتی۔ باش طابیہ دگر یوتسز امورچہ نمبر ۱ کے بغیر قانلی طابیہ کوئی حقیقت نہین رکھتا تھا۔ دونو ملکر البتہ بھاری قدر و منزلت رکھتے تھے۔ باسہمہ رومانویون نے باش طابیہ پر متواتر حملہ کرکے ہزارہا آدمی کٹوا دیئے۔ جو قانلی طابیہ کو خالی کردینے کی صورت مین کبھی ضائع نہ ہوتے۔ مزید بران خود قانلی طابیہ مین لازمی طور پر بہت بڑی جمعیت رکھنی پڑتی تھی۔ اور ترکی توپخانہ گولہ باری کرتے رہنے سے [illegible] نقصان پہونچاتے رہتے تھے۔ لڑائی کیوقت زار اسکے بیدنار اور گرینڈ ڈیوک نکلس کے ہیڈ کوارٹر ٹوچم مین رہے۔ یہ دونون لڑائی کو دیکھتے رہے تھے ڈیوک اس پہاڑی سے جو گریوتسز اسے دو میل جنوب مین اور راوی سیتو دے اسی قدر فاصلہ پر شرق مین ہے دیکھا۔ گرینڈ ڈیوک کی پہاڑی پکارتے تھے۔ زار اس پہاڑی سے جو گریوتسز اسے بجانب جنوب مشرق دو میل کے فاصلہ پر اور پہلی پہاڑی سے اسیقدر فاصلہ پر شمال مشرق مین ہے۔ روسی اوسکو زار کی پہاڑی پکارتے تھے۔ جنہون نے ۱۳ ستمبر کو تجویز کیا تھا کہ روسی فوج دریا اوسما سے پرے سنگر پلگرینی کو اپنا مرکز بنائے۔ مگر نکلس نے اسکو رد کرکے حکم دیا کہ روسی رومانوی فوج کی اولین صف بصورت راوی شیتو دے مگر یوتسز ا اور ویتزا کے پرلے طرف قائم کیجائے اور پلیونا کے مغرب مین فوج سواران مامور کیجائے۔ مصنف

لڑائی کے دوران مین روسی رومانوی کیپوشی[۹۸] نے ارخانیہ سڑک پر قبضہ کرلیا تھا جسپر وہ ۲۴ ستمبر تک جبکہ احمد حفظی پاشا کا کالم انکی صفونکو چیرتا ہوا۔ اس سڑک کے راستہ پلیونا آیا برابر قابض رہی۔

۱۳ و ۱۴ ستمبر کو روسی مرکز مین رادیشیود کو اور جنوب مین بوغوت کو پیچھے ہٹ گئے مگر انکا بائین بازو قائلی طابیہ پر قابض رہنے کی وجہ سے ترکی صفون یا کمپ سے صرف تین سو گز کے فاصلہ پر رہا۔

ترکون کے پانچ ہزار آدمی شہید و زخمی ہوئے۔ روسی و رومانوی فوجکے نقصان کی مختلف مقدارین بتائی گئی ہین۔ بعض نے ۲۰ ہزار اور کئی مورخون نے صرف ۱۲ ہزار لکھی ہے ہمارے خیال مین درست تعداد ان دونون کے بین بین یعنی تخمیناً ۲۰ ہزار (۱۵ ہزار روسی اور پانچہزار رومانوی) قتل و زخمی ہوئے جنمین سے ۵ ہزار روسیونکے بائین بازو مین ۶ ہزار قلب مین۔ ۸ ہزار سکوبیلاف کے دستہ مین جسکی کل جمعیت ۲۰ ہزار تھی یعنی ۴۰ فیصدی) زخمی و قتل ہوئے۔ اور ایک ہزار آرٹلری کیولری اور ریزرو فوج مین قتیل و مجروح ہوئے ہم نے دو ہزار مجروح اور کئی سو صحیح و سالم روسی اسیر کئے۔ ہماری فوج کے چار سو آدمی مفقود الخبر ہوئے۔ میدان جنگ پر ۷ ہزار لاشین تھین۔ فریقین کا کل نقصان کم از کم ۲۵ ہزار یعنی جسقدر فوج معرکہ مین شریک ہوئی۔ اسکا پانچوان حصہ ضائع ہوا۔ روسیونکا نقصان کل ترکی فوج کے دو ثلث کے برابر ہو اسکی نظیر دنیا کی گذشتہ لڑائیون مین نہین پائی جاتی۔ قائلی طابیہ مین ہماری دو توپین گئی تھین۔ اور قوانلق مین تین [illegible]

افسوس عثمانی اس فتح سے کوئی فائدہ نہ اوٹھا سکتے تھے۔ اونکے پاس کیولری کی جمعیت اسقدر تھوڑی تھی کہ وہ باقاعدہ تعاقب خوب سیر ہو کر نہین کرسکتے تھے۔ علاوہ برین آدمی تکان سے جان بلب اور بدش سے تربتر تھے اور اونکے کپڑون کے پرخچے اڑ گئے ہوئے تھے اور کل فوج مین ناقابل بیان کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ رسد پہونچنے کے راستے بند تھے۔ اور مجلس حرب اور دوسری عثمانیہ فوجون نے انکو بالکل بے مدد چھوڑ دیا ہوا تھا۔ تاہم اونکے لئے یہ امر کچھ کم تشفی و اطمینان کا نہ تھا۔ کہ اونہون نے اپنے ملک کے جہاد دشمن کی ایسی مرمت کی ہے کہ ۱۷۵۸ء سے بعد جبکہ جرمنی کے قیصر فریڈرک اعظم نے بمقام زورنڈورف اسے (یعنی روس) کو شکست فاش دیکر تتر بتر کر دیا تھا اسکی کبھی ایسی درگت نہین ہوئی تھی۔

ترکی فوج کے اعلی افسرون مین سے لفٹنٹ کرنیلان علی رضا بک و ابراہیم بک شہید اور جنرل فوزی و ہیرن حسن صابری پاشائے جرنیلان بریگیڈیر رفعت پاشا۔ قرہ علی و امین پاشا۔ کرنیلان خیری بک و عمر بک و حافظ بک اور لفٹنٹ کرنیل رضا بک زخمی ہوئے ان افسرون کا ذکر کرنا جنہون نے اس لڑائی مین نمایاں بہادری دکھائی مشکل کام ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ بہت سے ویسے ہی قابل تعریف افسرون کے نام لکھنے سے رہ جائین۔ عمر بک اور عظوف پاشا [illegible]

[۹۸] جنرل لوشکاریف چار روسی اور چار رومانوی کیولری رجمنٹین (۳۴ رسالے) اور ۱۸ ہلکی توپین لے کر روس کے بائین کنارہ پر اور جنرل لیونیٹف چار روسی رجمنٹین (۲۶ رسالے) اور ۱۸ ہلکی توپین لے کر روسی کمپ کے بائین بازو پر رہا۔ مصنف

محافظت و مدافعت پر امین پاشا و رفعت پاشا جو اپنی حملہ کنندہ پلٹنون کے آگے آگے بڑھتے وقت زخمی ہوکر زمین پر گر پڑے۔ عبد اللہ بک۔ محمد ناظف بک۔ حیدری بک اور رضا بک مفتوحہ مورچون پر حملے کرنے مین مردانہ وار شریک ہونے پر عادل پاشا اپنی بازو مین باوجود قلت فوج بعدیل ترتیب انتظام کرنے کیلئے سلیمان بک انتہائی شمالی جانب (اوپانتز) مین قابل تعریف نگرانی اور چوکسی کرنے پر جس کی وجہ سے ہی روسی سطرف حملہ کرنے سے رکے رہے۔ حافظ پاشا باش طابیہ مین بے نظیر مردانگی سے دشمن کا مقابلہ کرنے پر احمد پاشا بحیثیت کمانڈر توپخانہ مسلسل مستعدی دکھانے پر اور عثمان بک کمانڈر فوج سوران اپنی قلیل القدر فوج سے تا امقدور کل ضرورتون کو پورا کرتے رہنے پر پوری پوری تعریف و توصیف اور عزت و نیکنامی کے مستحق ہین۔ ۱۱ ستمبر کی لڑائی مین سرداری کا تاج بلاشک و شبہ توفیق بک کے سر رہا۔ اس کے زیر کمان جو حملہ کیا گیا تھا۔ اس نے لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ اور ہلال کے لڑتے ہوئے علم کو غالباً شائد آخری دفعہ (مگر الغیب عند اللہ اسکی نسبت کوئی شخص دعوے سے کچھ کہہ نہین سکتا) پھر فتح و نصرت کے پھریرون سے آراستہ کر دیا۔ توفیق بک کو بریگیڈیر کے رتبہ پر ترقی ملی۔ اور وہ اسوقت سے فوج مین بہت ہر دلعزیز ہو گیا مگر میرے خیال مین دمین ایسا کہنے سے اس تعریف و عزت مین جو توفیق بک کا حق ہے۔ کوئی کمی نہین کرتا۔ چاہتا۔ کیونکہ یہی وہ شخص تھا۔ جس نے آخرش ترکون کی طرف سے میدان مارا، ان تمام پر خطر ایام کا سب سے بڑا بہادر اور مرد میدان کرشین مورچہ جنکا کمانڈر کرنل یونس بک تھا۔ باغلر باشی کا مورچہ بُعد کیوجہ سے شروع شروع ہی مین اسکی تحویل علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ باقی ماندہ مورچے (امیلاس طلعت۔ یونس طابیات) اس نے صرف چھ توپون اور سات[99] پلٹنون سے سکوبلاف کی بیس پلٹنون اور نوے توپون کے مقابلہ پر برابر چھ دن قابو مین رکھے اور دشمن کو اونکے قریب نہ پھٹکنے دیا

دو یا تین دن بعد پریڈ کے موقع پر جو جنرل آرڈر (جرنیلی حکم) پڑھا گیا۔ اس مین توفیق بک اور یونس بک کے نام خاص طور پر لئے گئے۔

فوجکو جب فتح کا یقین ہو گیا۔ تو انکی پر جوشی کا کوئی حد و حساب نہ رہا۔ سپاہی خوشی کے مارے دیوانون کیطرح ایکدوسرے سے بغلگیر ہونے۔ ناچنے۔ کودنے اور گانے لگ گئے۔ وہ اپنے جلیل القدر سپہ سالار کے نام کا اسطرح سے ورد کرنے لگ گئے۔ کہ گویا وہ دوسرا پیغمبر تھا۔ اس مجنونانہ مسرت کا دورہ گذر جانے پر سالم کی سالم پلٹنیان شکر و احسان ادا کرنے کیلئے اس پاک ذات کی جناب مین جس اکیلے ہی کے ہاتھ مین فتح و نصرت کی عنان ہے۔ فرش خاک پر سربسجود ہو گئین۔ یہ جوش خلوص عقیدت ہر فرد بشر کے دل مین ایسا سرایت ہو گیا تھا۔ کہ یہ

[99] ان مین سے چار وہ تھین۔ جو در اصل اسکے زیر کمان تھین۔ ایک بطور کمک بھیجی گئی تھی۔ اور دو اس نے امین اور رفعت کی منتشر شدہ فوج کے بھٹکے ہوئے سپاہیون کو جمع کرکے بنالی تھین (مصنف)

ایک مجروح کو جسکا پیٹ پھٹ گیا ہوا تھا اور وہ وہیں ہاہو کر زمین پر تڑپ رہا تھا دیکھا کہ وہ بھی لوٹ پوٹ کر سجدہ
کی وضع مین ہو گیا! اور وہ اسی حالت مین دلی یقین کیساتھ کہ جنت کے دروازے اسکے لیے چوپٹ کھول دیئے گئے ہین جان بحق ہوا
عثمان نے جسکا عزم بالجزم اخلاقی جرات کوہ وقار اور ارادہ ایسا پختہ تھا۔ کہ سر جائے مگر تعمیل منشا مین سر مو
فرق نہ آنے پائے اِس فتح سے انیسوین صدی کی تاریخ مین ایسا شاندار اور چمکدار نشان قائم کر دیا۔ جو قیامت
تک محو نہوگا۔ جبکہ چارون طرف سے مایوسی کی گھنگھور گھٹا چھا رہی تھی۔ امید کی مقدس روشنی جس وحشی کو
بہادر آدمی کے سینہ مین موت کے سوا اور کوئی چیز نہین بجھا سکتی اسکے اندر برابر جل رہی تھی اُس ہار ماننے
سے انکار کر کے مردانہ وار اپنی آخری پلٹنین داؤ پر لگا دین۔ اور بازی کو جیت لیا۔ باستثنا اسکو بیلاف
روسی کمانڈرونکی تنگ خیالی اور باہمی رشک و رقابت کی زنانہ جلنون کے مقابلہ مین عثمان اپنی اخلاقی
جرأت کی شاندار روشنی مین دیو سار سر بفلک کھڑا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ جولیس سیزر رومن فاتح و قیصر ا
کیطرح بارگاہ احکم الحاکمین مین عجز و نیاز اور مردانہ ہمت و استقلال اسکا شعار تھا۔ اور انہی دونو کے
طفیل فاتح و منصور ہوا۔ عثمان کا زہد و اتقا اور سچی عبادت گذاری کیمپ مین سب کو معلوم تھی۔

ان ایام کی کشت و خون سے کیا عجیب سبق حاصل ہوتا ہے۔ تمہارا میدان کارزار خواہ گریولاٹ[1] کے
مشہور تاریخی مرغزارون پر ہو یا پلیونا کے میدانون مین جہان کہ باردار زن گیتی نے ایسی تکلیف و دقت
اور مشکل سے جسکی نظیر دنیا نے پہلے کبھی مشاہدہ نہ کی۔ زمانہ کے نئے دور کا بچہ جنا۔ اور خواہ وہ میدان تمہارے
دل کے سب سے اندرونی پردہ مین ہو جہان کہ خدا کی آنکھ کے سوائے اور کوئی آنکھ کام نہین کر سکتی۔ تم عزم بالجزم
کر لو کہ ہار نہین مانو گے۔ اور اسپر ثابت قدم رہو۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اس میدان کارزار سے مظفر و منصور ہو کر ابھرو گے
۱۸۷۷ء مین جو لوگ انگلستان۔ فرانس اور جرمنی مین رہتے تھے۔ انکی زبانی اور نیز اسوقت کے اخبارات کے
مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ اسوقت یوروپ مین بیحد تعجب و حیرت پھیل گئی تھی۔ لوگ باور نہین کر سکتے تھے
کہ مٹھی بھر ترکون نے زبردست روسی ٹڈی دل کو شکست فاش دی ہو۔ تاریخ کے افق پر ایک نیا
ستارہ طلوع ہو گیا تھا۔ اور ہر فرد بشر کی زبان پر عثمان کا نام تھا۔ بالخصوص انگلستان مین جہان جاؤ
اسی کا چرچا تھا۔ چنانچہ اگر وہ ۱۸۷۸ء مین انگلستان کو جاتے تو انکی وہ آؤ بھگت ہوتی۔ کہ بلوکر[2] کی روح
بھی ششدر رہجاتی۔ لڑائی سے بعد کئی ہفتون تک سڑک کے دوبارہ کھلجانے پر تمام ممالک خاصکر انگلستان
اور آسٹریا سے مبارکباد کے خط کیمپ مین دھڑا دھڑ پہونچتے رہے۔ بارگاہ سلطانی سے عثمان کو غازی کا خطاب مرحمت ہوا

۱؎ صوبہ السیس لورین کے ایک مقام کا نام ہے۔ جہان ۱۸۷۰ء مین جرمنون نے فرانسیسی فوج کو شکست فاش دی۔ مترجم۔
۲؎ جرمن جرنیل جسنے ڈیوک آف ولنگٹن کے ساتھ ملکر واٹرلو کے میدان مین نپولین اول کو شکست دی تھی۔ اسکا پورا نام
جیبارڈ لیبرکٹ وان بلوکر ہے ۱۷۴۲ء مین پیدا اور ۱۸۱۹ء مین فوت ہوا۔ مترجم

اس لڑائی مین میری کمپنی کے ۲۵ آدمی قتل و ناکارہ ہوئے۔ مگر یہ تعداد مجھے بعد مین متحقق ہوئی کیونکہ ۱۱ ستمبر کی شام کو لفٹنٹ تیمورہ کے سکویڈ سے علاوہ پورے ساٹھ آدمی مفقود الخبر تھے اسدن کی صفون مین آدھی آدمی اجنبی تھے۔ میری کل پلٹن مین اسّی آدمی شہید اور زخمی ہوئے۔ تر آب جو خون کے بہنے سے نہایت نحیف ہو گیا تھا ہسپتال مین چلا گیا۔ اور ایک ہفتہ وہان رہا۔ بقال طبی امداد کے بغیر ہی صحت یاب ہو گیا مجھے اور آصف کو کوئی گزند نہ پہونچا۔ ہمارا اوّل آغاسی، ہر جولائی والے زخم سے شفا پا کر شروع ستمبر مین ہم سے آملا تھا مگر چند دنون ہی کے بعد وہ ایک اور پلٹن مین جس کے میجر اور اوّل آغاسی دونون ضائع ہو گئے تھے۔ تبدیل کر دیا گیا تھا جس پر خدا کا شکر بجا لائے تھے۔ وہ ۱۱ ستمبر کو پھر زخمی ہوا لیکن زخم مہلک یا سخت نہین ہوا

ہمارا باش چاؤش جبکہ ہم ۱۱ ستمبر کو جنوب کیطرف روانہ ہوئے تھے۔ تو بظاہر گولی بارود کے میگزین کی حفاظت کیلئے اور در اصل ڈر کے مارے جانی تپ بائر مورچہ مین ہی رہا تھا۔ وہ مورچہ سے عقبی میگزینون کو جا رہا تھا۔ کہ گولہ سے ہلاک ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ہم سب نے یکزبان ہو کر کہا یہ خوب ہوا اس سے بھی خلاصی ہوئی اسکی جگہ بقال باش چاؤش کے رتبہ پر فائز ہوا جس پر سب کو بیحد خوشی ہوئی۔ مگر میری خوش قسمتی سے وہ افسرونکی قلت کے باعث میرے والے سکویڈ کے افسر کی حیثیت مین میری کمپنی مین ہی رہا۔ اور اسطرح سے یہ عجیب و غریب شخص تین مختلف عہدون دکمپنی کے اکیلے باقیماندہ سارجنٹ پلٹن کے باش چاؤش اور ایک سکویڈ کے قائم مقام لفٹنٹ کے فرائض کو نہ صرف نہایت خوبی اور عمدگی کے ساتھ بلکہ بلا تردد اور محنت ادا کرتا رہا۔

آخری حملہ مین ہمارے میجر کو ٹخنہ پر گھوڑے کے گولی لگا کر گرتے وقت چوٹ آئی جو ہسپتال مین جانیکے بغیر خود بخود اچھی ہو گئی۔

لڑائی تو ختم ہو گئی تھی۔ مگر ابھی اتنے کام باقی تھے۔ کہ آرام و آسائش کوسون دور تھے۔ ہر کون کو صد آفرین کہنا چاہیئے۔ کہ سب سے اول اونھون نے زخمیون کی طرف توجہ کی۔ ورنہ روسیون کیطرح فتح پانے پر شراب مین بدمست نہ ہو گئے۔ بلکہ اس ابتری مین جیسی کچھ باقاعدگی کی توقع کیجا سکتی تھی۔ ویسی باقاعدگی کے ساتھ وہ مجروحین کو جمع کرنے اور انکی مرہم پٹی مین مصروف ہو گئے۔ مردونکی طرف متوجہ ہونیکی اسوقت کوئی فرصت نہ تھی لڑائی سے ہفتہ بھر بعد تک وہ دفن نہ کیے جا سکے تھے۔ یہ عرصہ انسانون کے پوشیدہ جسمون پر آوارہ گرد کتے۔ گدین اور کوّے جشن مناتے رہے۔ یہ ہولناک نظارہ اگر مخالف شہنشاہون مین سے کوئی قیصر دیکھ لیتا تو غالباً اسے ان تباہیون کے برپا کرنے پر اسوقت سخت ندامت ہوتی۔ قوانلق عیسیٰ اور باغلر باشی طابیونکے ملحقہ کھیتون کی کیفیت کبھی فراموش نہین ہو سکتی جو کیچڑ عنابی رنگ کا ہو رہا تھا۔ اور کھیت مچہرا گاہین مردون اور قریب المرگون سے بھری ہوئی تھین۔ اکثر جگہ لاشون کے عجیب و غریب شکلون مین ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ عیسیٰ طابیہ مین مردونکو

اور پتلے جوڑ کر پناہ کیلئے دیوارین بنائی گئین تھین۔

جن مین زندگی کی کوئی علامت پائی گئی۔ بلاتمیز دشمن و دوست ہم انکو حتی الامکان سرعت کیساتھ مورچہ مین اٹھا لیگئے اور جب انکی ابتدائی مرہم ہو چکی اور خون بہنا بند ہو گیا۔ تو انکو بلیونا پہنچا دیا گیا۔ گاڑیان[1] ضرورت سے دسوان حصہ بھی نہ تھین اسلئے اکثر کندھون پر اٹھا کر پہنچائے گئے میری آدھی کمپنی نے اس کام مین مدد دی۔ باقیماندہ کو مین نے چند حصون مین تقسیم کر دیا۔ مورچہ مین مکی اور چاول کا ذخیرہ موجود تھا ایک حصہ کھانا تیار کرنے پر لگا دیا گیا۔ ایک حصہ تاکستانون مین بعیدی چوکی کے فرائض ادا کرنے کیلئے بھیجدیا گیا۔ کہ اگر غنیم پھر واپس آکر حملہ کرنیکی کوشش کرے تو وہ ہمکو اطلاع کر دیوے۔ ایک جماعت نالہ سے مورچہ مین پانی لانیکے لئے مقرر کیگئی اور باقیماندہ مورچہ کی شکست و ریخت میں ہاتھ بٹانے لگ گئی۔ تکان بالکل کافور ہو گئی تھی۔ اور فتح کی بے اندازہ خوشی نے ماندگی کو بھلا دیا تھا۔ اپنے میجر اور پلٹن سے جدا ہونیکی وجہ سے مجھے کوئی حکم اپنے اعلیٰ افسر کا نہیں پہونچ سکتا تھا۔ یہ سب کام مین نے اپنی ذمہ داری پر کئے۔

آٹھ بجے جبکہ تمام مختلف جماعتین اپنے اپنے کام سے فارغ ہو گئین مینے حاضری لیکر ان لوگون کسوائے جو عادل کے ڈویژن سے تعلق رکھتے تھے۔ تمام اجنبیون کو جنکو لفٹنٹ آصف کے سپرد کر دیا۔ کہ انکو اپنے اپنے مورچون پر پہنچا دیے عادل کے فریق کے آدمی جانق بایر کو جاتے وقت ہم اپنے ساتھ لیگئے۔ ایسا کرنا میرے لئے ضروری نہ تھا مین نے محض رحمدلی سے یہ کام کیا تھا۔ کہ ان لوگون پر بزدلی یا فراری کا الزام عاید نہ ہو۔ اس کام سے فارغ ہو کر مین اپنی باقیماندہ کمپنی سمیت کھانے (چاول اور دلیا) پر بیٹھ گیا۔ بارش تھم گئی تھی۔ مگر رات سخت تاریک تھی۔ مورچہ مین بڑے بڑے الاؤ روشن تھے۔ لڑائی سے بعد چار دن تک گاہے بگاہے خفیف سی تقاطر کے سوا بارش نہ ہوئی۔ گویا قدرت نے لڑائی کے واسطے ہی پانی کا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ ۲۰ ستمبر کو بارش پھر زور شور سے شروع ہو کر شانہ روزانہ وقفون سے محاربہ کے اختتام تک ہوتی رہی۔ فرق صرف یہ ہوا کہ اکتوبر کے بعد بارش کیجگہ برف اور کوہرے نے لیلی مجھے فراغت پانے پر قوانلق کو واپس چلا جانا چاہیے تھا۔ مگر مین نے خیال کیا کہ اگر مین خود مختار رہا تو ہم اچھے رہینگے۔ میجر نے بعد مین میری اس کارروائی کی تعریف کی اسکی دوسری کمپنیون کے کمان افسر قتل یا زخمی ہو گئے تھے۔ اگر ہم بھی اسوقت اسکے پاس چلے جاتے۔ تو اسکی دقت مین اور اضافہ ہو جاتا۔

علیئی طابیہ مین حد بیان سے باہر کھلبلی اور گڑبڑی ہوئی تھی۔ چھ یا سات مختلف پلٹنون کے سپاہیون کے حجم غفیر میں جو کیڑون کی طرح متحرک تھا۔ تین یا چار گھنٹون کے بعد باقاعدگی کا ذرا سا شائبہ پیدا ہو گیا تھا۔ منظم پلٹن یا ایک بھی نہ تھی۔ بلکہ سالم کمپنیان بھی معدودے چند ہی تھین۔ کل کمپنی مین میری کمان کا نظام سب سے بہتر تھا

---

[1] بلیونا کیمپ مین اسوقت ۱۵ سو گاڑیان تھین۔ مگر اتنے بڑے میدان کارزار مین یہ تعداد زخمیون کو شہر اور مزید ان کو مقررہ مدفنون مین پہونچانے کیلئے مطلقاً کافی نہ تھی مصنف۔

توفیق بک نے مورچہ کا جس افسر کو جو غالبًا خیری بک تھا عارضی کمانڈر مقرر کیا تھا اسنے بڑی مستعدی سے کام کیا
اس نے مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اور میرے نام کوئی حکم صادر نہ کیا۔ غالبًا اسے کسی نے کہہ دیا ہوگا۔ کہ صاحب انگریز
کیطرف سے بےفکر رہنا چاہیئے۔ وہ اپنا کام خود بخود ہی کرلے گا۔ ممکن ہے یہ میرا خیال ہی خیال ہو جو نوجوانانہ شیخی
اور تعلی سے میرے دماغ مین سما گیا ہو اسلئے مین ناظرین سے اسے نظرانداز کردینے کی التماس کرتا ہون

نو بجے کھانے پینے اور آگ کے سامنے اپنے کپڑونکو سکھانے اور جسمون کے گرم کرنے سے فارغ ہو کر مینے ایک اعلی افسر
سے دریافت کیا کہ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہماری بازو کی جمعیت بہت کمزور ہو رہی ہے
جو امر خالی از خطرہ نہیں۔ اور مینی بازو مین آدمیونکی اسقدر رہبر ہار ہے۔ کہ نظام و ترتیب کا قایم کرنا تقریبًا اور آسائش
کا میسر ہونا بالکل ناممکن ہو رہا ہے۔ تم فی الفور جانق بایر مورچہ کو چلے جاؤ۔ یہ سنکر مینے اپنی کمپنی کے باقیماندہ حصہ
کو جمع کر لیا۔ سپاہی آوارہ گرد فقیرون کی مانند ہو رہے تھے۔ غلاظت اور گجلاپن سے انکو پہچاننا مشکل تھا
ہر ایک سر سے پاؤن تک خشک کیچڑ سے لتھڑا ہوا تھا۔ اور اکثر کے کپڑے ایسے پارہ پارہ ہو گئے تھے کہ جسم کو ڈھانپنا
مشکل ہو رہا تھا۔ بعض نے لاشون کے بوٹ پتلونین اور جاکٹین مستعار لے لئے تھے۔ بین الجنبلیون کے علاوہ جنکو مینے
ساتھ لیا تھا میرے پاس کل ہم پچاس آدمی تھے۔ سیمور کا سکوٹیڈ مجھے راستہ مین ملگیا۔ اور چالیس آدمی دوسرے دن مورچہ مین
آملے۔ جنمین سے اکثر اس امر کی سندین رکھتے تھے کہ وہ دوسری جگہ لڑائی مین ایکسیٹو مین میری کمپنی کی از قسط جمعیت بھی
ہم پلیونا کے بیچ سے گذرے۔ چند گولے شہر مین پھٹے تھے۔ لیکن ان سے نقصان خفیف سا ہوا تھا۔ اسوقت کی
شہر کی کیفیت بیان کرنا میرے احاطہ امکان سے خارج ہے۔ بازار بازار نہین رہ گئے تھے۔ بلکہ نالے اور دریا
بنے ہوئے تھے۔ اور کار قضا جہان کہین خشک زمین نظر آتی تھی یہ مکھن کی خاصیت رکھتی تھی جب ہم چلتے
ہر درخت سے چھم چھم بارش شروع ہو جاتی ہمارے کپڑے اور جسم جو ابھی خشک کیا تھا مکانات کے بیشمار
پرنالون سے پھر تربتر ہو گئے۔ جسپر میری زبان سے حالانکہ مین بڑا متقی عیسائی ہون بے اختیار یہ لفظ نکل گئے
بازارون کے موڑون اور سرون پر ویسا ہی جمگھٹا لگا ہوا تھا۔ جیسا کہ کاروبار کے دنون مین لندن کے بڑے بڑے
بازارون مین ہوتا ہے۔ فرق یہ تھا۔ کہ یہان پولیس موجود نہ تھی۔ جو ضرر گڑبڑ مین اور زیادہ گڑبڑ کردینے کا کام
دیتی ہے۔ مجروحین کی گاڑیونکی قطارین بالمقابل سے آکر ایکدوسرے کیساتھ تقاطع کر رہی تھین زخمی جنمین سے
اکثر کیچڑ خون اور زخمون سے انسانی شکل مین نہ رہ گئے تھے اسطرح لدے ہوئے تھے جیسا کہ ذبح شدہ بکرے قصاب کی گاڑیون
مین بھرے ہوتے ہین۔ بڑے بڑے چوکون مین الاؤ روشن تھے جنکے شعلے ہوا سے متحرک ہو کر مکانات کی پیشانیون پر کبھی
تاریکی اور کبھی روشنی پھیلا رہے تھے۔ اس متحرک اور غیر مستقل روشنی سے تاریکی کا منظر زیادہ تر خوفناک درخت
متحرک بھوت جنگے بھلے جماعت اور مریض بعض اوقات فرشتے اور بعض وقت عجیب و غریب جانورونکی شکل مین اور

روسی اسیرون کے چہرے غیظ و غضب سے افروختہ دکھائی دیتے تھے۔ ہر چوک مختلف بولیون اور زبانونکے لحاظ
سے بابل بنا ہوا تھا۔ ترک روسی۔ رومانوی۔ ترکی۔ عربی اور جرکس زبانون مین عاشین مانگتے ہے۔ آہ و زاری
کر رہے ہیں یا اپنے اپنے فرمانرواؤنکو لعنتین بھیج رہے تھے۔ کہ انہی کے طفیل یہ سب مصیبتین برداشت کرنی پڑ رہی ہین۔
گاڑیان رہرؤن کو راستہ دینے کیلئے آوازے کستے۔ راستہ یا ہسپتال کا پتہ پوچھتے۔ راستہ روکنے والون سے
گالی گلوچ یا دھینگا مشتی کرتے چلے جا رہے تھے۔ ہر طرف بلغاری۔ فرنچ اور کئی نامعلوم العرض عبارات بھانت کی
بولیان بولی جا رہی تھین۔ ایک جگہ کوئی جرمن ڈاکٹر اس طوفان بے تمیزی مین باقاعدگی قائم کرنے سے تھک کر
اپنے آپ کو گالیان سنا رہا تھا۔ دوسری جگہ ایک انگریز ڈاکٹر دوسرے ڈاکٹر سے جو سٹارک کی ٹو و سیلطرن تھا۔
گاڑیبانون کی شکایت کر رہا تھا۔ کہ بیوقوف زخمیون کی جگہ میرے پاس لاشین لے آئے ہین۔ پلیونا مین اس وقت سرکاری
ہسپتالون اور ان شفاخانون کے علاوہ جو مساجد اور بڑی بڑی میونسپل عمارات مین قائم کئے گئے تھے ایک سو
فوجی ہسپتال تھے۔ ان مین سے ہر ایک کے دروازہ پر بیسیون گاڑیان زخمیون سے بھری ہوئی کھڑی تھین
جن سے باری باری مجروحین اتارے جا رہے تھے۔ ہر ہسپتال کے سامنے آگ جل رہی تھی اور سرخ ہلال کا جھنڈا
بارش سے تر ہو کر دونون سے چپٹا ہوا نصب تھا۔ کئی ہسپتالون کے دروازون مین تھکے ماندے ڈاکٹر جو کام کی
کثرت سے پسینہ مین شرابور ہو رہے تھے۔ اور نہ یادہ زخمیون کے لینے سے انکار کر رہے تھے۔ کہین ترک بلغاری جمع
ہو کر رنگ رلیان مچا رہے تھے۔ دوسری جگہ ہراسان و ترسان بدمعاش بلغاری باشندے اپنی کرتوتون سے کانپ
رہے تھے۔ "اللہ اکبر" یہ وہی بدتمیز تھے۔ جو کل بڑے خوش و خرم اور دلیر تھے۔ اور آج خوف و دہشت سے زرد ہو رہے
تھے۔ کمپنیون اور پلٹنون مین سپاہیون کی قطارین سب طرف سے چلی آ رہی تھین۔ دو پامین سالے دویل کی
محافظ فوج کی کمک کیلئے ہمارے پاس سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے مغرب کیطرف کو گذر گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک
باتری کسی غیر محفوظ مقام کی حفاظت کیلئے جسکی غیر محفوظی کا حال اب معلوم ہوا ہوگا۔ سرپٹ ہمارے پاس سے
گذر گئی۔ ہم سر سے پاؤن تک کیچڑ کی چھینٹون سے بھر گئے۔ زمین کے مرطوب ہونیکے باعث پہیونکی صوتکی گھڑگھڑاہٹ
کا نام و نشان نہ تھا۔ وہ بگولے کیطرح تاریکی سے نکل کر لحظہ بھر کیلئے ہمکو روشنی مین دکھائی دی اور پھر بجلی کیطرح
تاریکی مین گھس گئی۔ توپون کی گاڑیان چلانے والے جس تیزی اور تندہی کے ساتھ اپنی گاڑیون کو ہانکتے ہین وہ
واقفکار ناظرین سے پوشیدہ نہین۔ باتری کے قریب پہنچنے پر ہم سب ایک کو راستہ سے پرے ہٹ جانا پڑا۔ ایک
توپ کا مجروحین کی گاڑی سے تصادم ہوا۔ گاڑی الٹ گئی۔ اور بیچارے زخمی چیختے چلاتے زمین پر لوٹنے لگ
گئے۔ وہ اسی حالت مین تھے۔ کہ دوسری توپ بے تحاشا سیدھی اونکے اوپر سے فراٹے بھرتی ہوئی گذر گئی اور کسی
نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی کیونکہ بڑی بات ہوئی۔ تو صرف یہی کہ چند زخمی اور زیادہ مجروح ہو گئے۔ جہان وہ بیچارے کراہ رہے تھے

وہان خون کا تالاب جمع ہو گیا تھا۔ جب ہم دوسری دفعہ وہان سے گذرے تو سپاہیونکے قدمون سے چھینٹون کے
اُڑنے سے ہمارے چہرون پر سرخ دھبے پڑ گئے۔ بعد ازان ہم ایسے بازار مین پہونچے جہان کوئی آگ روشن نہتی اور
سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ سامنے سے ہمکو ایک گروہ نے للکارا جس کے باعث راستہ رک گیا۔ اتنے مین
ایک خوش اخلاق شہری لالٹین لے آیا۔ اسکی روشنی سے ہم نے دیکھا کہ سامنے قیدیون کا چھوٹا سا گروہ ہے
رومانویون کے ہاتھ باغی ہونے کیوجہ سے پیٹھ کیطرف بندھے ہوئے تھے۔ اور روسی اسیرون کے ہاتھ چونکہ وہ برابر
کے دشمن تھے کھلے تھے۔ اس سے آگے ہم ایک بڑے چوک مین پہونچے۔ وہان دو بڑے الاؤ روشن تھے اسجگہ
ہمین ایسا نظارہ دکھائی دیا کہ میرے سپاہیون نے بے اختیار خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ تقریباً چھ بلغاری اپنے اپنے
گھرون کے سامنے غداری کی پاداش مین پھانسیون پر جو دفع الوقتی کیلئے جھٹ پٹ بنالیگئی تھین پرانے
چھیتڑون کے بیڈول بقچون کیطرح لٹکے ہوئے تھے۔ انکے چہرے سیاہ خاکستری اور آنکھین بے نور ہو گئی ہوئی
تھین۔ ایک کے پاس ایک عورت رو رہی تھی۔ دوسرے کے قریب بچے سیب کھا رہے اور حیرانی کے ساتھ
دیکھ رہے تھے۔ کہ ان کے باپ کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ آج اسطرح سے لٹک رہا ہے۔ کسی کوچہ مین مستورات
ہمارے لئے گرم قہوہ اور چاول کی مٹھائی لائین۔ یہ چیزین ہم نے پھانسیون کے سامنے ہی کھڑے ہو کر
تناول کین بعض سپاہی ستونون کے سہارے کھڑے ہو کر لاشونکو ٹانگون سے پکڑ کر ہلاتے رہے ایک بلغاری
کی ٹانگ میرے چہرہ پر آلگی۔ جس شخص نے اسکو ہلایا تھا۔ وہ ان الفاظ مین معذرت کا خواستگار ہوا
"صاحب مین نے مراد پر نشانہ نہ کیا تھا۔ مگر اس مردہ کے گھٹنے مین ضعف بال ہے اسلئے وہ سیدھی نہین گئی"
اس امر کے ثبوت مین اس نے مردہ کی ٹانگ کو اٹھا کر اس کے دوسرے رفیق کیطرف جو کرکٹ کی شیطانی
کھیل کے وکٹ کیپر[1] کیطرح دانت نکالے اور ہاتھ بڑھائے ہوئے تھا۔ نشانہ باندھ کر دے مارا
جو اس کے قول مطابق سیدھی جانیکے بجائے چکر کاٹتی ہوئی کارپورل کی پیٹھ کو جا لگی۔ کارپورل نے اسپر
ایسے دہشت زدہ ہو کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ کہ ہم سب کھل کھلا کر ہنس پڑے اور اس قہقہہ نے مجھے ایسے خواب
سے جگا دیا جسکی خوفناکی اور ہیبت ناکی کو واضح کرنے کیلئے لغات کے موجود اسمائے صفات ہرگز
کفایت نہین کر سکتے۔ مین نے اس شرارت سے سب کو سختی کیساتھ منع کر دیا۔ اور میرے آدمی یکبارگی متین اور
سنجیدہ ہو گئے۔ یہ دل لگی کرنے مین ان پر کوئی حرف وارد نہین ہو سکتا۔ بیس گھنٹون کی مسلسل خونریزی
اور ناقابل بیان مکروہات کے بعد ہم اپنے حواس سے باہر ہو رہے تھے۔ مین نے اپنی آنکھون کو ملا اور فی الواقعہ
خیال کرنے لگ گیا۔ کہ مین خواب دیکھ رہا تھا۔ مین کبھی باور نہین کر سکتا تھا۔ کہ مین خدا کی اسی خوبصورت زمین
پرئون جیسے میرے ماں باپ حسین ہمشیرگان۔ اور وہ ننھی سی لڑکی (معشوقہ سے مراد ہے) جس کو مین

[1] وکٹ کیپر اس کھلاڑی کو کہتے ہین۔ جو وکٹون کے پیچھے گیند کو روکنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے۔ مترجم

دور مغرب میں چھوڑ آیا ہوں متولد ہوئے ہیں اور جب پر میں نے اتنا عرصہ کمال مسرت و آسایش کے ساتھ زندگی بسر کی تھی ۔ اتنے میں تکان مجھ پر غالب ہو گئی اور میں پھر عالم بیداری میں خواب دیکھنے لگ گیا کہ میں لڑائی میں مارا گیا ہوں اور یہ جگہ دوزخ ہے جہاں خدا نے مجھے پھینکدیا ہے۔ میں اسی حالت میں تھا کہ بقال نے آواز دی "صاحب آپ کیوں آزردہ ہو رہے ہیں ۔ یہ ہولناک مصیبتیں اور تباہیاں آپ نے پیدا نہیں کیں نہ آپ انکے لیے ذمہ دار ہیں" پھر روسی ہیڈکوارٹر کیطرف اشارہ کر کے پیغمبرانہ جلال و متانت کیساتھ بولا "جو شخص ان سب تباہیوں کا ذمہ دار ہے اسے نہایت ہی سخت سزا اسی دنیا میں ملیگی" اسکی آواز سنکر میرے حواس پھر قائم ہو گئے ۔ ناظرین یہ خیال نہ کریں کہ بقال کی پیشینگوئی خود گھڑ کر لکھ رہا ہوں نہیں یہ بالکل درست ہے کہ سارہ جیٹ بقال نے ۱۲ ستمبر ۱۸۷۷ء کو آدھی رات سے اڑھائی گھنٹہ پہلے پلیونا میں اسکندر[1] کے انجام بد کی مجھ سے پیشینگوئی کی تھی ۔ بقال کے الفاظ اور اندازسے میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ میں اسی حالت میں تھا کہ کسی نے میرے بازو پر نہایت ملائمت سے ہاتھ رکھا ۔ میں چونک پڑا اور مڑ کر دیکھا تو ایک برقعہ پوش لڑکی کو پایا اس نے مجھے ایک پیکٹ تمباکو ۔ ایک پیکٹ سگرٹوں کا اور برانڈی کی ایک بوتل دیکر کان میں کہا "تمہاری خاطر عزیز کے لیے یہ چیزیں فوجی ہسپتال سے چرائی گئی ہیں" یہ کہکر وہ تسلی دہندہ فرشتہ کیطرح جھٹ پٹ اور بالکل چپ چاپ جدھر سے آئی تھی اسطرف فی الفور نظروں سے غائب ہو گئی میں نے برانڈی کی ایک اچھی خاصی چسکی پی کر ایک سگرٹ کو جلالیا اور پھر بدستور مرد میدان بن گیا۔ میں نے سپاہیوں کو بڑھنے کا حکم دیا اور خدا کی مہربانی سے ہم تھوڑی دیر میں شہر سے باہر نکل گئے۔

پلیونا کا طول شمالاً جنوباً ڈیڑھ میل ہے اسدفعہ یہ مسافت ہم نے دو گھنٹوں میں طے کی ۔ ابھی جبکہ ہم نے شہر کے شمالی جانب ابھی گریوتیزا ول کو عبور کیا ہی تھا اور تاریکی میں بڑھے چلے جا رہے تھے ہم نے آدمیوں کے چلنے کی آہٹ سنی ۔ اسی وقت انہوں نے ہمکو ترکی میں للکارا ۔ ہمارے سب سے اگلے آدمی نے انکو پہچاننے کے لیے لالٹین کی روشنی انکی طرف کی ۔ اس روشنی میں سب سے پہلے جس شخص کا مجھے چہرہ دکھائی دیا وہ جیک سیمور تھا ۔ اس نے کہا میں بالکل چاق چوبند اور صحیح و سالم ہوں ۔ البتہ کسی مقوی چیز (مراد از شراب) کی سخت اشتہا محسوس ہو رہی ہے میں نے اسکی اشتہا کا فوراً علاج کر دیا۔

۹ ستمبر کی شام کے حملہ کی ناکامی کے بعد وہ اپنے دستہ سمیت پلیونا جا نکلا تھا ۔ ان کو وہ ایک بازار کے

---

[1] زار سکندر مع ملکہ گاڑی پر سوار اپنے دار الخلافہ کے بازار میں سے گذر رہا تھا کہ کسی نہلسٹ نے اسپر بم کا گولہ پھینک دیا جو عین گاڑی پر آ کر پھٹا اور گاڑی و زار کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ۔ ملکہ حسن اتفاق سے بچ گئی ۔ یہ واقعہ ۱۸۸۱ء کو ہوا اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ بقال کی پیشینگوئی بالکل صادق ثابت ہوئی اور زار کتوں کی ذلیل موت مر کر اس دنیا میں بھی اپنے اعمال کی سزا ملنے سے نہ بچ سکا ۔ اور فی الآخرۃ جو کچھ اسکی کیفیت ہوئی ہوگی اسکا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا ۔ مترجم

سر سے پر پہرہ دیتا رہا تھا اور ان عیسائیوں میں سے جنہوں نے گھاس کے تودے جلا دیئے تھے چند کو انعام دینے
میں بھی بڑی خوشی سے مدد دی۔ ان عیسائی نمک حراموں نے یہ سخت ابلیسانہ غداری کی تھی اس سے ایک ہی وقت
میں چار مدعا پورے ہوئے تھے (اول) اسکی روشنی سے دشمن کو یہ دیکھنے کا موقع ملے کہ ہم کیا کر رہے ہیں (دوم)
غنیم کے گولہ اندازوں کو توپوں کی زد کے لیے مناسب مقام کا پتہ ہو جائے (سوم) گودام تباہ ہوں (چہارم) یہ کہ
شہر میں تشویش پھیل جائے اور ہلڑ مچ جائے اور اسطرح دشمن کو حملہ کرنے میں آسانی ہو جائے۔ تھیقیا کی پہلی تین غرضیں
تو حاصل ہو گئیں مگر آخر الذکر میں انکو سخت مایوسی ہوئی۔ صبح کے وقت تیمور۔ طاہر پاشا کے ناکام حملہ میں جو
قوا ملق کو واپس لینے کے لیے کیا گیا تھا شریک ہوا۔ سہ پہر کے حملہ میں سب سے پہلے اسی کی سپاہی مورچہ کی
فصیل پر چڑھی تھی فتح کے بعد اسکو باشندوں میں امن قائم رکھنے کے لیے شہر میں بھیج دیا گیا تھا۔

ہم تکان سے نیم مردہ آدھی رات کو اپنے مورچہ میں پہونچے۔ عادل پاشا کے حکم سے وہاں ہماری خاطر
تواضع کے لیے خوب اہتمام کیا گیا ہوا تھا۔ الاؤ روشن اور گرما گرم گوشت اور قہوہ موجود تھا۔ ہماری غیر حاضری
میں گودامی کوٹھریوں اور خوابگاہوں سے پانی باہر پھینک کر نئی گھاس اور چٹائیوں کا فرش کر دیا گیا تھا
جس سے ہماری آسایشگاہ خاصی خشک اور آرام دہ ہو گئی تھی۔ آدھ گھنٹہ بعد پلٹن کا باقیماندہ حصہ بھی
پہونچ گیا۔ ہم بڑے آرام سے کھانے پینے اور باہمی بات چیت و ذکر اذکار سے فارغ ہو کر ملک عدم کو سدھار گئے
ہوئے رفقا کے لیے دعا خیر کر کے کمریں کھول فرش پر لیٹ گئے۔ ہم برابر چالیس گھنٹے پاؤں کے بل رہے تھے اس
سے ہماری نیند کی کیفیت واضح ہو سکتی ہے ہم غازیوں اور فاتحوں کی میٹھی نیند کامل فراغت کیساتھ
سوئے کیونکہ بعیدی جو کی خندقوں کا سنتری یونکی کوئی نوکری میری پلٹن کو نہیں دیگئی تھی اور ہم نے افسروں کی
اجازت سے وردیاں اتار دی تھیں۔ اسطرح سے محاربہ کی اور روس کی عظیم و خونریز ترین لڑائی میں جو نقصانات
کے لحاظ سے واٹرلو کے بعد چوتھی اور بلحاظ نسبت غالباً پہلی تھی میرا ذاتی حصہ ختم ہوا۔

پلیونا کی تیسری لڑائی کا بیان ختم کرنے سے پہلے میں ترکی طریق قتال کی اس نئی جدت کا ذکر کر دینا ضروری
خیال کرتا ہوں جس نے ۱۸۷۷ء کے محاربہ کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ یہ جدت ان تمام معرکوں میں جنمیں میں شریک
ہوا پائی گئی اور اس آخری لڑائی میں جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہے اسپر کمال درجہ تک عمل کیا گیا۔ اس جدت سے
میری مراد ترکی فوج پیدل کی سریع الفعل آتشباری ہے یہ آتشباری ایسی مسلسل زبردست اور مؤثر تھی کہ
اسکا اس سے پہلے کبھی کسیکا وہم و گمان بھی کسی کو نہ گذرا تھا۔ جنرل ٹوڈل بین نے لڑائی کے بعد اس آتشباری کی
نسبت یہ الفاظ لکھے تھے۔ ترک ہماری فوج پر سیسہ اور گولیوں کی جیسی بوچھاڑ کرتے رہے ہیں ویسی بیشتر ازیں

؎۱ جنگ واٹرلو میں ۴۰ ہزار۔ جنگ گریولاٹ میں ۳۲ ہزار۔ کونیگ گراتز میں ۲۹ ہزار اور پلیونا کی اس لڑائی میں ۲۵ ہزار آدمی
جانبین کے قتل و زخمی ہوئے۔ شریک کار فوج کا پانچواں حصہ (۲۰ فیصدی) اس لڑائی میں مقتول و مجروح ہوا۔ مصنف

کسی یورپین فوج نے محاربہ میں نہیں کی۔ یہ طریق جدال ترکی پیدل سپاہیوں کی ترتیب قواعد اور باقاعدہ
ضوابط کی تعمیل کی بجائے زیادہ تر ذاتی تجربہ و ذہانت۔ کل سپاہیوں کی باہمی ساکت رضامندی اور اپنے اسلحہ کی درستی
پر پورا اعتبار رہنے سے اختیار کیا گیا تھا۔ ورڈن میں جنتک سریع آتشباری کی قواعد سکھائی جاتی دیکھی تھی مگر
میں یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ ہمارے افسروں کو مسلسل جلد آتشباری کے تباہی بخش اثر کا علم صرف پلیونا کی
پہلی لڑائی میں ہی ہوا۔ ابھر تو ہمکو حکماً ایسا کرنیکی تاکید کردی گئی احکام کا خلاصہ ان الفاظ میں ادا ہو سکتا ہے
جونہی تمکو معلوم ہو جائے یا تمکو خیال ہو جائے کہ دشمن تمہاری رائفلوں کی زد کے اندر پہونچ گیا ہے تو مسافت
عرصہ نشانہ قائم کرنیکی مشکلات کارتوسوں کے خرچ اور اسبات کی گولیاں ٹھیک دشمن کو لگیں گی یا نہیں کچھ
پرواہ نہ کرکے اس میدان کو جسپر دشمن کی وجودگی فرض کیگئی ہو اور نیز اس میدان کو جس سے گذر کر اسنے
آگے بڑھنا ہو تم گولیوں کی پے درپے بوچھاڑ سے ڈھانپ دو۔ اس قاعدہ کی ٹھیک ویسی ہی لفظ بلفظ اور مکمل
ہو کر تعمیل کرنے سے جسطرح کہ ترکوں نے کی تھی جو مہیب نقصان دشمن کو پہونچ سکتا ہے وہ روسیوں کے
نقصانات اور نیز اس امر سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ تعداد میں بدرجہا زیادہ ہونیکے باوجود میدان پلیونا
میں روسیوں کو معدودے چند بے حقیقت سی مستثنیات کے علاوہ کل حملوں میں سخت ناکامی ہوئی۔ یہ بتلانے
کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ترکی فوج میں کل کارتوسونکا خرچ بھی اسی تناسب سے ہوا۔ ۱۱ اور ۱۲ ستمبر کو باشمد
قانلی۔ عمر عیسیٰ و توانلق طابیات اور کرشین مورچوں میں ہر ایک سپاہی نے تین تین سو کارتوس فی یوم
کے حساب سے چلائے اور باغلر باشی میں بعض سپاہیوں نے چند گھنٹوں کی لڑائی میں اپنے اپنے حصہ کے پانچ
پانچ سو کارتوس صرف کئے۔ اس طریق کے نبھانے کیلیے کارتوسوں کے بہم پہونچانیکا انتظام بھی ویسا ہی مکمل
ہونا لازمی ہے جیسا کہ پلیونا کے کیمپ میں تھا۔ ہمارے پاس بہت ہی بڑا سنٹرل (مرکزی حصہ) ذخیرہ ہی نہ تھا
جو پلیونا کی ایک مسجد میں رکھا ہوا تھا اور اس خزانہ سے اوقات مقررہ پر اسمیں اور ذخیرہ پہونچکر جمع ہوتا رہتا تھا
بلکہ ہر مورچہ میں علیحدہ علیحدہ ریزرو سٹور (گودام جو ایک جگہ جمع رہے) ہر بٹالین کے پاس اپنا اپنا جدا جدا میگزین
جو گھوڑوں و گاڑیوں پر ساتھ ساتھ رہتا تھا اور ہر خندق میں جسقدر صندوق مناسب مقامات پر جہاں سے
اپنی مرضی کے مطابق سپاہی جسقدر چاہیں نکال سکتے تھے موجود رہتے تھے۔ یہ انتظام نہایت عمدگی اور
صفائی سے چلتا رہا اور عام محاربہ کی جزوی شکست کی لازمی افراتفری میں کوئی اٹکاؤ اور خرابی پیدا نہ ہوئی تھی
اس محاربہ میں ترکی انفنٹری نے جو سریع آتشباری کی اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ دشمن پر اسکا اخلاقی[1] اور واقعی
بہت خوفناک اثر پڑا۔ مگر میں اسبارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اگر دو لاکھ آدمیوں کی جرمن یا فرنچ فوج

[1] اخلاقی اثر یہ کہ غنیم کے چھکے چھوٹ گئے اور اسے مقابلہ کی بہت کم جرأت رہگئی اور وہ سامنے آنے سے ڈرنے لگ گئے۔
واقعی اثر یہ کہ جانوں کا بھی بے اندازہ نقصان ہوا۔ مترجم

جارحانہ کارروائی کرتے وقت اسی طریق کو اختیار کرے تو اُسے کامیابی حاصل ہو یا نہیں ہم تعداد میں تیس ہزار اور مدافعانہ پہلو پر مورچوں کی پناہ میں مقیم تھے ، بہر حال ہماری صورت میں اس آتشباری سے ہمارے لیے نہایت شاندار اور دشمن کے لیے کمال ہولناک نتائج مترتب ہوئے تھے۔

تیسری جنگ پلیونا میں ترکوں کے چال چلن سے ثابت ہوتا ہے کہ جبکہ اعلےٰ ترین انسانی وصف یعنی حب الوطنی انکے دلوں میں جوش زن ہو جائے اور جبکہ وہ یکدل و یکجان ہو کر جو بات کہ نظام و تربیت سے پیدا ہوتی ہے حملہ آور کے مقابلہ پر مشترک خطرہ کو ہٹانے میں مصروف ہوں اور ایک عزیز و محبوب مقتدا نے انکی اخلاقی عظمت و شوکت کی اس سطح تک جسپر کہ وہ خود ہے اُبھار دیا ہو اور انکو علم ہو کہ ہم صداقت اور راستی کی حمایت میں لڑ رہے ہیں اور اس بات کا کامل یقین رکھتے ہوں کہ شہید ہونیکی صورت میں جنت انکے لیے چشم براہ ہے تو ایک مغرور و متکبر اور جان نثار و پاک باز اور خدا خوف قوم کے فرزند شان و شوکت اور شجاعت کے بلند ترین معراج تک پہونچ سکتے ہیں۔

باب (۱۱) یازدہم

حصار و قلعہ بندی کے لیے تیاریاں ۱۳ ستمبر سے ۲۴ اکتوبر ۱۸۷۷ء تک

۱۳ ستمبر کو میری کمپنی قلب کو بھیجی گئی جہاں ہم نے عمر طابیہ کے سامنے مُردوں کے دفن کرنے میں امداد دی۔ اس غرض کے لیے فریقین نے چند گھنٹوں کے لیے مخاصمت کو ملتوی کر دیا تھا۔ پلیونا سے سو بلغاری ان بدمعاشیوں کی عوض میں جو انہوں نے لڑائی کے دوران میں کی تھیں گڑھے کھودنے میں مدد دینے کے لیے بیگاری پکڑے گئے تھے۔ سپاہی بھری بندوقیں لیے اُنکی نگرانی پر مامور تھے اور انکو حکم تھا کہ جو بھاگنے کی کوشش کرے اُسے فوراً گولی مار دو۔ شکست الوجود یا مگرے شخص کے ساتھ کوئی نرمی نہیں کیجاتی تھی ایسے شخصوں کو رائفل کے کندے کی ضرب لگتے ہی عقل آ جاتی تھی کہ کار مفوضہ کو ختم کر لینا ہی بہتر امر ہے۔

راوی شیو وا اور عمر طابیہ کے درمیان مکئی کے کھیتوں پر سے روسیوں کو اپنے مجروحین کے اٹھانے میں ضرور سخت مشکل در پیش آئی ہوگی۔ اکثر بدبخت و بیمار سپاہیوں کا تین تین چار چار دن تک کھیتوں میں پڑے رہنے کے بعد پتہ ملا۔ ہمو قعہ پر خونریزی نہایت ہی مہیب ہوئی تھی پچاس سے لیکر سو سو تک مُردے ایک ایک گڑھے میں دفنائے گئے۔ فہر علیحدہ علیحدہ قبروں میں اور روسی و ترک جدا جدا دفن کیے گئے۔ بلغاری پادریوں نے روسیوں پر اور ہمارے اماموں نے ترکی شہیدوں پر کلام پڑھی۔ گڑھوں اور قبروں پر امتیاز کے لیے درختوں

کی شاخیں یتے یا شکستہ رائفلیں گاڑدی گئیں۔ ہیں مدفونوں کا ساتھ ساتھ برابر شمار کرنا گیا۔ اور ترکی شہیدوں کے نام اور انکی پلٹنوں کے نمبر بھی جہاں تک متحقق ہوسکے لکھتا گیا۔ نقدی قیمتی اشیاء وتناویزات اسلحہ کارتوس وربانی کی تولیں لاشوں سے جدا کرکے ان افسروں کے حوالہ کردیجاتی تھیں جو اس کام پر مامور تھے۔ بوٹ اور وردیاں بھی اگر عمدہ حالت میں ہوں تو اوتار لیجاتی تھیں۔

کھانا ہمکو عمر طابیہ سے جہاں کئی جماعتیں شکستہ رخنیت کی مرمت کررہی تھیں بھیجا گیا۔ سہ پہر کیوقت ہماری جگہ دوسری کمپنی آگئی اور ہم رائفلوں سنگینوں۔ پیٹیوں وربوٹوں وغیرہ سے بھری ہوئی گاڑیوں کی قطار کے ساتھ بطور محافظ شہر کو چلے گئے۔ موسم اس دن خاصہ صاف رہا۔

باش اور قانی طابیوں کے قرب وجوار میں فریقین نے اپنی اپنی حدود کی تعیین کیلیے نامہ وپیام کیا۔ مگر اس سے کوئی نتیجہ نہ نکلا جسکی وجہ سے وہاں اکثر لاشیں ایک ہفتہ تک دفن نہ کی گئیں۔ ان سے ہوا میں عفونت پھیل گئی اور بیماری پیدا ہوگئی۔ ان لاشوں میں سے چند مطلقاً دفن ہی نہ کی گئیں جنکا گوشت تو کتوں اور گدوں نے نوچ لیا اور صرف ڈھانچ باقی رہگئے۔ ہم شام کے قریب اپنے مورچہ کو واپس گئے اور باقی دن ہمیں کوئی کام نہ کرنا پڑا۔ ۱۳ کو کوئی گولہ باری نہ ہوئی۔

رات کو میں اپنے میجر اور عادل پاشا کے سٹاف کے دو افسروں کے ساتھ بعیدی چوکیوں کے معائنہ پر گیا۔ یہ میرا فرض نہ تھا۔ صرف اپنی خوشی سے گیا تھا۔ بارش بند تھی اور میرا دل چہل قدمی اور کھلے میدان میں سگرٹ نوشی کو چاہتا تھا۔ چھ صف اور تین اور لفٹنٹ ہمارے ساتھ تھے۔ یعنی ہم کل آٹھ شخص تھے۔ ساڑھے دس بجے ہم ایک بعیدی چوکی پر پہونچے وہاں ایک سنتری نے ہم سے تھوڑی دیر پہلے اطلاع بھیجی تھی کہ تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ایک ایسی گاڑیکی کھڑکھڑاہٹ وچوں چوں جسکے پہیونکو تیل نہ ملا اور گدھے کے ہینگنے اور آہستگی باتیں کرنیکی آواز سنائی دی ہے۔ اطلاع دینے والے کے قیاس میں گاڑیاں تین یا چار اور آدمی بیس تھے جو شمال مشرق کو وادی تنیز کیطرف جاتے معلوم ہوتے تھے۔ یہ سنکر ہم سب پکار اُٹھے یہ لوگ ضرور کفر چور لوٹیرے ہیں[۱] دوسرے محاربہ کیوقت یہ بھلے مانس قرب وجوار میں بکثرت جمع ہوگئے تھے۔ ہم نے قیاس کیا کہ یہ لوگ غنیم کے آدمی تو نہیں ہوسکتے کیونکہ اول تو وحشی اور رومانوی گدھوںکو استعمال میں نہیں لاتے۔ دوم انکو تاریکی میں مقام مذکور کیطرف خفیہ جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تاہم اگر وہ دشمن ہی ہوں تو محولہ بالا صدائوں کا صرف یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ شبخون مارنے کی تیاریاں کررہا ہے اور اگر ہم نے اسکے ارادوں پر پانی پھیر دیا تو اس سے بڑھکر ہمارے لیے کوئی نیکنامی نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ ہم آٹھوں افسر چوکی سے چار پیدل سپاہی۔ ایک کارپورل دو جرکس اور آوارہ گرد کتنوں[۲] میں سے

[۱] یہ کتے ایسے مخلوط النسل تھے کہ کسی خاص قسم یا نوعیت کا کوئی امتیاز ان میں نہیں رہ گیا ہوا تھا اور تقریباً ویسے ہی تھے جیسے کہ عموماً مشرق میں آوارہ کتے ہوتے ہیں۔ مصنف

جو خود بخود ہمارے کیمپ کے ساتھ مانوس ہو گئے تھے تین کو لیکر بڑی احتیاط و خاموشی اور سرعت کیساتھ اسطرف کو جو بتائی گئی تھی چل پڑے پھسلنی پگڈنڈیوں پر دس منٹ چلنے کے بعد جب ہم ذرا ٹھہرے تو ہمکو اپنی دائیں طرف سے دو سو گز کے فاصلہ پر گاڑیوں کے پہیوں کی آواز سنائی دی۔ مسافت کا اندازہ آواز سے کیا گیا تھا۔ رات تاریک اور علاقہ کوہستانی ہونے کی وجہ سے میدان نگاہ محدود تھا ہم ایک بلندی پر جسکی چوٹی پر درخت تھا پہونچے ایک سپاہی درخت پر چڑھ گیا اور اطلاع دی کہ قریہ کے راستہ پر لالٹینوں کی روشنی دکھائی دیتی ہے یہ گاؤں بجانب شمال مشرق دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور اسپر رومانوی قابض تھے چرکسونکی رہنمائی سے جو قرب و جوار سے واقف تھے۔ ہم ان شب گردوں سے پہلے انکے راستہ سے پرے جا کر جھاڑیوں کے پیچھے انکے انتظار میں جا کھڑے ہوئے کتے بھی اس تماشا میں پوری سرگرمی سے شریک ہو گئے اور بالکل خاموش رہے۔ تھوڑی سے انتظار کے بعد آخر جماعت قریب پہونچ گئی اور جو کچھ اسکا تھوڑا بہت ہمیں نظر آیا اس سے ہمارے شبہات کی تصدیق یا کم از کم اسقدر معلوم ہو گیا کہ یہ راہرو سپاہی نہیں ہیں جب وہ ٹھیک ہماری کمینگاہ کے مقابل آ گئے تو ہم انپر اچانک کود پڑے اور ایک گولی سر کرنے کے بغیر کل ٹولی ہمارے قبضہ میں آ گئے۔ انکے پاس تین گاڑیاں تھیں۔ دو کے آگے گدھے اور ایک کے سامنے کتے جتے ہوئے تھے جن کو سرسری نظر سے دیکھنے پر ہی معلوم ہو گیا کہ انمیں رائفلیں اور کپڑے بھرے ہوئے ہیں جماعت میں دس مرد اور تین عورتیں تھیں۔ ان سب کی ٹنڈیاں کس لینے کے بعد ہم چوکی کو پیچھے ہٹے۔ وہاں الاؤ کی روشنی سے گاڑیوں کی پڑتال کرنے پر ظاہر ہوا کہ انمیں میدان جنگ سے جمع کی گئی ہوئی چیزیں بار ہیں۔ ان بے رحموں نے مقتولین و مجروحین کے جسموں سے بھی کپڑے اتار لیے ہوئے تھے۔ کیونکہ نصف مقدار خون آلودہ زیریں ملبوسات کی تھی جن میں سے اکثر نہایت نفیس کپڑے کی افسرونکی پوشاکیں تھیں۔ یہ ابلیس سیرت انسانی گفتار مجروحین کے کپڑے بھی اتار لیتے ہیں۔ ان لوگوں کے چہرے نہایت مکروہ۔ بدشکل اور وحشیانہ تھے۔ مورچہ میں جا کر سب کی تلاشی لیگئی تو انکے غلیظ اور بوسیدہ و دریدہ کپڑوں سے۔ انگشتریاں۔ جیبی گھڑیاں۔ زنجیریں آویزے۔ متعدد ممالک کے سکے۔ نوٹ۔ پاکٹ بکیں اور دستاویزیں برآمد ہوئیں۔ عورتوں کے کپڑے سخت میلے اور پھٹے ہوئے۔ چہرے خونخوار۔ حرکات وحشیانہ اور گفتگو نہایت فحش تھی۔ شکل و شباہت اور قطع وضع سے وہ قطعاً بنی آدم معلوم نہیں ہوتی تھیں حتےکہ ان کو درندے کہنا درندوں کی ہتک ہے۔

کل قیدیوں نے ایک کے سوا سوالات کا جواب دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ یہ شخص ایک نو عمر بلغاری تھا اور کل جماعت میں اسکی شکل ہی کچھ آدمیوں سے ملتی جلتی تھی۔ اس نے مخلصی کی امید سے جو کچھ ہم چاہتے تھے

ہمیں بتا دیا۔ ان میں سے ایک ترک اور باقی جپسی۔ ہنگری سرنی۔ رومانوی۔ یہودی اور بلغاری تھے عورتوں میں سے دو جپسی اور ایک سربن تھی۔ اِن سب کو سنا دیا گیا کہ صبح انہیں پھانسی دیدیا جائیگا۔ یہ سنکر ان کا استقلال غائب ہوگیا اور وہ رونے دھونے چیخنے چلانے اور قسمیں اٹھانے لگ گئے۔ اکیلا ترک البتہ خاموش اور ثابت قدم رہا۔ دوسروں کی بزدلی کے مقابلہ پر اسکی وضع کمال مردانہ معلوم ہوتی تھی۔ شور وغل سنکر کرنیل اور کئی دوسرے افسر جن میں جیک بھی جو زنانہ گھگرا اور کاسکی ٹوپی پہنے عجیب شکل بنائے ہوئے تھا شامل تھا موقعہ پر پہونچ گئے اور دو کمپنیاں بھی شور و غل کو غلطی سے دشمن کی شبخون کے متعلق سمجھکر صف بستہ باہر نکل آئیں۔ اس عارضی گڑبڑ اور تاریکی سے فائدہ اٹھاکر قیدیوں نے بھاگنے کی کوشش کی مگر پھر پکڑ لیے گئے۔ کرنیل نے انکو اسی وقت پھانسی دیدینے کا حکم دیدیا۔ اور میدان جنگ کے تیرہ انسانی جبرخ ایک قطار میں پھانسی پر لٹکا دیئے گئے۔ میں اس مہیب نظارہ کی کیفیت سے ناظرین کو پراگندہ خاطر نہیں کرتا اور فقط اسی پر کفایت کرتا ہوں کہ جنگ کے دوران میں جس کے مہیب نظارے تعداد میں کچھ کم نہ تھے میں نے جو بدترین ہولناک منظر دیکھے از انجملہ ایک یہ بھی تھا انکو یہ سزا بالکل واجبی ملی تھی۔ یہ بدبخت زخمیوں کو بھی مادرزاد برہنہ کردیتے۔ انگشتریوں کے لیے زندہ اشخاص کی انگلیاں کاٹ دیتے اور بالیوں کو کھینچکر ان کے کان پھاڑ ڈالتے۔

۱۴ ستمبر کو کوئی واقعہ نہ گذرا۔ نہ کوئی کام کرنا پڑا۔ صرف مورچہ کے معمولی کام سرانجام دیئے گئے ۱۵ ستمبر کو پلٹن کے نقصانات کی فہرست مکمل کرلیگئی۔ کیونکہ لڑائی سے بعد کے دو دنوں میں بھٹکے ہوئے سپاہیوں کی متعدد جماعتیں پہونچ گئی تھیں۔ فہرست کی ایک صاف نقل ہیڈ کوارٹر کو بھیجدیگئی۔ اس امر کے ثبوت میں کہ وہ دوسری جگہ لڑے ہیں۔ اکثر بھٹکے ہوئے سپاہیوں کے پاس تحریری تصدیقیں یا اس امر کے گواہ موجود تھے۔ جو گواہ یا سندیں نہ رکھتے تھے ان پر فراری یا بزدلی کا الزام لگایا گیا۔ مگر میرا خیال ہے سرسری تحقیقات کے بعد انکو بری کردیا گیا تھا فتح کی خوشی میں اکثر گناہوں سے درگذر کیجاتی ہی۔ اسدن کمپ میں معلوم ہوا کہ ارخانیہ پلیونا کا درمیانی سلسلہ تاربرقی کاٹ دیا گیا ہے اور ارخانیہ سڑک پر غنیم کی کیولری قابض ہوگئی ہے۔ اس سے ہمکو کسیقدر تشویش پیدا ہوگئی۔ راہ ہمدا۔ لوم پلنکہ اور وڈین سے آمد و رفت کے منقطع ہوجانے سے ہمیں اتنا تردد نہ ہوا تھا۔ ان مقامات میں وہاں کی ضروریات سے کم فوج متعین تھی اور انمیں صرف وہاں کی فوجوں کے لیے رسد وغیرہ کا سامان تھا۔ بنابریں ہمکو وہاں سے مدد پہونچنے کی کوئی توقع نہ تھی۔ اسکے برعکس ارخانیہ میں تیسری لڑائی سے بہت عرصہ پہلے سے زبردست کمکی فوج جمع اور گوداموں کی تعداد کثیر فراہم ہورہی تھی۔ سڑک کی مسدودی کیوجہ سے راشنوں کی مقدار کم اسپر جنہوں میں

کفایت شعاری کی سخت تاکید کردیگئی۔ ہم اس انقطاع سے کل دنیا سے بے تعلق ہو گئے تھے مگر سپاہ کو اپنے سردار پر کامل بھروسا اور اسباب کا پختہ یقین تھا کہ پاشائے موصوف یہ صورت کبھی دیر تک قائم نہیں رہنے دینگے۔ اس توقع میں سپاہ کو مایوس ہونا پڑا۔ سپاہیوں کی طبیعتیں شگفتہ اخلاقی جرات عمدہ اور نظام و باقاعدگی قابل تعریف تھی۔ اسکے برخلاف خود روسی اس امر کے معترف ہیں کہ انکی سپاہ میں ٹوڈل بین کے آنے تک جس کی شہرت اور مستعدی نے فوج کے اوسان پھر قائم کر دیے تھے عجب پژمردگی اور بیدلی چھائی رہی۔

۱۳ ستمبر سے لیکر جنگ کے اختتام تک فریقین بلاناغہ ہر روز ایکدوسرے پر گولہ باری کرتے رہے مگر ستمبر اور اکتوبر میں رات کے وقت کم گولہ باری ہوئی۔

پلیونا کمپ کی صحت بگڑ جانے سے تشویش پیدا ہو گئی۔ اسہال کی مرض خوفناک حد تک بڑھ گئی تھی اور ہیضہ اور وبائی بخار سے بھی اکثر شخص بیمار ہو گئے تھے ۱۶ ستمبر سے بارش ازسرِنو شروع ہو جانے سے موسم خنک ہو گیا ہوا بھی تیزی کے ساتھ چلنی شروع ہو گئی جو زیادہ تر شمالی ہوتی تھی۔ موسم تقریباً ایک مہینہ تک برابر مکدرا و غلیظ رہا جس سے فوجکو سخت تکلیف اور بے آرامی ہوئی۔

۱۷ ستمبر کو کمپ میں یہ عجیب افواہ پھیل گئی کہ انگلستان نے روس کے ساتھ اعلان جنگ کر کے اپنی فوجکی دو ڈویژن بھیجدیے ہیں۔ جو پلیونا کی مدد کیلئے قسطنطنیہ پہنچکر وہاں سے بھی آگے چل پڑے ہوئے ہیں اس خبر سے چند گھنٹوں تک فوج میں بے اندازہ خوشی پھیلی رہی۔ مگر اسکی بے بنیادی جلد واضح ہو گئی۔ اسی دن دوسری افواہ یہ سننے میں آئی کہ عثمان پاشا پلیونا کو چھوڑ کر لوکو و تنزا اور آرخانیہ کو چلے جانیکا ارادہ کر رہے ہیں۔

۱۹ کو رومانویوں نے قانلی طابیہ سے باش طابیہ پر حملہ کیا۔ میری بلیٹن آج خرالذکر مورچہ کو بھیجی گئی۔ مگر دشمن ہمارے پہونچنے سے پہلے ہی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ غنیم نے حملہ سخت تیزی سے کیا تھا اور محافظین نے بھی ویسی ہی جانفشانی سے مدافعت کی تھی۔ اس معرکہ میں ترکوں کے ایکسو اور رومانویوں کے پانچسو قتل و زخمی ہوئے۔ اسدن کے مُردے بھی تیسری لڑائی کی لاشوں کے ساتھ جن پر ہزاروں گدھ اور کتے جمع رہتے تھے پڑے رہے جو سپاہ لڑائی میں شریک ہوئی تھی اُسے تھوڑی دیر ستانیکا موقع دینے کیلیے میری بلیٹن کو خندقوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔ یہ دشمن کی قریب ترین چوکیوں سے سو گز کے فاصلہ پر تھیں میں بیوقوفی سے خندق کے کنارہ پر چڑھ گیا اور اسکی سزا میں ٹانگ پر گولی کھائی۔ اس گولی کی طاقت صرف ہو چکی تھی اس لیے ظاہر ہے کہ وہ قانلی طابیہ کی خندقوں سے نہیں بلکہ دور کے فاصلہ سے آئی ہو گی۔ گولی تو ٹکر کر گر پڑی مگر اسکی نوک سے کپڑے کا کچھ ٹکڑا جلد کے نیچے گوشت میں تھوڑا سا آگے جا کر وہیں اٹک گیا۔ جس سے کسیقدر درد اور بے چینی سی ہونے لگ گئی۔ جب ڈاکٹر آیا تو اس نے چالاکی سے چاقو کا

شگاف دیکر ٹکڑے کو نکالدیا اور زخم کو دھوکر پٹی باندھ دی۔ اس سے تھوڑی دیر تک بہت خون بہتا رہا۔ ایک گھنٹہ کے بعد مجھے معدہ میں سخت درد ہونیکے ساتھ ہی اسہال بھی شروع ہوگئے۔ ڈاکٹر نے یہ دیکھکر "اِچ آغزلیسی" (اسہال کے) ڈاؤ نے لفظ سنا دیئے۔ جسپر مجھے اسیوقت مجروحین کیساتھ گاڑی پر ڈالکر پلیونا بھیجدیا گیا۔ میں بالکل لاچار اور بے بس ہو رہا تھا۔ اور درد سخت بیتاب کر رہا تھا لیکن راستہ میں نقاہت و ضعف سے مجھ پر بیہوشی طاری ہوگئی اور اسطرح میں راستہ کی تکلیفوں کو محسوس کرنے سے بچا رہا۔ صبح مینے گو تقال روکتا رہا تھا بے تحاشا پھل کھالیے تھے۔ اس امر نے معدہ میں تعفن ہوا اور زخم کی حرارت کے ساتھ ملکر میرے قیاس اسہال پیدا کر دیا تھا۔

شہر پہونچنے پر مجھے بخار کے مریضوں کی ہسپتال میں بھیجدیا گیا۔ وہ ایک مسجد میں قائم کیا گیا تھا۔ اور اسوقت اس میں دو سو مریض تھے۔ یہاں کے لیے جن ڈاکٹروں کی گنجایش تھی۔ اگرچہ انکو میدانی یا فوجی ہسپتالوں کی بھی دیکھ بھال کرنی پڑتی تھی تاہم وہ شفایاب سپاہیوں اور ملکی آدمیوں کی امداد سے اپنی طرف سے بہتری کوشش کرتے تھے۔ پھر بھی اسجگہ مجھے ایسی سخت تکلیف ہوئی کہ اسکا بیان کرتے ہوئے روح کانپ جاتی ہے۔ ان ڈاکٹروں میں سے ایک جرمن تھا۔ کونین۔ افیون کاست اور بالعموم کل ادویات کمیاب ہوگئیں۔ کیونکہ روسی کیولری نے ان اشیا کے قافلہ کو راستہ میں پکڑ لیا تھا کل کمپ میں برانڈی کا قطرہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ غذا بھی وافر نہیں ملتی تھی اور جسقدر ملتی تھی اسمیں بھی نمک بہت ہی تھوڑا ہوتا تھا۔ دشمن نے قند مصالح اور نمک کی ہماری نو گاڑیاں سڑک پر سے قابو کر لی تھیں۔ نمک کی قلت کم و بیش لڑائی کے اخیر تک رہی جسکی کمیابی باقی تمام قسم کی فاقوں سے بدترین قسم کی تھی۔ روپیہ کی بے قدری ان دنوں میں مجھ پر اچھی طرح سے واضح ہوگئی۔ مینے نمک کی چند چٹکیوں کے لیے خفیہ طور پر ۲۵ قرش (چار شلنگ ۱ پنس یعنی تقریباً چار روپیہ) دیئے۔ کچھ عرصہ بعد سو روپیہ پر بھی ایک تولہ نمک دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اکثر مریض صرف مقوی غذا نہ ملنے کے باعث مر گئے۔ معمولی حالات میں وہ یقیناً صحتیاب ہو جاتے مگر سختیوں اور تکلیفوں کی فہرست یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ ابھی اور سنیئے۔ مکان سرد۔ ہوا مرطوب اور متعفن (کیونکہ سخت جد و جہد اور نگرانی کے باوجود بھی ایسی جگہ جہاں سینکڑوں آدمی اسہال کے مریض بھرے ہوں ہمیشہ صفائی نہیں رہسکتی) بستروں کی یہ کیفیت کہ پتھر کے فرش پر جانوروں کی کھالیں ان پر چٹائی پھر ایک ایک کمبل اسپر مٹھی بھر گھاس اور چند چیتھڑے بچھے ہوئے تھے۔ سینکڑوں بیمار چاروں طرف موجود۔ باوجود فتح کے مطلع تاریک اور مایوسی بخش۔ ان باتوں کے علاوہ میری نسبت یہ بھی یاد رکھ لیا جائے کہ اسہال کے ساتھ ہی میں زخمی بھی تھا۔

اور پھر ناظرین کو میرے رنج و آلام اور قلق کا کچھ اندازہ ہو سکیگا۔

تیسری لڑائی کے زخمی ابھی تک پلیونا ہی میں تھے کیونکہ ارخانیہ کا راستہ بند ہونیکی وجہ سے بدستور سابق انکو وہاں نہیں بھیجا جا سکتا تھا ما علی ڈاکٹر حاسب بک انکو ہر روز دیکھنے آتے اور کل طبی محکمہ کے ملازم حتی الامکان پوری سعی کرتے۔ باینہمہ ہماری حالت قابل افسوس تھی لیکن یہ انکا قصور نہیں تھا شہر میں مصنوعی بید اور دم پھونک کرنیوالے بھی موجود تھے۔ عام سپاہی بالخصوص ایشیائی علاقوں کے رہنے والے انکا ادب کرتے اور ان پر اعتبار رکھتے تھے۔ حکام انکی دوکانداری میں دست اندازی نہیں کرتے تھے لیکن انہیں نسخہ یا دوائی دینے کی قطعاً ممانعت تھی علماء اور درویش صرف دم درود سے چنگا بھلا کر دینے کے مدعی تھے۔ مریضوں میں کئی روسی ورومانوی بھی تھے۔ جو تیسری لڑائی کے تپ زدہ اسیر تھے وہ ہسپتال کے علیحدہ کونہ میں تھے اور ان پر کمال شفقت و نوازش کیجاتی تھی۔

میں اپنے روپیہ سے نہایت ہی گراں نرخ پر اکثر چیزیں خرید تا رہا مثلاً ایک چمچہ بھر برانڈی کے لیے دس پیاسترز (ایک شلنگ دس پنس) خرچ کرنے پڑتے تھے۔ میری ایک رفیق لڑکی بھی جو شہر میں رہتی تھی۔ ایک دوسرے آدمی کے ہاتھ جسے طمع دیکر اس نے رازدار بنالیا تھا مجھے ہر روز شوربا پورٹ وائن (انگوری شراب) انڈے اور گندمی آٹے کی میٹھی بسکٹیں بھیجتی رہتی تھی۔ ان مزید خوراکوں سے میرے مضبوط قواد بیماری پر غالب آگئے اور چوتھے دن اٹھکر میں آہستہ آہستہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا۔ چنانچہ ۲۴ ستمبر کی سہ پہر کو گو مجھے حرکت کرنیکا حکم نہیں تھا۔ میں اس نیت سے باہر نکل آیا کہ کسی سواری کو تلاش کرکے اپنے مورچہ کو چلا جاؤں۔ کیونکہ بخار زدہ حرماں نصیب اور درد و تکلیف سے بے چین مریضوں کے متعفن جہنم نما ہسپتال کے مقابلہ پر جہاں ہر روز کئی مرتے رہتے اور ہر وقت جان سے بیزار بیمار اس میں دھاڑیں مارتے رہتے تھے مجھے اپنے مورچہ کی بے آرام اور سیدھی سادی خوابگاہ جو برسات میں اور بھی بے آسایش ہوگئی تھی ہزار گنا بہتر اور پورا بہشت معلوم ہوتی تھی۔

جب میں لاٹھی کے سہارے جو ایک رحمدل مزدور نے مجھے اپنے باغ سے کاٹ دی تھی شہر کے وسط میں قوناق کے قریب پہونچا تو چند افسروں نے جو گودام کے انتظام پر مامور تھے میری نقاہت پر رحم کھاکر مجھے مدعو کیا اور ہر ایک نے اپنے کھانے سے کچھ کچھ حصہ نکالکر میرے سامنے کافی کھانا رکھدیا۔ ہم کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ باہر عام ہلچل پڑ گئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ارخانیہ کا کالم اس فوجکی مدد سے جو مشیر نے اسے لانیکے لئے بھیجی تھی۔ دشمن کی صفوں اور مورچہ بندیوں کو چیرتا ہوا پلیونا کے قریب پہونچگیا ہے اور سامان کی جو مقدار کثیر اسکے ہمراہ تھی اسے کوئی آسیب نہیں پہونچا۔ یہ سنتے ہی

فی الفور قہوہ تیار کیا گیا اور باقیماندہ سگرٹ تقسیم کر دیئے گئے۔ کیونکہ اب کفایت شعاری کی کوئی ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔ اپنے میزبانوں کے کہنے پر مَیں چند گھنٹے قوناق میں کمرہ دریچہ میں بیٹھا اور سگرٹ پیتا ہوا بیرحم بارش کو جس نے مکان کے سامنے کے چھوٹے سے چوک کو جہاں مینہ کیوجہ سے کوئی آدمی نہیں رہ گیا تھا۔ تپلے سے کیچڑ کی جھیل بنا دیا تھا۔ باچشم نیم باز دیکھتا رہا۔ آندھی زور سے چل رہی تھی اور اس سے پھٹ کر تاریک بادل جو فی الواقع ہوا کے گھوڑوں پر سوار تھے طرح طرح کی عجیب و غریب اور ایسی بیہودی شکلیں بنا رہے تھے۔ موسم منقبض۔ سرد اور پژمردہ کرنیوالا تھا۔ الغرض یہ دن موسم خزاں کے اُن دنوں میں سے تھا جن میں انسان اپنے کمرہ کے دریچے بند کر کے خوشگوار لیمپ کی روشنی میں آتشدان کے قریب مگن ہو کر بیٹھے رہنے سے بڑھکر کوئی راحت نہیں دیکھتا۔ مگر مَیں حرمان نصیب ان آسائشوں اور ان پہ رشک بھرے دل سے غور و فکر کرتا ہوا اس بے رونق اور ہوا دار کمرہ میں جو دن کو محکمہ گودام کے دفتر اور رات کو بارہ ایک آدمیوں کی خوابگاہ کا کام دیتا تھا ٹھہر رہا تھا۔

شام کے قریب میں نے خیال کیا کہ اگر مورچہ میں پہونچنے کے لیے آج کوئی سواری تلاش کرنی ہے تو اب جلد نیا مناسب ہے۔ ہسپتال واپس جاتے ہوئے مجھے اپنے ساتھیوں کی ہنسی اور کھلی سے جنسے میں سفر پر کو رخصت ہوا تھا۔ ڈر آتا تھا۔ اور بارش تھمنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ آخر عزم بالجزم کر کے میں نے گران کوٹ اپنے گرد لپیٹ لیا اور لاٹھی کے سہارے مکان سے نکل پڑا مگر گاڑیوں کے اڈے کیطرف بمشکل دو سو گز گیا ہونگا کہ کچھ تو نقاہت سے اور کچھ زمین پھسلنی ہونے کیوجہ سے زمین پر اُلٹے دھم گر پڑا۔ اور گرتے ہی ٹخنہ کی موچ بھی نکل گئی۔ جوں توں کر کے اُٹھا تو سہی لیکن پاؤں زمین پر آنیکا نام نہیں لیتا تھا۔ تاہم بصد مشکل لنگڑاتا ہوا قریب ترین مکان کی باڑ تک پہونچکر شدنی واقعات کے انتظار میں ہو بیٹھا درد سخت بیکل کر رہا تھا کوئی مونس و غمگسار پاس نہ تھا۔ تمام جسم کیچڑ میں لتھ پتھ۔ بارش کہتی تھی ابھی سلسلہ اور ختم کرنا ہے اور موے پر سو درّے گرنے کے ساتھ ہی سہال کا دورہ یکبارگی پھر شروع ہو گیا۔ مجھ سے قریب ہی ایک مکان پر ہلال احمر کا جھنڈا لہرا رہا تھا میرے پاس سے ایک شخص گذرا۔ وہ مجھے اس ہسپتال میں لیگیا۔ یہ ایک جرمن ڈاکٹر کا ہسپتال تھا اسکا نام غالبًا لینگ تھا خوش قسمتی سے اسمیں ایک بستر خالی تھا۔ ایک مریض ابھی فوت ہوا تھا۔ اسے اٹھا دیا گیا۔ اور بستر کو ضابطہ پورا کرنے کے لیے برائے نام جھاڑ جھٹک کر مجھے اسپر لٹا دیا گیا۔ گرنے سے ٹانگ کا زخم بھی کھل گیا تھا۔ ڈاکٹر نے ٹخنہ کو دھو کر اسپر پٹی باندھ دی اور ٹانگ والے زخم کو بھی درست کر دیا۔ اسہال کو روکنے کے لیے خواب آور دوائی کی بہت سی خوراک کھلا دیگئی جس سے بالکل آرام ہو گیا۔ رات کو وافر اور عمدہ کھانا دیا گیا۔ اسی وقت میں نے فوج کے

قدموں کی آہٹ سُنی معلوم ہوا کہ افغانیہ کالم کا ہراولی دستہ چلا آرہا ہے۔ طلوع فجر کے وقت مغرب میں آدھ گھنٹہ گولہ باری ہوئی اسوقت کالم کا قلب روسی کیولری سے مصروف کارزار تھا۔ ۲۴ ستمبر کی دوپہر کو کالم شہر میں پہونچگیا جہاں اسکا استقبال بڑے جوش وخروش سے کیا گیا۔ میں اس ہسپتال میں غالباً ایک ہفتہ ٹھہرا۔ اس میں پچاس مریض تھے۔ جنمیں سے دس میرے کمرہ میں تھے۔ غذا بھی وافر اور عمدہ ملنی شروع ہو گئی تھی۔ بلکہ اشیاء مفرح (تمباکو۔ برانڈی۔ شوربا۔ دودھ۔ قہوہ) بھی تقسیم کی گئیں ادویات کافی تھیں۔ معالجہ عمدہ اور غور سے ہوتا تھا۔ خدمت اوسط درجہ کی ہوتی تھی۔ کیونکہ دو شفایاب سپاہیوں کے سوائے جو طبابت سے ناواقف اور جنپر طاقت سے زیادہ کام رہتا تھا۔ ڈاکٹر کے پاس کوئی معاون مدد دینے کے لیے نہ تھا اور ایک معمر ترک مزدور کے سوائے جو بظاہر شرارت اور بدی کا پتلا معلوم ہوتا تھا۔ مگر کام رحم کے فرشتہ سے اچھا کرتا تھا اور کوئی خدمتگار ہسپتال بھر میں نہ تھا۔ اس بوڑھے کو کئی محب وطن باشندے کبھی کبھی آکر مدد دیجاتے تھے اور دو ہٹے کٹے نوجوان بلغاری بھی بیگاری پکڑ کر اسکے ماتحت کر دیئے گئے تھے۔ انکو کسی شرارت کی پاداش میں فرش صاف کرتے رہنے کی سزا دی گئی تھی دونوں عیسائی تھے (عیسائی اسبات کو فراش نہ کریں) اور ہر وقت انکے منھ سوجے رہتے تھے۔ ان کے دلوں میں اسقدر کینہ وبغض بھرا ہوا تھا کہ ایکدفعہ انمیں سے ایک نے جبکہ اسے خیال تھا کہ اسکو کوئی نہیں دیکھ رہا۔ ناقابل اعتبار سنگدلی سے کام لیکر ایک عضو بریدہ بیہوش مریض کو زور سے ٹھوکر لگا دی اس سفاکی پر اسے مکان کے عقب کے صحن میں چند سپاہیوں کے گروہ سے جنکو تاکید کرنیکی ضرورت ہی نہ تھی بید لگوائے گئے۔ اسبات کی نگرانی میرے ذمہ لگیگئی کہ سزا کی تعمیل میں کوئی فرق نہ آئے۔ یہ بتانیکی تو شاید کوئی ضرورت نہ ہوگی کہ جیسی سرگرمی اور دلی خوشی سے مینے اس کام کو سرانجام دیا۔ ویسی سرگرمی سے کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ حرامی کی ایسی خبر لیگئی کہ وہ کئی ہفتوں تک کروٹ نہ بدل سکا۔

اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو میرا خیال ہے کہ یکم اکتوبر تک میں تینوں بیماریوں (ٹانگ کا زخم۔ تحنہ کی موچ اور اسہال کی کمزوری) پر غالب آکر ایک گاڑی پر جو ملّی لیجا رہی تھی اپنے کوچ کو واپس چلا گیا۔

میری عدم موجودگی میں ہمارا کپتان اس زخم سے جو اسے دوسری لڑائی میں پہونچا تھا۔ صحت یاب ہو کر افغانیہ کالم کیساتھ صوفیا سے پلیونا آگیا تھا اور کمپنی پھر اسکی کمان میں چلی گئی تھی۔ مینے اپنے پرانے سکواڈ کی کمان لے لی۔ جنک انہیں دستہ پر۔ تراب جو درنیولا شفایاب ہو گیا تھا۔ محمد ہرور مرحوم کے سکواڈ پر اور صف کلر سکواڈ پر تھا یعنی ہماری کمپنی میں پھر پورے پانچ افسر ہو گئے تھے۔ اور میری کمپنی کمان ہسپتالوں کی رہایش کے ماسوائے ۲۴ اگست سے ۱۸ ستمبر تک ۲۵ دن میرے پاس رہکر ختم ہو گئی تھی۔

یہ نظام عرصہ تک قائم نہ رہا، ۲ اکتوبر کو جب ان پہلی مرتبہ برف پڑی اور جب لڑائی کے آخر اور اس سے بھی بعد تک برابر پڑتی رہی۔ کپتان ہماری ہی پلٹن کی ایک دوسری کمپنی میں جسمیں افسروں کی قلت تھی تبدیل کر دیا گیا، اور میں تیسری مرتبہ کمپنی افسر ہوکر آخری ہلّہ تک یعنی نومبر میں آٹھ دن کی بیماری کو جبکہ ہسپتال میں رہا وضع کر کے، ۲ اکتوبر سے ۱۰ دسمبر تک ۵۶ دن اس عہدہ پر قائم رہا۔ میرے والا سکوڈ اور کلر سکوڈ ملا کر ایک کر دیئے گئے۔ بیماری اور لڑائی کے نقصانات سے کمپنی میں الحیبو دس آدمی باقی رہگئے تھے انکو تین دستوں میں بانٹ دیا گیا۔ اوّل سکوڈ سیمورد کے ماتحت۔ دوم تراب کے پاس اور تیسرا آصف کے ماتحت تھا۔ شروع نومبر تک میری کمپنی کی جمعیّت اور ترتیب یہی رہی۔

یکم اکتوبر سے غنیم کی فوجوں نے ہمارے مورچوں کے قریب پہونچنا اور اپنے کیمپوں کو مورچہ بند کرنا شروع کر دیا۔ اب تک انہوں نے کوئی مورچہ نہیں بنایا تھا۔ اور بطور ہمارے کیمپ کے محاذ نیم دائرہ کی شکل میں جو ہمارے کیمپ سے تقریبًا ہم مرکز تھا بجانب شمال مقام بیور سے چلکر قانلی طابیہ۔ گریوتنزا اور رادی شود ہوتے ہوئے جنوب میں برنیتود تمنز تک اپنے مورچوں کی لین تیار کرلی۔

اس موقعہ پر ارخانیہ کے کمکی کالم کے کارناموں کا خلاصہ درج کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے اسکی مصافی ترتیب اور جنگی صف بندی حسب ذیل تھی:-

کمانڈر:- جنرل ڈویژن احمد حفظی پاشا

اعلیٰ سٹاف افسر:- لفٹننٹ کرنیل عزّت بک

اوّل بریگیڈ:- کمانڈر- بریگیڈ ادہم پاشا[1]

اوّل رجمنٹ:- کمانڈر- لفٹننٹ کرنیل علی محمد بک

۳ پلٹنین

دوم رجمنٹ:- کمانڈر- لفٹننٹ کرنیل الضوح بک

۳ پلٹنیں

دوم بریگیڈ:- کمانڈر- بریگیڈیر حفظی پاشا

سوم رجمنٹ:- کمانڈر- لفٹننٹ کرنیل ایوب بک

۳ پلٹنیں

چہارم رجمنٹ:- کمانڈر لفٹننٹ کرنیل طاہر بک۔

۳ پلٹنیں۔

[1] یہ وہی ادہم پاشا ہیں جو اب مشیر کے رتبہ پر فائز اور فاتح تھیسلی کے معزز خطاب سے مشہور ہیں۔ مترجم

ریزرو :- ۵ پلٹنیں۔ کمانڈر۔ کرنیل ولی بک

کیولری :- ۲ رسالے نظامیہ۔ کمانڈر کرنیل بکر بک

آرٹلری :- ۲ باتریاں۔ فی باتری ۶ توپ۔ ایک باتری ۶ پونڈر اور دوسری ۳ پونڈر توپوں کی۔

انجینئران :- دو کمپنیاں۔

میزان :- ۱۷ پلٹنیں[۱] اور ۲ رسالے یعنی دس ہزار آدمی اور بارہ توپیں جنگی تحویل میں پانچسو گاڑیاں رسد کی۔ پچاس گاڑیاں توپخانہ کے گولہ بارود کی۔ پانچسو بارکش گھوڑے اور دوسو گاڑیاں فوج پیدل کے کارتوسوں کی۔ اور دو ہزار شاخدار مویشی خوراک کے لئے تھے۔

کالم ۱۹ ستمبر کی صبح کو بترتیب ذیل ارخانیہ سے چلا۔

ہراول یا طلیعہ

کمانڈر :- بریگیڈیر ادہم پاشا

نائب کمانڈر :- لفٹننٹ کرنیل عزت بک

چار رسالے سواروں کے۔

اول بریگیڈ :- چھ پلٹنیں

ایک ثلث باتری۔ دو توپیں (۳ پونڈر)

دو کمپنیاں انجینیروں کی۔

قلب

کمانڈر :- جرنیل ڈویژن احمد حفظی پاشا

نائب کمانڈر :- بریگیڈیر حقی پاشا۔

سوم رجمنٹ :- ۳ پلٹنیں۔

ایک رسالہ سواروں کا۔

چھکڑوں اور گھوڑوں و مویشی کی قطار

ایک باتری۔ چھ توپیں (۶ پونڈر)

ریزرو۔ پانچ پلٹنیں۔

عقب

کمانڈر :- لفٹننٹ کرنیل طاہر بک۔

[۱] ۱۳+۲+۲ = ۱۷۔ ان میں سے دو نظامیہ ۱۳ ردیف اور دو مستحفظ تھیں۔ مصنف

چہارم رجمنٹ ۳ پلٹنیں
دو ثلث باتری ۴ توپیں (۳ پونڈ)
ایک رسالہ سواروں کا۔

کالم ارخانیہ سے تین دن میں بمقام طلش پہونچا۔ کیونکہ موسم خراب۔ زمین کیچڑ دار اور نیز روسیوں نے کئی پل مسمار کردیئے ہوئے تھے۔ طلش کے قریب غنیم نے سڑک کا بہت سا حصہ ہمیں گڑھے اور خندقیں کھود کر اور درختوں کو اسپر گرا کر ناقابل گذر بنا دیا ہوا تھا۔ چنانچہ ۲۰ کی شام کو وہاں پہونچکر احمد حفظی پاشا کو قیام کرنا پڑا۔ اور جب تک انجنیئر سڑک کو درست کرتے رہے فوج اپنی حفاظت کے لیے مورچے بنا کر انکی پناہ میں رکی رہی۔ ۲۱ کو روسیوں نے حملہ کیا جسمیں انکو پسپا کر دیا گیا۔ ۲۲ کی صبح کو غنیم کے حملہ کو پھر پسپا کر کے کالم نے کوچ شروع کر دیا۔ سڑک کے دونوں پہلوؤں پر اور عقب میں دشمن کی کیولری کی زبردست جمعیتیں موجود تھیں۔ لیکن سامنے کیطرف کے علاقہ اور سڑک پر کوئی دشمن دکھائی نہیں دیتا تھا۔ احمد حفظی پاشا نے اسکے تدارک کے لیے کالم کی ترتیب کو بدل دیا۔ اول بریگیڈ کی پانچ پلٹنیں مقدمۃ الجیش سے عقب میں کر دی گئیں اور ادہم پاشا کو کمانڈر بنا دیا گیا۔ اس سے کالم کی ترتیب اسطرح ہو گئی :-

مقدمۃ الجیش یا ہراول - کمانڈر عزت بک
ایک پلٹن - چار رسالے - دو توپیں -

قلب - کمانڈر حفظی پاشا۔
۸ پلٹنیں - ایک رسالہ ۲ توپیں اور قطار

عقب - کمانڈر - ادہم پاشا۔
۸ پلٹنیں - ایک رسالہ - چار توپیں -

۲۲ کی دوپہر کو ہراول مقام گورنادوبنیک پہونچا۔ اور جبکہ قلب و قطار ابھی وہاں داخل ہو رہی تھی روسیوں نے عقب پر حملہ کر دیا۔ لڑائی رات کے نو بجے تک ہوتی رہی اسکے بعد غنیم پیچھے ہٹ گیا ترکوں کیطرف خفیف سا نقصان ہوا۔ البتہ ادہم پاشا زخمی ہوئے۔ دشمن کی بیس توپیں آٹھ گھنٹے گولہ باری کرتے رہنے کے باوجود تقریباً کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں۔

دوسرے دن (۲۳ ستمبر) مقام دولنادوبنیک سے جہاں وہ دستہ جسے عثمان پاشا نے احمد حفظی کی پیشقدمی میں مدد دینے کے لئے بھیجا تھا شب باش ہوا تھا۔ نظام کیولری کا ایک رسالہ پہنچ گیا۔ کمکی دستہ کی جمعیت حسب ذیل تھی :-
کمانڈر :- بریگیڈیر عطوف پاشا۔

انفنٹری :- ایک بریگیڈ جس میں چھ بلٹنیں تھیں۔

کیولری :- دو رسالے نظامیہ سواروں کے۔ اور دس رسالے سالونیکی مجاہدین کے۔

آرٹلری :- ایک باتری اسپی توپخانہ کی جسکی توپیں چار پونڈر تھیں۔

میزان :- ۶ بلٹنیں ۱۲ رسالے یعنی جملہ چار ہزار آدمی اور چھ توپیں۔

یہ مختصر سی سخت معرکہ آرائی کے بعد ڈولنا دوبنیک پر قابض ہوئی تھی۔ اس قبضہ سی احمد حفظی پاشا کے ساتھ آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہوگیا تھا اور سڑک کھل گئی تھی۔ احمد حفظی نے ۲۲ر کو ڈولنا پہونچکر اپنے ہراول کو قطار کا کچھ حصہ دیکر اسی رات پلیونا کو بھیجدیا تھا جو طلوع فجر سے پہلے پہونچگیا تھا۔ قلب ۲۴ر کو علی الصباح غنیم سے آدھ گھنٹہ گولہ باری کرتا رہ کر دوپہر کو کل قطار صحیح سالم لیکر پلیونا پہونچگیا۔ راستہ میں ایک چھکڑہ بھی ضائع نہ ہوا۔ اس مہم میں اوّل سے لیکر آخر تک ترکوں کے کلہم پچاس آدمی شہید اور زخمی ہوئے۔ کالم کے ساتھ جو گاڑیاں تھیں انکی قطار دس میل لمبی تھی جس طویل قطار کی پیشقدمی کو ۸ ہزار روسی اور رومانوی سوار اور انکی چالیس توپیں نہ روک سکیں[۱۰۲]۔ پلیونا کی ترکی فوج کی جمعیت ۲۴ر ستمبر کے بعد حسب ذیل تھی :-

ع ۱۰۲ ۔ اس موقع پر میں روسی اور رومانوی کیولری کی کارگذاری جو اس نے دریائے وِد کو عبور کرنیکے دن یعنی ۸ر ستمبر سے لیکر اسکے یعنی ۷۔ اکتوبر تک جبکہ اسکی مستعدی کا عملی لحاظ سے دریائے وِد کے بائیں ساحل پر خاتمہ ہوگیا۔ ترکی پلیونا فوج کے عقب میں کی تاریخوار مجملاً بتادینا ضروری تصور کرتا ہوں جسکے یہ خلاصہ جرمن مورخ ٹرو تھا اور روسی مورخ کروپاٹکن کی تحریرات سے اخذ کیا ہے۔

روسی جرنیل لوشکاریف کے ماتحت جو ۱۹ر ستمبر تک کمانڈر رہا۔ آٹھ رجمنٹیں (کیولری) اور ۱۸ توپیں تھیں۔ یہ فوج ۸ر ستمبر کی شام کو بمقام ربینا جمع کی گئی تھی۔

۸ر ستمبر کو یہ فوج دریائے وِد کو عبور کرکے مقام طرس طینک پہونچی اور ڈولنا نٹرو پولی۔ گورنا نٹرو پولی۔ اور ڈولنا دوبنیک پر قبضہ کرلیا اسی تاریخ اسکا ترکی فوج سے مقابلہ ہوا۔ جو سلیمان بک نے اوبانتز مورچوں سے بھیجی تھی۔

۹ر ستمبر کو اس ترکی فوج سے متفرق طور پر مصاف کی جو اوبانتز اور وِد کے پل سے بھیجی گئی تھی۔

۱۰ر ستمبر کو جنرل لیونٹیف کے کیولری ڈویژن (چار رجمنٹیں اور اٹھارہ توپیں) نے جو روسی فوج کے بائیں بازو سے تعلق رکھتا تھا بمقام مدیون۔ وِد کو عبور کیا۔

۱۱ر ستمبر کو یعنی تیسری لڑائی کے پہلے دن غنیم کے ان دونوں دستوں میں تعلق قائم ہوگیا اور گورنا دوبنیک سے لیکر وِد کے پل کے قریب تک ارخانیہ سڑک پر قبضہ کرلیا گیا۔

۱۲ر سے لیکر ۱۸ر ستمبر تک یہ کیولری ڈولنا نٹرو پولی سے لیکر براہ ڈولنا دوبنیک یلیون تک ربع دائرہ کی شکل میں بیکار مقیم رہی

۱۹ر ستمبر کو جنرل لوشکاریف کی جگہ اعلےٰ کمان جنرل کریلو کو دی گئی اور مزید کمکوں سے اسکی ماتحت فوج کی جمعیت (باقی ص ۱۵۳)

۶۳ پلٹن انفنٹری ۲۵ رسالے کیولری اور ۱۰۰ چرکس ۱۴۴ باتریاں۔ توپخانہ ۳ کمپنی انجنیران۔

(نقشہ نمبر ۳ دیکھو)

۱۷ر رجمنٹوں اور ۲۲ توپوں کی ہو گئی لوشکاریف چار رجمنٹیں لیکر اس کھلے میدان میں جو ارغانیہ مرشک اور روسی فوج کے بائیں بازو کے درمیان تھا مقیم ہو گیا اور لیونٹیف روسی لیار کی حفاظت کے لیے چار رجمنٹیں لیکر بمقام بوغوت۔ ۲۰ ستمبر کو ایک دستہ (۱۴ رسالے و چھ توپیں) کرنیل طوطول بین کے زیر کمان طلش کے قرب و جوار میں پہونچا۔

۲۱ر ستمبر کو طوطول بین نے بمقام طلش احمد حفظی کے کالم پر حملہ کیا اور پسپا کر دیا گیا۔

۲۲ر ستمبر کو طوطول بین پھر حملہ کرکے ترک اٹھا کر طلش سے روانہ ہو گیا اور گورنا دوبنیک کے قریب کریلو کے جسکے پاس کیولری کا بڑا حصہ تھا جا ملا۔ کریلو نے بھی ترکوں پر حملہ کرکے شکست کھائی۔ ادھر اس فوج نے جو پلیونا سے بھیجی گئی تھی یعنی عطوف کے کالم نے کریلو کے اس دستہ کو جو ڈولنا دوبنیک میں تھا شکست دیکر وہاں سے بھگا دیا اور گورنا و ڈولنا دو نو مقام پر ترک قابض ہو گئے۔

۲۳ر ستمبر کو کریلو کے لیے دشمن کی دو طرفہ زد میں آ جانیکا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جیسر وہ بسرعت تمام خود طرستینک کو پیچھے ہٹ گیا اور ڈولنا نترا پولی کے قریب ایک برگیڈ اور ایک باتری چھوڑ گیا۔ ادھر احمد حفظی پاشا کا کالم ڈولنا دوبنیک میں پہنچکر عطوف کے کالم سے آملا۔

۲۴ر ستمبر کو ترکی کالم اسی روسی دستہ سے جسے کریلو پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ قدرے بالمقابل گولہ باری کرنیکے بعد اپنی بعید طویل و ربوجھل قطار کو لیکر بخیریت پلیونا میں پہونچ گیا۔

کیا کسی نے شطرنج کی ایسی عجیب و غریب بازی دیکھی ہے جیسی کہ ایک طرف جنرل کریلو اور دوسری طرف احمد حفظی اور عطوف کے دستوں میں ہوئی۔

۲۵ر ستمبر کو کریلو نے راہو دابردھا کے پلیونا اور ودیکن کا سلسلہ تار برقی کاٹ دیا۔

۲۶ر ستمبر کو اس نے قصبہ مذکورہ پر چند گولے پھینکے اور جب دوسری طرف سے کمال مستعدی کے ساتھ جواب ملا تو پیچھے ہٹ گیا اور رپورٹ کی کہ میں نے شہر کو اس لیے نقصان پہنچانا پسند نہیں کیا کہ اسمیں بہت سے عیسائی باشندے تھے۔

۲۸ر سے لیکر ۲۹ر ستمبر تک فوج مذکورہ چارہ کے لیے ربنیا کو جا کر وہاں ہی اور پھر ۳۰ر کو وہاں سے طرستینک کو چلی گئی۔ دمنیولا اس دستہ نے (۳ آٹھ رسالے اور چھ توپیں) جسے کریلو کرنیل لیوس کے زیر کمان ڈولنا نترو پولی میں چھوڑ گیا تھا۔ سید کے چند قافلے جو ارغانیہ سے پلیونا کو آ رہے تھے پکڑ لیے ان میں سو گاڑیاں آٹے کی۔ پانسو شاخدار مویشی اور کونین وغیرہ کا ذخیرہ تھا آخر الذکر دونوں چیزوں کے ضائع ہونیکا سب سے زیادہ افسوس ہوا۔ کیونکہ انکی پہلے ہی سے قلت ہو رہی تھی۔

یکم اکتوبر کو ڈولنا نترو پولی کے قریب جہاں کریلو سپاہ مارک کے حکم سے گیا تھا فریقین میں سخت معرکہ آرائی ہوئی اسمیں ترک اٹھا کر وہ پھر طرستینک کو ہٹ گیا اور دو نو نترو پولیوں پر ترک قابض ہو گئے جن کو ایک ہفتہ بعد انہوں نے خود بخود چھوڑ دیا۔

۲ر اکتوبر کو لیوس کا دستہ طلش اور دوم تنزی پہنچگیا۔ اس نے کئی پلونکو مسمار کیا اور صوفیا۔ پلیونا کی ڈاک کو پکڑ لیا اس ڈاک میں ایک خط سیر ابھی تھا جو چار رجمنٹ کے بعد شفرا کی مدد کے لیے طلب تھا خط گو تقسیم ہو گیا اور وہاں دو سپرنٹی پڑھ لیے گئے

جملہ ۴۳ ہزار آدمی اور ۲۴۸ توپیں نقصانات اور مریضوں کو ملا کے ۱۸ اکتوبر تک ہماری یہ ہی

حوالے کر دیا لیکن انکو اس تکلیف کا کوئی معاوضہ نہ ملا۔ اس میں صرف والدہ کیطرف سے بزرگانہ نصیحت اور یہ خبر درج تھی کہ گھر کا طوطی مر گیا ہے۔

۲ سے ۵ اکتوبر تک ماسیوس راہ و مرتنزی ہیل اور گیوالی کا بڑا حصہ لے کر درستینک اور اسکے قریب جارہا۔ رہا جو کام ابتک (ارد خانیہ سے ملکی فوج اور سامان رسد وغیرہ کو پلیونا پہونچنے نہ دینا) پہلے بارہ رجمنٹوں کے سپرد تھا۔ اب اسپر صرف دو رجمنٹیں مقرر رکھی گئی تھیں مگر بقول کروپاٹکن اب یہ کام لیوس ایسے بہادر اور دلیر کمانڈر کے ہاتھ میں تھا۔ جسنے ان دو رجمنٹوں سے تھوڑے ہی دنوں میں بہت کچھ کر دکھایا جو کریلو غریب کے لیے سخت خفت کا باعث تھا۔

۶ اکتوبر کو لیوس پر سامنے سے شفقت پاشا کے کالم نے اور عقب سے اس فوج کے طلیعہ یا ہراول نے جو پلیونا سے بھیجی گئی حملہ کر کے اسکو ایسے نرغہ میں ڈالدیا کہ وہ بڑی ہنرمندی سے دریائے عسکر کو عبور کر کے مقام چاکووا کو بھاگ گیا۔

۸ اکتوبر کو ترکوں نے دو فوج در بنیکوں طلش - رادومرتنزی اور لوکووتنز اپر قبضہ کر کے انکو مورچہ بند کر لیا۔ اور کریلو اس کام میں جو اسے سپرد کیا گیا تھا (یعنی کمک و سامان پلیونا نہ پہونچنے دینے میں) بالکل ناکامیاب رہا۔ بالفاظ دیگر آٹھ ہزار نہایت ہی اعلیٰ ترتیب یافتہ اور تجربی سلیح روسی سوار ایسے علاقہ میں (جیسا کہ پلیونا سے جنوب مغرب اور مغرب کا علاقہ فی الواقع تھا) جو کیولری کے لیے بہت مناسب ہی نہ تھا بلکہ وہاں کی تین چوتھائی آبادی تھی ان کی ہواخواہ اور مذہب و زبان میں انکی شریک اور قرابتی تھی۔ دو کالموں کو جن میں سے ایک میں سترہ اور دوسرے میں اکیس بٹالینیں تھیں اور جن دونوں کے ساتھ دس سے لیکر پندرہ میل تک لمبی سامان رسد کی بوجھل قطاریں تھیں مطلقاً نہ روک سکے۔

۱۸ اکتوبر سے لے کر ۲۴ اکتوبر تک جبکہ روسی لائن کے اس حصہ پر گورکو مامور کیا گیا۔ روسیوں نے پلیونا کے مغرب میں کوئی کارروائی نہ کی۔

روسی افسروں کی کمزور کارروائی اور بدانتظامی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کو (بالخصوص لوشکاریف اور کریلو کو) حتی الامکان "اپنے آدمیوں کا بچاؤ" کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس حکم کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ گویا ہمیشہ "اپنے آدمیوں کا بچاؤ اور صرفہ کرنا" افسروں کا فرض نہیں ہے۔ حکم دہندگان کو یہ خیال نہ آیا کہ زبردست اور ہوشیار دشمن کے مقابلہ پر خونریزی کے بغیر فتح حاصل کرنا ناممکن ہے اور یہ کبھی ممکن نہیں کہ جب تک انسان کے پاس ہتھیار موجود ہیں۔ خونریزی نہ ہونے دی جائے۔ ترکی انفنٹری کی سریع آتشباری کی غنیم کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی اور اسی آتشباری کے نقصانات سے ڈر کر کریلو کو کارمفوضہ کی تندہی سے تعمیل کرنے کی کوشش کرنیکا حوصلہ نہ پڑا اور اسی خوف کیوجہ سے اس نے ادھر ادھر تانا بانا لگائے رکھنے کے داؤ گھات اختیار کر لیے اور صرف چھوٹے چھوٹے معرکے لڑا۔ حالانکہ مطلوبہ مدعا فقط عام محاربوں اور سرگرم مصافوں سے حاصل ہو سکتا تھا۔ سواروں کے دھاووں اور ہونیکا ابھی وقت نہیں گذرا۔ اب بھی ہر محاربہ میں اکثر ایسے موقعے آ پہونچتے ہیں جہاں صرف کیولری ہی فتح و شکست کا تصفیہ کر سکتی ہے ایسے نازک اور تصفیہ کن موقع کو صرف آدمیوں کے بچاؤ کے خیال سے کھو دینا صریح حماقت ہے انسان کی زندگی کی اسیوقت کچھ قدر و قیمت ہو سکتی ہے جبکہ وہ درست موقع پر قربان کر دی جائے جو شہنشاہ لڑائی کا خود ہی بانی مبانی ہو کر اسکا علاج کرے اور پھر اپنے جرنیلوں کو آدمیوں کے بچاؤ کی ہدایت کرے وہ محض دیوانہ ہے۔

مصنف

جمعیت رہبی۔[۱۰۳]

احمد حفظی پاشا کے کالم کے پہونچ جانیکے بعد ہمارے پاس چارہ کے سوائے ہر ایک چیز کی افراط ہو گئی۔ اس کمی کے پورا کرنے یعنی گھاس۔ بھوسہ۔ اور اجناس کو دیہات ملحقہ سے فراہم کرنے کے لیے عثمان پاشا نے ۲۰ ستمبر کو ایک سبک سیر دستہ (کالم) تیار کیا جسکی جمعیت یہ تھی:

کمانڈر:۔ جرنیل ڈویژن احمد حفظی پاشا

اول بریگیڈ: کمانڈر۔ بریگیڈیر حقی پاشا

۶ پلٹنیں

دوم بریگیڈ۔ کمانڈر۔ کرنیل ولی بک

۶ پلٹنیں

آٹھ رسالے نظامیہ سواروں کے۔ زیر کمان کرنیل بکر بک۔

ایک باتری (۶ پونڈ)

قطار۔ تین سو خالی چھکڑے۔

میزان۔ ۶ ہزار آدمی اور ۶ توپیں

یہ فوج پلیونا اور مردیل کے درمیان ۱۸ ستمبر کی شام کو جمع ہو کر ۲۰ کی صبح کو تیل سے روانہ ہوئی اور غنیم کے علی الرغم جبکہ ۲۰ اور ۲۳ ستمبر کو حملے کرکے منہ کی کھائی ۲۱ ستمبر سے لیکر ۲۳ اکتوبر تک دونوں دوبنیکوں۔ دونوں نکٹر و پولیوں طرمتیا۔ بلاسی وتنر۔ قرطوشادن اور ندتوین کے تمام ذخیرے ورہ پلیونا میں آگئے۔ ۲۴ ستمبر کو سخت لڑائی ہوئی اس میں ترکوں کے دو سو شہید و مجروح ہوئے اور روسیوں کے اس سے تگنے۔ ان دنوں میں تین سو چھکڑے پانچ سے سات مرتبہ تک بھر کر لائے گئے۔ ارخانیہ سڑک ۷ اکتوبر سے ۲۴ اکتوبر تک کھلی رہی۔ اس اثنا میں گودام کی اکثر چھوٹی چھوٹی قطاریں اور ایک بڑی قطار پلیونا میں پہونچی۔ آخرالذکر شفقت پاشا کے زیر کمان کالم کی حفاظت میں آئی۔ یہ کالم ۵ اکتوبر کو ارخانیہ سے روانہ ہوا تھا اور اسکی ترتیب و جمعیت یہ تھی:

۱۰۳ - انفنٹری کی ۴۳ پلٹنوں میں سے ۱۴ نظامیہ - ۲۳ ردیف اور دو مستحفظ تھیں۔ کیولری میں ۱۲ رسالے نظامیہ سواروں کے اور دو رسالے عثمانیہ کا سکوں کے اور دس سالونکی مجاہدین کے تھے۔ توپخانہ میں سات باتریاں میدانی توپخانہ کی (جنکی توپیں چھ پونڈر تھیں) چار باتریاں چار پونڈر توپوں کی اسپی توپخانہ کی اور ۳ باتریاں ۳ پونڈر توپوں کے کوہی توپخانہ کی تھیں فی پلٹن بالاوسط ۵۰۰ سے لے کر ۶۰۰ تک۔ فی رسالہ ۱۰۰ تک۔ فی باتری ایک سو سے لے کر ایک سو بیس اور فی انجینیری کمپنی ۶۰ آدمی تھے۔ مصنف

کمانڈر:- جرنیل ڈویژن شفقت پاشا۔

اوّل برگیڈ:- کمانڈر- برگیڈیر حسین وصفی پاشا۔

۶ پلٹنیں

دوم برگیڈ:- کمانڈر- برگیڈیر عمر ظفر پاشا۔

۶ پلٹنیں

ریزرو:- زیر کمان لفٹنٹ کرنیل پرتو بک

۹ پلٹنیں (جن میں سے ۶ طلش میں چھوڑ دی گئی تھیں)

کیولری- زیر کمان لفٹنٹ کرنیل شفقی بک۔

۸ سو چرکس

آرٹلری:- دو باتریاں (۶ پونڈر) [یعنے بارہ توپیں جنمیں سے ۴ طلش میں چھوڑی گئیں]

قطار:- پانسو چھکڑے رسد کے- چار سو بارکش گھوڑے کارتوسو کے- چار ہزار شاخدار مواشی۔

میزان:- ۲۱ پلٹنیں یا ۱۶ ہزار آدمی اور بارہ توپیں۔

شفقت پاشا کے پاس سلطان المعظم کا دستی ایک خط بھی تھا جسمیں عثمان پاشا کو غازی کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔

۶ اکتوبر کو کالم نے دشمن کی کیولری (کرنیل لیوس کے دستہ) سے لڑائی کر کے اسے بھگا دیا ۷ کو وہ طلش پہونچا جسے مورچہ بند کر کے اس میں ۶ پلٹنیں اور چار توپیں مامور کر دی گئیں۔ برف پڑنی شروع ہو گئی تھی اور سڑکوں کی حالت سخت خراب تھی برف کئی دنوں تک زمین پر منجمد رہی بعض جگہ اسکی تہ بارہ سے لیکر اٹھارہ انچ تک موٹی تھی۔ چنانچہ گو روسیوں نے چنداں مزاحمت نہ کی سفر پھر بھی شدید اور سخت مشکلات سے خالی نہ تھا۔ اسی تاریخ طلش کے قریب کالم اور روسیوں میں پھر معرکہ آرائی ہوئی۔

۸ اکتوبر ہی کو پلیونا سے ایک کالم نصف راستہ میں شفقت کو جا ملنے کے لیئے بھیجا گیا تھا اسکی جمعیت حسب ذیل تھی:-

کمانڈر:- جرنیل ڈویژن احمد حفظی پاشا۔

اول برگیڈ:- زیر کمان برگیڈیر حقی پاشا

۶ پلٹنیں

دوم برگیڈ زیر کمان ولی بک

۶ پلٹنیں۔

سوم بریگیڈ۔ زیر کمان لفٹنٹ کرنیل عزت بک

۶ بٹلینیں

آٹھ رسالے نظامیہ سواروں کے } زیر کمان کرنیل بکر بک
دس رسالے سالونیکی مجاہدین کے

دو باتریاں (۶ پونڈر)

میزان ۱۲ بٹلینیں ۱۸ رسالے۔ جملہ ۹ ہزار آدمی اور بارہ توپیں۔

دونوں کالم طاش اور گورنا دوبنیک کے درمیان آپس میں ملاقی ہوئے اور ۲۰ اکتوبر کو شفقت پاشا اور انکا کالم کا حصہ کثیر کل گاڑیوں کو صحیح و سلامت لیکر پلیونا میں پہونچ گیا۔ راستہ میں ایک گاڑی ضائع نہ ہوئی۔ آدمی بھی معدودے چند ہی ضائع ہوئے اور وہ بھی زیادہ تر راستہ کے حوادث یا سردی سے۔ انہیں کے بہادر اور ہوشیار کمانڈر کی پلیونا میں بڑی دھوم دھام اور پر جوشی سے آؤ بھگت کیگئی۔ کیونکہ یہ اسی کے طفیل تھا کہ جب سے ہم پلیونا میں آئے تھے ہمارے پاس تمام ضروریات مایحتاج کی افراط رہتی رہی۔

سڑک اب پھر کھل گئی تھی اور تار برقی کا سلسلہ قائم کرلیا گیا تھا۔ ۱۰ اور ۲۴ اکتوبر کے درمیان تقریبًا ہر روز گودام اور رسد پہونچتی رہی مگر مزید کمک کوئی نہ آئی۔ پلیونا کے معمولی اور فوجی ہسپتالوں کو خالی کرکے زخمیوں۔ بیماروں اور قیدیوں کو ارخانیہ کے راستہ صوفیا بھیجدیا گیا۔

شفقت پاشا نے غازی عثمان اور انکے افسروں سے متواتر شورے کیے۔ سب سے بڑی دقت پاشائے موصوف کو گاڑیاں حاصل کرنے میں پیش آرہی تھی۔ اردگرد کا تمام علاقہ اس نے گاڑیوں سے خالی کردیا تھا۔ پھر بھی اکثر جگہ غلہ باربرداری کی قلت کیوجہ سے کھیتوں پر ہی سڑ رہا تھا۔ اس قلت کے ساتھ ہی موجودہ چھکڑوں کے مالک انکی واپسی کیلیے اسکے گلے کا ہار ہورہے تھے۔ علاوہ بریں شفقت کی ایک بڑی شکایت یہ بھی تھی کہ ملکی (سول) حکام سے کافی اور مناسب امداد نہیں ملتی۔ حتی کہ اسے کئی دفعہ ارخانیہ کے قائمقام اور اسکے ماتحتوں سے دوبدو ہونا پڑا۔ افسوس کارزار میں ایسا اکثر ہوتا ہے کہ گھروں میں بیٹھے رہنے والے قلم اور سیاہی کے بہادر اور صفحہ قرطاس کے نبرد آزما اس کام کو جسے مردانِ جانباز شمشیر اور رائفل سے اپنی جانوں، اعضاء اور صحت کے بدل میں سرانجام کرتے ہیں بگاڑ دیتے ہیں۔

ناظرین کو فوج کے رسد و خوراک بہم پہونچانیکے اہم اور مشکل کام کا کچھ اندازہ اس سے ہوجائیگا کہ پلیونا کو فوجکی ایک ہفتہ کی خوراک رسد کی ۲۵۰ گاڑیاں اور ایک ہزار شاخدار مویشی تھے۔ چارہ۔ پارچات۔ اسلحہ۔ کارتوس اور گولہ بارود کل علیحدہ رہے۔

شفقت پاشا چند کمپنیاں اور سواروں کا ایک دستہ لیکر ۹ اکتوبر کو ارخانیہ کیطرف واپس چلے گئے۔ رستہ میں ایک روسی قافلہ جسمیں ۱۵ ہزار بھیڑ بکریاں اور بیل تھے انکے قابو آگیا۔ جسکا کچھ حصہ انہوں نے پلیونا بھیجدیا۔

پلیونا فوج کی جمعیت اس کمک سے یہ ہو گئی تھی:- ۸۴ پلٹنیں انفنٹری۔ ۲۵ رسالے کیولری۔ ایکہزار چرکس (۱۲ رسالے) ۱۶ باتری آرٹلری ۳ کمپنی انجنیراں۔ ایک پلٹن (پیدل) مجاہدین۔ ایک رسالہ (سوار مجاہدین) جملہ ۴۸ ہزار آدمی اور ۹۶ توپیں[105]۔ اس سے زیادہ جمعیت پلیونا فوج کی کسی وقت نہ ہوئی اور ۲۴ اکتوبر تک جبکہ روسیوں نے ترکی کمک کا ہار مکمل کر کے پلیونا کا دوسرا یعنی واقعی محاصرہ شروع کیا یہی جمعیت رہی اس محاصرہ میں کبھی کچھ رخنہ نہ پڑا۔ اور وہ فقط اسوقت ختم ہوا جبکہ ۱۰ دسمبر کو محصورین نے حملہ کیا۔

ڈولنا دوبنیک کی ترکی فوج ۲۷ اکتوبر کو پلیونا میں داخل ہو گئی۔ گورنا دوبنیک اور طلش غنیم نے ۲۴ اور ۲۸ اکتوبر کو لے لیے اور وہاں کی ترکی فوجوں کو گرفتار کر لیا۔ اس سے اکتوبر کے آخر میں پلیونا فوج میں ۶۷ پلٹنیں اور ۸۶ توپیں رہ گئیں ۸۴ پلٹنیں اور ۹۶ توپیں جو کہ ۱۰ سے ۲۴ اکتوبر کے درمیان پلیونا فوج کی جمعیت تھی۔ اس طرح تقسیم کیگئی ہوئی تھیں:-

مقام	پلٹنیں	رسالے	توپیں	کمانڈر
پلیونا کیمپ	۶۷	۲۱	۸۶	عثمان پاشا
ڈولنا دوبنیک	۵	۰	۲	ولی بک
گورنا دوبنیک[106]	۶	۴	۴	احمد حفظی پاشا
طلش	۶	۰	۴	حقی پاشا
میزان	۸۴	۲۵	۹۶	

ع[105] مینے ۱۹ ستمبر سے لیکر ۱۰ اکتوبر تک کے نقصانات کا اندازہ دو ہزار کم کر کے اسے منہا کرنیکے بعد یہ جمعیت تحریر کی ہے چرکسوں کی تعداد ۱۱ سو کے بجائے ایکہزار اسلیے دی ہے کہ انمیں سے کئی سو حصار سے پہلے اپنے رسالوں کو توڑ کر منتشر ہو گئے تھے ۸۴ پلٹنوں میں سے ۲۸ نظامیہ ۴۹ ردیف ۶ مستحفظ اور ایک معاونین کی تھی۔ انجمن اتحاد عثمانیہ کے والنٹیروں یعنی مجاہدین کی پلٹن میں زیادہ تر صوبہ بلگیریا کے مسلمان باشندے تھے اس نام کی انجمنیں سلطنت کی حفاظت کیلیے سلطان المعظم کے تمام ممالک محروسہ میں حال میں قائم ہوئی تھیں۔ سو مجاہدین کا رسالہ دوونیا سے آیا تھا۔ یہ مجاہدین (سوار و پیادہ) ہیڈکوارٹر کے پہرہ اور اردلی کا کام دیتے تھے چنانچہ انکو انفنٹری اور کیولری میں شامل نہیں کیا کیونکہ وہ کسی جنگی ترتیب اور صف آرائی میں داخل نہیں تھے اور بالکل الگ رکھے گئے تھے۔ مصنف

ع[106] گورنا دوبنیک میں ضابطیہ (جنڈارمہ) کی بھی چند کمپنیاں تھیں۔ وہاں کی مقیمہ پلٹنوں میں سے ایک کے سپاہی جو مستحفظ تھی ایشیائی قبیلہ زیبک کے آدمی تھے جب ۲۴ اکتوبر کو روسیوں نے دھاوا کر کے اس مقام کو فتح کیا تو ان لوگوں نے عجب استقلال اور جوانمردی سے داد شجاعت دی تھی۔ مصنف

ف[1] یہ شہر صوبہ مقدونیہ میں سالونیکا سے بجانب شمال مغرب تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر سالونیکا مناسطر ریلوے لائن پر واقع ہے۔ مترجم

طلش اور ارخانیہ کے درمیان ارخانیہ سڑک کے ضروری مقامات پر شفقت پاشا نے اپنے مقیمی ڈویزن میں سے فوجیں مامور کر رکھی تھیں انمیں سے ہر مقام پر دو سے لیکر تین تین تک پلٹنیں اور دو سے لیکر چھ چھ تک توپیں تھیں اسطرح سڑک مذکورہ پر ترکی فوج جدول مندرجہ ذیل کے مطابق منزل بمنزل مقیم ہو گئی تھی۔ ان منزلوں کے علاوہ مقامات۔ اطروپول۔ طاش کسن۔ کوتانزی اور ستر یگل[1] میں سے ہر ایک میں شفقت پاشا نے ایک سے لے کر تین تین تک پلٹنیں اور دو سے لے کر چھ چھ توپیں مامور کر رکھی تھیں ان کے علاوہ مقام موسومہ ودمرکوئی[2] میں بھی جسکا کمپ میں اکثر ذکر ہوتا تھا۔ مگر مینے اسے کسی نقشہ میں نہیں پایا۔ اور اس لیے اسکے ٹھیک محل وقوع سے ناواقف ہوں دو پلٹنیں اور دو توپیں مقیم کی گئی تھیں۔

نام مقام و منزل	فاصلہ مابین ہر دو منزلوں کی میلوںمیں	پلٹن	رسالے	توپیں	کل آدمی
پلیونا	۰	۶۷	۲۱	۸۶	۳۹۰۰۰
ڈولنادوبنیک	۹	۵	۰	۲	۲۵۰۰
گورنادوبنیک	۶	۶	۴	۴	۳۵۰۰
طلش	۶	۶	۰	۴	۳۰۰۰
رادومرتنزی	۶	۳	۰	۶	۱۵۰۰
لوکووتنزا	۳	۲	۰	۲	۱۰۰۰
یابلونتزا	۱۳	۲	۲	۴	۱۰۰۰
ارخانیہ	۲۰	۱۲	۶	۶	۶۵۰۰
میزان	۶۴	۱۰۳	۳۳	۱۱۴	۵۸۰۰۰

صوفیا میں اسوقت صرف پانچ پلٹنیں تین رسالے اور چھ توپیں تھیں شروع نومبر میں بابا تو ناق درہ کے جنوب میں اسکے اور صوفیا کے درمیان محمد علی پاشا کے زیر کمان کثیر التعداد فوج جمع ہوئی جسمیں گو ۸ نومبر کو بھی ۲۳ پلٹنیں ۲ رسالے اور ۶ باتریاں جملہ ۲۴ ہزار آدمی تھے۔ مگر وہ عثمان پاشا کی مدد نہ کر سکی یہی وہ فوج تھی جسکو بڑی طمطراق سے "پلیونا کی امکی فوج" کہا جاتا تھا اور جسکی مدد پر پہنچنے کے اکثر لمبے چوڑے وعدے ہوتے رہے

[1] استر یگل ایک دوسری درے کے اسی نام کے درہ کے جنوبی دہن میں واقع ہے وہ بلقان کے تمام دروں میں سے مشہور ترین اور بہترین راہ بابا تو ناق کے قریب ہونیکی وجہ سے گمنام سا ہو رہا ہے لیکن اگر روسی چاہتے تو وہ بابا تو ناق کو بیلی طرف سے جا گھیرنے کے لیے اس درہ سے فائدہ اٹھا سکتے تھے گو انہوں نے ایسا کبھی کیا۔ مشہور انگریز افسر مسمی ہیکر پاشا اسی بابا تو ناق فوج کے ایک بریگیڈ کا کماندر تھا۔ مصنف

[2] یہ وہ دمرکوئی نہیں جو وڈ کے بائیں ساحل پر پلیونا سے بجانب شمال ستر میل کے فاصلہ پر ہے اسنام کے جسکے لفظی معنی آہنی موضع کے ہیں بہت گاؤں ہیں اسے دمر کوپری (آہنی پل) بھی پکارتے تھے مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ دونوں میں سے کونسا نام درست ہے۔ مصنف

[3] جنرل ہیکر پاشا نے ترکی اور نیز انکا ہندوستان کے صید و شکار پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ مترجم

مگر وہ افسوس آخری وقت تک بھی اس کام کیطرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ یہاں سے بابا قوناق فوج لکھونگا۔
۲۴ اکتوبر کو جو کل فوجیں برائے نام عثمان پاشا کے تحت تھیں انکی جدول میں ذیل میں درج کئے دیتا ہوں گو اسکے ان
محاصرہ کے کامل ہوجانیسے اسکا باقی دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہگیا تھا اور فی الواقع صرف پلیونا فوج اسکی کمان میں رہگئی تھی :-

مقام	پلٹنیں	رسالے	توپیں	کمانڈر
پلیونا فوج	۸۴	۲۵	۹۶	عثمان پاشا
ارخانیہ سے لیکر پیرا دادومر تنزی سے ارخانیہ تک	۱۹	۸	۱۸	شفقت پاشا (مقیمہ ارخانیہ)
اطروپول	۲	..	۲	
دمرکوئی	۲	..	۶	
طاش کسن و کورماتنزی	۲	..	۶	محمد علی پاشا (مقیمہ صوفیا)
ستربجل	۱	..	۲	
صوفیا	۵	۳	۶	
راہودا	۵	..	..	محمد عزت پاشا (مقیمہ ویڈن)
لوم پلنکہ	۳	..	..	
شمال مغربی سرحد	۴	..	..	
ویڈن	۱۴	۱	۶	
میزان	۱۴۳	۳۷	۴۰	

پلیونا کمپ کے ۱۲ رسالے جو کسوں کے اور نیز راہودا۔ لوم پلنکہ اور ویڈن کی قلعجاتی آرٹلری ان اعداد میں نہیں شامل کی گئیں۔

۸ و ۲۴ اکتوبر ۱۸۷۷ء کے درمیان پلیونا فوجکی جنگی ترتیب اور صف آرائی حسب ذیل تھی:-[۲۳۱]

کمانڈر:- مشیر غازی عثمان پاشا۔

[۲۳۱]۔ کئی شخصوں کے ایک ہی نام ہونے کی وجہ سے تمام افسروں کو تمیز کے لیے عموماً سیاہ و سفید کے خطاب دیئے تھے۔ بشلاً قرہ محمد آق علی اکثر افسروں کی عرف بھی یادداشتوں میں نہیں لکھی۔ آسانی اور اختصار کے لیے بریگیڈوں اور رجمنٹوں کے سلسلہ وار نمبر میں نے خود دیدیے۔ سرکاری مصافی ترتیبوں اور جنگی احکام میں ہر ڈویژن کے بریگیڈوں اور ہر بریگیڈ کی رجمنٹوں کے نمبر ایک سے شروع ہوتے ہیں۔ افسروں کی قلت کے باعث جسطرح اکثر کمپنیاں لفٹنٹوں کے پاس اور پلٹنیں کپتانوں کے زیر کمان تھیں۔ اسیطرح کئی رجمنٹوں پر کرنیل یا لفٹنٹ کرنیلوں کی کمی کیوجہ سے میجر کمانڈر مقرر تھے۔ میں نے بوجہ لاعلمی جن رجمنٹ کے کمانڈروں کے نام چھوڑ دیئے ہیں انکے کمانڈر بالعموم میجر ہونگے۔ میں اس ترتیب مندرجہ بالا کی درستی کا پورا پورا القیمہ لا نہیں سکتا۔ کیونکہ میں نے اسے نیم مکمل یادداشتوں کی مدد سے تیار کیا ہے۔ پلٹنوں کی جمعیتیں مختلف تھیں۔ فی پلٹن دو سو سے لے کر ۶۰۰ تک آدمی ہوتے تھے۔ بس اوسط جمعیت فی پلٹن ۴۵۰ تھی۔ کیولری اور آرٹلری جس طرح مختلف ڈویژنوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ اسکے متعلق میرے پاس کوئی مصالح نہیں رہگیا۔ اس لیے انکو میں نے یکجا بتا دیا ہے۔ مصنف

اعلیٰ سٹاف افسر:۔ بریگیڈیر طاہر پاشا۔

سٹاف:۔ بریگیڈیران۔ امین پاشا و حسین صفی پاشا۔ کرنیلان حمدی بک و خیری بک۔ لفٹنٹ کرنیلان محمد ناظف بک و محمد بک۔

اعلیٰ یاور:۔ لفٹنٹ کرنیل طلعت بک

کمانڈر کیولری:۔ کرنیل عثمان بک

کمانڈر آرٹلری:۔ بریگیڈیر احمد پاشا

کمانڈر انجینیران:۔ لفٹنٹ کرنیل بک

کمانڈر ہیڈ کوارٹر:۔ لفٹنٹ کرنیل محمد ناظف بک

کمانڈر قصبہ پلیونا:۔ لفٹنٹ کرنیل محمد حسین بک

اعلےٰ ڈاکٹر:۔ کرنیل حاسب بک۔

اول ڈویژن

(یہ ڈویژن او پانتز سے باش طابیہ تک کیمپ کی شمالی جانب پر مامور رہا تھا)

کمانڈر:۔ جرنیل ڈویژن عادل پاشا

اول بریگیڈ:۔ زیر کمان بریگیڈیر صادق پاشا

اول رجمنٹ:۔	״	کرنیل حافظ بک	۳	بٹالینیں
دوم رجمنٹ:۔	״	لفٹنٹ کرنیل لطیف بک	۳	״
دوم بریگیڈ:۔	״	بریگیڈیر ادھم پاشا		
سوم رجمنٹ:۔	״	لفٹنٹ کرنیل کاظم بک	۳	״
چہارم رجمنٹ:۔	״	کرنیل خیری بک	۳	״
سوم بریگیڈ:۔	״	کرنیل سلیمان بک		
پنجم رجمنٹ:۔	״	(...)	۳	״
ششم رجمنٹ:۔	״	(...)	۳	״

میزان ۱۸

دوم ڈویژن

(ابراہیم طابیہ سے لیکر وادی طلچنترانک۔ کیمپ کی جنوب شرقی جانب پر)

کمانڈر:۔ جرنیل ڈویژن حسن صابری پاشا (زیر علاج) قائمقام۔ بریگیڈیر عطوف پاشا

چہارم بریگیڈ :- زیر کمان بریگیڈیر عطوف پاشا

ہفتم رجمنٹ :- " لفٹننٹ کرنیل رؤوف بک ۳ پلٹنیں

ہشتم رجمنٹ :- " " ایوب بک ۳ "

پنجم بریگیڈ :- " کرنیل عمر بک

نہم رجمنٹ :- " لفٹننٹ کرنیل اضوح بک ۳ "

دہم رجمنٹ :- " لفٹننٹ کرنیل زینی بک ۳ "

میزان ۱۲ "

سوم ڈویژن

(طلیختنزا سے وِدپل ٹک تک- جنوب اور مغرب کی جانبوں پر)

کمانڈر :- بریگیڈیر- طاہر پاشا

ششم بریگیڈ :- زیر کمان- بریگیڈیر عمر ظفر پاشا

یازدہم رجمنٹ :- لفٹننٹ کرنیل پرتو بک ۳ پلٹنیں

دوازدہم رجمنٹ :- " " عبداللہ بک ۳ "

ہفتم بریگیڈ :- کرنیل یونس بک

سیزدہم رجمنٹ :- لفٹننٹ کرنیل طاہر بک ۳ "

چہاردہم رجمنٹ :- " " طلعت بک ۳ "

ہشتم بریگیڈ :- کرنیل سعید بک

پانزدہم رجمنٹ :- لفٹننٹ کرنیل علی محمد بک ۳ "

شانزدہم رجمنٹ :- ۲ "

میزان ۱۷ "

چہارم ڈویژن

(ڈولنا دوبنیک سے طلش تک- ارخانیہ سڑک پر)

کمانڈر :- جرنیل ڈویژن احمد حفظی پاشا

نہم بریگیڈ :- بریگیڈیر حقی پاشا

ہفدہم رجمنٹ :- . . . . ۳ پلٹنیں

ہژدہم رجمنٹ :- . . . . ۳ "

دہم بریگیڈ :- جرنیل ڈویژن احمد حفظی پاشا۔

نوزدہم رجمنٹ :- کرنیل ولی بک ——— ۵ پلٹنیں

بستم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل عزت بک ——— میزان ۱۷ "

پنجم ڈویژن

(ریزرو- پلیونا ٹھہرا اور اراپہ واحتیاط طابیوں میں)

کمانڈر :- برگیڈیر توفیق بک

یازدہم برگیڈ :- برگیڈیر حسین صفی پاشا

بست ویکم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل خورشید بک ۵ پلٹنیں

بست و دوم رجمنٹ :- - - - - - - - ۵ "

دوازدہم برگیڈ :- برگیڈیر امین پاشا (زیر علاج) - (قائمقام) محمد ناظف بک

بست وسوم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل محمد ناظف بک ۵ پلٹنیں

بست وچہارم رجمنٹ :- " " راسم بک میزان ۲۰ "

انفنٹری فوج کی جمعیت

اوّل ڈویژن :- عادل پاشا (شمالی جانب) ۱۸ پلٹنیں

دوم " :- حسن صابری پاشا (جنوب مشرقی جانب) ۱۲ "

سوم " :- طاہر پاشا (جنوب و مغرب کی جانبوں پر) ۱۷ "

چہارم " :- احمد حفظی پاشا (رخانیہ سٹرک) ۱۷ "

پنجم " :- توفیق پاشا (ریزرو) میزان ۲۰ / ۸۴ "

کیولری

کمانڈر :- کرنیل عثمان بک

باقاعدہ یعنی نظامیہ کیولری :- کرنیل بکر بک

۱۳ رسالے (دو رجمنٹیں نظامیہ کیولری کے)

دو رسالے عثمانیہ کاسکوں کے۔

معاون و بے قاعدہ کیولری :- لفٹنٹ کرنیلان شفقی بک وحقی بک

۱۰ رسالے (ایک رجمنٹ سالونیکی مجاہدین کی)

۱۰۰۰ چرکس (جو چھ چھ رسالوں کی دو رجمنٹوں میں منقسم تھے)

آرٹلری

کمانڈر:۔ بریگیڈیر احمد پاشا

۹ باتریاں میدانی توپخانہ کی ۔ فی باتری ۶ توپیں ۔ توپیں (۶ پونڈر)
۴ 〃 اسپی 〃 〃 〃 〃 (۴ 〃)
۳ 〃 کوہی 〃 〃 〃 〃 (۳ 〃)

میزان ۹۶ توپیں۔

انجینیران

۳ کمپنیاں ۔ لفٹنٹ کرنیل توفیق بک

ہیڈکوارٹر کا مجاہدی گارڈ

ایک بٹالین (پیدل) مجاہدین اتحاد عثمانیہ } کرنیل محمد ناظف بک
ایک رسالہ (سوار) مجاہدین ودینیا }

میزان کل پلیونا فوج

قسم	جمعیت	تعداد مردم
انفنٹری	۴۸ بٹالینیں	۳۸ ہزار
کیولری	۲۵ رسالے	۲ ہزار
چرکس	۱۲ رسالے	۱ ہزار
آرٹلری	۱۶ باتریاں	۲ ہزار
انجینیران	۳ کمپنیاں	۲ ہزار
مجاہدین	ایک بٹالین و ایک رسالہ	۸ سو
زیر علاج شفایاب اور غیر مصافی		۴ ہزار
	میزان	۴۸ ہزار

اکتوبر ۱۸۷۷ء کے آخیر میں پلیونا فوج کے مورچوں[۱] ہر ایک کی محافظ فوج پیدل اور ان کے کمانڈروں کی تفصیل حسب[۱۳۲] ذیل تھی:۔

[۱] میں نے مورچوں کے بالعموم وہی نام دیئے ہیں جنسے ترک انکو پکارتے تھے۔ یہ روسیوں کے مقرر کردہ ناموں سے مختلف ہیں مثلاً ایک باش طابیہ کریوتیشنز اے کو پکارتے تھے اور کروپاٹکن جانق بایر مورچوں میں سے ایک کو باش طابیہ لکھتا ہے یہ غلطی باغلب وجہ یہ تھی کہ جاسوس فراری یا اسیر کی عمداً یا سہواً غلط اطلاع سے روسی افسروں کو پیدا ہوئی ہوگی جن مورچوں کے مجھے ترکی نام یاد نہیں ہے ان کے نام میں نے خود وضع کرکے لکھدیئے ہیں (مثلاً برلیتیو وتنز مورچہ طرنینا ترک کا مورچہ) مصنف۔

اوّل ڈویزن (شمالی جانب)

مورچہ	تعداد	افسر
او پانس مورچے	۶ پلٹنیں	سیلان بک
بوکووا ”	۳ ”	کاظم بک
بینی طابیہ[۱۳۵] ”	۲ ”	خیری بک
جانق بایر مغربی مورچہ	۳ ”	ادھم پاشا
جانق بایر مشرقی مورچہ	۲ ”	لطیف بک
باشس طابیہ ”	۲ ”	حافظ بک

دوم ڈویزن (جنوب مشرقی جانب)

مورچہ	تعداد	افسر
خورم طابیہ	ا پلٹن	..
ابراہیم ”	۲ پلٹنیں	رؤوف بک
عطوف ”	۳ ”	عطوف پاشا
عمر ”	۳ ”	عمر بک
طاہر ”	۳ ”	نصوح بک

سوم ڈویزن (جنوب اور مغرب کی جوانب میں)

مورچہ	تعداد	افسر
عیسےٰ طابیہ ...... } قوانلق ” ...... } باغلر باشی ” ...... }	ا پلٹن	
میلاس ”	ا ”	عبداللہ بک
طلعت ”	ا ”	طلعت بک
یونس ” ...... } کوچک[۱۳۶] ” ...... }	۲ ” ا ”	یونس بک
حاجی بابا ”	ا ”	علی محمد بک
غازی عثمانؒ	ا ”	طاہر بک

ح۱۳۵ یہ مورچہ ۱۳ ستمبر اور یکم اکتوبر کے درمیان جانق بایر کے مغربی ڈھلاؤ پر اس جگہ جہاں سے نیکوپولی سڑک گذرتی ہے سڑک سے پرے بنایا گیا تھا۔ مصنف۔ ح۱۳۶ یہ مورچہ اکتوبر کے آخری دنوں میں یونس طابیہ کی مزید حفاظت کے لیے جس پر روسی اکثر حملے کرتے رہتے تھے اور جو دوسروں کی نسبت زیادہ بے پناہ تھا تیار کیا گیا تھا۔ مصنف

برلیستووتنز مورچہ	۱ پلٹن	..
طرنینا سٹرک کا مورچہ	۱ "	..
بانجہ طابیہ[۱۳۷]	۱ "	..
پرتوطابیہ	۲ پلٹنیں	پرتو بک
بلاسی واتنز مورچہ نمبر۱ / " " نمبر۲	۲ "	..
دوپل کا مورچہ	۲ "	سعید بک
نماس گورطابیہ جنوبی / نماس گورطابیہ شمالی	ایک پلٹن[۱۳۸]	..

چہارم ڈویژن (ارخانیہ سٹرک)

دولنا دوبنیک	۵ پلٹنیں	ولی بک
گورنا دوبنیک	۶ "	احمد حفظی پاشا اول کمانڈر عزت پاشا دوم کمانڈر
طلشس	۶ "	حقی پاشا

پنجم ڈویژن (ریزرو)

ارابہ طابیہ	۵ پلٹنیں	حسین وصفی پاشا
احتیاط طابیہ	۵ "	توفیق پاشا
ہیڈ کوارٹر[۱۳۹]	۱ پلٹن	محمد ناظف بک
پلیونا شہر	۵ پلٹنیں	حسین بک
شہر اور دوپل کے درمیان	۵ "	راسم بک

۱۳۷ع اس مورچہ کے نام کی نسبت بہی گڑبڑ سی پڑی ہوئی ہے بانجہ طابیہ کے معنے ہیں باغی یا ترکی روسی مورخین اسی باغلار باشی طابیہ یا بلغی مورچہ لکھتے ہیں۔ مصنف

۱۳۸ع تیسرے ڈویزن کے گیارہ آخری مورچوں سے بعض نومبر میں جاکر بنائے گئے تھے مگر نیز تکرار سے بچنے کے لیے انکو اسی فہرست میں دیدیا ہے مجھے انکی تعمیر کی درست تاریخیں یاد نہیں تاہم اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ دوپل کے مورچہ کے سوائے جو دوسری لڑائی کے وقت بنایا گیا تھا باقی دسوں ۱۵ اکتوبر اور ۵ نومبر کے درمیان تیار کیے گئے تھے۔ مصنف

۱۳۹ع یہ اتحاد عثمانیہ کے مجاہدین کی پلٹن ہے جو ترتیب جنگی کی تفصیل میں پانچویں ڈویزن میں شامل نہیں کیگئی تھی۔ ہیڈ کوارٹر اراطہ کے متصل ایک چھوٹے سے مورچہ یا احاطہ میں تھا۔ شیر انیب سٹاف سمیت آخر تک رہے تھے۔ جب سردی زیادہ پڑنے لگ گئی تو خیموں کے عوض مٹی کی جھونپڑیاں بنائی گئی تھیں ماہ اکتوبر کے بعد ہم نے اور دشمن نے بھی بالعموم خیموں کا استعمال ترک کر دیا تھا کیونکہ مٹی کی جھونپڑیوں میں برف و باراں سے زیادہ بچاؤ ہوتا ہے بلکہ خیموں کے کپڑے کی نمایاں رنگت سے گولہ اندازوں کو خوب نشانہ ملجاتا۔ مصنف

۸ر اور ۲۴ر اکتوبر کے درمیان ارخانیہ سڑک کی چوکیوں سے تقریباً ہر روز رسد کی حفاظت کے متعلق قائمہ اٹھایا جاتا رہا۔ ہر منزل سے ایک دستہ ساتھ ہو کر قافلہ کو دوسری منزل پہ پہونچا جاتا۔ جس سے رسد کے قافلوں کے لئے خاص حفاظتی پہروں کی ضرورت نہ رہگئی۔ پلیونا سے بیماروں کی جو قطاریں ارخانیہ کو بھیجی جاتی تھیں اُن کے واسطے بھی یہی انتظام تھا۔

اُن اعلیٰ افسروں کی مندرجہ ذیل فہرست جو ۲۲ر ستمبر سے ۱۰ر دسمبر ۱۸۷۷ء تک پلیونا فوج میں تھے میرے خیال میں ناظرین کے لیے بہت کچھ آگاہی اور دلچسپی کا باعث ہوگی۔

مارشل (مشیر) غازی عثمان پاشا

جرنیلان ڈویژن۔ عادل پاشا۔ احمد حفظی پاشا (۲۴ر اکتوبر کو اسیر ہوگیا) حسن صبری پاشا (زیر علاج)

جرنیلان بریگیڈ۔ طاہر پاشا (اعلیٰ سٹاف افسر) احمد پاشا (افسر توپخانہ) امین پاشا (زیر علاج) توفیق پاشا حسین صفی پاشا۔ ادہم پاشا۔ صادق پاشا۔ عطوف پاشا۔ عزظفر پاشا۔ حقی پاشا (۲۴ر اکتوبر کو اسیر ہوا)

کرنیلان خیری بک۔ حافظ بک۔ عمر بک۔ حمدی بک۔ سلیمان بک۔ یونس بک۔ سعید بک۔ ولی بک (افسر فوج سواران) بکر بک (افسر فوج سواران) حاسب بک (اعلیٰ ڈاکٹر)

لفٹنٹ کرنیلان۔ محمد ناظف بک لطیف بک۔ محمد بک۔ رؤوف بک۔ ایوب بک۔ کاظم بک۔ لضوح بک۔ زمینی بک۔ پرتو بک۔ عبد اللہ بک۔ طاہر بک۔ طلعت بک (یاور) علی محمد بک۔ عزت بک (۲۴ر اکتوبر کو اسیر ہوگیا) خورشید بک۔ راسم بک۔ طفلکی بک (افسر انجنیئران) شفقی بک (افسر سواران) غنی بک (افسر سواران) حسین بک (کمانڈر پلیونا شہر)

ممالک اجنبیہ کے ڈاکٹر[1] (جرمن) لینگ شٹمنر۔ کوہلی (انگریز) کر اسبی۔ ولسن (فرنچ) پین (آسٹرین) الوس

---

[1] غلط فہرست کا یہ حصہ میں نے تحریری یادداشتوں۔ کتابوں یا دستاویزوں سے نہیں بلکہ محض حافظہ سے مرتب کیا ہے۔ اسلئے میں اسکے مکمل درست ہونیکا ذمہ نہیں اٹھا سکتا۔ ان ڈاکٹر صاحبان میں سے اکثر دوسری لڑائی کے بعد اور بعض تیسری لڑائی کے بعد پلیونا پہونچے تھے۔ وہ عثمانیہ گورنمنٹ کے تنخواہ دار ملازم تھے اور صلیب احمر کے ڈاکٹروں یعنی ان ڈاکٹروں سے جن کو جرمنی۔ انگلستان وغیرہ ممالک کی خیراتی کمیٹیوں نے میدان جنگ کو بھیجا تھا۔ تمیز کرنے کے لیے ہلال احمر کے ڈاکٹر پکارے جاتے تھے۔ صلیب احمر کا کوئی ڈاکٹر پلیونا میں نہیں تھا اور نہ جہاں تک مجھ کو علم ہے محاصرہ کے دوران میں ہی کوئی جنگی نامہ نگار بھی وہاں تھا۔ مندرجہ بالا ڈاکٹروں کی ترکوں نے ظریفانہ ترکی نام رکھ چھوڑے ہوئے تھے۔ مثلاً ایک کا نام تھا "قزل بوروں بک"۔ دکرنیل سرخ بینی نامی ان کی مخیر سٹیفورڈ ہوس کمیٹی کے مسٹر مور اور اسکے اسسٹنٹ ہاروی۔ بموری اوٹ اور سکور آمدنہ شفقت کے کالم کے ہمراہ ۸ر اکتوبر کو پلیونا میں پہونچکر عثمان پاشا کے حضور اپنی خدمات پیش کی تھیں مگر پاشا ممدوح نے ان عجیب الفاظ میں انکی درخواست نامنظور کردی تھی "اگر تم میری بات یونہی دیکھنا چاہتے ہو اور واقعی جنگ عظیم کے نظارہ کے مشتاق ہو تو بیشک (باقی برصفحہ ۱۶۸)

ان فہرستوں اور چند ورقوں کے بعد میں اپنی داستان کا پھر سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ میں یہ بیان کر آیا ہوں کہ یکم اکتوبر کو اپنے مورچہ میں پہونچ چکے۔ ۱ اکتوبر کو میں پھر اپنی کمپنی کا کمانیر ہوگیا تھا۔ ان دونوں تاریخوں کے درمیان کوئی اہم واقعہ نہ گزرا ہمکو کوئی لڑائی نہ کرنی پڑی اور صرف اپنے مورچہ کے معمولی کام رہے سپاہیوں کی صحت اطمینان بخش نہ تھی مگر انکی طبعیتیں شگفتہ اور حوصلے بڑھے ہوئے تھے ہم سب کو یقین تھا کہ سلطان معظم اپنی پلیونا فوج کو جو کہ وہی ایسی فوج ہے جو کہ ابتک برابر فتحیاب رہتی چلی آئی ہے اور جس نے ہلالی علم کی عزت اپنے ملک اور دنیا کی نظروں میں قائم رکھی ہے امداد نہ پہونچنے سے مجبور ہو کر کبھی عاجز و مغلوب نہ ہونے دینگے۔ مگر افسوس ہمارا یہ یقین بہت بری طرح سے غلط نکلا۔

موسم مرطوب اور سرد تھا۔ ۳ کی صبح کو سخت برفباری ہوئی تھی جو دن کے وقت پگھل کر پھر رات کو جم گئی اور سیر اور برف پڑ گئی۔ کئی دنوں تک برف سے ڈھنپی ہوئی زمین اور کیچڑ میں سے چلنا مشکل اور خطرناک رہا۔ کئی حادثے بھی ہوئے۔ ہماری بلٹن کا ایک سپاہی اپنی ہی سنگین سے چھد گیا اور کچھ عرصہ مرغ نیم مذبوح کیطرح تڑپ تڑپ کر جان بحق تسلیم ہوگیا۔ گارڈ کے سپاہیوں کو برف سے سخت تکلیف پہونچی۔ انکے کھر تھوڑے ہی عرصہ میں زخمی اور متورم ہو گئے۔ بلقان کی چوٹیوں اور اسکے شمالی ڈھلاؤ پر برف پڑنے کی خبروں کے ساتھ ہی ہمنے یہ بھی سنا کہ اور سڑکوں پر سے تو گذرنا ہی محال ہوگیا ہے۔ ارخانیہ کی صاف و درست سڑک بھی بہت خراب ہوگئی ہے۔ ہمارے کیمپ میں ایک ہفتہ تک باری باری سے برفباری اور بارش ہوتے رہنے کے بعد چند دنوں کے لیے موسم اچھا صاف ہوگیا جسکے بعد جاڑا سچ مچ شروع ہوکر اپنی طاقت دکھانے لگا۔

ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمہاری آسایش کا انتظام کر دینگے۔ لیکن اگر تم میرے مجروحین کی تیمارداری کرنا چاہتے ہو تو ارخانیہ یا صوفیا کو جاؤ۔ وہ جگہہ ہیں جہاں تمکو ہزار ہا مجروحین ملجاوینگے" اسپر چاروں ڈاکٹر ۹ اکتوبر کو شفقت کے ہمراہ ارخانیہ کو چلے گئے جہاں فی الواقع انکی موجودگی نہایت مفید ثابت ہوئی۔ اس کمیٹی کے دو اور سرجن ریان اور بکیلار بھی ایک یا دو دن پلیونا سے تھے ان سے بھی پہلوں کیطرح ارخانیہ واپس چلے جانے کی درخواست کیگئی عثمان پاشا کو اجنبی ڈاکٹروں اور جنگی نامہ نگاروں سے سخت نفرت تھی۔ وہ کل اجنبی اقوام کی بالعموم اور انگلستان کی مداخلت سے بالخصوص جنہے اپنے رفیق (ترکی) کو مصیبت میں یکہ و تنہا چھوڑ دیا تھا کمال ناراض ہوتے تھے۔ مصنف

ع۱۱۱ جب روسیوں نے ۲۴ اکتوبر کو دھاوا کرکے گورنا دوبنیک کو فتح کر لیا تھا تو ڈاکٹر اوبس اسیر کر لیے جانیکے بعد حالانکہ انہوں نے ہتھیار رکھدیے تھے گولی مار دیے گئے۔ قتل کیے جانے کی خبر ہمنے نومبر کے شروع میں کیمپ میں سنی تھی اس سے زیادہ مجھے علم نہیں کہ آیا یہ خبر درست تھی یا غلط بہر حال اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ احمد حفظی کی شاندار مدافعت سے روسی ایسے جھنجھلا گئے تھے کہ فتح پر انکی خونخواری وحشی درندوں سے کم نہ رہگئی تھی۔ اسی کے متعلق آگے چلکر متن میں درج ہے کہ روسیوں نے مجروحین کو زندہ جلا دیا تھا اور افسروں کو بھی جنہوں نے آخر ہتھیار رکھدیے تھے قتل کر ہی دینے لگے تھے کہ اتفاقیہ انکی جانیں بچ گئیں۔

مصنف رح

فریقین میں بلاناغہ ہر روز گولہ باری ہوتی تھی۔ روسیوں نے ہمارے کیمپ کے شمالی جانب کی متوازی اس سے ۱۱ سو سے لیکر دو ہزار گز کے فاصلہ پر مورچوں کی لائن تیار کر کے ہمارے مورچہ کو بھی دوسری لڑائی کے بعد اب پہلی مرتبہ گولہ باری سے سرفراز کرنا شروع کر دیا۔ مگر ان کے گولے ہمیشہ پرے ہی گرتے رہے ہم تک ایک نہ پہونچا۔ بہر نوع فریقین کی اس مسلسل مگر بے آہنگ گولہ باری سے کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ ہمارے بائیں پہلو پر سڑک نیکوپولی سے پرے ایک نیا چھوٹا سا مورچہ موسومہ یعنی طابیہ ٹرک سے زاویہ قائمہ بناتا ہوا تیار کر لیا گیا ہوا تھا۔ اس سے ہمارا تعلق یوکو دا مورچوں سے زیادہ گہرا اور قریبی ہو گیا۔

۲۰ ماہ کتوبر کو سلطان المعظم کا خط بنام عثمان عام پریڈ میں پڑھکر سنایا گیا۔ اس میں جلالتمآب نے ہمارے نامدار سردار کو غازی کا خطاب عطا فرمانے کے بعد ۱۱ و ۱۲ ستمبر کی شاندار فتح پر اسکا اور اسکی فوج کا شکریہ ادا کیا تھا خط سنائے جانیکے وقت کا نظارہ کمال دلچسپ و پر تاثیر تھا فوج نے اسے شکر زور سے خوشی کے نعرے بلند کئے اور توپچیوں نے حسب معمول سلامی کی شلکیں اڑائیں ہمارے حوصلے بہت ہی بڑھے ہوئے تھے اور اسکے سوائے اور کچھ تمنا نہ تھی کہ خدا کرے روسی پھر حملہ کریں۔ افسوس ہماری یہ توقع پوری نہ ہوئی محاصرہ اور فاقہ کے مہیب بھوت ایکدفعہ ہمکو اپنی مکروہ شکلیں ایسے انداز سے دکھا کر جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنے ارادوں میں ثابت قدم ہیں۔ سردست ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے یعنی ارخانیہ کی سڑک اب پھر کھلگئی تھی اسکے تمام ضروری متوعوں و رستقاموں میں مضبوط مورچے تیار کر کے فوج مقیم ہو گئی تھی۔ اور احمد حفظی اور تنفقت ایسے بہادر اور بے نظیر افسر اسکی محافظت اور نگہبانی کر رہے تھے تاہم ہم جانتے تھے کہ یہ خونخوار دیو ہمتر کی اوٹ میں چھپے ہوئے اس تاک میں کھڑے ہیں کہ ہماری طرف سے کوئی غلط قدم پڑتے یا سہو سرزد ہوتے ہی ہمکو پنے خوفناک چنگل میں دبوچ لیں۔ مگر ہم یہ قیاس کر کے اپنی تشفی کر لیتے تھے کہ اگر شدنی پیش ہی آجائے اور سڑک پر روسی (جیساکہ معلوم ہو رہا تھا کہ کسی اہم کام اور عظیم الشان کوشش کی تیاریوں میں مصروف ہونیکی وجہ سے ابتک نچلے بیٹھے ہیں) قابض ہو جائیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ سلطان المعظم اور تمام اپنی بہادر پلیونا فوج کو نرغہ میں پھنسا ہوا چھوڑ دیگی اور اسکو چھڑا ئیگی نہیں؟ افسوس انہوں نے ایسا ہی کیا اور مزید بدقسمتی سے وہ کوشش اور اہم کام جسکے لیے روسی سرتوڑ تیاریاں کر رہے تھے یہ نہ تھا کہ ہم پر پھر حملہ کریں جسمیں پھر بھی یہ تو ہوتا کہ وہ شہر کو لینے کے لئے دھاوا کرتے رہتے اور ہم انکو ہٹاتے وقت ہزاروں کو قتل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرتے رہتے۔ بلکہ صرف اس نامردانہ کام کے لئے کہ ہمکو چاروں طرف سے گھیر کر صرف اس صورت میں ہاتھ پاؤں ہلائیں جبکہ ہم باہر نکلنے کی کوشش کریں ورنہ لڑائی بھڑائی کرنیکے بغیر مجسموں کی طرح ہاتھ رکھے اسوقت تک بیٹھے رہیں جب تک کہ فاقہ ہمکو اطاعت ماننے پر مجبور نہ کر دے۔ اس صورت میں ظاہر ہے ہمارے

لئے اسکے سوائے فتح کی کوئی توقع نہیں ہوسکتی تھی کہ باہر سے زبردست فوج ہماری کمک کو آکر دشمن کی صفوں پر حملہ کرے اور دوسری طرف سے ہم۔ ورچونکہ بادشاہ سلامت کے متواتر وعدوں کے باوجود جسے اگلے دو مہینوں میں فوج کی ڈھارس بندھائی جاتی رہی تھی ہمیں کوئی کمک نہ پہونچی۔ بے نظیر حفاظت کے باوجود پلیونا کا مغلوب ہو جانا یقینی تھا۔

کوہر۔ برف۔ بارش۔ اسہال۔ بخار اور دیگر امراض اور ابتریوں نے ہماری طبیعتوں کو پژمردہ کرنے اور ہمارے آرام و آسایش میں خلل ڈالنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی مگر ہم نے ان دشمنوں کا بھی دلیری سے مقابلہ کیا اور نومبر کے آخیر تک اپنے حوصلوں کو قائم اور دلوں کو مضبوط رکھکر ہر روز امداد اور کمک کا انتظار کرتے رہے۔

باش طابیہ میں جو روسی حصار کی پہلی لائن سے صرف ایکسو گز کے فاصلہ پر تھا دو پلٹنیں مدامی طور پر مقیم تھیں۔ انکی مدد کے لیے پہلے ڈویژن سے باری باری ایک اور پلٹن بھیجی جاتی تھی۔ آخرالذکر خندقوں میں رہتی تھی۔ اور مدامی پلٹنیں خود مورچہ اور ریز روکی عقبی گڑھی میں۔ معاون پلٹن کی ہر دو دنوں کے بعد بدلی ہوئی تھی۔ ۱۵ اکتوبر کو یہ نہایت ہی خطرناک اور ساتھ ہی نہایت ہی ممتاز اور جوانمردانہ نوکری دینے کی باری میری پلٹن کی آئی اسموقع پر میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ باش و معاونی طابیوں میں دونوں فریق ایکدوسرے کے برخلاف سرنگیں لگاتے رہے تھے۔ مگر نہ ترکوں نے اور نہ رومانیوں نے اپنی سرنگوں کو اوڑایا۔ اس علم سے کہ جس جگہ پر ہم کھڑے ہیں اسکے نیچے سرنگیں کھدی ہوئی اور وہ بارود سی بھری ہوئی ہیں سپاہیوں کو سخت بے چینی اور تردد رہتا تھا۔ جس سے سپاہ کے نظام اور تقویت میں خلل پڑنیکا سخت اندیشہ تھا۔ بنابریں میرے خیال میں عثمان پاشا نے انکو بھر دینے کا حکم دیدیا تھا بہر نوع انکو کبھی نہ اوڑایا گیا اور نامکمل چھوڑ دیا گیا تھا۔ رومانیونکی سرنگوں کی بھی یہی کیفیت رہی۔

متفرق گولہ باری اور رائفلی آتشباری کے سوائے جبتک ہم باش طابیہ میں رہے کوئی امر قابل ذکر وقوع میں نہ آیا میرے سپاہیوں نے جو پہلی خندق میں تھے رومانیونکی ایک جماعت کو جو اپنے مورچوں کی مرمت کررہی تھی گولیوں کا نشانہ بناکر فرش خاک پر سلا دیا۔ اگر انسان کا ذرا سا حصہ بھی نظر آجاتا تو ہم فوراً اسپر بندوق داغدیتے بعض اوقات ایک ہی شخص کے کندھے۔ ٹوپی یا کوٹ کے گوشہ پر بیس رائفلیں سیدھی کی جاتی تھیں۔ اگر شکار گولی کھاکر گر پڑتا تو ہم زور سے خوشی کے نعرے بلند کرتے۔ یہ ورزش اور صید نہایت ہی فرحت افزا اور دلچسپ تھا۔ دونوں میں ہم نے شکار سے اپنے تھیلے خوب بھر لئے یعنی بیس ہوکر رومانیونکو چُن چُن کر ہلاک کیا اور اس مشق و نشانہ بازی کی تفریح و پُرجوشی سے ہماری طبیعتوں میں حیرت خیز شگفتگی آگئی۔

۱۷ کو ہم اپنے مورچہ میں واپس آ گئے۔ دوسرے دن کیمپ میں خبر مشہور ہو گئی کہ زار کے خاص شاہی گارڈ اور گولندازوں کا گورڈ (بڑا دستہ) سستووا پہنچ گیا ہے اور وہاں سے اب پلیونا پر حملہ کنندہ روسی فوج کے ساتھ شامل ہونے کے لیے چلا آ رہا ہے اسکے ساتھ ہمیں یہ بھی خبر ملی کہ مشہور ٹوڈل بین کو جسکی تقرری کی افواہیں کچھ عرصہ پیشتر سے اُڑ رہی تھیں۔ شاہزادہ چارلس والی رومانیا کا نائب یعنی بالفاظ دیگر روسی فوج کا اعلےٰ کمانڈر بنا دیا گیا ہے اور اس نے اس عہدہ کا اہتمام لے لیا ہے۔ اس خبر سے ہم سب جان گئے کہ روس و روم کے امر متنازعہ یعنی لڑائی کا فیصلہ اب فوجی انجینیروں کی لیاقت علمی اور مہارت عملی پر منحصر ہو گیا ہے۔

۱۹ اکتوبر کو رومانویوں نے باش طابیہ پر حملہ کیا جسمیں وہ زک کھا کر پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ رات کو انہوں نے پھر حملہ کیا۔ اور وہی دن والا نتیجہ رہا۔ ان حملوں میں انکے ایک ہزار اور ہمارے دو سو قتل و مجروح ہوئے لڑائی نہایت ہی جانگداز اور کمال خونخوار ہوئی۔ رومانویوں نے تقریبًا نصف زاویہ قائمہ پر سیڑھیاں لگا کر مورچہ پر جو تخمینًا تیس فیٹ بلند تھا چڑھنے کی کوشش کی۔ مگر ترک بندوقوں کے کندوں۔ کلہاڑیوں کدالوں الغرض جو چیز ہاتھ پڑی اسی سے انکے سر کچل کر انکو نیچے گراتے جاتے رہے۔ ہمارے والے اور نیز دوسرے مورچوں سے کمک منگوا بھیجی گئی۔ مگر اسکے زیادہ حصہ کی ضرورت نہ پڑی۔ باش طابیہ کو ہلہ کر کے فتح کرنیکی دشمن نے یہ آخری کوشش کی پھر اسے ایسا کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی۔

۲۰ اکتوبر کو دونوں فریق ایک یا دو گھنٹوں تک سخت گولہ باری کرتے رہے ہم لڑائی کے لیے صف بستہ ہو گئے مگر کوئی حملہ نہ ہوا۔ دشمن کے شیلوں سے ہماری بٹلین کے دس آدمی ضائع ہوئے۔ میری کمپنی کو کوئی گزند نہ پہنچا۔

۲۱ کو سارا دن بیقاعدہ اور متفرق طور پر گولہ باری ہوتی رہی چند دنوں کے بعد برفباری پھر شروع ہو گئی جو لڑائی کے اختتام اور اس سے بعد تک برابر ہوتی رہی۔ اس دن انگلستان اور ٹرکی کے اتحاد کی نئی افواہیں ایسے پیرایہ میں اور ایسی تفصیل و توضیح کے ساتھ مشتہر ہوئیں کہ جیک۔ اور مَیں بھی ان کو سچ ماننے پر مجبور ہو گئے۔ اور ایک دو گھنٹوں تک مسرت بے اندازہ سے ہماری عجب کیفیت رہی۔ جیک نے اسی خوشی میں کیتلی (دیگچی) کو ایسا اوندھا ہاتھ مارا کہ وہ چولھے سے گر کر ایک کُتّے پر جا پڑی جو اُسی وقت جلکر مر گیا۔ اور اسکی لاش کو اسکے دوسرے بھائیوں نے فورًا چٹ کر لیا۔ اس ہولناک نظارہ سے ہمیں سخت عبرت ہوئی آخر ہم سے اور زیادہ صبر نہ ہو سکا اور رفع تردد کے لیے عادل پاشا سے دریافت کیا اس نے جواب دیا۔ یہ سب خبریں محض غلط ہیں۔ رات کو خطرہ کی اطلاع کے لیے بگل نہایت زور اور تاکید سے بجا اور ہم سب اُٹھ بیٹھے۔ حسن اتفاق سے عرصہ دراز کے بعد اسی رات میری کمپنی کو وردی اُتار کر سونے کی اجازت ملی تھی۔ چنانچہ ہم عجیب و غریب ملبوسات شب خوابی میں باہر دوڑے آئے۔ بگل کے بجتے ہی جھٹ پٹ

الاؤ روشن کر لیا گیا تھا۔ اسکی روشنی سے میری کمپنی کی ہیئت کذائی دیکھکر سب نے بے اختیار اس زور سے قہقہے لگائے کہ رات گونج اٹھی۔ ایک نے زنانہ لہنگا پہنا ہوا تھا دوسرے نے صرف ٹوپی۔ تولیا اور بوٹ تیسرے نے حمامی جانگیہ اور سب سے چوتھے نے صرف کمبل لپٹا ہوا تھا و قس علیٰ ذالک۔ خطرہ کا اندیشہ غلط ثابت ہوا۔ مگر اسکی طفیل کچھ دیر کے لیے اچھی دل لگی ہو گئی۔

۲۴ اکتوبر کو میرے لئے بہت برا دن تھا۔ میری کمپنی سامنے کی خندق میں تھی اور چند چرکس میرے ماتحت کر دیئے گئے تھے۔ میں اپنی چوکیوں کے معائنہ کو گیا اور چند گھنٹے بعد جب واپس آیا تو فوراً فریق کے پاس طلبی ہو گئی۔ وہاں مجھے معلوم ہوا کہ چرکسوں نے ایک بلغاری خاندان پر جو کسب کے باہر جا رہا تھا ناگاہ حملہ کر کے عورتوں کو بے حرمت۔ مردوں کو سخت زخمی اور ایک شیر خوار کو قریب المرگ کر دیا ہے۔ فریق نے اس پر مجھے سختی کے ساتھ لمبی چوڑی نصیحت کی جسکے جواب دیا کہ میں اپنی ذمہ واری سے بخوبی واقف ہوں اور اس سے پہلو تہی نہیں کرتا لیکن میری التماس ہے کہ آپ اس امر کو بھی مد نظر رکھیں کہ جب یہ امر وقوع میں آیا اسوقت میں ایک میل کے فاصلہ پر تھا اور اب آپ ہی سے تین گھنٹوں کے بعد اسکی خبر سنتا ہوں۔ فریق کے جواب کا لب لباب حسب ذیل مدعا تھا "اچھا جاؤ مگر آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا" یہ سنکر میں یہ سوال کرنے کو بیتاب تو بہت ہوا کہ "کیا امر پھر نہ کروں" مگر مصلحت وقت دیکھکر زبان کو دانتوں کے تلے دبا کر خاموش رہا۔ ایسے موقعوں پر اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔ خیر میری تو اتنے پر ہی خلاصی ہو گئی مگر چرکسوں کی خلاصی مشکل تھی۔ انکے حق میں یہ امر اور مضر تھا کہ وہ بلغاری خفیہ نہیں بھاگ رہے تھے بلکہ مشیر کی اجازت سے پلیونا سے رخصت ہوئے تھے اور ہماری انتہائی لائن تک کیواسطے انکے پاس تحریری اجازت موجود تھی (کیونکہ عثمان پاشا نے اسوقت اس خیال سے کہ جتنے فالتو آدمی شہر سے نکلیں اتنا ہی بہتر ہو کئی بلغاریوں کو شہر سے نکلنے کی اجازت دیدی تھی چنانچہ ۱۵ اکتوبر سے ۲۴ اکتوبر تک ایک سو خاندان شہر سے باہر بھیجدیئے گئے تھے۔ خارج لفظ اس لئے استعمال نہیں کرتا کہ یہ لوگ جانے پر خوشی سے رضا مند تھے اور اگر اجازت ہوتی تو کتنا عرصہ پہلے کے چلے گئے ہوتے) ان بدمعاشوں میں سے ایک کے پاؤں پر اتنے بید لگائے گئے کہ تلووں کا گوشت شربت کے قوام کیطرح ہو گیا۔ دوسرے کو بید کی سزا دیکر شہر میں بازار صاف کرنے کی ذلیل خدمت پر لگا دیا گیا اور باقی دو کو ایک مہینہ تک حوالات میں رکھا گیا۔ میرا میجر مجھ سے گھنٹہ سوا ایک بگڑتا رہا مگر میں نے معافی مانگ کر (القول جبک سیمود) مجوبانہ شوخ چشمی سے جیسے اکثر کا دستور پایا ہے۔ سگرٹوں کا ایک پیکٹ جو ایک خاتون کے ان تحائف سے جو مجھے شہر کی پچھلی اقامت میں دیئے گئے تھے بچا ہوا تھا اسکی نذر کر دیا۔ وہ تحفہ لیکر ہنس پڑا اور پھر کبھی اس معاملہ کیطرف اشارہ نہ کیا۔

کرنیل نے میری طرف ایسی غضب آلود نگاہ سے دیکھا کہ شادی[1] کرنے سے پہلے کبھی کسی نے مجھے ایسی نگاہ سے نہ دیکھا تھا اور ایک گھنٹہ کے بعد مجھ سے آکر چند سگرٹ "قرض" لئے۔ برگیڈیر نے مجھے کچھ نہ کہا۔ گو مینے سُن لیا کہ وہ سخت خفا ہو رہا تھا۔ اس معاملہ کی چو طرفہ دھوم مچ گئی تھی۔ کیونکہ اسکی خبر مشیر کو بھی کر دیگئی اور شہر میں عجب کھلبلی پڑ گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ میری طرح آصف تراب اور تیمور کو بھی کوئی خبر نہیں ہے بدمعاشوں نے پوری احتیاط کر لی تھی کہ انکی بدمعاشی کو کوئی دیکھ نہ لے۔ تاہم مینے کمپنی افسر کی حیثیت میں ان سے جواب طلب کیا اول الذکر دونوں تو اسی طرح دم بخود رہے جیسا کہ میں فریق کے سامنے رہا تھا جس سے مجھے کسیقدر آزردگی سی ہوئی۔ مگر خواہ میں لاکھ کوشش کرتا جیک کیساتھ حاکمانہ وضع قائم رکھنا محال تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا "دوست میری طرف دیکھو۔ یہ وحشیانہ ہائے پکار کیسی مچا رکھی ہے مجھے اس معاملہ کی اتنی ہی خبر ہے جتنی کہ کسی ایسے بچہ کو ہو سکتی ہے جو ابھی تک ماں کے شکم میں ہے اس بکواس کو چھوڑ کر مجھے تمباکو ایک سلفہ دو۔ میں نے چار دن سے ایک کش بھی نہیں لگایا۔ اور اس معاملہ کو لنگیا منتیا گر دو" اسی شام ہم سب بجبر بدستور بے تکلف دوست ہو گئے۔

۲۴ر اکتوبر کو سارا دن سخت گولہ باری ہوتی رہی میری کمپنی سے دو آدمی ضائع ہوئے ہم صبح سے شام تک صف بستہ رہے مگر کوئی حملہ نہ ہوا۔ اسدن ہمیں معلوم ہوا کہ روسی اپنے دائیں اور بائیں بازو کو علی الترتیب پلیونا کے شمال اور جنوب میں مغرب رویہ بڑھا رہے ہیں۔ تاکہ اسطرح بڑھتے بڑھتے وِد کو عبور کر کے پلیونا کی مغرب کیطرف دونوں بازوؤں کو ملا کر حصار کو مکمل کر دیں مدینہ بانی کے زینہ سے ہمنے اپنے مورچہ سے شمال اور شمال مغرب کیطرف بفاصلہ دو میل روسیوں کو حرکت کرتے دیکھا۔ دن کو سردی تھی اور خفیف سی برفباری ہوتی رہی۔ رات کو ہمیں خبر ملی کہ مشیر نے سلطان سے پھر اجازت مانگی ہے کہ ابھی وقت ہے اگر حکم ہو تو پلیونا کو چھوڑ کر آرخانیہ کو صدر مقام اور مرکز بنا لوں اور اس فوج سے جو دریا تو ناق کے جنوب میں محمد علی پاشا کے زیر کمان جو اسی غرض کیلئے ۱۰ر اکتوبر کو سردار اکرم کے عہدہ کا چارج سلیمان کو دیکر حسب الحکم صوفیا کو گیا ہے جمع ہونے والی ہے جا ملوں مگر سلطان المعظم نے بذریعہ تار اس تجویز کو مسترد کر کے جواب دیا کہ پلیونا کو جنگی اور پولیٹکل دونوں لحاظ سے ایسی شہرت ہو گئی ہے کہ تم کو بجال وہیں ٹھہرا رہنا چاہیئے" اور پھر اسکے ساتھ ہی بدستور سابق مدد و کمک بھیجنے کا وعدہ کیا۔ ہمکو چونکہ ابتک بادشاہ کے وعدوں پر ابھی تک پورا بھروسہ تھا۔ اس انکار سے ہماری شگفتگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ بعد میں (جبکہ میں روس میں مقید تھا) مجھے معلوم ہوا کہ ۲۵ر اکتوبر کو یعنی روسیوں کے حصار کے مکمل ہو جانے سے ایکدن بعد سلطان المعظم نے اپنی رائے بدلکر عثمان پاشا کی تجویز کو منظور کر کے پلیونا کو

[1] مسٹر ہربرٹ ازراہ ظرافت یہ بتاتے ہیں کہ شادی کے بعد تو بیوی صاحبہ نے ایسی نگاہوں کو معمولی بات بنا دیا۔ مترجم

خالی کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ مگر اس اجازت کا ہمکو پلیونا میں علم تک نہ ہوا کیونکہ روسیوں نے ایکدن پہلے چوطرفہ گھیرا کرکے تار کے سلسلوں کو کاٹ دیا تھا جس سے وہ پیغام مشیر تک نہ پہونچ سکا۔ افسوس! اس دفعہ بھی منظوری ہوئی تو ٹھیک عین وقت مناسب کے گذر جانے سے بعد!۔

۲۴ راکتوبر کو خط مدافعت کے تمام حصوں پر سارا دن سخت گولہ باری ہوتی رہی۔ شام کو ہم نے سنا کہ کرشین اور طرنینا کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور کہ اگرچہ روسیوں کو پے در پے پسپا کیا گیا اور ایکدفعہ وہ اپنی ایک سالم رجمنٹ کا اساب جلدی میں پسپا ہوتے وقت ترکوں کے ہاتھ میں چھوڑ گئے۔ تاہم آخرکار وہ طرنینا کے اردگرد کی پہاڑیوں پر قابض ہونے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ اس معرکہ آرائی میں تیسری لڑائی کے بہادر شیروں توفیق پاشا اور یونس بک نے مردانگی کے پورے جوہر دکھائے۔ ترکوں کے ایک سو اور روسیوں کے اس سے تگنے ضائع ہوئے۔ اسی دن رومانویوں نے گورنا نیڑو بولی اور دولنا نیڑو بولی پر جو دونوں مقام رکی کیمپ کے حدود سے باہر تھے بلا مزاحمت قبضہ کرلیا۔ شام کے قریب کیمپ میں سخت تردد اور تشویش پھیل رہی تھی۔ اسوقت پے درپے متوحش خبریں سننے میں آئیں۔ عثمان پاشا شفقت سوتار کے ذریعہ ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ روسیوں نے ارخانیہ کا سلسلہ تار برقی کاٹ دیا۔ کرشین مورچوں کے دیدبانی بلوں اور پہاڑیوں کی چوٹیوں پر کی ہوائی چکیوں پر جو دیدبان مقرر تھے انہوں نے خبر دی کہ مغرب میں دھواں پھیلا ہوا ہے اور گولہ باری ہورہی ہے۔ کرنیل ولی بک نے ڈولنا دوبنیک سے بایں مضمون پیغام بھیجا کہ گورنا دوبنیک کا راستہ منقطع ہوگیا ہے۔ دونو مقامات کے درمیان کی سڑک پر غنیم کی زبردست جمعیتیں قابض ہوگئی ہیں اور گورنا دوبنیک کے قریب سخت لڑائی ہوئی ہے قصہ مختصر ہم پھر باقی دنیا سے علیحدہ ہوگئے اور یہ دفعہ ایسی علیحدگی ہوئی کہ آخری وقت تک دور نہ ہوئی ارخانیہ کی سڑک ترکوں کے قبضہ سے ہمیشہ کیلئے نکل گئی اور پلیونا کے گرد روسیوں کا ہالہ کامل ہوگیا کیونکہ ٹلیبو کے جانشین جنرل آر نولڈی کی زیرکمان روسی و مانوی کیولری ارخانیہ سڑک کے اس حصہ پر جو گورنا دوبنیک اور ربنیا کے درمیان تھا قابض ہوگئی تھی۔

ان متوحش خبروں کا دہشت انگیز اثر زائل ہونیکے بعد سپاہ کی طبیعتیں جلد پھر شگفتہ ہوگئیں۔ ان کو حوصلہ تھا کہ ہمارے بادشاہ نے شاہانہ قول دیکر وعدہ کیا ہوا ہے کہ نہ فقط رسد اور پوشاک کے قافلہ بھیجکر ہی بلکہ زبردست کمکی فوج سے بھی جو سابق سردار اکرم محمد علی پاشا ایسے نامور شخص کے زیر کمان اور اہتمام سے تیار و مرتب ہونیوالی ہے مدد کیجائیگی۔ محمد علی پاشا کی نسبت سب کو علم تھا کہ خواہ اسکی فوجی قابلیت کیسی ہو اس کام میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا اور صرف وہی ایک ایسا آدمی ہے جو حد درجہ دیانتدار اور ایشیائی

تساہل۔ بددیانتی اور خیانت سے کوسوں دور ہونے کی وجہ سے سلطنت کو (بیگمات کے) سفارشی ٹٹو
بادشاہوں کے ملعون انتظام کی برائیوں اور نتائج بد سے جو آب ہر جگہ نمایاں ہے ہم تھے بچا سکتا ہے۔ باقی رہا
سلطانی وعدہ سو اگر بادشاہ کے حلفیہ وعدہ پر اعتبار نہ کیا جائے تو بتاؤ دنیا میں اور کس کے قول پر بھروسہ
ہو سکتا ہے سب یہی خیال کرتے تھے کہ یہ کبھی ممکن نہیں کہ قوم ان تین شاندار معرکوں میں نتیجا پہنچنے والی
پلیونا فوج کو جنہوں نے پلیونا کے نام کو دنیا کے ایسے تمام حصّوں میں جہاں تار برقی اور اخبار کا دخل ہے
مشہور کردیا تھا بالکل فراموش کریگی۔ ہم کو اطلاع پہونچ گئی تھی کہ سلطان المعظم کے تمام ممالک محروسہ کے
قصبہ قصبہ اور موضع موضع میں عثمان فاتح کی بہادری اور شجاعت کے گیت جن کا انترا یہ مصرع ہوتا پلیونا کبھی
فتح نہیں ہوگا" قہوہ خانوں تفرجگاہوں اور کوچہ و بازار میں سینکڑوں مشتاق سامعین کے سامنے گائے
جاتے ہیں۔ ہر فرد بشر کو پلیونا اور عثمان کے سوا اور کوئی ذکر نہیں ہے بچے تک گلیوں میں پلیونا کی
میدان کی نقل اتارتے ہیں اور مسجدوں میں نمازیوں کا جن میں زیادہ تر مستورات ہوتی ہیں جمگھٹ لگا
رہتا ہے اور وہ مالک فتح و شکست کے حضور گڑگڑا کر التجائیں کرتے رہتے ہیں کہ اے خدائے برتر و
اعلیٰ جس طرح تو اب تک ملک و مذہب کے حامیوں کی مدد و نصرت کرتا رہا ہے اسطرح آیندہ کی لڑائیوں میں بھی
انکی دستگیری اور یاوری کریو۔ دوسرے لوگوں کی طرح ہم کو بھی کئی چیزوں پر بھروسے تھے۔ خدا پر بھروسہ تھا
کہ وہ ہماری حفاظت و حمایت کریگا۔ سلطان المعظم پر بھروسہ تھا کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرینگے۔ قوم پر بھروسہ
تھا کہ وہ ہماری مدد کریگی اور سب سے آخیر ہم کو خود اپنی قوت و ہمّت پر بھروسہ تھا کہ ہم اس آزمائش اور ابتلاء سے
سرخرو باہر نکلینگے اور یہ آخری بھروسہ وہ رفیق غمگسار ہے کہ جبتک انسان میں جسمانی۔ اخلاقی اور دماغی ہمّت
و قوّت باقی رہے وہ اسکا ساتھ نہیں چھوڑتا جس وقت تاریک ترین مایوسی پیدا ہوگئی ہو اور امید کے لئے
کوئی جگہ باقی نہ رہ جانے سے صرف امید تک کرنا بھی جنون یا نہ فعل ہو گیا ہو اور عزّت کے سوائے اور سب چیزوں
کا خاتمہ ہو چکا ہو۔ اسوقت بھی انسان میں انسانی شان و شوکت اور مردانگی کے اعلےٰ ترین معراج پر چڑھنے
کی قوت باقی موجود ہوتی ہے اسی بلندی پر پلیونا کی عثمانیہ فوج اس زمانہ میں پہنچ گئی ہوئی تھی جسکا خاتمہ تمام
اسدن ہوا جبکہ ہم نے آزادی اور مخلصی کے لئے وہ شاندار آخری کوشش اور وہ عظیم الشان دھاوا کیا تھا
جو قیامت تک تاریخ عالم کے بے نظیر اور کمال بہادرانہ کارناموں میں شمار ہوتا رہیگا۔ زندگی بذاتہا کچھ
چیز نہیں۔ یہ موت ہی جو اسکی درست قدر و قیمت مقرر کرتی ہے چنانچہ ہم سب نے فرداً فرداً اور بالاجماع اپنے
دلوں میں یہ عزم بالجزم کرلیا تھا کہ اگر میدان ہمارے ہاتھ سے بھی تو تب ہی جائیگا جب موت نے ہماری زندگیوں
پر یہ مہر لگادی کہ وہ درست طور پر صرف ہوئی ہیں" (یعنے جب تک جان ہے میدان دشمن کو نہیں دینگے)

ہم خدا پر پورا بھروسہ کیے ہوئے تھے۔ مگر ساتھ ہی اپنے بارود کو خشک رکھنے میں ساعی تھے یعنی نگہبانی۔ چوکسی اور مستعدی میں بدستور سابق مصروف تھے جس گبر نے اپنے ملعون جسم کا ذرا سا حصہ بھی دکھانے کی جرأت کی قضا اس کے سر پر کھیل گئی ہماری گولیاں اُسے دم زدن میں جہنم واصل کر دیتیں۔ ہمکو معلوم تھا کہ سامان۔ خوراک کافی موجود ہے اور فی الواقع تھی بھی یہی بات۔ ایندھن۔ نمک اور بوٹوں کے سوائے پلیونا کی مساجد میں ہر ایک چیز کا ذخیرہ وافر اور بافراط موجود تھا۔ صرف ان تین چیزوں کی کسقدر قلت تھی۔ ان سب باتوں سے ہمکو اسقدر حوصلہ تھا کہ باوجودیکہ مسلسل برف اور کوہر پڑ رہی تھی اور اس سخت زمستان میں جسکی سختی قطب شمالی کی سردی سے کم نہ تھی ہمکو ہر وقت باہر رہنا پڑتا تھا۔ سرد ہوا جسم کو چیرے ڈالتی تھی رہنے کی جھونپڑیاں اور خانے تقریباً بے سقف اور خالی از آسایش تھے اور بیماری خوفناک سرعت سے پھیل رہی تھی مگر ان میں سے کسی چیز سے بھی ہمارے حوصلے کمزور نہیں ہوئے تھے۔

۲۴ راکتوبر کو جو کچھ در اصل طاشر اور گورنا دوبنیک میں واقع ہوا تھا۔ اسکی خبر ہمیں ہفتہ بھر بعد جا ہوئی تھی۔ چونکہ تاریخ مذکورہ اس باب سے متعلق ہے پر اس قابل یادگار مگر منحوس دن کے واقعات کا خلاصہ درج کیے دیتا ہوں اس غرض کے لیے سلسلہ سخن تیسری لڑائی سے شروع کرنا پڑے گا۔

اس تیسری لڑائی کی شکست فاش سے روسی کمانڈروں کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ اس حملے کے لیے بڑی لمبی چوڑی تیاریاں کی گئی تھیں اسکے کامیاب ہو جانے کے بڑے بڑے دعوے کئے جا رہے تھے ہم اور نیز کل دنیا بڑے اشتیاق سے اسکا انتظار کرتی رہی تھی۔ دو فاش ہزیمتوں سے خود اپنے ملک میں بے اطمینانی اور دیگر ممالک میں غنیم کی سخت بدنامی ہو رہی تھی۔ اسکے تدارک۔ محاربہ کو ایک ہی ضرب سے ختم کرنے اور نیز نوک سنگین مورچہ بند مقامات کو فتح کر لینے کا سہرا اپنے سر باندھنے کے لئے جو ۱۸۶۴ء کے محاربہ ڈنمارک میں مقام ڈوبل کی فتح کے بعد ابھی تک جرمن فاتحین کے سر پر ہی تھا۔ پلیونا کو دھاوا کر کے فتح کرنے کی زور شور سے کوشش کیگئی تھی مگر اسمیں روسیوں کو ذلت بخش ہزیمت اٹھانی پڑی۔ انکے افسر سراسیمہ ہو گئے۔ زار کو اسکی ضمیر نے اس لاانتہا خونریزی پر جو ابتک ہو چکی تھی حالانکہ لڑائی کا آغاز ہی در اصل ابھی شروع ہوا تھا ملامت کرنی شروع کر دی۔ اسکی سلطنت میں اندرونی مشکلات حادث ہو گئیں۔ جنکا انتظام فقط شاندار فتوحات سے ممکن تھا اور صاحب غور و فکر روسیوں کو اُن "عیسائیوں" کی درست قدر و منزلت جن کی مدد کے لئے وہ آئے تھے اب معلوم ہو گئی تھی۔ محاربہ کو ترک کر دینے سے اپنے ملک اور یورپ کی نگاہ میں سلطنت کی عزت خاک میں ملتی تھی اور موجودہ روش پر اسے جاری رکھنا بتدریج کل روسی سپاہ کو معدوم کرانا تھا اب تک ہی پچاس ہزار آدمی "اس ظلم و سفاکی کے بے رحم دیو" کے بھینٹ چڑھ چکے تھے۔" جو تمدن عیسوی تہذیب

ل فقرہ مسٹر ہربرٹ از راہ طنز لکھ رہے ہیں کیونکہ روسی بزعم خود عیسوی تہذیب کی اشاعت کے لیے بڑھ رہے تھے۔ پس جو شخص اسمیں مارج ہو رہا تھا۔ وہ (یعنی عثمان) ان کی نظروں میں سفاکی کے مجسم بہوت سے کم نہ تھا۔ مترجم

وشائستگی کی ترقی میں حارج ہونیکی وحشیانہ جسارت کررہا تھا اور خود اسکا اس سے صرف چوتھا حصہ ہی نقصان ہوا تھا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اس سلمان ملیچھ کے مقابلہ کے لئے کوئی مرد میدان بہم پہونچایا جائے۔ چنانچہ اس خلدی بخش شکست کے بعد جس نے روسی عزت کو سخت دھبہ لگادیا تھا عین اڑے وقت پر زار کو اس شخص کا خیال آگیا جسنے ۲۳ برس پہلے دنیا میں اپنے نام کی دھاک باندھ دی تھی اور اس محاربہ کے ابتدا میں اسکی طرف تھوڑے سے بھی توجہ نہیں کی گئی تھی۔ یہ شخص کون تھا؟ **ٹوڈل بین محافظ سباسٹوپل** جس سے بڑھکر لائق جنگی انجنیئر زمانہ کو اب تک دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ اس پایدار لقب محافظی کے ساتھ فاتح پلیونا کا خطاب بھی اسکے نوشتہ تقدیر میں نقش تھا جو اسے مل گیا۔ اس عالیشان خطاب کا جرنیل گانزکی بھی صرف اس بنا پر دعویدار ہے کہ ۱۰ر دسمبر کے منحوس دن کو عثمان اور اسکی فوج نے جرنیل مذکور کے سامنے ہتھیار رکھے تھے۔ مگر یا اسکا سودائے خام ہے۔ اصل مستحق وہی ہے جس نے عثمان کو ہتھیار رکھنے پر مجبور کیا تھا۔[۱۱۲]

وہی ٹوڈل بین جبکو مئی میں بالکل فراموش اور نظرانداز کردیا گیا تھا جب ۲۷ر ستمبر کو زار کے مقام ہائیں گورنا سٹودن میں پہونچا تو روس کی فوجی عزت اور نیکنامی کے مسیحا کی حیثیت میں اس کی آؤ بھگت کیگئی ۳۰ر ستمبر کو وہ بمقام پوردم پہونچا جسے اس نے ابتدا میں بناہ ہیڈکوارٹر بنایا۔ بعدازاں فتح پلیونا تک اسنے طلچنتزا میں رہایش رکھی۔ ۴ر اکتوبر کو زار نے شاہی یوکیس (فرمان) صادر کرکے اس کو پرنس چارلس کا نائب یعنی عملی کمانڈر مقرر کیا۔ ٹوڈل بین کو افسروں کا الگ سٹاف دیا گیا اور جرنیل پرنس امرٹ انسکی کو سٹاف مذکور کا اعلےٰ افسر جرنیل ریت لنگر کو اعلےٰ انجنیئر اور جرنیل دو لرکو توپخانہ کا اعلےٰ افسر بنایا گیا۔ سٹاف میں اور بھی کئی اعلےٰ لیاقت اور منزلت کے ترتیب یافتہ آزمودہ کار انجنیئر تھے۔ جرنیل سٹوجواب تک نظاہر شاہزادہ چارلس کے سٹاف کا اعلےٰ افسر اور دراصل اعلےٰ کمانڈر رہا تھا اپنے اصلی عہدہ یعنی چوتھے کور کی کمان پر جسپر پہلے ذلون کریلیو کمانڈر رہا تھا چلا گیا اور کریلیو وِد کے مغربی کنارہ پر کیویلری کا اعلےٰ افسر ہوگیا۔ مغربی فوج کے حفظان صحت کے لیے بھی کئی لائق اور مشہور اطبا منگوائے گئے۔ روسی کیمپ کی صحت تب تک بھی بدرجہا بدتر تھی۔ یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں۔ روسی بڑے درجہ کے شراب خوار اور ترک مطلقاً تارک الخمر ہیں۔ اور صفائی کے معاملہ میں آخرالذکر روسیوں کے مقابلہ میں پاکیزگی کے مجسم فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر کوچ کو جو فوجی حفظان صحت کے انتظام میں علامۂ زمان سمجھا گیا ہے اعلیٰ طبی معائن مقرر کیا گیا۔

۱۱۲ء بعض روماقیوں نے تو اسبارہ میں اور بھی کمال کر دکھایا ہے وہ اپنے ایک کرنیل سی جرکیس کو فاتح پلیونا لکھتے ہیں ناظرین حیران ہونگے کس بنا پر؟ محض اس بنا پر کہ عثمان کے زخمی ہونے پر جب رفقا انکو وِد پل کے قریب ایک جھونپڑے میں لے گئے اور سفید جھنڈا اکھڑا کر دیا گیا تو اسوقت سب سے پہلے یہ کرنیل مجروح شیر پلیونا کے پاس پہونچا تھا۔ مصنف

جنرل ٹوڈل بین کی رائے تھی کہ "پلیونا صرف اسطرح فتح ہو سکتا ہے کہ اسکی چاروں طرف پورا گھیرا ڈال لیا جائے۔ بنوک سنگین فتح کرنے کی کل کوششوں کا وہی انجام ہوگا جو ۱۱ ستمبر کی کوشش کا ہوا تھا۔ بنوک سنگین فتح کرنا تو درکنار۔ باقاعدہ محاصرہ (یعنی پورا گھیرا ڈالکر بتدریج محصورین کیطرف پیشقدمی کرتے رہنا اور تا آخر غرو الکو تنگ دائرہ میں کرکے بزور شمشیر مغلوب کر لینے) کا سوال بھی خارج از بحث ہے ایک تو ترکی کیمپ بہت وسیع ہے۔ شرقاً غرباً اور شمالاً جنوباً اسکا طول سات میل۔ رقبہ ۲۰ میل مربع اور خط مدافعت کی کل انتہائی لائینوں کا طول تیس میل ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے پاس کوئی قلعہ شکن اور محاصرہ کا توپخانہ نہیں۔ اور اگر اسے منگوایا جائے تو راستہ کی طویل مسافت سڑکوں کی موجودہ حالت اور بلغاری زمستان سے واضح ہو سکتا ہے کہ وہ کئی مہینوں تک یہاں نہیں پہنچ سکیگا۔" گرینڈ ڈیوک نکلس۔ گورکو۔ سکوبلیاف اور کئی دیگر افسروں نے اس رائے کی سخت مخالفت کی۔ مگر ٹوڈل بین اپنے ارادہ پر قائم رہا اور آخیر تک اس بال برابر انحراف نہ کیا۔ شو۔ کروڈنر۔ اور امرت النکی جن میں سے ہر ایک عثمان کے زبردست ہاتھ کے عجیب دھچڑوں کا ذاتی طور سے تجربہ کر چکا تھا۔ ٹوڈل بین سے بدل و جان متفق الرائے اور اسکی تجاویز کی تعمیل میں جانفشانی سے ساعی تھے۔ ترکوں پر حملہ کرنے کے نام سے ان کی روح لرزتی تھی۔ زار بھی اول سے آخر تک ٹوڈل بین کے ساتھ متفق الرائے رہا۔

ٹوڈل بین کو موقع پر پہونچتے ہی جلد معلوم ہو گیا کہ مزید کمک کے بغیر حصار نہ تو درست طور پر شروع کیا جا سکتا ہے اور نہ قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اسپر سینٹ پیٹرز برگ سے شاہی گارڈ اور گولنڈازوں کی جماعتیں

۱۳۳۔ باوجود کوشش مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا پرنس چارلس اور رومانوی کمانڈر جرنیل جرنات ٹوڈل بین کی تجاویز سے متفق تھے یا مخالف۔ میرے قیاس میں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انکی رائے کسی نے پوچھی ہی نہ تھی۔ روسی اور رومانوی سرداروں اور فوجوں کے باہمی تعلقات چنداں دوستانہ نہ تھے اور امتداد زمانہ سے اور زیادہ بگڑتے گئے۔ حتی کہ التوائے جنگ کے بعد ۱۸۷۸ء کے شروع میں صورت ایسی نازک ہو گئی کہ دونوں ملکوں (روس و رومانیا) کی آپس میں ہی چھڑ جانے کا اندیشہ ہو گیا اور برعکس اسکے (بقول بعض افسروں و مورخ مسٹر فش جس نے رومانوی فوج کے حالات قلمبند کئے ہیں) ترکی اور رومانیا کی باہمی تعلقات بالکل دوستانہ ہو گئے۔ کروپاٹکن بھی روسیوں اور رومانویوں کے کشیدہ تعلقات کا ذکر کر کے اسبارہ میں رائے نہ جمو ٹلٹوں کو نہایت برمحل اور مناسب نصیحت کرتا ہے۔ شروع نومبر میں ایک رومانوی فراری نے خود میرے روبرو بیان کیا تھا کہ روسی اور رومانوی سپاہیوں کی اکثر آپس میں دھینگا مشتی ہو جاتی ہے اور ہر دو ممالک کے افسر اور سپاہی دونو ایکدوسرے سے سخت نفرت رکھتے ہیں۔ اسکا بیان تھا کہ روسی افسروں کا رویہ اور برتاؤ "ناقابل برداشت" اور سپاہیوں کا "بالکل وحشیانہ ہے۔" اسوقت کے اکثر اخبارات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ روسی رومانیا میں اسطرح برتاؤ کرتے تھے۔

فوج منگوائی بھیجی گئی اور اسکے پہونچنے تک باشی طابیہ کے رومانوی حملوں اور لیوارئی کی ان ناکام کوششوں کے سوائے جو اس نے پلیونا میں کمک اور رسد نہ داخل ہونے کے لیے کی تھیں اور جنکا اوپر مفصل ذکر ہو چکا ہے تین ہفتے بیکاری میں بسر کیے گئے۔ ۱۷ اکتوبر کو گارڈ سٹسوا میں پہونچ گئے۔ اور دو دن بعد مزید فوج سے آملے۔ اسپر ایک خاص دستہ پلیونا کے مغرب کیطرف حصار کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا اور جنرل گورکو جو بلقان کی پیشقدمی سے شہرت حاصل کر چکا تھا اور نہایت ہی بیباک۔ دلیر اور خطرناک اور جان جوکھوں کے کاموں اور مہموں کا بڑا دلدادہ تھا۔ دستہ کا کمانڈر بنایا گیا جسکی جمعیت اور ترتیب حسب ذیل تھی :-

گارڈز کور (شاہی گارڈ کا دستہ)

انفنٹری :-	۳- ڈویژن
	۱- شاپ شوٹروں کا برگیڈ -
کیولری :-	۱- ڈویژن
	۱- رجمنٹ کاسکون کی
آرٹلری	۹۶ توپیں میدانی توپخانہ کی -
	۱۸ توپیں اسپی توپخانہ کی -

میزان ۴۰ پلٹنیں - ۳۰ رسالے - ۱۱۴ توپیں -

آرنولڈی کی زیر کمان فوج (جو سابقاً کریلو کے ماتحت تھی)

انفنٹری :-	۷- رومانوی پلٹنیں
کیولری :-	۸ روسی رجمنٹیں
	۶- رومانوی رجمنٹیں
آرٹلری :-	۸- توپیں میدانی توپخانہ کی ۳۰ توپیں اسپی توپخانہ کی -

میزان ۷ پلٹنیں - ۶۲ رسالے ۳۸ توپیں -

لوشکا ریف کے کیولری ڈویژن میں ۱۸ رسالے اور ۱۲ توپیں تھیں یعنی گورکو کے زیر کمان دستہ میں

(بقیہ صفحہ ۱۷۸) جیسے وحشی فاتحین کسی مفتوح ملک میں کرتے ہیں۔ مزید قابل غور یہ امر ہے کہ باشی اور تاتاری طابیوں کے ترکی اور رومانوی سپاہیوں میں جس دوستانہ میل ملاپ ہونیکا اوپر ذکر آیا ہوں وہ اسی وقت سے بند ہو گیا جبکہ رومانوی سپاہ کی جگہ انکی طابیہ میں روسی سپاہی آگئے۔ ان ہانوں سے ہم پلیونا کے باشندوں کی بہی ٹائے جو یہی تھی کہ وہ تو ی روسیوں کی طرفداری کرنیسے بچتے رہے ہیں۔ اور انکو اس امر کا علم ہے کہ ترکی سے انکو کبھی شاکی ہونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ مصنف

کل ۴۷ پلٹنیں ۱۱۰ رسالے اور ۲۴۶ توپیں تھیں۔

اس جرار فوج کے مقابلہ پر ۲۲ اکتوبر کو احمد حفظی کے ڈویژن میں صرف ۱۷ پلٹنیں ۴ رسالے اور ۱۰ توپیں تھیں ۲۳ اور ۲۴ اکتوبر کی درمیانی رات کو گورکو کی فوج نے ارخانیہ سڑک کے تین موقعوں پر جو ڈولنا دوبنیک اور گورنا دوبنیک گورنا دوبنیک اور طلش و رادومرتزی کے درمیان تھے قبضہ کرلیا۔ اور فوج مذکور کے ان تینوں حصوں نے سڑک کے دونوں طرف رُخ رکھا۔

گورنا دوبنیک پر حملہ کرنے کے لیے ۴۰ پلٹنیں ۶ رسالے (۲۰ ہزار آدمی) اور ساٹھ توپیں منتخب کیگئیں انکے مقابلہ پر احمد حفظی پاشا اور اسکے نائب عزت بک کے پاس اس جگہ فقط چھ پلٹنیں اور چار رسالے (ساڑھے تین ہزار آدمی) اور چار توپیں تھیں۔

طلش پر جہاں حقی پاشا کے زیر کمان جسکے پاس کیولری مطلقاً نہ تھی ۴ پلٹنیں (تین ہزار آدمی) اور چار توپیں تھیں۔ حملہ کرنے کے لیئے چار پلٹنیں اور ۲۴ رسالے (۶۵۰۰ آدمی) اور ۳۰ توپیں منتخب کیگئیں رادومرتزی اور ڈولنا دوبنیک کی نسبت فیصلہ کیا گیا کہ ان کے برخلاف صرف نمائش کرنے پر اکتفا کیا جائے حملہ نہ کیا جائے۔

گورنا دوبنیک پر ۲۴ اکتوبر صبح کے آٹھ بجے دھاوا شروع ہوا۔ اور برابر دس گھنٹوں تک ۳۵۰۰ ترک چار توپوں سے مردانہ وار کامیابی کیساتھ ۲۰ ہزار روسیوں اور انکی ساٹھ توپوں کا مقابلہ کرتے رہے احمد حفظی نے پلیونا کی فوجکو جو امیدیں تھیں وہ اس نے کامل طور پر پوری کیں اور اسکے سپاہیوں نے شجاعت و مردانگی کے وہ جوہر دکھائے کہ رستم و اسفندیار بھی دیکھکر دنگ رہجاتے مگر شام کے چھ بجے دو روسی رجمنٹیں تاریکی سے فائدہ اٹھا کر بڑے ترکی مورچہ میں داخل ہوگئیں اور اچانک حملہ کرکے اسکو فتح کرلیا۔ ادھر ترکی فوج کے پاس کارتوس ختم ہوگئے۔ ۱۵ سو سپاہی اسوقت تک شہید اور مجروح ہوچکے تھے۔ اسپر احمد حفظی پاشا اور عزت کو باقیماندہ دو ہزار سپاہیوں سمیت مجبوراً ہتھیار رکھدینے پڑے۔ روسیوں نے ترکی افسروں کو گولیوں سے اڑا دینے کا انتظام کر ہی لیا تھا (جسکی وجہ مجھے ابتک معلوم نہیں ہوسکی) کہ عین آخری لمحہ گورکو کی موقع پر پہنچ جانے سے اُن کی جانیں بچ گئیں۔ کاسکوں نے کئی جھونپڑیوں کو جن میں مجروح پڑے تھے آگ لگا کر کئی سو عاجز و بیکس دست و پابریدگان کو زندہ جلادیا اور جب احمد حفظی پاشا نے انسانیت کا واسطہ ڈالکر گورکو سے آتشزدگی کو بجھانے کے لئے احکام صادر کرنے کی استدعا کی تو آخر الذکر نے تحقیقات کرنیکا وعدہ کرکے عملی طور پر کچھ نہ کیا۔ اور آگ خود ہی بجھکر آخر فرو ہوئی۔ اس معاملہ کی خبر چشم دید شاہدوں کی زبانی بعد میں مجھے شارکوف میں ملی تھی۔ روسیوں کے ۳۳۰۰ قتل اور زخمی ہوئے۔ یعنی فوج

محافظ کے ہر ایک سپاہی نے بالاوسط حملہ آوروں کا ایک ایک آدمی قتل یا ناکارہ کیا۔ اس معرکہ میں نقصان کی نسبت شریک کارزار سپاہ سے بہت ہی زیادہ رہی۔ یہ نسبت تقریباً وہی تھی جو ایک کو پانچ سے ہے بہر حال اس معرکہ میں نہایت ہی سخت لڑائی ہوئی اور اس سے ترکوں کے سر پر نیکنامی اور سرخروئی کے اور سہرے بندھ گئے۔ اس لڑائی اور نیز ۳ ستمبر کے معرکہ لوفچہ اور پلیونا کی دوسری اور تیسری لڑائیوں سے یہ نتیجہ صاف برآمد ہو رہا ہے کہ ایک ترکی کمپنی جنگی قدر و منزلت میں ایک روسی بٹالین کے اور ترکوں کی ایک توپ روسیوں کی ایک باتری کے برابر تھی۔

اسی دن (۲۴/۱۲ اکتوبر) روسیوں نے طلش پر متواتر حملے کئے۔ مگر وہاں کے بہادر کمانڈر حقی پاشا نے انکے تمام ہلوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ روسیوں کے وہاں ایکہزار آدمی ضائع ہوئے جنمیں سے نوسو آدمی حملہ آور کالم کی چار پلٹنوں کے تھے (یعنی ان میں سے ۳۰ فیصدی ہلاک و ناکارہ ہوئے) اور ایک سو کیولری اور آرٹلری کے تھے ترکوں کے دوسو شہید اور مجروح ہوئے۔

ڈو لنادوبنیک کے قریب جو اسی خفیف سی لڑائیاں ہوئیں۔ ولی بک نے مشیر کو اطلاع دی کہ گورنادوبنیک سے میرا تعلق منقطع کر دیا گیا ہے۔ رادومرتسزی کی تین ترکی پلٹنیں طلش کی فوج کی مدد کو روانہ ہوئیں مگر سڑک پر دشمن کی آپنے سے پانچ گنی فوج پاکر اچھی خاصی جھڑپ کے بعد واپس آگئیں یہ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ اسی دن روسیوں نے طرنینا پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا تھا۔۱ ۲۴/۱۲ اکتوبر کے تمام معرکوں اور نقصانات کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

موقع لڑائی	ترکوں کا نقصان	روسیوں کا نقصان
طرنینا پہاڑیاں	۱۰۰	۳۰۰
ڈو لنادوبنیک کے قریب	۵۰	۵۰
گورنادوبنیک	۱۵۰۰	۳۴۰۰
طلش	۲۰۰	۱۰۰۰
رادومرتسزی کے قریب	۵۰	۱۵۰
میزان	۱۹۰۰	۴۹۰۰

۱ اس تاریخ روسی مغربی فوج کی جو پوزیشن تھی وہ صفحہ ۱۸۲ کے نقشہ سے واضح ہوجائیگی۔

مسافت تخیناً درج کیگئی ہے۔
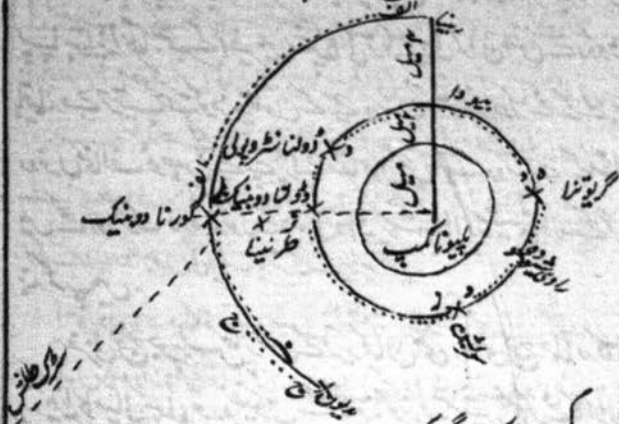
الف۔ آرنولڈی کی فوج

ب۔ گارڈز کی فوج } زیر کمان گورکو

ج۔ لونسکاریف کی کیولری

د۔ رومانوی ڈویژن ہائے

ہ۔ کروڈنر کی فوج۔

و۔ سسٹو کی فوج۔

ز۔ سکوبیلاف کی فوج

۲۷ اکتوبر کو ترکوں نے ڈولنا دوبنیک کو چھوڑ دیا اور ۳۰ کو طلش کی ترکی فوج نے روسیوں کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ انکا مفصل ذکر دوسرے باب میں کرونگا جسکو شروع کرنے سے پہلے کل محاربہ کے مختصر حالات درج کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ۵ ستمبر تک کے حالات میں نہم باب میں بکر بتا آیا ہوں کہ ۶ ستمبر کو متخاصمین کی یہ کیفیت تھی۔ چنانچہ اب اس تاریخ سے لے کر پلیونا کا حصار مکمل ہونے کے دن یعنی ۲۴ اکتوبر تک کے واقعات کا خلاصہ یہاں بیان کئے دیتا ہوں۔

اولاً یورپ کو لیجئے ۵ ستمبر کو تزکی فوج کے متفقہ دستہ نے بمقام خیرکوئی روسی فوج حملہ آور کے بائیں بازو یعنی زاروچ کی فوج پر حملہ کیا۔ روسی فوج نے وہاں مورچے تیار کرلیے ہوئے تھے ترکوں کو حملہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ اسپر محمد علی پاشا نے جارحانہ کارروائی چھوڑ دی اور وہ ۲۹ ستمبر کو مقام قاضی کوئی کو ہٹ گیا ۲ اکتوبر کو سلیمان پاشا اس سے سردار اکرم کے عہدہ کا چارج لے کر اپنی فوج کے حصہ کثیر کے سمیت ۲۰ اکتوبر کو راسگراو کو ہٹ گیا۔ اور قاضی کوئی دسوئی تک میں صرف ایک ایک ڈویژن چھوڑ گیا۔ ادھر دوسری طرف روسی پھر قرہ لوم تک آگے بڑھ گئے۔

جنرل راوتنزکی کی شپکا فوج (جو پہلے گورکو کے زیر کمان تھی) روسی فوج حملہ آور کا قلب تھی

سلیمان پاشا گولہ باری کرتے رہنے کے سوائے اس فوج کے برخلاف کچھ نہیں کر سکا تھا۔ اگست کے حملے کے وقت سے وہ اپنی فوج کو از سرِ نو مرتب کرنے میں لگا رہا تھا۔ ۱۸ ستمبر کو اس نے پھر حملہ کیا تھا اور اس میں بھی اسکو پسپا ہونا پڑا تھا۔ ستمبر کے آخیر میں شپکا کی ترکی فوج کی کمان اس سے رؤوف پاشا نے لی تھی جسکو فوج مذکور کے باقیماندہ بے ترتیب حصہ کو مزید حملوں کے لیے درست اور مضبوط کرنے کے لئے بہت کام کرنا پڑا۔ اکتوبر کے آخیر میں دونوں مخالف فوجیں اپنے اپنے پرانے مقاموں میں ایک دوسرے کے مقابل پڑی تھیں۔ روسی درہ شپکا میں تھے اور ترک درہ مذکور کے جنوبی دہانہ پر شپکا اور شینی وہ کے گرد نہایت ہی مضبوط اور مورچہ بند کمپ میں۔

مغربی فوج جو پرنس چارلس کے زیر کمان تھی روسی فوج حملہ آور کا دایاں بازو تھی جب ۱۱ ستمبر کے ہلہ میں نا کامیابی ہوئی تو روسیوں نے پلیونا کو بزور شمشیر فتح کرنے کا ارادہ ترک کر کے سمجھ لیا کہ فاقہ دہی کے بغیر عثمان کو مغلوب کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ یہ کام ٹوڈل بین کے سپرد کر دیا گیا۔

ثانیاً ایشیائی معاملات: جنرل او کلوشیو کی فوج نے جو حملہ آور فوج کا دایاں بازو تھی کچھ کام نہ کیا۔ بمقام اسطاطوا اپنے مورچوں میں بیکار بیٹھی رہی۔ اور اسی طرح درویش پاشا اسکے مقابل باطوم میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا۔

روسی قلب لورس میلی کاف کے زیر کمان قرق درہ کے مورچہ بند کمپ میں مقیم تھا۔ اور الاجا داغ پر مورچے بنا کر اسکے مقابل مختار پاشا کی فوج پڑی تھی ۱۲ اکتوبر کو میلی کاف نے الاجا پر حملہ کر کے زک اٹھائی ۹ اکتوبر کو مختار پاشا نے پہاڑی قزل تپہ جس کے قبضہ کے لئے ۲۵ اگست اور ۱۲ اکتوبر کی لڑائیاں ہوئی تھیں خود بخود چھوڑ دی ۱۴ اکتوبر کو گرینڈ ڈیوک میکائیل نے جس نے کمان اپ اپنے ہاتھ میں لے لی تھی کل ترکی کمپ پر عام ہلہ کیا۔ یہ لڑائی محاربہ الاجا داغ کے نام سے مشہور ہے اس میں روسیوں کو کامل فتح ملی۔ آٹھ ہزار ترکوں نے ہتھیار رکھدیئے اور باقیماندہ چھ ہزار آدمی لے کر مختار پاشا سوغانلو داغ کو بھاگ گیا۔ اس فتح کے بعد جنرل لازاریف نے تین ڈویژنوں سے قارص کا محاصرہ کر لیا اور کور کی باقیماندہ فوج لے کر ۲۰ اکتوبر کو جنرل ہیمین مختار پاشا کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

جنرل ترغوکاسوف کی فوج نے جو حملہ آور فوج کا بایاں بازو تھی ۱۹ ستمبر کو اسمٰعیل پاشا سے جس نے پھر بایزید سے اریوان کو جانے کی کوشش کی تھی غیر منفصل لڑائی کی۔ شروع اکتوبر میں اسمٰعیل پاشا کو اپنی آدھی فوج مختار پاشا کے پاس بھیجنی پڑی تھی۔ الاجا داغ کی لڑائی کے بعد اسمٰعیل مختار پاشا اور اسکی باقی ماندہ فوج کو جا ملنے کے لیے ۱۸ اکتوبر کو پیچھے ہٹنا شروع کر کے ۲۴ اکتوبر کو جرجرہ پہنچ گیا۔

ہم کو پلیونا میں ان واقعات کی صرف مجمل خبریں پہونچتی تھیں جن سے ہمکو یہ علم ہوگیا تھا کہ یورپ میں کم و بیش سابقہ صورت قائم ہے۔ ایشیا میں متواتر سخت لڑائی ہونیکے بعد الاجا داغ کی لڑائی میں ترکوں کو سخت زک ملی ہے۔ اور روسیوں نے ایشیا کی مضبوط ترین عثمانی قلعہ قارص کا محاصرہ کر لیا ہے اور جہانتک کہ ایشیائی محاربہ کا تعلق ہے اب اس قلعہ پر جہاں پہلے محاربوں میں بھی صعب ترین لڑائیاں اور جانگداز کشت و خون ہوچکے ہیں قوم کی امیدیں منحصر ہیں۔ اگر وہ فتح ہوگیا تو جس طرح فتح پلیونا سے یورپ میں ٹرکی کی ترقی تمام ہوجائیگی اسیطرح ایشیا میں ترکی طاقت کا خاتمہ بالخیر ہوجائیگا۔

حصۂ دوم تمام ہوا

تاریخ خاندان عثمانیہ اس کتاب میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی کفایت نہیں کیگئی بلکہ ضمناً کئی دیگر اسلامی سلطنتوں کے تنزل و بربادی کے واقعات اور اسباب اور یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی مفصل بحث کرنیکے ساتھ ہی ان ضروری اوصاف اور خوبیوں کی توضیح کیگئی ہے جن کے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی بالیقین ہے کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور دول یورپ اور اسلامی طاقتوں کے موجودہ سابقہ تعلقات کے اسرار کو معلوم کرنیکے شائقین اس بسیط کتاب کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں پائیں گے۔ آجتک اردو میں کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی جس میں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولیٹیکل طاقت کو قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے ایسی شرح و بسط سے جدید تاریخی اصول پر لکھے گئے ہوں۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں۔ اور دوسری جلد میں سلطان سلیمان ثانی ۱۵۶۶ء سے لیکر جلالتمآب سلطان عبدالحمید خان ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔

قیمت ہر دو حصہ چار روپیہ چار آنہ ہے ... ... (للعہ)

بست سالہ عہد حکومت[1] ۔ جسمیں خلیفۃ المسلمین اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ شہنشاہ روم کے عہد حکومت کے بست سالہ حالات بڑی وضاحت اور عمدگی سے درج کیے گئے ہیں اور حسب موقعہ نہایت خوبصورت اور صاف تصویریں اضافہ کیگئی ہیں یہ کتاب بوجہ عام پسند اور دلچسپ ہونیکے کئی دفعہ چھپکر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوچکی ہے۔ طبع پنجم۔ قیمت فی جلد ۱۲؍ المشتہر مینجر حمیدیہ ایجنسی لاہور

---

[1] اردو زبان کی کتابوں میں اسبات کا فخر صرف یہی کتاب کر سکتی ہے کہ اسے خلیفۃ المسلمین کے ملاحظہ ہمایوں سے گزرنے کی سعادت اور نیز یہ شرف حاصل ہوا کہ ذات قدسی صفات حضرت شہنشاہی نے اسکا ترکی میں ترجمہ کیے جانے کا حکم فرمایا۔

باب ۱۰ دھم۔ پلیونا کی تیسری لڑائی۔

باب ۱۱ یازدھم۔ محاصرہ کے لیے تیار ہونا

فہرست نقشہ جات

فہرست مضامین

محاربات پلیونا حصّہ سوم

فتح پلیونا

باب دوازدہم

حصار کامل ۲۵ اکتوبر سے لیکر ۹ دسمبر ۱۸۷۷ء تک

۲۵ اکتوبر کو روسیوں نے اُن مورچوں پر جو حال میں پلیونا کے مغرب میں تیار کئے گئے تھے اور بالخصوص پرتوطابیہ پر گولہ باری شروع کی۔ یہ گولہ باری خفیف سے وقفہ کے سوائے مسلسل چار دن رات جاری رہی۔ اس اثنا میں فریقین کی پیدل فوجوں میں بھی کئی معرکے ہوئے۔ متخاصمین کی حدود اس قدر قریب ہو گئی تھیں کہ مقابلوں کا نہ ہونا ناممکن ہو گیا۔ جیسا کہ مجھے بعد میں محقق ہوا دونوں طرف کی فوجوں کو معرکہ آرائی سے بچتے رہنے کا حکم دیا گیا ہوا تھا۔ ان چار دنوں میں دوسری اطراف میں تقریباً کوئی گولہ باری نہ ہوئی۔ موسم سرد اور طوفانی تھا شام کے بعد دھند چھا جاتی اور ہلکی سی برفباری ہونے لگ جاتی۔ محاربہ کے اختتام تک موسم کی یہی کیفیت رہی۔ گاہ گاہ جب کبھی برف پگھل جاتی تو زمین پر سخت کیچڑ ہو جاتا۔ سڑکوں اور پگڈنڈیوں کی بہت ہی بُری حالت تھی۔ بعض اوقات خالص برف کبھی برف اور پانی یا اولے اور پانی ملکر برستے۔ یہ رنگ دیکھکر میں حیران ہوا کرتا تھا کہ کیا یہ ملک جو اب سرتاپا برف سے ڈھکا ہوا ہے وہی ہے جس میں تین چار مہینے پہلے ہم گرمی کی شدت سے مضمحل ہو کر زمین پر گر پڑا کرتے تھے اور تازہ ہوا کی ایک جھونکے اور بارش کے ذرا سے خنکی بخش ترشح کو ترسا کرتے تھے۔

۲۶ اکتوبر کو ولی بک نے اطلاع دی کہ گورناد وبنیک کی طرف بالکل سناٹا چھایا ہوا ہے جس کا باعث کوئی فرحت بخش نہیں ہو سکتا۔ امیر شیر نے اُسے دولنا دوبنیک خالی کر کے پلیونا ہٹ آنے کا حکم بھیج دیا۔ دوسرے دن اُنہوں نے نہایت ہوشیاری اور کامیابی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کر دی۔ راستہ میں غنیم کے ساتھ اس کی متفرق طور پر لڑائی بھی ہوئی اور موضع مذکور کے تمام مسلمان باشندوں کو ہمراہ لیتا آیا۔ شیر دل میں اس امر سے بہت

کچھ آزردہ ہوئے۔ کیونکہ ہتقلال اور زیادہ آدمیونکی شکم پُری ضرور ہوگئی مگر ولی بک مجبور تھا۔ اِن لوگونکی اس خیال تک سے روح لرزتی تھی کہ موضع میں پیچھے رہکر اپنے تئیں اور نیز اپنی بیویون اور لڑکیونکو "تنگ بخت" عیسائی ہمسایون کے رحم پر چھوڑدیں اُنہون نے پلیونا ساتھ چلنے کی سخت الحاح و عاجزی سے درخواست کی اور ولی بک کو ماننا پڑا۔

اسی دن یعنی ۲۷ اکتوبر کو ان چند پلٹنونکی جنہیں مشیر نے ولی بک کے کالم کو آگے سے جاملنے کیلئے بھیجا تھا روسی پیدل فوج کیساتھ دَوبِن کے قرب و جوار میں نہایت ہی سخت جانگداز لڑائی ہوئی۔ جس میں ترکونکو فتح نصیب ہوئی۔ اس چھوٹے سے معرکے میں فریقین ایسے غیر معمولی جوش و غضب اور خونخواری سے لڑے کہ دونون طرف سے جس قدر فوج شریک معرکہ آرائی ہوئی تھی اُسکا تیسرا حصہ فرش خاک سے ہم آغوش ہوا۔

دوسرے دن (۲۸ اکتوبر) ہماری اُن روسی فوجون کے ساتھ جو طرنینا اور تربیتو وتز کے درمیان **غازی عثمان** یونس تیلاس باغچہ اور پرتوطابیون کے مقابل مورچے تیار کر رہی تھیں۔ معرکہ آرائی ہوئی اس میں پیشدستی ترکون نے کی تھی مگر فایدہ کچھ نہ ہوا۔ اُسی دن روسیون نے اپنی تمام لاین کے گردا گرد توپون کی تشکلیں کیں۔ چند روسی قیدیون کی زبانی معلوم ہوا کہ شکلیں حصار کے کامل ہونیکی خوشی میں سر کیگئی تھیں۔ ۳۰ کو غنیم نے ڈولنا بینیک پر قبضہ کر لیا۔

۳۱ کو چند ترکی سپاہی دِوِبِل کے راستہ کیمپ میں داخل ہوئے۔ انکو جنرل گوروکو نے حالات سنانے کے لئے رہا کیا تھا۔ اُنہون نے اطلاع دی کہ روسیون نے ۲۴ کو رونا دوبینیک فتح کیا اور ۲۸ کو تین گھنٹون کی نہایت ہی مہیب اور خوفناک گولہ باری برداشت کرنیکے بعد جس میں ۲۸ سو ترکی فوج میں سے ۱۸ سو قتل یا زخمی ہوئے طلش کے ترکی کمانڈر نے حملہ آورون کے سامنے ہتھیار رکھدیئے۔ طلش میں ترکی چھ پلٹنیں اور چار توپیں تھیں۔ اِس مقام کو اطاعت پر مجبور کرنے کے لئے روسیون کی ۱۶ پلٹنون اور ۷۲ توپون سے کام لیا گیا حتی یا شا کمانڈر نے اپنی طرف سے دادِ مردانگی دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مگر دشمن کی ایسی زبردست فوقیت کے سامنے اسکا آخر مغلوب ہو جانا بدیہی امر تھا۔ روسیون کو وہ ذلت بخش ہزیمت جو ۲۴ کو اُنہون نے اِس افسر کے ہاتھون اُٹھائی تھی۔ فراموش نہیں ہوئی تھی۔ اِس وجہ سے اِنکے اُنہون نے بمصداق چیونٹی کے مقابلہ پر ہاتھی ایسی مضحکہ خیز زبردست جمعیت روانہ کی تھی۔ اِن تمام چھوٹے چھوٹے معرکون میں عزت و نیکنامی کا سہرا ترکون ہی کے سر پر رہا۔ کوئی ایسا شخص بھی جو روسیون کی طرفداری اور محبت میں دیوانہ محض ہو رہا۔ یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہسکتا۔ کہ ان مختلف معرکون میں جو طلش اور دونون دوبنیکون کے اردگرد اور شروع محاربہ میں بمقام لوفچہ ہوئے۔ روسی فوج سے کوئی مردانگی

پلیونا
باغستان
بوکودا
جانی بازار مورچے
عطوف طابیہ
عمر طابیہ
ابراہیم طابیہ
حاجی بلباشا
دریاے وِد
پایاب راستہ
شمال
مدیون
۲۹۵
ترکی سنگروں کی لین
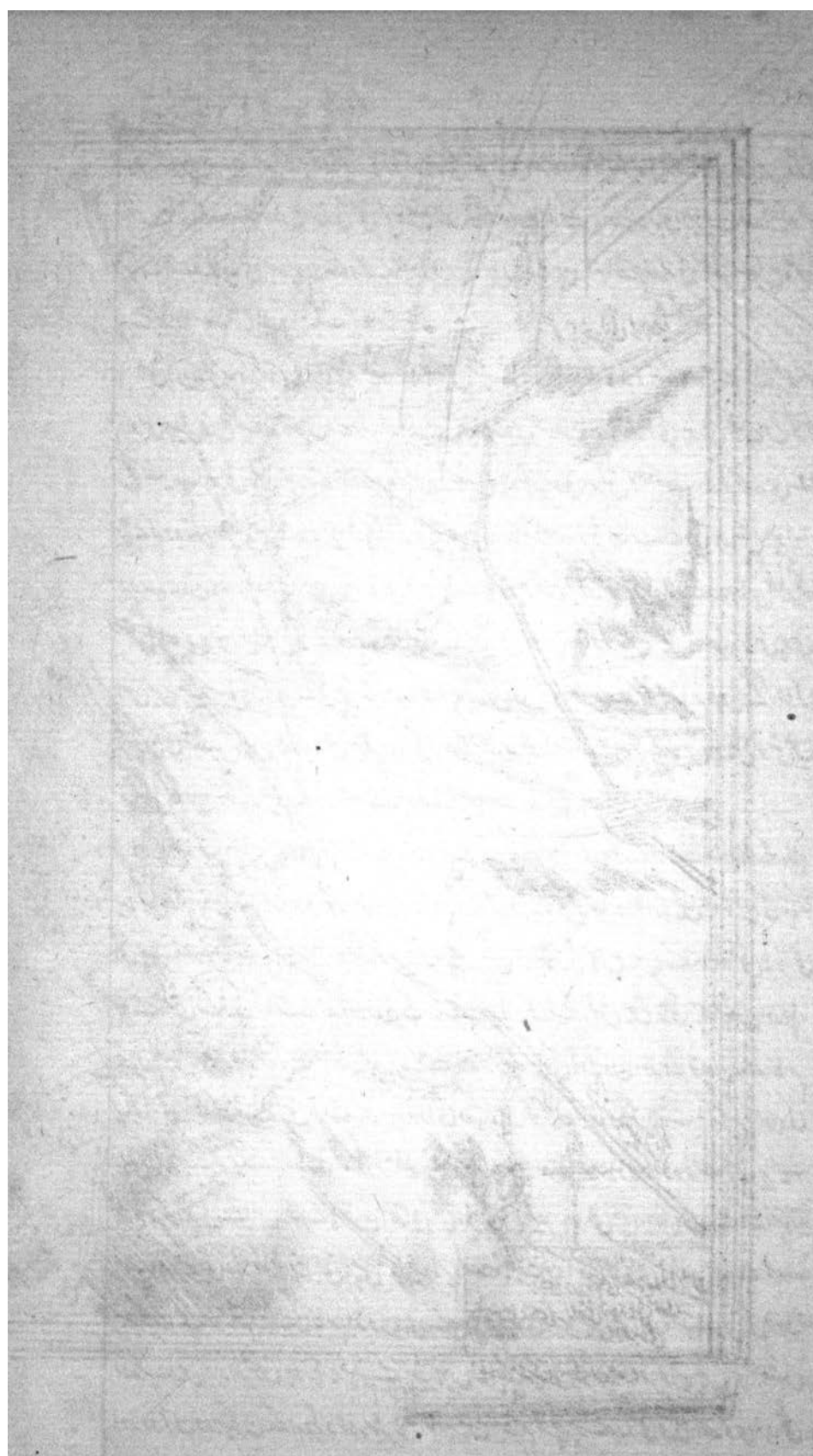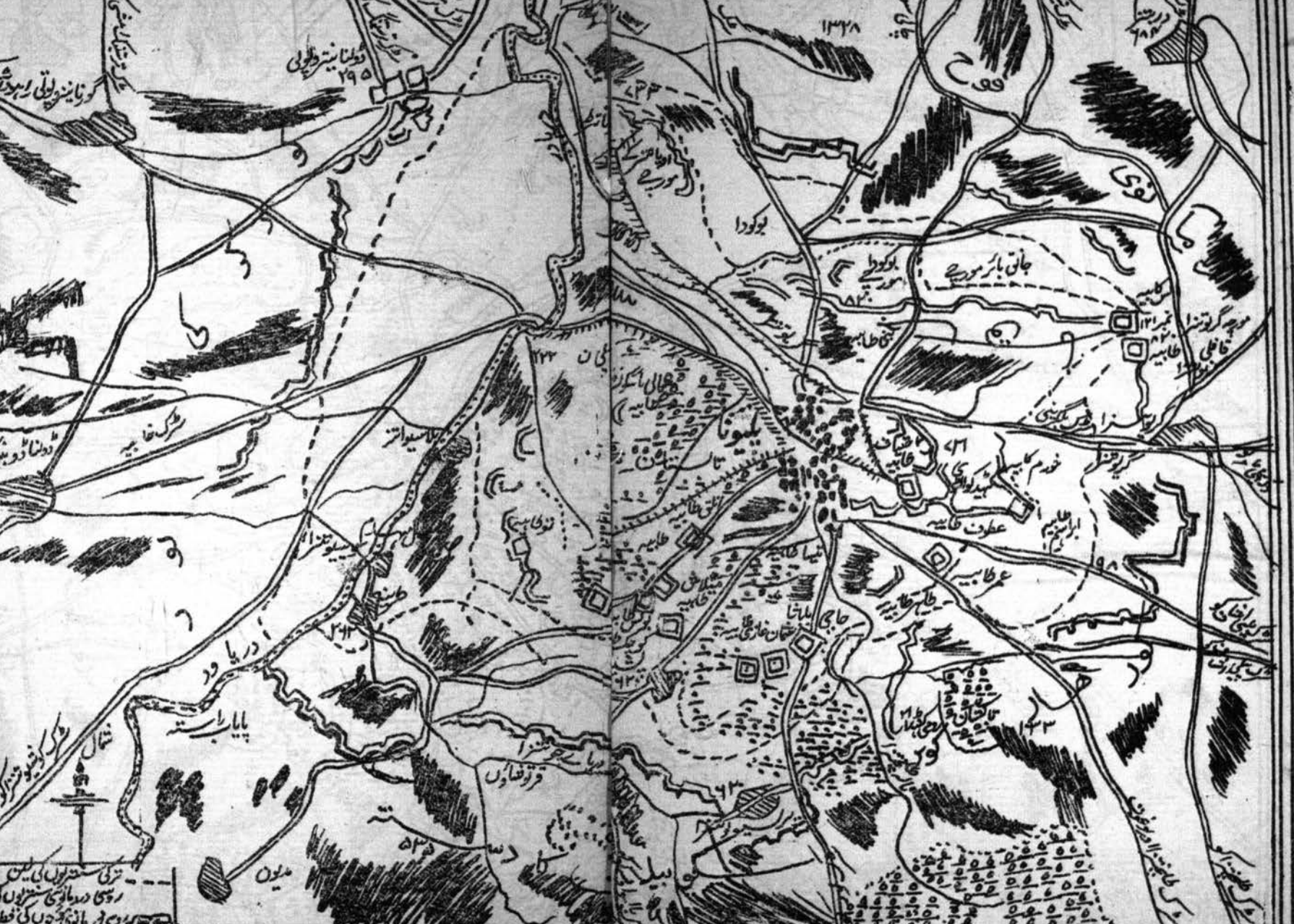
ظہور میں نہ آئی۔ روسیون کے عزم و احتیاط کی جا ہے تعریف کرو لیکن یہ یقینی بات ہے کہ جہان تک شجاعت و دلاوری کا تعلق ہے سو وہ کسی تعریف کے مستحق نہیں۔ وہ ہمپر محض چارون طرف سے کئی گنا زیادہ فوج سے ہمیں گھیر کر غلبہ پاتے رہے۔

گورنا دوبنیک اور تلش کے ہاتھ سے نکل جانیکی کل فوج کو اطلاع ہوگئی۔ جس خبر سے بدیہی امر ہے کہ اُسکے حوصلہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا تھا۔ کئی گھنٹون تک ہم سب پر سخت مایوسی چھائی رہی مگر دوسرے دن ہی ہماری طبیعتیں پھر بحال ہوگئیں۔ دون میں اُمید پھر تازہ ہوگئی۔ ہم اطمینان اور حوصلہ کے ساتھ استقبال کے منتظر ہو بیٹھے اور ہم کو پھر یقین ہوگیا کہ آئندہ جو ہوگا بہتر ہی ہوگا۔

مقامات متذکرہ صدر کے قبضہ نکلجانے سے پلیونا فوج کی جمعیت حسب ذیل رہگئی۔ ۴۰۲ بٹالینیں۔ ۱۴ رسالے (چرکسون کے بارہ رسالے ان میں شامل نہیں جن میں سے اکثر آخری حملہ سے پیشتر ہی منتشر ہوچکے تھے) اور ۸۰ توپیں یعنی کل ۴۰ ہزار آدمی۔ ۸ اکتوبر اور یکم نومبر کے درمیان پلیونا کمپ میں کل اسباب سے جو آدمی ضائع ہوئے ان کا اندازہ پندرہ سو کر کے یہ تعداد تخمیناً لگائی گئی ہے۔ شروع نومبر میں ہماری یہی جمعیت تھی بعد ازان بیماری سے وہ ہلاکت برپا ہوئی کہ اَلْاَمان۔ ترتیب جنگی کی فہرست سے چوتھا ڈویژن اُڑا دیا گیا۔ اور ولی بک کی پانچون بٹالینیں ڈویژن میں شامل کیگئیں جس ڈویژن کو اب حوشندہ ڈویژن کیجگہ چوتھا بنا دیا گیا۔

روسیون کی محاصرہ کنندہ فوج کی جمعیت جو اَب کامل دائرہ بناتی ہوئی جسکا نصف قطر ۶ میل کا تھا۔ پلیونا کو گھیرے ہوئی تھی حسب ذیل تھی۔

روسی مغربی فوج

کمانڈر:۔ شاہزادہ چارلس والی رومانیا۔

دوم کمانڈر:۔ جنرل ٹوڈل بین۔

اعلیٰ اسٹاف افسر:۔ جنرل پرنس امرٹ افسکی۔

دستہ یمین (میمنہ) شمال رویہ۔ ڈولنا نٹرو پولی سے قانلی طابیہ تک (شمول ہردو)

کمانڈر:۔ جنرل چرنات۔

جمعیت:۔ چار رومانوی اور ایک روسی ڈویژن یعنی ۶۵ بٹالینیں ۳۸ رسالے ۱۸۳ توپیں۔

قلب:۔ مشرق اور جنوب مشرق رویہ۔ قانلی طابیہ سے وادی طلچنٹرا کے مشرقی ساحل تک۔

کمانڈر:۔ جنرل سٹو۔

جمعیت:۔ نہم یعنی کروڈنر کا اور چہارم یعنی سٹو کا کمپ[۱] یعنی ۳۲ بٹالینیں ۸ رسالے ایک سو چھیالیس توپیں۔

[۱] ۱۱ستمبر کی لڑائی میں روسی مخلیہ کی فوجون کو ایسا سخت نقصان پہنچا تھا کہ نہم اور چہارم کورز کی آخر رجمنٹون میں جو بٹالینیں اور باقی میں صرف ایک ایک بٹالین رہگئی تھی۔ مصنف

دستہ یسار (میسرہ) جنوب رو یہ پلچنزا داوی کے مغربی کنارے سے طرنلیا تک۔

کمانڈر۔ جنرل سکوبیلاف۔

جمعیت ۲ ½ ڈویژن اور ایک برگیڈ سا سروں کا یعنی ۲۵ پلٹنیں ۲۶ رسالے ۹۸ توپیں۔

پلیونا سے مغرب میں طرنینا سے ڈولنا نٹرو پولی تک۔

کمانڈر:۔ جنرل گورکو[۱۱۷]

جمعیت ۔ ۴۷ پلٹنیں ۔ ۱۱۰ رسالے ۱۶۴ توپیں تفصیل حصّہ دوم کی آخری فصل میں درج ہو چکی ہے۔

خلاصہ

حصّہ	کمانڈر	پلٹنیں	رسالے	توپیں
میمنہ	چرنات	۶۵	۸	۱۷۲
قلب	سٹو	۳۳	۸	۱۴۶
میسرہ	سکوبیلاف	۲۵	۲۶	۱۹۸
مغرب	گورکو	۴۷ / ۱۷۰	۱۱۰ / ۱۵۳	۱۶۴ / ۵۷۱[۱۱۸]

[۱۱۷] یہ سوال اب بھی اور اسوقت بھی اکثر زیر بحث رہتا تھا کہ آیا گورکو ٹوڈل بین کے ماتحت ہے یا اُسکی کمان سے آزاد ہے گورکو اپنے تئیں آزادی ظاہر کرتا تھا اور خود مختارانہ حیثیت سے کاربند ہوتا تھا اور ٹوڈل بین گورکو اس مطلق العنانی سے کسی قدر آزردہ خاطر ہوتا رہتا تھا وہ کل مغربی فوج کی اعلیٰ کمان کا مدعی تھا اور اس دعوے میں وہ حق بجانب بھی تھا اس کیفیت سے اکثر اختلاف پیدا ہوتے رہتے تھے جن کو امرت۔ اسکی۔ نیپوکوات چرکی اور دیگر اعلیٰ افسر بڑی مشکل سے دُور کرتے رہتے تھے۔ گورکو عجلت پسند اور ٹوڈل بین کی سُست تدابیر سے سخت متنفر تھا آخرالذکر مستقل رائے قایم کر چکا تھا کہ گو محاصرہ پر انحصار کرنے میں کسرِ شان ہے مگر اس کے سوائے اور کوئی چارہ بھی نہیں گورکو انسانی زندگی کی کچھ پرواہ نہیں سمجھتا تھا۔ اور ٹوڈل بین نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اب ایک سپاہی بھی اور ضائع نہ کرے گا۔ جہاں دونوں کی طبیعتوں میں اس قدر فرق ہو۔ وہاں ظاہر ہے کہ نباہ بہت مشکل امر تھا۔ لیکن یہ دونوں بجائے خود نہایت شاندار افسر اور عام روسی افسروں سے ماسوائے ایک سکوبیلاف کے لیاقت و قابلیت میں بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔ مصنّف ۱۲

[۱۱۸] ۱۸۵ کی تعداد میں وہ بیس قلعہ شکن توپیں جو قلب میں۔ اور وہ دس جو مختلف دیگر حصص میں تھیں شامل ہیں نیز کاسک آرٹلری اور اسپی توپخانہ کی ۹۶ ہلکی توپیں۔ مصنّف

۱۵ر نومبر تک روسی مغربی فوج کی یہ جمعیت رہی۔ تاریخ مذکور سے بعدہٗ اس طرح کم ہوگئی کہ گورکو کی فوج سے چند دستے جنوب کی طرف اور ایک رومانوی ڈویژن مغرب کیجانب بھیجدیا گیا۔ ان روسی دستون کے کارنامون کا میں ذیل میں بالاجمال ذکر کرتا ہون مگر پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہمکو ان معاملات کی خبر ترتیب وار یا کل اخبر تکبار گی نہیں پہونچی تھی بلکہ جاسوسون یا اسیران جنگ یا روسی کمانڈرون سے جو عقلمندگی سے کام لیکر زیادہ تر اخبارات کے ذریعہ سے اور گاہ گاہ زبانی ان معاملات میں سے بعض کی اطلاع پہونچا دیتے تھے۔ وقتاً فوقتاً ملتی تھی۔

گورکو کی فوج سے جو دستے سیر وستے روانہ ہوئے اُنہون نے ۲ر نومبر کو ٹلطیوان پر ۹ر کو وَدرتزا پر اور ۲ر و ۱۰ر نومبر کے درمیان آدومرتزی۔ لوگوونز یا تکوینتز اور آدوی کودو پر قبضہ کر لیا یہ مقام ترک روسیون کے بڑھنے پر خود بخود خالی کر گئے۔ ایک زبردست فوج نے جو خود گورکو کے زیر کمان تھی ۱۷ر کو درہ روسا لیٹا ۲۳ر کو برآوتزا اور ۲۴ر کو اطروپول پر قبضہ کر لیا۔ اِس پیشقدمی سے محمد علی کی فوج موسومہ بابا قوناق عسکر کے ہراول کو جوار خانیہ میں تھا مقام مذکور چھوڑ دینا پڑا۔ عسکر مذکور صوفیا کو ہٹ گیا اور اُس نے طاشی کشن۔ کورمانزی اور سطر بگل میں ہراولی چوکیان قائم کیں۔ روسی اور بھی آگے بڑھتے۔ مگر بلقان کی برف نے روکدیا۔ لیکن پیشقدمی خواہ رُک ہی گئی۔ اُس سے پلیونا فوج "امدادی عسکر" پر جو بڑی بڑی اُمیدیں رکھی بیٹھی تھی وہ سب خاک میں مل گئیں اور محاربہ کے دَوران میں دوسری مرتبہ محمد علی نے خود کو سخت نالائق ثابت کیا۔ اسکی ۴۳ بٹیلیں ۲۸ رسالے اور ۱۲ توپیں صرف یہ کر سکیں کہ اپنے آپ کو گورکو کی فوج کے ہاتھون معدوم ہونے سے بچا کر پیچھے ہٹ گئیں اور اسوقت سے پلیونا کی امداد کے لئے کسی فوج کا پہنچنا ناممکن ہو گیا گورکو کی فوج محصورین اور بیرونی امداد کے درمیان سدِّ سکندری کیطرح حایل تھی۔ گورکو کی یہ تہمیں ٹوڈل بین کی تجاویز کے صریح خلاف تھیں۔ مگر کامیابی نے خلاف ورزی وغیرہ سب کو بھلا دیا۔

ہم پلیونا والون کو آخری وقت تک اس امر کی خبر نہ ہوئی۔ ہم آخری دن تک موعودہ امدادی فوج کے نمودار ہونیکا انتظار کرتے اور دیدے پھاڑ پھاڑ کر اُس کی راہ تکتے رہے۔ اس انتظار کے عالم میں جو کچھ ہماری کیفیت تھی اُسکو بیان کرنا مشکل ہے۔ ہم تو خیر شفقت ایسا بہادر اور قابل آدمی جو ابتک ارخانیہ میں مطلق العنان کمانڈر رہا تھا اور اس حیثیت سے ہمارے بہت ہی کام آیا تھا مگر اب محمد علی کا نائب ہو جانے سے بے دست و پا ہو گیا تھا اپنے سردار اور دوست غازی عثمان کی امداد کو نہ پہنچ سکنے سے کیسا کچھ سٹ پٹا رہا اور اُسکا دل کیسا جلتا رہا ہوگا۔ یہ دیکھکر کہ عثمان کی فوج کی ہمت و سکت جو کل قوم کی مایۂ فخر و ناز تھی دن بدن کم ہوتی جارہی ہے اور اس نامور بہادر کی امداد کیلئے جسنے اپنے ملک کی عزت کو اسطرح برقرار رکھا تھا کہ قدیم یونان کا

بڑے سے بڑا جانباز بھی اُس کے مقابلہ میں ہیچ نظر آتا تھا ایک اُنگلی بھی نہیں اُٹھائی جاتی کیا ہی شجاع
و شفقت کی آنکھوں سے خون کے آنسو نہ جاری ہو جاتے ہوں گے بیشک عثمان نے دُنیا کو ایسی انسانی
ٹریجیڈی طراغوڈیا فسانۂ پرُ غم کی جھلک دکھائی دی جسکی عظمت و شوکت نہایت ہی ارفع و اعلیٰ اور مبہوت
و ششدر بنا دینے والی تھی۔ نومبر کے آخری اور دسمبر کے پہلے دو دنوں میں اس مردِ خدا کے دل پر جو کچھ گزرتا
ہوگا اُسکا احاطہ کرنا ناممکن نہیں وہ شان و شوکت کے اس مینار کی چوٹی پر جسے خود اُسکی قابلیت نے تیار کیا
تھا تن تنہا کھڑا تھا اور قسمت کے طوفان بلاخیز مینار مذکور کو بُنیادوں تک ہلا رہے تھے۔ مگر ایک شخص نے بھی
مدد دینے کیلئے اُسکی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اُس کے ہموطن دُور فاصلہ پر محفوظ بیٹھے وعدہ وعید بکنے چڑے
والاسوں کمینہ جھگڑوں اور کبھی نہ ختم ہونیوالی شیطان کی آنت فضول تیاریوں میں اپنی کل ہمت و کوشش
کو صرف کر رہے تھے اور کل دُنیا حیرت زدہ مبہوت بنی ہوئی اس یکہ و تنہا بندۂ خدا کو دیکھ رہی اور ہر روز
یہی سوال کرتی رہتی تھی "یہ صورت کب تک قائم رہیگی"۔

ایک مخلوط رومانوی ڈویژن جسمیں رومانوی پیدل فوج کی آٹھ بٹالینیں۔ تین رومانوی اور ۴ روسی کیولری (فوج سواران کی) رجمنٹیں یعنی جملہ آٹھ ہزار آدمی اور تیس توپیں تھیں رومانوی کرنیل مسلاتی جیانو کے زیر کمان ۲۰ نومبر کو ڈولنا نٹرویولی کے کیمپ سے روانہ ہوکر دوسرے دن راہووا کے سامنے پہنچ گیا۔ اس قصبہ میں پانچ کمزور ترکی بٹالینیں جن میں زیادہ سے زیادہ ۲ ہزار آدمی ہوں گے مقیم تھیں۔ وہاں فوج سواران اور میدانی توپخانہ بالکل نہ تھا صرف دو پرانی قلاعی توپیں منہ کیطرف سے بھرنے والی تھیں تین خشکی کیطرف تھے اور سیدھا سادہ حاشیہ دریا کیطرف بنا لیا گیا ہوا تھا۔ رومانیوں نے ادھر گولہ باری شروع کی ترکوں نے بھی جواب میں گولہ باری شروع کی مگر انکی پرانی اور تقریباً ناکارہ توپیں غنیم کی تازہ ترین کروپ قسم کی توپوں کا کب تک مقابلہ کر سکتی تھیں توپخانوں کی چند گھنٹوں کی مبارزت کے بعد جس میں چار سو ترک شہید اور مجروح ہوئے۔ ترکی فوج قصبہ کو خالی کرکے ایک پگڈنڈی کے راستے جو دریا کے کنارہ تھی پیچھے ہٹ گئی۔ اور کل سامان۔ گاڑیاں مجروحین اور چند توپوں کو ساتھ لیتی گئی۔ توم پلنکہ سڑک پر رومانوی فوج قابض تھی۔ اس لئے اسے چھوڑ کر یہ پگڈنڈی اختیار کیگئی تھی اسپر بھی ایک رومانوی بٹالین قابض تھی جس کو ترکوں نے اچانک حملہ آور ہوکر منتشر کر دیا غنیم کا توپخانہ ترکوں کے کالم پر گولہ باری کرتا رہا اور اُس کی کیولری نے اُن کا تعاقب کیا جسپر ترکوں کو وزنی گاڑیاں اور چند توپیں چھوڑ دینی پڑیں مگر توپیں راستہ پر نہ چھوڑی گئیں بلکہ دریا میں ڈال دی گئیں۔ بعد ازاں کالم نے کو ہلکی پھلکی گاڑیاں اکثر مجروحین اور تین توپیں لیکر دریا اسکت اور اوگست کو اُن کے دہانوں کے قریب گاڑیوں کو پانی میں غرق کرکے پُل بنا کر عبور کرنے کے لئے بخیریت

لوم پلنکہ میں پہنچگیا۔ تعاقب میں ۱۱ گاڑیان رومانویون کے ہاتھ لگیں۔ بیس گاڑیون پر ایک سو مجروح تھے۔ اور ایک پر راہووا کی سرکاری مسلیں تھیں۔ ترکون کے کلہم پانچسو شہید۔ مجروح اور اسیر ہوئے۔ باقی سب بخیریت لوم پلنکہ پہونچ گئے رومانویون کے تین سو قتل اور زخمی ہوئے۔ راہووا کو چھوڑ دینا لابدی تھا۔ اس میں کوئی رسد جمع نہ تھی۔ فوج اور توپ خانہ بھی کم تھا۔ مزید برآن دیگر قلعہ بند مقامات سو الگ ہونیکی وجہ سے کبھی قبضہ میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ رومانویون نے اس فتح پر مضحکہ خیز غل غپاڑہ مچایا اور مشہور کیا کہ راہووا دھاوا کرکے لیا گیا۔ حالانکہ حق الامر یہ ہے کہ اس معاملہ میں اوّل سے آخر تک اُن سے کئی غلطیان سرزد ہوئیں اور حملہ کی تجویز ہی ناقص نہ تھی بلکہ اسکی تعمیل بھی خالی از خطا نہ تھی۔ ترکی فوجکو بچ جانے دینے پر رومانوی کرنیل کو سخت ملامت کیگئی اور وہ کمان سے برطرف کر دیا گیا۔

رومانوی ڈویژن پسپا شدہ کالم کے پیچھے پیچھے لوم پلنکہ گیا۔ جہان ۳۰ نومبر کو پہنچکر اُس نے اُس کو خالی پایا اور اُسپر قبضہ کر لیا۔ ترک ویڈن کو ہٹ گئے تھے۔ وہان کے کمانڈر نے مقام مذکور کو محاصرہ کیلئے تیار کر لیا ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۰ر دسمبر کو تین رومانوی ڈویژنون نے ویڈن کا محاصرہ شروع کر دیا[۱۱۹] جو ۲۱ر فروری ۱۸۷۸ء کو جنگ کے ملتوی ہو جانے پر ختم ہوا۔

---

[۱۱۹] ویڈن کا محاصرہ اس کتاب کے احاطہ سے باہر ہے مگر چونکہ مجھے اس شہر سے بھی ایک قسم کی دلچسپی ہو گئی تھی میں نے اسکے محاصرہ کے متعلق بہت سا مصالحہ جمع کر لیا جسکا حصّہ کثیر اب تک شائع نہیں ہوا۔ انشاء اللہ میں خود اُسکو ایک اور کتاب میں اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہون اسجگہ بالاختصار یہ بیان کر دینے پر کفایت کرتا ہون کہ محاصرہ مذکور میں دونو فوق نے نیکنامی حاصل کی۔ ترکون نے پوری دادِ شجاعت دی اور مردانگی کے خوب جوہر دکھلائے اگر التوائے جنگ سے لڑائی بند نہو جاتی تو ویڈن اوّل تو غالباً فتح ہی نہ ہوتا ورنہ کم از کم ابھی کئی روز ہفتے برابر مقابلہ کرتا رہا۔ بذریعہ التوائے جنگ کی شرائط کے رُو سے اسیر رومانوی قابض ہو گئے اور ترک معہ اسلحہ و سامان جنگ وغیرہ پوری نیکنامی و سرخروئی کے ساتھ بلغرادچک کو ہٹ گئے۔ ایک دوسرے سے رخصت ہونیسے پہلے دونون فریقون نے ایک دوسرے کی خوب خاطر و مدارات کی اور نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ ایک دوسرے سے پیش آئے۔ کیونکہ اس اثناء میں روس اور اُس کے معاون (رومانیا) کے تعلقات بہت ہی کشیدہ ہو گئے تھے عثمانیہ سپاہیون کا رومانوی جنیل نے اور پاشانے رومانوی فوج کا جایزہ لیا۔ افسرون اور سرگروہون نے ایک دوسرے کو دعوتیں دیں۔ اور جب ترکی فوج روانہ ہوئی تو رومانویون نے فوجی قاعدہ کے مطابق اُسکی سلامی اُتاری اور دوستانہ نعرون کے ساتھ اُسے الوداع کہا۔ ویڈن کی ترکی فوج کی شاندار مردانگی کے ساتھ ہی ان کرد و ترکی دستون کی شجاعت و بہادری کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو ترکی سرحد کی سرویا سے حفاظت کرنے پر مامور تھے۔ جس وقت (یعنی ۱۴ر دسمبر ۱۸۷۷ء) سے

اب میں اپنی داستان کی طرف متوجہ ہو کر اُسے تاریخوار شروع کرتا ہون۔ یکم اور چوتھی نومبر کے درمیان دونون طرف کے کل مورچے خاموش رہے۔ آخرالذکر تاریخ سے روسیون نے مغرب کیطرف گولہ باری شروع کی جو ۸ تک ہوتی رہی اور آسمان تاریکی پڑ جانے کے بعد روسیون نے خود سکوبیلاف کے زیر کمان ہمارے کیمپ کے جنوبی حصّہ بالخصوص حاجی بابا و غازی عثمان طابیات بریستو و نیز مورچہ اور کوچک یونس طابیات پر بڑی سختی کے ساتھ حملہ کیا اور آدھی رات تک سخت خونخوار لڑائی ہوتی رہنے کے بعد پسپا کر دیئے گئے۔ اس معرکہ میں روسیون کے چھ سو اور ہمارے دو سو ضائع ہوئے۔

دوسرے دن (۱۰ نومبر) غنیم نے یونس طابیہ پر پھر حملہ کیا۔ اور اس دفعہ بھی روسی ناکام واپس ہٹا دیئے گئے۔ ۱۰ اور ۱۱ کی درمیانی رات کو روسیون نے غازی عثمانی طابیہ پر پے در پے حملے کئے اور لڑائی صبح کے ۸ بجے تک ہوتی رہی مگر آخر شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے۔

۱۱ کو کل حلقہ مدافعت پر زور شور سے گولہ باری کی گئی جس سے ہمیں اُمید ہو گئی کہ روسی عام حملہ کریں گے لیکن ہماری اُمید پوری نہ ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) میلان نے اس غنیمت میں حصّہ دار بننے کے لئے جو روسی اور رومانوی سپاہیون نے حاصل کی تھی سرحد سے عبور کیا۔ اُسکو اپنی جمعیت کے بدرجہا زیادہ ہونے کے باوجود ایک ایک انچ زمین پر سارا راستہ ترکی محافظین سے لڑائی کرنی پڑی اور قدم قدم پر ترک اس نئے حملہ آور کے برخلاف حیرت افزا استقلال اور بامردی سے اپنے ملک اور سرزمین کی محافظت کرتے رہے۔ جو دستے سلیمان پاشا سرحد مانٹی نیگرو پر چھوڑ آیا تھا وہ بھی اس بارمیں کمال تعریف کے مستحق ہیں اُنہون نے بھی مانٹی نیگرو کی حملہ آور فوج کا خوب مقابلہ کیا۔ الغرض محاربہ کے آخری حصّہ میں ملک کے مغربی علاقہ میں جس قدر چھوٹے چھوٹے معرکہ ہوئے۔ ترکی سپاہیون نے ان میں اپنے جوہر پورے پورے دکھائے۔ ناظرین کو انکی جوانمردی اور دلیری کا پورا پورا اندازہ کرنے کیلئے یہ بھی مدّنظر رکھ لینا لازم ہے کہ یہ کل معرکے پلیونا کے فتح ہو جانے کے بعد یعنی اس صدمہ کے بعد ہوئے تھے۔ جو خیال کیا گیا تھا کہ وہ ترکی کے لئے قاطع حیات ہوگا اور صدمہ مذکور کا بظاہر اثر بھی یہی معلوم ہوتا تھا۔ میری رائے میں تو تاریخ عالم میں کسی قوم نے ایسی جانداری حب الوطنی اور ایسا مردانہ استقلال ایسے جگر دوز۔ ہمت شکن اور مایوس کُن حالات میں نہیں دکھایا۔ مصنّف

مسٹر ہربرٹ نے اپنے ناظرین کی قدردانی سے محاصرہ ویڈن کے حالات بھی ایک علیحدہ کتاب میں قلمبند کر کے اِسی شائع کر دیا ہے اگر مترجم کے ابنائے وطن نے مسٹر ممدوح کی اِس کتاب کو بنظرِ استحسان دیکھا اور مترجم کی حوصلہ افزائی کی تو دوسری کتاب کا ترجمہ بھی مع مناسب حواشی شائع کر دیا جائیگا۔ اِنْ شاء اللہ۔ مترجم۔ یہ ترجمہ عنقریب شائع کیا جائے گا۔

۱۲ر کو سکوبیلاف نے پھر غازی عثمان طابیہ پر حملہ کیا اور ہزیمت یاب ہوا۔ اُسی دن روسیون کے ایک قاصد نے ابراہیم طابیہ میں آکر عثمان کو اطاعت قبول کر لینے کا پیغام پہونچایا۔ غازی ممدوح نے اسکا مردانہ جواب دیا۔ یہ خط و کتابت کل افسرون میں مشتہر کیگئی۔ وہ حسب ذیل تھی۔

(مندرجہ ذیل دونون خط فرنچ زبان میں تحریر کئے گئے تھے۔ مترجم)

جنرل کوارٹر۔ مقام پروودم مؤرخہ ۲۰ر اکتوبر ۱۸۷۷ء (روسی کلنڈر)

بخدمت حضور والا مارشل عثمان پاشا بمقام پلیونا۔

خدمتِ عالی میں مندرجہ ذیل باتیں جو بالکل راست ہیں عرض کی جاتی ہیں جو ترکی افواج گورنا دوبنیک اور طلش میں تھیں وہ اسیر کر لیگئی ہیں۔ روسی افواج نے مقامات آدسی کوددا اور وتزا (اور دینا) پر قبضہ کر لیا ہے۔ پلیونا کا افواج مغربی نے محاصرہ کر لیا ہے انکی امداد کیلئے امپیریل گارڈ اور گرنیڈیر بھی پہونچگئے ہیں اور پلیونا سے آمد و رفت کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے اور پلیونا کی فوج کیلئے باہر سے آذوقہ وغیرہ پہونچنے کی اُمید رکھنا فضول ہوگیا ہے پس بصلۂ رحم رحم کرکے بیفائدہ خونریزی سے دست بردار ہو جایئے۔ ورنہ اسکا مواخذہ ذاتِ عالی پر رہیگا میں مکرر عرض کرتا ہون کہ آپ بندہ کی تاکیدی التماس کو قبول فرمائیں اور اطاعت گزینی اور ہتھیار رکھدینے کے معاہدہ کی شرائط پر مباحثہ کئے جانے کیلئے کوئی جگہ مقرر فرمایئے۔

میں ہون آپ کا نیازمند

نکلس

کمانڈر انچیف (سر قوماندان) افواج روس در یورپ)

اس کے جواب میں مشیر غازی عثمان نے یہ خط روانہ کیا۔

"جنرل کوارٹر تر و پلیونا۔ مؤرخہ ۸ر نومبر ۱۸۷۷ء (روشے مغربی کلنڈر)

بخدمت ہز امپیریل ہائی نس گرینڈ ڈیوک نکلس بمقام پروودم۔

جو خط ۲۰ر اکتوبر کو میری طرف لکھا گیا اور ذات والا نجابت نے میری طرف ارسال فرمایا تھا موصول ہوا۔ اس فوج شاہانہ کی صحت و شجاعت میں جو میرے ماتحت ہے اب تک کسی طرح سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ نہ اسکی چُستی و چالاکی اور ثابت قدمی میں کوئی نقص پیدا ہوا ہے آج تک جس قدر لڑائیان ہوئی ہیں اُنمیں ہم فتحیاب ہوئے ہیں حتی کہ انہیں متواتر شکستون کے مشاہدہ کرنے کے بعد ذات شوکت سمات حضرت زار اپنی فوج کی مدد کے لئے امپیریل گارڈ اور گرنیڈیرز کو بُلانے پر مجبور ہوئے۔

اُن افواج کا مفتوح ہو جانا جو گورنا دوبنیک اور طلش میں تھیں یا پلیونا سے آمد و رفت کا منقطع اور شاہزادہ کا

بند ہو جانا۔ یہ کُل وجوہات ایسی نہیں ہیں کہ میں اپنے لشکر کو دشمن کے حوالہ کر دوں۔ ہماری فوج کے پاس لوازمات ضروریہ میں سے کسی کی کمی نہیں (یعنی سب چیزیں بافراط ہیں) جو امر کہ عثمانیہ فوج کے ناموس عسکری اور عزت کی محافظت کیلئے ضروری ہے۔ ابتک حیز وقوع میں نہیں آیا۔ اور ہم اب تک اپنی خونریزی اور اپنی ایمان پرستی اور حُبّ الوطنی سے نہایت خوش اور مسرور ہیں۔ اور دُشمن کی اطاعت قبول کرنے کے بجائے ایسا ہی کرتے رہیں گے۔ باقی رہا اس خونریزی کا مؤاخذہ اور مسئولیت وہ دُنیا اور آخرت دونوں جگہ اس فریق پر وارد ہوتا ہے۔ جو اس جنگ کا سبب اور باعث ہوا۔

آپ کی ذات شوکت سمات کا نیاز مند

فرمانروائے افواج پلیونا۔ غازی عثمان

عثمان کے خیالات کی جو خطِ مذکور میں اِس باوقار اور مؤثر پیرایہ میں ظاہر کیئے گئے تھے۔ کل کیمپ میں کمال تعریف و توصیف کیگئی۔ اور سب اِن سے متفق الرائے تھے۔ خاصکر مواخذہ اور مسئولیت والے فقرہ پر تو سب قربان ہو گئے کہ خونریزی کی مسئولیت اس دنیا میں اور نیز عالم ثانی میں خطا کار کے سر پر ہے یعنی ان لوگوں پر ہے جنہوں نے جنگ میں ابتدا کی ہے۔ عثمان کے اس خط سے جسکی عبارت گو معتدل مگر بالکل صاف صاف تھی فوج پر بہت عمدہ اثر ہوا اور اسمیں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ روسی فوج کے افسر اور لیڈر بھی اسے پڑھکر حیرت زدہ ہو گئے ہونگے۔ قاصد کے ہمراہ جو چھ کاسک آئے تھے انکو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلایا گیا تاکہ ان کو ہمارے گوداموں کی آذوقہ اور بھرپوری کا یقین ہو جائے۔ خود قاصد کی ارا بہ طابیہ میں پر تکلف مہمانداری کی گئی۔

۱۳۔ نومبر کا دن بہت ہی سرد تھا ویسی سردی ہم نے پلیونا میں پہلے نہیں دیکھی تھی دھند بھی بہت غلیظ اور گہری چھا رہی تھی۔ رات کیونٹن روسیوں نے یونس طابیہ پر پھر حملہ کیا مگر ناکام رہے اور بعد ازاں پھر کوئی حملہ نہ کیا گیا۔ سکوبیلاف نے اس حملہ کی ناکامی کے بعد طابیہ مذکور کو حملہ کر کے فتح کرنیکا خیال مطلقاً چھوڑ دیا اس لڑائی میں روسیوں کے پانچسو اور ترکوں کے فقط ایک سو ضائع ہوئے۔ سکوبیلاف کی فوج نے جو متعدد حملے کیے تھے وہ جنرل ٹوڈل بین کے احکام کی خلاف ورزی کر کے کیے گئے تھے۔ مگر انہیں سے اکثر غالباً اسلئے وقوع میں آئے تھے کہ متخاصمین کی حدود ایک دوسرے سے بہت قریب ہو گئی ہوئی تھیں اور دونوں طرف کی فوجیں لڑائی کے لئے بیقرار رہتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ جب ایسی صورت ہو۔ تو ہمیشہ لڑائی سے پہلو نہیں بچایا جا سکتا۔ ۱۴۔ کو کل روسی مورچوں سے تمام خطِ واقعت پر ایسی سخت گولہ باری شروع کی کہ ہم اسے مکرر حملہ کا پیش خیمہ سمجھکر مقابلہ کیلئے بالکل تیار ہو گئے مگر کوئی حملہ نہ کیا گیا۔ جس سے ہمیں سخت افسوس ہوا۔ البتہ آدھی رات کے وقت غنیم نے غازی عثمان طابیہ پر حملہ کیا جس میں سے کامیابی نہ ہوئی۔ لڑائی طلوع فجر تک ہوتی رہی اور چار سو روسی

اس میں کام آئے کیمپ کے اس حصہ میں یہ آخری معرکہ ہوا۔

زمانہ حصار کے پہلے نصف حصہ میں فوج پیدل کی جو معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں ان کی فہرست مع نقصانات اندازہ کردہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

تاریخ	مقام معرکہ	ترکوں کا نقصان	روسیوں کا نقصان
۲۷۔ اکتوبر	دوبنل	۳۰۰	۴۰۰
۲۸۔ اکتوبر	غازی عثمان اور پرتو طابیوں کے درمیان	۱۰۰	۱۰۰
۹۔ نومبر	حاجی بابا اور یونس طابیوں کے درمیان	۲۰۰	۶۰۰
۱۰۔ نومبر	یونس طابیہ	۱۰۰	۱۰۰
۱۰۔ لغایت ۱۱۔ نومبر	غازی عثمان طابیہ	۵۰	۱۰۰
۱۲۔ نومبر	غازی عثمان طابیہ	۵۰	۱۰۰
۱۳۔ نومبر	یونس طابیہ	۱۰۰	۵۰۰
۱۴۔ تا ۱۵۔ نومبر	غازی عثمان طابیہ	۱۰۰	۴۰۰
۱۵۔ نومبر	میزان	۱۰۰۰	۲۴۰۰

۱۵۔ نومبر کو حصار کا پہلا نصف حصہ ختم ہوا۔ یہ دوسرے حصہ سے بالکل مختلف تھا۔ اس میں انفنٹری کے کئی چھوٹے چھوٹے معرکے ہوئے مگر دوسرے نصف میں دونوں فریق سوائے ایک دفعہ یعنی اس لڑائی کے جو ۹۔ دسمبر کو دوبنل پر ہوئی۔ بالکل چپ چاپ رہے۔ دونوں حصوں میں گولہ باری کی بھی یہی کیفیت رہی پہلے میں سخت گولہ باری ہوتی رہی جو گاہ گاہ کمال شدید ہو جاتی تھی دوسرے میں مدہم اور متفرق طور پر ہوتی رہی جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے حصار کے پہلے نصف میں کوئی قابل ذکر کام نہ دینا پڑا۔ ہمارے والے بازو پر ایک مرتبہ بھی حملہ نہ ہوا۔ اور میرے مورچہ میں غنیم کے شیل بھی تھوڑے سے ہی گرے اور نہ میری پلٹن کو کوئی لڑائی کرنی پڑی۔ ہم کو دو دفعہ چوبیس چوبیس گھنٹوں کیلئے۔ باش طابیہ کو بھیجا گیا۔ دونوں مرتبہ آدھی رات کے وقت مورچہ کو گئے اور وہاں سے واپس آئے۔ پہلی مرتبہ (۳۰۔ اکتوبر کو) باش اور قائلی طابیوں کی خندقوں سے ایک دوسرے پر خوب رائفلی آتشبازی ہوئی مگر اسکا نتیجہ کوہ کندن وکاہ برآوردن سے بڑھکر نہ تھا۔ کیونکہ دونوں طرفوں کی فوجیں خوب محفوظ مقامات اور موقعوں پر مقیم تھیں۔ دوسری دفعہ (۱۰۔ نومبر کو) اسپاہیوں نے چھ گھنٹوں کے لئے بے ضابطہ طور پر جنگ کو ملتوی کر دیا۔ میں نے بعد میں سنا کہ اس امر سے روسی افسر بہت آزردہ ہوئے اور انہوں نے رومانیوں کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی پیش نہ گئی۔ میں

میں ایک با محبت رومانوی لفٹنٹ کیساتھ عرصہ تک باتیں کرتا اور اسکے ساتھ ملکر سگرٹ پیتا رہا اس عجیب و غریب التوا جنگ کیلئے بظاہر یہ بہانہ بنایا گیا تھا کہ یوم ماقبل کو جو چند سپاہی قتل ہوئے تھے انکو دفن کر لیا جائے مگر چونکہ یہ کام ایک گھنٹہ سے بھی کم عرصہ میں ختم ہو گیا تھا اس لیے اصل وجہ یہی سمجھی جاسکتی ہے کہ رومانوی اس فضول خونریزی جو دونوں مورچوں کے قرب و جوار میں ہر وقت ہوتی رہتی تھی اکتا سے گئے تھے ایسے التوا سے ہم ترکوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا مگر میرا خیال ہے کہ میرے میجر کو اوپر سے زجر و توبیخ ہوئی تھی کہ اُس نے کیوں اس کام کیلئے منظوری دی۔ رومانوی لفٹنٹ نے مجھے کئی ذو معنی کہانیاں اور تمسخر خیز کہاوتیں سنائیں۔ یہ ابھی ابھی تازہ تازہ پیرس سے وہاں تک پہونچی تھیں مگر چونکہ میں فرنچ زبان کا ویسا عالم نہیں تھا جیسا کہ لفٹنٹ۔ میں ان کا اصل مطلب اچھی طرح سے نہ سمجھ سکا اور اس لیے ان سے پورا حظ نہ اُٹھا سکا۔ ہم افسروں کی تقلید کر کے سپاہی بھی آپس میں ٹوٹی پھوٹی ترکی یا مضحکہ خیز حرکات و اشارات سے باتیں کرتے ملکر بسکٹیں کھاتے اور ایک دوسرے کو تحفہ تحائف دیتے رہے تھوڑی دیر میں اور افسر بھی ہم سے آملے جن سے اچھی خاصی مجلس بن گئی اور سب نے فرش خاک پر بیٹھکر جس پر برف کی باریک تہ سفید میز پوش یا دستر خوان کا کام دے رہی تھی ملکر کھانا کھایا۔ کھانیکے وقت ہنسی اور دل لگی کی باتیں ہوتی رہیں اور قہقہوں کی صدائیں برف آلود کبیدہ خاطر مطلع میں گونجتی رہیں۔ یہ قہقہے گو مخلصانہ تھے۔ مگر میرے کانوں کو ان کی آواز اس طرح سے محسوس ہوتی تھی کہ گویا خوش طبعی کا تمسخر اُڑایا جا رہا ہے۔ اسی اثنا میں صلیب احمر کی ایک خواہر یعنی تیماردار عورت کسی زخمی یا مریض کی خبر گیری کے لئے میرے پاس سے گذری اسکے دیکھنے سے مجھ پر ایسا اثر ہوا۔ کہ گویا پاک محبت اور پاکیزگی کا کوئی فرشتہ میرے پاس سے گذر گیا ہے یکمشت کتے تک بھی جن کے عموماً بُشروں ہی سے ان کی بدطینتی واضح ہوتی تھی اور یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ کوئی سخت ناپاک اور مکروہ یا ظالمانہ اور بزدلانہ حرکت کر کے آئے ہیں اور بالعموم کمال بدشکل اور چور نظر تھے اس صلح میں شریک ہو کر اپنے جسم مزے سے کھجلانے یا پگڈنڈیوں کے نیم منجمد کیچڑ پر لوٹنے پوٹنے لگ گئے۔ الغرض کل نظارہ نہایت ہی عجیب اور متقاتلہ و محاربہ کے مقررہ آداب و قواعد سے عجیب متضاد اور مخالف تھا۔

باش طابیہ میں دو پلٹنیں ہر وقت مقیم رہتی تھیں۔ کیمپ بھر میں وہاں کی نوکری سخت ترین اور سب سے خطرناک تھی۔ اس کی سختی اسی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ ہر چوبیس گھنٹے کے بعد وہاں کی پلٹنوں کی بدلی کر دی جاتی تھی وہاں ایسا سخت کام دینا پڑتا اور برف و باران کا ایسا آماجگاہ بننا پڑتا تھا کہ کوئی زندہ شخص آٹھ پہر سے زیادہ اِس سختی اور بوچھاڑ کو برداشت نہیں کر سکتا تھا اسجگہ دونوں فریق کے بعید ترین سنتریوں میں صرف ایک سڑک کا پاٹ حائل تھا سنتریوں کے اپنے اپنے گڑھوں سے صرف سیر او پر تھے جو بعینہ موسم سرما کے

تربوزوں کی ایسی فصل کے مشابہ دکھائی دیتے تھے جو ویران کئے گئے کھیتوں میں اُگی ہو۔ اول ڈویزن کی پلٹنوں میں سے باری باری دو پلٹنیں وہاں جاکر خدمت دیتی تھی اس امر کا انتظام باقاعدگی کے ساتھ کردیا گیا تھا۔ مورچہ کو جانے کے راستے غیر محفوظ تھے اور ان پر مخالف کے مورچہ سے سخت آتشباری ہوسکتی تھی اس مورچہ کی فوج کی بدلی رات کی تاریکی میں ہوتی تھی گولوں اور گولیوں کی مسلسل بوچھار کیوجہ سے کھانا پکانا یا نہانا دھونا قطعاً ناممکن ہو رہا تھا۔ سپاہی بسکٹوں یا مکی کی روٹی اور پگھلی ہوئی برف پر گذارہ کرتے تھے جس دن برفباری نہ ہو اس دن کوئی پانی دستیاب نہ ہوتا تھا۔ اور فوج کو اس پر گذارہ کرنا پڑتا تھا جو وہ اپنی بوتلوں میں ساتھ لاتی تھی عادل کے ڈویزن کے اعلےٰ افسروں میں سے ہر ایک چوبیس چوبیس گھنٹوں کے بعد نوبت بنوبت مورچہ کی کمان پر جاتا تھا۔ یہ خدمت ایسی پرخطر تھی کہ کمان پر جس افسر کی باری آتی وہ دوستوں کو آخری الوداع کہ جاتا اور خداوند کریم کے حضور میں بھی تقصیروں کی معافی مانگ جاتا۔ ان اوقات کے سوائے جبکہ متخاصمین بطور خود متذکرہ صدر التوائے ایسے بیضابطہ التوا کرلیتے ہر گھنٹہ کچھ نہ کچھ لوگ مرتے رہتے۔ اگر ہم میں سے کسی کے گران کوٹ کے سر ٹوپ کا ذرا سا حصہ بھی فصیل سے اوپر نظر آجاتا۔ تو اس پر فوراً گولیوں کی بارش شروع ہوجاتی۔ رفتہ رفتہ التوائے بکثرت ہونے لگ گئے۔ ایک دن میں دو تین یا چار مرتبہ وقوع میں آتے جو عموماً آدھ گھنٹہ سے لیکر دو گھنٹوں کی میعاد کے ہوتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھاکر فریقین اپنے سنتریوں کی بدلی کردیتے تھے۔

نومبر کے وسط میں رومانیوں اور ترکوں کے درمیان دوستانہ ارتباط اسقدر بڑھ گیا کہ دونوں کیمپوں میں اسکی عام شہرت ہوگئی جسپر روسی اعلیٰ افسروں نے رومانوی فوج کو قانلی طابیہ سے ہٹا کر اس کی جگہ روسی انفنٹری کو وہاں رکھنے کا ارادہ کرلیا اسپر ۱۰ نومبر کے قریب قریب عمل درآمد کیا۔ اور اسدن سے بعد باضابطہ یا بیضابطہ پھر کوئی مزید التوائے اور عارضی صلح نہ ہوئی۔ تاہم دونوں طرفوں کے سپاہی پھر بھی بالعموم بدلی کنندہ جماعتوں اور نیز سب سے اگلے سنتریوں پر آتشباری کرنے سے محترز رہتے تھے

ہمیں یہ علم ہونیکی خوشی اور اطمینان حاصل تھا کہ ہم نے قانلی طابیہ کی اقامت دشمن کیلئے تقریباً ناقابل برداشت کر رکھی ہے رومانوی اسیر اسجگہ کو پورا جہنم بیان کرتے تھے ان تمام مورچوں کی ہر ایک توپ کا منہ جن جنسے قانلی طابیہ پر شیل (پھٹنے والے گولے) پڑ سکتے تھے۔ طابیہ مذکور کی طرف سیدھا کردیا گیا ہوا تھا گولہ بارود ہمارے پاس بافراط موجود تھا۔ توپیں اعلیٰ قسم کی کرپ کی ساخت تھیں اور ہمارے گولندازوں کی چستی وچالاکی اور قادر اندازی دوست دشمن دونو کو بخوبی معلوم تھی۔ ان سب باتوں کے اجتماع نے قانلی طابیہ کی یہ گت بنا رکھی تھی کہ بیں خونی بازی میں جانے کی نسبت کسی کھولتے ہوئے آتش فشاں پہاڑ کے

دہانہ کے کنارہ پر کھڑا ہونے کو ترجیح دیتا۔ اس میں جونہی کوئی ایسا سیاہ داغ دکھائی دیتا جس پر انسانی جسم
کی پوشاک کا کوئی حصہ ہونیکا گمان ہو سکتا ہو۔ تو فوراً سینکڑوں گولیاں اس پر داغ دی جاتیں اور چونکہ
بالمقابل خندقوں کا درمیانی فاصلہ بمشکل ایک سو گز تھا۔ ہمارا نشانہ اکثر خطا نہ جاتا۔

اکثر رومانوی تھوڑی سی ترکی سمجھتے تھے اور چونکہ سنتریوں میں صرف پچیس گز کا فاصلہ تھا وہ ہر وقت
آپس میں بات چیت کرتے رہتے تھے دونوں مورچوں کے قرب وجوار میں تقریباً ہر روز زیادہ تر رات کی
تاریکی کی پناہ میں کھدائی کا کام ہوتا رہتا تھا۔ اگر رومانوی کوئی نئی خندق بنا لیتے تھے۔ تو چند گھنٹوں کے
بعد ترک بھی بالمقابل ویسی ہی خندق تیار کر لیتے تھے۔ چنانچہ محاصرہ کے آخری دنوں میں ان دونوں
مورچوں کا درمیانی اور قرب وجوار کا علاقہ خندقوں کا خاصہ بھول بھلیاں بنگیا ہوا تھا۔

دونوں طرف دشمن کو دھوکہ دینے کی غرض سے طرح طرح کی تدبیریں اور اختراعیں کی جاتی تھیں
ہم نے قدآدم پتلے جنکو افسر بگچی۔ علم بردار اور سپاہیوں کی پوری پوری وردیاں پہنائی گئی تھیں کھڑے کر دئے
ہوئے تھے تاکہ غنیم ان پر آتشباری کرتا رہے انمیں سے بعض پتلوں کے اعضا ایسے بنائے گئے تھے کہ وہ ہلائے
جا سکتے تھے جس دن میں باش طابیہ میں تھا۔ اسدن التوا کے بعد ہم نے رومانیوں کو ڈہول ڈھمکا۔ جھانجوں
سیٹیوں اور ہوادار بانسریوں کے مہیب شور وغل کیساتھ مسخروں کی کھیل کا تماشہ دکھایا اسکے عوض میں
انہوں نے تاریکی کے بعد ہم کو یہ تماشہ دکھایا کہ ایک بڑی چادر تان کر اسکے پیچھے آگ روشن کر دی پھر
چادر کے سامنے ایک دبلے آدمی کو عاشق اور موٹے تازہ سپاہی کو معشوقہ بنا کر کھڑا کر دیا جنکی عجیب و
غریب تمسخر خیز حرکات اور معشوقانہ غمزوں کا سایہ چادر پر پڑتا اور ہم انہیں دیکھ کر خوب قہقہے لگاتے رہے

جاڑے کی شدت کے باعث ہمارے مورچہ اور کل کیمپ بھر میں سنتریانہ خدمت کمال سخت اور تکلیف
دہ تھی۔ ابتدا میں ہر ایک سنتری کو چار گھنٹے نوکری دینی پڑتی تھی پہلے چار کی جگہ دو اور آخر کار ایک گھنٹہ
کر دیا گیا۔ سنتریوں کو چار فیٹ عمیق گڑھے میں گویا زندہ دفن ہونا پڑتا تھا۔ جسم کا بالائی حصہ برفانی جھونکوں سے
سن ہو جاتا تھا اور نچلا دھڑ منجمد زمین میں دھنسا ہوا ہوتا تھا۔ حرکت کا نام ونشان نہ تھا چلنے پھرنے کی ذرا بھی کوشش
کرنا تو درکنار۔ گڑھے سے باہر نکلتے ہی غنیم کی گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی تھی۔ غذا ناکافی ہر وقت مسلسل نگرانی
پر مجبور۔ ادہر برف کی سردی خطرناک غنودگی پیدا کرنیکی موجب جسکو دور کرنے کی ہر وقت کوشش کرنی پڑتی
تھی۔ قصہ مختصر سپاہی سنتریانہ نوکری کو یہ سمجھتے تھے کہ انسان کو اشد جسمانی عقوبت پہونچانے کا یہ
کمال مہذبانہ طریقہ ہے۔ اس موقعہ پر ہم کو گران کوٹوں نے بہت ہی کام دیا۔ جب زمین پر برف ہو تو
سردی کی شدت کم محسوس ہوتی۔ سردی خواہ اس قدر ہو کہ پارہ منجمد ہونے کے درجے سے دس دقیقے

نیچے اتر گیا ہو۔ لیکن ساتھ ہی برف بھی موجود ہو تو یہ دیسی سردی سے بہتر تھی جو ہو تو منجمد ہونے کے درجے سے ایک دو دقیقے اوپر مگر برف موجود نہ ہو۔ سنتریوں کی لمبی لمبی بہیدا ر قطاریں جو جاڑے کے سرد و خنک دنوں کی تاریک دھیلی سی روشنی میں خاصی دور تک چلی جاتی دکھائی دیتی تھیں اور سفید زمین کے اوپر سنتریوں کے صرف سر ٹوپ اور سنگین دکھائی دیتے تھے عجیب و غریب اور موثر نظارہ دکھاتی تھیں۔

راشنوں اور بالخصوص گوشت کی مقدار شروع نومبر سے کم کر دی گئی تھی۔ بسکٹوں کی جگہ مکی کے آٹے کی روٹی جو پلیونا میں پکائی جاتی تھی تقسیم ہوتی تھی بسکٹوں کی مقدار عظیم اسلئے ذخیرہ میں محفوظ رکھ دی گئی تھی کہ اگر حلہ کیا گیا اور اس میں کامیابی ہو گئی۔ اور ایسے علاقہ سے گذرنا پڑا جہاں قحط ہو۔ تو اس وقت کام دیں۔ مخمرات کی قطعاً عدم موجودگی اور گوشت کی کم مقدار ملنے سے ہمیں سردی بشدت محسوس ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ جب گوشت مطلقاً بند ہو گیا اور غذا اس قدر ملنے لگ گئی جو جسم و جان کو بحال رکھنے کے لئے بمشکل کفایت کرتی تھی تو ہماری حالت اور بھی بدتر ہو گئی۔ گھوڑوں اور گاڑیوں کے بیلوں کے ذبح کرنیکی سخت ممانعت تھی۔ مگر اس بارہ میں کبھی کبھی سپاہی خلاف ورزی کر دیا کرتے تھے۔ چارہ بھی تھڑ گیا اور غریب بے زبانوں کو سخت تکلیف پہونچی۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور بیلوں کی خاص قسم کی آواز صاف صاف بتا دیتی تھی کہ وہ فاقہ کی فریاد کر رہے ہیں۔

۱۰۔ نومبر کو میرے مورچہ میں ایک گھوڑا ذبح کیا گیا اس کی ٹانگ پھسلنے سے ٹوٹ گئی تھی ایک نیکدل سپاہی نے تھوڑا سا گوشت مجھے بھی دیا۔ اس میں نمک تھوڑا تھا۔ کیونکہ نمک بھی کمیاب ہو گیا تھا اس سے سخت اسہال اور پیچش شروع ہو گئی جسپر مجھے گاڑی پر بٹھا کر پھر شہر بھیجدیا گیا۔ جہاں مسجد والے ہسپتال میں مجھے جگہ دی گئی اور وہاں میں نے چار سو ساٹھ مریضوں کے ساتھ رہ کر آٹھ دن ناقابل بیان مصیبت اور تکلیف سے بسر کئے۔

ادویات کم ہو گئی تھیں کونین تو تقریباً ناپید تھی۔ پٹیوں کے لئے ململ نہیں رہ گئی تھی اسلئے گو سردی کیوجہ سے ہر قسم کے کپڑے کی سخت ضرورت تھی کپڑے پھاڑ پھاڑ کر پٹیاں بنائی جاتی تھیں ململ کے کپڑے تو اسطرح چھپا کر رکھے جاتے تھے۔ جیسے کسی بیش بہا چیز کو رکھا جاتا ہے۔ محاصرہ کے آخری چند دنوں میں کپڑا نہونے سے زخمیوں کی ایک دفعہ کے بعد مرہم پٹی نہیں ہوتی تھی جو مریض اور زخمی مرض یا زخموں سے صحتیاب ہو جاتے تھے۔ ان کو کوئی مقوی غذا نہیں ملتی تھی جس سے کئی ضعف سے مر گئے۔ ڈاکٹر اور اطبا ر کو اسقدر کام رہتا تھا کہ وہ ایک ایک مریض کو پوری توجہ سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مریض پہلے معالجہ کرانے کیلئے آپس میں جھگڑتے بلکہ دھینگا مشتی کرتے تھے۔ ڈاکٹر لینگ نے ۱۰ دسمبر کو مجھے بتایا کہ چار ہفتوں سے اس نے

کپڑے نہیں بدلے اور فی شب تین تین گھنٹوں سے زیادہ نہیں سویا۔

مجروحین اور مریضوں کو جو تکالیف پہنچتی تھیں ان کی کچھ کیفیت مجھے مسجد کی دوبارہ اقامت سے عملی طور پر معلوم ہو گئی اس کے ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نومبر کے وسط میں ابھی حالت ایسی خراب اور ردی نہیں ہوئی جیسی کہ دسمبر میں جا کر ہو گئی تھی۔ اس جہنم نما ہسپتال میں پہلی مرتبہ جو سختیاں مجھے برداشت کرنی پڑی تھیں گو وہ بھی کم مہیب نہ تھیں لیکن دوسری دفعہ جو کچھ گذرا۔ اس کے بیان کرنیکا قلم یا زبان کو یارا نہیں۔ اسی سے اس کا کچھ اندازہ کر لو کہ میں نے کئی دفعہ خودکشی کا ارادہ کیا چوتھے دن جیک سیمور بھی بیمار ہو کر مجھے آملا۔ اور ہم دونوں تسلی دلاسا دیکر ایک دوسرے کا حوصلہ قائم رکھتے رہے برانڈی اور افیون کی کسی مرکب کی چند خوراکوں سے میں ڈاکٹر کی توقع سے بھی بہت جلد صحت ہو گیا۔ اور نویں دن (۲۴۔ نومبر کو) ایک چرکس سے اس کا گھوڑا مانگ کر جو ایسا لاغر اور نحیف ہو رہا تھا کہ گھوڑوں کی سی اس کی شکل بھی نہ رہ گئی تھی۔ برفباری کے طوفان میں اپنے مورچہ کو روانہ ہو گیا۔ میں نبی طابیہ تک پہنچا تھا۔ کہ گھوڑا بیدم ہو کر گر پڑا۔ جسپر مورچہ مذکور کے سپاہیوں نے اسپر چشم زدن میں جھپٹ کر اسے ذبح کر ڈالا اور اسکے حصے بخرے کر لئے مجھے باقی کا راستہ پیدل چلنا پڑا۔ چلنا کیسا رینگنا پڑا۔ اور دو دفعہ راستہ میں گرا۔ اسہال نے مجھ میں کوئی سکت باقی نہیں چھوڑی تھی۔ دوسرے بلندیوں کے منجمد ڈھلاؤ اور دامنوں پر مضبوط سے مضبوط شخص کیلئے بھی چلنا پھرنا آسان امر نہ تھا۔ دوسری دفعہ گرنے پر مینے اٹھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ میں زندگی سے بیزار ہو رہا تھا۔ مینے خدا سے دعا کی۔ کہ مجھے اس مصیبت سے نجات بخشے برف روئی کے پنبوں کی طرح میرے اردگرد پڑ رہی تھی اور اندیشہ تھا کہ میں جلد زندہ ہی اسکی تھکون میں دب جاؤنگا کہ اتنے میں چند سپاہیوں نے مجھے دیکھ لیا اور وہ مجھکو میرے مورچہ میں چھوڑ آئے۔ دزنیوا لا تراب کمپنی کی کمان پر تھا۔ کیونکہ صرف وہی قابل کار افسر باقی رہ گیا ہوا تھا۔ لفٹنٹ آصف باش طابیہ کی خندقوں میں جہاں میری پلیٹن میری بیماری کے دنوں میں ایک دن کیلئے گئی تھی۔ شہید ہو گیا تھا۔ یہ سنکر مجھے بہت افسوس ہوا۔ ابراہیم متعدد ڈیوٹیوں اور فرائض سے کوفت زدہ ہو کر ہلکان ہو رہا تھا مینے اس سے منت کی کہ ایک دن اور کمان رکھے اور پھر کوٹھڑی میں جا کر اپنی سیدھی سادھی چارپائی پر لیٹ گیا اور سولہ گھنٹے سویا۔ مگر بُرے خوابوں سردی۔ بھوک اور بدشگونیوں سے کچھ طبیعت ہلکی نہ ہوئی۔ میری کمپنی کا ایک نوعمر سپاہی مادر مہربان کی طرح یہ سارا وقت میری خدمت کرتا رہا۔ سپاہی مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ میجر نے ایک دفعہ مجھ سے کہا تھا کہ کل ڈویژن میں تم سب سے زیادہ ہر دلعزیز افسر ہو اسکا مجھے دوسرے دن بدیہی ثبوت ملگیا۔ کل سپاہیوں نے اپنے اپنی کھانے سے چند لقمے ڈالکر میرے لئے وافر غذا جمع کی۔

اس میں مکی کا دلیا چند بسکٹیں اور تھوڑا سا بھیڑ کا اُبلا ہوا گوشت تھا یہ آخری گوشت تھا جو ہینے محاصرہ میں کھایا۔ اس غذا کے ساتھ میرا راشن بھی شامل کرنے سے اس کی مقدار خاصی ہو گئی۔ تھوڑی سی برانڈی بھی شہر کی اپنی دوست لڑکی سے مل گئی تھی اس وافر غذا اور شراب کے چند گھونٹوں سے میری طاقت عجیب طور پہ عود کر آئی اور میں نے دوسری صبح تراب سے جو برابر ۴۸ گھنٹہ نہیں سویا تھا۔ کپتنی کی کمان کا چارج لے لیا وہ چارج دیتے ہی تکان سے زمین پر گر پڑا۔ اور سپاہی اسے اُٹھا کر خوابگاہ میں لے گئے۔ اسی دن چند گھنٹے دہوپ بھی چمکی۔ دہوپ کا نکلنا نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔ ممکن ہے کہ میری سرتع صحتیابی میں اس کا بھی کچھ حصہ ہو۔ اس دن سے لیکر ہتھیار رکھدینے سے بعد کی رات یعنی پندرہ دن تک میں نے اپنے کپڑوں کو ایک دفعہ بھی نہ بدلا۔ اور نہ جسم سے اُتارا۔

میں ہسپتال میں ہی تھا کہ قارص کے فتح ہو جانیکی خبر تمام شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلگئی حتیٰ کہ بیماروں اور شفاخانوں کے مریضوں نے بھی اسے سن لیا۔ میں نے اب ۲۷۔ نومبر کو سنا کہ روسیوں نے ترکی مورچوں کے سامنے بلے نصب کر کے ان پر اشتہار چسپاں کر دیے تھے۔ ان کو جب سنتریوں نے اتار کر دیکھا تو ان میں ٹوٹی پھوٹی اور غلط شلط ترکی زبان میں یہ عبارت بخط درشت تحریر تھی۔

"قارص فتح کر لیا گیا ہے۔ اور مختار پاشا کی فوج نے ہتھیار ڈالدیے ہیں تم چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہو اور کسی طرف سے نہ تم کو مدد پہونچ سکتی ہے نہ تم باہر جا سکتے ہو۔ تمہارا شہنشاہ صلح کر لینی چاہتا ہے صرف عثمان پاشا ہی ہے جو تم کو یہاں روکے ہوئے ہے نصیحت مانو۔ ہتھیار ڈالدو۔ اور اپنی جانیں بچالو تاکہ تمہارے کنبوں کے کام آئیں اگر تم اطاعت نہیں مانو گے تو بھوک سے مر جاؤ گے۔ تم نے اپنی طرف سے پوری مردانگی دکھا دی ہے۔ اس سے کچھ اور زیادہ تم سے توقع نہیں ہو سکتی"

اسی دن روسیوں نے توپوں کی شلکیں کی تھیں اور شام کے بعد بعض مورچوں میں چمکنے والے مصالح سے فرنچ اور ترکی میں بڑے بڑے تختوں پر یہ عبارت تحریر کی تھی کہ قارص فتح ہو گیا ہے۔

ایسی بری خبروں سے عام سپاہیوں پہ برا بلکہ خطرناک اثر پڑنا لازمی امر تھا۔ مگر یہ اثر جلد زائل ہو گیا جیک دسمبر کے شروع تک مورچہ میں واپس نہ آیا۔ جسدن وہ آیا اسی شام پھر بیمار ہو گیا اور میں ساری رات اس کی تیمارداری کرتا رہا۔ کئی لمبی گھڑیاں جو کٹنے میں نہیں آتی تھیں میرا بازو اس سے تکیہ کا کام دیتا رہا مجھے خیال آیا کہ اب اس کا آخری وقت پہنچ گیا ہے۔ مگر صبح کے قریب اس کی طبیعت میں سکون پیدا ہو گیا اور وہ دوپہر تک خوب گہری نیند سویا۔ جس سے بیدار ہونے پر اس کی حالت بہت کچھ سنبھلی ہوئی پائی گئی۔ سپاہیوں نے اسکے لئے عمدہ اور وافر غذا تیار کی مگر اس میں گوشت نہیں تھا۔ جو ہمارے

پاس مطلقاً موجود نہ تھا۔ وہ صحتیاب اور بالکل چاق چوبند اور پہلے جیسا ہشاش بشاش ہو گیا۔

شہر ان دنوں ایک عظیم ہسپتال بنا ہوا تھا۔ ایک گھر چھوڑ ہر دوسرا گھر شفاخانہ بنالیا گیا تھا۔ تمام مسجدیں اور سرکاری عمارتیں بخار کے بیماروں سے بھری ہوئی تھیں۔ ایسے شہر میں جو ۱۰ ہزار باشندوں کیلئے تھا۔ اب ۸ ہزار مریض پناہگزین تھے۔ دسمبر میں بیماروں کی تعداد دس ہزار ہو گئی۔ ترک باشندے کمال مروت اور خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ اور تا بقدور ہر طرح کی امداد دیتے حتیٰ کہ بعض مستورات پردہ کو چھوڑ کر جو مذہب اور رسم نے ان کے لئے لازمی کر رکھا ہے۔ بیماروں کی تیمارداری کرتی رہیں۔ باقی رہے عیسائی باشندے۔ وہ آخر وقت تک زخمیوں اور بیماروں سے وحشیانہ سلوک کرتے رہے۔ یا کم از کم انکی کوئی دستگیری نہ کرتے۔ اور جب کبھی ان کو ایسا موقع ملجاتا۔ کہ پکڑے جانیکے اندیشے کے بغیر دغا بازی کر سکیں تو وہ برابر دغا بازی کرتے۔ روپیہ کی قیمت اس قدر گھٹ گئی تھی۔ کہ دیکھکر تعجب ہوتا تھا۔ چوسر نرد دیا اور کھیلوں میں ہم بسکٹیں داؤ پر لگایا کرتے تھے۔ اور ایک بسکٹ مالیت میں دس قرش (ایک شلنگ دس پنس) کی برابر سمجھی جاتی تھی۔ بسا اوقات بسکٹوں کے چوتھے چوتھے حصے داؤ پر لگائے جاتے۔ اور جیتنے والا اسیوقت اپنے داؤ کو چبا جاتا۔ شہر میں میں نے ایک چالاک یہودی دوکاندار سے آدھ پاؤ گوشت جو ٹین کے بکس میں بند اور مدت کا پڑا ہوا تھا۔ ۲۵ قرش کے عوض اور اسیقدر قیمت دیکر لیبگ کے کارخانہ کے ماءاللحم کی ایک پیالی خرید کی۔ ایک سگرٹ دس قرش اور ایک بیضہ بیس قرش قیمت پاتا۔ مگر ایسے سودے خفیہ کئے جاتے تھے۔ کیونکہ اشیائے خوردنی کی خرید و فروخت حکماً ممنوع تھی۔

دسمبر کے شروع میں میری کمپنی میں بشمول تین افسروں۔ سیمور۔ تراب اور میرے کے صرف نوے قابل جنگ آدمی باقی رہ گئے۔ کوئی دن نہ گذرتا تھا۔ جس میں کوئی نہ کوئی تازہ بیمار ہو کر شہر گاڑی پر نہ بھیجدیا جاتا ہو۔

ہسپتالوں میں اسقدر آدمی مرنے لگ گئے۔ کہ انکو دفن کرنے کے لئے خاص علیحدہ جماعت مقرر کیگئی تھی۔ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ کہ ۲۵ نومبر کے بعد گوشت تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ نومبر کے اختتام کے قریب راشنوں کی مقدار گھٹا دیگئی۔ چنانچہ ۷ دسمبر تک ہمکو روزانہ راشن میں بے مزہ سی مکی کی روٹی وزنی آدھ پاؤ اور تھوڑی سی مقدار مکی کے پتلے دلیے کی جو نمک نہ ہونیسے سخت گھناؤنا ذائقہ رکھتا تھا۔ ملتی رہی یعنی ہم کو آٹھ پہر میں صرف اتنی غذا ملتی تھی۔ جو ایک معمولی قد و قامت کے انگریز کے ناشتہ سی بھی کم تھی تمباکو عرصہ کا ختم ہو چکا ہوا تھا۔ میری دوست لڑکی نے ایک دفعہ میرے لئے کہیں سے دو سگرٹ بہم پہنچائے میں نے انکو آدھا آدھا کر کے ایک ٹکڑا خود لیا۔ اور باقی تینوں سیمور۔ تراب۔ اور لقال کو دیئے۔ ایک کرنیل تمباکو کا

ایسا عادی تھا۔ کہ وہ دونوں سگرٹ بخوشی بپچاس قرش دیکر مجھ سے خرید لیتا۔ جہاں تک مجھ کو علم ہی چائے کا ایکتولہ بھی شہر یا کمپ میں موجود نہ تھا۔ ان سے پیکر جبکہ میں آخری دفعہ ویڈن شہر کو گیا تھا اور ڈورنیس نے مجھے ایک پیالہ چاء دی تھی۔ ہتھیار ڈالدینے کی شام تک جبکہ روسی افسروں نے چاء سے میری تواضع کی میں ایک مرتبہ بھی چاء نہ دیکھی تھی۔ ترک چاء نہیں پیتے۔ مجھ کو کئی ایسے شخص معلوم تھے جنہوں نے مدت العمر میں آج سے چکھا تک نہیں تھا۔ باقی رہا قہوہ وہ بھی نمارد ہو گیا تھا۔ یا کم از کم ہمارے لئے ندارد تھا۔ کیونکہ سنا جاتا تھا۔ کہ اعلیٰ افسروں کو اب بھی گاہ گاہ اسکی ایک آدہ پیالی ملجاتی ہے۔ میرے ایک دوست کو کہیں سے اس کی خفیف سی مقدار ملگئی۔ اور اس نے اس نعمت عظمٰے کو چمچوں سے اپنے احباب میں تقسیم کیا جس شخص کے پاس ایک پیالی قہوہ ہوتا۔ وہ اس کی منہ مانگی قیمت لے سکتا تھا۔ مگر روپیہ بھی ان دنوں میں دوسری چیزوں کیطرح ناپید ہو گیا تھا۔ اپنے مورچہ میں بریگیڈیر کے سوائے غالباً میں ہی ایک شخص تھا جس کے پاس نقدی موجود تھی۔ جب میں پلیونا میں پہنچا تھا۔ تو اسوقت میرے پاس ساٹھ پونڈ تھے۔ ان میں سے اگست کے اخیر تک دس یکم ستمبر سے ۴۴- اکتوبر تک پندرہ اور بدوران حصار تیس پونڈ خرچ کئے کہا جاتا تھا کہ احمد حفظی پاشا اسی ہزار اور شفقت پاشا ایک لاکھ پونڈ ساتھ لائے تھے۔ اکتوبر میں ہم کو تنخواہ میں نقد روپیہ ملا تھا۔ جس سے ہم سب کو بہت حیرانی ہوئی تھی۔ مگر یہ دستور جلد بند ہو گیا۔[۱] ایندہن قطعاً مفقود تھا۔ کمپ کے جنوبی اور مغربی حصوں میں پھلدار درختوں اور انگوروں کو جڑوں سے اکھیڑ کر ایندہن بنالیا جاتا تھا۔ ابتک یہ درخت مشیر کے حکم سے بچے رہے تھے۔ مگر ضرورت کے سامنے کسی حکم کی پیش نہیں جاتی۔ انکی شاخیں اور جھاڑیاں کبھی کبھی ہمیں بھی بھیجدی جاتی تھیں۔ جنگلے ساتھ ہم خشک گھاس اور پودے۔ مکی کے ڈنٹھل۔ چوبی سامان کے ٹکڑے۔ خوابگاہوں کی چھتوں کے تختے (گو ہم جانتے تھے کہ ان تختوں کے کھینچ لینے سے کوٹھڑیوں کے گرپڑنے کا خطرہ ہے جس سے ہماری آسائش اور حفاظت میں سخت خلل آئیگا)، ہر ایک ایسی قسم کی ٹوٹی پھوٹی چیزیں جو جل سکتی ہوں۔ کوڑا کرکٹ اور کبھی کبھی

[۱] ان کے حدود کے اندر جو روسیوں کے محاصرہ میں تھیں۔ نقدی کی کچھ رقم ضرور موجود تھی۔ جو بدوران محاصرہ ایک پیسہ کم یا زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اس رقم کی مقدار دو لاکھ پونڈ یعنی فی کس چار پونڈ تصور کرتا ہوں۔ تاہم روپیہ دن بدن کمیاب ہوتا گیا حتیٰ کہ وہ دسمبر میں قریباً ناپید ہو گیا۔ اس کی وجہ میرے قیاس میں صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ہر ملک اور قوم میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو بہر حال خواہ روپیہ کے عوض کوئی چیز نہ بھی دستیاب ہو سکتی ہو یا وہ بخیلانہ چاہیں روپیہ کو جمع کرتے رہتے ہیں۔ اسکی مجھے ایک مثال بھی معلوم ہے۔ ایک افسر نے اپنی مختلف اشیاء کی فروخت سے اسی پونڈ جمع کئے تھے۔ جو بعد میں روسیوں نے اس سے چھین لئے۔ اس نے چند فلالین کی قمیصیں دس پونڈ کو بیچی تھیں۔ مصنف

کسی چھکڑہ کو خود توڑ کر اس کے ٹکڑے بنا لیتے تھے۔ اور ان سے ایندھن کا کام لیا کرتے تھے۔ پھر بھی بعض وقت آگ نہ ہونیکی وجہ سے ہم کھانے کے لئے کچھ نہیں بنا سکتے تھے۔ آگ کی عدم موجودگی کا ایسی حالت میں جبکہ تھرمامیٹر کا پارہ منجمد ہونیکے درجہ سے نیچے گرا ہوا ہو۔ اور حرارت بخش مشروبات کا ایک قطرہ بھی روپیہ کے عوض یا بطور احسان کسی طرح دستیاب نہ ہو سکتا ہو۔ جو کچھ مطلب ہو سکتا ہو۔ اُسے میں ناظرین کے قیاس پر ہی چھوڑے دیتا ہوں۔ ایک یا دو مرتبہ بقال جو پہلے سے بھی زیادہ تھک ہو رہا تھا۔ اور اسکی طبیعت کی تیزی ہو رہی تھی میں مشکلات کے حسب حال اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ پلٹن کیلئے کوئلہ کے چند ڈول لے آیا مگر اس چیز کا کوئی گدام موجود نہ تھا۔ نہ وہ باقاعدہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ مخالف کے سنتریوں کو قتل کرنا پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ کام بزدلانہ اور وحشیانہ سمجھا گیا تھا۔ تاہم ہمارے مورچہ کے چند جرکس بیپٹ کے بل رینگتے ہوئے سنتریوں تک پہنچ گئے۔ اور یکے بعد دیگرے کئی سنتریوں کو قتل کر کے روسیوں کی ایک بعید ی چوکی سے لکڑیوں کے چند گٹھے اور کچھ موٹے موٹے ٹکڑے اُٹھا لائے۔ ہم نے ان کو جلا کر خوب آگ تاپی جس کا کمپ میں کئی دنوں تک چرچا رہا۔ ہم نے جا بجا زمین کو کھودا۔ کہ شاید درختوں کی جڑیں مل جائیں۔ مگر اس میں کامیاب نہ ہوئے۔

صابن کا ہمارے پاس نام ونشان نہ تھا ہمیں نرم مٹی سے منہ ہاتھ دھویا کرتا تھا۔ بتیاں ہمیں نہایت کفایت سے برتنی پڑتی تھیں۔ بسا اوقات مصنوعی روشنی کیلئے ہمارے پاس کوئی سامان نہیں ہوتا تھا۔ دیا سلائی کے بکسوں کی ایسی قلت تھی۔ کہ آگ روشن کرنے کے لئے کارتوس جلائے جاتے تھے جس چیز کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ گولہ بارود اور کارتوس تھے جنہیں ہم کھا نہیں سکتے تھے۔ گو اسوقت بعض کمال عجیب وغریب چیزیں بھی ہم ہضم کر لیا کرتے تھے۔ آوارہ گرد کتے بیسیوں مرتے تھے۔ بھیڑیئے قرب وجوار میں نمودار ہو گئے دیسی اور جنگلی کوؤں کا شکار کیا جاتا تھا۔ جن کا گوشت نہایت لذیذ سمجھا جاتا تھا۔

ہمارے کپڑے پارہ پارہ ہو گئے تھے۔ صرف گران کوٹوں پر انسانی پوشاک ہونیکا کچھ قیاس ہو سکتا تھا۔ نومبر کے آخر میں وردیوں اور وردیوں کے نیچے پہننے کے کپڑوں کا ذخیرہ پلیونا میں ختم ہو گیا تھا۔ مجھ کو بعد میں معلوم ہوا کہ اکتوبر کے آخری حصہ میں یعنی ٹھیک اسوقت جبکہ مخالف کی صفوں میں سے گذرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ ارخانیہ سے ایک فوجی دستہ کے ہمراہ چالیس ہزار جوڑے بوٹوں کے اور بیس ہزار سموری گلوبند بھیجے گئے تھے۔ ان چیتھڑوں پر جو ہمارے جسموں کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ اضافہ کرنے کے لئے سب قسم کے اختراعات اور تدابیر سے کام لیا گیا کچے چمڑے کاغذ اور ٹاٹ کے کپڑے بنائے گئے۔ سرہانوں میں گھاس اور خشک پتے بھر کر انہیں جسم کے اردگرد باندھ دیا جاتا۔ نہے خوش نصیب وہ جنہیں کسی عورت کا کرتا یا لہنگا مل گیا۔ ضرورت نے قوت اختراع کو

ایسا تیز کر رکھا تھا۔ کہ اسے فی الفور جاکٹ یا قمیص بلکہ پائجامہ بھی بنا لیا جاتا تھا بعض آدمیوں کی پوشاکوں میں زنانہ استعمال کی پانچ پانچ چھ چھ چیزیں پائی جاتی تھیں۔ ترکی مستورات کے پائجامے تک بڑی خوشی سے پہن لئے جاتے تھے۔ کپڑوں کی مرمت اور ان پر جوڑ لگانے میں بعض سپاہی نہایت ماہر ثابت ہوئے ہمارے مورچہ کا ایک سپاہی جو واقعی افلاطون ثانی تھا۔ اس فن میں ایسا مشہور ہوا۔ اور اُسے اسقدر کام کرنا پڑتا تھا۔ کہ باقی تمام فرائض سے اس کو سبکدوش کر دیا گیا۔ اکثروں کے لباس مختلف رنگوں اور پارچوں کا مجموعہ بنے ہوئے تھے پیوندوں کی تہ در تہ میں اصل پارچہ کا بمشکل پتا چلتا تھا۔ روسی اور رومانوی وردیوں کی جولا تیروں سے اُتار لیجاتی تھیں بہت مانگ تھی۔ اکثر ترکوں نے اپنے ترکی گران گوٹوں کے نیچے مکمل ہی وردیاں پہنی ہوئی تھیں۔ بوٹوں کی ایسی دھجیاں اڑ گئی تھیں۔ کہ وہ بمشکل یکجا رہ سکتے تھے۔ جا بجا ان پر اسقدر ٹانکے اور جوڑ لگے ہوئے تھے۔ کہ انسان یہ نہیں تمیز کر سکتا تھا۔ کہ اصل چمڑہ کہاں ختم ہوتا ہے۔ اور پیوند کہاں سے شروع ہوتے ہیں کچے چمڑوں سے عجیب غریب شکل و وضع کی پاپوش تیار کیگئی تھیں۔ جو پاؤں کو بہت تکلیف دیتی تھیں خوش قسمتی سے میرے پاس دو بوٹ موجود تھے۔ جو میں برلن سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اور انمیں سے ایک ابھی خاصی حالت میں تھا جرابیں اور موزے قطعاً ناندارد تھے۔ پاؤں کے گرد چیتھڑے لپیٹے جاتے تھے۔ اُن فوجوں کی پاپوشیں اور چرمی گیٹر (گیٹس) جنگی وردی ذوالعوفی طرز کی تھی معمولی قسم کے یورپین بوٹ سے عمدہ سمجھے جاتے تھے۔ برف پر ان سے چلنے پھرنے میں چنداں خطرہ نہ ہوتا۔ اور پاؤں کو بھی نسبتاً آرام پہنچتا تھا۔ سڑکوں اور پگڈنڈیوں کی ناگفتہ بہ حالت پر بوٹوں کی خستگی سوئے پر سودرے کا کام کر رہی تھی۔ البتہ جب برف کھیتوں پر خشک ہو جاتی تھی۔ تو چلنے پھرنے میں کم تکلیف ہوتی۔

سپاہیوں اور افسروں دونوں میں باہمی رفاقت۔ عام ہمدردی اور نوازش آمیز برتاؤ کا ایسا پاس تھا۔ کہ اس کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔ آپس میں جھگڑا تنازعہ بہت ہی کم اور شاذ و نادر ہوتا۔ اشد سختی کیجاتیں بھی نظام اور ترتیب میں بہت تھوڑا فرق آیا۔ حصار کے آخری نصف حصہ میں ایسی مشکل اور کمال سخت آزمائش کے زمانہ میں امن قائم رکھنے کیلئے جو نہایت ضروری چیز تھی۔ ہیڈ کوارٹر سے جو جابرانہ احکام صادر ہوتے تھے۔ ان پر عمل کرنے کی بمشکل کبھی احتیاج پڑی۔ مگر ساتھ ہی وہ فوج کو یہ جتا دینے کا کام دیتے تھے کہ وہ ایک مستقل مزاج اور آہنی پنجہ کے زیر فرمان ہے۔ عدول حکمی اور گستاخی کے مقدمے شاذ و نادر ہوئے علانیہ سرتابی سازش یا پہلے سے سوچ سمجھکر بغاوت کرنیکا ایک بھی وقوعہ نہ ہوا جن پلٹنوں میں افسر اپنے سپاہیوں میں ہر دلعزیز تھا۔ انمیں احکام و نصیحت کی پوری جاں نثاری کیساتھ کسی طرح کی حجت یا چون و چرا کے بغیر تعمیل کیجاتی تھی۔ ذرا افسر کی ذراسی مہربانی اور مشفقانہ غور و پرداخت کے عوض سپاہی اسپر جان نثار کرنیکو تیار

پائے جاتے۔ مگر اب کمپ سے لوگ فرار ہونے شروع ہو گئے۔ میری کمپنی سے دو آدمی بھاگ گئے۔ وہ دونوں رنگروٹ تھے جو دوسری لڑائی کے بعد اس میں شامل کئے گئے تھے۔ روسیوں کا یہ بیان بالکل غلط ہے۔ کہ ترکی کمپ سے جوق درجوق سپاہی بھاگ گئے۔ چرکسوں کے سوائے کلہم زیادہ سے زیادہ دوسو سپاہی اوّل سے لیکر آخر تک مفرور ہوئے تھے۔ یعنی ساڑھے چار مہینوں میں بالاوسط فی پلٹن تین آدمی یا بالفاظ دیگر فی ماہ فی ہزار ایک سپاہی مفرور ہوا مجھے پختہ یقین ہے۔ کہ ان بہادروں میں سے جو عثمان کیساتھ دیڈن سے پلیونا آئے تھے۔ ایک آدمی بھی نہیں بھاگا تھا۔ محاربہ سردیا کے یہ جانباز سپاہی اپنے پیارے لیڈر پر دل وجان نثار تھے۔ اور ان کو اس پر پورا بھروسہ اور یقین تھا اسبارہ میں صرف وہی فوجیں جو ستمبر اور اکتوبر میں صوفیا سے آئی تھیں زیادہ تر خطا کار پائی گئیں۔ اور ان میں سے بھی سب سے بڑھکر مستحفظ پلٹنیں۔ چرکس تقریباً کلہم چلدیئے اور ان کے رسالے توڑ دیئے گئے۔ ۲۴۔ اکتوبر کو ان کے بارہ رسالے تھے۔ ۱۰ دسمبر کو ان میں دوسو سے زیادہ نہ رہ گئے۔ ان نیک بختوں کو کل فوج ہمیشہ کمال حقارت اور بے اعتباری کی نگاہ سے دیکھتی رہی۔ اور ان کو ناقابل اصلاح سمجھتی تھی۔ کوئی افسر بھی ایسا نہ تھا جو دل سے یہ دعا نہیں مانگتا تھا۔ کہ کاش کے ترکی فوج میں ان کا کبھی قدم ہی نہ پڑتا۔ یہ لوگ عثمانیہ فوج کے لئے دوامی ملامت کا باعث تھے۔ انہی کی طفیل بہادر دیانتدار اور تربیت یافتہ سپاہیوں کو دنیا کیطرف سے وہ نام ملتا ہے جس سے اخبار بین نہایت نفرت کیساتھ ناک بھوں چڑھا لیتے ہیں۔ باشی بزوقوں کے مفروضہ مظالم کی من گھڑت داستانوں کا مصالح انہی حضرات کی کرتوتوں سے بدنام کنندگان کو ملتا تھا چوری کی تو انکو ایسی دہت ہے کہ الاماں۔ بالکل بے حیثیت جھونپڑیوں کا خفیہ سے خفیہ مقام انکی عقابی نگاہوں اور طامع انگلیوں سے محفوظ نہیں تھا جسطرح بلی کو گوشت کی بو آجاتی ہے۔ اسی طرح انکو ایسی جگہوں کی جہاں لوگ اپنا قدرے قلیل سامان رسد چھپا کر رکھتے تھے بو آجاتی تھی۔ غذا کپڑا۔ روپیہ کوئی چیز ان کے دست برد سے نہ بچتی تھی۔

قواعد اور تعزیروں کے باوجود غلاظت کا کوئی حد پایان نہ تھا۔ مگر میری رائے میں ایسے حالات میں اس قباحت سے کوئی چارہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

فاقہ وتکلیف کے باوجود فوج کے دل مضبوط اور حوصلے قائم تھے بلکہ وہ خوشحالی اور فتحیابی کے زمانہ کی نسبت زیادہ ہشاش بشاش تھے کیونکہ ایسے وقت میں ترکوں کو رضا وتقدیر پر شاکر رہنے کا قومی خاصہ بہت ہی مدد دیتا ہے۔ ایک خیال سے ہمیں بہت تقویت ملتی رہی۔ اور اسی سے آخری دن تک ہمارے حوصلے قائم رہے سو وہ یہ تھا۔ کہ "امدادی فوج" عنقریب پہنچا چاہتی ہے۔ اور جب وہ آئی۔ تو ہم روسیوں کی وہ بھگت سنواریںگے۔ جو قیامت تک نہیں نہ بھولیگی۔ اللہ اکبر ہم کیسی بےصبری کیساتھ اس کی راہ تکتے اور اسکا

انتظار کرتے رہے ہم اسپر کیسی کیسی امیدیں قائم کئے بیٹھے تھے۔ اور اکثر مسلمان کیسے خلوص و الحاح کیساتھ اسکے جلد پہنچنے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ جنوبی مورچوں میں ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی تھی۔ کہ وہی دربانوں کی نوکری پر لگایا جائے۔ تاکہ سب سے اول وہی نجات دہندگان کی آمد کی خوش خبری سنانیوالا ہو۔ دن میں ہزار بار یہی سوال پوچھے جاتے تھے۔ کریشن سے کوئی خبر آئی؟ ارخانیہ کی سڑک پر کیا کوئی دھواں دیکھا گیا ہے؟ کیا جنوب کیطرف توپوں کے چلنے کی کوئی آواز سنائی دی ہے۔؟ ہماری طرف کے موپچے تار کے ذریعے ہر وقت اسی کے متعلق استفسار کرتے رہتے۔ اور دلشکن جواب دہرا دہر برقی گھوڑوں پر سوار ادہر ادہر دوڑتے رہتے۔ کئی دفعہ جھوٹی خبریں اڑیں۔ جن سے بعد میں پہلے سے بھی زیادہ مایوسی چھا جاتی۔ ہم ہر ساعت ایک دوسرے سے کہتے۔ وہ کل ضرور پہنچ جائیگی۔ ممکن نہیں کہ وہ اور زیادہ دیر کرے صبح ہوتی اور ہم سارا دن انتظار و تردد بے یقینی اور بے چینی میں لحظہ لحظہ گنتے ہوئے بسر کر دیتے وہ انگریز ہماری کیوں مدد نہیں کرتے۔ ہم کو انکی امداد پر پورا یقین تھا۔ اور انہوں نے ہماری مدد کرنیکا وعدہ بھی کیا تھا۔ اب وہ کیوں ہمیں گرفتار بلا کر کے الگ کھڑے ہو رہے ہیں؟ کیا وہ روسیوں سے ڈرتے ہیں ان سوالات کا ہر وقت تانتا لگا رہتا تھا۔

کمک کے سلسلہ تار برقی کے متعلق میں ایک عجیب واقعہ کا یہاں ذکر کر دینا ضروری تصور کرتا ہوں نومبر کے اخیر میں ایک دن جبکہ موسم چند گھنٹوں کے لئے صاف اور زمین خشک تھی میں نے خیال کیا کہ کچھ دور چلنا میری صحت کیلئے بہتر ہوگا۔ میں چھٹی لیکر بوکووا کے مورچوں میں سے ایک کی طرف جہاں میرا ایک دوست مقیم تھا چلدیا۔ دوست مذکور مجھے "تار گھر" لیگیا۔ تار اسوقت فارغ تھی اور مورچہ کا کمانڈر جو وہ نہ تھا تار والے نے ہماری پاس خاطر سے دوسرے تار گھر سے جو غالباً پرتو طابیہ میں تھا۔ دریافت کیا۔ کیا کوئی تازہ خبر ہی وہاں سے حسب ذیل جواب آیا۔ "ایک انگریز جو غیر فوجی لباس پہنے ہوئے ہے۔ سفید جھنڈی کی پناہ میں داخل ہوا ہے۔ اور اسوقت مشیر کیساتھ باتیں کر رہا ہے۔ اسکے آنیکا مدعا ہمیں معلوم نہیں ہوا۔ دوسرے دن عثمان پاشا نے مورچوں کا معائنہ کیا۔ یہ بالکل غیر معمولی امر تھا۔ کیونکہ پاشا موصوف بذات خود کچھ ایسے زیادہ مستعد نہ تھے۔ یہ جنٹلمین (انگریز) اُنکے ہمراہ تھا۔ اور ہیڈ کوارٹر کا ایک افسر بطور ترجمان کام دیتا رہا تھا۔ اسدن سخت دہند اور کوہر تھی۔ مجھے اس انگریز کا نام نہیں معلوم ہوا۔ نہ اسکے آنیکا مطلب۔ نہ یہ معلوم ہوا کہ اسکا آخر انجام کیا ہوا

میری بیماری کے دوران میں روسیوں نے چند دن قلب کے مورچوں (ابراہیم۔ عمر۔ عطوف و احتیاط طابیات) اور پانتر۔ مورچوں اور دوپل پر سخت گولہ باری کی تھی۔ پل پر گولے مینہ کی طرح برسائے گئے مگر اسے ایک گولہ بھی نہ لگا۔ یہ خاص عنایت ایزدی تھی۔ کیونکہ چند گولوں کے ٹھیک موقعہ پر لگنے سے یہ پل

خوبصورت شکل کا بوسیدہ سنگی پل فی الفور منہدم ہو جاتا۔ گولہ باری ۲۰۔ نومبر کو بند ہوئی جس تاریخ سے
۸۔ دسمبر تک فریقین نے بہت کم شیل پھینکے۔ اور لڑائی تو مطلقاً نہ ہوئی۔

تین مرتبہ میری پلٹن باش طابیہ میں بھیجی گئی۔ اب روسی خونی باتری پر قابض تھے۔ رومانوی فوج کا حصہ
شمیر مغرب کی طرف بھیجدیا گیا تھا۔ جہاں چند دن اسنے او پانستر مورچوں پر سخت گولہ باری کی۔ باش طابیہ
میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہ گذرا۔ دونوں طرف سے ہر ایسے شخص کو بدستور سابق فی الفور بندوق کا نشانہ
بنایا جاتا رہا جس کے جسم کا ذرا سا حصہ بھی نظر آجاتا تھا لیکن واقعی لڑائی کوئی نہ ہوئی۔ در حقیقت ۱۹-۱۱ اکتوبر
کے جانگداز معرکہ کے بعد غنیم نے حملہ کرکے باش طابیہ کو فتح کرنیکی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ اور ترکی کمانڈروں
کو ایک دفعہ ہی قطعی حکم مل چکا تھا کہ خود ہرگز ابتدا نہ کریں۔ باش طابیہ میں نوکری دینے کی یہ تاریخیں تھیں ۲۶
نومبر و ۳ دسمبر و ۱ جبکہ ہر مرتبہ چوبیس چوبیس گھنٹے رہنا پڑا۔ اور ۸ دسمبر جبکہ صرف چار گھنٹے رہے۔ آخر الذکر تاریخ کو
روسیوں نے دوبنی کے گارڈ (محافظ دستہ) کو اچانک آدبوچنے کی ناکام کوشش کی۔ حصار کے دوسرے
نصف حصہ میں الغفتری کی صرف یہ لڑائی ہوئی۔ ۸ کو خفیف گولہ باری ہوئی۔ ۹ کو بالکل نہ ہوئی۔

ورنہ ہماری حالت بالکل ابتر اور اتم مایوسانہ ہوگئی تھی۔ پلیونا کیمپ ایک وسیع قبرستان بن رہا تھا اور شہر
اس کا درمیانی مردہ خانہ تھا۔ چالیس ہزار سپاہیوں کی فوج۔ سردی۔ فاقہ اور بیماری سے بتدریج ضائع ہو
رہی تھی۔ ایسا کوئی شخص نہ تھا جسے نقاہت۔ بخار۔ اسہال۔ وجع مفاصل۔ لرزہ۔ سوزش حلق۔ دق۔
نمیدہ زخم۔ سوزش برف۔ شکستگی اعضاء۔ الغرض کچھ نہ کچھ روگ نہو۔ سینکڑوں جانیں ایک ہیضہ کی قسم
کی بیماری اور متعدی انفلوانزا (مہلک زکام) کی نذر ہوئیں۔ چیچک۔ وبائی بخار اماس حلق۔ بلکہ جذام
اور دیوانگی سے بھی کچھ آدمی مریض ہوئے۔ ایسی صورت میں یہ امر تو بالکل خفیف معلوم ہوتا تھا۔ کہ
جوئیں وغیرہ ہمارے جسموں کو نوچ نوچ کر کھائے جا رہی تھیں۔

نومبر کے آخری حصہ میں ایکدن میرے میجر نے مجھے۔ اخبارات ٹائمز۔ ڈیلی نیوز اور سٹینڈرڈ کے کچھ پرچے دیئے
کچھ دن پہلے روسیوں نے قاصدوں کے ہاتھ اخبارات کے چند پارسل بھیجے تھے۔ یہ اخبار انہی پارسلوں میں
سے تھے۔ چند پارسل گرینڈ ڈیوک نے ابراہیم طابیہ کو۔ اور باقی گورنر گو کیلئے دوبنی کو بھیجے تھے۔ مشیر نے اس نوازش
کا ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا تھا۔ کہ اخبارات جاڑے کی لمبی راتوں میں ہمارے لئے بہت مفید ہونگے۔ میں نے
ان میں پڑھا کہ قارص کو روسیوں نے ۱۷۔ نومبر کو حملہ کرکے ۱۸۔ نومبر کو فتح کیا تھا۔ سلیمان پاشا زاروہج کی فوج
کی سد کو جو اس کے راستہ میں حائل تھی توڑنے میں کامیاب نہ ہوا۔ اور رؤف پاشا درہ شپکا سے نہیں
گذر سکا اور وہ اب بلقان میں برف پڑ جانے سے اپنی جگہ پر بیکار بیٹھا ہوا ہے غرضکہ مختصر اخبارات کے مطالعہ سے

صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ کہ سلطنت عثمانیہ اب نزع کی حالت میں ہے۔ اور آخری دم توڑ رہی ہے میں نے ان کو کالم بکالم بڑے شوق اور غور کے ساتھ اس غرض کیلئے پڑھا۔ کہ شاید کسی جگہ اسکا کوئی اشارہ درج ہو۔ کہ انگلستان اپنے قدیم رفیق کی دستگیری کرنے والا ہے۔ مگر بے فائدہ۔ برطانیہ اپنے ہاتھ بغل میں دبائے ہوئے تھی۔ اور برطانوی شیر ببر اپنی پونچھ بڑے مزے اور بے فکری کے ساتھ ٹانگوں میں ہلا رہا تھا۔ اور یورپ حیرت زدہ اور مبہوت ہو کر قریب المرگ ملک کے شاندار مقابلہ کو دیکھ رہا تھا۔ روس۔ رومانیا۔ اور مانٹی نگرو اس کو معدوم کرنے کے لئے متفق ہو کر کارروائی کر رہے تھے۔ سرویا اور یونان اپنے مغلوب دشمن کو ایسے وقت چند لاتیں لگانے کا انتظار کر رہے تھے۔ جبکہ وہ ایسا امر بلا خوف و خطر کر سکیں۔ مگر اس مصیبت زدہ ملک کی امداد کے لئے دنیا کی قوموں میں سے ایک نے بھی ہاتھ اونچا نہیں کیا تھا۔ اس مہیب تاریکی میں سوائے اس روشنی کے جو ہمارے سینوں میں جل رہی تھی۔ اور جسے موت کے سوائے اور کوئی چیز نہیں بجھا سکتی تھی۔ اور کسی طرف کوئی روشنی دکھائی نہیں دیتی تھی۔

ان تمام مصائب کے باوجود جو چاروں طرف سے ہم پر امڈی چلی آتی تھیں۔ کل کیمپ میں ایک ہی آواز سنائی دیتی تھی۔ کہ "ہتھیار نہیں ڈالینگے"۔ قریباً دو مہینے کی واقعی بیکاری سے ہم بہت اکتا گئے تھے۔ اور ہمارے دل دست بدست لڑائی کے لئے سخت بیتاب ہو رہے تھے ہم چاہتے تھے۔ کہ میدان جنگ میں مردانہ وار فتح و شکست کا فیصلہ کیا جائے۔ دن بدن اور ساعت بساعت ہم پر یہ امر زیادہ واضح ہوتا جاتا تھا۔ کہ اس آہنی حلقہ کو توڑنے کے لئے جو ہمیں غلام بنائے ہوئے ہے۔ آخری جان توڑ کوشش کرنا سخت ضروری اور لازمی ہے۔ لڑائی کیواسطے ہم بیحد بیکل ہو رہے تھے۔ اور نومبر کے آخری دن جب فوج کو یہ اطلاع دی گئی کہ اگر راشن اسی موجودہ مقدار میں جس سے کم کرنا ممکن ہی نہیں تھا تقسیم کیا جائے۔ تو بھی صرف پندرہ دن کی خوراک باقی ہے تو یہ بیکلی اور بیتابی انتہائی درجہ تک پہنچ گئی۔ قحط اور بیماری وغیرہ کے ہوائی اور غیر قابل محسوس بھوتوں سے لڑائی کرنیکے بجائے جنکو ہم بالکل نہیں پکڑ سکتے تھے۔ گوشت و پوست رکھنے والے دشمن سے شمشیر بازی کرنیکی خواہش آخر ایسی بڑھ گئی۔ کہ اگر بفرض محال عثمان فوج کی اس خواہش کے مطابق عمل نہ کرتے۔ تو کھلم کھلا بغاوت ہو جاتی۔

یکم دسمبر کو وہ تمام افسر جو ڈویژنوں۔ بریگیڈوں اور رجمنٹوں کے کمانڈر تھے جنگی کونسل کیلئے طلب کئے گئے اور تاریخ مذکور کو دوپہر کے وقت ہمارے میجر نے اپنی بلیٹن کے تمام افسروں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ان سے کہا۔ کہ کرنیل نے اسے مندرجہ ذیل سوالات پر ہماری رائے دریافت کرنیکا حکم دیا ہے۔ انہی سوالات کا جنگی کونسل کو تصفیہ کرنا تھا۔ اور وہ یہ تھے۔ کیا ہم رسد کے ختم ہونے تک پلیونا میں رہیں۔ اور پھر جب کھانے کو کچھ نہ رہ جائے تو دشمن کی اطاعت قبول کر لیں۔ یا ہم محاصرہ کی صفوں کو چیرنے کی جان توڑ کوشش کریں۔؟

نیزہ افسروں میں سے گیارہ نے پہلے سوال کے جواب میں "نہیں" اور دوسرے کے جواب میں "ہاں" کہا اور دو نے پہلے کے جواب میں "ہاں" اور دوسرے کے جواب میں "نہیں" کہا۔ تراب اور بینے کثرت کی طرف رائے دی۔ سیمورا ابھی تک بیمار تھا۔ وہ شاید دوسرے دن ہسپتال سے مورچہ میں آیا۔

ماتحت افسروں کی یہ رائے لیکر ہمارا کرنیل ہیڈ کوارٹر کو گیا۔ جہاں سے وہ شام کیوقت پژمردہ خاطر واپس لوٹا۔ میجر کی زبانی ہمیں معلوم ہوا۔ کہ آج کونسل کوئی تصفیہ نہیں کر سکی کل پھر اجلاس ہو گا۔

عثمان پاشا بذات خود حملہ کرنیکی رائے کے مؤید ہیں۔ مگر افسر اس خوفناک خونریزی کی ذمہ داری جس کا لڑائی میں ہونا یقینی امر ہے۔ اپنے سر لینے سے جھجکتے ہیں عثمان پاشا نے اپنی تقریر حسب ذیل ارشاد فرمایا تھا۔ اس کوشش کی کامیابی کی امید بہت ہی موہوم ہے۔ اسکی نسبت کوئی شخص دہوکہ میں نہ ہے۔ تاہم میرے خیال میں ہمارے ملک کی عزت اور ہماری فوج کی نیکنامی آخری جانگداز کوشش کئے جانے کی متقاضی ہے۔

۸ دسمبر کو کونسل پھر جمع ہوئی۔ اور شام کو ہمیں معلوم ہوا۔ کہ اس نے اتفاق رائے سے حملہ کئے جانیکا فیصلہ کیا ہے۔ کونسل میں اقرار نامہ لکھا گیا جس پر ارکان مجلس نے دستخط کئے ۳ دسم اور ۵ دسمبر کو کونسل پھر تین مرتبہ حملہ کی جزئیات پر بحث کرنے کے لئے جمع ہوئی۔ اب کمپ میں ہر ایک کی نظر اسی پر لگی ہوئی تھی۔ کہ کس طرف سے حملہ کئے جانیکا فیصلہ ہوتا ہے۔ ۵ کو جب ہم نے سنا۔ کہ دوبنک کے راستہ حملہ کرنیکا تصفیہ ہوا ہے۔ تو ہم سب نے مشیر کی دانائی کا اعتراف کیا۔ کیونکہ ارخانیہ سڑک پر گورکو کے ماتحت غنیم کی ایسی زبردست فوج مقیم تھی۔ کہ اس طرف کامیابی کی ذراسی امید بھی نہ تھی۔ اور دوبنک کا راستہ اختیار کرنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ تھا۔

مشیر کا ارادہ تھا۔ کہ دریا عسکرہ کو بمقام محلہ طہ عبور کر کے برکووتزا جایا جائے۔ پھر وہاں سے درہ غنتری کے راستہ صوفیا جا کر محمد علی کی فوج سے ملجائیں۔ اگر اس ارادہ میں کامیابی ہو جاتی۔ تو ویڈن کی فوج اور تیزرہ دستے بھی جو سرویا کی حد پر مقیم تھے صوفیا میں جمع ہو جاتے جہاں حسب ضرورت کام دینے کیلئے ۴۰ سے ۵۰ بٹالینوں تک کی فوج موجود ہو جاتی۔ اگر رؤف پاشا کی شپکا والی فوج بھی مل جاتی تو مشرقی رومیلیا کی حفاظت کیلئے دو سو بٹالینوں بستر رسالوں۔ اور تین سو توپوں کا عسکر جسکا تین چوتھائی حصہ آزمودہ کار اور سخت جان سپاہیوں کی فوج کا موجود ہو جاتا۔ عثمان کا خیال تھا۔ کہ بصورت کامیابی صوفیا کو خالی کر کے سارا زور مشرقی رومیلیا کے بچانے پر لگایا جائے۔

لڑائی کی توقع سے سپاہیوں کی طبیعتوں پر جو ساحرانہ اثر پڑا۔ ناظرین اس کا اپنے دماغ میں کوئی

اندازہ نہیں کر سکیں گے۔ لڑائی کے شوق اور فتح کی امید نے ہمیں سرمست بنا دیا۔ ہماری طبیعتیں مسرور بلکہ مبتہج ہو گئیں۔ بیمار بھلے چنگے ہو گئے۔ تمام دردیں اور دکھ کافور ہو گئے۔ اور زخم تک ایسے معلوم ہوتے تھے۔ کہ خود بخود مندمل ہو گئے ہیں۔ اور افسروں کو تاکید کیگئی۔ کہ سپاہیوں کی شگفتگی میں فرق نہ آنے دیں چنانچہ ہم نے اس بارہ میں حتی الامکان سچے دل سے کوشش کی۔ ان چند دنوں میں میں نے اسقدر بحواس کی۔ کہ بلا استثنا ان موقعوں کے بھی (جو بدقسمتی سے بکثرت پیش آئے) جبکہ میں دام محبت میں گرفتار ہوتا یا مجھے قرض لینے کا انتظام کرنا پڑا۔ باقی عمر میں مجھے کبھی اتنی بیہودہ باتیں نہ کرنی پڑیں جیک کی پرجوشی مسرت و خوشی اور شگفتہ مزاجی کا کوئی حد و حساب نہیں تھا۔ ابراہیم بھی مردانہ وار کام کرتا رہا۔ اور اپنے فرض کو شریفانہ طور پر ادا کرتا رہا۔ مگر اس کا دل اُسے ہر وقت سناتا رہتا تھا۔ کہ موت کا وقت قریب آگیا ہے اس نے اس خیال کو ہٹانے کی بہتری کوشش کی لیکن وہ دور نہ ہوُا۔

حملہ کے لئے در حقیقت ۹۔ دسمبر کی تاریخ مقرر کیگئی تھی۔ مگر امدادی فوج کے قریب پہنچ جانیکی غلط خبر ملنے کیوجہ سے اور چوبیس گھنٹوں کے لئے ملتوی کر دیا گیا تھا۔ شیر نے مفصل احکام جنکو یادداشت سے میں نے اگلی فصل میں درج کر دیا ہے۔ ۷ کو شائع کئے گئے۔ مگر تاریخ کی جگہ خالی رکھی گئی۔ تاریخ مذکور کو اور نیز اس سے دو دن پہلے معمولی آدہ پاؤ وزنی روٹی کے علاوہ فوج میں بسکٹوں کا پورا راشن اور وافر دیا بنانے کا مصالح تقسیم کیا گیا۔ تاکہ سپاہ اس کٹھن آزمائش کیلئے جو ہمارے مدنظر تھی۔ کافی تیار ہو جائے اور اس کی جسمانی طاقت بڑھ جائے۔ اس دن کی خوراک کے علاوہ ہر آدمی کو کوچ کے لئے چھ دنوں کا راشن بسکٹوں میں دیا گیا۔ اس تقسیم سے پلیونا میں بسکٹوں کا ذخیرہ بالکل ختم ہو گیا۔

ان انتظامات اور نیز ان کے لئے جنکا آگے ذکر آئیگا۔ کمپ اور شہر میں ادہر ادہر اکثر آتے جاتے رہنا لازمی تھا۔ روسیوں کو دہوکہ دینے کے لئے جنہوں نے بھی ہماری طرح بلند مقامات پر دیدبانی کے ستون اور مینار بنا رکھے تھے حکم ملا ہوا تھا۔ کہ فوجیں جہاں تک ممکن ہو چھوٹے چھوٹے دستہ اور گاڑیاں بلکہ واحد شخص بھی تاریکی میں نقل و حرکت کریں۔ میں ان دنوں میں شام کے بعد یا طلوع آفتاب سے پہلے پانچ دفعہ پلیونا گیا۔ اور واپس آیا۔ صبح کیوقت آنے جانے میں شام کی نسبت زیادہ تکلیف ہوتی تھی۔ اسوقت زمین برف سے ڈھپنی ہوئی۔ اور سردی سے سانس منہ سے باہر نکلتے ہی منجمد ہو جاتا تھا۔ میں اگر چاہتا تو کوئی گھوڑا مانگ سکتا تھا۔ مگر اب میں بالکل تندرست تھا۔ اور میری ٹانگیں ان نیم جان فاقہ کش حیوانوں کی ٹانگوں سے زیادہ مضبوط اور پھسلتی زمین پر نسبتاً زیادہ قابل اعتبار تھیں جتنی دفعہ میں پلیونا گیا۔ مجھے دوست لڑکی وہاں ملتی۔ اور میری بے اندازہ خدمت کرتی رہی نصف شب پہر رات رہے۔ یا علی الصباح

غرض جسوقت میں جاتا۔ وہ ملاقات کے مقرر کردہ مقامات پر موجود ہوتی۔ اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی چیز (سیگرٹ شراب کے چند گھونٹ یا روٹی) میرے واسطے لائی ہوتی۔ وہ شگفتہ مزاج نرم طبیعت اور واقعی راحت بخش دل وجان تھی خوش قسمتی سے مجھے ٹرکی میں سچی انانیت کے دو بہترین نمونوں (ایک یہودن اور دوسری مسلمان لڑکی) سے ملاقات کرنیکا اتفاق ہوا۔ کل طبقوں اور بیشمار اقوام کی سینکڑوں عیسائی عورتوں سے۔ جو مغرب کی رہنے والی تھیں مجھے ملنے کا موقعہ ملا ہے۔ مگر میرے کنبہ سے باہر ان سینکڑوں میں سے صرف ایک ایسی عورت میں نے پائی۔ جو شجاعت جبر وتحمل اور ایثار میں ان نیم تعلیم یافتہ لڑکیوں سے لگا کھا سکتی تھی۔ یہ درست ہے کہ دل ودماغ کے بہترین اوصاف کے اظہار کا کبھی ویسا موقعہ کبھی پیش نہیں آیا۔ مگر پھر بھی اس سے اس امر واقع میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ کہ ایک انیس سالہ یہودن اور ایک سترہ سالہ ترک لڑکی میں میں نے اپنے مذاق کے مطابق کامل انانیت کے اعلےٰ ترین اور مکمل نمونہ دیکھے۔

یہ ضروری تھا۔ کہ روسیوں کو ہماری تجاویز کی کوئی اطلاع نہ ملے۔ اس غرض سے سخت تاکیدی احکام نافذ کئے گئے تھے۔ کہ کسی بلغاری کو کمپ کے حدود سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ چند دنوں سے عیسائیوں کی شرارتوں اور دغابازی میں معمول سے زیادہ اضافہ پایا جاتا تھا۔ اس سے ہم پر بیحد خبردار رہنا اور بھی سخت لازمی ہوگیا تھا۔ کمپ میں اچھی طرح سے معلوم تھا۔ کہ جو شخص ہماری حرکات وسکنات کی اطلاع پہنچائے۔ روسی اُسے معقول معاوضہ دیتے ہیں۔ مگر بعد میں یہ ظاہر ہوگیا۔ کہ ہماری نگرانی اور خبرداری کے باوجود چند بلغاری روسیوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔ کرد پاٹکن اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ کہ مخبر روسیوں کو جو کچھ پلیونا کمپ میں ہوتا تھا۔ اس کی ہر وقت اطلاع پہنچاتے رہتے تھے اور وہ ترکوں کے آخری حملہ کیلئے بالکل تیار تھے۔ گو اُن کو یہ پختہ معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ کہ حملہ مذکور کب اور کس طرف سے کیا جائیگا۔

پلیونا کے ترک باشندوں نے عثمان کیساتھ جانیکا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ انکے سامنے دو خطرے موجود تھے۔ ایک یہ کہ ہمراہ جائیں۔ اور حملہ کے خطرات ومصائب اور زمستان کے ڈبل کوچ کی سختیاں برداشت کریں۔ دوم یہ کہ شہر میں رہیں اور اپنی بیویوں۔ بیٹیوں۔ مال وجائداد اور خود اپنی ذاتوں کو غضب آلود اور بے لگام بلغاریوں کے رحم پر چھوڑ دیں۔ آخری پہلے سے بدرجہا بدتر تھا۔ ترکی باشندوں کے سرغنہ کئی دفعہ عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے مشیر کے قدموں پر گر کر با چشم ہائے تر عیسائیوں سے بچائے جانیکی سخت منت والحاح سے استدعا کی۔ اور کہا کہ یہ عیسائی ہمارے ساتھ اسی قاتلانہ سفاکی سے پیش آئینگے۔ جو سفاکی کہ وہ ۱۸۷۶ء کی بغاوت میں ظاہر کر چکے ہیں۔ اور اس محاربہ میں بھی ظاہر کرتے رہے ہیں۔ عثمان پاشا کا اپنی فوج کو پانچسو کنبوں کے جھمیلے کا پابند بنانے سے جھجکنا طبعی امر تھا۔ مگر آخر اُسے

ان کی منت والحاح کو قبول کرنا پڑا۔ شان ایزدی یہ دنیا بھی کیا مکروہ مسخرا پن ہے۔ اس سے بڑھکر کونسا مکروہ تمسخر ہو سکتا ہے۔ کہ اگر انسانیت اور رحمدلی کا تقاضا مان لیا جائے تو ایک درست اور باقاعدہ علم (یعنی علم حرب) کے احکام کی سخت خلاف ورزی ہو۔ اس معاملہ میں بعینہ یہی کیفیت تھی۔ اگر عثمانیہ فوج اس بوجھل وزن (یعنی مسلمانوں کے کنبوں) سے نہ جکڑی ہوئی ہوتی۔ تو یہ بالکل قرین قیاس ہے۔ کہ شاید حملہ میں کامیابی ہوجاتی۔ مشیر کیخدمت میں شہرداروں کا جوڈیپوٹیشن (وفد) حاضر ہوا تھا۔ میری دوست لڑکی کا باپ بھی اس میں شامل تھا اسکے موثر و گدازبیان سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ پہلی ملاقات میں جب عثمان نے جب درخواست قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ تو شہر والوں کے رنگ ایسے فق ہو گئے۔ کہ ان کی حالت دیکھکر سنگدل سے سنگدل کے بھی آنسو بہنے لگ جاتے۔ عثمان پاشا نے انکو بہتیرا سمجھایا کہ وہ شخص (یعنی زار اسکندر ثانی۔ مترجم) جس نے خود اپنے ملک میں غلاموں کو رہائی دلوائی ہے مفتوح شہر کے غریب امن پسند باشندوں کا ستایا جانا کبھی گوارہ نہ کریگا۔ مگر اہالی شہر نے ایک نہ سنی بلغاری بدمعاشوں کی خونخواری اور عام روسی سپاہیوں کی سفاکی ان کو بخوبی معلوم تھی۔ دنیا میں کوئی نفرت قومی نفرت سے بڑھکر اور کوئی ظلم مذہبی ظلم سے بڑھکر سخت اور بیرحمانہ نہیں ہے۔ ہزار آفریں مشیر کو۔ کہ آخر کار وہ مان گئے۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں میں زنجیر ڈالنے کے خطرہ میں پڑکر اپنے بدقسمت ہم مذہبوں کی حفاظت کرنے پر رضامند ہو گئے۔

سخت مجروح اور بیمار لوگوں کی سلامتی کی طرف سے اطمینان کرنے کیلئے جنکو پیچھے چھوڑ جانا لابدی تھا مشیر نے بلغاری جماعت کے پادریوں اور سرغناؤں کو بلا کر انہیں انجیل اور صلیب پر یہ حلف اٹھانے کیلئے کہا۔ کہ ہسپتالوں کے بیکس اور درماندہ ساکنین پر عیسائی کسی طرح کی زیادتی اور سختی نہیں کرینگے ان لوگوں نے انجیل اور صلیب پر قسم اٹھالی۔ مگر ترکی فوج کے آخری حملہ میں شکست کھاتے ہی اُسے ایسی بری طرح سے توڑ ڈالا کہ خفگی اور ناراضی کے اظہار کیلئے سخت سے سخت الفاظ بھی کافی نہیں۔ ان حرامیوں نے تقریباً کل مجروحین اور بیماروں کو بکروں کی طرح ذبح کر ڈالا۔ اور روسی پاس کھڑے تماشا دیکھتے رہے کسی کو زبانی بھی منع نہ کیا۔ بلغاریوں نے مسیح کے نام پر ہی ان لوگوں کی حفاظت کی قسم کھائی تھی۔ جو ان کے گھروں اور اُنکے ملک کی حفاظت میں زخمی اور بیمار ہوئے تھے۔ اور مسیح کے نام سے ہی ان کو ذبح کیا۔

اس لڑکی سے میں آخری مرتبہ ۹ دسمبر کو علی الصباح ملا۔ اس خفیہ ملاقات کیوقت ہمارے اردگرد چو کامل تباہی اور مصیبت چھائی ہوئی تھی۔ وہ مجھے کبھی فراموش نہیں ہوگی۔ چار مہینے پہلے جو شہر ملک بھر میں نہایت خوبصورت اور بارونق تھا۔ اب ایک وسیع ہسپتال بنا ہوا تھا جو سر سے پاؤں تک مریضوں اور غلاظت سے بھرا ہوا اور

حالت کس پرسی میں پڑا ہوا تھا۔ اب اس سے بڑھکر کوئی بدبخت۔ کامل حرمان نصیب۔ ماتم زدہ۔ تباہ اور
فاقہ کش کوئی شہر ہی نہ تھا۔ جہاں کے مرد باشندے اتم مایوسی میں اپنے خالق سے دعا مانگ رہے تھے کہ بارالٰہا
موت بھیجکر ان مصیبتوں سے نجات بخش۔ اُنکے بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ اور عورتیں جنکے آنسو تک خشک ہو گئے تھے
سہمی ہوئی ایکدوسری سے ملی بیٹھی تھیں۔ دن اور رات دونوں وقت بازاروں میں یکساں آمد و رفت ہوتی
رہتی تھی۔ کیونکہ متوفی ہر وقت دفن کیے جاتے تھے۔ اور آخری حملہ کی تیاریوں کیلئے مسلسل مستعدی لازمی ہو
رہی تھی۔ موت ایسی عام ہو رہی تھی کہ کنبہ میں اگر کوئی مرجائے تو باقی اسکا کوئی غم یا ذکر نہ کرتے تھے۔ کوئی مکان
ایسا نہ تھا جس میں بیمار یا زخمی سپاہی نہ تھے۔ شیڈ۔ اصطبل۔ الغرض ہر ایک عمارت جسپر چھت موجود تھی
فوجی ہسپتال بنائی گئی تھی۔ مریضوں کی کوئی خدمت نہیں ہو سکتی تھی۔ نہ انکو کوئی دوائی ملتی تھی۔ نہ رات کو روشنی
ہوتی تھی۔ لاغر اور نڈھال انسانی پتلے جن کے رخساروں پر گڑھے پڑ گئے تھے۔ اور آنکھیں جل رہی تھیں۔ گندگی
کے ناپاک ڈھیروں میں کھانے کی چیزیں تلاش کرتے پھرتے تھے۔ مکروہ اور گھناؤنی بیماریاں زوروں پر تھیں۔
اور ایکدن میں وہ اسقدر جانیں شکار کرتی تھیں جتنی کہ روسی توپیں ایک ہفتہ میں بھی ہلاک نہیں کرتی تھیں۔
حواس خمسہ میں سے ہر ایک حس پلیونا کے شہر کے اندر سخت بیزار ہو جاتی تھی۔ بیماران تپ کے غیر مصفا ہسپتالوں
غلیظ و گندہ بازاروں اور بوسیدہ لاشوں کی گھن آور بو حس شامہ کو۔ چاروں طرف سے آہ و بکا کراہنے کی آوازیں
سامعہ کو۔ اور قوت باصرہ اس لئے کہ جدھر نظر پڑتی تھی۔ یا تو آخری معرکہ الآرائی خونریزی کی تیاریاں دکھائی
دیتی تھیں۔ یا وہ مصائب اور تباہیاں جو صرف جنگ و جدال اور محاربہ سے رعایا پر جس بیچاری کو ان لوگوں
یعنی بادشاہوں۔ درباریوں۔ اور مدبروں کے جھگڑوں اور تنازعوں سے جنہوں نے اسے برپا کیا ہوا ہوتا ہے
کوئی سروکار نہیں ہوتا برپا ہوتی ہیں۔ ہوا تک میں بوسیدگی سرایت کر گئی ہوئی تھی۔ جھاڑی جنگلہ۔ دیوار جس
چیز پر انگلی رکھو۔ بوسیدہ مگر تاحال زندہ قوم کے جسم کے سرد پسینہ و درد و غم کیطرح سے پگھلتی ہوئی برف کا لعاب اسے چپک جاتا تھا
قحط۔ فاقہ کشی اور عام مصیبت کے باوجود سول (ملکی و غیر فوجی) انتظام ویسی ہی باقاعدگی سے چلتا رہا جیسا کہ
امن کے زمانہ میں تھا۔ اور اخیر تک اسکی یہی کیفیت رہی۔ دونوں مذاہب کے باشندوں اور انکی جائدادوں حتیٰ کہ خوردنی کی
بھی پوری پوری حفاظت کیجاتی تھی۔ سپاہیوں کی طرف سے اگر کوئی زیادتی ہوتی۔ تو انہیں سخت سزا
دیجاتی تھی۔ عدالتوں کی کارروائی برابر جاری تھی اور ان کی ڈگریوں اور احکام کی تعمیل و اجرا پوری سختی سے
کیجاتی تھی۔ مگر ساتھ ہی ایسی منصف مزاجی مدنظر رکھی جاتی تھی۔ کہ حسین بک گورنر پلیونا۔ اور عثمان پاشا کی
جواب اعلےٰ سول حاکم بھی تھے۔ کوئی تعریف نہیں کیجا سکتی۔ عثمان کے حسن انتظام کا اس سے زیادہ کیا ثبوت
ہو سکتا ہے۔ کہ محصور و فاقہ کش شہر میں جہاں متضاد قومیت و مذاہب کے لوگ آباد تھے۔ سات ہفتوں کے محاصرہ میں پلیونا

ایسی سینہ زوری کا جسکا پہلے ارتکاب سوچا سمجھا گیا ہو ایک وقوعہ بھی نہ ہونے پایا۔ ترکی فوج کی روانگی سے شہر عیسائیوں یعنی قتل و غارت بیحرمتی و پردہ دری۔ قزاقی۔ لوٹ مار۔ مساجد و مقابر کی توہین اور زنا بالجبر کے ہاتھ پڑ گیا۔ یہ چیزیں بلغاریوں کی خود مختاری کے اثنا میں خوب زوروں پر تھیں۔ اور یہی کیفیت اطاعت تسلیم کرنے سے ڈیڑھ (ایک ہفتہ بعد) تک رہی۔ بعد ازاں روسیوں نے وہاں یونہی سا برائے نام ضبط و انتظام کر دیا جس سے ان خرابیوں میں قدرے قلیل کمی ہو گئی۔

میں اپنی دوست لڑکی سے باغ کے کونہ پر ملا۔ اس کونہ میں کتوں کا دربہ تھا جو سب کے سب بھوک سے مر گئے تھے۔ اور ان کی لاشیں کھلی پڑی ہوئی تھیں۔ جنکو مردار خوار اور جنگلی کوے کھا رہے تھے۔ یہ پرندے ایسے طامع اور خونخوار تھے۔ کہ ہمارے قریب پہنچنے کی انہوں نے مطلقاً پرواہ نہ کی اور اپنے کام میں لگے رہے۔ لڑکی اپنی پوشاک کی عوض وہ کپڑے پہن کر آئی تھی۔ جو اس کی ایک دوست بڑھیا عورت پہنا کرتی تھی۔ تاکہ بھیس مکمل ہو جائے۔ اور راز فاش نہ ہو۔ اس نے پشت میں مصنوعی طور پر خم بھی ڈال لیا ہوا تھا۔ ہمارے اور بازار کے درمیان چند سبز جھاڑیاں حائل تھیں جنکی وجہ سے بازار کے گذرنیوالوں کی ہم پر نظر نہیں پڑتی تھیں۔ سپاہی لاشوں کو جو بازار کے ٹاٹ میں بند ہوتی تھیں (صندوق بنانے کے لئے کوئی لکڑی موجود نہ تھی۔ اور مردے کے کپڑے زندوں کے کام آنے کیلئے ہمیشہ اُتار لئے جاتے تھے) لٹے ہوئے اسلحہ و بارود کی گاڑیاں کسی مورچہ کو بیجانے کے لئے ہر وقت بازار میں سے گذرتے رہتے تھے۔ زمستان کی افسردہ و منقبض صبح کی روشنی ڈراؤنی اور زردی مائل بے نور سی تھی جس سے تمام چیزوں کی شکلیں عجب خوفناک اور حنائی نظر آتی تھیں اور برف اور درختوں کیساتھ ملکر کل منظر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ عالم ثانی سے تعلق رکھتا ہے۔ بے برگ اشجار سے برف کے پگھلنے سے مسلسل قطرے ٹپک رہے تھے۔ اور وہ زمین پر پہنچکر ایسی صدا نکال رہے تھے جس پر گمان ہوتا تھا کہ وہ آہ و بکا اور نالہ و شیون کی نقل اتار رہے ہیں۔ سڑک پر ایک چیتھڑے پوش بدبخت سردی سے کانپتا ہوا۔ ایسے ٹکڑوں کی تلاش میں جو غذا کا کام دیسکیں۔ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر ٹٹول رہا تھا۔ دو آوارہ گرد خورد سال بچے جو اپنی دریدہ پوشاکوں سے بلغاری معلوم ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے چلاتے ہوئے۔ مگر اس خوش نصیبی پر دل میں خوش کہ کیچڑ میں لتھڑا بھیگا ہوا ایک روٹی کا ٹکڑا انکے پاس موجود ہے۔ کیچڑ میں سے گذر رہے تھے۔ اور ایک خونخوار کتا جس کی آنکھوں سے فاقہ ٹپک رہا تھا۔ بری نیت سے انکے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ ادھر ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کو جو قریب المرگ ہو رہا تھا۔ چھاتی سے لگائے ہوئے جس میں دودھ کا نام و نشان نہیں رہ گیا ہوا تھا۔ اپنی ناقابل بیان مصیبت و تباہی سے بیہوش حواس گرتی پڑتی چلی جا رہی تھی۔ یہ کیفیتیں دیکھکر میرا دل بھر آیا۔ اور مجھ پر سخت اثر ہوا کیونکہ اس وقت تک میں ابھی اتنا نہیں گیا تھا جہاں (ایسے سینکڑوں بعد ازاں ہر وقت مشاہدہ کرنے سے) میرا دل سخت ہو گیا۔

میری رفیقہ میرے لئے گرما گرم شربت کا ایک پیالہ جس میں قطرے برانڈی کے بھی تھے اور ایک انگیٹھی لائی تھی۔ لاتے ہیں مکان کا ایک دریچہ کھلا۔ اور فوجی ہسپتال کے نائب ڈاکٹر نے ایک طاش کو الٹ کر خون وغیرہ جو کچھ اس میں بھرا ہوا تھا باہر پھینک دیا۔ دریچہ کے کھلنے سے مجھے ڈاکٹر کے آرہ کی کسی زخمی کے بازو یا ٹانگ کی ہڈیوں کو چیرتے ہوئے کی آواز سنائی دی۔ ہمنے ایک دوسرے کو جلد جلد تازہ ترین خبریں سنائیں۔ پھر وہ مجھ سے رخصت ہو گئی۔ اور ۲۔ ۳ گھنٹہ بعد وہ معصومہ ایک روسی شیل سے جنت الماوا کو سدھار گئی۔

کمپ کو خالی کرنے اور کوچ کے لئے جس کی میعاد پندرہ دن قیاس کی گئی تھی جس قدر عظیم الشان تیاری درکار تھی۔ دنیا دار ناظرین اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتے۔ ۵ ر سے لیکر ۹ دسمبر تک پانچوں دن میں ایسا مصروف رہا کہ کل محاربہ میں کسی وقت مجھے اتنا کام نہیں کرنا پڑا تھا جس باقاعدہ اور قابل تعریف طریق سے ان تیاریوں کی تجویز کیگئی۔ اور اس کو عمل میں لایا گیا۔ اس کے لئے میری قلم سے تعریف کے سوائے اور کچھ نہیں نکل سکتا۔ اول سے لیکر آخر تک ذرا سا بھی اٹکاؤ نہ پڑا۔ اس پیچ در پیچ اور پیچ در پیچ گرانڈیل مشتری (یعنی تیاری) کے ہر ایک پرزہ نے نہایت صفائی اور درستی سے کام دیا ہر ایک جزوی امر پر پوری توجہ سے انصرام دیا گیا۔ ہر ایک شخص کا دل امید اور پرجوشی سے بھرا ہوا تھا۔ اور اس نے برضا و رغبت خود کسیطرح کے جبر اور اکراہ کے بغیر اپنا فرض ادا کیا۔ الغرض عثمان کی فی الواقعہ کمال عظیم الشان تجویز کو ایسے احسن طریق سے عمل میں لایا گیا۔ کہ اگر یہ کام جرمن فوج سے بھی جسکی ترتیب و نظام نہایت کامل سمجھی جاتی ہے۔ سرانجام پاتا۔ تو وہ خاص تعریف کی مستحق شمار ہوتی ہماری تیاریاں اتنی بیشمار اور ایسی متنوع الاقسام تھیں۔ کہ ان سب کا ضبط تحریر میں لانا بلکہ سب کا یاد تک رکھنا ناممکن ہے۔ رسد کے انتظام کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ باقی بڑے امور حسب ذیل ہیں۔

نقدی کل پلٹنوں میں برابر تقسیم کیگئی۔ مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ ہر ایک پلٹن کے حصہ میں۔ آٹھ۔ پونڈ آئے تھے ۵ ترقرش (۱۴۱ شلنگ) مجھے ملے۔ پانچ پونڈ میرے پاس اپنے بچے ہوئے تھے۔

ہمارا جھنڈا جلا دیا گیا۔ ہم چپ چاپ مودبانہ نگاہ سے آگ کے شعلوں کو جن سے بنظر کفایت شعاری دبا پکانیکا کام لیا گیا۔ معرقلم کو جلتا دیکھتے رہے۔ یہ پچاس برس تک پلٹن کے آگے آگے رہا تھا۔ اس نے گرگیوو[1] سلسٹریا[2]۔ یوپاٹوریا[3]۔ اور سباسٹوپل[4] میں ہلال کی عزت برقرار رکھی تھی۔ اور دوسری لڑائی میں جو کہ سنگین حملہ کئے جانے کے وقت اور ستمبر کی عام قربانی میں توانلق پر تیسرے حملہ کیوقت میرے قریب ہوا میں لہراتا رہا تھا۔ اس نے ۱۸۲۰ء سے ۱۸۷۷ء تک ملک و قوم کی خدمت کی تھی۔ اللہ اکبر۔ تاریخ کے

[1] ریاست رومانیا میں اور [2] بلگیریا میں دریا ڈنیوب پر واقع ہیں۔ [3] و [4] کریمیا کے شہر ہیں ۱۸۵۴ء ۱۸۵۵ء کے محاربہ روم و روس و محاربہ کریمیا میں ان مقامات پر معرکہ کی لڑائیاں ہوئی تھیں۔ مترجم۔

یہ پانچ دہلے پانچ منٹوں سے بھی کم عرصہ میں فنا و معدوم ہو گئے۔ جب ہم نے بحسرت و اندوہ اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا۔ تو اس وقت ہمیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ گویا خود ہلال آسمان سے گر کر اس باد تند کے برفانی جھونکوں میں آمیز ہو گیا ہے۔ جو دھندلے ابخرات اور برف کے پنبوں کے آگے آگے اڑاتی ہوئی غیر آباد شمالی میدانوں سے آ رہی تھی۔

پلیونا میں اسلحہ بکثرت تھے۔ چنانچہ ان ہتھیاروں کی مقدار حتی الامکان کم کرنے کے لئے زمین میں دفن کر کے خفیہ موقعوں میں چھپا کر پیچھے چھوڑنا ضروری تھا۔ طبلچیوں، بگلچیوں، گاڑیبانوں۔ اکثر غیر مصافی لوگوں اور نیز توپچیوں کو بھی رائفلیں دیدی گئیں۔ بعض رسالوں میں نیزے بھی جو مقتول یا اسیر کاسکوں سے لے لئے گئے تھے بانٹ دیئے گئے۔ ہم افسروں کو ونچسٹر ساخت کی ریپٹنگ کاربینیں[1] دی گئیں۔ میرے پاس حسب تفصیل ہتھیار ہو گئے ایک تلوار جو پہلے ہی میرے پاس تھی۔ اس کی دہار استرے کی دہار سے زیادہ تیز تھی۔ دو چھ خانہ دار ریوالور کاربین اور ایک خوبصورت دو فیٹ لمبا خنجر بہ دمشق کی ساخت تھا۔ اور میں نے چرکسوں کے ایک مردہ افسر سے لیا تھا۔ اکثر چرکس ایسے ہتھیار رکھتے تھے۔ میرے پاس ریوالوروں کیلئے ایکسو اور کاربین کیلئے اسی کارتوس تھے +

ہر سپاہی کے پاس ۱۳۰ کارتوس تھے جن میں سے اسی توشدان میں اور پچاس بقچہ میں بند تھے۔ فی پلٹن ایک لاکھ اسی ہزار کارتوس (یعنی اگر فی پلٹن چار سو آدمی شمار کئے جائیں تو فی کس ۴۵۰ کے حساب سے ایک سو صندوقوں میں (فی صندوق ایک ہزار کارتوس تھے) بند ریزرو میں تھے۔ فی توپ ۳۰۰ گولے لئے گئے۔ اور فی باتر گولہ بارود کی دو یا تین گاڑیاں ساتھ تھیں۔

ہر ایک رائفل کے تمام پرزے جدا جدا کر کے انکا معائنہ کیا گیا۔ اور انکو خوب صاف کر کے تیل وغیرہ دیا گیا اور پھر سالم رائفل کا امتحان کیا گیا۔ سنگینیں تیز کی گئیں۔ ہر سپاہی کے پاس دو دو سنگینیں تھیں۔ ایک تلوار نما ایک معمولی قسم کی گولی۔ بارود، پانی، چارہ، خیمے، اوزار، کمبل اور دیگر سامان کے اٹھانے کے لئے فی پلٹن ساٹھ بارکش گھوڑے۔ اور دو دو بیلوں کی بارہ گاڑیاں۔ اور تین زائد بیل ضرورت پر کام دینے کیلئے تقسیم کئے گئے گھوڑے ایسے لاغر ہو رہے تھے۔ کہ انمیں سے تین چوتھائی کارتوسوں کے دو صندوقوں سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے تھے چھکڑوں اور توپوں کی گاڑیوں کے پہیوں کو چربی دیگئی اور ان کے باہر پھونس باندھ دیا گیا تاکہ چلتے وقت آواز نہ نکلے جو پلٹنیں عثمان کے ساتھ ویڈن سے آئیں تھیں وہ اپنے ساتھ خیمے نہیں لائی تھیں۔ اسلئے موجودہ خیموں کو ازسرنو تقسیم کیا گیا۔ جو ہر پلٹن کے حصہ تیس تیس آئے۔ ہر کمپنی کو لالٹینوں کی کافی تعداد دیگئی۔

جس قدر نمک تنداور کونین ذخیرہ میں باقی موجود تھی اُسے بانٹ دیا گیا۔ اور ہر کمپنی میں چند معتبر سپاہیوں کو منتخب کر کے ان تینوں چیزوں کی تھوڑی تھوڑی مقدار ان کے حوالہ کردیگئی۔ کہ اپنی اپنی کمپنی میں حسب ضرورت تقسیم

[1] کاربین بندوق سے چھوٹی ہوتی ہے۔ اور ریپٹنگ اسے کہتے ہیں جس میں متعدد کارتوس ایکدفعہ بھرے جاتے ہیں۔ مترجم

کرتے رہیں جن سپاہیوں کے بوٹ بالکل ناکارہ ہو گئے تھے ان کو دوسرے دیے گئے۔ مگر یہ نئے نہ تھے بلکہ وہ تھے جو مردوں کے اتار لئے گئے تھے۔ یا بیماروں سے لے لئے گئے تھے۔ ہر سپاہی کو خفیف زخموں یا پاؤں کی جراحت پر پٹیاں باندھنے کے لئے ململ کے مستعمل پارچات کی تھوڑی تھوڑی مقدار دیگئی۔ اس غرض کیلئے سارجنٹوں اور کارپورلوں کو مرہم کی ڈبیاں دی گئیں۔ تاکہ جب فوج دریا ود سے عبور کر جائے۔ تو پرلی طرف دشمن اس کی پیش قدمی میں مزاحم نہ ہو۔ عقب میں متعدد چھوٹی چھوٹی گڑھیاں بنائی گئیں جو پلی سی بجانب مشرق نیم دائرہ کی شکل میں پھیلی ہوئی تھیں۔ نیز سنگی پل اور اد پانتز کے درمیان دریا پر لکڑی کے دو نئے پل تیار کئے گئے۔ ان گڑھیوں اور پلوں کو دشمن سے پوشیدہ رکھنے کے لئے خاص تدابیر کیگئی تھیں۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ ہم اس مدعا میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ ہر پلٹن سے تین تین افسر جنگیوں کو حکم دیا گیا۔ کہ شہر اور پلوں کے درمیانی علاقہ اور سڑکوں سے بخوبی واقفیت پیدا کریں۔ ان دنوں ایک مرتبہ میری پلٹن کی دوسری کمپنیوں کے دو لفٹنٹ بھی میرے ساتھ پلیونا آئے تھے ہم علی الصباح کئی گھنٹے قرب وجوار کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ اس وقت ہم نے کئی بہت سادے نقشے کھینچ لئے۔ اور اردگرد کے علاقہ سے بخوبی واقفیت پیدا کر لی جس سے ہم اپنی پلٹن کو اس میں سے لیجانے کے قابل ہو گئے۔

مٹی کے پتلے بنا کر ان کو وردیاں پہنائی گئیں۔ اور دشمن کو دہوکہ دینے کے لئے انہیں خندقوں میں اور مورچہ کی فصیل کے پیچھے کھڑا کر دیا فیصلہ کیا گیا۔ کہ تمام زخمی ماسوائے اُن کے جنکی ٹانگیں یا پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے یا جنکے جانبر ہونے کی امید نہ تھی۔ اور کل مریض ماسوائے انکے جو متعدی امراض سے سخت بیمار تھے۔ فوج کے ہمراہ جائیں پلیونا کے ڈاکٹروں کو صرف یہ کام رہ گیا۔ کہ ایسے زخمیوں اور مریضوں کا انتخاب کریں جو چل نہیں سکتے تھے۔ ان کو گاڑیوں پر بٹھائے جانیکا حکم دیا گیا۔ ایسے مریضوں اور مجروحین کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ جو چلنے کی سکت رکھتے تھے۔ وہ چھکڑوں کی گرانڈیل قطار کے محافظ اور گاڑیبان بنا دیئے گئے جس سے واقعی جنگ کنندگان کی تعداد بہت بڑھگئی۔ اس طرح کے غیر مصافی شفایاب سپاہیوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ جو زخمی یا بیمار پیچھے چھوڑے جاتے تھے۔ وہ شمار میں تقریباً ۸ سو تھے۔ انکو بڑے بڑے بازاروں کے کلاں ترین مکانوں میں یکجا کر دیا گیا۔ دس دن کی خوراک کیلئے انکے پاس بسکٹیں چھوڑ دی گئیں۔ ایک اجنبی ڈاکٹر چند نائب اور متعدد شفایاب سپاہی ان کی خدمت پر مامور کئے گئے۔ ترکی فوج کی روانگی کے بعد روسی افواج کے داخلہ تک لازمی طور پر کچھ وقفہ پڑتا تھا۔ اس اثنا میں ان غریبوں کا بلغاری عیسائیوں کے ہاتھ سے جو کچھ حشر ہونا تھا۔ وہ ہمیں بخوبی معلوم ہے۔

ترکی باشندگان کی مستورات اور بچوں کی سواری کے لئے تین سو چھکڑے علیحدہ کئے گئے جنکی گاڑیبانی کا

کام مردوں کے سپرد کیا گیا جنرل سٹاف کے افسروں کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ لوگوں کو سامان و اسباب خانہ داری ساتھ نہ لیجانے دے۔ تاکہ خود ان کی اور نیز فوج کی پیش قدمی میں دقت نہ پڑے جو مورچے خالی کئے جانے تھے وہاں کی دیوار کے بلے اور ستون اوکھاڑ کر جلا دیئے گئے۔ تاکہ روسی ان کو استعمال نہ کر سکیں۔ اسوجہ سے تلغرافی تاروں کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ کمپ میں تار برقی کی چھ لائنیں تھیں۔ جو ہیڈ کوارٹر سے باش طابیہ۔ لوکودا او پانتنز۔ یونس طابیہ۔ پرنو طابیہ۔ اور دوپل کے مورچہ کو جاتی تھیں۔

۸۔ اور ۹ دسمبر کی درمیانی رات کل کمپ میں گولہ بارود۔ کارتوس۔ پانی۔ چارہ۔ اور اسباب گاڑیوں پر لادنے میں صرف کیگئی۔ حکم تھا کہ کُل گاڑیاں اور دو تہائی بارکش گھوڑے لادنے کے بعد اس پہاڑی کو بھیجدیئے جائیں۔ جو دوپل سے قریب جانب شرق ہے۔ کل توپخانہ اور گاڑیوں وغیرہ کی قطار کے جمع ہونے کے لئے یہی موقع مقرر کیا گیا تھا۔ یہ جگہ دشمنوں کی شیلوں سے محفوظ تھی۔ اجتماع کی تجویز یہ تھی۔ کہ اکثر توپیں شام کے وقت وہاں بھیجدی جائیں۔ یعنی چار اور پانچ بجے کے درمیان وہ مورچوں سے روانہ ہوں۔ اور انفنٹری باقیماندہ توپخانہ۔ اور بارکش گھوڑوں کو لیکر رات کو مورچوں سے چلے۔ اور راتوں رات مقام مذکور پہنچکر صف بستہ ہو جائے۔ حملہ کی ابتدا کے لئے ۱۰۔ دسمبر کی فجر کا وقت مقرر کیا گیا۔

فوج کی پرجوشی اور امیدیں بڑہی ہوئی تھیں پچھلے تین دنوں میں پورا راشن ملنے سے ہماری جسمانی طاقت بڑہگئی تھی۔ لڑائی کی توقع سے طبیعتیں شگفتہ اور خون جوش زن ہو رہا تھا۔ اور مشیر پر سپاہ کو اسقدر اعتبار اور بھروسہ تھا۔ کہ معمولی سمجھ کے سپاہیوں کو اس مجنونانہ مہم کی معقولیت اور کامیابی میں ذرا سا بھی شک نہ تھا ہم افسر اس مغالطہ میں نہیں پڑے ہوئے تھے ہم جانتے تھے۔ کہ آزادی کے لئے جو یہ پاگلانہ حملہ کیا جانیوالا ہے۔ اس میں کامیابی کی بہت ہی کم امید ہے۔ مگر مایوس ہم بھی نہ تھے۔ نہ ہم پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ مزید براں اپنی رائے کا اظہار کرکے سپاہیوں کو بیدل کرنے کی بجائے ہم انکی موجودہ شگفتگی اور مردانگی کو قائم رکھنے کیلئے حتی الامکان پورا جدوجہد کرتے ہے میں دوپل سے دوربین کے ذریعے روسیوں کے مورچوں کا معائنہ کیا تھا۔ اس معائنہ کیوجہ سے میں بالخصوص اچھی طرح سے جانتا تھا۔ کہ اس کوشش میں قطعاً کامیابی نہیں ہوگی۔ مگر یہ اٹے مینے اپنے تک ہی رکھی کسی اور کو نہ بتائی۔

۹ دسمبر کی صبحکو دس بجے شہر سے واپس آکر میں نے بسکٹوں کے یومیہ راشن کا کچھ حصہ ایک روٹی اور گرم دلیئے کے چند چمچوں سمیت کھایا پھر اپنا اسباب باندھا۔ نقشے۔ خاکے۔ یادداشتیں اور روزنامچہ حجم میں اسقدر بڑھ گئے تھے کہ مجھے اپنے آدھے مسودے پیچھے چھوڑنے پڑے۔ میں نے اپنا چرمی بکس ایک گاڑی پر رکھدیا۔ دوپہر کیوقت سپاہیوں نے بیلوں اور گھوڑوں پر ساز لگانے شروع کر دیئے۔ مورچہ سے

ٹرین (قطار) کے ساتھ ہر ایک پلٹن سے ایک ایک افسر نے ایک ایک سکوڈ (دستہ) اور کارپورل ہمراہ لیکر
جاتا تھا ہمارے میجر کو ہیڈ کوارٹر سے حکم موصول ہوا تھا جو شہر میں کام کی سخت بھرمار ہے تم بھی کوئی معتبر اور قابل
افسر روانہ کرو۔ اس نے اس کام کے لئے ازراہ شفقت مجھے منتخب کیا۔ مجھے جو احکام ملے وہ یہ تھے۔ قطار کو
بخیریت مقام اجتماع پر پہنچا کر وہاں پر اس کے رات کے بسیرے کی طرف سے اطمینان کر دوں۔ اور پھر اس کے
فروکش ہونے کے موقع کی اچھی طرح سے پہچان کر کے اپنی پلٹن کی قطار کو کارپورل کے اہتمام میں چھوڑ دوں
اور خود حسین بک پلیونا کے کمانڈر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ اور پھر اپنی پلٹن کو علی الصباح نو بجے
دریا بروو کے دائیں کنارہ شمالی جدید پل کے قریب آملوں۔ یہ پل اوپانتز سے قریب ترین تھا۔ اسے
میں آئندہ اوپانتز پل لکھوں گا۔ وہ دریا وِد اور گریوتسزا کے کہ محل التصاق سے تین سو گز جنوب میں تھا
میجر نے مجھے مشیر کے جزئی احکام کی ایک نقل۔ ایک نقل اس خاص حکم کی جو ہماری پلٹن کے متعلق صادر ہوا
تھا۔ اور قرب و جوار کا ایک نقشہ دیا۔ میرے بعد کپتنی کی کمان پر بایں حکم سیمور مقرر کیا گیا۔ کہ دوسرے دن
علی الصباح پلٹن کے ملنے پر میں اپنی کمان لیلوں۔

روانہ ہونے سے پہلے میں نے اپنے سپاہیوں کو صف بستہ کر کے تقریر کی۔ محاورہ اور منطق کا اسوقت
کسکو خیال تھا۔ البتہ طرز ادا جوش دلانیوالی اور حوصلہ بڑھانیوالی تھی۔ سپاہیوں نے بآواز بلند یکزبان ہو کر
اللہ اکبر اور یوق تسلیم (دشمن کی اطاعت نہیں کرینگے) کے نعرے مارے۔ اس کے بعد میں نے کل مورچہ میں چکر لگا کر
اس مقام کو جس نے مجھے خطرات۔ فاقوں۔ اور انقلابات عدیدہ سے تقریباً بیس ہفتے پناہ دی تھی چپ چاپ ہی
دل میں الوداع کہا میں نے اس کونہ پر جہاں میری چارپائی ہوتی تھی۔ جو آخری نگاہ ڈالی وہ مجھے ابتک یاد ہے
وہ جگہ گو مرطوب ہوادار بے آرام۔ بلا آرائش اور ٹپکا کرتی تھی۔ پھر بھی مجھے اس سے محبت ہو گئی ہوئی تھی۔

ہم دو بجے روانہ ہوئے۔ میں صبح پلیونا جا کر واپس آیا تھا۔ اور واپس آکر بھی برابر کام کرتا رہا تھا۔ جس سے
میں تھک گیا تھا۔ اس لئے راستہ کا زیادہ حصہ میں نے گاڑی پر طے کیا۔ پارہ اسوقت منجمد ہونیکی وجہ سے ایک یا
دو دقیقے اوپر تھا۔ سڑکوں اور پگڈنڈیوں پر بہت کیچڑ تھا۔ اور پہاڑیاں اور کھیت برف سے سفید ہو رہے تھے۔ آسمان
مکدر تھا۔ اور اس کی سیاہی مائل بھوری شکل بتا رہی تھی۔ کہ برف پڑے گی۔ جہاں ہم چل رہے تھے وہاں فضا
صاف تھی۔ مگر گریتنزا کے قرب و جوار میں گہری دھند چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میرے زیر کمان ایک کارپورل
بیس سپاہی (جو تھے) چالیس بارکش گھوڑے اور بارہ چھکڑے تھے۔ تھوڑی دیر میں اور قطاریں
بھی اسیقدر جمعیت کی ہم سے آملیں اور شہر پہنچنے تک چھکڑوں اور گھوڑوں کی اتنی لمبی قطار بن گئی
جو بظاہر ناقابل اختتام معلوم ہوتی تھی ہم ٹھیرنے کے بعد پلیونا سے روا روی گذر گئے۔ وہاں مجھے چاروں طرف

مستعدی دکھائی دی۔ سپاہیوں کے چہرے امید اور پرجوشی سے سرخ اور آوازیں بلند اور بشاش تھیں
شام پڑتے ہی ہم منزل مقصود یعنی اُس بے شجر گنجی سی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے جو پل سے بجانب جنوب
مشرق چھ سو گز کے فاصلہ پر تھی۔ وہاں ہم سے پہلے بھی بیشمار چھکڑے اور گھوڑے پہنچ چکے ہوئے تھے۔ جو
باتری کے گرد جو بلند ترین مقام پر نصب تھی ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ اور چند کمپنیاں فوج پیدل کی ان کی
حفاظت کر رہی تھیں۔ ہمارے اور دریا کے درمیان نصف راہ پر چوٹی سے دو فیٹ نیچے دو پل کا مورچہ تھا۔
جسے اس حملہ کیلئے اور بھی مضبوط کر دیا گیا تھا۔ اور بہت سی فوج اس میں مامور کر دی گئی تھی۔ کئی
پلٹنیں محض پل کی محافظ تھیں۔ اور اس سے پرے بائیں کنارہ پر بعیدی چوکیوں کی تہری لائن تھی۔

شام کے بعد پارہ گر کر منجمد ہونیکے درجہ پر پہنچ گیا۔ غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی ہلکی سی نارنجی روشنی
کا عکس رود کی خاموش سطح آب پر پڑ رہا تھا۔ اور پیٹھ کی طرف بجانب مشرق تاریک بادل جمع ہو رہے
تھے ہوا بند ہو گئی تھی۔ اور یہ حبس اس طرح کا تھا۔ جو طوفان سے پہلے ہوتا ہے۔ مغرب کی طرف مطلع
بالکل صاف تھا۔ اور سب طرف خاصکر مشرق اور شمال مشرق میں کمال مکدر ہو رہا تھا۔ پلیونا کے بلند
ترین میناروں اور گنبدوں پر رخصت ہوتے ہوئے دن کی قریب الاختتام روشنی ابھی چمک ہی رہی
تھی کہ برف کے پنبے آہستہ آہستہ گرنے شروع ہو گئے۔ اور ۹ و ۱۰ دسمبر کے درمیانی معرکہ الآرا
رات نے نزول فرمایا۔ صبح آئندہ نے اب پلیونا فوج اور اس کے ساتھ سلطنت عثمانیہ کی قسمت کا
فیصلہ کر کے تاریخ عالم پر ایک واقعہ عظیم کا نقش چھوڑنا۔ اور بیسیوں برس کے لئے یورپین پالٹیکس
کی رفتار کو جدید قالب میں ڈھالنا تھا۔

باب سیزدہم

حملہ سے ماقبل کی رات ۹ لغایت ۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء

گورنا و بینک اور طلش کے فتح ہو جانے سے پلیونا فوجکی جمعیت باستثنا رجرکسوں کے جن کی تعداد اب
دو سو رہ گئی تھی۔ ۴۷ پلٹنوں - ۲۱ رسالوں ۱۸۸ توپوں کی رہ گئی تھی۔ پلٹنوں کی جمعیت یکساں نہ تھی
قابل سپاہیوں کی تعداد کسی میں ۱۵۰ کسی میں پانچسو اور کسی میں ان دونوں اعداد کے درمیان تھی۔ حملہ
کے لئے ان پلٹنوں میں سے چودہ جو نہایت ہی کمزور تھیں۔ باقیماندہ میں شامل کر دی گئیں جس سے کل
پلٹنوں کی جمعیت تقریباً یکساں ہو گئی۔ اور کل ۴۰ پلٹنیں بنگئیں جنمیں سے ہر ایک میں ۳۵۰ سے چارسو تک قابل
مصاف آدمی تھے۔ پوری آٹھ کمپنیاں بمشکل ہی سے کسی پلٹن میں رہ گئی تھیں۔ کیونکہ اکثر کمپنیاں عملی ترکیب کے

لحاظ سے بالکل معدوم ہو گئی تھیں۔ بالعموم فی پلٹن چار سے چھ کمپنیاں تھیں۔ حملہ کیلئے فوجکو از سر نو مرتب کیا گیا۔ اب اسے دو دو ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور ایک بریگیڈ جس میں پانچ پانچ پلٹنوں کی دو رجمنٹیں تھیں اُسے علیحدہ رکھا گیا۔ فی ڈویژن تین تین بریگیڈ تھے۔ اور ہر ایک بریگیڈ میں چار چار پلٹنوں کی دو رجمنٹیں تھیں۔ حملہ کی تجویز یہ کی گئی تھی۔ کہ پہلا ڈویژن پلوں سے روانہ ہو کر سیدھا روسی کیمپ میں گھس جائے اور غنیم سے لڑائی کرے اس اثناء میں علیحدہ رکھا گیا۔ بریگیڈ قطار کو لیکر جو اس کی حفاظت میں ہو گی۔ بنگی اور جنوبی پل سے ود کو عبور کر جائے اور دوسرا ڈویژن (جس میں میری پلٹن تھی) کل کارروائی میں فوج محافظ عقب کا کام دینے کیلئے ان گڑھیوں میں جو حال میں ود کے مشرق میں بنائی گئی تھیں مقیم ہوا۔ ہمارا میمنہ اوپانتز مورچوں میں ہو جن کو بھی بہت مضبوط کر دیا گیا تھا۔ اور میشر کمپ کے جنوب مغربی حصہ کے مورچوں میں جب قطار گذر جائے۔ اور اول ڈویژن دشمن سے خوب گتھ گیا ہو۔ تو دوم ڈویژن فی الفور دریا کو تینوں پلوں سے عبور کر کے اول ڈویژن کے قدم بقدم آگے بڑھے۔ اول ڈویژن رات کو ہی دریا کے بائیں کنارے پر صف جنگ میں موقعہ بموقعہ کھڑا ہو جائے۔ اور قطار طلوع فجر سے پہلے دریا کو عبور کرے۔

کل حملہ آور فوجکی جنگی ترتیب حسب ذیل تھی۔ (رجمنٹوں۔ بریگیڈوں کے سلسلہ وار نمبر میں نے اپنی طرف سے دیئے ہیں)

کمانڈر:۔ مشیر غازی عثمان پاشا۔

اعلیٰ سٹاف افسر:۔ بریگیڈیر طاہر پاشا۔

سٹاف:۔ کرنیلان ولی بک خیری بک و لفٹنٹ کرنیل طاہر بک۔

اعلیٰ یاور:۔ لفٹنٹ کرنیل طلعت بک۔

کمانڈر توپ خانہ:۔ بریگیڈیر احمد پاشا۔

کمانڈر قطار و فوج محافظ:۔ کرنیل سعید بک۔

اعلیٰ ڈاکٹر:۔ کرنیل حاسب بک

اوّل ڈویژن

کمانڈر:۔ بریگیڈیر طاہر پاشا۔

اول بریگیڈ۔ بریگیڈیر عطوف پاشا

اول رجمنٹ:۔ لفٹنٹ کرنیل رؤف بک

چار پلٹنیں۔

---

[1] افسوس یہ نامور بھی ۲۶ مئی ۱۹۱۰ء کو انتقال کر گیا۔

دوم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل ایوب بک۔

چار پلٹنیں

دو باتریاں فی چھ توپیں۔

دوم بریگیڈ :- کرنیل یونس بک

سوم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل ذہنی بک

چار پلٹنیں

چہارم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل عبداللہ بک

چار پلٹنیں

دو باتریاں فی چھ توپوں کی

سوم بریگیڈ :- بریگیڈیر توفیق پاشا

پنجم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل محمد ناظف بک۔

چار پلٹنیں

ششم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل راسم بک

چار پلٹنیں

دو باتریاں فی چھ توپوں کی

ایک رجمنٹ (رسالے) نظامیہ کیولری کی۔ لفٹنٹ کرنیل شفقی بک

دوم ڈویزن

کمانڈر :- جرنیل ڈویزن عادل پاشا

چہارم بریگیڈ :- بریگیڈیر حسین وصفی پاشا

ہفتم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل نصوح بک

چار پلٹنیں

ہشتم رجمنٹ :- لفٹنٹ کرنیل خورشید بک

چار پلٹنیں

دو باتریاں فی چھ توپوں کی۔

پنجم بریگیڈ :- بریگیڈیر صادق پاشا

نہم رجمنٹ:۔ کرنیل حافظ بک

چار پلٹنیں

دہم رجمنٹ:۔ لفٹنٹ کرنیل لطیف بک

چار پلٹنیں

دو باتریاں فی چھ توپوں کی۔

ششم بریگیڈ:۔ بریگیڈیر ادہم پاشا

یازدہم رجمنٹ:۔ لفٹنٹ کرنیل کاظم بک

چار پلٹنیں

دوازدہم رجمنٹ:۔ کرنیل سلیمان بک

چار پلٹنیں

دو باتریاں فی چھ توپوں کی۔

ایک رجمنٹ (۴ رسالے) نظامیہ کیولری کی } لفٹنٹ کرنیل حقی بک
نصف رجمنٹ (۵ رسالے) سالونیکی مجاہدین کی }

بریگیڈ محافظ قطار

ہفتم بریگیڈ:۔ کرنیل سعید بک۔

سیزدہم رجمنٹ:۔ لفٹنٹ کرنیل پرتو بک

پانچ پلٹنیں

چہاردہم رجمنٹ:۔ لفٹنٹ کرنیل علی محمد بک۔

پانچ پلٹنیں

دو باتریاں فی چھ توپوں کے

دو رسالے عثمانیہ کاسکوں کے

ایک رسالہ ودونیا کے مجاہدین کا

فوج سواران

نصف رجمنٹ (۵ رسالے) سالونیکی مجاہدین کی } کرنیل حقی بک
دو رسالے چرکسوں کے }

ریزرو توپخانہ

ایک باتری چار توپوں کی۔ توپیں چھ پونڈر

انجنیران

۳۔ کمپنیاں۔ لفٹنٹ کرنیل طفلک بک

ہیڈ کوارٹر کی فوج اردل

ایک پلٹن اتحاد عثمانیہ کے مجاہدین کی

خلاصہ

		آدمی
انفنٹری (فوج پیدل)	۵۸ پلٹنیں	۲۲ ہزار
کیولری (فوج سواران)	۹ رسالے نظامیہ ۲ رسالے عثمانیہ کاسکوں کے ۱۰ رسالے سالونیکی مجاہدین ۲ رسالے چرکسوں کے (۳۰۰ آدمی) ایک رسالہ ودینا کے مجاہدین کا	۱۵۰۰
آرٹلری (توپخانہ)	۱۴ باتریاں فی چھ توپوں کی ۱۔ باتری چار توپوں کی	جملہ ۸۸ توپیں ۱۵۰۰
انجنیران (رہنمدسین) فوج اردل	تین کمپنیاں ایک پلٹن	۹۰۰۰
غیر مصافی شفایاب و مجروحین		

میزان　　۳۴۰۰۰

میں باب دوازدہم میں بیان کرچکا ہوں۔ کہ شروع نومبر میں پلیونا کی فوج کی جمعیت ۴۰ ہزار آدمیوں کی تھی۔ آخری حملہ میں ۱۰ ہزار شفایاب آدمیوں اور مجروحین سمیت جملہ ۳۴ ہزار آدمی تھے۔ اور آٹھ سو سخت بیمار و زخمی۔ اور دو سو شفایاب پلیونا میں پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے اس سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ نومبر اور دسمبر کے پہلے دنوں میں پانچ ہزار آدمیوں کی کمی ہوئی۔ اگر مفرورین کی تعداد اٹکل سے بحساب ایک ہزار (یعنی دو سو نظامیہ سپاہی اور آٹھ سو چرکس) قیاس کیجائے۔ تو نتیجہ

سلے ۸۰ توپوں میں سے ۵۲ چھ پونڈر ۲۲۔ چار پونڈر، ۴ بمبین پونڈر تھیں ان کی تقسیم اس طرح کی گئی تھی کہ ہر بریگیڈ کو جملہ اقسام کی توپیں بحصہ رسدی مل گئی تھیں، تو ایسی لڑائی کے لئے بیس پونڈر توپیں تقریباً محض ناکارہ تھیں۔ مصنف۔

نکلتا ہے کہ چھ ہفتوں میں چار ہزار آدمی ہلاک ہوئے جنمیں سے پانسو لڑائی میں۔ اور باقی ساڑھے تین ہزار یعنی نو آدمی یومیہ کے حساب سے بیماری سے ضائع ہوئے ہیں۔ باب یازدہم میں ان تمام اعلیٰ افسروں کی فہرست دی تھی جو اس زمانہ میں ۱۸ ۔ لغایت ۲۴ ۔ اکتوبر ہماری پلیونا فوج میں تھے جبکہ اس کی جمعیت مضبوط ترین تھی۔ انہیں سے مندرجہ ذیل بیمار ہونیکی وجہ سے حملہ میں شریک نہ ہوئے جرنیل ڈویزن حسن صابر پاشا۔ جرنیلاں برگیڈا مین پاشا و عمر ظفر پاشا۔ کرنیلان عمر بک۔ حمدی بک۔ عثمان بک اور لفٹنٹ کرنیل محمد بک۔ لفٹنٹ کرنیل حسین بک بحیثیت کمانڈر قصبہ پلیونا۔ زخمیوں اور ان معدودے چند ترکی باشندوں کی حفاظت کے لیے جنہوں نے شہر میں رہنا پسند کیا۔ پیچھے ٹھیرا۔

میری پلٹن گیارھویں رجمنٹ میں شامل تھی ہم میں تین سو ساٹھ نفر بعد ۱۴ افسر تھے۔ اور چار کمپنیوں میں منقسم تھی میجر تقی جو کل محاربہ میں سرخروئی اور کامیابی کیساتھ اسکی کمان پر رہا تھا اس کا کمانڈر تھا۔ قول آغاسی بیمار تھا۔ ہمارا کاتب شروع نومبر میں گوداموں کے انتظامات کے متعلق نشی کا کام دینے کیلئے بھیجدیا گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں اس کا انجام کیا ہوا۔ ہمارا ڈاکٹر ابھی تک ہمارے ساتھ تھا۔ میرا خیال ہے۔ کہ ششم برگیڈ میں وہی ایک ڈاکٹر تھا۔ بقال پلٹن کا باش چاؤش میجر کا دست راست اور قول آغاسی کے فرائض بھی اسی کو سرانجام کرنے پڑتے تھے۔ آخری وقت تک افسر و ماتحت وہ کل آدمی جو اسے جانتے تھے اس کی عزت کرتے رہے۔ اور وہ انمیں ہر دلعزیز رہا۔ میرا پہلا کپتان ہماری ہی پلٹن کی ایک اور کمپنی کی کمان پر تھا۔ میری کمپنی میں تین افسر (میں۔ سیمور۔ تراب) اور اسی نفر تھے۔ وہ دو دستوں میں منقسم تھی جو سیمور اور تراب کے زیر کمان تھے۔

کاظم بک ہمارا کرنیل تھا۔ وہ بحیثیت میجر و پلٹن سے عثمان کے ہمراہ آیا تھا۔ دوسری لڑائی کے بعد لفٹنٹ کرنیل کے عہدہ پر فائز ہوا تھا۔ کمپ بھر میں بہادر اور ہوشیار افسر مشہور تھا۔ ہمارا برگیڈیر ادہم پاشا تھا جو اپنے سابقہ کارناموں سے بہت نیکنام تھا تیسری لڑائی سے تھوڑا عرصہ پہلے پلیونا پہنچا۔ ستمبر کی لڑائی میں گوُن مورچوں پر جو اس کے ماتحت تھے۔ روسیوں کو حملہ آور نہ ہونے کیوجہ سے اسے معرکہ آرائی نہ کرنی پڑی۔ تاہم اسنے قابل تعریف کام دیا۔ لڑائی سے بعد فوراً ہی وہ رات کیوقت دشمن کی صفوں سے چوری گذرکر ارخانیہ چلا گیا۔ اور احمد حفظی پاشا کے کام کے ایک برگیڈ کا کمانڈر ہو کر پلیونا واپس آیا۔ راستہ میں اس کام کو کر بلیو کی فوج سواران سے جو متعدد معاملے کرنے پڑے۔ ان میں اس نے پوری داد شجاعت دی۔ ۲۲ ستمبر کو کر بلیو نے جو حملہ بمقام گورنا دوبینک احمد حفظی کے کالم کے عقب پر جو ادہم پاشا کے زیر کمان تھا۔ کیا تھا اسمیں وہ زخمی ہوا۔ مگر پلیونا آکر جلد صحتیاب ہو گیا۔

یہ ششم برگیڈ جس میں تھا اسکا نام عقبی برگیڈ رکھا گیا تھا کیونکہ اس سے مقصود تھا۔ کہ وہ فوج کے آخری سر پر رہے اور سب سے بعد ود کو عبور کرنیکا حکم تھا۔ لڑائی کے آغاز کیوقت اسے او پانٹز میں ہونیکی ہدایت تھی میشر اور ڈویزن

یہ وہی ادہم پاشا ہیں جنکو ۱۸۹۷ء کے محاربہ یونان و روم میں بہ قدر شہرت و نیکنامی حاصل ہوئی ہے۔ اسوقت وہ مشیر کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور ابھی تک ۱۸۹۸ء یونان کے مفتوحہ علاقہ تھسلی میں مقیم ہیں (سنہ ۹۸ء) وہ البانیا کی فوج کے کمانڈر رہے ہیں (مترجم)

اس فوٹ کے لکھے جانے سے ایک ماہ بعد ترکی نے صوبہ مذکور کو حسب شرائط معاہدہ صلح، جون ۱۸۹۸ء تک بالکل خالی کر دیا۔ مترجم

کے ساتھ تھے۔ انکا ارادہ حملہ میں بذات خود گمان کرنیکا تھا۔ طاہر پاشا نائب کمانڈر مقرر کئے گئے۔

میں محولہ بالا جرنیلی حکم کو جو ۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کے حملہ کے متعلق صادر کیا گیا تھا۔ ذیل میں درج کرتا ہوں

ملہ فوج دو ڈویژنوں اور ایک محافظ قطار بریگیڈ میں تقسیم کی گئی ہے۔ ہر ڈویژن تین بریگیڈ کا ہوگا۔ اول

ڈویژن جس میں عطوف پاشا۔ یونس بک اور رفیق پاشا کے بریگیڈ ہونگے۔ طاہر پاشا کے زیر کمان پلٹن دار کالم

بنا کے آگے بڑھیگا۔ دوم ڈویژن جس میں حسین وصفی پاشا صادق پاشا اور ادہم پاشا کے بریگیڈ ہونگے۔ عادل پاشا کے زیر

کمان فوج کے میمنہ اور میسرہ اور عقب کی حفاظت کریگا۔ ہفتم بریگیڈ زیر کمان سعید بک قطار کا محافظ ہوگا۔

عادل پاشا اپنی ماتحت سپاہ کو مناسب نقل وحرکت کا حکم دینے اور اُسے قابض اور صف بستہ ہونے کیلئے

مناسب مقامات بتانے کے لئے اپنے ڈویژن کے ہراول میں پل کے سرے پر رہیگا۔

ملہ حملہ کیلئے جو دن مقرر کیا جائیگا۔ اس دن بشرطیکہ موسم مخل نہ ہو۔ شام کے سات بجے ایک پلٹن ابراہیم طابیہ

کی پلٹنوں سے اور خودم طابیہ کی سپاہ احتیاط طابیہ کو ہٹ آئے۔ جہاں ان کو دارا طابیہ کی سپاہ زیر کمان ہیم بک آملیگی

سوا سات بجے وہاں سے ہیڈ کوارٹر کو روانہ ہو جائیں۔ جہاں توفیق پاشا کے زیر کمان ان کا سوم بریگیڈ بنایا جائیگا۔ ہیڈ

کوارٹر سے وہ عادل پاشا کے ڈویژن کے مورچوں کے عقب عقب شہر میں داخل ہونے کے بغیر اس کے شمالی

کنارہ کے گرد اگرد جا کر پل والی شاہراہ پر چڑھ جائیں۔

ملہ ابراہیم طابیہ کی باقی دونوں پلٹنیں بھی جو اول بریگیڈ میں شامل ہونگی سات بجے روانہ ہو کر عطوف طابیہ کی

سپاہ سے جا ملیں۔ جہاں ان کو عمر طابیہ کی فوج بھی آملیگی۔ وہاں سے وہ شہر کے راستہ شہر اور پل کے درمیان کی پہاڑی پر

کے توپخانہ کو جائیں۔ اور وہاں بریگیڈ کی دوسری پلٹنوں کا انتظار کریں۔

ملہ عمر طابیہ اور طلنجنز ا کے درمیان جو فوجیں مامور ہیں۔ وہ ساڑھے سات بجے چلنا شروع کر دیں۔ اور جسقدر جلد

ممکن ہو محولہ بالا توپخانہ کے پاس پہنچ جائیں۔ تاکہ عطوف پاشا کے زیر کمان اول بریگیڈ مکمل ہو جائے۔ پھر یہ بریگیڈ پل کیطرف بڑھے

جہاں تیسرا بریگیڈ اسے پہلے سے مقیم ملیگا۔ وہ دو پلٹنیں جو شہر کے مغربی حصہ میں مقیم اور سوم بریگیڈ سے متعلق

ہیں۔ اول بریگیڈ کے ہمراہ پل کو جا کر وہاں اپنے بریگیڈ کی دوسری پلٹنوں کا انتظار کریں۔

ملہ یعنے تفصیلی حکم میں پلٹنوں کے یہ چھوٹے ناموں کی جگہ جو اصل حکم میں مندرج تھی۔ ہر ایک پلٹن کی تخصیص کرتی تھی۔ بجائے وہی سلسلہ وار نمبر دئیے ہیں جو ترتیب جنگ میں او پر دئیے ہیں اصل حکم میں پلٹنوں کے نام اس طرح درج تھے چوتھی ادرنہ کی دوسری رجمنٹ کی دوم نظامیہ پلٹن صنف اول کی مقام سعسریا کی ردیف فوج کی تیسری پلٹن۔ وغیرہ وغیرہ۔ وقت بھی یعنے ترکی نہیں لکھا یورپین تحریر کیا ہے۔ الفاظ۔ پل اور پل کا راس ہر جگہ پرانے سنگی پل مراد ہے جو جدید پل حال میں تیار کئے گئے تھے انکو دیا تسرپل اور جنوبی پل کر کے لکھا ہے۔ یہ حکم ۸ دسمبر کو جاری کیا گیا تھا۔ اور تعمیل کی جگہ خالی رکھدی گئی تھی حکم مذکور کی اس ہدایت کی کہ پنجم بریگیڈ کی دو پلٹنیں لڑائی کے شروع میں دریا کے بائیں کنارہ پر موجود ہوں۔ عمداً یا کسی مجبوری کیوجہ سے تعمیل نہیں کی گئی تھی۔ تیسری پلٹن اور گیارہویں رجمنٹ کی ایک پلٹن کے سوائے باقی کل دوم ڈویژن لڑائی کے کل دوران میں دریا کے دائیں کنارہ پر رہا تھا۔ مصنف۔

۹ یونس بک کے زیر کمان دوم بریگیڈ کی پلٹنیں جو طلپچتر اور پرتو طابیہ کے درمیان مقیم ہیں۔ اسطرح سے نقل حرکت کریں یہ پلٹنیں بیلاس اور طلعت طابیہ سے عارضی طور پر علی محمد بک کے زیر کمان ساڑھے چھ بجے روانہ ہوں۔ اور غلر باشی طابیہ جاکر وہاں کی پلٹن کو ساتھ ملائیں۔ غازی عثمان طابیہ کی تینوں پلٹنیں اور ملحقہ باتریاں بھی ساڑھے چھ بجے روانہ ہو پڑیں۔ اور یونس طابیہ کے راستہ باغلر باشی طابیہ پہنچکر ان تینوں کو جو عارضی طور پر علی محمد بک کے زیر کمان ہوں گی۔ جا ملیں۔ یہ چھیوں پلٹنیں نو بجے باغلر باشی سے پل کیطرف روانہ ہو جائیں۔ یونس بک۔ یونس کوچک طابیات کی دونوں پلٹنیں لیکر انہیں راستہ میں مل پڑیں گے۔ اور اسطرح سے مکمل ہو کر یہ بریگیڈ بلاسی واتز مورچوں کے پچھواڑے سے گذر کر چپ چاپ پل کیطرف بڑھا جائے۔

۱۱ اول ڈویژن کے جب تینوں بریگیڈ پل کے سر پر پہنچ جائیں۔ تو اول بریگیڈ جنوبی چوبی پل سے اور دوم وسوم بریگیڈ سنگی پل کے راستہ دریا کو عبور کر جائیں۔ عبور کر لینے کے بعد ڈویژن مذکور ود کے بائیں کنارہ پر پلٹن دار کالم یا عمود بنا کر صف جنگ درست کرے جس کا میسرہ اور میمنہ آگے بڑھا ہوا ہو

۱۲ جونہی کہ دوم بریگیڈ کی پلٹنیں اپنی جگہ خالی کر کے آگے بڑھ جائیں۔ پرتو پاشا جو محافظ قطار بریگیڈ کی تیرھویں رجمنٹ کا کمانڈر ہوگا۔ اپنی رجمنٹ سے تین پلٹنیں جدا کر کے پل کے سرے پر پہنچ جائے۔ وہاں اسے اس بریگیڈ کی باقی پلٹنیں بھی جا ملیں گی جسوقت یہ (ہفتم) بریگیڈ سعید بک کے زیر کمان مکمل ہو جائے۔ قطار سنگی پل اور جنوبی چوبی پل کے راستہ دریا عبور کرنا شروع کرے۔ اور جب وہ گذر جائے تو انہی پلوں کے راستے بریگیڈ عبور کرے ایک رجمنٹ ایک پل سے اور دوسری رجمنٹ دوسرے پل سے جب قطار دوسرے کنارہ پر پہنچ کر آگے بڑھنا شروع کرے تو بریگیڈ اس کے بائیں بازو پر ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر پلٹن کے کالموں کی اکہری قطار میں اور اسطرح سے کوچ کرے۔ کہ اگر دشمن حملہ آور ہو تو وہ فی الفور جنگ کے لئے صف بستہ ہو جائے۔ باغچہ طابیہ اور اس کے ملحقہ مورچوں کی پلٹنیں اس (ہفتم) بریگیڈ کو پل کے سرے پر ہی مل گئی ہوں گی۔

۱۳ حسین وصفی پاشا کے زیر کمان چہارم بریگیڈ کی دو پلٹنیں خورشید بک کے ماتحت شام کیوقت بلاسی واتز کے بڑے مورچے اور اسکی خندقوں میں جمع ہو جائیں۔ باقی چھ پلٹنیں اس بریگیڈ کی ان گڑھیوں میں جمع ہوں گی جو مذکورہ پل والی سڑک کے درمیان حال میں تیار کیگئی ہیں جب کل قطار محافظ بریگیڈ ود کے بائیں کنارہ پہنچ جائے تو بریگیڈ اپنی جگہ چھوڑ کر کمپنی وار دستوں میں ترتیب و باقاعدگی کیساتھ پل کو ہٹ آئے۔ اس بریگیڈ کی بارہ توپوں میں سے چھ پہاڑی پر اور چھ دو پل کے مورچہ میں نصب کی جائیں گی۔ تاکہ وہ اول ڈویژن کی پیشقدمی اور نیز اپنے بریگیڈ کے خط راجعت (یا پسپائی) دونوں کی ایک ساتھ حفاظت کرتی رہیں۔ بعد ازاں یہ بارہ توپیں سنگی پل سے۔ اور بریگیڈ کی پیدل فوج چوبی پل سے دریا کو عبور کرے۔

ء صادق پاشا کے زیر کمان پنجم بریگیڈ کی دو بٹالینیں شام کو سویرے ہی ان نئی گڑھیوں میں قائم ہو جاویں جو شاہراہ کے دونوں طرف حال میں دو میدان میں بنائی گئی ہیں۔ اور باقی چھ بٹالینیں اس بریگیڈ کی اور نیز چار بٹالینیں ادہم پاشا کے زیر کمان ششم بریگیڈ کی گیارہویں رجمنٹ کی جو پاش طابیہ اور جانق بائر مورچوں سے سات بجے روانہ ہونگی دوہری کمپنیوں کے دستوں میں باؤ کے مغربی دامن کی طرف جہاں نالہ بوکووا دریا گریوتسا میں گرتا ہے جانق بائر سے نیچے اتریں پھر پنجم بریگیڈ کی چھیوں بٹالینیں اس پن چکی کے پچھواڑے سے گذریں جو دو میدان میں ہے اور تین بٹالینیں ان گڑھیوں میں جو بلا سی اور انتر مورچوں اور پل کے درمیان تازہ تیار کر لیگئی ہیں قائم ہو جائیں۔ اور توپوں کو ان کچی دیواروں کے پیچھے نصب کر دیں جو اسی غرض کیلئے بنائی گئی ہیں۔ دوسری تین بٹالینیں بائیں کنارہ پر مناسب موقعوں پر اور ایک بٹالین معہ توپوں کے دائیں کنارہ پر پل کے سرے کے قریب ہے۔ ان بٹالینوں کا کام یہ ہوگا کہ وہ چہارم بریگیڈ اور نیز اپنے بریگیڈ کی پیش قدمی کی محافظت کرتی رہیں۔

ء جب چہارم بریگیڈ اُن اُن موقعوں پر جہاں سے اُس نے دریا کو عبور کرنا ہوگا پہنچ جائے تو پنجم بریگیڈ کی وہ بٹالینیں جو پیچھے چھوڑی گئی تھیں جھٹ پٹ کمپنی کالموں میں صف بستہ ہو جائیں۔ اور پھر قریب ترین راستہ سے دستوں میں ہو کر اپنے ڈویژنوں کو ملنے کے لئے آگے بڑھیں۔

ء ششم بریگیڈ کی اُن چار بٹالینوں میں سے جو پنجم بریگیڈ کیساتھ کوچ کرینگی۔ دو بٹالینیں پنجم بریگیڈ کی دو بٹالینوں سمیت شام کو بوکووا مورچوں میں رہیں۔ باقی دونوں معہ چھ توپوں کے دریا کو اوپانتز پل کے راستہ عبور کر کے ششم بریگیڈ کی (یا جو رجمنٹ کی) دوسری چار بٹالینوں کے کوچ کی حفاظت کیلئے جو اوپانتز مورچوں میں مقیم رہی ہونگی۔ بائیں کنارہ پر موقعہ مناسب قائم ہو جائیں جب یہ بٹالینیں بھی اوپانتز پل کا راستہ عبور کر جائیں۔ تو آٹھوں بٹالینیں ملکر ششم بریگیڈ کو مکمل کریں گی۔ اور پھر بٹالین وار کالموں کی اکہری قطار میں آپس میں اسقدر فاصلہ رکھکر کہ ضرورت کے وقت دائیں بائیں کی حفاظت کر سکیں آگے بڑھینگی۔

قطار کی ترتیب۔ روانگی اور کوچ کے متعلق حسب ذیل ہدایات صادر کی جاتی ہیں۔

ہر بٹالین کیساتھ کارتوسوں کے چالیس صندوق بیس بارکش گھوڑوں پر ہونگے۔ توپخانہ کا گولہ بارود بیٹریوں کی گاڑیوں پر رہیگا۔ اور جس قدر تری میں انکی کمی ہو اسمیں بارکش گھوڑوں پر لادا جائیگا۔ باقیماندہ کارتوس جو فی بٹالین ۱۲۰ صندوقوں کے حساب سے ہیں اور نیز خیام۔ چارہ اوزار اور افسروں کا اسباب۔ پانی۔ سامان کمپ اور دیگر اسباب کچھ بیلوں کی گاڑیوں پر اور جس قدر ان میں انکی کمی ہو کچھ بارکش گھوڑوں پر لادا جائیگا۔ اور ایک ہی پل کے نزدیک قریب ایسی جگہ بھیجدیا جائیگا جو دشمن کی گولوں سے محفوظ ہو۔

ء اول ڈویژن کے دریا کو عبور کر جانیکے بعد قطار فی الفور بڑھنا شروع کر دیگی۔ گاڑیاں اور گھوڑے سب کے آگے پلوں کے قریب جمع ہوں جہاں وہ اس ترتیب سے قائم ہوں اور اسی ترتیب سے نوبت بنوبت عبور کریں۔ اول وہ بارکش گھوڑے جن پر اول ڈویژن کا گولہ بارود اور کارتوس بار ہوں۔ ثانیاً اول ڈویژن کے خیمے اور دیگر سامان کی گاڑیاں۔ ثالثاً توپخانہ اور فوج

سواران کے خیموں۔ سامان اسباب۔ اور زائد گولہ بارود کی گاڑیاں۔ رابعاً پلیونا کے مسلمان باشندوں کی گاڑیاں معہ
ان کے زن و اطفال اور اسباب کے۔ خامساً ڈویژن کے خیموں۔ اسباب و دیگر سامان کی گاڑیاں۔ سادساً۔ دوم ڈویژن کے
گولہ بارود اور کارتوسوں کے بارکش گھوڑے۔ سابعاً۔ خیموں کی گاڑیاں ثامناً محافظ بریگیڈ کی گاڑیاں اور بارکش گھوڑے[۱۲۷]
یہ قطار سنگی پل اور جنوبی چوبی پل سے بسرعت گذر کر طلوع فجر سے پہلے بائیں کنارہ پر پہنچ جائے۔ پھر بارہ سو گز
کے فاصلہ پر اول ڈویژن کے پیچھے پیچھے آگے بڑھے۔

یہ کوچ کے وقت قطار متذکرہ صدر آٹھ حصوں میں منقسم ہوگی۔ اور ہفتم بریگیڈ کی ایک پلٹن جسمیں آٹھ کمپنیاں ہوں بطور محافظ
اسطرح اسکے ساتھ ساتھ رہیگی۔ کہ فی حصہ ایک کمپنی کی حفاظت میں ہو۔ ان کمپنیوں کیلئے دیکھتے رہنا فرض ہوگا کہ قطار رواں دواں رہے
اور کسیطرح کے اٹکاؤ کے بغیر بڑھی چلی جاتی ہے جب معلوم ہو۔ کہ کوئی گھوڑا یا کسی گاڑی کے بیل سکت ہار گئے ہیں تو
اس گھوڑے کو فی الفور قطار سے الگ کر دیا جائے۔ اور اسکا اسباب قطار کو ٹھہرائے بغیر دوسری گاڑیوں پر جنکے بیل مضبوط ہوں
تھوڑا تھوڑا کر کے رکھدیا جائے۔ اس پلٹن کے افسروں پر فرض ہے کہ وہ ان ہدایات کی پوری پوری تعمیل کریں اور وہ براہ راست ذمہ وار سمجھے
جائینگے صرف اسیطرح سے توقف و درنگ سے جو ممکن ہے سخت مہلک اور مضر ثابت ہو بچا یا جاسکتا ہے قطار شاہراہ پر نہ چلے
بلکہ سڑک کے دونوں طرف دوش بدوش دس گاڑیوں کے برابر سے لیکر پندرہ پندرہ تک کی چوڑی لیں (یعنی قطار) باندھکر کھیتوں میں سے گذرے
شاہراہ دوم ڈویژن کی ایسی پلٹنوں کیواسطے فارغ رہنی چاہیے جنکو شاید پہلے ڈویژن کی مدد پہنچنے کی ضرورت
پڑجائے۔ اس امر کی پوری احتیاط رکھی جائے۔ کہ گاڑیاں ایکدوسری کے پیچھے سیدھی اور باقاعدہ قطار میں چلیں۔

ہر پلٹن کے بیس بیس بارکش گھوڑے اور توپخانہ کے گولہ بارود کی گاڑیاں بریگیڈ وار جمع ہوکر اپنے اپنے بریگیڈوں کے
بائیں طرف چلیں گی۔ اور ان کی بریگیڈ وار قطار اسطرح بنائی جائیگی کہ ہر پلٹن کے گھوڑے اپنی پلٹن کے اور گاڑیاں باتریوں کے محاذ
ہونگی یعنی فوج کے کالم میں جس موقع پر پلٹن یا باتریاں ہوں۔ بریگیڈ وار قطار کے اسی موقع پر پلٹن کے گھوڑے یا باتریوں
کی گاڑیاں ہوں ہر بریگیڈ میں ایکسو ساٹھ گھوڑے اور چار گاڑیاں ہوں گی۔

یہ فوج سواران کی سالونیکی رجمنٹ کے تین رسالے سکر مشروں کا کام دینگے۔ اور علاقہ کی نوعیت کے لحاظ سے قطار اور محافظ
فوج کے دونوں طرف ایک سو سے لیکر تین سو گز تک کے فاصلہ پر رہکر ساتھ ساتھ بڑھینگے جو کیولری (عثمانیہ کا سکوں کے دو
رسالے) ہفتم بریگیڈ میں شامل کیگئی ہے۔ اور وہ بریگیڈ کی انفنٹری کے ساتھ رہیگی انتظام قائم رکھنے میں مدد دیتے
رہنا اس کا فرض ہوگا۔ وو دینا مجاہدین کا رسالہ قطار کے عقب میں رہیگا۔

یہ اگر غنیم قطار پر حملہ کرے۔ تو ہفتم بریگیڈ فی الفور اپنی کیولری اور پلٹنوں کی کافی تعداد حملہ آوروں کو پسپا کرنے کیلئے لگائے
یہ کل قطار میں پانچ ہزار بارکش گھوڑے اور ایک ہزار گاڑیاں تھیں۔ ان اعداد میں قطار کا وہ بھی حصہ شامل ہے جو پلٹنوں کے ہمراہ
تھا خاص اس قطار میں جو محافظ بریگیڈ کے ہمراہ تھی ۳۵۰۰ گھوڑے اور ایک ہزار گاڑیاں تھیں۔ اس طول طویل اور جسیم قطار کی
نقل و حرکت ٹھیک تجویز اور پروگرام کے مطابق ہوئی اس امر کیلئے اسکا کمانڈر کمال تعریف کا مستحق ہے۔ مصنف۔

کم روک رکھنے کے لیے اسموقعہ پر جہاں حملہ ہونیوالا ہو۔ لا ڈالے۔ ایسی صورتوں میں قطار چلنے سے نہ رکجائے بلکہ تیز قدمی کے ساتھ آگے بڑھی جلائے۔ اور رواروی نکل جانے کی کوشش کرے۔

۳ چونکہ قطار میں ایکہزار گاڑیاں اور ۳۰۵۰ بارکش گھوڑے ہیں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ دریا کو عبور کرتے وقت کچھ گڑبڑ نہ پڑے۔ اور بد انتظامی نہو۔ اس غرض کیلئے ہفتم بریگیڈ سے دو قابل اور مستعد سپرڈ ہر پل کیلئے ایک ایک اس امر کے بند وبست کیلئے منتخب کیے جائینگے۔ کہ قطار پلوں پر سے بیجا عجلت سے کام نہ لیکر انتظام اور باقاعدگی کیساتھ گذرے۔

۴ روانگی کیوقت سے لیکر کوچ کے اختتام تک کل سپاہی صفوں میں رہیں۔ اور کسی نہج ان صفونکو نچھوڑیں بلا تمیز درجہ کل افسر اس حکم کی پوری تعمیل کرائیں جن افسروں کے سپاہیوں کیوجہ سے کوئی بد انتظامی یا توقف ہوا وہ بذاتہم ذمہ وار سمجھے جائیں گے۔ اور ان کو سخت سزا دی جائے گی۔

۵ نظامیہ کیولری کے پانچ رسالے اول ڈویزن کیساتھ۔ اور چار رسالے دوم ڈویزن کے ساتھ لگائے گئے ہیں وہ اپنے اپنے ڈویزنوں کیساتھ کوچ کرینگے۔

۶ چہارم اور پنجم بریگیڈ محافظ بریگیڈ کے عقب میں پانچسو گز کے فاصلہ پر کوچ کرینگے۔ انکا یہ فرض ہوگا۔ کہ اگر اسطرف سے حملہ ہو تو اسے پسپا کریں۔ اور عقب کو قابو میں رکھیں تاکہ باقی فوج بخیریت آگے بڑھ جائے۔ دستخط غازی عثمان مقام پلیونا۔ مورخہ ۷ دسمبر ۱۸۷۷ء

اس جرنیلی حکم سے علاوہ ہر رجمنٹ کے کمانڈر نے اپنی اپنی ماتحت پلٹنوں کے لئے علیحدہ علیحدہ خاص احکام جاری کیئے تھے چنانچہ اس موقعہ پر میں وہ خاص حکم بھی جو میری پلٹن کیواسطے جاری ہوا تھا درج کیے دیتا ہوں۔ یہ آخری دستاویز ہے جسے میں بجنسہ نقل کرتا ہوں

۱ یہ پلٹن جو ادہم پاشا کے بریگیڈ کی یازدہم رجمنٹ کی جزو ہے۔ اپنی بارہ گاڑیوں اور ساٹھ بارکش گھوڑوں کو حملہ کیلئے مقرر کئے گئے دن سے قبل کی دوپہر کو لادنا شروع کرے۔ اور ایک یا دو گھنٹوں کے بعد گاڑیاں مع اپنے ۲۴ بیلوں نیز چالیس بارکش گھوڑوں اور بیس شفایابوں یا کمزور سپاہیوں کے عارضی دستہ کی محافظت میں ایک کارپورل اور ایک لفٹنٹ کے زیر کمان مغربی جانق بایر مورچہ سے پلیونا کیطرف روانہ ہو جائیں۔ جو ٹھیرے بغیر شہر سے گذر کر اس پہاڑی پر بسیرا کریں۔ جو سنگی پل کے قریب ہی ہے اسوقت سے یہ قطار ہفتم بریگیڈ کے جرنیل سعید بک کے ماتحت ہو گی کارپورل اور اسکا دستہ قطار کیساتھ ہے۔ اور ہفتم بریگیڈ کے افسر نیز احکام کی تعمیل کرے۔ لفٹنٹ طلوع فجر سے پہلے پلٹن کو آملے

۲ یہ پلٹن مذکور جس میں چار کمپنیاں ہیں اور بیس بارکش گھوڑے جنمیں سے ہر ایک پر کارتوسوں کے دو صندوق ہونگے اسکے ہمراہ ہونگے۔ اسی رجمنٹ کی دو اور پلٹنوں اور بریگیڈ کی باتریوں میں سے ایک باتری سمیت شام کے سات بجے چیپ چاپ مورچہ سے روانہ ہو جائے۔ یہ تینوں پلٹنیں نبی طابیہ کو جائیں۔ یہاں ایک اور پلٹن انمیں شامل ہو جائے گی جس سے

پلٹنوں کی رجمنٹ مکمل ہو جائے گی۔ یہ رجمنٹ باتری کو ہمراہ لیکر کو دا مور جوں کے راستے جہاں بنی طابیہ کی پلٹن
اور ایک اور پلٹن رات بھر ٹھیریگی۔ آو پانتز مور جونکو جائے اور وہاں سے او پانتز پل کو سرکو۔ جہاں باقیماندہ دونوں
پلٹنیں اور باتری چند گھنٹے آرام کریں۔ رات کو کسیوقت لیکن کم ازکم طلوع فجر سے ایک گھنٹہ پہلے یہ اوپانتزپل سے
عبور کر کے بائیں کنارہ پر ایسے موقع پر قابض ہو جائیں جو شمال اور شمال مغرب رویہ ہو اور وہاں سے مدافعت بخوبی ہو سکتی
ہو۔ اور جبتک اول ڈویژن حملہ نکرے۔ اور ششم برگیڈ کی آٹھوں پلٹنیں اور دونوں باتریاں بائیں کنارہ پر نہ پہنچ جائیں
اس موقع مذکور پر قابض رہیں۔ بعدازاں کل برگیڈ مع اپنی بارہ توپوں کے ان احکام کے مطابق جو عادل پاشا کمانڈر
دوم ڈویژن نے ششم برگیڈ کیلئے صادر کئے ہیں قطار کے دائیں طرف رجمنٹوں اور پلٹنوں کی باقاعدہ ترتیب سے
پلٹنوں کی اکہری قطار میں اسطرح سے آگے بڑھیگا۔ کہ قطار کا کل دایاں بازو برگیڈ کی حفاظت میں ہے۔ جو اسی رفتار سے
چلیگا۔ جو قطار کی ہوگی۔ پلٹن کے بیس بارکش گھوڑے برگیڈ کی دوسری ساتوں پلٹنوں کے گھوڑوں اور اسکی دونوں
باتریوں کے گولہ بارود گاڑیوں کیساتھ یکجا رہیں گے۔ اور برگیڈ کے بائیں طرف برگیڈ اور قطار کے کالموں کے عین
درمیان چلیں گے۔ دشمن اگر قطار کے دائیں بازو پر حملہ کرنیکی کوشش کرے۔ تو اسے فی الفور اور نہایت
مستعدی کیساتھ روکا جائے (دستخط) کاظم بک

ناظرین کو آگے جاکر معلوم ہو جائیگا۔ کہ ان ہدایات کے آخری نصف حصہ کی تعمیل نہ ہوئی۔ کیونکہ ہماری اس
رجمنٹ کو دریا سے عبور کرنا ہی نصیب نہ ہوا۔ اور وہ لڑائی کے کل دوران میں دائیں کنارہ پر ہی رہی۔ برعکس اسکے
میری پلٹن اور ہماری ہی رجمنٹ کی ایک اور پلٹن نے اول ڈویژن کیساتھ ملکر غنیم پر جو حملہ کیا تھا۔ پروگرام میں ہمیں ایسا
کرنیکی کوئی ہدایت نہیں کی گئی تھی۔ میرا خیال ہے۔ کہ کاظم بک نے عین اسیوقت موقع کی صورت حال دیکھکر حملہ کرنیکی رای قائم کی تھی
تاکہ ناظرین ہماری طاقت کا دشمن کی طاقت سے موازنہ کرسکیں۔ میں اس روسی فوج کی اجمالی فہرست
درج کرتا ہوں۔ جو دس دسمبر کو مغربی بلگیریا میں مشغول کارزار رہی تھی۔

روسی مغربی فوج

کمانڈر انچیف :۔ گرینڈ ڈیوک نکلس

اعلیٰ شاف افسر :۔ جنرل نیپوکوئت چرکی۔

فوج محاصرہ کنندہ

کمانڈر :۔ شہزادہ پونس والی رومانیا

دوم کمانڈر جنرل ٹوڈل بین

اعلیٰ شاف افسر :۔ جنرل پرنس امرت نسکی۔

کمانڈر توپخانہ:- جنرل مولر

کمانڈر فوج سواران:- جنرل آرنولڈی

اعلےٰ انجینیر:- جنرل ریٹ لنگر

اعلےٰ افسر حفظان صحت:- ڈاکٹر کوچ

	پلٹنیں	رسالے	توپیں
اوّل حصّہ:- بیو ولر سے قائلی طابیہ تک (با خراج آخر الذکر)			
کمانڈر:- جنرل چرنات تیسن رومانوی ڈویزن	۲۸	۲۸	۸۷
دوم حصّہ:- قائلی طابیہ سے راوی شیبود تک			
کمانڈر:- جنرل کرو ڈنر نہم کور	۱۸	۴	۸۰
سوم حصّہ:- راوی شیبود سے طلیچہ وادی تک			
کمانڈر جنرل سٹور: چہارم کور	۱۳	۴	۴۸
چوتھا حصّہ:- وادی طلیچہ سے کار توشادن تک			
کمانڈر:- جنرل سکو بیلاف	۲۷	۶	۹۶
پانچواں حصّہ:- کار توشادن سے طرنینا تک			
کمانڈر:- جنرل کاٹیلائی امپیریل گارڈ کور	۱۶	۶	۵۴
چھٹا حصّہ:- دریا، دو کے مغربی ساحل پر طرنینا کے مقابل سے لیکر بیوولر کے مقابل تک			
کمانڈر:- جنرل گانز کی۔ گرینی ڈیروں کی کور	۳۰	۲۲	۱۲۶
میزان	۱۳۲	۶۶	[illegible]

وہ دستے جو فوج محاصرہ کنندہ کے دائرہ سے باہر تھے

	پلٹنیں	رسالے	توپیں
بمقام لوفچہ وسلوی۔ کمانڈر جنرل کارزو	۳۴	۴	۱۳۶
بلقان کور۔ کمانڈر جنرل گورکو	۳۰	۲۸	۴۶
بمقام لوم پلنکہ	۸	۳۶	۳۰
میزان کل	۲۰۴	۱۳۴	۶۹۴

یعنی جملہ تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار

اب میں پھر اپنی ذاتی داستان شروع کرتا ہوں جب پلٹن کی قطار جو میرے زیر اہتمام تھی۔ پہاڑی پر پہنچ گئی۔ تو مجھے اسکی شب باشی کیلئے ایسے موقع کی تلاش ہوئی جو پھر بآسانی ملسکے۔ اور جہاں پہنچنا بھی مشکل نہ ہو مجھکو ایسا موقع چوبی پل کے قریب پہاڑی کے شمالی ڈھلاؤ پر مل گیا۔ وہاں مینے گاڑیوں اور گھوڑوں کو جا ٹھیرایا۔ حیوانوں کی زینیں اتروادیں۔ اور جو چارہ کی خفیف مقدار اس غرض کیلئے مجھے مورچہ سے دیگئی تھی۔ اسے انکے سامنے ڈلوادیا یہ اُن کے پیٹ بھرنیکے لئے کافی نہ تھی۔ مگر قرب وجوار میں ٹہلتے وقت مجھے ایک لونڈا مل گیا۔ جو نہایت عمدہ گھاس کی دو گٹھڑیاں اُٹھائے لیجارہا تھا۔ میں افسوس کیساتھ تسلیم کرتا ہوں کہ مینے یہ گھاس اس سے جبراً چھین لی مگر سچی بات یہ ہے۔ کہ مجھے اپنے بیل اور گھوڑے اس لونڈیکے دغاباز بلغاری والدین کے گدھوں یا بکریوں سے زیادہ عزیز اور ضروری تھے میں لونڈیکو چیختا چلاتا۔ اور زمین پر ایڑیاں گھٹنے رگڑتا چھوڑکر مال غنیمالیکر جھٹ پٹ اپنے دستہ میں پہنچگیا۔ تاریکی میں قدموں کی آہٹ سے مجھے معلوم ہوگیا کہ لڑکے کے بیخ چہاڑے سے ایک پیرول گشت کنندہ جماعت اسکے پاس پہنچگیی مگر یہ بتانا فضول ہے کہ اہل ظلمانہ وسینہ زوری کے مرتکب کا کوئی سراغ نہ ملا۔ دستہ میں پہنچکر میں نے آگ روشن کرائی اور پھر اپنے سپاہیوں اور جانوروں کیلئے رات کے بسیرے کا انتظام کرکے پیدل شہر کو چلدیا اسوقت تھوڑی تھوڑی برف پڑرہی تھی شب دیجور کی تاریکی میں ادہر ادہر الاؤ روشن تھے جنکی ٹمٹماتی ہوئی روشنی کو سپاہیوں کے لاغر اور نڈہال جسموں کے عجیب وغریب سائے زمین پر پڑرہے تھے۔ سپاہی گو پرجوش اور لڑائی کیلئے بیتاب تھے مگر عملی طور پر اسکا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور دبی ہوئی آوازوں میں ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے کیونکہ خاموشی کا حکم دیا ہوا تھا۔ کڑکتے جاڑے اور بیرونق میدان میں گاڑیوں اور جانوروں کے اس وسیع کمپ کو دیکھکر جو دو یا تین مربع میلوں کے رقبہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی کل کی ڈراؤنی صبح کا خیال آجاتا ہے جسنے حیات وموت۔ فتح شکست اور رہائی یا گرفتاری کا فیصلہ کرنا تھا میری طبیعت سخت اداس اور افسردہ ہوگئی اور گو اسوقت مجھے کوئی بدشگونی نہیں ہورہی تھی۔ تاہم مجھ پر تقریباً ویسی حالت طاری ہورہی تھی جیسی کہ کسی طوفان کی آمد پر (جس سے ہمارے معدے تھرتھرانے اور سر چکرانے لگتے ہیں) ہماری حالت ہوجاتی ہے۔ کمپ کے کنارہ پر ترکی باشندوں کی گاڑیاں تھیں۔ وہاں عجیب بھانت بھانت کے لوگ جمع تھے۔ فربہ اندام متمول سوداگر اور اُسکے خوب بھرے ہوئے حرم سے لیکر دُبلے پتلے زرد رو خستہ مزدور تک جو اپنی بیوی بچہ اور گدھے کو ساتھ لئے ہوئے تھا۔ سب مذہب کے لوگ موجود تھے مرد پژمردہ خاطر وملول تھے۔ عورتیں برقعے پہنے آہ وزاری کر رہی تھیں۔ اور بچے الاؤ کی روشنی میں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ ان فاقہ کش لرزاں وترساں بدبختوں کو۔ جو گھر کاروبار مال وجائداد۔ الغرض سب کچھ پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ دیکھکر سخت رحم آیا۔ میں نے اپنی دوست لڑکی کی بہت تلاش کی۔ مگر وہ نہ ملی جس سے مینے نتیجہ نکال لیا کہ اسکے باپ کی گاڑی ابھی نہیں آئی۔ جبتک کہ میں قطار کے کمپ اور اسکے قرب وجوار میں

رہا۔ چاروں طرف سے پلٹنوں پر پلٹنیں چپ چاپ اور با قاعدگی کیساتھ وہاں پہنچتیں۔ اور پھر کیمپ میں سے ہو کر اپنے اپنے مقررہ مقامات کو چلی جاتی رہیں۔ اُن اُن جگہوں میں جہانکہ سڑکیں گھاٹیوں میں سے گذرتی تھیں اور وہ دشمن کے دیدبانوں کی عقابی نظروں سے اوجھل نہیں۔ الاؤ روشن کئے گئے ہوئے تھے جہاں راستے اور پگڈنڈیاں دشمن کی حونگاہ کے دائرہ میں تھیں۔ وہاں بیشمار تکلیف وحائتے ہوئے کیونکہ لالٹینوں کی کمزور روشنی مرطوب اور غلیظ ہوا میں دور تک نہیں جا سکتی تھی۔ ان ہزاروں آدمیوں کا کوچ جو آخری لڑائی کیلئے بیقرار اور جانیں قربان کرنے پر تیار تھے عجب شاندار نظارہ تھا۔ رات کی سخت تاریکی سے نکلکر تھوڑی دیر کے لئے وہ کیمپ کے الاؤں کی روشنی میں جن کا سلسلہ غیر متناہی معلوم ہوتا تھا پہنچ جاتے تھے۔ اور بعد ازاں پھر تاریکی میں غائب ہو جاتے تھے

شہر پہونچکر میں سیدھا توفاق کو گیا میرا دل تو بہت چاہتا تھا۔ کہ اپنے دوستوں سے سرسری ملاقات کرتا جاؤں مگر میں نے اس خواہش کو ضبط کیا۔ وہاں مجھے ایک افسر نے ایک بازار کے فوجی ہسپتالوں کی دروازوں پر چسپاں کرنیکے لئے لیبل (چٹیں) لکھنے کے لئے کہا۔ میں نے موم بتی کی روشنی میں بہ نمونہ ذیل متعدد دورقوں پر تحریر کیا پھر برش اور سریش کی ہنڈیا لیکر میں نے بازار مذکور کے ان تمام مکانوں کے دروازہ پر جنکا مجھے پتہ دیا گیا تھا۔ اور جن پر ہسپتالی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ یہ لیبل چسپاں کر دیئے۔

+

یہ مکان مریضان ہے۔

(بزبان فرنچ)

یہ مکان تعداد میں بیس یا کچھ زیادہ تھے

اللہ اکبر جس شہر میں کبھی چار ہزار خاندان بآرام و آسائش آباد تھے۔ اب اسے قریب الرگو اور بیکس درماندہ لوگوں اور غالباً چار سو فاقہ کش بلغاریوں کے کنبوں کے سوائے باقی سب چھوڑکر چلے گئے تھے اس سے بڑھکر کوئی بربادی اور ویرانی قیاس میں نہیں آسکتی۔ اُسے خدا نے بھلا دیا تھا اور وہ ویران و برباد ہو گیا تھا۔ ۹ و ۱۰ دسمبر کی درمیانی رات کے پلیونا کو جولائی کے خوبصورت اور بارونق پلیونا سے وہی نسبت تھی۔ جو ایک پیرزال عورت کی بوسیدہ لاش کو ایک بھرپور نوجوان حسین دوشیزہ کے زندہ جسم سے ہو سکتی ہے۔ بازار سنسان اور تاریک پڑے تھے۔ کہیں کہیں کوئی خدائی خوار گرسنہ درندہ کی طرح کسی کھانے کی چیز کی بو مل جانیکے فضول تلاش میں پھرتا ملجاتا۔ یا کوئی عورت اپنی موٹی چادر میں لپٹی پٹی لٹشائی پر چھائیں

کی طرح چشم زدن میں پاس سے گذر جاتی. زمین آئینہ کی طرح چمک رہی تھی اور چھتیں سفید براق نظر آتی تھیں درختوں پر برف کے قطرات جمے ہوئے تھے جو ہو بہو عالم نباتات کے غول بیابانی معلوم ہو گئے تھے. مکان سنسان اور ویران. اکثر ڈھئے اور بعض بالکل منہدم سیاہی ایسا سیاہ آبر سر پر اور رات کی تاریکی. پختہ دیواروں کی طرح مجھے سب طرف سے گھیرے ہوئے تھی. روشنی کی ایک واحد جھلملاہٹ یا کرن بھی دکھلائی نہیں دیتی تھی۔

صرف میری لالٹین ہی میرے اردگرد کمزور زرد دبے نور اور ٹمٹماتی ہوئی روشنی کا تنگ سا دائرہ بنا رہی تھی. اس شہر خاموشاں میں میرے تن تنہا قدموں سے منجمد زمین دہات کی چادر کیطرح گونج پیدا کر رہی تھی اور ہر طرف جو چیں ہسپتالوں کے اندر سے بیماروں اور زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں کبھی کبھی سنائی دیکر جراحت دل پر نمک پاشی کا کام دیجاتی تھیں. ان سب عجیب مشاہدوں کا اجتماعی اثر جو اس دینا کے معلوم ہی نہیں ہوتے تھے مجھپر ایسا گہرا پڑا. کہ مدتوں تک محو نہ ہو سکا. دو دفعہ میں لاشوں پر ٹھوکر کھا کر گرا جنکو دور کرنیکا آسان اور سریع طریقہ یہی سمجھا گیا تھا. کہ ان کو بدرو میں پھینکدیا جائے. بالکل تنہا دروازوں پر لیبل لگاتے وقت میں نے کئی دفعہ بدن کو جھنجھوڑا اور گوشت کو چٹکی میں دبایا. کیونکہ یہ خوفناک نظارہ دیکھکر مجھکو خیال ہو جاتا تھا. کہ یہ واقعی کیفیت نہیں. بلکہ میں کوئی خواب پریشان دیکھ رہا ہوں جنڈیا کے سر سے پیر تک سے بوسیدگی کی سخت بو آرہی تھی۔ اور دروازوں کے کواڑوں پر برش پھیرنے وقت مجھے بار بار یہی خیال گذرتا تھا. کہ ایک وسیع و فراخ قبرستان میں اکیلا میں ہی زندہ ہوں۔ اور قبروں کے سرہانے کے پتھروں کی نامتناہی قطار در قطار پر کتبے لکھ رہا ہوں

اسوقت چھوٹے بڑے دیگر کراہیت انگیز اور ہیبت ناک ہیں جو سب یکساں تھے۔ اسقدر واقعات حادث ہو رہے تھے. کہ سلطان المعظم کی پلیونا فوج کو اشتہار چسپاں کنندہ کا کام دینے کی نوکری کے تھوڑے عرصہ میں مجھے دو ماجرے ایسے پیش آئے. جو اگر معمولی اوقات میں کسی انسان کو پیش آتے۔ تو ہفتوں تک ان کا عجیب اور رقت انگیز اثر اس کے دل سے زائل نہ ہوتا لیکن عادی ہونیکی وجہ سے میں نے ان کی چنداں پروانہ کی. ایک ہسپتال میں سخت شور و غل سنکر میں اندر گیا. تو کیا دیکھتا ہوں. کہ ایک معمولی دیئے کی کمزور روشنی میں جو بہت دھواں چھوڑ رہا تھا چند بیمار و زخمی کسی تھوڑی سی نیم بوسیدہ کھانیکی چیز پر جو اتفاقیہ ایک الماری سے برآمد ہو گئی تھی۔ آپس میں لڑ رہے تھے کسی کی ٹانگ. یا پاؤں نہ اور بعض کے بازو یا ہاتھ کٹے ہو باقیماندہ خوفناک بیماریوں سے سڑے ہوئے. یہ سب اس کھانے کے لئے جسے اے پیارے ناظرین اگر آپ کے کتے یا بلی کے سامنے بھی ڈالا جاتا. تو وہ بھی اُسے اپنے بے عزتی اور ہتک سمجھتے۔ ہاتھوں. ٹانگوں دانتوں ناخنوں اور گھونسوں سے ایک دوسرے کے دست و گریباں ہو رہے تھے. میں نے ان کو ٹھنڈا کیا. اور

وہ بدبو دار خوراک مساوی حصوں میں سب کو بانٹ دی۔ وہ غول بیابانی اور بھوتوں کے مشابہ تھے۔ اور انکی رہائش گاہ جہنم کا ایک حصہ معلوم ہوتی تھی۔ جب میں باہر جانے لگا تو ایک شخص نے جس کی ٹانگیں نابود تھیں بوریئے سے اُٹھ کر مجھے پکڑ لیا۔ اور بالحاح درخواست کی کہ میں اُسے قطار کے کمپ میں اُٹھا کر لے جاؤں تاکہ وہ بھی وہ جنکے ہمراہ جاسکے۔ دوسرے مصیبت زدگان بھی دو زانو ہو کر اس دوزخ سے رہائی دلائے جانے کی استدعا کرنے لگے خوش قسمتی سے ہوقت ایک خادم خود بھی ایک شفایاب سپاہی تھا اور بمشکل رینگ سکتا تھا۔ کمرہ میں پہنچ گیا۔ اور میں دامن چھوڑا کر باہر نکل گیا۔ جب میں لیبل لگانیکا کام ختم کر چکا۔ تو ایک تنگ کوچہ کے راستہ سے جہاں تاریکی اپنے جوبن پر تھی تو ناق کو واپس لوٹا۔ میں ابھی اس میں سے گذر رہا تھا۔ کہ کسی شخص نے مجھ پر جھپٹ کر بریش کی ہنڈیا میرے ہاتھ سے چھین لی میرا قیاس ہے کہ اُسے لالٹین کی روشنی سے جو دھینگا مشتی میں میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ ہنڈیا کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا ہوگا کہ اس میں کوئی کھانے کی چیز ہے۔ پینے برش سے اس کے منہ کی خوب گت بنائی جس پر وہ تھوکنے چیخنے اور قسمیں کھانے لگا۔ اور اس کا حلق بند ہو گیا۔ اور بالآخر میں نے برش کو اس کے حلق میں گھسیڑ دیا۔ اتنے میں اور لوگ بھی اس کی مدد کو پہنچ گئے جن کی بولی سے ان کا بلغاری ہونا معلوم ہو گیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ حزم اور مآل اندیشی ہی اسوقت کا بہترین حصہ ہے۔ ہنڈیا کو اپنے نامعلوم اور تاریکی میں چھپے ہوئے حملہ آوروں کے قبضہ میں چھوڑ دیا کہ اپنی اشتہا کو خوب طرح سے رفع کر لیں۔ اور خود جلد جلد قدم اُٹھا کر تو ناق کی طرف چلدیا۔

وہاں پہنچکر مینے چند افسروں اور شفایاب سپاہیوں کو سرکاری کا غذات اور اسلحہ کے پیکٹ باندھنے میں مدد دی۔ مجھے وقت ٹھیک یاد نہیں رہا۔ قیاساً لکھتا ہوں۔ کہ دس اور گیارہ کے درمیان ہوگا۔ سپاہیوں سے بات چیت کرتے ہوئے مجھے ان کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ سہ پہر کو جسوقت میں اپنی بلیٹن کی قطار لیکر شہر کو چلا آرہا تھا۔ گورنا دوبنیک کی طرف دھواں دکھائی دینے سے یہ افواہ اُڑ گئی۔ کہ امدادی فوج قریب پہنچ گئی ہے۔ مگر پہلی افواہوں کی طرح آخر یہ بھی بے بنیاد ثابت ہوئی۔ بلکہ ممکن ہے شاید روسیوں نے ہی دھوکہ دینے کیلئے عمداً دھواں کر دیا ہو۔ اس دھوئیں سے مشیر اور ظاہر پاشا میں اختلاف رائے ہو گیا۔ مشیر اعلیٰ کا یہ منشاء تھا کہ ان افواہوں کے باوجود حملہ مقررہ وقت پر کیا جائے۔ ظاہر مفروضہ امداد کا انتظار کرنے کیلئے اور چوبیس گھنٹہ توقف کر دینا چاہتا تھا۔ اسکے متعلق دونوں میں تار برقی کے ذریعے سے بحث ہوتی رہی تھی۔ آخر عثمان پاشا نے اپنی معمولی تحکمانہ مزاجی اور تندی سے کام لیکر تار کٹوا دیا۔ اور اس طرح اس بحث کا خاتمہ کر دیا۔

ہم ابھی صندوقوں اور پولندوں کے باندھنے میں مصروف تھے کہ مشیر اور ان کا سٹاف گھوڑوں پر سوار آ پہنچا۔ ایک سوار مشعل لئے ہوئے آگے آگے تھا۔ اور سالونیکی مجاہدین کا ایک چھوٹا سا دستہ اردل میں تھا۔ عثمان تو ناق میں داخل ہو کر پاؤ گھنٹہ تک حسین بک گورنر پلیونا سے علیحدہ ہو کر باتیں کرتے رہے جب وہ باہر آئے۔ تو مشعل

کی پوری روشنی سیدھی ان کے چہرہ پر پڑی۔ مینے ستمبر کی لڑائی سے بعد پھر ان کو رو در رو نہیں دیکھا تھا۔ انکا چہرہ پژمردہ و لاغر اور رخسارے خشک ہو گئے تھے پیشانی پر گہرے شکن پڑے ہوئے تھے۔ اور آنکھوں کے نیچے جن کے انداز سے خفگی آمیز عزم بالجزم ٹپک رہا تھا۔ نیلے حلقے پڑ گئے تھے۔ انہوں نے میری سلام کا جواب اپنی عادت کیمطابق سر کے اشارہ سے دیا۔ انکا یہ اشارہ سلام کی بجائے زیادہ تر چیں بجبیں ہو کر جھڑک دینے کے مشابہ ہوتا تھا۔ وہ شاید کوئی بات کرنی بھول گئے تھے چنانچہ باہر جا کر پھر حسین بک کے ہمراہ مکان کے اندر چلے گئے۔ اور بڑے کمرہ میں میز کے پاس بیٹھکر اس سے کانوں میں باتیں کرنے لگے میں میز کے پرلے سرے پر ان چند افسروں کے پاس جو لکھ رہے تھے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور پھر بظاہر اپنی نوٹ بک پر کچھ لکھنے کا بہانہ کر کے مشیر کی شبیہ پنسل سے اُتار لی اسکی نقل اس کتاب میں دیدیگئی ہے جب وہ سکو اسیطرح ترشروئی سے سلام کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تو ہم سب باز از تک انکے پیچھے پیچھے گئے۔ اتحاد عثمانیہ کے مجاہدین کی پلٹن کی ایک کمپنی سڑک پر صف بستہ کھڑی تھی۔ ایک کمزور سا بینڈ بھی موجود تھا۔ جسنے فوجی راگ سے سلامی اتارنے کی افسردہ سی کوشش کی مشیر نے خوبصورت عرب گھوڑے پر سوار ہو کر حسین بک کو الوداع کہا۔ اور فوق پر آخری نظر ڈالکر جو ہمیشہ کیلئے الوداع کہنے کے برابر تھی۔ روانہ ہو گئے اور سٹاف اور اردل کے سوار اور مجاہدین بھی معہ گاڑی ان کے پیچھے پیچھے ساتھ ہو لئے۔

مشیر اور ان کے افسروں نے رات پلیونا کے مغربی مقامات میں ایک کسان کے جھونپڑی میں بسر کی شہر میں قلائل کار مستعد سپاہیوں میں سے اب صرف گورنر اور انکے ایک یا دو ماتحت ایک ڈاکٹر جو پیچھے رہنے کیلئے منتخب کیا گیا تھا۔ اور میرے خیال میں وہ جرمن ڈاکٹروں میں سے ایک تھا۔ اس کے دو نائب اور دو سو شفاخانہ سپاہی بیماروں کی خدمت و حفاظت کیلئے اور بیس افسر جنکو میری طرح آخری انتظام کیمتعلق ابھی کچھ کچھ کرنا باقی رہتا تھا۔ رہگئے تھے۔ اُن افسروں کو اپنی اپنی پلٹنوں میں واپس جانیسے پہلے تو ناق میں جمع ہونیکا حکم تھا۔ وہاں وہ سب آدہی رات سے پہلے پہنچگئے تھے۔ اور ہمنے رات کا کھانا جسمیں روٹی اور دلیا تھا۔ ملکر کھایا پھر ان لوگوں سے جن کو پیچھے رہنا تھا۔ اور انہوں نے ہم کو بادل پژمردہ الوداع کہا۔ رخصت ہو کر ایک جماعت میں قطار کے کمپ کو چلدیے۔ آخری مکانوں کے پاس سے گذرتے وقت مینے پلیونا کو آخری الوداع کہا۔

رات سخت تاریک تھی۔ آسمان کی بجائے سروں سے تھوڑی دور اوپر ایک تختہ چھت کوئلہ کی ایسی سیاہ پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اور اس سے برف کے چھوٹے چھوٹے پھوئے باہستگی گر رہے تھے۔ سڑی منجمد ہونیکی وجہ سے چند دقیقے نیچی کی تھی ہم میں سے بعض کے پاس لالٹینیں تھیں اُنکے بغیر راستہ چلنا محال تھا۔ گھاٹیوں پر غلیظ دھند چھائی تھی ہوا سڑی کے باوجود حواس کو منقبض کر رہی تھی بلکہ جسموں کو بھی بوجھل اور ثقیل معلوم ہوتی تھی آپسمیں تھوڑی بہت جو گفتگو ہوئی۔ وہ بھی دلونکو خوش کرنے والی نہ تھی۔ مزید براں ہم سب ایکدوسرے

بیگانہ اور کل کے نمونہ رستخیز معرکہ کے سوائے گفتگو کیلئے کوئی مشترک مضمون نہ رکھتے تھے یعنی اس مستثنے کے سوائے۔ اور کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے ہم سبکو یکساں دلچسپی ہوتی۔ اور کل کے متعلق بھی ہماری بحث کمال مختصر تھی جسکا خلاصہ ان لفظوں میں ہوسکتا ہے کہ "ہماری بس ہوچکی۔ ہم سب کو کامیابی کے موہوم ہونے پر اتفاق تھا۔ اور اکثر کو کل اسوقت تک زندہ رہنے کی توقع نہ تھی۔ جب انسان کو کھیل تمام ہوچکنے کا یقین ہوجائے۔ تو پھر کل ولیلیں ایک طرف پھینکدی جاتی ہیں۔ یہی ہماری حالت تھی۔ ہمنے چپ چاپ اپنے ہی تاریک خیالات سے دل میں باتیں کرتے ہوئے راستہ کو طے کیا۔

قطار کے کمپ پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اکثر الاؤ بجھ گئے ہوئے تھے۔ ہم بیسیوں میں مختلف پلٹنوں سے تعلق رکھتے تھے۔ کمپ میں ہم ایکدوسرے سے جدا ہوگئے ہیں۔ اور میرے بریگیڈ کے دو اور لفٹنٹ ایک متروکہ جھونپڑی کی طرف جسے میں شام کو تاڑ گیا تھا چلدیئے۔ وہ سنگی پل اور جنوبی چوبی پل کے درمیان مساوی بعد پر دریا کے کنارے پر تھی۔ اور غالباً ابتدا میں کسی ماہی گیر کا جھونپڑا یا کشتی رکھنے کا مکان تھی۔ ہم وہاں صبح کے ایک اور دو کے درمیان پہنچے۔ اس میں لکڑی یا سامان کا نام تک نہیں رہ گیا تھا۔ کل تختے اور کواڑ وغیرہ ایندھن بنگئے ہوئے تھے۔ البتہ چھت قائم تھی۔ محافظ بریگیڈ کے کئی افسر پہلے سے وہاں بسیرا کئے ہوئے تھے۔

میں نے گران کوٹ کو اوڑھ کر دلپیٹ لیا۔ اور طلوع فجر سے پہلے پلٹن کو جا ملنے کیلئے وقت پر بیدار ہو جانیکو حسن اتفاق پر چھوڑکر چند گھنٹے آرام کرنیکو خالی زمین پر بیٹھ گیا۔ دریا کی طرف کو دروازہ کے آگے چوبی چبوترہ تھا جس کے بوسیدہ تختوں پر ایک سنتری تن تنہا کلاک کے پنڈولم (لٹکن) کیطرح باقاعدگی کیساتھ ٹہل رہا تھا۔ اور پانی چبوترہ مذکور کے ستونوں اور بلوں کو دھپیڑے مارتا ہوا۔ گذر رہا تھا جنکے ساتھ کبھی کبھی پانی پر تیرتا ہوا برف کا کوئی ٹکڑہ بھی آ ٹکراتا تھا۔

دریا یہ دو اس موقعہ پر ایک سو گز چوڑا ہے۔

دریا کے قرب وجوار میں ایسی دھند چھائی ہوئی تھی کہ اول ڈویژن کی کوئی چیز مجھے دکھائی ندی۔ مگر جب میں بیٹھ گیا۔ تو تھوڑی دیر بعد دونوں طرف سے پلٹنوں کے بڑھنے کی آہٹ سنائی دینے لگ گئی جسکا متا برابر پانچ بجے تک لگا رہا میں تکان سے نیم جان ہو رہا تھا۔ مگر طبیعت کی بیحد افسردگی نے نیند حرام کردی تھی۔ اول ڈویژن کے دو بریگیڈ سنگی پل سے اور ایک بریگیڈ چوبی پل سے گذرا تھوڑی دیر کیلئے بے آرامی کیساتھ میری آنکھ لگتی رہی جب سردی کی شدت یا خواب ہائے پریشان سے جو دماغی تردد و انتشار سے آتے رہتے آنکھ کھلجاتی۔ تو فوج کی یکساں اور یک سری لیعدی آہٹ سے میں بالکل بیدار ہوجاتا کبھی کبھی سخت زمین پر کیسی اچھلتے کودتے گھوڑوں کے سموں کی ٹاپ اور بعض اوقات دبی آواز میں

پڑتے احکام کی آواز بھی سنائی دے جاتی۔ مگر اس سے ان ہزاروں آدمیوں کے قدموں کی مسلسل آہٹ میں جو شخص واحد کے اٹل ارادہ کے غلام بنے ہوئے موت کا جام پینے کے لیے خوشی خوشی سے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ کوئی فرق نہ پڑتا۔

اس رات کسی فریق نے گولہ باری نہ کی۔

پانچ بجے سے تھوڑی دیر بعد میں ایک عجیب ڈراؤنی خواب سے چونک کر بیدار ہو گیا میں نے خواب دیکھا کہ کوئی نہایت ہی مہیب خوفناک اور دہشت انگیز غول یا بھوت دروازہ میں سے داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے جس چیز نے مجھے ایسا ڈرایا تھا کہ میرا سارا بدن سر تا پسینے سے تر بتر ہو گیا۔ اور ایسا لرزا پڑ گیا تھا وہ در اصل سنتری کے قدموں کی آہٹ تھی جب ہوش و حواس قائم ہوئے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ اب پلٹنوں کے کوچ کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی اور بالکل خاموشی چھا رہی ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد پہیوں کی آواز آنے لگی۔ جس پر میرا ایک ساتھی جو میری طرح کان لگائے سن رہا تھا پکار اُٹھا۔ قطار نے حرکت شروع کر دی ہے۔ میں نے دیا سلائی روشن کی تو معلوم ہوا کہ محافظ بریگیڈ کے افسر چلے گئے ہیں۔ ہم اُٹھ بیٹھے اور تاریکی میں ہی جلد جلد چند بسکٹیں چبا کر باہر نکل گئے۔ سردی سخت اور رات کمال تاریک تھی۔ میرے ایک ساتھی کے پاس لالٹین تھی۔ مگر اسکی روشنی غلیظ دھند میں جو دریا پر پھیلی ہوئی تھی بالکل بے نور اور دھندلا سا معلوم ہوتی تھی۔ اتنے میں ہمیں چند قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ ایک چھوٹا سا دستہ تھا جو مشعل کی روشنی سے دریا کے کنارے کے سنتریوں کو جمع کر رہا تھا۔ دستہ کے کمانڈر کارپورل سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ اول ڈویژن بخیریت تمام کمال باقاعدگی کیساتھ دریا سے گذر گیا۔ اور اب قطار با حسن طریق گذر رہی ہے۔ ہم دریا کے کنارے کنارے شمال کیطرف چلے۔ قدم قدم پر ہمیں پانی میں گرنے کا خطرہ تھا۔ زمین آئینہ ایسی پھسلنی اور تاریکی ایسی تھی کہ ہاتھ پھیلا یا دکھائی نہیں دیتا تھا جنوبی چوبی پل کے سرے کے پاس سے گذر کر ہم ایک بڑے الاؤ کی روشنی کے دائرہ میں پہنچ گئے اس روشنی سے ہمیں جنبش کرتی ہوئی گاڑیوں اور خوب لدے ہوئے گھوڑوں کی بظاہر نا قابل اختتام قطار پل سے گذرتی ہوئی دکھا دی ہم گاڑیوں کے بھول بھلیاں سے بمشکل گذر کر اس پگڈنڈی پر جو دریا کے خم کے سرے سے خشکی کو ہو جاتی ہے چڑھ گئے۔ اور تاریکی میں بار بار راستہ سے اتر جانے کی تکلیف کے سوائے اور سب طرح بخیریت اوپانتز بل پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک سنتری نے ہمیں آواز دی جس سے ہم نے اپنی اپنی پلٹنوں کا پتہ دریافت کیا۔ میری پلٹن خوش قسمتی سے چند ہی گز کے فاصلہ پر تھی میں ساتھیوں سے سلام دعا کر کے اپنے میجر کے پاس حاضر ہوا۔ اور پھر تھوڑا در تراب سے دو دو باتیں کر کے اپنی کمپنی کی کمان لی۔ میری پلٹن آدھی رات کو منزل مقصود پر پہنچ کر اس موقعہ پر جہاں میں نے آ سے

بتایا تھا، شب باش ہوئی تھی۔ میرے چلے آنے کے بعد کوئی قابل ذکر ماجرا اُسے پیش نہ آیا تھا۔

اب تقریباً ساڑھے چھ کا عمل تھا۔ پاؤ گھنٹہ بعد ہمارے کرنیل کاظم بک گھوڑے پر سوار ہو کر میجر سے کچھ گفتگو کی۔ جسپر کمپنیوں کے کالموں میں صف بستہ ہو جانیکا حکم دیا گیا۔ اور اسکے بعد آگے بڑھنیکا ابھی تک بالکل اندھیرا تھا۔ چند آدمی لالٹین لیکر آگے آگے ہو لئے۔ اور ہم کشتی کے پل جنبیاں سے جو ہمارے قدم تلے نیچے تھراتا اور چیختا تھا، دریا عبور کر گئے۔ ہمارے پیچھے ہماری رجمنٹ کی ایک اور پلٹن اور ایک باتری گذری۔

بائیں کنارہ پر پہنچکر ہم پل کے سرے کے پاس کھڑے ہو کر پو پھٹنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب ہماری پیٹھ کیطرف مشرق میں ۱۰۔ دسمبر کے قابل یادگار اور معرکہ خیز دو شنبہ کی پہلی چمک نے سخت تاریک دہند کو بھوری سی رنگت کا کر دیا جس سے قریب قریب کی چیزیں بھوتوں کی طرح عدم سے وجود میں آکر بتدریج دکھائی دینے لگیں تو ہم اپنی اپنی جگہ پر قائم ہو گئے۔ ایک پلٹن نے شمال کی طرف رخ کر لیا جسکا دایاں بازو (میمنہ) لب دریا پر ختم ہوتا تھا۔ اور دوسری (یعنی میری) مغرب رویہ ہو گئی جسکا بایاں بازو (میسرہ) اول ڈویژن کے انتہائی دائیں سر سے جو دینولا فرار دادہ تجویز کے مطابق حملہ کے لئے اپنے اپنے موقعہ پر صف بستہ ہو گیا تھا ملگیا۔ اور چھ توپیں اُس زاویہ قائمہ پر قائم ہو گئیں۔ جو دونوں پلٹنوں کی صف آرائی سے بن گیا تھا۔ حملہ کے شروع ہونے سے پہلے دوسری پلٹن کی سپاہی بائیں ہاتھ پلٹ گئی۔ جس سے ان کا رخ مغرب اور نیز ہماری جانب ہو گیا۔ اسکے سوا انکی وضع میں اور کوئی تغیر نہ ہوا۔ اور اسی ترتیب سے آگے بڑھکر ہم اول ڈویژن کے حملہ میں شریک ہوئے۔

میری کمپنی پلٹن کے میسرہ پر تھی جس سے میں اول ڈویژن کے قریب ہو گیا۔ میں نے اپنے دونوں دستوں کو متوازی صفوں میں کھڑا کیا۔ سیمور کا دستہ سکرمشروں کی صف میں آگے اور ترابک دستہ مصافی صف میں بیس گز پیچھے تھا۔ جب روشنی زیادہ تیز ہو گئی۔ اور نظر دور تک کام کرنے لگی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ اول ڈویژن کی صف حملہ آور میرے بائیں طرف دو میل لمبی پھیلی ہوئی ہے۔ ڈویژن مذکور کا انتہائی دایاں سرا مجھ سے پچاس گز سے زیادہ فاصلہ پر تھا۔

برفباری بند ہو گئی تھی۔ اور دن چڑھنے پر دہند بھی بتدریج دور ہو گئی تھی۔ مگر سورج سارا دن چھپا رہا اور حملہ کیوقت ایک لحہ کیلئے بھی دہوپ نہ چمکی۔ پارہ منجمد ہونیکی وجہ سے ایک دو دقیقے اوپر چڑھ گیا تھا۔ اور سڑکوں اور راستوں پر حملہ آور پلٹنوں کے قدم سے تھوڑی ہی دیر میں برف کیچڑ کی شکل میں بدل گئی تھی۔

دہند کے دور ہوتے جانے پر اول ڈویژن کی لمبی سیدہی صف کا بتدریج نظر آتے جانا اور تا بحد نظر پھیلے ہوئے ہونا عجب شاندار نظارہ تھا۔ بارہ پلٹنیں پہلی صف میں تھیں جنسے تھوڑی سی دور آگے بارہ کمپنیاں شکرمشروں کی تھیں۔ بارہ پلٹنیں ایک سو گز پیچھے دوسری صف میں تھیں۔ اور چھ کمپنیوں یا تریاں بھی ایسی

صف میں منقسم تھیں۔ ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ قائم پیش قدمی کے حکم کا منتظر۔ ہر ایک کمپنی بہ ترتیب کامل
کہ جس پر کوئی حرف نہیں دھرا جا سکتا تھا۔ اور کل مجموعہ شاندار فولادی صفوف جنگ میں ہمہ تن تیار کھڑا تھا
ٹرکی اپنے اول ڈویزن کی ان چوبیس آزمودہ کار اور بہادر چیدہ پلٹنوں سے بڑھکر شاندار جو پلیونا
کے آخری معرکہ میں شریک ہوئیں کبھی کوئی فوج میدان جنگ میں نہیں لا سکی۔ اور نہ کبھی ویسا شاندار
نظارہ اس کی کوئی فوج دکھا سکی ہے۔ گران کوٹوں کے سر توپ فیسوں (ترکی ٹوپیوں) پر چڑھے ہوئے اور انکی نوکیں
اوپر کو نکلی ہوئیں۔ سپاہیوں کی عجیب و غریب ہیئت بنائے ہوئے تھے۔ اور تلوار نما سنگینوں کی درخشاں نوکوں کے
مقابلہ پر جنکے فولادی پہلوؤں پر برف آلود آسمان کی خاکی مائل بھوری رنگت کا عکس پڑ رہا تھا عجب تماشا دکھا رہی تھیں

جب یہ خیال آتا تھا کہ یہ کل ہزارہا بہادر ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے اور ایک ہی خواہش رکھتے ہیں
کہ یہ یار کچھ کر دکھائیں گے۔ یا فنا ہو جائینگے۔ تو طبیعت خود بخود شگفتہ ہو جاتی تھی۔ سب کا یہی خیال تھا کہ یہ ہمارا
آخری چارہ۔ آخری معرکہ آرائی۔ آخری داؤ اور آخری جان توڑ کوشش ہے۔ اس کے بعد خواہ کچھ
ظہور میں آئے ہم تو اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے ہوں گے۔ اس نورانی منبع کی چنگاری نے جو انسان
کے سینہ میں ودیعت ہے۔ اور جسے عام طور پر امید کہتے ہیں۔ ہمیں ایسا سرمست بنا دیا تھا۔ کہ ہم افسر
تک بھی جو حقیقت الحال سے سپاہیوں کی نسبت بہتر واقف تھے۔ اس عظیم الشوکت اور پر جلال صف
کو دیکھکر تمام شک و شبہات اور بد فالیوں کو بھول گئے۔ اور قبل از وقت ہی اپنے دلوں میں فتح
کے مزے لوٹنے لگے۔

صبح کے ابخرات میں سے منحوس اور ڈراؤنے روسی مورچے جو ہمارے اور آزادی کے درمیان
سد سکندری کی طرح حائل تھے سامنے دکھائی دینے لگے۔ ان سے پرے جو غبار آلود فضا نظر آتی تھی۔ وہی اس
جان توڑ اور جانگداز معرکہ و محاربہ کا جو عنقریب شروع ہونیوالا تھا۔ مدعا و مقصود تھی۔ وہاں پہنچ جانا آزادی کی طرف تھا
ملک اور ناموس عسکری ایک آخری شاندار قربانی کے متقاضی تھے۔ اور گو ہم اس کے دونوں پہلوؤں
سے بخوبی واقف تھے ہم نے بڑی خوشی سے اس قربانی کا چڑھانا منظور کر لیا۔ ہم جانتے تھے کہ
یا تو فتح پائی اور وہ فتح ایسی ہو گی جس کی تاریخ عالم میں کوئی نظیر نہیں ملیگی۔ یا بالکل فنا ہو گئے
ان دونوں کے سوائے کوئی تیسری صورت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ ہم اپنے جہازوں کو جلا کر خشکی میں بڑھے
تھے یعنی پلیونا خالی کر آئے۔ اور اپنا کمپ اور اپنے مورچے چھوڑ چھاڑ آ چلے آئے تھے۔

۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کی لڑائی میں ترکی فوج حملہ آور کی ترتیب

عسکر مشیر

الف	اول بریگیڈ } اول ڈویژن	۸ پلٹنیں		۱۲ توپیں
ب	دوم بریگیڈ } اول ڈویژن	۸ پلٹنیں		۱۲ توپیں
ج	سوم بریگیڈ } اول ڈویژن	۸ پلٹنیں		۱۲ توپیں
د	نظامیہ کیولری		۵ رسالے	
ہ	دوم ڈویژن کے	۲ پلٹنیں	۲ رسالے	۶ توپیں
و	سالونیکی مجاہدین		۳ رسالے	
ز	محافظ بریگیڈ سے	۲ پلٹنیں		۶ توپیں
ح	طاہر پاشا اور ان کا شاف			
ط	عثمان پاشا۔ ان کا شاف اور اردلی کی فوج	۱ پلٹن	۱ رسالہ	
	کالم کی کل جمعیت	۲۹ پلٹنیں	۱۱ رسالے	۴۸ توپیں

باب چہاردہم

پلیونا کی چوتھی لڑائی - ۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء

جب صبح کی بے نور پھیکی سی روشنی میرے گرد وپیش کل علاقہ پر جسے زمستان نے بیرونق بنا رکھا تھا۔ پھیلگئی۔ تو مینے اسوقت کی سبزی کی جزئیات کو ذہن نشین کر لیا۔ میرے سامنے ہموار بے شجر صاف اور بتدریج اُٹھتا ہوا میدان تھا۔ اور اسپر دو گاؤں تھے۔ ایک ڈولنا نٹرویولی چار میل کے فاصلہ پر بجانب راست (شمال مغرب کو) ڈھلاؤ کے وسط میں اور دوسرا گورنا نٹرویولی چار میل کے فاصلہ پر (مغرب کو) چوٹی پر تھا۔ قریب ترین روسی مورچے تین ہزار گز کے فاصلے پر سامنے کھڑے تھے۔ ان کی پہلی قطار میں چھوٹے چھوٹے مٹی کے دمدمے تھے۔ اور اُن سے پانچسو گز پیچھے نسبتاً بلند سطح پر بڑے مورچے تھے۔ میری دائیں طرف دریا کی بیودار شاخ تھی۔ اور بائیں جانب وہ میدان جو دریا کی وادی کے کنارہ کنارہ بجانب جنوب مغرب آتا ہوا افق پھیلا ہوا تھا۔ اور ار خانیہ سڑک کا شوخ خط اس میں سے گذر رہا تھا۔ میری پیچھے اوپاتسز کی کشتیوں کے پل سے پرے وہ مثلث نما چھوٹی سی گھاٹی تھی جسمیں سے دریا گر یو تیز ابہتا ہے۔ اس دریا کا وہ سے مقام اتصال اس مقام سے جہاں میں کھڑا تھا۔ بمشکل تین سو گز کے فاصلہ پر بجانب مشرق تھا۔ وادی گریو کے دونو طرف بلند اور عمودی پہاڑیاں تھیں جو پلیونا کے شہر اور ہمارے سابقہ کمپ کو میری نظر سے چھپائے ہوئے تھیں۔ دریا کو اس طرف جدھر کو وہ بہتا ہے۔ دیکھنے سے مجھے جنوبی پل اور پُرانا سنگی پل جن پر سے گاڑیاں اور بارکش گھوڑے مسلسل گذر رہے تھے۔ دکھائی دے سکتے تھے۔

یہ میری پہلی اور آخری لڑائی تھی۔ جو کھلے میدان میں ہوئی۔ جن معرکوں میں میں پہلے شریک ہوا تھا وہ پہاڑیوں اور گھاٹیوں کی محدود و تنگ حدود میں ہوئے تھے

مشیر کی تجویز کیمطابق قطار طلوع فجر تک دریا سے گذر جانی چاہیئے تھی۔ مگر ایسے موقعو نپر توقف ہونے اور وقفے پڑنے لابدی ہوتے ہیں۔ جسوقت آخری گاڑی گذری اس وقت نو کا عمل تھا۔ نو بجے کل پہلا ڈویزن۔ محافظ بریگیڈ اور قطار بائیں کنارہ پر تھی۔ اور ہماری دو پلٹنوں کے سوار دوم ڈویزن دائیں کنارہ تھا۔ ان چھ توپوں کے ماسوائے جو میری پلٹن کے ساتھ تھیں۔ آخر الذکر ڈویزن کی پانچوں باتریاں دائیں کنارہ کے ڈھلاوں پر نصب تھیں۔ انہوں نے نو بجے سے تھوڑی سی دیر بعد غنیم کے سامنے کے مورچوں پر شیل پھینکنے شروع کر دیئے۔ روسیوں نے سامنے کے موروچوں اور نیز ڈولنا دوبینک کے قریب کی باتریوں سے جواب دیا

پلونا
تاکستان
دولنانیزدولی
۲۹۵
دولناودونیک
شمال
مدبون
مورچے جو ترکوں نے لڑائی سے پہلا خالی کر دیے
حقیات طابیہ
عمر طابیہ
عطوف طابیہ
ابراہیم طابیہ
کابیہ
۱۳۲۸
۴۲۱
۸۳۰
نومی

ساڑھے نو بجے ہمارے بگلچیوں نے پیش قدمی کا حکم سنایا جبکہ کل صف نے جو دو میل لمبی تھی۔ کالم میں بڑھنا شروع کیا۔ کرنیل میری پلٹن کے آگے ہوگیا ہم پہلے ڈویزن کی صف اول کے برابر برابر قدم اُٹھائے گئے میں پہلے دستہ میں اور سیمور میرے بازو پر تھا۔ تراب اور اس کا دستہ تیس گز پیچھے تھے۔ جس پرجوشی اور تیزقدمی کے ساتھ فوج دشمن کے مورچوں پر بڑھی جارہی تھی۔ اس سے نصف شاندار بھی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی سپاہی کھڑے ہونے کے بغیر چلتے چلتے آتشباری کرتے جاتے تھے۔ اور خوش الحان عربی جملہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بار بار پڑھتے جاتے تھے۔ یہ نعرہ پلٹن بہ پلٹن پھیلگیا اور حملہ آور بریگیڈوں کی زبان سے۔ قدم بقدم اس جملہ کا ایک ایک جوڑ نکلتا۔ بالآخر دس ہزار حلقوں نے یکزبان ہوکر خلوص و خشوع سے نعرہ مناجات بلند کیا جس کا غلغلہ ضرور بے رحم آسمان تک پہنچ گیا ہوگا۔ ہم نے ناقابل اعتبار تھوڑے سے عرصہ میں درمیانی میدان کا تین چوتھا حصہ طے کرایا۔ روسی انفنٹری کی آتشباری نے ہماری صف میں کئی گہرے رخنے ڈالدیئے۔ یہ آتشباری ایسی سخت تھی۔ کہ کل اوّل ڈویزن اور اسکے ساتھ ہم بھی آخر یکلخت رک گئے اور پہلی صف کے سپاہی پیٹ کے بل زمین پر لیٹ گئے۔ اسوقت اول ڈویزن میں کچھ نیا انتظام کیا گیا۔ مگر بارود کا دھواں ایسا غلیظ تھا۔ کہ میں اچھی طرح سے نہ دیکھ سکا۔ کیا کیا گیا ہے۔ میجر زین سوار میرے پاس آیا۔ اور اسکے حکم سے میں نے تراب کے دستہ کو اتنا آگے بڑھا دیا۔ کہ وہ پہلے دستہ سے چالیس فیٹ پیچھے رہا۔ اس انتظام سے اور نیز زمین کے ہموار ہونیکی وجہ سے کمپنی خوب قابو میں رہی۔

مدینو اُلا گولہ باری ایسی تیز ہوگئی تھی۔ کہ کان پھٹے جاتے تھے۔ اول ڈویزن کی چھبیوں باتریاں قابل تعریف باقاعدگی سے پھیلگئیں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں ہماری ۸۸ توپوں میں سے ہر ایک سامنے کے روسی مورچوں پر گولہ باری کررہی تھی۔ قطار میں غنیم کے کئی گولے پھٹے۔ اور میں نے بادل تا باں دیکھا کہ ان سے گاڑیوں کی لمبی قطاروں میں کھلبلی پڑگئی ہے

دس منٹ کے وقفہ کے بعد اول ڈویزن کے بگلوں نے "یورش" کا حکم سنایا۔ سپاہی قدموں کے بل کھڑے ہوئے اور نعرہ جنگ بلند کرکے ہم سیدھے قریب ترین خندق کو دوڑ پڑے۔ غنیم نے ہلاکت بخش آتشباری سے ہمارا استقبال کیا۔ جس سے میرے پہلے دستے کے آدمی فرش خاک پر لیٹ گئے۔ اتنے میں اچانک مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے بازو پر جگہ خالی ہوگئی ہے۔ پھرا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جیک سینہ پر ہاتھ رکھے زمین پر تڑپ رہا ہے اور اسکی انگلیوں میں سے جو اینٹھی جارہی تھیں۔ سیاہ خون کی دہار بہ رہی ہے مجھے کھڑا اور پھرتا دیکھکر اسنے ایک ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ اسکی آنکھیں کچھ ایسی حسرت بھری نگاہ سے تک رہی تھیں۔ کہ میں امید کرتا ہوں۔ کہ خدا مجھے ویسی نگاہ پھر کبھی نہ دکھلائیگا۔ یہ سب کچھ اتنے لمحوں میں وقوع میں آیا۔ کہ ناظرین اتنے عرصہ میں اس فقرہ کو پڑھ بھی

نہ سکے ہوں گے ورنیوالا پچھلا دستہ میرے بغیر ہی آگے بڑھ گیا تھا۔ اور دوسرا دستہ اسجگہ پہنچ گیا تھا جسکے ریلے میں میں بھی آگے چل پڑا۔ اتراب نے میرے کلائی کو بآواز بلند کہا۔ خدا اُسے مغفرت کرے۔ اور میرے بازو کو بڑے زور سے پکڑ لیا۔ مینے پھر دوبارہ لوٹ کر دیکھا۔ مگر میرے متوفی دوست اور میرے درمیان دہواں حائل ہو گیا تھا۔ اسوقت مینے اپنے دل سے کہا۔ اسکی عمر تمام ہو گئی۔ ایسے کاری زخم سے انسان چند منٹوں سے زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ کہتے ہی میں دوڑ کر پہلے دستہ میں پہنچ گیا۔ میرا دماغ اسوقت طرح طرح کے جگر شگاف خیالات سے چکر کھا رہا تھا۔ ہمنے چشم زدن میں پہلی خندق لیلی۔ پھر دوسری اور پھر تیسری اور پیشتر اسکے کہ ہمیں اسبات کا علم ہو کہ ہم کیا کرنے لگے ہیں۔ ہم کاٹتے مارتے۔ سنگینیں چبھوتے۔ اور تلواریں۔ ریوالور اور بندوقوں کے کندے اور سنگینیں استعمال کرتے روسی توپوں کے سر پر پہنچ گئے۔ ادہر ہمارے سروں پر دونوں طرف سے بڑے بڑے اولونکی جہنمی بوچھار کیطرح بیشمار گولے فراٹے بھرتے گذر رہے تھے جنمیں سے ہر ایک کے ساتھ سنسناتے ہوئے سفید دہوئیں کا دم چھلا لگا ہوا ہوتا تھا۔ چو طرفہ سخت گڑ بڑ ہو رہی تھی۔ دہوئیں میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی تھی کہ دشمن کون ہے۔ اور دوست کون ہے۔ شور و غل سے کان ابہرے ہو رہے تھے۔ جب سپاہیوں کا حوصلہ بڑہانے کو میں پکارتا۔ تو مجھے خود ہی اپنی آواز سنائی نہ دیتی۔ یہ سماں بعینہ ایسا تھا۔ کہ گویا دیوانہ چڑیلیں جشن منا رہی ہیں۔ انسانونکا یہ کل جم غفیر جوش غضب سے خود رفتہ اور دیوانہ ہو رہا تھا۔ اسوقت کی کیفیت بیان کرنا تو درکنار تصور میں بھی نہیں آ سکتی۔

میری سپاہی اپنی ہی بلٹن کی ایک اور کمپنی اور راول ڈوبزن کی تہائی میمنہ کو دستوں سمیت آٹھ توپونکی ایک روسی باتری کے اندر پہنچ گئے ہوئے تھے غنیم کے گولنداز اپنے دہشت زدہ اور ہراساں گھوڑوں کو نکال لائے اور پانچ توپوں کو ہٹلے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ دو توپیں گر بیڈیر روسی گولنداز ہاتھوں سے پھینک گئے۔ ایک توپ ہمارے قبضہ میں رہی ہمنے تعاقب کیا۔ تو مٹی کی جھونپڑیوں کے بھول بھلیاں میں پھنس گئے جنمیں ہاتھا پائی لڑائی کے بعد ختم کی گئی۔ بالآخر میدان روسیوں سے بالکل صاف ہو گیا۔ اور انکی پہلی قطار کے وہ تمام مورچے جو حملہ آور فوج کی صف کے مقابل تھے۔ ہمارے قبضہ میں آ گئے۔ وہاں سے پانچسو گز پرے مورچوں کی دوسری قطار تھی۔ جو پہلوں سے زبردست اور زیادہ مضبوط تھی۔

میں نے اپنے آدمی جمع کئے۔ اور انکو تعداد میں ساٹھ پایا۔ اتراب کو نہ دیکھ کر مینے اس کی بابت دریافت کیا۔ تو اسکے دستہ کے کارپورل نے چپ چاپ ہاتھ سے ایک بیجان لوتھ کی طرف اشارہ کر دیا۔ جو چند گز کے فاصلہ پر خون کے تالاب میں پڑی ہوئی تھی۔ وہ اتراب کی لاش تھی جو منہ کے بل پڑا ہوا تھا۔ ریوالور کی گولی کا زخم سر میں اور تلوار کا کندھے پر تھا۔ افسوس وہ دونوں رفیق جو آٹھ ماہ تک رنج و راحت میں شریک ہو رہے تھے۔ آٹھ منٹوں سے کم عرصہ میں مجھ سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے۔ مگر اسوقت مجھے انکی وفات پر اسلئے افسوس ہوا تھا کہ مینے حالت موجود

خطرات کو پوری طرح سے نہیں سمجھا تھا اسیدن بعد ٹیا جب میری آنکھیں کھلیں۔ اور مینے اپنی حالت پر غور کیا۔ تو مجھے اسپر رشک آگیا۔ وہ نہایت شاندار اور کمال عزت کی موت جو انسان کو نصیب ہو سکتی ہے۔ فوت ہوئے تھے اور دونوں روبجانب دشمن شہید ہوئے تھے میرا خیال ہے۔ کہ آدہ گھنٹہ گذرنے کے بعد روسیوں نے بامقابل حملہ کیا تھا اس اثنا میں ہماری دونوں پلٹنیں روسی مورچوں میں موقوبموقعہ قائم ہوگئی تھیں۔ اور انھوں نے مورچوں کے دروازوں کو گاڑیوں، اسباب اور لاشوں سے بند کر کے انکی حفاظت کا ضروری انتظام کر لیا تھا ہمارا میمنہ بھی غیر محفوظ نہیں رہنے دیا گیا تھا اسطرف دوسری پلٹن عین وقت پر شمال کو رخ کر کے قائم ہوگئی تھی کیونکہ ہمنے اس طرف دشمن کی فوجکو نقل حرکت کرتے دیکھ لیا تھا۔ توپیں دمدموں کے پیچھے نصب کر دیگئی تھیں اور انہوں نے دشمن کے مورچوں پر شیل پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔ روسی توپ شیل کا ایک ٹکڑا لگنے سے بیکار ہوگئی تھی اُسے ہم نے پشتہ پر سے نیچے کو دھکیل کر بالکل توڑ پھوڑ دیا۔

تاہم اسوقت اول ڈویژن کے آملنے کے لئے سخت بیکل ہو رہے تھے۔ اُسے مشیر کی تجویز کیمطابق آجتک دریا عبور کر آنا چاہیئے تھے اس وقت تک اُس ڈویژن سے صرف میری پلٹن اور ایک وہ جو ہمارے میمنہ پر تھی دریا سے گذری تھی ہمنے ڈویژن مذکور کو بے فائدہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ وہ تو کہیں نظر نہ آیا۔ مگر دائیں کنارہ پر لڑائی کی علامتیں دکھائی دیں جن سے ثابت ہوگیا کہ غنیم ہمارے عقب پر حملہ آور ہوگیا ہے۔ اور اصل معاملہ بھی یہی تھا۔ کہ اسوقت تک پلیونا۔ اور ہمارے سابقہ کمپ کا حصہ کثیر دشمن کے قبضہ میں ہوگیا تھا۔

میں اپنے کھڑے ہونیکی جگہ سے یہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کہ اول ڈویژن میں کیا ہو رہا ہے۔ البتہ یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے قلب اور میسرہ پر لڑائی بلاتوقف جاری ہے

اپنی کمپنی میں اب میں لاہی ایک افسر باقی رہ گیا تھا۔ اور اسکے سات نن کمشنڈ افسروں میں سے بقال کے علاوہ جسے میجر نے ایک اور کمپنی کا جسکے تمام افسر ہلاک ہو گئے تھے۔ کمانڈر بنا دیا تھا۔ صرف دو زندہ تھے میںنے مکرر انتظام کر کے تیس تیس سپاہیوں کے دو دستے بنائے۔ اور ان کو کارپولوں کے ماتحت کر دیا ایک تو ان دستوں کے پیچھے روسی دمدموں کے عقب میں مغرب کو رخ کر کے یعنی بڑی روسی مورچوں کی جانب متعین کیا گیا اور دوسرا بطور ریزرو کچی جھونپڑیوں میں رہا۔

مینے تراب کی آنکھوں کو بند اور اسکے سرد ہاتھ سے آخری مصافحہ کر کے اُسے گران کوٹ سے ڈھانپ دیا میںنے ظالم قسمت کو اسوقت سخت برے بھیجے۔ کہ اُسنے مجھے اپنے عزیز ترین دوست کی اسطرح خدمت کرنیکی مہلت نہ دی۔ مگر اس وقت اس کی لاش مجھ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھی۔ اسکا خوبصورت چہرہ مجھے بیہر دکھائی نہ دیا۔ میں مبہوت الحواس سا ہو رہا تھا۔ اور کچھ اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ کہ اُن دونوں دوستوں کے چلے جانے سے مجھے

کے کس قدر نقصان پہنچا ہے۔

مجھے زمین پر ایک چھوٹی سی کتاب پڑی ہوئی دکھائی دی میں نے اُسے اُٹھا لیا۔ وہ روسی زبان میں تھی اور اس کی جلد بہت خوشنما تھی۔ اس کے خالی صفحہ پر روسی زبان میں بخط طغرا کچھ لکھا ہوا تھا۔ میں نے اُسے بے دھیان جیب میں ڈال لیا یہاں تک تو ہم فتحیاب رہے تھے۔ مگر مشکل ترین رکاوٹیں بھی بدستور قائم تھیں۔ روسیوں کے زبردست اور بھاری مورچے ابھی سامنے کھڑے تھے۔

میرے سپاہی سخت تکان زدہ ہو گئے تھے۔ وہ کارتوسوں بسکٹوں اور اوزاروں سے اسقدر لدے ہوئے تھے کہ معمولی بوجھ سے ہر ایک ۸ سیر زیادہ وزن اُٹھائے ہوئے تھا۔ اور چار ہفتوں کی مسلسل فاقہ کشی سے وہ ایسے کمزور اور نڈھال ہو رہے تھے۔ کہ فتح کے ابتدائی جوش کے ختم ہوتے ہی انکی کامل بے بسی اور درماندگی ظاہر ہو گئی۔ امید و بھروسہ انکے دلوں سے کافور ہو گئے تھے۔ اسی لحظہ سے مجھے کھیل کے تمام ہو جانیکا یقین ہو گیا۔ واقعات مابعد مجھے درست طور پر یاد نہیں رہے۔ جہاں تک میرا حافظہ کام دیسکتا ہے مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ ۱۱ بجے روسیوں نے ہمارے میمنہ پر اور پاؤ گھنٹہ بعد ہماری سامنے کی صف پر بھی حملہ کر دیا سخت نقصان اُٹھانیکے باوجود ہم ایک گھنٹے سے زیادہ اپنی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ میری کمپنی میں دس اور ہلاک ہوئے جس سے میرے پاس صرف پچاس سپاہی رہ گئے۔ دوسری پلٹن کو ہماری پلٹن سے زیادہ نقصان پہنچا اسپر روسی اور رومانوی انفنٹری نے پے در پے بڑی سختی سے حملے کئے تھے میرا خیال ہے۔ کہ اس پلٹن کے کم از کم دو تہائی آدمی ضرور ضائع ہو گئے ہونگے۔

بارہ اور ایک کے درمیان کل صف کے برابر پھر ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑی تندی و تیزی کیساتھ لڑائی شروع ہو گئی۔ غلیظ ہوا اور دھوئیں کیوجہ سے میں اپنے اول ڈویزن کی کارروائی کو مطلقاً نہیں دیکھ سکتا تھا۔ روسی شیل تابڑ توڑ اولوں کی طرح برس رہے تھے ہمیں آگے بڑھنے اور حملہ کرنیکا پھر کوئی حکم نملا غنیم کو سب طرف سے کمک پہنچ گئی تھی جس سے ہمارے مقابل اسکی اسقدر زبردست فوج موجود ہو گئی تھی۔ کہ آگے بڑھنا اور حملہ کرنا بالکل بے سود ہو گیا تھا۔ دوربین سے میں نے سالم کے سالم ڈویزن مشرق سے روسیوں کی مدد کو آتے دیکھے

ایک بجے کے قریب میجر نے جو دریں اثنا رکاظم بک کے زخمی ہو جانیسے دونوں پلٹنوں کا کمانڈر ہو گیا تھا مجھے بلایا۔ اور ایک روسی گھوڑے کی طرف جو ایک کچی جھونپڑی کی دیوار پر کہیں کہیں اُگی ہوئی گھاس کو بیفکری کیساتھ نوچ رہا تھا اشارہ کر کے کہا۔ اسپر سوار ہو جاؤ۔ اور اول ڈویزن میں جا کر مشیر کو اور اگر وہ نہ ملیں۔ تو بہر حال طاہر کو تلاش کر کے رپورٹ کرو۔ کہ دشمن میمنہ پر سے ہمکو سخت دبا رہا ہے۔ زبردست کمک کے بغیر ہمارے لئے اپنی جگہ پر ٹھیرا تانا ممکن ہے اس کا جواب لاؤ۔ اور دیکھتے آؤ۔ ادہر کیا ہو رہا ہے یعنی اپنی کمپنی کے

باقیماندہ سپاہیوں کو بڑے کارپول کے زیر کمان کر دیا۔ اور خود سوار ہو کر اوّل ڈویزن کی پہلی صف کے پیچھے پیچھے رہکر پیغام پہونچانے چلدیا۔

اسوقت سے آگے جو کچھ میں نے مشاہدہ کیا۔ افراتفری کی باعث لوح حافظہ پر اسکا ٹھیک نقش نہوا۔ اوّل ڈویزن کی جن پلٹنوں سے میں شروع شروع سے گذرا وہ اپنی جگہ پر خاصی قائم اور انکی ترتیب باقاعدہ معلوم ہوتی پھر میرا گذر ایسی پلٹنوں کے پاس سے ہوا جنمیں ابتری پڑنی شروع ہو گئی ہوئی تھی اور انکے سپاہی صفوں کو چھوڑ کر دریا کو ہٹتے جارہے تھے۔ میں انتشار لڑائی کی سلسل اور نہایت تیزی کیساتھ برابر جاری تھی۔ بالآخر جب میں قلب کے قریب پہنچا۔ تو وہاں کمال خوفناک بھگدڑ اسی کا سماں دکھلائی دیا۔ اور میں خود بھی اسکے وسط میں گھر گیا۔ شروع شروع کی فتح کے بعد اب لازمی جزر شروع ہو گیا تھا۔ اور فوجکی پسپائی جو گو بلا حکم کی گئی تھی۔ مگر ابتدا میں باقاعدہ رہی تھی۔ جلدی ہی سراسیمہ و متوحش بھاگڑ کی شکل میں مبدل ہو گئی۔ ہر ایک جان بچانے کے لئے بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوا۔ سب کو بیوقوفی سے یہی یقین واثق ہو رہا تھا۔ کہ سلامتی صرف دریا کے دائیں کنارہ پر مل سکتی ہے۔ ان کو معلوم تھا۔ یا ان کو محض خیال تھا۔ کہ اس کنارہ پر دوم ڈویزن ابھی تک دشمن کے مقابلہ پر ثابت قدم کھڑا ہے۔

میں پہلے کبھی عام پسپائی میں شامل نہیں ہوا تھا۔ دمیں ایسی جگہ کا مفصل حال تحریر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ خطرناک مقابلہ معرکہ آرائی سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے میں بالکل بے بس تھا۔ اور آدمیوں۔ گھوڑوں۔ اور چھکڑوں کے اندھے سیلاب کی رو میں بہتا چلا جارہا تھا۔ ان دہشت زدہ اور اوسان خطا کردہ آدمیوں کی رو کا مقابلہ کرنا ویسا ہی بے سود تھا۔ جیسا کہ بڑھتے ہوئے جوار بھاٹا کی رو کو روکنا۔ ادنیٰ اعلیٰ تمام مدارج کے افسروں نے نظام قائم کرنے اور اس امر کیلئے لاانتہا کوشش کی کہ ان کے سپاہی کھڑے ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ جو چنداں سنعدی سے تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ اس کمال سردی میں بھی ان کے چہروں سے پسینہ کی دہاریں چل رہی تھیں۔ اور ان کا جد و جہد کو محض فضول تھا تاہم انسانی طاقت سے بڑھکر تھا۔ اس ہجوم دیوانگان میں کسی سے کچھ دریافت کرنا ممکن میں داخل نہ تھا۔ میں یہی کر سکتا تھا کہ رو کے ساتھ بہا جاؤں۔ تمام میدان میں جہانتک نگاہ پہنچ سکتی تھی سپاہیوں کی بیشمار قطاریں پلوں کو دوڑی جاتی دکھائی دیتی تھیں۔ قطار انفنٹری اور توپخانہ میں مل جل گئی۔ اس سے ایسی افراتفری اور کھلبلی پڑ گئی۔ کہ الاماں شیل ہمارے درمیان برابر گررہے۔ اور آدمیوں کے ہجوموں میں بڑے رخنے ڈال رہے تھے۔ کئی دفعہ ان کے ٹکڑے مجھ سے ایک ایک دو گز کے فاصلہ پر گرتے رہے۔ میرا گھوڑا ایک خندق میں جو برلب راہ تھی۔ گر پڑا!

مگر خوش قسمتی سے میرے کچھ چوٹ نہ آئی اور میں پیدل چل کھڑا ہوا میں نہیں جانتا کہ وہ دو میل میں کس طرح طے کر کے سنگی پل تک پہنچ گیا اس وقت کے واقعات کی میرے حافظہ میں اس قدر گڑبڑ مچی ہوئی ہے۔ کہ مجھے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ فاصلہ صرف چند سو گزوں کا تھا۔

محافظ بریگیڈ کی چند پلٹنیں جو تازہ دم اور انکی ترتیب کامل تھی پیش دستی کر کے ہمارے اور دشمن کے درمیان حائل ہو گئیں۔ اور اس کو تعاقب سے پوری طرح روک دیا۔ مگر یہ معاملہ میں نے بچشم خود نہ دیکھا بعد میں دوسروں کی زبانی سنا تھا جس بہادر نے یہ کارنمایاں کیا۔ وہ تیرہویں رجمنٹ کا کمانڈر توپا شا تھا۔

میں صرف یہ معلوم کر سکا کہ عثمان پاشا زخمی ہو گئے ہیں۔ اور انکو گاڑی پر بٹھلا کر دریا پار پہنچوا دیا گیا ہے پل سے گذرنا نہایت ہی خوفناک کام تھا۔ ویسا خوفناک معاملہ میں نے پہلے یا بعد میں کبھی نہیں دیکھا۔ آدمیوں اور گھوڑوں کے اس وسیع دہشت زدہ ہجوم اور گاڑیوں اور توپوں کے اس گھنے جنگل کا دریا سے عبور کر جانا مجھے معجزہ سے کم نہیں معلوم ہوتا تھا۔ مگر معجزہ ہو یا کچھ اور۔ یہ امر واقع ہے۔ کہ اوّل ڈویزن محافظ بریگیڈ اور قطار یعنی ان تینوں میں سے جو باقی بچ رہے تھے۔ وہ سب کے سب صرف دو پلوں سے (کیونکہ ادیانتز پل سے صرف معدودے چند پلٹنیں جن میں ایک میری بھی گذری تھیں۔ روسی انفنٹری کے ایک ہزار گز کے فاصلہ پر آجانے سے پہلے دائیں کنارہ پر پہنچ گئے تھے۔

افسر صرف دوسرے کنارہ پر پہنچ کر پسپائی کے روکنے میں کامیاب ہوئے اس لئے نہیں کہ اب بھاگ کر جانیکے لئے فی الواقعہ کوئی جگہ نہیں رہ گئی تھی۔ سپاہیوں کو اس امر کا بھی پورا پتہ نہیں تھا۔ بلکہ اسلئے کہ اپنے اور غنیم کے درمیان دریا کے حائل ہو جانے اور عقب اور بازوؤں پر دوم ڈویزن کے موجود ہونے سے جس کی نسبت اب تک خیال تھا کہ دشمن اُسے مغلوب نہیں کر سکا ہر شخص اپنے تئیں محفوظ سمجھنے لگا تھا۔[۱۲۲]

دائیں کنارہ پر پہنچ کر میں ہجوم کو جو آپ بھاگنے سے تھم گیا تھا۔ اور افسروں نے اس میں کسیقدر نظام اور باقاعدگی قائم کر لی تھی چیرتا ہوا اپنی پلٹن سے ملنے کیلئے آگے بڑھا ایسا کرتے وقت میں مسلمان باشندوں کی گاڑیوں میں ہو نکلا۔ پھر ہم گولے تھوڑی ہی دیر میں دریا کے اس کنارہ بھی ہمارے پیچھے پہنچ گئے۔ اور چاروں طرف سے بارود کے صندوق اڑنے لگے۔ عورتوں کی چیخیں سنکر مضبوط دلوں کے جگر بھی پاش پاش ہو جاتے تھے کسی ڈراؤنے سے ڈراؤنے خواب میں بھی میں نے [illegible]

[۱۲۲] حالانکہ ادہم پاشا جو ادیانتز میں کمانڈر تھا۔ اس وقت دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال چکا تھا۔ رومانیوں نے سخت کمینہ دہوکہ دیکر اس سے یہ کام کرایا تھا اُسے کہلا بھیجا گیا۔ کہ عثمان نے سفید جھنڈا کھڑا کر دیا ہے۔ تم اب بیکار لڑتے ہو ہتھیار ڈالدو۔ مگر حقیقت الامر یہی کہ عثمان نے ادہم سے کم از کم دو گھنٹے بعد جا کر اطاعت قبول کی تھی۔ مصنف

خوفناک نظارہ کبھی نہیں دیکھا۔ ایک گاڑی میرے سامنے گولے سے چور چور ہو گئی۔ اور اُس میں سے چار عورتوں کی لاشیں زمین پر لڑھک پڑیں۔ اللہ اکبر جن کو ساری عمر نامحرم آنکھوں نے بے نقاب نہ دیکھا تھا اب اُن کی اعضا شکستہ لہولہان لاشیں ننگی پڑی ہوئی تھیں۔ ایک واقف کے بتلانے پر مجھے اس کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ جس گاڑی پر میری دوست لڑکی سوار تھی۔ اس پر بھی گولہ پھٹا تھا۔ اور جتنے اس پر سوار تھے سب ہلاک ہو گئے تھے۔ اس دن قدم قدم پر اسقدر خطرات دکھائی دیتے تھے۔ اور میں اس قدر مبہوت ہو رہا تھا۔ کہ میں نے اِس تازہ مصیبت کی چنداں پرواہ نہ کی۔

ود کے دائیں کنارہ پر شمالاً جنوباً۔ اوپانتز اور بلاسی واتز کے درمیان عثمان پاشا کی فوج نے دشمن کا آخری مقابلہ کیا۔ میدان پر بھاگتے وقت پلٹنوں اور رجمنٹوں کی ترتیب ایسی ٹوٹ گئی تھی۔ کہ اسے پھر قائم کرنیکی کوشش محض بے سود تھی۔ تاہم سپاہی خود بخود اپنی اپنی پلٹنوں اور رجمنٹوں کے لحاظ کے بغیر کالموں میں صف آرا ہو کر دریا کے کنارے کنارے قائم ہو گئے۔ ادھر توپیں پہاڑیوں کی ڈھلانوں پر صف بستہ ہو گئیں۔ گاڑیاں عقب کو بھیجدی گئیں۔ افسر اعلے تعریف و توصیف کے مستحق ہیں۔ کہ سخت ترین رکاوٹوں کے باوجود انہوں نے پاؤ گھنٹہ سے لیکر آدھ گھنٹہ کے عرصہ میں یہ انتظام کر لئے۔

روسی انفنٹری کے دل بادل کالموں کے ہماری زد میں پہنچنے تک ہم ان کی تواضع کیلئے تیار ہو گئے تھے چنانچہ دفعتاً آتشباری کی کڑاک سے ویران تاکستان آخری مرتبہ پھر گونج اُٹھے۔ پلیونا فوج کی یہ نزع کیوقت کی لڑائی شروع ہی ہوئی تھی۔ کہ اوپانتز پل کو جاتے وقت جہاں مجھے اپنی پلٹن کے ملنے کی امید تھی۔ میرا گذر ایک بیحد ہی سادی چوبی عمارت پر ہوا۔ وہ کسی کسان کا جھونپڑا۔ اصطبل یا گودام خانہ تھی۔ اس موقع پر نسبتاً بہت کم ہجوم تھا۔ صرف پانچ چھ گاڑیاں جس کے بیل تکان سے گرے جاتے تھے۔

شکستہ دل سپاہیوں کی چھوٹی سی جماعت اور ایک ڈاکٹر وہاں موجود تھا۔ جو سڑک کے کنارے چند زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ عمارت کے سامنے دو سالو تیکی سوار پہرہ دے رہے تھے۔ اور زخمیوں کو جو اندر جانیکا اصرار کر رہے تھے۔ عمارت میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ کمال تکان زدہ اور بیحد گرسنہ ہونیکی وجہ سے میں عمارت کے قریب ایک چٹان پر بیٹھکر بسکٹ چبانے لگا۔ میں نے اُسے ختم نہیں کیا تھا۔ کہ ایک گاڑی دروازہ پر پہونچگئی۔ اور اُس سے چند آدمی ایک شخص کو جسکی ٹانگ پر سخت زخم پہنچا ہوا تھا۔ سہارا دیکر اندر لے گئے۔ اسکا چہرہ ایسا سیاہ اور الم زدہ تھا۔ کہ پہلے میں نہ پہچان سکا کہ یہ عثمان پاشا ہیں انکی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ مگر یہ آنسو جسمانی تکلیف اور درد کے نہیں۔ بلکہ رنج اور غضب کے تھے۔ اور چہرہ ایسا مہیب اور ناقابل بیان انداز برس رہا تھا۔ جو لفظوں کی نسبت زیادہ وضاحت سے زبان

حال یہ کہ رہا تھا۔ کھیل تمام ہو گئی۔ انجام پہنچ گیا۔ یہ وہی انداز تھا۔ جس کو فرنچ مصوّر میسونیر نے جنگ واٹرلو کے بعد فرنچ فوج کی پسپائی کی تصویر میں نپولین کے چہرہ پر کامل طور پر دکھایا ہے۔ میں نے اُٹھ کر اپنے سردار کو محاربہ میں آخری مرتبہ فوجی قاعدہ سے سلام کیا۔ جب دوبارہ مجھے خرکوف کی بازاروں میں ان کو سلام کرنیکا موقعہ ملا۔ تو اس وقت ہم دونوں اسیر تھے۔

چند منٹوں کے بعد عادل یونس (جو سخت زخمی ہو گیا تھا۔ توفیق احمد۔ اور کئی دیگر پاشا حاسب ڈاکٹر اور اُس کے ایک نائب کو لیکر پہنچ گئے۔ میرے پاؤں خود بخود وہاں جم گئے۔ اور میرے دل نے گواہی دی۔ کہ انہی غلیظ اور بوسیدہ دیواروں کے اندر ایک عظیم تاریخی واقعہ (یعنی پلیونا فوج کی تسلیم واطاعت گزینی) وقوع میں آئیگا۔ دریں اثنا دریا کے کنارہ کنارہ لڑائی برابر جاری تھی۔ اور گولوں کی بوچھاڑ تابڑ توڑ ہو رہی تھی جن میں سے کئی عمارت کے قریب گری توپوں کی گرج جو کبھی قریب گرتی ہوئی بجلی کی خوفناک کڑاک اور کبھی دور کے بادلوں کی دہمک کیطرح سنائی دیتی تھی۔ برف اور رالولوں کی بوچھاڑ کیساتھ ملکر باد تند کے پروں پر سوار بلگیریا کے میدانوں کو عبور کرتی ہوئی دور دور تک پہنچ رہی تھی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ گرج بلقان کے درہ یا باتزناق کی بعیدی چوکیوں کے سپاہیوں کو بھی سنائی دی تھی۔ جو اُسے سنکر حیرت زدہ و مبہوت ہو کر اپس میں سرگوشیاں کرنے لگے تھے۔ کہ غازی عثمان آخری مقابلہ کر رہا ہے۔ دم توڑتی ہوئی سلطنت کو مضطربانہ ہاتھ پاؤں مارنے سے زمین لرز رہی تھی۔ اور دہشت زدہ مادر کائنات واقعہ عظیم کا عنقریب بچہ جننے کی تکلیفیں سہ رہی تھی۔

چاروں طرف سے یاور اور اردلی چلے آ رہے تھے میں نے کسی ایک سے سوال کیا۔ ان سب نے یہی جواب دیا جبکہ کام تمام ہو چکا ہے۔ مزید مقابلہ ناممکن ہے۔ اگر ہم نے ایک یا دو گھنٹے اور غنیم کی فوج پیدل کو روکے رکھا تو کیا حاصل ہے۔ اس کے گولے ہم کو قطعاً فنا کر دیں گے۔ نہی لوگوں کی زبانی میں نے اوپانتزکی فوج کی ہتھیار رکھدینے کی خبر سنی۔ اور نیز معلوم کیا۔ کہ غنیم پلیونا اور اُن تمام مورچوں پر جو شہر سے شمال مشرق اور جنوب میں تھے۔ قابض ہو گیا ہے۔ اور صرف کرشین اور بلاسی واتز کے درمیان حسین وصفی پاشا اور صادق پاشا کی بریگیڈیں اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ مگر ان کو بھی ایسا سخت نقصان پہونچا ہے۔ کہ وہ بڑی بے صبری کیساتھ سفید جھنڈا کھڑا کر دینے کا حکم ملنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

مکان کے اندر جو کچھ گذرا وہ میری نظر سے اوجھل تھا۔ تاہم مجھے بعد میں معلوم کہ جب عثمان کے افسروں نے یکے بعد دیگرے عرض کیا۔ کہ اطاعت قبول کر لینے سے اس خونریز کا خاتمہ کر دیا

جائے۔ تو غازی موصوف نے اول اول انکار کر دیا۔ مگر جب چاروں طرف سے قاصد پر قاصد دوسرے افسروں کی طرف سے بھی یہی پیغام لیکر پے در پے آنے لگے۔ کہ للہ لڑائی بند کرا دیجائے۔ تو آخر عثمان پاشا نے مجبوراً شکستہ دلی سے چھت پر سفید جھنڈا کھڑا کر دیئے جانیکا حکم دیدیا۔ اسیوقت بیشمار قاصد لڑائی کو بند کرا دینے کے لئے ادہر ادہر بھیجدیئے گئے۔ اور اُن روسی افواج کے کمانڈر جنرل گانز کی کے پاس جواب چاروں طرف سے پرے باندہے ہوئے دوڑتی چلی آرہی تھی۔ ایلچی روانہ کئے گئے۔ کہ چند شرائط پر اطاعت تسلیم کر لینے کا معاہدہ کیا جائے۔ گانزکی نے بلا شرط تسلیم کا مطالبہ کیا جسے عثمان نے منظور کر لیا۔ طاہر پاشا اور جنرل گانزکی میدان جنگ پر ایکدوسرے کو ملے اور معاہدہ تسلیم کا تصفیہ کیا

یہ کل معاملہ عمارت کے پاس سے میرے چلے جانیکے بعد ہوا۔ میں وہاں بیس منٹ ٹھیرا تھا۔ اور میرا ٹھیرنا بالکل بیجا اور نامناسب تہا۔ کیونکہ نتیجہ خواہ کچھ ہو اپنی پلٹن سے حتی الامکان فی الفور جا ملنا میرا فرض تھا یہ خیال آتے ہی میں بادل افسردہ اوپانتزپل کیطرف چلدیا۔ اس چند لمحوں میں قطار میں پہونچگیا۔ وہ سخت افراتفری کی حالت میں تھی۔ آخر بہت کچھ ادہر ادہر دھکے دینے اور اوپر نیچے چڑہنے اُترنے کے بعد میری پلٹن یعنی اس کا بقیۃ السیف محض حسن اتفاق سے میری توقع سے بہت جلد پہلے مجھے ملگیا۔ جسکا باعث یہ ہوا کہ وہ شمال کو رخ کرکے نالہ گرینیتزا کے کنارہ کنارہ جسکے دائیں کنارہ پر رومانوی میرے جانے سے پہلے ہی قابض ہوگئے تھے صف بستہ کھڑی تھی میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا۔ اسکی میجر کو رپورٹ دی۔ اور پھر اس آخری مقابلہ میں شریک ہونیکی عزت حاصل کی جو ششم بریگیڈ کے باقیماندہ حصہ نے غنیم کا کیا تھا باقیماندہ حصہ اسلئے کہا کہ ادہم پاشا کی بریگیڈ کی باقی چھ پلٹنیں اس سے پیشتر کی اطاعت مان چکی تہیں۔ ہماری دونوں پلٹنوں میں چار سو سے زیادہ آدمی نہیں رہ گئے تھے۔ میری کمپنی میں اب کلہم چالیس آدمی تھے ہم اس چھوٹے سے دریا کے کنارہ کنارہ صف بستہ کھڑے تھے۔ سپاہی مجتمع خاطر بے ہراس۔ اور دونوں صورتوں کے لئے تیار تھے۔ کہ اگر حکم ہوا تو ہتھیار رکھدیں گے۔ ورنہ فنا ہو جائینگے۔

اسموقع پر قائم رہکر ہم دشمن کے نمودار ہونے کا انتظار کرنے لگ گئے۔ ساڑھے تین بجے کے قریب رومانوی انفنٹری کا ایک خوب گنتھا ہوا کالم سامنے کی پہاڑیوں پر ہمیں دکھائی دیا ہم نے آتشباری شروع کردی۔ مگر یہ آخری لڑائی چھڑی ہی تھی۔ کہ ایک سوار قاصد رومال ہلاتا ہوا پیچھے سے پہنچ گیا۔ اور اسنے حکم دیا کہ فوج نے اطاعت تسلیم کر لی ہے۔ آتشباری بند کر دی جائے۔ ہمنے اسیوقت تعمیل کر دی اور ایک منٹ بعد غنیم نے بھی یہی کیا۔ تقریباً اسی لحظہ جنوب میں بھی یکبارگی گولہ باری بند ہوگئی۔ اور محاربہ پلیونا میں جس گولے نے سب سے آخر چلنا تھا۔ وہ سر ہو گیا۔ ہمارے پاس جسقدر تھوڑے بہت سفید رومال

تھے ہم نے ان کو سر و نیز بلند کر کے ہلایا۔ سپاہیوں نے رائفلیں زمین پر ڈالدیں۔ اور ہم سب تکان سے نیم جان کیچڑ بھری زمین پر آلتی پالتی مار کر چوتڑوں کے بل بیٹھ گئے۔ اکثر سپاہی اسی حال میں سو گئے۔ انکو جگایا نہ گیا۔ اور ان کی طرف سے بھی دوسروں نے مراسم تسلیم ادا کر دیں بس ایسا بجو اس اور کوفت زدہ ہو رہا تھا۔ کہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بیفائدہ خونریزی کے تھم جانے پر خوشی مناؤں یا کہ شکست کھانے پر افسوس کھاؤں۔ آخر یہی رائے قرار پائی۔ کہ اب تو تن بتقدیر خاموش رہ پھر فرصت کیوقت فیصلہ کر لیجو۔

الغرض پلیونا کی چاروں لڑائیوں میں آخری اس طرح پر ختم ہو گئی ان میں سے تین میں ہمیں فتح نصیب ہوئی۔ اور چوتھی میں یقینی و بدیہی اور کمال مغرت بخش شکست۔ مگر وہ ایسی باعزت شکست تھی۔ کہ دنیا کی شجاع ترین فوج نے بھی شاید ہی کبھی ایسی عزت کے ساتھ شکست کھائی ہوگی

اس لڑائی کے حالات اور واقعات ایسے صاف اور واضح ہیں۔ کہ میں صرف چند فقرات اور ازدیاد کرنیکی ضرورت دیکھتا ہوں۔ ۹۔ کو آدھی رات سے گھنٹہ سوا گھنٹہ پہلے روسیوں کو باش طابیہ اور قلب کے چند مورچوں کے خالی ہو جانیکا علم ہو گیا تھا۔ اور وہ ان پر قابض ہو گئے تھے۔ طلوع فجر پر روسیوں نے کرلیشن ہو اور جانق بائر کے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ اور ان کے چند دستے شہر میں بھی داخل ہو گئے۔

پہلے ڈوبنین کو اپنے حملہ میں جسمیں غازی عثمان پاشا اپنے سٹاف کے جملہ افسروں سمیت سب سے آگے رہے تھے۔ سب جگہ پوری کامیابی ہوئی۔ دشمن کے مورچوں کی پہلی قطار پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور بارہ توپیں اور کئی سو صحیح سالم اسیر فاتحین کے ہاتھ آئے۔ مگر وہاں پہنچکر ٹوڈل بین کے شاندار انتظام و بندوبست کا اثر بالوضاحت ہویدا ہو گیا۔ اُسنے اس بات کا کامل انتظام پہلے سے صرف سوچ ہی نہیں رکھا تھا کہ بشرط ضرورت فلاں فلاں مقام سے اس اسقدر کمک فی الواقع پہنچ جائے۔ بلکہ عملی طور پر بھی اس امر کی کئی دفعہ مشق کرا چکا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا۔ کہ روسی افسروں کو ایک ایک پلٹن کے نام اور منٹوں تک یہ معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اگر حصار کے کسی حصہ پر حملہ ہو۔ تو فلاں فلاں جگہ سے اس اسقدر فوج جسمیں فلاں فلاں پلٹن ہوگی بھیجی جا سکتی۔ اور وہ اس قدر عرصہ میں حصہ مذکور تک پہنچ سکتی ہے۔ حصار کے ہر حصہ میں ہر وقت کمکی بریگیڈ بالکل تیار رہتے تھے۔ کہ اگر کسی دوسرے حصہ کو ضرورت پڑے۔ تو فی الفور اس کی مدد کو روانہ ہو جائیں۔

چنانچہ تار برقی کے سلسلوں نے محاصرہ کنندہ فوج کے ہر حصہ میں آناً فاناً یہ خبر پہنچا دی۔ کہ ترکوں نے جنرل کاٹیلائی۔ اور جنرل گانزکی۔ کی فوجوں پر حملہ کر دیا ہے جسپر سکوبیلاف کے دستہ اور نیز معالوی حصہ سے فی الفور زبردست کمکیں امپیریل گارڈ ڈنا اور گرینڈیروں کی مدد کو روانہ ہو گئیں۔ اور دریئوالا باقی تمام حصوں میں کمکی کالم تیار کر لئے گئے۔ روسیوں کے بالمقابل حملے سے ترکوں کی صفوں میں پراگندگی

اور سراسیمگی پھیل گئی۔ غازی عثمان کی ٹانگ پر شیل کا ٹکڑا لگنے سے سخت زخمی ہو گئے۔ اور اعلیٰ کمان طاہر کے ہاتھ چلی گئی۔ آخر اللہ کرے۔ مفتوحہ مورچوں پر قبضہ قائم رکھنے کیلئے۔ جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا پوری کوشش کی۔ مگر اس میں کامیاب نہ رہا۔ فوج اپنے پیارے سردار کو جو تلوار اور ریوالور ہاتھ میں لئے پہلے حملہ میں اُسکے آگے آگے رہا تھا۔ صفوں میں نہ پا کر شکستہ دل ہو گئی۔ خود طاہر بھی خفیف سا زخمی ہو گیا مزید برآں اس کی شہرت میں تیسری لڑائی کے اثنا میں جسکا ذکر میں دسویں فصل میں کر چکا ہوں۔ حرف آگیا ہوا تھا۔ اور عادل جیسپر عثمان کے بعد فوج کو سب سے زیادہ بھروسہ تھا۔ ابھی وِد کے دائیں کنارہ پر ہی تھا۔ جہاں چہارم اور پنجم بریگیڈ جو عقب اور میسرہ کی حفاظت پر مامور کئے گئے تھے غنیم کیساتھ ایسے مصروف کارزار تھے کہ وہ تجویز کیمطابق اوّل ڈویژن کی مدد کو نہ پہونچ سکے۔ ان سب کا ملا کر نتیجہ یہ ہوا کہ فوج دیوانہ وار پیچھے کو بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور اگر پرتو پاشا کی پلٹنیں قابل تعریف ہمت نہ کرتیں۔ تو وِد میدان میں ہی اسکا اسیوقت قلع قمع ہو جاتا۔ سب طرفوں سے ترک دریا کے دوسرے کنارہ کو پیچھے ہٹ گئے۔ اور وہاں جا کر آخری مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے۔

وہیں اشتارو مالویوں نے ادہم پاشا کے زیر کمان ششم بریگیڈ سے (باستثنائے سیری اور ایک اور دوسری پلٹن کے) کمینہ دہوکہ دہی سے ہتھیار رکھوا لئے تھے جس سے ترکوں کا میمنہ بے پناہ ہو گیا تھا کل فوجیں زیادہ تر بوجھل اور وبال جان قطار کیوجہ سے ایسی سخت گڑبڑی ہوئی تھی اور سپاہی ایسے کاملی بے سکت ہو گئے تھے۔ کہ مزید مقابلہ محض ناممکن تھا۔ روسی مورچونکو سب طرف سے کمک پہونچ گئی اور یہی محدود جگہ میں جہاں ترکی فوج کا صرف شکستہ ازدحام اور پراگندہ ہجوم جمع تھا۔ روسی توپخانہ ایسی مجتمع آگ برسا رہا تھا کہ اور ایک گھنٹہ میں فوج کا یہ باقیماندہ حصہ بھی معدوم ہو جاتا۔ ایسی صورت میں عثمان کیلئے اطاعت مان لینے کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ غنیم نے شرطوں سے انکار کر دیا اور انکو بلا شرط دشمن کے رحم پر بھروسہ کر کے اطاعت قبول کرنی پڑی۔ روسی توپخانہ سفید جھنڈے کے نصب ہو جانے اور ترکوں کے آتشباری بند کر دینے سے آدہ گھنٹہ بعد تک گولہ باری کرتا رہا۔ اسکے عذر میں یہ بالکل نہیں کہا جا سکتا۔ کہ روسی توپخانہ کو کوئی غلطی ہو گئی تھی۔ یا اُسے ترکوں کی اطاعت مان لینے کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ یہ بدیہی امر ہے۔ کہ روسیوں نے قوانین انسانیت اور آداب حرب دونوں کی سخت خلاف ورزی کی۔ روسی مورخین نے اس معاملہ کی تشریح و توضیح کرنے یا معذرت خواہی کی کوئی کوشش نہیں کی۔

روسیوں کا بیان ہے۔ کہ اس لڑائی میں ان کے ۲۱۰۰ قتل اور زخمی ہوئے جن میں سے ۱۰ سوگانزکی

کی فوج گرنیڈ یران کے حصّہ آئے تھے۔ رومانویوں کا بہت خفیف نقصان ہوا۔ ترکوں کا نقصان کسی طرح پانچہزار سے کم نہیں ہوا ہوگا یعنی تخمیناً ۱۵ سو شہید اور ۳۵ سو زخمی ہوئے۔ ان میں سے اندازاً ۳۰۰۰ اوّل ڈویزن کے ۱۵ سو دوم کے اور پانچ سو قسطار اور محافظ دستہ کے قیاس کر لو۔ علاوہ بریں دو سو مسلمان باشندے جن میں زیادہ تر مستورات اور بچے تھے قتل و مجروح ہوئے۔ اور کم از کم پانچسو بیمار شفایاب اور مسلم باشندے بلغاریوں نے قتل کئے یعنی ۱۰ دسمبر کے معرکہ کی طفیل تقریباً ۸ ہزار انسان براہ راست لڑائی میں یا بالواسطہ طور پر قتل اور ناکارہ ہوئے۔

روسیوں اور رومانویوں کی طرف تخمیناً اسّی نوّے ہزار یعنی ترکی جنگ کنندگان سے تگنے آدمی فی الواقع لڑائی میں شریک ہوئے۔ کل محاصرہ کنندہ فوجیں محصورین کی نسبت آدمی چوگنے اور توپیں ساڑھے پانچ گنی تھیں کل روسی مغربی فوج پلیونا فوج سے آدمیوں کے لحاظ سے چھ گنی اور توپوں کے لحاظ سے آٹھ گنی زبردست تھی۔

اعلیٰ ترکی افسروں میں سے کرنیل ولی بک (سابق کمانڈر ڈولناد وبینک) اور لفٹنٹ کرنیلان رؤف بک و عبداللہ بک شہید اور عثمان پاشا۔ طاہر پاشا۔ کرنیل یونس بک لفٹنٹ کرنیلان کاظم بک۔ ایوب بک۔ ادہم بک و پرتو بک زخمی ہوئے۔

ادہم پاشا کی چھ پلٹنوں نے جیسا کہ ان کو چاہیے تھا۔ کام نہ کیا۔ یہ معاملہ اس امر سے اور بھی زیادہ حیرت بخش ہو جاتا ہے۔ کہ ادہم پاشا بکرّات و مرّات علی التواتر خود کو قابل اور بہادر سپاہی ثابت ہو چکا تھا۔ اور ادہر کرنیل سلیمان بک جو منجملہ ازاں چار پلٹنوں یعنی بارہویں رجمنٹ کا کمانڈر تھا محاربہ کے کل دوران میں ادپا تنز مورچوں کے کمانڈر کی حیثیت سے تمام فوج میں کمال نیکنام رہا تھا کل فوج اس کی بے اندازہ عزت کرتی تھی۔ اور سپاہیوں میں اس بات کا عام چرچا تھا۔ کہ کیمپ بھر میں اسکے مورچوں کا انتظام سب سے عمدہ ہے۔

اس استثنا کے سوا آخری حملہ میں پلیونا فوجکا جو رویہ رہا۔ وہ اعلےٰ ترین تعریف کا موجب ہے میری رائے میں ان چار باتوں سے حملہ میں ناکامیابی ہوئی۔ ورنہ غالب قیاس تھا۔ کہ ہمیں اپنے مدعا میں کامیابی ہوتی۔ اول وبال جان بوجھل قطار کے باعث۔ دوم اس بھاری بوجھ کی بدولت جو سپاہیوں کو اُٹھانا پڑا۔ سوم عثمان پاشا کے زخمی ہو جانے سے۔ اور چہارم ادہم پاشا کی بیوقت تسلیم کیوجہ سے اب تو ان باتوں کو سوچنا نہ صرف فضول بلکہ رنجدہ ہی کہ اگر ہمیں حملہ میں کامیابی ہو جاتی تو یورپ کیسا متحیر و ششدر رہجاتا۔ اس سے کیا نتائج برآمد ہوتے۔ اور تاریخ عالم میں کسطرح ایک ایسی فتح کا

نام ایجاد ہو جاتا جس کی برابری موجودہ زمانہ کی کوئی فتح نہ کر سکتی۔ اور بالآخر اس سے عثمان کا نام کسی اُن معدودے چند مردان خدا کی فہرست میں درج ہو جاتا جو ایسے کام کرکے دکھلا گئے ہیں۔ کہ وہ پہلے بنظاہر ناممکن نظر آتے تھے لیکن اس حملہ کو خواہ کسی پہلو سے دیکھا جائے۔ کہ اس میں شکست ہوئی پھر بھی اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ وہ کمال شاندار شجاعت اور بہادری کا کام تھا۔

پلیونا کی چوتھی لڑائی ثابت کر رہی ہے کہ عثمانیہ انفنٹری جبکہ اس میں مناسب جوش بھر دیا جائے۔ جارحانہ کارروائی اور حملہ کرنے میں بھی دنیا کی باقی کل انفنٹریوں سے گوئے سبقت لیجا سکتی ہے۔ اگر عثمان کی فوج نے پہلے کوئی بھی کارنمایاں نہ کیا ہوتا۔ تو بھی اس کی ناموری کا سکہ بٹھانے کے لئے اوّل ڈویژن کا یہ حیرت افزا حملہ ہی تنہا کفایت کر جاتا۔

باب (۱۵) پانزدہم

تسلیم۔ ۱۰ و ۱۱۔ دسمبر ۱۸۷۷ء

لڑائی اور محاربہ کے بیس ہفتوں میں میری پلٹن میں ۹۵۰ سپاہیوں اور ۱۹ افسروں کی اصل تعداد کی جگہ دو سو سپاہی اور ۱۰ افسر رہ گئے تھے۔ اور میری کمپنی میں ۱۸۵ سپاہیوں اور ۵ افسروں کی بجائے ایک افسر اور چالیس سپاہی۔ ہماری ملحقہ پلٹن میں صرف ۱۵۰ آدمی بچے۔ یہ ہے تعداد ان لوگوں کی جنہوں نے ۱۰ دسمبر کی تاریک و برف آلود شام کو ایک رومانوی کرنیل کے سامنے ہتھیار رکھے۔

ہمارے میجر کو ہتھیار رکھنے سے عین ایک لحظہ پہلے سخت زخم پہونچا تھا اور اُسے رومانوی گاڑی پر بٹھا کر لے گئے تھے۔ میرا پہلا کپتان روسی مورچوں میں زخمی ہوا تھا اور جب پلٹن پیچھے ہٹی تھی تو روسیوں کے ہاتھ اسیر ہو گیا تھا۔ بقال کی ٹانگ پر گرنے سے چوٹ آئی تھی۔ مگر اُسنے جراحی امداد (مرہم پٹی کرانے) سے بحقارت انکار کر دیا۔

جب رومانوی سپاہیوں نے ہمارے ہتھیار اُٹھا لئے۔ تو میرے سر پر ناقابل ضبط غیظ و غضب کا بھوت سوار ہو گیا میں نے اپنی تلوار کو توڑ ڈالا اور کاربین ریوالوروں کو اور کارتوسوں کو گرلوتزا میں پھینک دیا۔ ایک سپاہی نے جو خط و خال میں سامی (یعنی یہودی) معلوم ہوتا تھا میرے خنجر کو تاڑ لیا۔ مگر میں نے حوالہ کرنے سے پہلے اسکے پھل کو ہاتھ کی ضرب سے توڑ دیا۔ دوسرے سپاہی نے میری دوربین پر تصرف کر لیا۔ مجھے اپنا چرمی صندوق پھر نہ دکھائی دیا میں نے اُسے پلٹن کی گاڑیوں میں سے ایک پر رکھا تھا میں نے اپنے مسودوں اور یادداشتوں کے باقیماندہ ٹکڑوں میں سے کچھ حصہ کوٹ اور قمیص کے درمیان زرہ بکتر کی طرح سینہ پر رکھ کر اُ دبکا لیا۔

تھا۔ غصہ کے بعد میری طبیعت نے دوسری طرف پلٹا کھایا۔ مینے ایک چٹان پر بیٹھکر منہ کو ہاتھوں سے چھپا لیا اور آدہ گھنٹہ ایسی سخت سوچ بچار میں غرق رہا۔ کہ ساری عمر مینے ویسا غم پہلے یا بعد نہیں کیا۔ کسی شخص نے میرے کندہے پر باآہستگی ہاتھ رکھدیا۔ اور مسرت بھری آواز سے مجھے مخاطب کیا جس سے میں اپنے رنج آمیز غور و فکر سے چونک پڑا۔ اور شہتیرنے پر آگ کی روشنی سے جسے ہماری چند سپاہیوں نے روشن کیا تھا۔ اس نوعمر رومانوی لفٹنٹ کو اپنے پاس کھڑا دیکھا جس سے مینے ۱۰ نومبر کو پاش اور قائلی طابیوں کے درمیان مختصر سے عارضی التواء کیوقت دوستانہ بات چیت کی تھی۔ ایکدوسرے کو پہچان کر ہمیں حیرت اور خوشی دونوں چیزیں ہوئیں۔

دریںوالا ہماری دونوں پلٹنیں ایک ایکڑ وسیع جگہ میں بند کردیگئی تھیں۔ اور انکے گرداگرد بیشمار سنتریوں کا پہرہ لگادیا گیا تھا۔ دور سے بدمعاشی اور بدمستی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ روسی سپاہیوں کی آوازیں تھیں۔ جو حسب معمول اپنے ہمجنسوں کی طرح شراب پی پی کراندہے ہورہے تھے میرا رومانوی دوست جس کا نام جادجیانو تھا۔ سنتریوں کے افسر سے کچھ بات چیت کرکے مجھے اور انہیں اور افسروں کو اپنے کمپ میں لیگیا۔ وہ ایک میل کے فاصلہ پر ہمارے سابقہ اوپانتز مورچوں میں سے ایک میں مقیم تھا۔ وہاں اُسنے اپنے ساتھیوں سے ہماری ملاقات کرائی۔ جنھوں نے از راہ مہمان نوازی و خوش اخلاقی ہمیں گرما گرم گراک[الف] - روٹی اور سرد گوشت دیا۔ اللہ اکبر ہمنے کیسے بے تحاشا غذا کو چٹ کیا۔ ہم نے تھالونکو تہ تک زبانوں سے چاٹ لیا۔ ہمارے رحمدل میزبان شفقت آمیز دلچسپی سے ہمیں دیکھتے رہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہماری یہ حالت دیکھکر جادجیانوں کی روشن آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے شب ماقبل کی طرح آج کی رات بھی سخت تاریک تھی جسمیں کمپ کے الاؤنکی پھیکی سی روشنی جا بجا اجالا کئے ہوئے تھی۔ زمین بالکل منجمد اور برفباری شروع ہو گئی تھی۔ سب طرفوں سے راگ رنگ اور دھینگا مشتی کی آوازیں آرہی تھیں۔ چند روسی افسر بھی ہماری مجلس میں آ گئے۔ اُن میں سے ایک کو مینے وہ کتاب دکھائی جو مینے دن کو زمین پر سے اُٹھائی تھی اُسنے کہا۔ یہ انجیل ہے اور گارڈز کے دستہ گرینڈیران کے میجر کاسی کاف کی ملکیت ہے۔ یہ تحریر اس کی بیوی کے ہاتھ کی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اسکے پاس لے چلتا ہوں۔ ممکن ہے۔ وہ تمہیں اپنے مورچہ میں ٹھیرا لے اس سے تم آیندہ چند دنوں کی تکالیف سے بچ جاؤ گے۔ کیونکہ جبتک ہمارے سپاہیوں کا خمار اور بدمستی دور نہ ہوگی۔ اسیروں کو لازمی طور پر تکلیف برداشت کرنی پڑے گی

[الف] مینے یہ نام صرف آواز کے لحاظ سے لکھا ہے۔ اسکے درست ہجے مجھے معلوم نہیں ہیں (مصنف) (الف) شراب اور پانی کا مرکب مشروب

چاؤجیالو نے کہا۔ میں بھی ساتھ چلتا ہوں اس سے مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ فاتحین غا م جشن منا رہے ہیں۔ اور ہر ایک کو نوکری پہرہ سے چھٹی ہے۔ دوسروں سے صاحب سلامت کر کے جو بلا تمیز ترک روسی اور رومانوی کے سب آپس میں صلح وامن سے یکجا بیٹھے سگرٹوں کے داؤ لگا کر چوسر کھیل رہے تھے۔ ہم تینوں اس مقام کے راستہ سے جہاں میری پلٹن آگ اور خیموں کے بغیر برف سے ڈھنپے ہوئے کھیت میں بسیر و سامان اور شمالی ظالم ہوا سے بالکل غیر محفوظ پڑی تھی۔ گرینڈیروں کے کمپ کو چلدیئے پلٹن کے کمپ سے ہمیں رنج و درد اور غیظ و غضب کے نعرے سنائی دیئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ روسیوں نے جو رومانویوں سنتریوں کی جگہ آئے تھے۔ اسیران جنگ سے تصرف جیسی کہ عام روسی سپاہیوں سے توقع تھی۔ نقدی گھڑیاں اور قیمتی چیزیں بلکہ بسکٹیں بھی چھین لی ہیں میرے پاس جس قدر باقی تھیں۔ وہ میں اپنے سپاہیوں کو دیکر اپنے ساتھیوں کے پیچھے پیچھے ہو لیا ان کو بھی میری طرح یہ سنکر سخت رنج پہنچا۔ میں لمحہ بھر کیلئے رفقار سے علیحدہ ہوا۔ اسی لمحہ چند روسی مجھ پر جھپٹ پڑے۔ اور میری جیبوں کو ٹٹول لیا۔ میں نے اپنے محافظین کو پکارا مگر ان کے پہنچنے تک یہ ڈاکو میری گھڑی اور تھوڑے سے چاندی کے سکے جو جیب میں کھلے پڑے تھے لیکر رفوچکر ہو گئے جن کا تاریکی میں تعاقب کرنا بالکل ناممکن تھا۔ خوش قسمتی سے پانچ طلائی پونڈ جو فلالین کی قمیص میں سلے ہوئے تھے۔ وہ جن میرے پاس چھوڑ گئے۔

تمام میدان لاشوں سے پٹا ہوا تھا۔ اس میں سے ہم مشکل گرینڈیروں کے مورچہ کو گئے جب کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے۔ کہ اس وقت میں ضرور جیک کی لاش کے پاس سے گذرا ہونگا تو میرے جسم پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ گو رات سخت اندھیاری تھی۔ اور غم کو غلط کرنیکے لئے میں نے رفقار سے بلند آواز سے بولنا شروع کر دیا۔

گرینڈیروں میں شور ہ پشتی۔ بدمستی اور بدنظمی زوروں پر تھی۔ ہمنے کئی شخصوں سے پتہ پوچھا مگر ان بدمست وحشیوں میں سے جو شراب سے اندھے ہو رہے تھے۔ ایک نے بھی درست پتہ نہ بتایا۔ آخر ہم کمر کے سلسلہ تاریک کے ساتھ ساتھ چلنے سے میجر کے مورچہ میں پہنچ گئے۔ مالک کتاب کو بینے رحمدل ریش دار دلیو پایا۔ اس نے میرا بہت شکریہ ادا کر کے کہا۔ کہ چلنے وقت مجھے بیوی نے بطور یادگار یہ کتاب دی تھی۔ وہ ہم کو اپنی کچی جھونپڑی میں لیگیا۔ وہاں اور افسر بھی ہم سے آملے۔ اور چار گونیاک شراب بسکٹوں اور سگرٹوں سے ہماری تواضع کی گئی۔ بس ایک پیالہ چار کا میں ہمیشہ ممنون رہونگا اگر میجر کہتا۔ تو اسکے عوض میں بڑی خوشی سے اپنے پانچوں پونڈ دے دیتا۔ اب رات کے دس بجے کا

عمل تھا جبپر چاؤ جیا نو اور روسی لفٹنٹ کو ہم سے رخصت ہونا پڑا۔

میجر کاسی کاف نے چپکے سے میرے کان میں کہا کہ اگر تمہارے پاس آدھا پونڈ ہو اور مجھے دیسکو۔ تو میں روانگی تک تمہاری رہائش کا انتظام کرسکتا ہوں۔ میرے پاس روپیہ نہیں۔ ورنہ تم سے نہ کہتا۔ یہ خرچ تم بہت فائدہ مند پاؤ گے۔ مینے اسے رقم مطلوبہ حوالہ کر دی۔ اور اسکے چہرہ کو متحدین پاکر باقیماندہ ساڑھے چار پونڈ بھی اس کے پاس امانت رکھدیئے۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کے پاس رہنے سے وہ بدمست روسی سپاہیوں کی دستبرد اور تغراقی سے بچے رہیں گے۔

میجر نصف پونڈ لیکر باہر نکل گیا۔ اور آدھ گھنٹہ کے بعد ایک نو عمر نائب ڈاکٹر کو ساتھ لے آیا۔ جسنے میرے بازو پر پٹی باندہ دی۔ اور ایسے متین چہرہ سے کہ مجھے ہنسی کو ضبط کرنیکے لئے ہونٹوں کو دانتوں سے دبانا پڑا میرے سخت زخمی ہونیکا سارٹیفیکیٹ لکھدیا۔ میرا بازو بالکل صحیح سالم تھا۔ البتہ جوؤں وغیرہ کے کاٹنے سے اسکی سطح کا چمڑا جا بجا پھول گیا ہوا تھا۔ کاسی کاف کے جھونپڑے میں ہی مجھے ایک افسر کا پلنگ دیدیا گیا تھا جو صبح کی لڑائی میں ہلاک ہوگیا تھا۔ پھر تھوڑی سی اوکوناک پینے اور چند گندمی آٹے کی روٹیاں کھانیکے بعد مین اپنے مہربان میزبان سے گرمجوشی کیساتھ مصافحہ کرکے کمال تکان زدہ پلنگ پر لیٹ گیا۔ اور کسی طرح کی خواب یا ایکدفعہ بھی درمیان میں جاگنے کے بغیر کامل بارہ گھنٹے سیر ہو کر سویا۔

دوسرا دن (۱۱ دسمبر) مینے میجر کے جھونپڑے کے اندر ہی کھانے پینے۔ باتیں کرنے۔ سونے اور تاش۔ گنجفہ و چوسر کے کھیلنے میں بسر کیا۔ کاسی کاف نے میری درخواست پر زر امانت میں ایک خفیف سی رقم جو میری خوراک کی بابت اسکے حساب میں لکھی گئی تھی۔ وضع کرلی۔ نوجوان ڈاکٹر نے آج پھر آٹھ افسروں کے بالمشافہ جو سازش میں شریک اور اس تمسخر پر خوب قہقہے لگاتے تھے میرے بازو کا معائنہ کیا۔ میں اس اشد بدمعاش ڈاکٹر کے چہرہ کو دیکھ دیکھکر حیران ہوتا تھا۔ کہ وہ کس طرح اُسے قائم رکھے ہوئے ہے۔ سارے عرصہ اس کے چہرہ کے ایک پٹھے نے بھی حرکت نہ کی اور کاغذ کے سفید ورق کی طرح وہ بالکل صاف اور ہموار رہا۔

میجر کاسی کاف اور اس کے ساتھی افسروں کے سلوک کا میں کمال مشکور ہوں۔ انکا رویہ نہایت ہی تعریف کے قابل تھا۔ عام سپاہیوں کی بدمعاشی۔ بداطواری کے مقابلہ پر ان کی خوش اخلاقی عالی حوصلگی اور بےغرض مہماں نوازی روز روشن کی طرح چمک رہی تھی

لفٹنٹ چاؤ جیا نو مجھ سے ملنے آیا۔ اور میرے لئے جرابوں کا ایک جوڑا لایا۔ اس چیز کی مجھے سخت

ضرورت تھی۔ اسکے خوبصورت طفلانہ چہرہ اور خندہ اطواری سے مجھے جیک یاد آگیا۔ ادہر شراب کا بھی خمار غیر معمولی مقدار میں میرے سر پر سوار تھا۔ مینے اپنے کل دکھ اسے ایک ایک کر کے سنا دیئے جنکو وہ بڑے تحمل سے سنتا رہا۔ اور جب تک میں اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا۔ وہ زنانہ شفقت اور محبت سے میرے ہاتھ کو پکڑے ہوئے پلنگ کے پاس بیٹھا رہا

اس رات میں سویرے ہی سو گیا۔ اور چودہ گھنٹوں کی مسلسل نیند سے شراب کی پیدا کی ہوئی رقیق القلبی کو دور کیا۔ یہ مجھے بعد میں بخارسٹ اور خرکوف جا کر معلوم ہوا۔ کہ ترک اسیروں کو بہت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ متعدد وسائل سے جو کچھ مجھے معلوم ہوا۔ اُسے مختصر طور پر میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

ترکی فوج نے ۱۰ و ۱۱۔ کی درمیانی رات انہی انہی جگہوں پر بسر کی۔ جہاں وہ لڑائی کے فتح ہونے کے وقت موجود تھی ہتھیار سب سے لے لئے گئے تھے۔ اور اکثر کی نقدی۔ قیمتی چیزیں بسکٹیں بلکہ گران کوٹ تک لوٹ لئے گئے تھے۔ ترکوں کو آگ جلانے کی اجازت نہ دیگئی تھی۔ اور نہ اُن میں کوئی خوراک اور پانی تقسیم کیا گیا تھا۔ زمین منجمد ہو گئی تھی۔ ساری رات برف پڑتی رہی تھی۔

۱۱۔ کو قیدی تین حصوں میں تقسیم کئے گئے۔ ایک جماعت گریو تزا کے قریب وجار کو بھیجدیگئی۔ دوسری ود کے مغربی کنارہ کے میدان کو۔ اور تیسری دائیں کنارہ پر شہر اور پل کے درمیان رہی۔ سب جگہ اسیر کھلے میدان میں رہے۔ رسد پانی مطلقاً تقسیم نہ ہوا۔ نہ بیماروں اور زخمیوں کی کوئی خبر لی گئی۔ جب سپاہی بہ آہ وزاری کچھ کھانیکو مانگتے۔ تو انہیں جواب دیا جاتا۔ کہ خود تمہارے افسروں کا بیان ہے کہ تمہارے پاس چھ دن کی خوراک کے لئے بسکٹیں موجود ہیں۔ اس امر کا کوئی خیال نہ کیا گیا۔ کہ دس میں سے نو کا راشن چھین لیا گیا ہے۔ ود کے پانی پینے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ کیونکہ دریا کا پانی لاشوں کے ڈالے جانے سے خراب ہو گیا تھا۔ مگر بایں ہمہ اور پانی بھی نہ تقسیم کیا گیا۔ اور اسیروں کو پگھلی ہوئی برف اور جوہڑوں کے پانی پر قناعت کرنی پڑی۔ ترکی ڈاکٹروں سے آلات اور ادویات لیلی گئی تھیں جن کو روسی ڈاکٹروں نے خود اپنے زخمیوں پر استعمال کیا۔ سینکڑوں زخمی اور اعضا بریدہ زندہ سڑتے گلتے رہے۔ اینده بھی مطلقاً تقسیم نہ کیا گیا۔ البتہ روسی سپاہیوں نے ترکوں کی ہی شکستہ گاڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے فی ٹکڑا پانچ پانچ شلنگ پر بیچے۔ صرف وہی لوگ جنہوں نے میری طرح اندرونی کپڑوں میں نقدی چھپا کر رکھی ہوئی تھی کوئی چیز خرید سکے۔ روسی۔ پولنڈی اور رومانوی یہودیوں نے سات آٹھ چھٹانک وزن کی ایک ایک روٹی دس دس قرش کو صاف پانی کا ایک سالیہ ۵ قرش کو اور مکروہ و متعفن برانڈی کی ایک ایک بوتل ایک ایک پونڈ کو فروخت کی۔ پنیر فی

اونس (۲/۱ ۲ تولے) پانچ قرش قیمت پر بکا۔ اور یہی قیمت ایک واحد آلو یا شلغم کی تھی۔ افسروں کے اسباب کو روسی سپاہیوں نے سب سے زیادہ بولی پر نیلام کردیا۔ جن ترکوں نے قزاقی کی مزاحمت کی وہ فوراً ہلاک کر دیئے گئے۔ جو تین یا چار شفایاب ترک عثمان پاشا کے ذاتی اسباب کی حفاظت پر مامور تھے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا تھا اور اسباب پر روسی سپاہیوں نے تصرف کر لیا تھا۔

ایک ہفتہ تک جبکہ پہلا گروہ سٹشودا کو بھیجا گیا یہی کیفیت رہی۔ کل اسیر پلیونا کے قرب وجوار سے چودہ دنوں میں رخصت ہوئے۔ اس عرصہ میں تین چار ہزار آدمی ان مصائب اور فاقوں کا شکار ہو گئے جو فاتحین نے ان کو دیئے تھے۔ چودہ دنوں میں سے صرف آٹھ دن انہیں تھوڑی تھوڑی روٹی تقسیم کیگئی تھی روسیوں نے اپنے بیکس و درماندہ قیدیوں کو جو جو ناگفتہ بہ اذیتیں پہونچائیں۔ ان میں سے میں صرف ایک کا شاکی کرتا ہوں۔ ان فاقہ کش اور برہنہ پوش قیدیوں کے گروہ در گروہ کو بلا غرض و بلا مطلب کو ہر اور برف میں بار بار کیمپ کی ایک حصہ سے دوسرے حصہ کو بھیجدیا جاتا تھا۔ اب ایک گروہ کو گرلیتزا سے تیرہ میل کے فاصلہ پر گورنا سٹرو پولی بھیجا جاتا تھا۔ اور اسی دن یا دوسرے دن اسے پھر گریوتزا واپس بھیجدیا جاتا اکثر دیگر کل ہرگز نہیں ترک افسروں کیساتھ ان کے روسی بھائیوں نے بہت عمدہ سلوک کیا روسی افسر اپنے سپاہیوں کی درندگی اور وحشت اپنے کمسریٹ کی کامل بد انتظامی۔ ہسپتالی بندوبست کی قابل شرم بد نسقی منتظمین کی ناقابلیت اور بعض قواعد و احکام کی بیجا سختی کو خود تسلیم اور ان پر دلی تاسف کرتے تھے۔

عثمان پاشا کو جرنیلان گانز کی کاٹیلائی اور چرنات ۱۰ کی شام کو چھوٹے برٹے (یعنی چوبی مکان) میں جا ملے۔ انکے لئے گاڑی منگائی گئی۔ اور اسپر سوار کر کے انہیں پلیونا بھیجدیا گیا۔ راستہ میں انہیں گرینڈ ڈیوک نکلس اور والی رومانیہ ملے۔ اول الذکر نے نہایت عزت و احترام کیساتھ بیٹھ کر پاشا کو ان کی شاندار مدافعت پر مبارکباد دی۔ شہزادہ چارلس نے بھی مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر بہادر عثمان کا اسیری میں بھی وہی دم خم تھا۔ اسنے باغی والئی ریاست کے ساتھ مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنا ہاتھ آگے نہ کیا۔ افسروں نے ہراہ کے نعرے بلند کئے۔ اور سپاہیوں نے باقاعدہ فوجی سلامی اتاری دوسرے دن عثمان پاشا کی زار سے ملاقات کرائی گئی۔ زار نے اس وقت فرنچ زبان میں یہ الفاظ کہے :۔

"میں آپکو آپکی شاندار مدافعت پر مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ جنگی تاریخ کا سب سے نمایاں کارنامہ ہے"

ان الفاظ کی جو تاریخی ہو گئے ہیں۔ کل دنیا کی متفقہ رائے نے تصدیق کر دی ہے۔

اسیدن سہ پہر کیوقت کاسکوں اور ۔۔ راسی اور ۔۔ سواروں کے اعزازی دستہ کیساتھ

عثمان پاشا کو بوغوت بھیجدیا گیا۔ جہاں وہ دو ہفتہ تک خیمہ میں مقیم رہے۔ اور ان کا سابق اعلیٰ ڈاکٹر حاسب بک ایک جرمن ڈاکٹر اور چند خواہران صلیب احمران کی تیمارداری اور مرہم پٹی کرتی رہیں۔ بوغوت سے براہ سٹسووا اور بخارسٹ انہیں خرکوف پہونچادیا گیا ہے۔ جہاں وہ مارچ ۱۸۷۸ء میں قید سے رہا ہونے تک مقیم رہے۔ ایام اسیری میں اول سے آخر تک اُنکے ساتھ کمال فراخدلی اور بلند حوصلگی سے سلوک کیا گیا۔ اور جیسی کہ ان کے عام سپاہیوں کو منزل مقصود پہنچنے تک مصائب عدیدہ اور تکلیفات شدیدہ برداشت کرنی پڑیں۔ ویسے ہی اس کے عین برعکس ان کو کمال آرام و آسائش کیساتھ رکھا گیا۔ خرکوف میں شہیر پلیونا کا شاہانہ اعزاز و اکرام کیا گیا۔ اور وہاں کی اعلیٰ سوسائٹی اُنکے پاؤں دہو دہو کر پیتی رہی۔

۱۰ دسمبر کو جو جو معاملے پلیونا میں گذر گئے۔ قلم ان کو بیان کرنیکا یارا نہیں رکھتا۔ بعینے چشم دید شاہدوں سے ایسی ایسی باتیں سنیں۔ کہ انہیں سنکر انسان غصہ کے مارے کپڑوں سے باہر ہوجاتا ہے۔ اور اس کا خون کھولنے لگ جاتا ہے بلغاریوں نے بالکل وحشیوں اور دیوانوں کی ایسی حرکتیں کیں۔ جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عیسویت کی اسلام پر فتح پانیکی خوشی اسطرح منائی گئی۔ کہ عیسائیوں نے بیگناہوں کا قتل عام کیا۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور ناگفتہ بہ جرائم کا ارتکاب کیا۔ تو روح کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ فتح پلیونا پر جو ظلم و تعدی عمل میں آئے۔ اُن سے بلغاری قوم کے نام پر ہمیشہ کیلئے دہبہ رہے گا۔ یہ ظلم ایسے نہ تھے۔ کہ انکا ہونا اٹل تھا۔ بلکہ کمال آسانی کے ساتھ اُن کے ارتکاب سے پہلو بچایا جاسکتا تھا

پلیونا ۱۴۳ دنوں کی مدافعت کے بعد جو بقول زار اسکندر ثانی کے جنگی تاریخ کے کمال شاندار کارناموں میں سے ایک کارنامہ تھی۔ فتح ہوا۔ ان دنوں میں سے ۹۳ دن سخت محاصرہ رہا۔ یعنی ۷۔ ستمبر سے ۲۴ ستمبر تک ۱۷۔ دن ابتدائی محاصرہ اور ۲۴۔ اکتوبر سے لیکر آخری حملہ تک ۷۶ دن واقعی محاصرہ

اس عرصہ میں تین (یعنی ۳۰ جولائی ۱۱ و ۱۲ ستمبر اور ۱۰۔ دسمبر کی) بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ چار (یعنی پلیونا کی پہلی لڑائی مورخہ ۲۰۔ جولائی۔ لوفچہ کی لڑائی مورخہ ۳ ستمبر اور گورنا دوبینک کی لڑائی بتاریخ ۲۴۔ اکتوبر۔ دوسرے درجے کے معرکے۔ اور بیشمار چھوٹی چھوٹی معرکہ آرائیوں کے علاوہ ۲۰ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں یعنی بالاوسط ہر پانچویں دن ایک لڑائی ہوتی رہی پلیونا کی بدولت روسیوں کے کم ازکم ۵۵ ہزار۔ رومانویوں کے دس ہزار اور ترکوں کے تیس ہزار آدمی ہلاک اور ناکارہ ہوئے۔ جو لوگ بیماری سے فوت ہوئے۔ اور نیز وہ آٹھ نو ہزار اسیران جنگ بھی جو روسی علاقہ میں پہنچنے سے پہلے بھوک سردی اور بیماری سے مرگئے۔ اسی تعداد میں شامل ہیں۔ اگر پلیونا کے مقتول و مجروح باشندوں کو بھی شامل کیا جائے۔ تو ان لوگوں کی تعداد جن کی جانیں یا اعضا پلیونا کی قربانگاہ

پر بھینٹ چڑھے ایک لاکھ سے کم نہیں رہ جاتی۔ ان میں سے چالیس ہزار بیماری فاقہ اور ضربات سے یا تو فوت یا بعد میں جاکر ہلاک ہوئے۔ فقط میدان جنگ میں بیس ہزار ہلاک ہوئے۔ پلیونا کے قرب وجوار میں ایک شہنشاہ کی بیوقوفی اور حرص جہانبانی وریاست کی تیس ہزار قربانیاں آخری نیند سو رہی ہیں

اول سے لیکر آخر تک مع جملہ نقصانات پلیونا کو فتح کرنے کے لئے روسی تخمیناً اڑھائی لاکھ آدمی اور سات سو توپیں اور ترک اس کے بچاؤ کے لئے ساٹھ ہزار آدمی اور ایک سو توپیں میدان جنگ میں لائے روسیوں کی تعداد میں رومانوی بھی شامل ہیں۔

محاربہ پلیونا گو ایسی مہیب اور رقت انگیز باتوں سے مملو ہے۔ کہ خداوند کریم ناظرین کو آنکھوں سے چھوڑ کر خواب میں بھی ان کی نظیر نہ دکھائے۔ تاہم اس میں ایسی باتیں بھی تھیں جنسے انسانی فطرت کے کمال خوب صورت اور شریفانہ بلکہ ملکوتی جواہر واضح ہوتے ہیں۔ بفرض محال اس محاربہ سے تاریخی یا سیاسی یا علم حرب یا فن جنگ کے متعلق گو کوئی سبق نہ حاصل ہو سکتا ہو۔ اور نہ وہ ایسی بنیاد کا کام دے سکتا ہو۔ جس پر آئندہ کے لئے خیالات وقیاسات کی سلسلہ بندی کیجائے۔ تاہم اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ اسنے وہ ارفع واعلےٰ شوکت وعظمت ورفعت کل دنیا کو دکھلا دی ہے۔ جس پر وہ لوگ جو سچائی کی حمایت میں لڑ رہے ہوں۔ یا انکا خیال ہو کہ وہ سچائی کی حمایت میں لڑ رہے ہیں پہونچ سکتے ہیں۔ یہ میرے منصب سے خارج ہے۔ کہ واقعات گذشتہ سے جو سبق حاصل ہو سکتے ہیں۔ انکو سوجھاؤں یا ان سے نتائج اخذ کروں یا انکی بنا پر آئندہ کیلئے پیشینگوئیاں کروں۔ تاہم اگر میں اس موقعہ پر ایک اہم نصیحت زبان سے نکالدوں۔ تو شاید بیجا نہ ہوگا۔ یہ نصیحت نہ فقط پلیونا کی محافظت میں ہی بلکہ کل محاربہ روس وروم میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور مندرجہ ذیل ترکی ضرب المثل اسے بلا کم وکاست واضح کر رہی ہے۔ دشمن قارنجہ الیسہ فیل کبی ظن ایلہ۔ یعنی گو تمہارا دشمن چیونٹی کے برابر ہو لیکن اسے ہاتھی ایسا بڑا سمجھکر کام کرو۔

تاکہ ناظرین کو محاربہ کی عام کیفیت کا پتہ ملجائے۔ میں اس موقعہ پر وہ تمام واقعات جو پلیونا کے محاصرہ کی اثناء میں یورپ اور ایشیا میں وقوع پذیر ہوئے بالاختصار بیان کئے دیتا ہوں۔ اور اولاً یورپ کو لیتا ہوں زار وچ کی فوج تروم کے بائیں کنارہ پر اور اسکے مخالف سلیمان پاشا کی فوج رسگراد اور اس کے قرب وجوار میں تھی۔ آخر الذکر نے ۱۹ نومبر کو چار ڈویژنوں سمیت دریا لوم کو عبور کر کے بتاریخ ۲۹ نومبر

٭ کروپاٹکن لکھتا ہے۔ کہ ۱۱ ستمبر کی بعد روسی فوج پیدل میں ہر روز دو سو آدمی بیمار ہوتے تھے۔ اگر کیولری توپخانہ قطار اور شاف کی نسبت یہ فرض کر لیا جائے۔ کہ کل عرصہ میں انکا دسواں حصہ بیمار ہوا۔ تو کل روسی فوج محاصرہ کنندہ کے بیماروں کی تعداد ۲۲ ہزار تک پہنچ جاتی ہے جنمیں سے ضرور حصہ کثیر مر گیا ہوگا۔ کیونکہ صرف سخت بیمار ومجروح پیچھے بھیجے جاتے تھے۔ جن کی بیماری معمولی ہوتی تھی۔ وہ کیمپ میں ہی رہتے تھے۔ جہاں کافی ومناسب علاج معالجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مصنف

فوج کے قلب اور درمیانی حصہ پر جو بمقام مچکا مقیم تھا حملہ کیا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔

بعد ازاں سلیمان نے روسیوں کے میمنہ کیطرف رخ کیا۔ اور ۴ دسمبر کو مقامات ماریان، سلاتی نتزا اور ایلینا چھین لئے۔ سلاتی نتزا کو روسیوں نے دو دن بعد پھر لیلیا۔ مگر ایلینا جو اصل کار آمد موقع تھا ترکوں کے پاس ہی رہا۔ شیدکا اور اسکے گرد و نواح میں راڈزکی اور رؤف پاشا کی فوجیں بدستور اپنی اپنی جگہ پر مقیم رہیں۔ آخر الذکر نے ۸۔ ۱۱۔ اور ۲۱۔ اکتوبر کو غنیم پر حملہ کیا۔ مگر ہر مرتبہ پسپا کر دیا گیا۔ ان فتوحات سے روسیوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ اور اپنی جگہ پر ہی قائم رہے۔ برف کیوجہ سے اس نواح میں کوئی اہم کارروائی نہ کی گئی۔

مغربی بلگیریا میں روسی فوجیں فتح پلیونا سے پیشتر ہی جنوب میں اطروپول سے ورتنزا تک اور شمال میں نکوپولی سے لوم پلنکہ تک پھیل گئی تھیں۔ محمد علی کی یا باقوناق والی فوج کا عدم وجود برابر تھا۔ اور برابر عثمان کی تسلیم یا اطاعت گزینی سے روسیوں کی مغربی فوج کا ٹڈی دل اور چاروں طرف دوسرے کاموں کے لئے فارغ ہو گئے۔ اور ساتھ ہی اس سے یورپ میں ترکوں کا میسرہ بے پناہ اور ننگا اور ان کے لئے مشرقی بلگیریا اور مشرقی رومیلیا کے مغربی نصف حصّہ پر قبضہ رکھنا ناممکن نہ سہی مشکل و دشوار ہو گیا۔

ثانیاً ایشیا کے واقعات

روسی میمنہ نے جنرل اکلوبشیو کے زیر کمان بتاریخ ۱۱۔ نومبر درویش پاشا پر بمقام کتسوباتی حملہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس لڑائی کے سوا اس نواح میں کوئی اہم معاملہ نہ گزرا۔

در بیولا قلب میں فیصلہ کن جنگ ہو چکی تھی۔ مختار پاشا نے اپنی فوج کا باقی ماندہ حصہ اور زیادان کمکوں کو جو دوسری فوجوں سے آئی تھیں بمقام دیوبوین جمع کیا تھا۔ ۴ نومبر کو جنرل ہیمن نے وہاں حملہ آور ہو کر اُسے سخت ہزیمت دی۔ اور وہ اپنی سپاہ کا بقیۃ السیف ہمراہ لیکر ارض روم کو بھاگ گیا۔ ۹۔ اور ۱۰۔ نومبر کی درمیانی رات کو روسیوں نے اس قلعہ پر دھاوا کیا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ اسپر اس کا باقاعدہ محاصرہ کیا گیا۔ مگر اسمٰعیل پاشا کی اپنی اور نیز مختار پاشا کی باقیماندہ فوج نے محاربہ کے اخیر تک اسکی خوب حفاظت کی۔[۳۲] اختتام محاربہ پر معاہدہ سین سٹی فانو کی شرائط کے رو سے روسیوں کو اس کا قبضہ دیدیا گیا تھا۔ در نیز ۱۷۔ اور ۱۸۔ نومبر کی درمیانی رات کو جنرل لازاریف نے قارص کو دھاوا کر کے فتح کر لیا تھا۔ ترکی فوج نے ۳۲ دن تک کمال شجاعت

---

[۳۲] ارض روم کی مدافعت و محافظت کی کیفیت کو دنیا کو بالعموم معلوم نہیں۔ مگر جنگی تاریخ کا وہ بھی ایک موقر اور باوقعت واقعہ اور بجائے خود نہایت شاندار جنگی کارنامہ ہے۔ مصنف

[۱] مؤرخین کا بیان ہے۔ کہ روسیوں نے یہ مقام چند شیعہ اہالیان شہر کی غداری اور نمکحرامی کی طفیل فتح کیا تھا سنہ کے محاربہ کریمیا کے وقت بھی روسیوں نے اسے فتح کر لیا تھا۔ عمر پاشا فتح سباسٹوپل کے بعد اس سے روسیوں کا محاصرہ اٹھانے کیلئے کریمیا سے آرمینیا گئے۔ مگر وہ الہک کے پہنچنے سے پہلے فتح ہو چکا تھا۔ ارض روم کا قبضہ روسیوں کو معاہدہ برلن کے رو سے موڑ دینا پڑا تھا۔ معاہدہ سین سٹی فانو اور معاہدہ برلن رسالہ معرف حضہ مظالم آرمینیا میں درج ہیں۔ مترجم

وہ مردانگی کیساتھ اس کی محافظت کی تھی۔

جب اسمٰعیل پاشا کی فوج مختار پاشا کی باقیماندہ فوج سے جا ملی تو روسیوں کی فوج میسرہ جو جنرل لازگو کا ف کے زیر کمان تھی اور اسمٰعیل پاشا اُسے روکے ہوئے تھے دوسرے کاموں کے لئے فارغ ہو گئی چنانچہ وہ جنرل ہیمن کی فوج سے جا ملی اور دونوں نے ارض روم کا محاصرہ کر لیا

اس محاصرہ کے سوائے ایشیا میں ایک طرح سے جنگ کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ایک تو جاڑا بہت ہی سخت تھا اور دوسرے دونوں فریق بگڑ گئے تھے جس سے انہوں نے خود بخود قبل از وقت جنگی کارروائیاں ملتوی کر دیں آٹھ مہینوں کی کارزار میں روسیوں نے بے تعداد افواج اور سلطنت کے بہترین ماہران علم حرب (لوریس میلیکاف۔ ہیمن اور لازارف) افسروں کی موجودگی کے باوجود ایک فتح (یعنی فتح فارس) کے علاوہ اور کوئی نمایاں فتح حاصل نکی۔ اور یہ ایک فتح بھی متواتر شکستیں کھانے اور ہزیمتیں اٹھانے کے بعد حاصل ہوئی۔ باقی ہاں ترک اس محاربہ میں اخبار بین دنیا کی نظروں میں انکی وقعت بہت ہی بڑھ گئی۔ اخبار پڑھنے والوں کے حصہ کثیر نے پیشینگوئی کی تھی۔ کہ ایشیا میں روسی بلا مزاحمت آگے بڑھتے جاویں گے اور کل ملک پر قبضہ کرلیں گے۔ اور اس کی دلیل یہ دیتے تھے۔ کہ یہ لازمی امر ہے۔ کہ ترک اپنی بہترین فوج یورپ میں جمع کرینگے اور ایشیا میں ناقص حصہ رہیگا۔ جو روسیوں کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکیگا۔ مختار[1] پاشا کا نام بھی اس محاربہ سے کل دنیا میں مشہور ہو گیا۔ اور ۱۸۷۵ء و ۱۸۷۶ء میں صوبجات بوسینیا و ہرزیگووینا میں انکی نیکنامی میں جو تھوڑا سا فرق پڑ گیا تھا۔ اس کی پوری پوری تلافی ہو گئی۔

اگر آدمی کو موقع ملجائے۔ تو وہ بالعموم اپنے تئیں اس کے قابل ثابت کر دکھاتا ہے۔ یہ مقولہ یا اصول ۱۸۷۷ء کے محاربہ میں تین شخصوں کی نسبت بالکل درست ثابت ہوا ہے۔ اور وہ تین شخص[2] جنہوں نے اپنے تئیں اُن موقعوں کے جو انہیں دیئے گئے۔ قابل ثابت کیا (اسوقت کے ایک جرمن اخبار نویس کے استعارہ کے مطابق) یہ تھے پلیونا کا شیر۔ برشپکا کا بلڈاگ اور کوہ قاف کی لومڑی محاربہ مذکور میں چوتھا موقع مشرقی بلگیریا میں پیدا ہوا تھا۔ مگر اسے پکڑنے کیلئے کوئی آدمی نہ تھا۔ اور وہ یونہی گیا۔

باب ۱۶ شانزدہم

اسیری وخاتمہ۔ دسمبر ۱۸۷۷ء سے اپریل ۱۸۷۸ء تک

[1] مختار پاشا جنوری میں یورپ بلالئے گئے تھے۔ جہاں انہیں دارالخلافہ کی حفاظت کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ یہ مجھے معلوم نہیں ہوا۔ کہ وہ ارض روم سے جبکہ روسیوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا کس طرح باہر نکل آئے تھے مصنف

[2] یعنی عثمان پاشا و سلیمان پاشا و مختار پاشا۔ مترجم

زمانہ اسیری کے واقعات سے اگر میں چاہوں۔ تو خاصے حجم کی کتاب تیار کرسکتا ہوں بعض ماجرے
کمال خوشگوار تھے۔ اُن تین مہینوں میں مینے اپنی عمر کے باقی ۵۰ برسوں سے کئی حصے زیادہ عشق بازی کی
اور دوسرے ماجری جو شروع شروع میں لاہی پیش آئے ایسے تھے۔ کہ اب تقریباً بیس برس گذر جانیکے باوجود بھی
جب انکا خیال آتا ہے۔ تو بدن پر لرزہ پڑجاتا ہے بیں صرف موٹی موٹی باتیں تحریر کئے دیتا ہوں

میجر کاسی کوف کے پاس میں ایک ہفتہ سے زیادہ ٹھہرا۔ وہ اور اس کے ساتھی مجھپر بے انتہا مہربانی
کرتے رہے۔ ایکدن علی الصباح جبکہ سخت سردی پڑرہی تھی۔ اور زمین پر دو دو فیٹ برف منجمد تھی۔
مجھے ایک چھکڑے پر بٹھاکر ورتزا بھیجدیا گیا۔ چھکڑے پر مجھے صرف اپنے میزبان کے رسوخ اور بنا وٹی
زخم کی طفیل جگہ ملی تھی۔ ورنہ پیدل جانا پڑتا۔ ورتزا جاکر میں دو ہزار اسیران جنگ کی جماعت میں شریک
ہوگیا۔ جماعت مذکور۔ رومانوی سپاہیوں کے پہرہ میں تھی۔ ورتزا سے ہم براہ سٹسودا اور سمنٹزا نجار سٹ
کو گئے۔ راستہ میں ڈینوب کو روسیوں کے بنائے ہوئے کشتیوں کے پل سے عبور کیا۔

یہ سفر جو آٹھ دن میں ختم ہوا سخت مہیب تھا کل علاقہ برف سے ڈھنپا ہوا تھا۔ اور ہر وقت آندھی
برف اور کہر کے طوفان چلتے رہتے تھے بیس اور پچاس ساٹھ دیگر چھکڑوں پر تھے۔ باقی کل قیدی
اور محافظ سپاہی پیدل تھے۔ البتہ کہیں کہیں رحمدل رومانوی دہقان تھوڑے تھوڑے فاصلوں کیلئے
اکثر پیدلوں کو اپنے چھکڑے دیتے تھے مینے بچشم خود کم از کم چار سو اسیروں کو راستہ میں تکان سے گرتے ہوئے
دیکھا۔ ان کی کتے کے برابر بھی پرواہ نہیں کیجاتی تھی۔ وہ یا تو سردی یا بھوک سے وہیں پڑے پڑے مرجاتے
یا بھیڑیئے جو کالم کے ساتھ ساتھ لگے رہتے تھے۔ زندوں کو ہی پھاڑ ڈالتے۔ جو آدمی گرتا۔ اسیوقت
اس کے سر پر کوے۔ گدھیں۔ اور چیلیں منڈلانے لگ جاتیں اور جب سمجھتیں۔ کہ اب اس میں بالکل
سکت نہیں تو یکبارگی ٹوٹ پڑتیں۔ آٹھ دنوں میں تین مرتبہ ہمیں کھلے میدانوں میں بسیرا کرنا پڑا
زمین پر کئی کئی فیٹ برف جمی ہوتی اور پارہ منجمد ہونیکے درجہ سے کئی دقیقے نیچے گرا ہوا ہوتا تھا۔ کرسمس ڈے
(بڑا دن یعنی یوم ولادت مسیح) مینے اسی حال میں منایا تھا۔ دیہات میں عموماً چند گھنٹوں کیلئے مکان
ملجاتے تھے۔ مگر اس راستہ سے اسیروں کی پہلے اسقدر جماعتیں گذر چکی تھیں۔ کہ کسانوں کے دل سخت
ہوگئے تھے۔ پہرہ کے بعض سپاہی پورے وحشی تھے۔ اور بعض (بالخصوص افسر) بے اندازہ مہربانی
کرتے تھے۔ اکثر بے زبان اسیروں کی طرح گم سم اور مٹی کے بت تھے۔ نہ وہ سفاکی جانتے تھے اور نہ
رحمدلی۔ قصہ مختصر ان فاقہ کش۔ آبلہ پا۔ دہجی پوش اور بے سکت و درماندہ قیدیوں کی قطار پشیمان
سے زیادہ ابتر حالت کا کوئی نظارہ تصور میں نہیں آسکتا۔ صرف عثمان کی اسیر شدہ فوج کے پانچہزار

آدمی بمقام ااور بخارسٹ کے درمیان ضائع ہوئے تھے۔ اس فوج میں سے جس میں کبھی ۴۰ ہزار آدمی تھے فقط ۱۵ ہزار روسی سرزمین پر پہونچے۔ اور صرف ۱۲ ہزار اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ روسیوں کی قید میں پچاس ہزار ترک فوت ہوئے تھے۔

بخارسٹ پہنچکر ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہوگیا۔ وہاں کے بازاروں میں رومانوی مستورات قیدیوں میں قہوہ۔ شوربا۔ روٹی۔ مٹھائی۔ تمباکو۔ سگرٹ اور شراب تقسیم کرتی رہیں۔ ہمیں بارکوں میں اتارا گیا وہ ہم کو بہشت سے کم نہیں ہوتی تھیں۔

وہاں پہنچنے سے دو دن بعد مجھے زبانی اقرار عدم فرار پر رخصت ملگئی۔ اور جرمن قونصل نے ایک فرینچ تارک الوطن خاندان سے میری ملاقات کرادی۔ میں دو ہفتے اسی خاندان کے پاس ٹھیرا۔ اور وہ لوگ میرے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت سے پیش آتے رہے ہیں انہی کے مکان پر تھا کہ بیمار ہوگیا بیماری کے دنوں میں مالک مکان کی بیوی اور لڑکی کمال محبت سے میری تیمارداری کرتی رہیں۔ مینے اپنے باپ کو روپیہ کے لئے تار دیدیا تھا جس نے ایک ساہوکار کی معرفت مجھے معقول رقم بھیجدی۔ وسط اکتوبر کے بعد مجھے گھر سے پہلا خط بھی وہیں بخارسٹ میں ملا۔ اس جگہ اور نیز خرکوف میں محافظین میری خط وکتابت کو پہلے خود کھول کر دیکھ لیا کرتے تھے۔ بخارسٹ میں میری باش چاوش بقال اور اپنی پلٹن کے دیگر چند آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔

رومانویوں کا مجھے ایک عجیب خاصہ یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ یہودیوں کو روسیوں اور آسٹریوں سے بھی بڑھکر کمال نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان سے سخت بغض رکھتے ہیں کل ملک عملی طور پر یہودیوں[۱] کے ہاتھ میں تھا۔ اور کسی قوم یا فرد کا یہودیوں کے بس ہونا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ وہ قوم یا وہ مرد یا وہ عورت ذلت کے پست ترین قعر میں ڈوب گئی ہوئی ہے۔

چھٹی ختم ہونے کے بعد دوسرے دن میں کئی سو ساتھی قیدیوں اور روسی پہرہ کے ہمراہ ریل پر خرکوف کو روانہ ہوگیا۔ جس جگہ رومانوی ریلوے لائن ختم ہوکر روسی لائن شروع ہوتی تھی۔ وہاں ہمکو بیس میل چھکڑوں پر سفر کرنا پڑا۔ بعد ازاں پھر ریل پر سوار ہوگئے۔ ان مقاموں کے نام مجھے فراموش ہوگئے ہیں۔ خرکوف کے نصف راہ پر ہمنے ایک چھوٹے سے مقام میں ایکدن اور ایک رات قیام کیا اس جگہ کا بھی مجھے نام یاد نہیں رہا۔ ہم سٹیشن پر سوئے تھے۔

خرکوف پہنچکر میں تین دن بارکوں میں رہا۔ بعد ازاں زبانی اقرار لیکر ایک گونہ آزادی مل گئی

---

[۱] یہودی مالک یورپ میں نیا دفتر سودی بیوپار اسلئے ہیں اکثر کر عام تجارتی کاروبار کرتے ہیں ان کو مال کا بنیا سمجھنا چاہئے تھے

مارچ میں کامل رہائی ملنے تک میں ہر ہفتہ زبانی اقرار پر چھٹی کی تجدید کرالیتا رہا۔ چھٹی ملنے پر میں نے اپنی رہائش کیلئے علیحدہ مکان لے لیا۔ اور اپنے کھانے پینے کا الگ انتظام کرلیا۔ اس عنایت پر میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ مگر ساتھ ہی اس کی بدولت سر پر خرچ بھی بہت آپڑا۔ روسیو نکونیکو پولی۔ صوفیا اور دیگر مقامات سے وردیوں اور کپڑوں کے بڑے بڑے اسٹور بھی ہاتھ لگے تھے۔ ان اسٹوروں سے مجھے نئے کپڑے اور وردی مل گئی تھی جنکو پہن کر میں خوب اکڑا پھرتا تھا۔ میری صحت۔ طاقت اور طبیعت کی شگفتگی بھی پوری پوری بحال ہو گئی تھی۔ ذاتی اوصاف یا روپیہ کی بدولت میرے بہت سے دوست اور بیشمار آشنا سا ہو گئے تھے ملاقاتیوں یا دعوتیوں کی مجھ پر ہر وقت بھرمار رہتی۔ مجھے ضیافتیں کھلا کھلا کر اسطرح موٹا کیا جاتا تھا جسطرح کسی نمائشی جانور کو کیا جاتا ہے۔ میرے درجہ کے لوگ میری ویسی ہی خاطر مدارات کرتے رہے جیسکہ رؤسا شہر اور امراء علاقہ عثمان پاشا کی۔ الغرض میرے ساتھ بہادرانہ خوش اخلاقی۔ نوازش۔ کشادہ دلی اور مہمان نوازی کے ساتھ جو تعلیم یافتہ روسیوں کا خاصہ ہے سلوک ہوتا رہا۔ خرکوف کی اقامت کا زمانہ میری عمر کے ان معدودے چند زمانوں میں سے ہے جن میں میرے دن کمال راحت اور خوشی سے بسر ہوئے ہیں۔ محاربہ کی تکالیف اور سختیوں نے مجھے ایسا سخت جان کر دیا۔ کہ بخارسٹ والی مختصر سی بیماری کے راڈ ڈی جینرو (برازیل کا دارالخلافہ) میں زرد بخار سے ایکدفعہ بیمار ہونے کے سوائے میں کبھی ایک دن کے لئے بھی بیمار نہیں ہوا حتیٰ کہ زکام اور سردی کی بھی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ جنگ کے دوران میں جو وحشت۔ درندگی اور سنگدلی طبیعت میں نشوونما پا گئی تھی۔ وہ جلد دور ہو گئی۔ اور اب میں ایسا رحمدل اور خدا ترس ہوں۔ کہ پسّو مارنے یا پھول توڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔

محاربہ روم و روس کے آخری حصّہ کی داستان ۱۰۔ دسمبر سے شروع کر کے چند الفاظ میں بتائے دیتا ہوں۔

سلیمان پاشا کی فوج ۲۱ دسمبر کو مقام مچکا شکست کھا کر افراتفری کیساتھ رسچک اور بسگراد کی مضبوط دیواروں کی پناہ میں چلی گئی۔ تالینا ۲۴۔ دسمبر کو چھوڑ دیا گیا۔ اور خود سلیمان مشرقی رومیلیا میں بلا لیا گیا۔

روسی مغربی فوج بلقان کو دو راستوں سے عبور کر گئی (درہ بابا کوناق سے ۳۱۔ دسمبر کو اور درہ طردیال سے ۸ جنوری) کو اور ۴ جنوری کو اس نے صوفیا پر قبضہ کر لیا۔ جسے محمد علی کی فوج نے بتاریخ ۳۱۔ دسمبر مقام طاش کسن کمزور سی مزاحمت کرنے کے بعد چھوڑ دیا تھا۔ اور خود قسطنطنیہ کو ہٹ گئی تھی۔

ترکی شپکا کا فوج بتاریخ ۹۔ جنوری شپکا و شینوو کی خونخوار لڑائی میں کامل ہزیمت یاب ہو کر فنا ہو گئی۔ فتح پلیونا سے ٹھیک ایک مہینہ بعد درہ شپکا کا راستہ روسیوں کے لئے کھل گیا۔ اس درہ کو ترک چھوڑ بیٹھے

تک روکے رہے تھے۔ اس عرصہ میں اُن کے پچاس ہزار اور روسیوں کے تیس ہزار آدمی درہ مذکور میں کام آئے

فلپ پولی پر ۱۴ جنوری کو اور ایڈریانوپل پر جسے ترک ایکدن پہلے خالی کر گئے تھے۔ ۲۰ جنوری کو قبضہ کر لیا گیا۔ درہ نوالاسربی ۱۴ دسمبر کو سرحد سے عبور کر آئے تھے۔ اور انہوں نے جانگداز معرکوں کے بعد ۲۴ دسمبر کو آق پلنکہ اور ۲۰ دسمبر کو مقام پیروٹ فتح کر لیا تھا۔ اہالی مانٹی نیگرو کو بھی جنہیں پہلے بھی بے حقیقت سے مقامات پر (مثلاً بتاریخ ۸ ستمبر نکچیز میں) فتحیں حاصل ہوئی تھیں۔ اس عرصہ میں مزید فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۱۰ جنوری کو انہوں نے مقام انٹی واری اور ۱۹ جنوری کو ڈلسگنو فتح کر لیا۔

نش کا سربیون نے ودن کا رومانیوں نے اور سکوتری کا اہالی مانٹی نیگرو نے محاصرہ کر لیا ہوا تھا۔

یونان نے بھی یہ خیال کر کے کہ وہ اپنے بھائیوں سے کیوں پیچھے رہے جنوری میں اپنی فوج سرحد پر بھیجدی۔ مگر جب ٹرکی نے بے سکت ہونیکے باوجود اس نئے حملے کے روکنے کا انتظام کر لیا تو انگلستان اور اسٹریا کے معنے خیز ایما پر اُسے پیچھے ہٹالیا۔

سلیمان نے مشرقی رومیلیا میں ادہر ادہر سے جو فوج جمع کی۔ وہ متواتر شکستیں کھانیکے بعد اپنا سارا توپخانہ دشمن کے حوالہ کر کے کوہ رہوڈوپ کے راستہ دیدی۔ آغاچ کو ہٹ گئی۔ اور وہاں سے براہ سمندر قسطنطنیہ چلی گئی۔

۳۱ جنوری کو فریقین میں جنگ کا عارضی التوا ہو گیا مگر باوجود اس کے روسی قسطنطنیہ کی طرف برابر بڑہتے چلے گئے۔ پلیونا کے فتح ہوتے ہی سلطنت میں مدافعت کی بالکل سکت نہ رہی تھی۔ تاہم دار الخلافہ کو محفوظ کرنے کے لئے حیرت افزا اور سر توڑ کوششیں کیگئیں۔ محمد علی کو نئی فوج مرتب کرنیکا کام سپرد کیا گیا۔ اور جس قدر بہم پہونچسکتی تھی۔ اُسے قسطنطنیہ میں جمع کیا گیا جب محمد علی شرائط صلح کا تصفیہ کرنے کے ایلچی بنکر روسی کمپ میں گیا۔ تو دار الخلافہ کی کمان مختار پاشا کو جسے بعجلت ارض روم سے بلایا گیا تھا تفویض کیگئی۔ سلیمان پاشا قسطنطنیہ پہونچتے ہی گرفتار کیا گیا۔ اور اسپر غداری کا الزام لگایا گیا۔ یہ الزام رؤف پاشا نے جو شپکا فوج کا اس کے بعد کمانڈر رہا۔ اسپر لگایا تھا۔

فروری کے خاتمہ کے قریب روسی قسطنطنیہ کے سامنے پہونچگئے۔ ۳ مارچ کو معاہدہ سین سٹیفانو پر دستخط ہوئے جس کی رو سے بلگیریا اور مشرقی رومیلیا کو آزادی دیکر باجگذار خود مختار ریاست بنایا گیا۔ رومانیا کو باجگذاری سے مطلق العنان کر کے تاج شاہی دیا گیا۔ سرویا کو اضلاع نش۔ پیروٹ اور ورآنجا۔ مانٹی نیگرو کو ضلاع انٹی واری۔ ڈلسگنو اور کچھ حصہ البانیا کا۔ رومانیا کو صوبہ ڈوبروڈشا اور روس کو اضلاع قارص۔ ارض روم۔ باطوم (وارہان۔ مترجم) اور صوبہ بلیسربیا کا وہ حصہ جو۔

رومانیا کے پاس تھا دیئے گئے۔ مگر اس معاہدہ کے شائع ہونے پر یورپ نے مداخلت کر کے مطالبہ کیا۔ کہ اسکی بحالی یا منسوخی پر کل ممالک کی رائے لیجائے۔ انگلستان نے اپنا بیڑا جہازات بحیرہ مارمورہ کو بھیجدیا جس سے روسیوں کو قسطنطنیہ پر حملہ کرنا مشکل ہوگیا۔ آسٹریا کے بھی تیور بدل گئے۔ اور رومانیا ایسا برافروختہ ہوگیا تھا۔ کہ اس کی اپنے سابقہ رفیق (روس) سے جنگ ہوجانے میں ذراسی ہی کسر باقی رہگئی۔ روس کو انگلستان کی زبردست تیاریوں سے جب معلوم ہوگیا۔ کہ وہ اس دفعہ محض باتیں ہی نہیں کر رہا۔ بلکہ عملی طور پر بھی کچھ کر دکھانے کو تیار ہے۔ تو اُسنے انگلستان کا مطالبہ مان لیا۔ اور معاہدہ سین سٹی فانو کی شرائط کی پڑتال اور آخری تصدیق و درستی کے لئے دول یورپ کی برلن میں کانگرس منعقد ہوگئی جسنے ۱۳ جون سے ۱۳ جولائی ۱۸۷۸ء تک اجلاس کیا۔ کانگرس نے معاہدہ مذکور کی حسب ذیل ترمیم کی۔ مشرقی رومیلیا کو خودمختار کرنے کی بجائے سلطنت عثمانیہ میں شامل رہنے دیا گیا۔ گو یہ صورت زیادہ عرصہ قائم نرہی۔ اور صوبہ مذکور ۱۸۸۵ء میں ترکی گورنمنٹ کے برخلاف بغاوت کر کے کسیطرح کی خونریزی کے بغیر بلگیریا سے ملگیا۔ یونان کے ساتھ وعدہ کیا گیا۔ کہ اس کی حدود کی درستی کردیجائیگی۔ چنانچہ اس درستی کیلئے ۱۸۸۱ء میں اُسے ٹرکی سے اضلاع ارٹا زیکالہ۔ اور لارلیہ (یعنی صوبہ تھسلی) دلائے گئے۔ آسٹریا کو صوبجات بوسینیا اور ہرزی گووینا پر قبضہ کر لینے کا اختیار دیا گیا۔

جہاں تک یورپین مقبوضات کا تعلق تھا۔ ٹرکی کی ایسی تکا بوٹی کیگئی۔ کہ یورپ میں مغرور ترکی تاتاری سلطنت کا صرف شائبہ باقی رہگیا۔ رومانیا کو یہی نہیں کہ اپنی تکالیف کا کوئی معاوضہ نہ ملا۔ بلکہ روس کی مہربانی سے اسے فی الواقع نقصان اُٹھانا پڑا۔ یعنی بسربیا کا جو علاقہ اُسے دیا گیا۔ وہ بنجر محض ہونیکی وجہ سے بالکل ناکارہ تھا۔ روس کو بے شمار جانوں اور بے انتہا روپیہ کے صرف کے عوض (ایشیا میں دو دو تین مترجم) چھوٹے چھوٹے سے ضلعے ملے لیکن ساتھ ہی کل یورپ اس سے بدظن ہوگیا۔ تاوان جنگ کا حصہ کثیر اُس تک غیر موصول ہے۔ البتہ سرویا اور یونان کو جن میں سے آخرالذکر نے ذرا بھی ہاتھ پاؤں نہ ہلائے تھے۔ اور اول الذکر نے ذراسی زحمت گوارا کی تھی معقول علاقے ملگئے۔ ماﻧﭩﯽ نیگرو نے اپنے علاقہ کو دو گنا کرلیا۔ بلگیریا کو آزادی

۱ء جزائر برطانیہ ریزرو فوج طلب کیگئی۔ اور وہ اور ہندوستان سے کئی ہزار دیسی فوج جزیرہ مالٹا کو بھیجدی گئی تھی۔ مگر چند دنوں کی شکر رنجی کے بعد پھر کل عیسائی سلطنتوں کا آپس میں قارورہ مل گیا۔ حتے کہ جب روس نے برلن کانگرس کا منظور کرلیا تو روس اور انگلستان میں کانگرس کے اجلاس سے پہلے ہی اہم امور پر باہمی سمجھوتہ ہوگیا تھا۔ اور لارڈ سالسبری و بیکنسفیلڈ برلن کو گئے۔ تو اس اقرارنامہ کی نقل ان کی جیب میں موجود تھی۔ آسٹریا کی خفگی بھی مصنوعی اور ٹرکی کے مقبوضات ہضم کرنیکے لئے تھی۔ نہ کہ روس کو دھمکانے کے لئے۔ خود انگریز مصنفین نے لارڈ بیکنسفیلڈ کی دورخی پالیسی جس میں انگلستان ٹرکی کے ظاہری رفیق بنے رہے اور دوسری طرف اسکے دشمنوں سے ساز باز کرلیگئی سخت ملامت کی ہے۔ البتہ رومانیا کی آزردگی بالکل سچی اور بجا تھی۔ انکو روسیوں نے اعانت کا ایسا عوض دیا۔ کہ شاید پھر کبھی وہ اُنکے پھندے میں نہ آئیگا (مترجم)

تو ملی مگر برائے نام ہے۔ اسے درحقیقت روس کے ہاتھ کٹ پتلی بننا پڑا۔ اور لمبائی دراز کی مشکلات اور ہنگاموں کے بعد وہ اس محکومی سے نکلنے لگی کہ اسکی۔ آسٹریا کو جو محض تماشا دیکھتی رہی تھی۔ دو زرخیز اور سرسبز صوبے مل گئے۔ اور انگلستان کو یہ ملا۔ کہ عزت کے ساتھ صلح ہو گئی۔

یہ نتیجہ نکلا اس جنگ کا جو سفاکی خونریزی اور بربادی میں اسوقت سے (۱۸۱۵ء) جبکہ نپولین اوّل کو شہنشاہی اور مردم کشی کے کاروبار سے بالجبر معزول کیا گیا اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتی۔ اس وقت سے بعد جبکہ میں گھر سے رخصت ہوتے وقت اُنکو جنہیں میں پیارا اور عزیز تھا۔ الوداع کہا تھا کسیوقت بھی میری آنکھ آنسوؤں سے تر نہ ہوئی تھی۔ ان تمام رقت آمیز مصائب میں سے جو میں نے مشاہدہ کیں کسی سے بھی میری چشم پرنم نہ ہوئی۔ نہ اس وقت جبکہ میرے رنج و راحت میں شریک رہنے والے رفیق یکے بعد دیگرے صفوں سے گرتے جاتے تھے۔ نہ اسوقت جبکہ مجھ سے بھی زیادہ مضبوط دلوں والے چوطرفہ اتم مایوسی دیکھکر لڑکھڑا گئے تھے۔ نہ اسوقت جبکہ ظالم و بیرحم قسمت نے مجھے اپنے فرش خاک پر گرے ہوئے دوست کی ہاتھ کا جو موت سے اینٹھا جا رہا تھا مصافحہ کرنے کے لئے بھی ایک لحظہ تک کی مہلت نہ دی۔ نہ اسوقت جبکہ ہماری آخری شمشیر بازی اکارت ہو گئی تھی۔ اور وہ فولاد مزاج ناموری بھی جسکی دیوتا کیطرح پرستش کیجاتی تھی رنج والم سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور نہ اسوقت جبکہ سنسان برف پوش میدانوں پر میرے ہمراہان سفر ایک ایک کر کے موت کی آغوش میں چلے جا رہے تھے۔ اور زمین پر گر کر اپنی حرمان نصیب آنکھوں کو ہمیشہ کیلئے بند کر لیتے تھے۔ مگر جب آہنی سڑک کے کنارہ کنارہ وہ چیزیں دکھائی دینے لگیں جن سے میں بچپن سے مانوس تھا جب وہ سڑکیں اور کھیت جنمیں اکثر گذارا کرتا تھا۔ یکے بعد دیگرے تیزی کیساتھ سلسلہ وار میری نظروں کے سامنے سے گذرنے لگے۔ جب وہ مینار اور بازار جو گو خوشنما نہیں۔ مگر مجھ سے کبھی فراموش نہیں ہو سکتے۔ اپریل کی ایک خاموش سہاؤنی شام کی دھندلی ہوئی روشنی میں زمانہ گذشتہ کے جنات کیطرح سر بفلک کھڑے دکھائی دینے۔ ادھر بریک نے گاڑیوں کے پہیوں سے رگڑ کھانی شروع کی اور بالآخر جب پلیٹ فارم پر میں نے اسکو کھڑا دیکھا جو خدا پر بھروسہ کر کے صبر و تحمل کیساتھ میرے گھر لوٹنے کے انتظار میں سال کی گھڑی گھڑی گن کر بسر کرتی رہی۔ اور جب میں نے دیکھا کہ وہ پیاری آنکھیں ٹھنٹھناتی ہوئی گاڑیوں کی لمبی قطار کو ایک ایک کر کے دیکھتی جاتی ہیں۔ تو وہ تمام ولولہ اور جوش جو ناگفتہ بہ مصائب کے

ف۔ مسٹر ہربٹ نے بیان پورا صحیح نہیں لکھا۔ انگلستان کو صرف یہی نہ ملا۔ بلکہ باقی سب سے زیادہ مادی فائدہ بھی اسیکو پہنچا جزیرہ قبرص معاہدہ برلن سے پہلے لے لیا گیا۔ اور مصر کا قبضہ بھی بالواسطہ طور پر اس جنگ کی طفیل انگلستان کو حاصل ہوا۔ ☆ یہ فقرہ لارڈ بیکنسفیلڈ نے برلن سے انگلستان جا کر کہا تھا۔ مترجم۔

مہینوں سے جمع ہو رہا تھا۔ اور زیادہ ضبط نہ ہو سکا۔ وہ یکبارگی اُبل پڑا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور دل اسطرح تڑپنے لگا۔ کہ سینہ پھاڑ کر باہر نکل آئیگا۔ میں چمٹ کر اپنی ماں کی آغوش سے جسنے مجھے دیکھتے ہی بازو پھیلا دیئے تھے لپٹ گیا۔ میں جوانی کی ترنگ اور طاقت کی سرمستی میں اُسے خفا کر کے روانہ ہوا تھا۔ اور واپسی کیوقت خدا سے دعائیں مانگتا آیا تھا۔ کہ اسکی محبت میں فرق نہ آیا ہو۔ گو مجھے یہ امید کرنے کی جرأت نہ پڑتی تھی۔ کہ وہ محبت قائم رہی ہوگی۔ مگر یہ میری نادانی تھی۔ محبت کبھی زائل نہیں ہوتی۔ اس نے میری شکل دیکھتے ہی خوشی کی ایک چیخ ماری۔ اور مسرت کی لمبی آہ سے اسکا سارا جسم لرز گیا۔ مجھے اس کے سوائے اور کوئی تمنا نہ رہی۔ کہ جہاں اب ہوں۔ وہیں آرام سے رہوں۔ ناظرین میں آخر کار اپنے گھر پہونچ گیا تھا۔

ترکی اور دیگر زبانوں کے اُن الفاظ کے معنے جو اس کتاب میں مستعمل ہوئے ہیں

لفظ	تلفظ	معنے	لفظ	تلفظ	معنے
ادہ (ترکی)	.	جزیرہ	دَدہ	.	دادا
آغاچ 〃	آچ	درخت	دمیر۔ دمر (ترکی)	.	آہن
آق 〃	.	سفید	دگز 〃	دَنِز	بحیرہ
آلائی لی 〃	.	سوار بغیرہ افسر جو سپاہی سے ترقی پاکر بڑہا ہو	آغا 〃	آیا	آقد اہلکار۔ ترکی میں نام کے بعد اور عربی میں پہلے بولا جاتا ہے
ازبچی 〃	.	گاڑیبان			
بابا 〃	.	پدر	آغریسی 〃	آرسی	درد
باغچہ 〃	باگچہ	باغ	آلائی 〃	.	رجمنٹ
بائر 〃	.	پہاڑی	ارابہ 〃	.	چھکڑا
باش آغریسی 〃	باش آرسی	دردسر	اشاغہ 〃	آشا	نچلا بہ پائیں
باشی بوزوق 〃		دیوانہ۔ سوبلیئن	باغ 〃	باگ	تاکستان
بگ 〃	بے	بیگ۔ صاحب۔ خطاب جنرل اور لفٹنٹ جنرلوں کا خطاب	باغلر باشی 〃	باگلر باشی	تاکستانوں کی چوٹی
			باش 〃		سر
بیک .	بن	ہزار	باش چاؤش 〃	.	ہیڈ سارجنٹ
بیکار (ترکی) بلوک امینی 〃	پینیار	چشمہ۔ منبع کمپنی کا منشی	میرق 〃		جھنڈا۔ علم

لفظ	تلفظ	معنی	لفظ	تلفظ	معنے
بیوک ترکی	.	بڑا	بیلی (بلغاری)	.	سفید
چکہ "	چنہ	زنخدان	بلوک (ترکی)	.	کپمنی
چوق "	.	بہت	بویون "	.	گردن
داغ "	.	پہاڑ	بوردن "		ناک۔ استعارۃً ناراس
چفتلک "	.	ضیاع کھیت	چرخہ (چرکس)		بے سپر تلوار
ناروپچ (رومانوی)	.	فرزند زار	کاتب	کیاتب	منشی
دہا (ترکی)	.	زیادہ	گوی (ترکی)	.	موضع
دلی "	.	دیوانہ	وَدَہ	.	اونٹ
دمیر یولی "	.	راہ آہن	ڈورٹنا (بلغاری)	.	نچلا نشیبی
دربند "	.	خاکنائے	ڈوٹنا یا (رومانوی)	.	ڈینوب)
دَرَہ "	.	وادی۔ دریا۔	آفندی	.	صاحب۔ آقا۔ لفٹننٹ کے
دوبوراتنزری "	(رومانوی)	فوج مستحفظ		.	کرنیل سے کم مرتبہ
ڈو۔ سوبڈانیا	(سربی)	الوداع		.	فوجی افسروں کا خطاب
دوناؤ	(بلغاری) دریا	ڈینوب		.	مثلاً جیسے آفندی
ارکان حرب (ترکی)	ارکیان حرب	جنرل اسٹاف		.	یعنی میجر جیسے
اسکی "	.	پرانا	ارکان حرب بکتی	.	جنرل اسٹاف کے افسر کو کہا
فنا "	.	بڑا	آدت (ترکی)	.	ہاں۔
فرقہ	.	ڈویژن	فریق "	.	جرنیل ڈویژن
گاودر	'	کافر	فرانسز "	.	فرانسیس فرنچ
گورنا (بلغاری)	.	بالائی	گورا (بلغاری)	.	پہاڑ
خانہ (ترکی)	.	مکان۔ عمارت	قرش (ترکی)	گورش	پیاسترا سو قرش کا ایک
احتیاط "	اختیاط	اول ریزرو	.		لیرہ ہوتا ہے)
استنبولی "	.	قسطنطنیہ	اعدادیہ		اعلےٰ فوجی مدرسہ
قائم مقام (ترکی)	.	لفٹننٹ۔ کرنیل۔ گورنر ضلع	انگلز		انگریز۔ انگریزی
قالپاق "	.	ٹوپی	راچ آغریسی	اچ آرلیسی	اسہال
قانلی	.	خونی	کالاراشی (رومانوی)		گھوڑچڑھی پلیٹیا فوج
قرلاش (بلغاری)	.	چھوٹا بادبانی جہاز	قان (ترکی)	.	خون
قرا	.	سیاہ	قواص	.	(پولیس مین ا کنسٹبل)

لفظ	تلفظ	معنے	لفظ	تلفظ	معنی۔
خان (ترکی)	حان	سرا۔	کافر ترکی	کیافر	کافرو شرک
قشلہ "	.	بارکین	سردار اکرم۔ ت	.	کمانڈر انچیف۔ سپہ سالار
قول "	.	بازو، جسم کا اور نیز فوج کا	قول اردو "	.	کور۔ اردو کا حصہ
قول آغاسی "	قول ایاسی	میجر کا ایجوٹنٹ	قلاہ "	.	برج
قوناق "	.	مکان۔ ہوٹل۔ کچہری	قویو "	.	چاہ چشمہ
کوپری "	.	پل	لوار "	.	بریگیڈ
لیرا "	.	ترکی پونڈ ۱۸ شلنگ	مالی (بلغاری)	.	چھوٹا
مالا (بلغاری)	.	محلہ	ممالیگا "	.	اردمی کا دلیا
میر آلائی۔ میرلوا (ت)	.	کرنیل۔ جرنیل۔ بریگیڈ	مکتب لی (ت)	.	عالم امتحان پاس شدہ افسر
موسکو فلو "	.	مسکوبی۔ روسی	مقدم "	.	ردیف یا ریزرو صنف اول
مشیر "	.	مارشل	مہندسخانہ	مہندسانہ	مدرسہ توپخانہ
نفر "	.	سپاہی	مستحفظ (ت)	.	آخری ریزرو فوج
نووی (بلغاری)	.	نیا	انتظامیہ "	.	کارکن فوج
اون باشی (ت)	.	کارپورل	اون "	.	دس
پادشاہ "	.	سلطان	اردو "	.	فوج۔ کمپ
پارا "	.	نقدی ریز مسی سکہ	پلانکہ "	.	قلعہ
	.	ایک پیاسٹر چالیس	پاشا "	.	صاحب والی
		پارے کے		.	جرنیلوں کا خطاب
پشمش بک (رومانوی)	.	ایجوٹنٹ۔ نائب	پک "		بہت۔ زیادہ
پلانینا (بلغاری و سربی)	.	کوہسار	رائیکا (بلغاری)	.	نالہ
راسی ادری (رومانوی)		باقاعدہ کیولری	رومیلی (ت)	.	یورپین ٹرکی۔
رشدیہ (ت)	.	ابتدائی جنگی مدرسہ	سنجق (ت)	.	جھنڈا۔ ضلع۔
سیلو (بلغاری)	.	موضع	سنجقدار "	.	برقدار۔ علمبردار
سرای (ت)	.	محل	سرعسکر "	.	وزیر حرب
سرعسکرت "	.	وزارت حربیہ	سردار "	.	کمانڈر۔ کمیدان
سومک "	مصدر	محبت کرنا	سورم	.	میں محبت کرتا ہوں
سویلمق "	"	بولنا	سلیوو وتز (سربی)	.	شراب آلوچہ
سپانی اول		سپانوی (پرتگیزی نسل کے یہودی)	سویلمیمق (ت)	.	نہ بولنا

لفظ	تلفظ	معنے	لفظ	تلفظ	معنی
صُوچو (رت)	.	آب - دریا	طابیہ (رت)	.	باتری مورچہ
طابور 〃	.	پلٹن	تالی 〃	.	ردیف صنف دوم
طلیعہ 〃	.	شناسر	طاش	.	پتھر
چاے 〃	.	نالہ	چرنی (بلغاری)	.	سیاہ
تپّہ 〃	.	پہاڑی	ترسخانہ	ترسانہ	جنگی کارخانہ بحری جہاز
تسلیم 〃	.	اطاعت گزینی	طونہ (رت)	.	ڈ ہنیوب
.	.	ہتھیار ڈالدینا	تونوبخی 〃	.	تمباکوفروش
توتون 〃	.	تماکو	ولایتی 〃	.	ملک - صوبہ
دیکی (بلغاری)	.	بڑا	ودوو (بلغاری)	.	آب - دریا
صوچ - (رومانوی)	.	بیٹیا	یدی (رت)	.	سات
یاور (رت)	.	ایڈیکانگ	یشیل	.	سبز
ینی 〃	.	نیا	یوقاری 〃	.	بالائی - اوپرلا
یوق 〃	.	نہیں، کوئی نہیں	یوز 〃	.	سو
یول 〃	.	راستہ سڑک -	ثالثہ 〃	زالثہ	ردیف صنف سوم
یوزباشی	.	کپتان	ثالثہ (عربی)	.	تیسرا
ضابطیہ	ضابطیہ	فوجی - پولیس	ثانی	زانی	دوم

ترکی کے حروف اعداد و شماریہ ہیں - برا - ایکی ۲ - اوچ ۳ - درت ۴ - بش ۵ - التی ۶ - یدی ۷ سکز ۸ - طقغہ ۹ - اون ۱۰ - یگرمی (یرمی) ۲۰ - اوتوز ۳۰ - قرق ۴۰ - ایللی ۵۰ - التمش ۶۰ - یتمیش ۷۰ - سکسان ۸۰ - طقسان ۹۰ - یوز ۱۰۰ - بیک (بن) ہزار بیک سکز یوز قطسان سکز ۱۸۹۸ء

حصہ سوم ختم ہوا -

ضمیمہ محاربات پلیونا حصّہ سوم

غازی عثمان نوری پاشا کی وفات حسرت آیات

غازی ممدوح کی پارسائی۔ زہد و اتقا۔ بے نظیر حمیت قومی و غیرت دینی۔ حیرت انگیز استقلال و پامردی بیجی جان نثاری اور وفاداری مسلمہ فوجی مہارت۔ و ملکہ سپہداری سے اس کتاب کے ناظرین بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد اس کے مصنف اور مسلمانوں کے بعد اس کے مصنف اور مسلمانوں کے بیغرض اور مخلص الحب للہ خادم و معاون مسٹر ہربرٹ کی طرح انکی تمنا و التجا اس کے سوا اور کچھ نہ ہو سکتی تھی۔ کہ خداوند کریم اس شیر بیشۂ شجاعت کو اپنے ملک اور اسلام کے جہاد دشمن روس سے تمام سابقہ نقصانات اور شکستوں کا کافی و وافی معاوضہ لے لینے کی مسرت حاصل نہ ہو جائے۔ افسوس منشاء الٰہی یہ نہ تھا۔ وہ اس وقت سے پہلے ہی راہئے عالم جاودانی ہو گئے۔ لیکن پھر بھی وہ بہت کچھ مطمئن حالت میں اس جہان سے رخصت اور احکم الحاکمین اور اس کے رسول امین کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ جہاں تک ان کی ذات کا تعلق تھا مخالف موافق سب کو اتفاق ہے۔ کہ مدت العمر میں پرائیویٹ یا پبلک لائف میں ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس پر کچھ حرف رکھا جا سکے۔ یہ ایسی خوش نصیبی ہے۔ جو معدودے چند خاص مقبولان بارگاہ صمدیت کو حاصل ہوتی ہے۔ قومی اور منصبی فرائض کے لحاظ سے بھی ان کی خوش نصیبی میں کسیکو کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ درست ہے۔ کہ انکو اپنی کوششوں اور مساعی جمیلہ کا آخری ثمرہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ اور اپنے دیرینہ اور خاص قابلیت و لیاقت سے فیصلہ کن جنگل میں کام لینے کا موقعہ نہیں ملا لیکن وہ اسقدر ضرور بادر ہو چکی ہیں۔ کہ انکو نتیجہ کیطرف سے کوئی خدشہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ وہ سلطنت کے فوجی بازو کو ایسا مستحکم و قوی بنا گئے ہیں کہ ان کی عدم موجودگی سے موقعہ آجانے پر دشمنان روسیاہ کی معدومیت و پامالی کے کام میں کوئی خلل پڑنیکا اندیشہ نہیں۔

غیرت قومی اس نادرہ روزگار کے ہر رگ و ریشہ میں ساری ہو کر اسکی جزو بدن ہو گئی تھی۔ چند صدیوں سے ہر زمانہ و عہد میں تقریباً تمام ترکی مدبر اپنی قوم کی سلامتی و حفاظت کے لئے دول یورپ میں سے کسی نہ کسی کی رفاقت و دوستی کو ضروری تصور کرتے رہے ہیں لیکن ایک یہ غیور جان باز پہلے روز سے اس اصول کا از حد مخالف رہا۔ اور صرف اپنی قوت بازو سے سلطنت کی حفاظت و سلامتی اور ترقی کا کام لینے کا قوم کو مشورہ دیتا رہا۔ وہ اس معاملہ میں یہاں تک غلو رکھتا تھا۔ کہ اجنبی سرمایہ تک کی مداخلت خواہ وہ سرمایہ جرمن (فی الحال و بظاہر صورت) درست صحیح قیام کا ہو اسے ناگوار تھی۔ خاص اس لحاظ سے اُن کی وفات سے قوم کو جو نقصان پہونچا ہے۔ اسکا اندازہ شاید قوم کے بہت کم افراد کر سکیں لیکن خاکسار مؤلف اسے اس لحاظ سے بھی ایک نہایت

عظیم قومی مصیبت سمجھتا ہے۔ کیونکہ سلطنت عثمانیہ اور ترکی قوم کو زیادہ تر ایسے ہی دور اندیش وسیع النظر
گذشتہ و موجودہ حالات سے عبرت و سبق حاصل کرنیوالے غیر تمند مدبرین کی احتیاج ہے۔ قابل سپہ سالار و
جانباز سپاہیوں کی اسے کبھی قلت محسوس نہیں ہوئی۔ بغداد دمشق ریلوے کو قومی سرمایہ سے تیار کرنے
اور کسی اجنبی کو اجارہ نہ دینے کی تجویز کے متعلق اس عاقبت بین اور تیز نظر مشیر سلطانی اور مارشل شاکر پاشا
مرحوم و نیز پاشا مرحوم نے خاکسار اڈیٹر وطن کی معروضات کی جیسی کچھ مسلسل تائید کی۔ وہ اخبار مذکور اور
کتب محاربات تفصیلی و ترکوں کی موجودہ ترقیات کے ناظرین سے مخفی نہیں۔ ان تینوں خالص
الینت و العمل کی یکے بعد دیگرے وفات سے قوم کے آل اندیش افراد کے حوصلوں کا پست ہوجانا
طبعی امر تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ ان کی خالص نیتیں بے اثر اور ان کی مخلصانہ کوششیں بے ثمر نہیں رہیں
جرمنوں کو بغداد ریلوے کا اجارہ ملا تو سہی لیکن ایسی شرائط پر۔ جنسے اجنبی سرمایہ کی مضرتیں حتی الامکان
بعید الوقوع ہوگئی ہیں۔ اور آئندہ کسی وقت قومی سرمایہ سے کام لے سکنے کی توقع بالکل موہوم نہیں ہوگئی
بالآخر دمشق حجاز ریلوے کی تیاری کے حکم کا اصدار اور اسپر کام کا بسرعت تمام شروع ہوجانا انہی مبارک مساعی
کا نتیجہ ہے۔ جلالتمآب غازی عبدالحمید خاں کو اپنے جاں نثار کیساتھ جو سچی محبت اور اسپر انکو جیسا کامل اعتماد
اسکا ثبوت و اظہار وہ اس صورت کے سوا اور کسی طرح باحسن وجوہ نہیں کر سکتے تھے کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش
خواہش و تمنا کے پورا کرنے میں اور زیادہ درنگ نہ کر کے اس کی روح کو سچی خوشی اور طمانیت بخشیں
اس کی وفات سے خود ذات قدسی صفات کو جو صدمہ پہنچا ہے۔ اور رنج موفور ہوا ہے۔ اس غم کو اس طرح
غلط کریں۔ کیونکہ دوست عزیز کی جدائی کا غم غلط کرنیکا موثر ترین ذریعہ اس کی سب سے بڑی تمنا کو پورا
کرنے میں مشغول ہوجانا مانا گیا ہے۔ چنانچہ جلالتمآب نے غازی ممدوح کی وفات کے بعد سب سے
اول جو اہم قومی کام کیا۔ وہ حجاز میں ریل اور تلغرافی لائنوں کی تیاری کا حکم تھا۔ جو وفات سے چند دنوں
ہی کے بعد یکم محرم الحرام ۱۳۱۸ھ کو صادر کیا گیا۔

غازی ممدوح کی وفات پر سوائے چند سخت متعصبین یا ترکوں کے از حد بدخواہوں کے۔۔
شاید ہی کوئی باخبر شخص ہوگا جس نے دلی تاسف و رنج کا اظہار نہ کیا ہو۔ اور یہی کیفیت دنیا کے تمام
اخبارات کی ہے جنمیں سے چند ایک کی تحریروں کا خلاصہ غازی ممدوح کی زندگی کے سب سے بڑے
کارنامہ کی اس مفصل تاریخ کے آخر میں اسکے دوسرے ایڈیشن میں بطور ضمیمہ درج کر دیا جاتا ہے۔ ٹائمز نے اپنی تحریر
میں جو کہیں کہیں نیش زنی کی ہے۔ اس کی کامل تردید ناظرین کتاب نے پہلے ہی پڑھ لی ہے۔ یہاں
اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مرحوم کو اپنی قوم اور اسلام کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں سے جیسی دلی محبت اور علماء کی جیسی
سچی وقعت و عظمت اسکی نگاہ میں تھی۔ اس کا کچھ شمہ ناظرین کو شمس العلماء مولانا شبلی کی تحریر سے معلوم
ہوجائیگا مولانا ممدوح اپنے سفرنامہ میں "غازی عثمان پاشا کی ملاقات اور تمغہ مجیدی کا عطا ہونا"
کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔ :-

یہ وہی نامور جنرل ہے جس نے پلیونا میں چوبیس ہزار روسی مجروح اور آٹھ ہزار بھی ته تیغ کئے تھے جس کے مقابلہ میں شہنشاہ روس نے اپنی کل فوجی طاقت صرف کردی تھی۔ اور خود سپہ سالار بنکر گیا تھا جسنے باوجود فوج کی کمی اور رسد کی قلت کے روس کی مجموعی طاقت کا مدت تک مقابلہ کیا۔ اور میدان جنگ میں زخمی ہوکر گرفتار ہوا۔ تو خود شہنشاہ روس نے اس کی کمر میں تلوار باندہی۔ اور مہینوں تک اپنا مہمان رکھا۔ یہ واقعات اسی زمانہ میں اخبارات کے ذریعے سے تمام ہندوستان میں مشہور ہوگئے تھے۔ اور بچہ بچہ اس نامور بہادر کے نام سے واقف ہوگیا تھا۔ قسطنطنیہ میں اگرچہ میں کسی فوجی افسر سے نہیں ملا۔ اور نہ ملنا چاہا۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ ایسے نادرہ روزگار کے دیکھنے کا شوق دل میں نہ ہوتا۔

پاشائے موصوف اگرچہ اس رتبہ کے آدمی ہیں۔ کہ ٹرکی میں کوئی شخص اُن سے بڑھکر بلکہ ان کے برابر بھی نہیں۔ اور اس لحاظ سے مجھ کو ان تک رسائی کی کم امید ہوسکتی تھی۔ تاہم شوق کی بیتابی نے نہ مانا۔ اور میں ایک مترجم کو ساتھ لیکر انکے مکان پر گیا۔ گھنٹی بجانے پر دروازہ کھلا۔ دربان نے اندر جانیکی اجازت دی قاعدہ کیموافق ملاقاتیوں کے کمرہ میں جاکر بیٹھا۔ ایک معزز ترک وہاں تشریف رکھتے تھے۔ نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ اور مزاج پرسی کے بعد قہوہ منگایا۔ تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ہوئی۔ پاشائے موصوف زنانے میں تھے کہلا بھیجا۔ کہ ذرا دیر میں آتا ہوں۔ قریباً دس منٹ کے بعد ایک ملازم آیا۔ اور مجھکو بالاخانے پر لیگیا۔ ایک خوبصورت کمرہ آراستہ تھا۔ ہم وہاں بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پاشائے موصوف تشریف لائے۔ حسین صاحب کو میں نے مترجمی کیلئے ساتھ لیا تھا۔ سررشتہ تعلیم کے ایک افسر تھے۔ انھوں نے حسب قاعدہ آگے بڑھکر پاشائے موصوف کے دامن کا کنارہ چوما اور مؤدبانہ طور سے پیچھے ہٹے۔ میں نے طریقہ سنت کیموافق سلام کیا۔ پاشائے موصوف نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ مزاج پرسی کے بعد نام اور مقام پوچھا۔ مترجم نے کہا۔ کہ ہندوستان کے علماء میں سے ہیں۔ اور تحقیقات علمی کی غرض سے آئے ہیں۔ یہ سنکر نہایت مہربانی اور توجہ ظاہر کی اور دیر تک ہندوستان کے مسلمانوں کے حالات پوچھتے رہے۔ رخصت ہوکر میں اٹھا۔ تو خود بھی اُٹھے۔ اور کہا کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں۔ تو مجھکو خوشی ہوگی۔

پاشائے موصوف پستہ قامت ہیں۔ دوہرا بدن ہے۔ رنگ گورا اور چمکتا ہوا ہے۔ چہرہ سے ہیبت اور شجاعت ٹپکتی ہے۔ عمر ۶۰ و ۷۰ کے بیچ میں ہے لیکن بڑھاپے کا مطلق اثر نہیں ہے۔ فارسی بقدر ضرورت جانتے ہیں۔ اور چونکہ ایک مدت تک یمن کے گورنر رہ چکے ہیں۔ عربی میں بے تکلف بات چیت کرسکتے ہیں۔ پلیونا کے واقعہ کے بعد سلطان نے اُنکو کمانڈر انچیف اور صیغہ جنگ کا وزیر کردیا تھا۔ لیکن چونکہ اس عہدہ کی وجہ سے وہ سلطان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر نہیں رہ سکتے تھے۔ سلطان نے اس عہدہ پر فواد پاشا کو مقرر کردیا۔ اور انکو مابین کی افسری دی جسکی وجہ سے وہ زیادہ تر سلطان کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں سلطان کو پاشائے موصوف سے زیادہ کسی عزیز و قریب یا نوکر اور عہدہ دار پر اعتماد نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے ان کو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے جمعہ و عید کو جب سلطان مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو انکے ساتھ گاڑی میں عثمان پاشا کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہوتا

یہ دوسری دفعہ جب میں ملاقات کو گیا۔ تو پہلے ہی سے وہ کمرہ میں آ بیٹھے ہیں اندر داخل ہوا تو کرسی سے اُٹھکر دو ایک قدم بڑھے۔ اور پہلے دن کی طرح ہاتھ ملایا۔ اسکے بعد میں جب جب ان سے ملا تو اسی طریقہ سے ملے۔ پاشائے موصوف مجھ پر نہایت مہربان ہو گئے تھے۔ جب میری روانگی کا زمانہ قریب آیا۔ اور مینے ان سے کہا۔ کہ اب میں یہاں دو چار دن کا مہمان ہوں۔ تو فرمایا۔ کہ ایکدو دن جانے سے پہلے مجھ سے مل لینا۔ اسی اثنا میں انہوں نے سلطان سے میرے لیے تمغہ مجیدی عطا ہونیکی درخواست کی۔ اور منظور ہو گئی۔ لیکن مجھ کو اسکی کچھ اطلاع نہ تھی۔ ایکدن دوپہر کے وقت میں اپنے مکان میں سو رہا تھا۔ کہ میرے ایک دوست دوڑے ہوئے آئے۔ اور جگاکر کہا۔ کہ یا شبلی و اللہ لقد طلع لك النيشان۔ مجھکو ایک گونہ تعجب ہوا۔ اور مینے کہا۔ کہ یوں ہی کہتے ہیں۔ آخر تم کو معلوم کیونکر ہوا؟ بولے کہ تمام اخبارات میں چھپ گیا ہے۔ میں اسیوقت اُٹھا۔ اور ایک قرائت خانہ میں جاکر اخبار دیکھے۔ تو واقعی وہ خبر صحیح تھی۔ اسیوقت مجھ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ میں انگریزی رعیت ہوں اس لحاظ سے انگلش سفیر کو اطلاع دینی ضرور ہے۔ دوسرے دن میں سفیر کے پاس گیا۔ اتفاق سے وہ مکان پر نہ تھے۔ میں اپنا کارڈ چھوڑ آیا۔

دوسرے دن تمام احباب مبارکباد کو آئے۔ مینے ایک مختصر جلسہ دعوت ترتیب دیا۔ شیخ علی ظبیان، عبد السلام آفندی۔ فواد۔ سامی۔ شریف اور دیگر احباب شریک جلسہ تھے۔ دعوت کی صبحکو عثمان پاشا کی وداعی ملاقات کو گیا۔ تمغہ کی خبر ایسی عام ہو گئی تھی۔ کہ پاشائے موصوف کے مکان پر پہنچا۔ تو سب سے پہلے دربان نے کہا "تمغہ مجیدی مبارک"۔ مجھکو تعجب ہوا۔ کہ اسکو کیونکر خبر ہوئی معلوم ہوا۔ کہ یہاں امرا اور پاشاؤں کے نوکر چاکر عموماً پڑھے لکھے ہوتے ہیں۔ اور فرصت کے اوقات میں اخبارات پڑھا کرتے ہیں۔ پاشائے موصوف نے ملاقات کیساتھ تمغہ کی مبارکباد دی۔ تمغہ سامنے میز پر رکھا ہوا تھا بکس سے نکالکر پہلے انہوں نے آنکھوں سے لگایا (سلطان کی ادنے سے ادنے چیز کی بھی ترک لوگ اس حد تک تعظیم کرتے ہیں) پھر میرے حوالہ کیا۔ میں سروقد کھڑا ہو گیا۔ اور سلطان کو دعا دی۔ کچھ دیر کے بعد رخصت کے ارادہ سے اُٹھا۔ تو پاشائے موصوف نے فرمایا! ذرا دیر اور تشریف رکھئے۔ یہ کہکر دوبارہ قہوہ منگوایا۔ اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ اخیر میں فرمایا۔ کہ میں آپکی تشریف آوری کا مشکور ہوں۔ چلتے چلتے کہا۔ کہ ہندوستان پہنچکر تمام مسلمانوں اور بالخصوص علما اور فضلا کی خدمت میں میرا اسلام پہونچانا۔ اور کہنا۔ کہ عثمان آپ لوگوں سے دلی محبت رکھتا ہے۔ مینے نہایت خلوص اور جوش کیساتھ شکریہ ادا کیا۔ پاشائے موصوف نے مجھ کو اپنی عکسی تصویر عنایت کی اور اسپر اپنے دست مبارک سے یہ الفاظ لکھے۔ "اهدي فوتوغرافم شبلي النعماني آفندي يه هديه. المشير محرم الحرام ۱۳۱۰ هجري" یعنی میں نے اپنا فوٹوغراف شبلی نعمانی کو ہدیہ دیا۔ یہ تصویر اسوقت میرے پاس موجود ہے۔ اور میں اسکو ایک بڑا تبرک اور نشان فخر سمجھتا ہوں۔ جو میرے خاندان اور میری نسل میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

غازی ممدوح کو جلالت مآب کیطرف سے نووارد غریب مسلمانوں کو نقد عطیات دینے کے لیے تین سو روپیہ یومیہ تک باختیار خود جیب خاص شاہی سے خرچ کرنیکی اجازت تھی۔

پیرانہ سال ہو جانیپر انسان کی طبیعت بالطبع خدا پرستی اور درود اور وظائف کیطرف مائل ہو جاتی ہے

لیکن قضا و قدرت نے شجاعت و راستبازی کیطرح عبادت و اتقا کو بھی روز پیدائش سے انکی فطرت میں ودیعت کر دیا تھا۔ بچپن جوانی بڑھاپا۔ الغرض زندگی کے کسی مرحلہ میں وہ یاد خدا اور معبود برحق کی پرستش و بندگی سے غافل نہوئے۔ لیکن یہ عبادت اس قسم کی نہ تھی جو انسان کو دنیا کے دہندوں کے قابل نہیں رہنے دیتی۔ دل بیار دوست بکار ان کا شعار تھا۔ خوف خدا سے کبھی نڈر نہ ہوئے۔ نہ کبھی اپنے بھروسہ اعتماد علی اللہ میں لغزش آنے دی سخت سے سخت مصروفیت حتے کہ میدان جنگ کی خوفناک معرکہ آرائیوں کے دوران میں بھی نماز کبھی قضا نہ ہونے دی۔ نہ کبھی روزہ کو چھوڑا۔ شب بیداری بھی انکا معمول تھا۔ لیکن دنیا فریبی کے مصالح تسبیح و سجادہ دلق سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ نمائش سے بالطبع نفرت رکھتے تھے وہ خدا کو خدا سمجھکر اس کی سچے دل سے مردوں کی طرح عبادت اور اسکے سامنے عرض حالات کرتے تھے۔ نہ کہ اسے ایک خیالی چیز سمجھکر محض مشیخت مآبی اور ابلہ فریبی کیلئے سجدہ و سجود کے پابند تھے اپنے معبود سے جو انکو ولی تعلق تھا رندانہ تھا۔ وہ اگرچہ محاربات کے دوران میں بخوبی ثابت ہو چکا تھا لیکن وصال کے موقع پر اسکی توضیح باکمل وجوہ ہو گئی۔

پادشاہ ممدوح کی صحت رمضان سنہ ۱۳۱۹ھ میں بگڑنی شروع ہوئی لیکن شروع شروع میں زیادہ نقص نہ ہوئی۔ چنانچہ بیرام خورد۔ (چھوٹی عید) کے دربار شاہانہ میں حسب معمول شامل ہو کر اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا اسکے بعد وہ بسرعت ردی ہونے لگی اور دیکھنے والوں کو صاف ظاہر ہو جاتا تھا۔ کہ علالت بہت زور پکڑ گئی ہے ذیقعد کے تیسری ہفتہ میں اساعت بساعت ضعف بڑھنا شروع ہو گیا۔ مگر اسدرجہ تک پہنچکر طبیعت نے یکبارگی پھر سنبھالا لیا۔ صحت چند دنوں میں عود کر آئی۔ اور وہ ۲۹۔ ذیقعد کو ان نوازشات و عنایات شاہانہ کا شکریہ ادا کرنیکے لئے جو بدوران علالت جلالتمآب انکے حال پر مبذول فرماتے رہے تھے قصر سلطانی کو تشریف لیگئے قوم کی بدبختی سے یہ افاقہ مستقل ہونیکی بجائے چراغ سحری کی آخری تمٹماہٹ ثابت ہوا طبیعت پھر بگڑ گئی اسدفعہ خود مرحوم کو بھی معلوم ہو گیا کہ اب آخری وقت پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ ۳۔ ذی الحجہ کو انہوں نے دوا پینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔ ہر شخص کیلئے وقت مقررہ پر موت مقرر ہے۔ جو بیس گھنٹوں کے اندر میں اپنے خالق سے جا ملونگا اور دریں اثنا دوا لونگی وہ دسری چھوڑ کر مجھے کچھ اور کام کرنا ہے۔ یہ کہکر آپنے اپنا قرآن شریف منگایا اور کھولکر سورہ یٰسین آہستہ آہستہ پڑھنی شروع کی۔ تلاوت کے دوران میں بعض ایات پر رک کر انکو بار بار پڑھتے۔ بمندرجہ ذیل آیات سے بالخصوص انکو خاص طمانیت حاصل ہوتی تھی وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ ۚ اَحْیَیْنٰھَا وَاَخْرَجْنَا مِنْھَا حَبًّا فَمِنْہُ یَاْکُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِیْھَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْھَا مِنَ الْعُیُوْنِ ۝ لِیَاْکُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْہُ اَیْدِیْھِمْ ۭ اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِھِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ ښ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ فَاِذَا ھُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ۭ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝

کچھ عرصہ تلاوت کرکے آپنے اپنے خاندان کے کل ارکین کو پاس بلایا۔ اور ہر ایک کو پیار کرکے خیر و برکت کی دعا دی پھر وصیت کی کہ انکو سلطان محمد فاتح کی لحد کے قریب دفن کیا جائے۔ سب سے آخری پیغام وصیت کا یہ تھا کہ جلالتمآب خلیفۃ المسلمین کیخدمت میں میرا الوداعی سلام مودبانہ اور ترقی وازدیاد عمر و اقبال کی دعا پہنچا دینا۔ زندگی کے باقی چند گھنٹے

تلاوت کلام مجید اور نماز میں گذارے۔ انتقال سے تھوڑی دیر پہلے کرر وضو کر کے نماز عشا ادا کی۔ پھر قرآن شریف کھول لیا۔ اور جسوقت آیہ کریمہ پر پہنچا اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ پہنچے غازی ملت ودین کی روح قفس عنصری سے اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی شیر پلیونا کا جسد خاکی تختہ زمین پر بیجان باقی رہگیا۔ اور حسب ارشاد ربانی يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ طائر روح فردوس بریں میں شفیع المذنبین وہادی خلائق کے حضور جا پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موت کا ظاہری بہانہ ضیق النفس اور ذیابطیس کی امراض ہوئیں۔ غازی ممدوح کی تین تصویریں اس کتاب میں دیدی گئی ہیں۔ ایک وہ سیدھا سادہ خاکہ ہے۔ جو مسٹر ہربرٹ نے پلیونا میں اُتارا تھا۔ دوسری وفات سے کچھ عرصہ پہلے کی ہے۔ تیسری میدان میں ایک نامہ نگار نے اسوقت اُتاری تھی۔ جبکہ غازی مرحوم دوربین لیکر روسیوں کے مورچوں کا معائنہ فرما رہے تھے۔

چند اخبارات کی تعزیتی تحریریں۔ چونکہ تمام اخبارات نے مرحوم کی زندگی کے مختصر حالات تقریباً یکساں تحریر کئے ہیں۔ اس لئے انکو اکثر تحریروں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ سن پیدائش مختلف فیہ ہے۔ تمام ترکی اخبارات نے ۱۲۴۸ھ لکھا ہے۔ انگریزی مورخین میں سے بعض نے ۱۸۳۲ء اور بعض نے ۱۸۳۳ء اور مسٹر ہربرٹ نے ۱۸۳۵ء تحریر کیا ہے قسطنطنیہ آنیکے متعلق بھی مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت ہے کہ انکا باپ پہلے ہی وہاں تھا جب غازی عثمان پیدا ہوئے۔ تو اس نے کل کنبہ کو ٹوکٹ واقع ایشیا کوچک سے قسطنطنیہ منگوا لیا بعض کا بیان ہے۔ کہ خود بھی غازی مرحوم کی پیدائش کے بعد قسطنطنیہ آیا۔ اسی طرح فوجی مدرسہ میں غازی عثمان کا جو رشتہ دار مدرس تھا۔ اور اس کی نگرانی میں مرحوم نے تربیت و تعلیم پائی۔ اسکی نوعیت قرابت کی متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے مرحوم کا برادر کلاں بتلاتے ہیں۔ اور نام حسین آفندی لکھا ہے۔ ترکی اخبارات نے خال لکھا ہے۔ جو لفظ عربی میں۔ ماموں چچا۔ پھوپھا۔ خالو سب کا حاوی ہے۔ اور نام کچھ تحریر نہیں کیا۔ روس سے تمہیدی صلح ہو نیپر وہ مارچ ۱۸۷۸ء میں کیف سے قسطنطنیہ واپس آئے۔ اور محافظ شاہی فوج کے سپہ سالار بنائے گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی توپخانہ کے افسر اعلیٰ ۱۰ جون ۱۸۷۸ء کو دربار سلطانی کے مارشل یا مشیر کا امتیاز عطا ہوا۔ اور قسطنطنیہ کی کل فوجکے کمانڈر مقرر ہوگئے۔ چند ماہ بعد کریٹ کے گورنر جنرل ہوئے۔ دسمبر ۱۸۷۸ء وزیر جنگ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور فوج کی اصلاح و درستی کے کام کو بتوجہ تمام شروع کیا ۱۸۷۹ء میں چند وزرا نے ان پر غبن زر سرکاری کا جھوٹا اتہام لگایا۔ مگر سلطان المعظم اپنے وفادار خادم کی ایمانداری سے بخوبی واقف تھے۔ خود متہمیں کو ہی نادم ہونا پڑا۔ جولائی ۱۸۸۰ء میں وزارت جنگ کے عہدہ سے مستعفی ہو گئے لیکن سلطان نے ان کو جلد پھر اس منصب کے قبول کر لینے کا حکم دیا۔ اور وہ ۱۸۸۵ء تک اس عہدہ پر قائم رہے۔ اس کے بعد سلطان المعظم نے انکو مابین ہمایوں کا اعلیٰ مشیر اور حاضر باش مصاحب کا منصب عطا فرمایا جسپر وہ آخری وقت تک فائز رہے۔ اخبارات کی تحریریں حسب ذیل ہیں۔

غازی عثمان نوری پاشا سلطنت عظمیٰ عثمانیہ اور خلافت سینہ کے قوت بازو اور دست راست
افسوس بقول تار خبر مورخہ۔ لندن ۵-اپریل اس جہانِ ناپائدار سے عالم فانی کو انتقال فرما گئے۔اس خبر
نحوست اثر کی صداقت میں گو بادی النظر میں شبہ پیدا ہونیکی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ انسان کی
ہستی ہی کیا ہے۔ حباب کو بھی کچھ ثبات ہے لیکن انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔دم آیا تو زندہ ہی۔ رک گیا
تو بیجان ہے۔ مگر پھر بھی ایسے نامور کے متعلق یکبارگی یہ خبر آجانا کہ وہ مرگیا ہے۔اور اس سے پیشتر انکی صحت
یا بیماری کی نسبت کسی خبر کا شائع نہ ہونا شکستہ دلونکو اس امید موہوم سے کسیقدر ڈہارس دلا سکتا ہی۔ کہ شاید
یہ خبر درست نہ ہو۔اور جس طرح پہلے کئی بار ناموں کے مغالطہ یا حاسدین کی شرارت سے اس نامور غازی کی وفات
کی خبر جو سلطنت سینہ و مسلمانان عالم کیلئے ہی نہیں بلکہ اپنے اوصاف و محاسن جلیلہ کیوجہ سے کل دنیا کیلئے مایۂ
نازو افتخار ہے مشہور ہو چکی ہی اسیطرح اب بھی کسی حاسد نے یہ شوشہ اڑادیا ہو۔ یا کسی اور عثمان کو رائٹر کے نامہ
نگار نے غازی عثمان سمجھ لیا ہو۔ کیونکہ اسوقت بھی عثمانیہ سروس کے اعلے صیغوں میں اس نام کے کئی اعلے عہدہ دار موجود
ہیں۔ خدا کرے۔ کہ یہ قیاس توہم نہیں بلکہ حق الامر ثابت ہو۔ اور اگر خدانخواستہ یہ خبر درست ہی۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ
ہمارے ایک نامہ نگار نے دو تین ہفتے ہوئے قسطنطنیہ سے اس مضمون کی جو عام مشہور پیشین گوئی کی خبر دی
تھی۔ کہ سنہ رواں ٹرکی کیلئے آخری منحوس سال سمجھا جا رہا ہی۔ اگر یہ بخیریت گذر گیا۔ تو خوشحالی کی ترقی کا دور
دورہ ہو جائیگا۔ وہ محض بے بنیاد نہیں جس سال میں غازی عثمان ایسا تجربہ کار اور بے نظیر مرد جنگی و سپہ سالار
مصلح و مرتب فوج اور دور اندیش مدبر خلافت رشیدہ کی ہاتھ سے جاتا ہے۔ اس سے بڑھکر کونسا سال اس کے
لئے منحوس ہو سکتا ہے۔ غازی ممدوح کو جسکے نام کیساتھ الفاظ مرحوم و مغفور لکھنے سے قلم خود بخود رکا جاتا ہی
فنون حرب اور ملکہ سپہ سالاری میں بیمثل تبانا ہرگز مبالغہ میں داخل نہیں۔ انکی عمر بلکہ ان سے زیادہ عمر کے بھی
کمانڈر ابتک دنیا میں موجود ہیں۔ گو ممالک متمدنہ میں کوئی ایسا تجربہ کار نبرد آزما کمانڈر یا قابل کار موجود نہیں جو
محاربہ کریمیا گذشتہ محاربہ روم و روس ایسے نمونہ رستخیز یورپین محاربوں میں شریک رہا ہو جرمنی۔ آسٹریا۔ روس
و فرانس و انگلستان میں کوئی ایسا اعلیٰ افسر اسوقت نہیں ہے جسے اسقدر یورپین محاربوں کا تجربہ ہو
ہو۔ نامور روسی سپہ سالاران سکوبیلاف۔ گورکو۔ ٹوڈبین۔ کافمین۔ جرمن مارشل مولٹکی۔ فرنچ جرنیل بزین
سب کے سب آغوش لحد میں لیٹے ہوئے ہیں انگلستان میں اسوقت نامور ترین جرنیل۔ رابرٹس۔ کچنر۔ ولزلی
ہیں۔ مگر ان لارڈ صاحبان میں سے ایک کو بھی ابتک کسی یورپین غنیم سے مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔ ابر عکس از ترکی لی
اس امر کا فخر کر سکتی تھی (یا اگر یہ بدخبر غلط ہے تو) کر سکتی ہی۔ کہ اس کے پاس غازی عثمان۔ غازی احمد مختار
مارشل فواد۔ ادہم و حسین فیضی وغیرہ وغیرہ کئی ایسے کمانڈر موجود ہیں۔ جو کئی یورپین محاربوں کا
تجربہ رکھتے ہیں پس اگر یہ خبر صحیح ہے۔ تو ٹرکی ہی نہیں۔ بلکہ کل متمدنہ دنیا ایک ایسے عالی منزلت سپہ سالار
کے وجود سے خالی ہو گئی ہے جسکا فقط نام دس لاکھ سپاہ کے برابر تاثیر رکھتا تھا۔ اور جسکا ثانی اسوقت روئے
زمین پر موجود نہیں۔ فقط عثمان کا ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جانا ہی ٹرکی کیلئے ایسا صدمہ ہے جس کی تلافی کئی
دہائیوں میں نہ ہو سکیگی لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہی۔ کہ اسی سنہ ۱۳۱۷ھ میں اس نامور سے پہلے مارشل شاکر وغیرہ۔ اور

حسین فوزی پاشا ایسے مدبر و معتمد وزیر بیڑہ اور کہن سال نبرد آزما کی خدمات سے وہ محروم ہو چکی ہے
تو اس صدمہ کی شدت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے بہرکیف عثمان نے آخر ایکدن اس جہان کو چھوڑ نا تھا کل
من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اگر وہ چلدیئے ہیں تو انا للہ و انا الیہ راجعون
صبر و تسلیم کے سوائے کوئی چارہ نہیں خداوند کریم اسلامی دنیا کے سرتاج اور جہاز خلافت کے ناخدا **سلطان
عبدالحمید** کو عرصہ دراز تک سلامت رکھے۔ اگر وہ زندہ رہیں تو اس خبر سے جو رنج شدید مسلمانوں کو پہنچا ہے
اسکی تلافی تردید کی وہ چند خوشی باحسن وجوہ کردیگی۔ اسخبر کے موصول ہونے سے پیشتر کبھی کو ایسی خبر
کے ملنے کا شان و گمان بھی نہ تھا۔ غازی ممدوح کی عام صحت بہت اچھی تھی۔ اور گو ۶۳ برس کی عمر ہو گئی
تھی لیکن چہرہ سے چالیس برس کے معلوم ہوتے تھے۔ پچھلی ولایتی ڈاک میں ۲۲ مارچ تک کی جو ترکی اخبارات موصول
ہوئے ان میں کسی قسم کی علالت یا ناسازی طبیعت کی کوئی خبر درج نہ تھی۔ محاربہ کریمیا سنہ ۵۶-۱۸۵۴ء کی بغاوت کریٹ
سنہ ۶۹-۱۸۶۶ء کے مفسدہ یمن سنہ ۷۶-۱۸۷۵ء کے محاربہ سرویا میں بھی اس نامور نے اگرچہ کچھ کم نمایاں خدمات نکیں
لیکن جس کارنمایاں نے انکو بلا استثنا کل مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا اور لوح زمانہ پر قیامت تک نہ مٹنے والے حروف
میں ان کا نام نامی عزت و وقار و شرافت و نکونامی کی روشنائی سے ثبت کردیا۔ وہ زار روس کے ٹڈی دل
لشکر کے مقابلہ پر پلیونا کی شاندار محافظت و مدافعت تھی۔ یہ مقام گو کئی مہینوں کی حیرت انگیز مقاومت کے بعد ۱۰ دسمبر
سنہ ۱۸۷۷ء کو آخر حوالہ کر دینا پڑا لیکن اس تسلیم میں بھی وہ شان فتحمندی جلوہ فگن تھی جسکے سامنے سکندر و نپولین کی فتوحات
بھی ماند پڑ گئی تھیں۔ یہ فخر اسی نامور کو حاصل ہوا کہ باتفاق رائے کل قوم نے ایسے قومی پہلوان اور محافظ ملت و دین سمجھا
فاتح بادشاہ ذی اپنے ہاتھ سے آگے اسکی تلوار واپس کیں۔ اور اپنے آقائے نعمت نے اسکے بیٹوں کو اپنی فرزندی میں لیکر داماد
بنایا۔ غازی ممدوح سنہ ۱۸۳۲ء میں ایشیائے کوچک کے قصبہ ٹوکٹ میں پیدا ہوئے۔ انکا خاندان ایک خالص النسل
ترکی قبیلہ میں سے ہے۔ غازی ممدوح کے کارناموں۔ حالات زندگی۔ کیرکٹر اور قومی خدمات کے اجمالی بیان کیلئے کئی دفتر
درکار ہیں۔ یہ تمام امور اور پلیونا کی یوم حشر و نشر تک یادگار رہنے اور محاربات مابعد میں نظیر و سبق کا کام
دینے والی لڑائیوں کی مفصل کیفیت کتاب محاربات پلیونا میں، اور جنگ روم و روس سے بعد فوج کی ترتیب جدید
تیاری اور نیز پولیٹیکل میدان جو خدمات اس مدار الملت وہ سلطنت کی کیں۔ وہ بالتفصیل کتب محاربات
تھسیلی اور ترکوں کی موجودہ ترقیات میں درج ہیں۔ شائقین ان کتابوں کا مطالعہ کریں (

غازی عثمان پاشا کی وفات کی خبر یورپ کے اخبارات میں مارچ کے تیسرے ہفتہ کے شروع میں مشتہر ہو گئی
تھی لیکن کم از کم اسوقت تک یہ بالکل غلط تھی۔ اس ہفتہ کی ولایتی ڈاک میں ۲۳ مارچ تک کی ولایتی و ترکی اخبارات
موصول ہوئی ہیں جن میں غازی موصوف کی نسبت صرف یہ خبر درج ہے کہ ذیابطیس اور ضعیف النفس سے
سخت بیمار ہیں۔ اور کہ سلطان المعظم نے آٹھ انکے معالجہ پر ماہر ترین شاہی ڈاکٹر مقرر فرما رکھے ہیں۔ اس خطرناک
حالات کی مصدقہ خبر سے واضح ہو رہا ہے کہ شروع اپریل میں غازی ممدوح کی وفات کی جو خبر موصول ہوئی۔
وہ باغلب وجوہ غیر صحیح نہ تھی۔ اور کہ اس مرتبہ فی الواقع غازی عثمان ہی اس جہان ناپائدار سے رخصت
ہوئے ہیں۔ انکے کسی اور ہمنام کی وفات مغالطہ کا باعث نہیں ہوئی ( )

غازی عثمان پاشا کی وفات کی خبران یورپین اخبارات میں بھی درج نہیں جو پچھلے ہفتہ کی ولایتی ڈاک میں موصول ہوئے ہیں۔ اس ڈاک میں انگریزی اخبار ۳۔ اپریل تک کے اور ترکی ۲۔ اپریل تک کے موصول ہوئے۔ آخر الذکر میں بلکہ یہ درج تھا۔ کہ غازی موصوف کی حالت رو بصحت ہے۔ اور ڈاکٹروں کو انکے جلد صحتیاب ہو جانیکا یقین کامل ہے۔

غازی عثمان پاشا کے متعلق ۷۔ اپریل تک کے یورپین اخبارات میں جو اس ہفتہ کی ولایتی ڈاک میں موصول ہوئے کوئی نئی خبر درج نہیں۔ البتہ مصری اخبار اللواء مورخہ ۷۔ اپریل میں رائٹر ایجنسی اور ہاواس ایجنسی کے تار ۵۔ اپریل کو قسطنطنیہ سے بھیجے گئے۔ اس مضمون کے درج ہیں۔ کہ غازی ممدوح انتقال فرما گئے ہیں اور حادثہ محزونہ سے تمام شہر میں کہرام برپا ہے۔ اس کے برعکس خاص قسطنطنیہ کے اخبار "المعلومات" مورخہ ۲۔ اپریل میں درج ہے۔ کہ صاحب الدولت غازی عثمان پاشا صحتیاب ہو گئے۔ اور وہ جلالتمآب کی خدمتمیں اس التفات شاہانہ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ جو بدوران علالت انکے حال پر مبذول فرمائی گئی تھی۔ ایسی کامل صحت کے بعد یکبارگی۔ تیسرے دن وفات کی خبر مشہور ہو جانا باوجودیکہ یقینی علم کے کہ انسانکی ہستی کا کچھ اعتبار نہیں ضرور کسیقدر شبہ پیدا کرتا ہے۔ بیروت اور طرابلس کے اخبارات مورخہ ۷۔ اپریل میں وفات کی کوئی خبر درج نہیں ہے۔

. **غازی** عثمان پاشا کی وفات کی خبر۔ اس ہفتہ کی ولایتی ڈاک سے متحقق ہوگئی۔ قسطنطنیہ کا انگریزی اخبار "لیوانٹ ہیرلڈ" مورخہ ۹۔ اپریل لکھتا ہے۔ کہ غازی مرحوم کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ پچھلے مہینے انکی حالت بہت نازک ہو گئی۔ لیکن گزشتہ ہفتہ یکبیک ان کی طبیعت سنبھل گئی۔ اور وہ التفات و تلطفات شاہانہ کا شکریہ ادا کرنیکے لئے قصر سلطانیمیں تشریف لیگئے۔ مگر اسکے بعد بیماری پھر زور پکڑ گئی۔ اور طائر روح بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ ہجری (۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء) بروز بدھ شام کیوقت قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ ممدوح اپنے محل میں جو قصر شاہی یلدز کوشک کے قریب واقع ہے۔ فوت ہوئے۔ جنازہ دوسرے دن اسلامی سادگی کیساتھ اٹھایا گیا۔ مسیحی ممالک کیطرح کسی طمطراق یا فوجی تزک و احتشام کا نام نہ تھا۔ چنانچہ اگر سلطنت کے تمام اعلے ملکی و فوجی اعیان ساتھ نہ ہوتے۔ تو بظاہر کسی نووارد کو گمان تک نہ گذر سکتا۔ کہ یہ صدی کے قابل ترین سپہ سالار اور ایک بلند رتبت قومی پہلوان کا جنازہ ہے۔ تجہیز و تکفین کا اہتمام حسب الحکم سلطانی جنرل محمد جرکس پاشا ریاور خلافت پناہی نے کیا۔ جنازہ مکان سے ساڑھے گیارہ بجے بشکطاش گھاٹ کو روانہ ہوا۔ دربار کے موذن و مشائخ نیاور اور اعیان دولت کے علاوہ فوج پیدل۔ بالتاجی (سفر مینا) پولیس اور چند رسالہ کے دستے۔ بندوقیں سرنگوں کئے۔ میونسپل اہلکار۔ اور دربار بینڈ۔ ساتھ تھا۔ گھاٹ سے جنازہ اور کل ہمراہی خالی کشتیوں میں اوان کاپو (استنبول کا دروازہ) پہونچے وہاں سے خشکی کے راستہ براہ دفا۔ شہزادہ باشی۔ و دیوان خانہ جامع سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ میں جاکر نماز جنازہ ادا کیگئی۔ اس سے فارغ ہوکر صندوق سلطان فاتح کی مقبرہ میں پہنچایا گیا۔ اور اسکے اندر شاہ ممدوح کے دوش بدوش غازی نامدار دفن کئے گئے۔ خلیفۃ المسلمین کو اپنے وفادار مارشل کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا طبعی امر تھا۔

جلالتمآب نے حکمدیا ہے۔ کہ مرحوم کی یادگار میں ایک عالیشان مقبرہ ان کی قبر پر تعمیر کیا جائے۔ تعزیت اور

مرحوم کے خاندان کو تشفی دلانیکے لئے سلطان المعظم نے کئی درباری بھیجے۔ غازی مرحوم چار فرزند یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ سب سے بڑے کا نام جنرل نورالدین پاشا ہے۔ انکی عمر تیس برس کی ہے۔ اور سلطان المعظم کی سب سے بڑی شاہزادی ذکیہ سلطانیہ کی خاوند ہیں۔ دوم جنرل کمال الدین پاشا ہیں۔ انکی عمر ۲۸ برس کی ہے اور سلطان المعظم کی دوسری شاہزادی نعیمہ سلطانیہ کے شوہر ہیں تیسرے کا نام جمال بک ہے۔ جو ۲۲۔ برس کے ہیں۔ وہ اسوقت جرمنی کی محافظ شاہی فوج میں لفٹنٹ ہیں۔ اور سلطان المعظم کی تیسری شہزادی نحلہ سلطانہ ان سے منسوب ہیں چوتھا حسیب بک ہے۔ جو یاوران سلطانی میں سے ہے۔ مرحوم کے سن پیدائش میں اختلاف ہے بعض ۱۸۳۷ء بعض ۱۸۳۳ء بعض ۱۸۳۲ء بتاتے ہیں۔ اکثر کا اتفاق آخر الذکر سن پر ہے

قیصر جرمنی نے خبر ملتے ہی ہمدردی کا پیغام بذریعہ تار برقی بھیجا۔ غالباً دوسرے فرمانرواوں نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا۔ ممالک متحدہ کے تمام اخبارات نے اس نامدار کی وفات پر دلی تاسف ظاہر کرکے اسکی شجاعت و لیاقت اور اوصاف حمیدہ کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ لندن کا سربرآوردہ اخبار سٹینڈرڈ۔ اس واقعہ مسئومہ اور غازی نامدار کی بے نظیر محافظت پلیونا پر طویل مضمون تحریر کرکے اسکے شروع میں لکھتا ہے۔ "غازی عثمان پاشا کی وفات سے جس کی شجاعانہ و بالیاقت محافظت پلیونا فوجی تاریخ کے نہایت شاندار واقعات میں سے ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے ہاتھ سے اپنے چند قابل عظمت رجال میں سے ایک عظیم المرتبت شخص جاتا رہا ہے۔ وہ اس ملکہ سپہ سالاری کا جو ترکوں کا طبعی خاصہ ہے۔ اور اس شاندار شجاعت اور شدید محبت نبرد آزمائی کا جو اس کی قوم کے امتیازی اوصاف فطری ہیں مجسم نمونہ تھا۔ یہ انہی اوصاف کی طفیل ہے۔ کہ گو گذشتہ دو صدیوں سے ان کی سلطنت کی تباہی و بربادی کیلئے سینکڑوں کوششیں ہوئیں۔ مگر وہ ابتک یورپ میں قائم اور موجود ہے۔ یہ اسی نامور کی موجودگی کا باعث تھا۔ کہ دول یورپ مسائل آرمینیا وغیرہ کے دوران میں دباؤ کی پالیسی عملی حد تک پہنچانیکی جرات نہیں کر سکی تھیں۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں۔ کہ سلطان کے پاس ایک ایسا نامور موجود ہے۔ جو سپہ سالاری میں نظیر نہیں رکھتا۔ اور اسکے زیر کمان ترک سپاہی جو دنیا میں بہترین نبرد آزما ہیں۔ جانیں نثار کرنے کو سعادت دارین سمجھیں گے۔ اگر عثمان پاشا موجود نہ ہوتے۔ تو گذشتہ چند برسوں کی ترکی تاریخ کو ہم بالکل ہی مختلف صورت میں پاتے۔ جہانتک ظواہر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ اُنکا قائم مقام کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن ساتھ ہی اس کی اور نیز عثمانیہ قوم کی کل تاریخ سے واضح ہو رہا ہے۔ کہ عثمانیہ فرمانرواوں کو قابل فوجی سپہ سالاروں کے فقدان کا کبھی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ ترکوں میں معاشرتی کم حیثیتی اور غریب والدین کا فرزند ہونا ترقی کا مانع نہیں۔ پس جب تک یہ صفت ان میں موجود ہے۔ یہ یقینی امر ہے۔ کہ ترکی میں نمایاں فوجی قابلیت کے آدمی برابر پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور جس طرح غازی عثمان نے اپنی سلطنت کی محافظت کی تھی۔ ویسے ہی ہمیشہ بشرطیکہ ان کو عثمان کی طرح مناسب موقعے دیے جائیں۔ ویسی ہی جانبازی سے اپنے ملک کی خدمت کرنیوالے سلطنت عثمانیہ کو ملتے رہیں گے۔

مگر افسوس کل انگریزی اخبارات نے ایسی عالی ظرفی نہیں دکھائی۔ ٹائمز حسب معمول اس موقعہ پر بھی تعصب اور دلی کدورت کے اظہار سے باز نہیں رہ سکا۔ اور باوجود دعوئی ہمہ دانی و صدق مقالی اہم تاریخی غلطیوں کا مرتکب ہونے سے نہیں بچ سکا۔ وہ مرحوم کی شجاعت و جفاکشی کا تو معترف ہے لیکن ساتھ ہی یہ زہر اگلتا ہے کہ دیگر ترکی عہدہ داروں کی طرح وہ بھی رعایا پر ظلم و ستم کئے جانے بدنظمی اور بددیانتی سے چشم پوشی کر جاتے تھے وہ انکی فوجی قابلیت پر بھی معترض ہونیکی جرأت کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے۔ کہ وہ صرف بچاؤ کے پہلو پر عمدگی سے لڑ سکتے تھے۔ پھر یہ فاش غلطی کرتا ہے۔ کہ محاربات پلیونا میں شروع ہی سے اُنکے پاس ساٹھ ہزار فوج تھی اور وہ پہلی لڑائی کیوقت بھی مورچوں میں محفوظ تھی۔ حالانکہ پہلی لڑائی میں عثمان کے پاس صرف ۱۴ ہزار سپاہ تھی اور پلیونا کے میدان میں مورچہ تو در کنار کوئی خندق بھی اسوقت تک تیار نہیں کیجاسکی تھی۔ اسکے دیگر الزامات بھی سراسر سفیہانہ یا سخت ناواقفیت پر مبنی ہیں۔ ان کمینہ اعتراضات کی تردید برسوں پہلے خود ایک منصف مزاج شیر دل عیسائی مصنف جو اول سے آخر تک محاربات پلیونا میں غازی جوم کیساتھ رہا ذاتی مشاہدہ و تجربہ سے کر چکا ہے شائقین کتاب محاربات پلیونا میں اسکی رائے پڑھ سکتے ہیں جس کے آخر میں بطور ضمیمہ اکثر اخبارات کی تعزیتی تحریریں بھی دوسرے ایڈیشن میں ایزاد کر دیگئی ہیں۔

ٹائمز نے تو خیر پھر بھی کچھ لکھا۔ افسوس بعض اخبارات کو تعصب یا قومی منافرت نے یکسطری ریمارک لکھنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ اور زیادہ تر تعجب یہ ہے۔ کہ اخبار پائونیر بھی جو ایک طرح سے ہندوستان کا نیم سرکاری پرچہ سمجھا جاتا ہے اُسی زمرہ میں شامل ہے جسکی مآل اندیشی اور فراخدلی انگریز ناظرین کو بھی یہ خاموشی ضرور بہت معیوب ہوئی ہوگی

پنجاب آبزرور لاہور مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۰۰ء۔ غازی عثمان پاشا کی وفات سے زمانہ کا ایک نہایت ممتاز شخص اُٹھ گیا ہے۔ اس شجاع زمانہ سپہ سالار کا نام اس صدی کی جنگی تاریخ میں بڑے موٹے حروف میں ہمیشہ کیلئے ثبت رہیگا۔ فوجی ملکہ و مہارت اور لوازمات سپہ گری میں زمانہ کا کوئی کمانڈر اسکی برابری کا دم نہیں مار سکتا تھا۔ وہ ایسا راسخ العزم و عالی ظرف محب وطن تھا جسے کوئی طمع متزلزل نہیں کر سکتا تھا۔ وہ فوجی مصلح بیمانہ اُس کا تھا۔ کہ چند برسوں کی قلیل مدت میں عثمانیہ فوج کو نیست سے ہست اور ہست سے ایک نہایت طاقتور آلہ حفاظت ملک گیری کا بنا دیا۔ اسکی عمر گو ستر برس کی تھی لیکن جوش شجاعت ابھی پوری طاقت کیساتھ اسکے سینہ میں موجزن تھا اسکی وفات سے ترکی کا قابلترین سپہ سالار اور نہایت ممتاز نبرد آزما و اسلام و اسلامی ممالک کا قومی پہلوان اور یورپین اقوام کا ایک شاندار فوجی ہیرو صفحہ ہستی سے معدوم ہو گیا ہے۔ الخ۔

حبل المتین نیز۔ مورخہ ۹ اپریل ۱۹۰۰ء اعظم تلفات اسلامیان درین قرن نوزدہم میلادی فوت مشیر معظم و سپہ سالار اعظم شیر (پلیونا) غازی عثمان پاشا سردار مفخم دولت علیہ عثمانیہ است تو الدین سردار بزرگ یعنی (عثمان نیر پاشا) ۱۸۳۲ء میلادی در بلد (توکٹ) کہ واقعہ در آسیائے کوچک است شدہ و لسبر پرستی برادر بزرگ خود (حسن آفندی) کہ از مدرسین عربی بود در اسلامبول آغاز تعلیم نمود پس از فراغت تعلیمات ابتدائیہ در مدارس عسکریہ سلطانی داخل شدہ و در قلیل زمان در فنون عسکری ترقیات کامل نمودہ و در امتحان مشکلہ کامیاب گردید در ۱۸۵۳ء فارغ التحصیل و در جرگہ خدام سلطانی شامل شدہ

در قشون ترکی بعہدہ (لفٹننٹ) سلطانی نائل آمدہ

در واقعۂ (کریمیا) ہمراہ قشون ظفر نمودن ترکی کوچ نمودہ و دریں جنگ کہ اولین میدان رزم او بود کمال تہور و شجاعت سپاہیانہ از وے بروز کردہ از نظارہ مدارج بجہتہ او دست داد۔

بعد از ختم جنگ (کریمیا) در فوج محافظ سلطانی بعہدۂ (کپتانی) یاوری فائز آمد۔ چندے نگذشت بمقام منح دمیجا سرجنگے را دریافت ۱۸۵۳ء در جنگ جزیرۂ (کریمیا) الی ۱۸۵۶ء شمولیت داشت پس از اندفاع بلواء خمودگی نیران بغاوت وارد اسلامبول شدہ بمقام نیع (کرنل) سرتیبی مفتخر آمد۔ چندے نگذشت کہ بعہدہ (بریگیڈ جنرل) میر پنجی نائل آمد و سردار اردوی پنجم ترکی شد۔

در جنگ ترکی (سرویا) بہ صلہ آں خدمات نمایاں ملقب مشیری سرافراز آمد ۱۸۷۶ء ایں مشیر روشن ضمیر سپہ سالاری قشون (پلونا) از اسلامبول حرکت کرد و بمجرد ورود پرچم فتح را در اردوی ترکی برپا داشت و با کمال شجاعت و ہمت و تدبیر (پلونا) محافظت کرد۔ در سلسلۂ ایں خدمت بزرگ و عمدہ اعلیٰ حضرت سلطان معظم الیہ را غازی مخاطب فرمود و در تمام عالم بہ شیر (پلونا) مشہور گردید۔ آخر الامر بواسطۂ بعضے مراتب کہ نگاشتن آں خارج ازیں عنوان مے باشد دہم دسمبر ماہ ۱۸۷۷ء میلادی (پلونا) را تسلیم روس بدون ہیچ شرط قبول اطاعت نمود۔ از ہوشیاری و تدبیر و شجاعت او تمام سرداران روسی متحیر شدہ بودند در میدان اردوے انتخابی روس را شکست فاحش داد۔

پس از قبول اطاعت (الگزنڈر) دوم امپراطور روس شخصاً بملاقاتش آمدہ و اظہار فرمود کہ عثمان پاشا تاسف ظاہر مکن۔ کہ شما مجبور بہ تسلیم شدہ فتح و شکست در جنگ توام است۔ شما در حفظ مملکت خود و نگاہداری عزت دولت متبوعۂ خویش کمال جوانمردی را نمودہ اید افسوس کہ دولت علیہ عثمانی نتوانستند در وقت مناسب امداد بشما برسانند۔

من شما را بطریق اسیری نگاہ نمیدارم بعد ازاں امپراطور بدست خود شمشیر عثمان پاشا را برکمر او بست و پس از تعریف و تمجید زیاد از نمک حلالی و علم و تدبیر و شجاعت عثمان پاشا امپراطور فخرے کنم اظہار کرد۔ کہ من فخر مے کنم و خوشوقتم کہ بہ سپہ سالارے مثل شما جنگیدم۔

بعد از مارچ ماہ ۱۸۷۸ء میلادی فیمابین دولتین عثمانی و روس صلح شد غازی عثمان پاشا باسلامبول آمدہ بعہدۂ سپہ سالاری کل قشون ترکی ممتاز گردید پس از دو ماہ بعہدہ مشاورت سلطانی سپاہی گشت و پس از چندے بوالیگری جزیرۂ (کریت) مفتخر شد از اں بعد وزیر سیاسی و وزیر عسکر عثمانی گردید و نقشہ انتظامات قشون ترکی را نمود۔ کہ موجب مسرت اعلیٰ حضرت سلطانی شد۔

۱۸۸۰ء بواسطۂ حسد و بغض حسدان از وزارت جنگ مستعفی شد و ثانیاً پس از یکسال بداں مقام منیع ارتقا جست و در ۱۸۸۲ء بہ لقب مشیر عسکری ملقب گردید و اعلیٰ حضرت سلطانی کمال رحمت و محبت در بارۂ ایں سردار عظیم الشان داشتند ازیں رو دو پسران عثمان پاشا را بدامادی خود سرافرازی بخشیدند

دارائے تمام نشانہائے لشکری و کشوری دولت علیہ عثمانی بود و از دولت علیہ ایران و سائر دول

آرد و بانیسراتیاز ات ونشانہائے ممتاز یافت بقوت ایں سردار بزرگ کہ دریں آوان بوقوع پیوستہ تمام اسلام خواہاں راداغ برجگر نہاد. دو دولت عثمانی سرداری بدیں عظمت نامور شدہ بودم تمام ملل ودول نام وے رابعزت وبزرگی یاد مے کند. خداوندش غریق رحمت خویش فرماید ؎

زندۂ جاوید ماند ہر کہ نکو نام زیست ۔ کہ عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را۔

ریاض الاخبار مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۰۰ء:- غازی عثمان پاشا کی موت نے ٹرکی قوت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا. کاش وہ اس مدت تک اور زندہ رہتے۔ کہ ان کی آخری امید بر آتی۔ وہ امید جس نے انہیں جنگ پلیونا میں فوج سے ہتھیار رکھوا دینے پر مجبور کیا تھا. عثمان پاشا ضرور لڑ کر مرتے۔ اگر انہیں یہ امید نہ ہوتی. کہ میری منتخب روزگار فوج زندہ رہکر کل دنیا میں ان کارہای نمایاں کا باعث ہوگی جو ٹرکی کے تاج اعزاز میں لعل وگوہر کی تابانی پیدا کریں گے آہ قبل از وقت وہ ہزبر بیشہ شجاعت چل بسا۔ مگر اس کے زندہ نام کو تا قیامت شجاعت بوسے دے گی۔

پیلسہ اخبار مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۰ء ۔ وفات غازی عثمان پاشا شیر پلونا ؎

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

دنیا واقعی ایک کارواں سرا ہی جو مسافر اس میں اگر قیام کرتا ہے۔ آگے یا پیچھے آخر ایک روز اسے یہاں سے کوچ کرنا پڑتا ہے۔ غرض دنیا میں جو آیا ہے۔ اُسے ایک روز مرنا ہے لیکن انسان کو چاہیے کہ مرنے سے پہلے جو فرصت اسے حاصل ہے۔ اُسے تابمقدور ایسے طور پر استعمال کرے۔ کہ دنیا نیک نامی اور عزت حاصل کرے ؎

نیک و بد چوں ہمی بباید مُرد
خنک آنکس کہ گوئے نیکی بُرد

غازی عثمان پاشا جو زمانہ حال میں ترکوں کا سب سے بڑا جنرل۔ اور دول یورپ اور امریکہ کی سب سے نامور اور ممتاز سپہ سالاروں میں سے ایک تھا. اُسنے ستر سال کی عمر کے قریب نہایت عزت اور ناموری حاصل کرنیکے بعد انتقال کیا جس زمانے میں یہ بہادر سپہ سالار تھوڑی سی ترکی فوجوں کے ساتھ اپنے سے کئی گنا زیادہ روسی فوجوں کا حیرت انگیز مقابلہ کر رہا تھا۔ اور مہینوں محصور رہکر روسیوں کو شکست پر شکست دیتا رہا. اسوقت یورپ کی تمام فوجی حلقوں میں ظن تھا. کہ عثمان پاشا کوئی ترک افسر نہیں۔ بلکہ امریکہ یا جرمنی کا کوئی تجربہ کار سپہ سالار ہے۔ جو نام بدلکر یہ عجیب و غریب جنگی کرتب دکھلا رہا ہے۔ آخر کار جب رسد ختم ہو جانے اور کئی روز تک بھوکے رہ چکنے کے بعد محصورین کے تمام جوتے اور چمڑے کا سامان اُبال کر غازی عثمان پاشا کی فوج نے اسکا برائے نام شوربا پی لیا. تو قلعہ کا دروازہ کھولکر روسیوں کی فوج کی آہنی دیوار پر جا پڑی اور گرفتار ہو گئی. اسوقت گرینڈ ڈیوک نکولس نے جو روسی افواج کا سپہ سالار تھا. عثمان پاشا کے پاس آکر ان سے مصافحہ کیا۔ اور کہا میں تمہارے پلیونا کے محاصرہ کی تعریف

کرتا ہوں۔ یہ تم نے نہایت شاندار فوجی کام کیا ہے۔

جب عثمان پاشا روسی اسیر ہو گئے۔ تو زار روس نے انکی شمشیر ان سے نہیں چھینی۔ مگر فرمایا کہ یقین ہے کہ یہ شمشیر اب روس کے خلاف نہیں چلیگی عثمان پاشا نے جواب دیا کہ شمشیر میری نہیں۔ بلکہ سلطان المعظم کی ہے۔ جو ان کے دوستوں کی دوست اور انکے دشمنوں کی دشمن ہے ۔۔۔ ابتک سلطان المعظم کو ان کی تدبیر جنگ پر اسقدر اعتماد تھا۔ کہ ۱۸۹۷ء میں جب ادہم پاشا نے شروع شروع میں جنگ یونان میں کوئی فتح نہ کی تو حکم سلطانی کے مطابق عثمان پاشا فوراً افواج جنگ کے سپہ سالار مقرر کئے گئے۔ مگر فوراً ہی ادہم پاشا کے فتوحات حاصل کرنیکے بعد انہیں واپس بلالیا گیا۔ یہ عربی اور فرانسیسی کے سوا اور کوئی غیر زبان نہیں جانتے تھے مولوی شبلی کے سفرنامہ قسطنطنیہ مصر وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ غازی عثمان پاشا نے بوقت ملاقات ان سے کہا تھا کہ ہندوستان کے علما تک میرا اسلام پہنچا دینا۔ گو عثمان پاشا عمر رسیدہ ہوکر فوت ہوئے ہیں۔ مگر ترکی فوج کو ان کے انتقال سے سخت نقصان پہنچا ہے۔

مشیر دکن۔ ۹۔ اپریل ۱۹۰۰ء ہم غازی عثمان پاشا کی خبر وفات کل نہایت حسرت و افسوس کیساتھ درج اخبار کر چکے ہیں۔ عثمان پاشا مرحوم اسلامی دنیا کے ان نامور بہادروں میں سے تھے جنپر ہم آجتک فخر و ناز کرتے ہیں۔ موجودہ صدی میں مسلمانوں میں عثمان پاشا ایک ہی ایسا شخص گذرا ہے جس کی بہادری ولیاقت تمام دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ اور جس کی سوانح قدیم بہادران اسلام کی سوانح سے ملتی جلتی ہیں آج ہم اپنے اخبار کے ناظرین کی واقفیت کیلئے مرحوم و مغفور کی مختصر سوانحعمری لکھتے ہیں۔

غازی عثمان پاشا ۱۸۳۲ء میں بمقام توقات واقع صوبہ ایشیائے کوچک میں پیدا ہوئے اور قسطنطنیہ کے ایک سکول میں جہاں ان کے بڑے بھائی حسین آفندی اسوقت عربی کے پروفیسر تھے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی سکول کی خواندگی ختم کر لینے اور پاس ہو جانیکے بعد ملیٹری اسکول میں داخل کئے گئے۔ اس مدرسہ کی تعلیم کو نہایت لیاقت کے ساتھ ختم کر کے اور اعلےٰ درجہ کا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے ۱۸۵۳ء میں جنگ کریمیا کے شروع ہونیکے بعد اسٹاف جنرل میں بعہدہ لفٹنٹ مقرر ہو کر بمقام شملہ تعینات کئے گئے۔ جو بہادری ان سے جنگ میں ظہور میں آئی اور جو سپاہیانہ صفات ان کی ظاہر ہوئیں۔ اس کی وجہ سے جنگ کے اختتام پر فوراً ہی انکو ترقی دیگئی۔ اور قسطنطنیہ میں خاص سلطان المعظم کے باڈی گارڈ کے کپتان مقرر کئے گئے۔ اسی طرح انکو درجہ بدرجہ ترقی ہوتی رہی حتی کہ میجر کے عہدے پر ممتاز کئے گئے ۱۸۶۶ء سے ۱۸۶۹ء تک جزیرہ کریٹ کے باغیوں کی گوشمالی کرتے رہے جب جزیرہ کریٹ کے باشندوں کو حلقہ بگوش تخت عثمانیہ کر کے قسطنطنیہ واپس آئے تب کرنل کے عہدہ پر سرافراز ہوئے۔ اور اسکے تھوڑے عرصہ بعد بریگیڈیر جنرل کے عہدہ پر فائز ہو کر پانچویں آرمی کے ایک ڈویژن کے کمانڈر مقرر کئے گئے۔ جنگ ٹرکی و سرویا میں غازی عثمان پاشا کو ترکی فوج کے اس ڈویژن کی کمانڈ سپرد کی گئی۔ جو بمقام ودین مامور ہوئی تھی۔ اس معرکہ میں جو بہادری و جرأت ان سے نمایاں ہوئی۔ اس کی وجہ سے حضرت سلطان المعظم نے انکو مشیر یا فیلڈ مارشل کے درجہ پر ممتاز فرمایا جب روس و ٹرکی کے درمیان جنگ ہوئی ہے۔ اسوقت پاشا موصوف

مع اپنی فوجکے وڈن ہی میں مقیم تھے۔ ان کے ماتحت فوجونکی تعداد بڑہا کران کو ۱۸۰ پلٹنوں۔ ۱۶ اسکوادرون اور ایک سو ۴۴ توپوں کی کمانڈ سپرد کیگئی۔ اسی فوجکے ایک بڑے حصہ کو ہمراہ لے کر جولائی ۱۸۷۷ء میں غازی عثمان پاشا بمقام پلیونا پہنچے۔ ×××××× اور جنگ کے سیلاب کو ترکوں کو حسب مراد بنا دیا۔ پاشا موصوف نے اس مقام کی ایسی بہادری ولیاقت کیساتھ حفاظت کی۔ کہ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم نے انکو غازی کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اور مرصع تمغہ عثمانیہ سے سرفراز کیا۔ لیکن چونکہ بروقت امداد نہ پہنچی۔ اور کئی مہینے تک روس کی فوج کے دل بادل کے مقابل لڑائی جاری رہی۔ آخر کار ۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کو غازی عثمان پاشا نے ارادہ کیا۔ کہ روسی فوجکو چیر پھاڑ کر محاصرہ سے نکل جائیں لیکن عثمان پاشا کی ٹانگ مجروح ہو گئی۔ اور مجبوراً اس بہادر ترکی فوج نے جو چند ماہ سے اس شیر دل سپہ سالار کی ماتحتی میں اپنے سے دس گنی فوج سے لڑ رہی تھی۔ سفید علم بلند کر دیا۔ اور دشمن کی فوجوں کے روبرو ہتھیار رکھدیئے۔ اس طول طویل محاصرہ کے درمیان غازی عثمان پاشا نے کئی مرتبہ تمام روسی جنگی تجاویز کو مسترد کر دیا تھا۔ اور بہن خونریز لڑائیوں میں روس کی اعلیٰ سے اعلیٰ فوجونکو شکست فاش دیدی تھی لیکن افسوس ہے کہ قسطنطنیہ کی مجلس حرب کے ممبروں نے مطلق اس بہادر کو فوجی کمک نہ پہنچائی۔ اور اس لئے اس بہادر اسلامی فوج کو یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا لیکن یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ غازی عثمان پاشا کی شکست ہزار فتوحات سے زیادہ قابل عزت تھی جو اعزاز واکرام پاشای مغفور کا روسیوں نے کیا ہے۔ وہ پاشائے مغفور کے لئے مناسب حسب حال تھا۔ شہنشاہ روس سکندر دوم خود انکی ملاقات کیلئے آئے تھے اور اپنی زبان سے فرمایا تھا کہ عثمان پاشا اس بات کا افسوس کبھی مت کرو کہ آپ مطیع ہونے پر مجبور ہوئے کیونکہ لڑائی میں اکثر ایسا ہی اتفاق ہوتا ہے۔ آپنے اپنے ملک کی نہایت بہادری کیساتھ حفاظت کی لیکن بدقسمتی سے آپ کی گورنمنٹ آپکو وقت پر فوجی کمک نہ بھیج سکی اس لئے میں آپ کو ایک قیدی کی حیثیت سے نہیں دیکھتا۔ اور اس لئے آپ کی تلوار آپکو واپس کرتا ہوں۔ میں اس بات کا فخر کرتا ہوں کہ مجھکو میدان جنگ میں ایسے شیر دل اور نامور جنرل سے لڑنیکا شرف حاصل ہوا۔

اس کے بعد شہنشاہ روس کی خاص گاڑی میں سوار ہو کر جس کے جلوس میں خاص شہنشاہ روس کا باڈی گارڈ تھا۔ روسی کمپ کو تشریف لے گئے۔

جب مارچ ۱۸۷۸ء میں روم و روس میں صلح ہو گئی تب غازی عثمان پاشا قسطنطنیہ کو واپس آئے انکی واپسی بھی نہایت عزت کیساتھ ہوئی تھی۔ تمام روسی فوجی اعلیٰ عہدہ دار اور شہنشاہ روس کے اعزا انکو پہونچانے بندرگاہ اڈیسہ تک آئے تھے۔ اور خاص سلطانی جہاز ان کے لانے کیلئے گیا تھا۔ لکھا ہے کہ جسوقت اس فدائے اسلام کو لیکر سلطانی جہاز خلیج گولڈن ہارن (شاخ طلا) میں پہنچا ہے۔ تو تمام سطح آب قسطنطنیہ کے مرد و زن سے پٹا پڑا تھا جہانتک نگاہ جاتی تھی کشتی سے کشتی ملی ہوئی نظر آتی تھی حتیٰ کہ خود اعلیٰ حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی سلطان المعظم اپنے وفادار و جان نثار جنرل کی عزت افزائی کرنے اور اسکو لینے کیلئے اپنی شاہی کشتی پر تشریف لائے تھے۔ اخبار گریفک کی وہ تصویر دیکھنے سے دل

ہلجاتا ہے جس میں نظر آتا ہے۔ کہ غازی عثمان سلطان عبد الحمید کے قدموں پر گرے ہوئے ہیں۔ اور سلطان ان کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگائے ہیں۔ غرض جہاز سے اتر کر سلطان المعظم کیساتھ گاڑی میں بیٹھکر قسطنطنیہ کے بازاروں میں سے گذرے۔ اسوقت قسطنطنیہ کے در و دیوار سڑکیں مکانات بازار خلقت سے پٹے پڑے تھے۔ اور ہجوم خلائق اس جوش کیساتھ نعرہ مار رہا تھا۔ کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اور ترکی خواتین بالاخانوں پر سے مرصع زیور نکال نکال کر اپنے بہادر فدائے قوم کی گاڑی پر نچھاور کر رہی تھیں پھولوں سونے چاندی کے سکوں اور مرصع زیورات کا گاڑی پر مینہ برس رہا تھا جسکو دو ترکی جنرل گاڑی کے پائدانوں پر کھڑے ہوئے نیچے پھینکتے جاتے تھے۔ غرض غازی عثمان کی جنگ انکی گرفتاری۔ ان کا استقبال قیامت تک دنیا میں یادگار رہیگا۔ سلطان المعظم نے انکو خاص اپنی امپیریل گارڈ کا کمانڈر انچیف مقرر کیا۔ ۱۰ جون ۱۸۸۰ء کو قصر سلطانی کے مارشل مقرر کئے گئے۔ اس عرصہ میں وہ بدستور قسطنطنیہ کی حفاظت کیلئے ترکی فوجوں کی کمانڈ کرتے رہے۔ اس کے بعد دوبارہ گورنر جنرل جزیرہ کریٹ مقرر ہوئے۔ دسمبر ۱۸۷۸ء میں غازی عثمان پاشا وزیر جنگ کے معزز عہدہ پر سرافراز ہوئے۔ اور ترکی فوجوں کو نئی ترتیب سے اصلاح دیکر مکمل قواعددان فوج بنا دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انکو سلطان المعظم کے دل پر بہت کچھ قابو حاصل ہو گیا حتیٰ کہ ۱۸۸۱ء میں دو مشیروں یعنی فواد پاشا اور نصرت پاشا پر بدانتظامی کا الزام لگایا گیا تھا۔ اور ان کا مقدمہ جلالتمآب اور کونسل کی روبرو پیش تھا لیکن یہ غازی عثمان پاشا ہی کا کام تھا کہ ان دونوں کو اعلیٰحضرت سے سفارش کر کے عفو تقصیر کرا دیا۔ چونکہ ان کا اور شیخ الاسلام کا رسوخ بارگاہِ سلطانی میں بہت بڑھگیا تھا اسلئے وزیر اعظم خیر الدین پاشا وزارت سے علیحدہ ہو گئے جولائی ۱۸۸۰ء میں غازی عثمان پاشا وزیر جنگ کے عہدہ سے علیحدہ کئے گئے۔ لیکن جنوری ۱۸۸۱ء میں وہ دوبارہ حسین عونی پاشا کی جگہ پر وزیر جنگ مقرر ہوئے۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک پھر اس عہدہ سے علیحدہ رہکر ۱۳ دسمبر ۱۸۸۲ء کو سہ بارہ وزیر جنگ مقرر کئے گئے۔ اور سر عسکر کا خطاب حضور سلطانی سے مرحمت ہوا۔ غازی عثمان پاشا کو خود جلالتمآب اور دیگر تمام دول یورپ کیطرف سے بیشمار تمغے ملے ہیں۔ اسکے علاوہ اعلیٰحضرت سلطان المعظم نے ان کا اسقدر اعزاز کیا۔ کہ ان کے دو لڑکوں سے اپنی دو شہزادیوں کی شادی کر دی۔ رسم سلاملق میں یہ ایک دستور بندھ گیا تھا۔ کہ سلطان المعظم اور عثمان پاشا ایک گاڑی میں بیٹھکر جامع مسجد کو جاتے تھے۔

۱۸۹۷ء کی جنگ روم و یونان میں غازی عثمان پاشا کمانڈر انچیف مقرر کئے گئے۔ اور ان کے اعلےٰ درجہ کے فوجی و جنگی تجربہ کا ہی یہ ثمرہ تھا۔ کہ تین ہفتہ کے اندر یونانیوں سے تھسلی کا صوبہ خالی کرا کر تمام یورپ کو حیرت میں ڈالدیا تھا۔ احکام عثمان پاشا نافذ فرماتے تھے۔ ادہم پاشا انکے بموجب تعمیل کرتے تھے۔ غرض اس قابلیت۔ اس جرأت اس دل و دماغ کا شخص مسلمانوں میں سے اٹھ گیا جسکا نعم البدل اب اسلامی دنیا کو ملنا بہت مشکل ہے۔ اگر یورپ میں ایک گلیڈسٹون یا پرنس بسمارک مرتا ہے۔ تو ویسے ہی نئے گلیڈسٹون اور بسمارک پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ایک عثمان پاشا جاتا

بہا ہے۔ تو اس کی مثل دوسرا شخص نظر نہیں آتا۔ جو انہیں صفات سے متصف ہو۔

تتمہ شمس الاخبار مدراس مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء ترجمہ از المؤید مصری مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۰ء ۵ ذی الحجہ کو اخبار المؤید کا نامہ نگار اس بے نظیر سپہ سالار کی خبر وفات آستانہ علیا سے یوں روانہ کرتا ہے

آہ۔ وہ شخص مر گیا جسکی مدت مدید تک جینے کیلئے ہم آرزوئیں کر رہے تھے۔ وہ پہلوان مر گیا کہ جس پر اس زمانہ میں جب کہ ترکی قومی زندگی میں اولوالعزموں کا کال ہے۔ دولت علیہ بلکہ مسلمانوں کو ناز تھا۔ ہم اس بہادر کی خبر وفات لکھنے کو تو آج لکھ رہے ہیں مگر دل کی بھی آپکو خبر ہے۔ ہائے ہائے رنج و غم کے پھٹا جاتا ہے۔ وہ شیر مرا جو ترکی بہادری کی زندہ تصویر حمیت اسلامی کا مجسمہ تھا آہ وہ ہنر بر جنگ۔ وہ نہنگ ہیجا۔ وہ غازی میدان پلونا کا غازی **عثمان پاشا غازی**۔ ہائے ہائے مر گیا۔

مرثیہ

ملّا مومنو رو و کرو اے ترکیو آہ و فغاں　　کھو دیا تم نے آج اپنا وہ مقدس پہلوان　　جسنے رکھا تھا جنگ سابق میں پلونا کو بچا

جو تھا اپنے وقت کا عثمان اور شیر خدا　　جو دلیری میں جہان میں قابل تعظیم تھا　　دولت عالی کا جو تھا اک وزیر باوفا

قوم کی تاریخ موجودہ کا نام آور شہیر　　دشمنان دین کے دل خستہ تھے جسکا جگر　　قوم کی آئندہ امیدوں کا تھا جس پر مدار

مصحف قومی کی جو تھا ایک آیت نوربا　　عصمت اخلاق پاکیزہ کی جو تصویر تھا　　زبدۂ اسلامیاں اسکو کہیں تو ہے بجا۔

نور نصرت جسکی پیشانی سے تھا لمعہ فگن　　جسکا سینہ غیرت قومی کا گویا تھا چمن۔　　یک شیر بیشۂ ہیجا تھا آہ عثمان آہ

ہم کیے بیٹھے زمین آج ایسا کان شان آہ　　جانتا ہوں ہر کی دل اسکا تھا فوق الحدمتیں　　یونہی ہو صبر اسکے ماتم میں نصیب مومنین

گذشتہ رات (چوتھی ذی الحجہ) کے نو بجے اس مجاہد اعظم کا انتقال ہوا۔ انتقال سے ذرا پیشتر آپ نے نماز عشا پڑھی اور صبر و سکون کیلئے اہل و عیال کو اسی طرح وصیت کی جسطرح ان جنگوں میں کہ جن کے باعث آپ کا نام نامی ابد الآباد تک صفحۂ دنیا پر چمکتا رہیگا۔ اپنے زیر حکم سپاہیوں کو وصیت کیا کرتے تھے۔ انتقال کیوقت آپ کے سب اہل و عیال آپکو گھیرے ہوئے تھے۔ چونکہ آپ کا دولت خانہ جامع ییلدیز کے قریب والے محلہ ندرجہ یک میں واقع ہے۔ اس لئے آپ کی وفات کی خبر بہت جلد شہر میں پھیل گئی۔ ہر طرف ایک ماتم بپا ہو گیا۔ کیا چھوٹا کیا بڑا ہر ایک گریاں تھا۔ نالہ و بکا کی فریادوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ارض قسطنطنیہ پر زلزلہ آ رہا ہے اس میں شک نہیں فی الحقیقت ایسے رکن رکین کے گرنے پر جسقدر رویا جائے بجا ہے۔ وہ دولت اور امت کا ایک ستون ایک پشت پناہ تھا اس کے انتقال پر اگر اس طرح کا ماتم نہ ہوتا تو افسوس تھا۔

جسوقت یہ خبر اعلیٰ حضرت امیر المومنین کے گوش زد ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے بھی بے اختیار قطرات اشک جاری ہو گئے۔ کیوں نہ ہوں حضور عالی اس بہادر اس غازی کو دل سے چاہتے تھے۔ اسکے ورع و تقوی۔ بسالت و شجاعت ہمت و استقلال بمکارم اخلاق۔ اصابت رائے پر آپکو بہت کچھ بھروسہ تھا۔ اسلئے

ملّہ یہ مرثیہ ہے۔ جو غازی صاحب کی وفات پر جناب رشید بک عاکف بادشاہ زادہ ممبر دائرۃ الشورائے ملکیہ نے ترکی زبان میں کہا ہے مناسبت کی بلحاظ ہمنے اسکو ۱۷ ذی الحجہ کے المعلومات سے ترجمہ کر کے یہاں پر درج کیا ہے۔ ورنہ اسے اخبار المؤید کی اس مراسلت سے کوئی تعلق نہیں شمس

آپ ہر امر میں اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے حضور عالی کی محبت کا اندازہ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ آپنے اپنی دو صاحبزادیوں کو غازی ممدوح صاحب کے دو بیٹوں سے بیاہ دیا ہے۔

آج صبحکے ۱۰ بجے کو جنازہ اُٹھا۔ اور اس شان سے اُٹھا جو اس غازی کے لائق حال تھا جنازہ کی سامنے ہزاروں پیدل اور سوار پولیس والوں کا ہجوم تھا میونسپلٹی کے جوانوں کے الگ پرے تھے پھر سلطانی بیانڈ والوں اور خدام سلطانی کی جماعتیں۔ اسکے بعد نظامیہ افواج کی صفیں تھیں جو اسلحہ اوندہ ہائے ہوئے تھے۔ اور اُن کے آگے حرم کعبہ کے جوار میں رہنے والوں اور مشائخوں اور درویشوں کی جماعتیں تھیں۔ یہ لوگ بلند آواز میں تسبیح و تہلیل کرتے جاتے تھے۔ اور اُنکے آگے بارگاہِ سلطانی کے خواص خواجہ سرا غول غول چل رہے تھے۔ ہاتھوں میں عود سوز اور انگیٹھیاں تھیں۔ اور راستہ خوشبوؤں کے لپٹ سے مہکے ہا تھا اور جنازہ کے پیچھے ہزاروں اہل شہر کا ہجوم تھا غرض اس عزت و احتشام سے ساحل بشکطاش تک آیا یہاں پر ایک بجرا حییا تھا جنازہ اسپر رکھا گیا۔ اور بجرا۔ پار نابل یہ واسع استانبول کیجانب ہزاروں آدمی تشییع جنازہ کیلئے موجود تھے۔ یہ لوگ جنازہ کے ہمراہ ہو گئے۔ ایسا یہ ہجوم تھا۔ کہ شاید کبھی اس پایہ تخت میں ایسا نہ دیکھا گیا ہو۔ غرض اسی شان سے جامع سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ تک جنازہ آیا جناب شیخ عبداللہ آفندی خادم خانقاہِ یحیےٰ آفندی واقع بشکطاش نے نماز پڑھائی پھر آپکے مناقب بیان کئے اسوقت ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسکے بعد جنازہ سلطان محمد کے مقبرہ میں لایا گیا اور پھر اس پہلوان اس بے نظیر غازی کی تصویر اس قبر میں جو اس سلطان فاتح کے پہلو میں کھودی ہوئی تھی۔ چھپا دیگئی وقرحمہ اللہ رحمتہ واسعہ

رستم ۔ ہا زمین پر لئے بہرام رہگیا ۔ مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا۔

اس فاتح سلطان کے پہلو میں جو آپ کو رکھا گیا کچھ یونہی نہیں رکھا گیا۔ اسکے لئے آپکی وصیت تھی۔ اس سے آپ کا مطلب یہ ثابت کرنا تھا۔ کہ اس فاتح اعظم کی آرزوؤں اور میری آرزوؤں میں ایسا کچھ بہت سا فرق نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بہادر اس قربت اور اس عزت کا مستحق تھا۔

جنازہ کے کل مصارف خزینہ خاصہ سے ادا ہوئے۔ اور ان مصارف سے کہیں بڑھکر مبلغ خیرات میں صرف ہوا۔ اب چندروز میں آپ کی قبر پر ایک نہایت باشان گنبد تعمیر کیا جائیگا۔ چنانچہ اس کے لئے اعلیحضرت امیر المومنین کا حکم صادر ہو چکا ہے۔

اب جب تشییع جنازہ کی کیفیت تحریر ہو چکی ہے۔ تو ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ اس بہادر کی تھوڑی بہت سوانحعمری بھی یہاں پر درج کریں۔ تاکہ ناظرین کو اس شیر میدان وغا کے مجملاً پورے حالات معلوم ہو رہیں۔ سو وہ یوں ہے۔

غازی عثمان پاشا ۱۲۴۸ھ میں شہر توقات واقع قلمرو سیواس میں پیدا ہوئے آپکے ماموں قسطنطنیہ میں ایک اعدادی (ابتدائی) مدرسہ کے مدرس تھے۔ ہوش سنبھالنے پر انہوں نے آپکو اپنے مدرسہ میں داخل کر لیا۔ پھر ۱۲۶۵ھ میں آپ اس مدرسہ سے جہانکی سارے کلاسوں میں آپکو

قشفی بخش کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ مدرسہ حربیہ کو منتقل ہوئے پھر یہاں سے بھی بخیر کامیاب ہو کر نکلے۔ ایک چھوٹا سا عہدہ آپ کو دیا گیا۔ اسوقت کریمیا کے اطراف میں جنگوں کے شعلے شعلہ زن تھے۔

افسران سٹاف جنگ کے زمرہ میں آپ کی بھرتی ہوئی۔ اور آپ ان جنگوں میں شریک ہوئے۔ کریمیا کے میدانوں میں بہت کچھ خدمات ادا کیں۔ جس سے آپ کی وقعت آپکے اعلےٰ عہدہ داروں کی آنکھوں میں بچی پھر لفٹننی کے رتبہ پر آپ کی ترقی ہوئی۔ اس کے بعد آپ دارالسعادت آئے۔ اور کمانڈر انچیف افواج عثمانیہ کے حلقہ ارکان حرب میں سرافراز ہوئے۔ یہاں آپ کے رتبہ میں ترقی ہوئی ۱۲۷۴ھ ہجری میں گورنمنٹ کی ولایات اناضول کا نقشہ مرتب کرنے پر متوجہ ہوئی۔ جو لوگ اس خدمت پر روانہ کئے گئے ان میں آپ کی بھی بھرتی ہوئی۔ ۱۲۷۶ ہجری میں آپ ولاریسیا کے رئیس ارکان حرب مقرر ہوئے۔ ۱۲۷۸ ہجری تک اس خدمت کو بخوبی انجام دیا۔ ان دنوں میں جبل لبنان والے دولت علیہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ یوسف کرامیہ انکا سرگروہ تھا۔ اس کے گرفتار کرنے کے لئے دولت نے آپ کو لبنان روانہ کیا۔

مشکل یہ آپڑی کہ ادہر کریٹ میں بھی بغاوت پھوٹ پڑی۔ اسکے لئے دولت علیہ کی نظروں میں جو افسر جچا۔ وہ آپ ہی تھے۔ آپ کریٹ گئے۔ اور اپنی بسالت کے جوہر دکھلائے۔ بڑا نام کلیسائی ارتاوی کے ہنگامہ میں ہوا۔ باغی اس کلیسا میں آن پکڑے ہوئے تھے۔ اور فوج اطراف سے گھیری ہوئے تھی۔ محاصرہ فوج کیساتھ محصور باغیوں نے جو شرارتیں کیں وہ حد سے بڑھی ہوئی تھیں۔ چندروز تک اسی وطیرہ پر رہے جب قافیہ تنگ ہوگیا۔ تو بھاگنے کی ٹھانی۔ مگر مرکوز خاطر یہ تھا۔ کہ فوج تعاقب کرنے سے باز رہے اس لئے انہوں نے پہلے چرچ کی دیوار کو ڈینامیٹ سے اڑایا اور سمجھے۔ کہ ان پتھر کے گولوں سے ڈر کر اہل فوج دور بھاگ جائیں گے اور پیچھا کرنے سے باز رہینگے۔ مگر یہاں وہ بات نہیں جیسے ترشی اور تاوے کا معاملہ تھا۔ بہادر غازی نے پیچھے ہٹنا تو ایکطرف پل پڑ کر آگ پھاند باغیوں کا تعاقب کیا۔ جسے دیکھکر سردار عمر پاشا عش عش کر کے لگا چنانچہ اسنے ایکو کرنل کے رتبہ تک ترقی دی۔ اور ۱۲۸۳ ہجری میں ولایت یمن میں بغاوتیں پھوٹ پڑیں۔ سرکشوں کی تادیب کیلئے آپ ہی بھیجے گئے۔ ذہن خداداد سے یہاں بھی وہ کار نمایاں کئے کہ وصل حل۔ ان کارنمایوں کے صلہ میں جنرل کا رتبہ مرحمت ہوا۔ علاقجات یمن میں آپ کا مزاج ناساز ہوگیا۔ اس لئے ۱۲۸۶ھ میں آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ اور پھر کامل ایک سال کے بعد قلمرو بینی بازار کی بریگیڈ کی سپہ سالاری عطا ہوئی اس لشکر کا حال بہت ابتر تھا۔ آپنے اپنے حسن انتظام واہتمام سے اس ابتری کو دور کیا۔ اسپر دولت کی جانب سے خوشنودی کا اظہار یوں کیا گیا کہ آپکو فریق کے رتبہ پر ترقی دیگئی۔ پھر دارالسعادت کے کمانڈر بنائے گئے۔ چندروز کے بعد اشقودرا کو آپ تبدیل ہوئے۔ اور یہاں سے بوسینیا کو بدل دیئے گئے۔ تھوڑے روز کے بعد اردوی رابع کو بھیجے گئے۔ اور یہاں کی مارشل کمیٹی کے صدر اعلےٰ بنا دیئے گئے۔ اسوقت سرویا سے مٹھ بھیڑ تھی۔ افواج عثمانی نیش میں مجتمع تھیں۔ اب آپکو حکم ہوا۔ نیش جاؤ اور یہاں کے

مجتمع گیا بیڑنوں میں سے فلاں گیاریزن کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لو چنانچہ آپ ویدین آئے یہاں بھی ملک کر رہنا نہ ہوا ضرورت جنگی سے ویدن کو جانا پڑا۔ یہاں آتے ہی آپنے افواج کا بندوبست شروع کر دیا کیونکہ آپ کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ جنگ ہو گی پر ہو گی۔ چنانچہ آخر میں آپ کا یہ خیال ٹھیک نکلا یہاں تو سب کچھ انتظام ہو چکا تھا۔ دیر کس بات کی تھی ادہر اعلان جنگ ہوا۔ ادہر آپ بہادران عثمانی یلان کیساتھ برق خاطف کی مانند علاقجات سرویا میں گھس پڑے۔ بات کی بات میں دشمن کو دبوچ لیا۔ فتح دست بستہ ہمرکاب ہوئی۔ دنیا دہک سی رہ گئی۔ اللہ رے پھرتی۔ ادہر اعلان جنگ ہوا ادہر دشمن کو چین بلوا دیا۔ اس کا صلہ یہ عنایت ہوا کہ ایکورنبہ مشیر (گرانڈ جنرل سمجھو) تک ترقی دی گئی اور دوسرے درجہ کا مجیدی تمغہ زیب گلو کیا گیا۔

دولت علیہ اور سرویا میں صلح ہو گئی۔ اور آپ اپنی ان تھک کوشش سے افواج کے درست کرنے میں برابر متوجہ رہے۔ چند روز نگذرے تھے۔ کہ دولت علیہ اور روس میں اعلان جنگ ہو گیا اعلان ہوتے ہی۔ سلسلہ جبال بلقان کے ہر گوشہ میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ علاقہ جات ویدین میں آپ کا تیقن ہوا۔ اس مقام میں رہکر آپ کو معلوم ہوا۔ کہ دشمن کا ارادہ زشتوی پھاندکر خاص بلاد عثمانیہ پر حملہ کرنیکا ہے۔ آپنے سوچا اس صورت میں میرا ویدین میں رہنا بیکار ہے۔

آپ نے جنگی کونسل کو دشمن کے اس خیال کی اطلاع کی اور سمجھایا۔ کہ اس کی روک کیلئے کوئی اہم جنگی مرکز قرار دیا جانا چاہیئے چنانچہ اس کے بعد آپ ایک نہایت ہی عجیب و غریب طریقہ سے شاید ساری تاریخوں میں جس کی کوئی نظیر نہیں مل سکیگی اپنی افواج کے ہمراہ ویڈن سے پلونا آ گئے۔ قابل حیرت یہ امر ہے آپ کے لشکروں کے ہمراہ ایک گھوڑا تو کیا کوئی باربردار جانور بھی نہ تھا۔ اس پر بھی آپ اپنی اعلیٰ فوجی لیاقت سے ساری ضروریات جنگ پلیونا میں ساتھ لے آئے۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ میں شجاعت و پامردی کس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

آپ کی شجاعت کے جوہر مدافعت پلونا میں کھلے اللہ اکبر آپکے پاس صرف پچاس ہزار سپاہی اور ایکسو توپیں تھیں۔ اور رومانین اور رشین ملاکر دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی۔ اور آٹھ سو توپیں گولہ باری کے لئے منہ کھولے ہوئے موجود تھیں۔ بہادری اسی کا نام ہے۔ کہ اس چھوٹی سی فوج سے آپ اس مقام پر جو گڑہوں اور پناہ گاہوں سے خالی ہونے کے علاوہ چو طرف سے بالکل کھلا ہوا تھا۔ برابر چار مہینوں تک اس بڑی ساری قوت کا مقابلہ کرتے رہے

یہاں ہم مولانا سید امجد علی اشہری کے ملفوظات سے کچھ اقتباس پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ مولانائے ممدوح جہاں جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا کی شہادت کا حال بیان کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو پولیٹکل حیثیت سے اس شہادت سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہاں بطور نظیر کے تحریر فرماتے ہیں۔

ترکی فوج میں آخر درجہ کی تکلیف و مصیبت پر واقعہ کربلا کا یاد دلا دینا ترکوں کے دلوں میں ایک سخت۔

بہادری کا جوش اور آفتناک خروش پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد نشان محمدی کا نمبر ہے چنانچہ غازی عثمان پاشا فاتح پلیونا جب دیکھا کہ پینتیس ہزار فوج ٹرکی تین روز کی بھوک سے کمزور ہوگئی ہے اور صرف چار سیر بسکٹ باقی ہیں جس کا ایک ایک ٹکڑا بھی تقسیم نہیں ہوسکتا۔ اور ان وجوہ سے تمام فوج نے روزہ رکھ لیا ہے۔ تو اس بطل جانباز نے سبکو حکم دیا۔ کہ صبحکو عثمان پاشا کربلا کا سرخ کفن[1] پہنکر سوار ہوگا۔ قاعدے کے موافق اُس کفن کا صندوق حاضر کیا جائے جو ہر ٹرکی فوج کیساتھ رہتا ہے اس خبر کے شائع ہوتے ہی تمام ٹرکی فوج میں ایک ہلچل جوش پیدا ہوگیا تین بجے شب کو شہادت کا بگل دیا گیا۔ اُسوقت تمام فاقہ کش ترک جینے سے سیر اور مرنے پر ایسے آمادہ تھے۔ کہ انگریزی نامہ نگار حیرت کرتا ہے۔ کہ چند لفظوں کی ایک بات نے ترکوں کی فوج میں کس قیامت کا اثر پیدا کر دیا۔ چارہ کے ایک بلند چبوترے پر عثمان پاشا نے وہ سرخ لباس پہنا۔ اور تمام فوج نے نماز پڑھکر خود کو چار سو ضرب توپ اور دو لاکھ فوج کے مقابل نمایاں کیا۔ اور پانچ بجے صبح سے پانچ بجے شام تک تیرہ مورچوں میں سے گیارہ مورچے فتح کر لئے مگر کیا کیا جائے۔ کہ بہادر عثمان پاشا کو زخم آئے آخر گھوڑے سے گرا دیا ورنہ دو مورچے ٹوٹنے کی کسر باقی رہگئی تھی۔ تاہم شہنشاہِ روس نے کہدیا کہ اگر مجھکو ایسی شکست ہوتی تو اس فتح سے زیادہ اس شکست پر ناز کرتا۔

ایک وقت ایک دوست سے آپنے بیان کیا۔ کہ کیا کروں قبل از جنگ مجھے پلونا کے استحکامات کے نواقص معلوم نہ تھے۔ ورنہ میں بڑھکر مدت تک روسیونکو حیران رکھتا۔ بلکہ آخر میں نتیجہ بھی حسب مراد ہوتا۔ ۔۔۔ المو سوعات لکھتا ہے۔ کہ جسدم ان شکستوں کی خبر جو آپنے ۲۰ - اور ۳۰ جولائی کو روسیوں کو دی تھی جن سے پلونا کے وادی روسیونکی لاشوں سے پٹ گئی تھی۔ اعلیحضرت سلطان کے مسامع عالی میں پہنچی۔ تو آپنے فوراً یہ فرمان غازی صاحب کو روانہ کیا۔

میرے مشیر میرے صداقت کے افسانہ خوان عثمان پاشا۔ تونے ترکی شان اور ہمارے عساکر کی شہرت وعزت کو اپنے اس جدید جہاد سے جو تیرے سابقہ بہادرانہ اور دلیرانہ خدمات کو علاوہ ایک اور درجہ ترقی دینے والا ہے بلند کر دیا۔ خداوند تعالی اور مفخر انبیا (صلی اللہ علیہ وسلم) دارین میں تیرے حمد و مددگار رہیں تو سرداران لشکر اعلی عہدہ داران افواج اور میرے سپاہیونکو ایک ایک کر کے میرا سلام پہنچا۔ یہ سچ ہے کہ یہ بہادر میرے عین افتخار کا اوجالا ہیں۔ اور میں انہیں اپنی اولاد سے مقدم سمجھتا ہوں۔ کیوں نہ سمجھوں کہ وہ اپنے بہادرانہ حملوں سے اپنے سلطان کو بے ساختہ مسرور اور اپنا ممنون کر رہے ہیں خدا سے دعا ہے کہ وہ انہیں کامیابی اور سعادت ابدیہ سے سرفراز کرے۔ اور توفیق دے۔ کہ اسطرح کے حملوں سے نشانِ عثمانی کی محافظت کریں۔ اور ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے اپنے حسن خدمات کے مکافات عالیہ کے قابل ٹھیریں تمہاری حسن خدمت کی صلہ میں تمہیں نشانِ عثمانی مرحمت کرنیکا حکم صادر کرتا ہوں۔ اور نیز تمہاری التجا کیمطابق ساتھ ہی یہ امر بھی نافذ فرماتا ہوں کہ سپہ سالاران افواج اور افسران لشکر کے رتبوں میں ترقی دیجائے اور انپر مابدولت

[1] یہ محض شاعرانہ بلند پروازی ہے۔ ناظرین محاربات پلیونا کو تو اس امر کے بتانے کی کچھ بھی احتیاج نہیں مولف

کے مراحم کا اظہار ہو۔ آج سے تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔ کہ جو سپہ سالار اور افسر کوئی خارق عادت بہادری اور کارروائی دکھلاوے۔ تو تم انہیں فوراً صلہ و مکافات کا مژدہ دیدو اور پھر دار السعادت کو اسکی رپورٹ کرو۔ ما بدولت اقبال یہ تجویز فرما چکے ہیں۔ کہ تمہاری جانب اپنا ایک مخصوص آدمی روانہ کریں تاکہ وہ تم سب کو ہماری جانب سے شکریہ ادا کرے اور یہ جتلائے۔ کہ ہم تم سب کے کس طرح ممنون ہیں۔

غرض غازی صاحب نے دیکھا۔ کہ دشمنوں کی افواج بیحد ہے۔ مدافعت کرنا امکان سے باہر ہے اسپر آذوقہ کی نایابی سے افواج میں امراض پھیلتے جاتے ہیں۔ تو آپ اپنی فوجوں کو اکٹھا کر کے ایک غضبناک شیر کا حملہ کرنے اور تلوار سے دشمنوں کی صفوں کو چیرنے پر متوجہ ہوئے۔ مگر تقدیر خلاف تدبیر تھی۔ کہ دشمن کے انبوہ کثیر نے ارادہ کو وجود پذیر کرنے نہ دیا۔ یہ نہ سمجھنا۔ کہ آپنے اپنے کو دشمنوں کے تفویض کر دیا۔ استغفر اللہ آپکے ارادہ کے خلاف آپ کی قید ہوئی۔ مگر قید بھی کیسی فتح سے بڑھکر۔

جن دنوں میں آپ قید تھے۔ تب گرانڈ ڈیوک نکولاس سپہ سالار افواج روس نے آپ کی حد سے بڑھی ہوئی بہادری کے باعث آپ سے قیدیوں کا برتاؤ نہیں کیا۔ بلکہ آپ کی تلوار آپکو دیدی اور کہا کہ یہ بڑی ہی عجیب کی بات ہے۔ کہ عثمان پاشا جیسے سے قیدیوں کا برتاؤ کیا جائے۔ میں تو اپنے کو بڑا خوش نصیب سمجھتا ہوں اس خیال سے کہ جس سے مجھے سابقہ پڑا۔ وہ روئے زمین کے بہادروں سے بہادر ہے۔

یہاں پر ۔۔۔ الموسوعات ۔۔۔ لکھتا ہے۔ کہ قیصر الگزانڈر دی سکنڈ پلونا میں داخل ہوا اور عثمان پاشا کو بلوا بھیجا جب آپ قیصر کے حضور میں گئے تو قیصر خود آپ کی تعظیم کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور سلام کیا۔ اور کہا پاشا مجھے تمہاری اس بہادری پر بڑا تعجب معلوم ہوتا ہے۔ اور خاصکر کے تمہاری اس دلیری پر جو تمنے اپنے آپ اس کی توپوں کے مورچوں میں سے ہو کر نکلنے کیلئے ظاہر کی ہے۔ پھر کہا میں تمہاری تعظیم اور تمہاری عظیم الشان شجاعت کے بلحاظ تمہاری تلوار تمہیں مرحمت کرتا ہوں۔ اور یہ اجازت دیتا ہوں۔ کہ تم اس کو میرے ممالک میں لگائے پھرو۔ قیصر کے جانے پر میجر اشین نے آپکی تلوار آپکے حوالہ کی آپ اپنے مقام کو واپس ہوئے

اختتام جنگ پر صاحب الدولہ رؤف پاشا موجودہ سپہ سالار اردوی اول ۔۔۔ پیٹرسبرگ ۔۔۔ پائے تخت روس کو قیدیوں کے واپس لانے کیلئے گئے۔ قیدیوں کے ہمراہ غازی صاحب بھی رونق افروز دار السعادت ہوئے جسپر وزیر قیدی آنیوالے تھے۔ اس روز استقبال کے لئے مکان دار الخلافہ کا وہ ہجوم تھا۔ کہ دیدہ نہ شنیدہ جن جن راستوں سے ہو کر غازی صاحب کی سواری جانیوالی تھی۔ ان کا یہ حال تھا۔ کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ بلکہ بعض لوگ تو دورہ با سفر سے چلا و ہکے تھے کہ پہلے ہی اس مجاہد اس غازی کا دیدار دیکھ لیں۔ غرض اسوقت قسطنطنیہ نے اس بہادر کا وہ استقبال کیا جو اس کے لائق تھا۔ اور جس کا تذکرہ ابھی لوگ کرتے سنتے ہیں۔

اہل شہر سے بڑھکر امیر المومنین نے آپکا خیر مقدم کیا پہلے ہی فرمان جاری کر دیا گیا کہ عثمان پاشا کی ضیافت کا سامان قصر عامرہ سلطانی میں مہیا ہو۔ پوچھنا کیا۔ وہ دستر خوان کچھ تھا کہ سبحان اللہ۔ تمام وکلا اور وزرا اور امرا کابرین دولت اس ضیافت میں شریک تھے۔ اثنائے ضیافت میں اعلیٰ حضرت خود بنفس

نفیس اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور غازی صاحب کی بہت کچھ مدح و ستائش کی۔ اس کے بعد مرصع تمغۂ عثمانی اپنے دست خاص سے آپ کے سینہ پر آویزاں فرمایا۔ اور اپنے دادا سلطان محمود خاں کی تلوار جس پر لقب غازی کندہ تھا ہدیہ کی۔

اب آپ المابین سلطانی میں مشیر کے رتبہ پر سرافراز ہوئے پھر ۱۲۹۴ھ ہجری میں آپکو کمانڈر انچیف بنا۔ ۱۳۰۰ ہجری تک آپ اس خدمت پر بحال رہے۔ پھر وہی اگلی خدمت مشیری پر واپس ہوئے اس کے بعد ۱۳۰۳ ہجری میں پھر آپ کمانڈر انچیف بنائے گئے۔ اور اس کے بعد وہی "مشیری" پر واپس ہوئے۔ اور تادم واپسیں اسی پر رہے۔

آپ دولت علیہ اور دول اجنبیہ کے مختلف تمغے اور مڈلیں حاصل کئے ہوئے تھے۔ ترکی نشانوں میں نشان افتخار مرصع۔ نشان امتیاز مرصع۔ نشان عثمانی مرصع۔ نشان مجیدی مرصع۔ اور مڈلوں میں مڈل امتیاز مرصع۔ مڈل "لیاقت" ذہبی۔ مڈل کریٹ ذہبی۔ مڈل امتیاز مرصع بنا کردہ سلطان عبدالمجید آپکے نزدیک تھے جس طرح یہ سارے تمغہ جات آپکے نزدیک تھے۔ اسی طرح سارے دول معظم کے بڑے بڑے نشانات اور تمغہ جات بھی آپکے پاس موجود تھے۔

آپ چار فرزند چھوڑ گئے ہیں۔ صاحب العطوفۃ نور الدین پاشا جن کی عمر اب تیس سال کی ہے۔ جو اعلیٰ حضرت امیر المومنین کی صاحبزادی "زکیہ سلطانہ" کے شوہر ہیں آپکے بڑے فرزند ہیں۔ جناب کمال الدین پاشا منجھلے فرزند ہیں۔ اب انکو اٹھائیسواں سال ہے۔ یہ سلطانہ نعیمہ سلطانہ کے شوہر ہیں جناب جمال بک تیسرے فرزند ہیں۔ اب انکا سن بائیس سال کا ہے جرمنی کے مدرسۂ جنگی میں فنون جنگ سیکھ رہے ہیں۔ افواج عثمانی میں "بن باشی" (میجر) کی خدمت اور افواج جرمنی میں ملازم (لفٹنٹ) کا درجہ رکھتے ہیں حسیب بک چھوٹے فرزند ہیں جنہیں بارگاہ سلطانی میں حاجب (عرض بیگی سمجھو) کا عہدہ مرحمت ہے۔ فرحم اللہ

کوذن گونٹ۔ مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۰۰ء:۔ غازی عثمان پاشا بمقام توکت ایشیائے کوچک میں ۱۲۳۱ھ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ انکا پورا نام عثمان نوری پاشا تھا۔ انکے بڑے بھائی حسن آفندی نے جو مدرس تھے۔ اسلامبول کے مدرسہ میں داخل کرد یا۔ انہوں نے مکتب حربیہ میں عمدہ طور پر تعلیم پائی اور ۱۸۵۰ء میں کل مشکل امتحانات میں کامیابی حاصل کر کے افواج قاہرہ عثمانیہ میں لفٹنٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ سب سے پہلے غازی عثمان پاشا کو اپنے فنون جنگ کی آزمائش کا موقع جنگ کریمیا میں ملا۔ اگر اس خونریز جنگ میں اعلیٰ عہدے پر ہوتے۔ تو جنگ پلونا سے کم ناموری نہ حاصل کرتے۔ مگر چونکہ لفٹنٹ تھے۔ انہیں اپنی اعلیٰ خدمات جنگی دکھانے کا بہت کم موقعہ ملا تھا پھر بھی بحیثیت ایک لفٹنٹ ہونے کے سب سے زیادہ تعریف کے مستحق تھے۔ اس جنگ عظیم میں انہوں نے اس بات کو دنیا پر ظاہر کر دیا تھا۔ کہ آیندہ وہ اپنی خداداد قابلیت اور موروثی شجاعت سے جو خداوند تعالیٰ نے ترکوں کا خاص حصہ کی ہے۔ بہت بڑی ناموری پیدا کرنے کو ہیں۔ انکے افسر اعلیٰ نے جنگ کریمیا کے بعد قسطنطنیہ میں آکر ان کی اعلیٰ درجہ کی خدمات کا اعتراف کیا

اور آخر اس کے صلہ میں کپتانی کا عہدہ ملگیا۔ چندہی روز کے بعد یہ بہادر میجری کے عہدے پر ممتاز ہو گیا۔ پھر ۱۸۶۶ء میں جزیرہ کریٹ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجد یئے گئے۔ جس اعلیٰ تدبیر اور بے نظیر شجاعت سے اس بیشہ شجاعت کے شیر نر نے اپنی جنگی خدمات کی انجام دہی کی وہ نہ صرف زبانی تعریف کے مستحق سمجھی گئیں بلکہ گورنمنٹ ٹرکی نے انہیں بریگیڈ جنرل کے عہدہ سے سرفراز کیا اور اخیر سردار اردو ئے پنجم ترکی کے ہو گئے۔ ۱۸۷۶ء میں جب سرویا نے بغاوت کی۔ اور جنگ کی آگ مشتعل ہوئی۔ تو باغیوں کی سرکوبی کے لئے عثمان پاشا منتخب ہوئے۔ ابھی وہ جنگ ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ روسیوں سے اس بہادر کو نبرد آزمائی کا موقعہ ملا۔ اور جب روسی سپہ سالار وادی قنجہ میں ایک زبردست مقام پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسوقت چند خونریز میدان ترکی اور روسی سپاہ میں جانب بلقان دریاء ڈینوب اور پہاڑی سلسلے کے درمیان ہوئے۔ اسوقت عثمان پاشا پلونا میں جو ایک چھوٹا سا شہر نکوپولس کے جنوب مغرب کیطرف ہے۔ ایک جرار ترکی فوج کی کمان کر رہے تھے۔ وہ آندہی مینہ کیطرح سو نکوپولس کی رہائی کیلئے روانہ ہوئے تھے۔ کہ یکایک انہیں یہ خبر پہنچی۔ کہ نکوپولس نکل گیا۔ یہ سنتے ہی واپس پھرے اور اس مرحوم غازی نے پلونا پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹ جولائی کو جنرل کروڈنر نے روسی کور سے ایک دہواں دہار حملہ کیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد عثمان پاشا نے روسی سپہ سالار کی فوج کو پارہ پارہ کر کے تتر بتر کر دیا۔ روسیوں نے پھر سمٹ کر دوبارہ سہ بارہ حملہ کیا۔ لیکن اسی طرح ہر بار فاحش شکست کھا کے پسپا ہوئے۔ آخر نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ مرحوم غازی نے بڑی دیر تک روسیوں کا تعاقب کر کے انکو قریب کے مقامات سے خارج کر دیا۔ ایک ہی شب میں روسیونکے پاس چھ ہزار فوج کی اور مدد آگئی۔ مرحوم غازی کی پاس کل ۲۰ ہزار فوج تھی۔ بیسویں جولائی کو پھر کروڈنر نے تازہ حملہ کرنیکا حکم دیا۔ تمام دن جنگ کے شعلے بھڑکتے رہے اور روسیوں کا بے انتہا نقصان ہؤا۔ ۲۱ جولائی کو پھر اس جنگ کا آغاز اسی جوش و خروش سے ہوا۔ اور مرحوم غازی نے روسی جنرل کی فوج کو اس کثرت سے قتل کیا۔ کہ آخر وہ بے اوسان ہو کے بھاگا۔ اور جن مقامات پر اس نے قبضہ کیا تہا۔ وہاں ترکوں کا ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ عثمان پاشا نے اپنا لشکرگاہ پلونا کو بنایا۔ اور روسیوں نے اسکے مقابل میں ایک شہر پر اپنے فوجی خیمے نصب کئے۔ روسیوں کی مدد کو ٹڈی دل فوجیں چلی آرہی تھیں۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی ہوئی اپنے موقع کی تاک میں لگی ہوئی تہیں پانچ مہینے تک روسیوں کی کثیر تعداد فوجکو یہ حوصلہ نہ ہوا۔ کہ ان میدانی قلعوں میں جو بوریوں میں مٹی بھر بھر کے عثمان پاشا نے بنائے تھے اور جن کو خاص اسی بہادر کی ایجاد سمجھنا چاہیے) اندر گھس جائیں اور ترکوں سے دست بدست جنگ کر کے ان کی مٹھی بھر فوجکو اپنے قبضہ میں کر لیں۔ مرحوم غازی اگرچہ چاروں طرف سے گھر گیا تہا۔ لیکن اب بھی اس کے دم خم باقی تھے۔ وہی جوش وہی بیباہیانہ جرات اس کی ذات میں موجود تھی۔ اس کے سپاہی بھی ویسے ہی شجاع ویسے ہی جری ویسے ہی شائستہ اور ہر سخت سے سخت مصیبت برداشت کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ ان کی وہی بلند ہمتیں تہیں۔ اور وہ اپنی تیغ خارا شگاف سے روسیونکی تازہ دم فوجوں سے سینہ بسینہ لڑنے کو موجود تھے۔ روسیوں نے

سخت بیصبری سے عثمان پاشا کے اُن بوریونکے قلعونپر حملہ کیا۔ اور ہر بار ہزار ہالاشیں میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر بھاگے گو شہنشاہ روسیہ جنگ کے خونی منظر سے سخت پریشان تہا اور اُسے یہ ڈر ہوا تہا کہ اگر ترکی فوج شپکا عبور کر کے عثمان پاشا کی مدد کو چلی آئی۔ تو ایک روسی بہی جان بچا کے سینٹ پیٹرزبرگ نہیں جاسکے گا۔ اس کی بالکل یہ کیفیت تہی ؎

گہے پائہا بر زمین سے زدے ۔ گہے دستہا بر زمیں مے زدے

آخر اُسنے جنرل کرڈنر سے سخت مایوس ہوکر برطرف کردیا۔ اور آخر عثمان پاشا کے رسل و رسائل کا سلسلہ بھی منقطع کردیا۔ اس وقت ترکی فوج کیحالت ناگفتہ بہ تھی۔ بہوک سے پریشان مجروح سپاہیوں سے ڈیرے بھرے ہوئے اخیر اسی سخت مصیبت میں عثمان پاشانے قلعہ سے نکل آنیکی کوشش کی لیکن چونکہ فوج کی قوت سلب ہوچکی تھی۔ اسپر بھی چند گھنٹونکی خونریز جنگ کے بعد ایک گہرا زخم کھا کے ہتھیار ڈالدیئے ۱۰ دسمبر کو یہ حادثہ پیش آیا جبکہ دوپہر کو توپوں کی گرج طرفین سے بند ہوچکی تھی سہ پہر کے قریب ترکی فوج میں سے ایک سفید جھنڈا الہلہاتا ہوا معلوم ہوا۔ جو اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ پلونا ہاتھ سے نکل گیا۔ اور عثمان پاشا اطاعت قبول کرلینے کے لئے آمادہ ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد توفیق بے امن کا جھنڈا لیکر روسی فوجکی طرف بڑہے۔ اور اپنی اطاعت کا اعتراف کیا۔

جنرل اسکوبلوف اپنے بڑے عملہ کے ساتھ پلونا میں داخل ہوا۔ اور سیدھا اس چھوٹے سے مکان میں گیا۔ جہاں عثمان پاشا زخمی پڑے ہوئے تہے۔ دونوں جنرلوں کی باتوں میں زیادہ دیر نہ لگی۔ اور عثمان پاشانے بلاشرط اطاعت قبول کرلی مرحوم غازی نے اپنے اس بہادر اور اس بے جگر لشکر کو جس نے پانچ مہینے تک روسیوں کی فوج کے کشتے کے پشتے لگادئے تہے۔ غنیم کے سپرد کردیا۔ اور پہر خود شہنشاہ روسیہ نے جس عزت اور وقعت سے مرحوم غازی کا استقبال کیا۔ اُسے شاعر نے نظم میں موزوں کیا تہا۔ جو ذیل میں درج کردیں۔ امید ہے۔ کہ ناظرین کو اس سے ایک خاص دلچسپی حاصل ہوگی۔

اشعار

چو فغفور چین سر ز خاور کشید
ستر دند از پی لوح فیروزہ زنگ
دو دریائے آتش بجوش آمدہ
چو سیارۂ ثابت افزون ز کم
دہل زن بروئے دہل زد دوال
کز خون ترکان در آمد بجوش
ز ہر سو جرس نالہا مے کشید
کہ باشد کلید در فتح تیغ ...
خورشید عدو ... خورشید برق

بعالم گرفتن علم بر کشید
دو لشکر بہم دیگر آیختند
دو ابر سیہ در خروش آمدہ
خروشید از ہر طرف طبل کوس
کہ بدخواہ سلطاں خورد گوشمال
در آمد بہر زرہ در آئی در آ۔
کہ در سینہ دلہا ازاں مے طپید
بمیداں دو یدند از چار سو
یلاں چوں نہنگاں بخوں گشتہ غرق

کز آں رنگہا ماند و نے بیک رنگ
چو سیلاب سخت از دو سو ریختند
چہ روسے چہ روسی دو لشکر بہم
کہ بیدار بخت شہنشاہ روس
برون آمد از نائے ترکی خروش
کہ اے مرد میداں بمیداں در آ
نقیباں بہر سو خروشاں چو میغ
نکردہ نہاری ز لے شیشہ رو
صف ژندہ پیلاں ستوہ آمدہ

بہ پرواز چوں کاہ کوہ آمدہ
رواں پیش پیش اژدہا پیکرے
چو روبہ کہ باشد بدنبال شیر
رفل کردہ خالی و پردم بدم
بہر داد صد جہرہ مے باختند
فلک بانگ میزد کہ ہاں پیشتر
بگیرند تا دامن رومیاں
بہ یکبارگی میگزیں در گرفت
گرفتہ مزن کاں ز تقدیر بود
شہنشہ بکوہے چو رخشندہ ہو
فراز رصد ہمچو اہل نجوم
گہے دست ہا بر سریں میزدے
شہ اینجا کلہ بر ہوا مے فگند
براسپے شاہ را بر گرفت
کہ مہ زود آید بروں از وبال
محیطے و چوں کوہ آتش بجوش
کہ دیوار سست است سیلاب سخت
دوگانہ ادا کرد و بگریست زار
کلید در فتح جستے بخاک
نیایش کناں با رخ تابناک
کہ برخاست از جائے و تکبیر گفت
سزا لش پذیرفتہ او ہرچہ گفت
گہے در ازل بود گہ در ابد
سمندش کہ میگشت در کوہ و دشت
درخشاں درخشے حمائل ببر
برآمد دگر بر حصون سوم
کزاں روس را تیرہ شد روزگار
درخشندہ رخشے چو آذرگشسپ
بیا ایست آرے چنیں شہسوار

ز ہر سوئے رومی سپہ زور کرد
چو انبوہ کرشدم ز پس لشکرے
عناں بر عناں و کفل بر کفل
چو اہل کرم کبر گرد رم
قضا گر کسے راز پاے نشاند
سپہ پیشتر مے شد و بیشتر
زبس گولہ در قلب گاہ افتاد
زمیں تا بچرخ بریں در گرفت
دل از دست دادند تیر افگناں
بکف دوربینی و دیدی و دور
چو دید اینکہ رومی سپہ گشت پشت
گہے پائے ہا بر زمیں میزدے
بنازم کہ ناخوردہ مے مست شد
کہ رومی بہ بیں ہمچو مہ در گرفت
سپہدار عثماں جنگ آزمائے
نہنگے بکف اژدہائے بدوش
یکے جامہ سرخ در بر کشید
سپہ ہم شد از گریہ اش اشکبار
سپہ مقتدی گشت او مقتدا
چو شمشیر برداشت سر را ز خاک
ز جا جست و استادہ شد بر رکیب
نہ گوہر کہ گوش جہانے بسفت
گہے در یسار و گہے در یمین
زبس تیز رفت از جہاں در گذشت
زبس بود ایں ہم بر فتار جست
کہ طاؤس دم بود و پولاد سم
بسم تیک آہنگراں میزدے
کہ میر آخورا دسزد بیوہ اسپ
سپہبد چو بر پشتش آرام یافت

جہاں را پر از فتنہ و شور کرد
پس توپ مے رفت ہر یک دلیر
سناں بر سناں و رفل بر رفل
بدیں رسم و راہ پیش مے تاختند
قدر دیگرے ما بجالیش ساند
رسیدند بر دامن رومیاں
ہراسے بترکی سپاہ او فتاد
بایں در گرفتن کہ دلگیر بود
کہ کردند پہلو تہی چوں کماں
نظر کرد در طالع روس و روم
برو لشکر روسیاں یافت دست
سپہ آں طرف گولہا مے فگند
نگو مست شد بلکہ از دست شد
ولے غافل از بخت فرخندہ فال
خردمند دانا دل تیز رائے
نترسید از پشت گرمئے بخت
چو خورشید سر از شفق بر کشید
رخ از عجز مالید بر خاک پاک
سپہ بدعا کرد و اجابت خدا
ندانم بگوشش چہ شمشیر گفت
بر غبے کہ بالائے منبر خطیب
بجوشید و ماہی بتہ لگا در بزد
گہے بر سپہر و گہے بر زمین
دگر بارہ بر شد بر رخش دگر
رواں شد پس را ہوار نخست
بدم اخترے بود انبالہ دار
کہ بر آہنیں پیکراں میزدے
ز بہر چنیں توسن شاہوار
فلک را بفرمان خود رام یافت

حملۂ قلب لشکر شکست

بلاں فجلے آمد سو فوج روس
زمیں گھٹ بالا فلک گفت زیر
گہے بر پیاں بانگ برزد کہ بس
عیار ہنر آشکارا نمود
بیکسو براہیم آذر شکست
سوارے ز روسی سپہ شد پدید
بنافش سپر و برآمد ز پشت
چو بر نیزہ مرد گراں ساق بود
چو موراں بمارے درآویختند
خدنگ و سناں خوردہ بر یکدگر
کہ نصر من اللہ و فتح قریب
یکیں ز دبر السیر بر ایمن لیسار
دود دیا یکے شد چہ شیریں چہ شور
ولے اختر روسیاں گفت پست
کہ بشکست فرزیں بے پیل بند
ہر آنکس کہ مے تاختے روز سیغ۔
ولیکن سلامت نبردند جان۔
بہر سو ز آسیب آں بادِ سخت۔
مگر سکہ چوں زر باہن زدند
زبس کشتہ شد پشتہ از خوف و زشت
چو مزدور کاہل اجل شرمسار
درآمد ز پا سروِ موزون شان
کہ شد در جہاں نام عثماں بلند۔

کہ داماد در حجلہ گاہِ عروس
گہے بر صفِ راست دیدی کہ خیر
گہے بر صف پیش راندی کہ پس
گہے بر صف زندہ پیلاں دلیر
بیک سوئے غالب لے از راہِ دور
چو مغلوب نزدیک غالب رسید
چناں بر ہوا ایش ربود از سمند
مگو نیزۂ کامل تحمل و قواق بود
زدے بر یکے خویش را بر سناں
بدو گفتے کہ اہل ہوس نیشکر
زہر سوئے ترکاں بجوخوارگی
پیادہ بیاورد ہ گرد از سوار
بہر لمحہ طوفانے انگیختند
کہ حل رفت از دست و از کار دست
سوارے کہ جست راہِ نجات
تفنگ میزدی تعت بر دوش کہ حیف
کس از دست آں تیز دستاں نرست
سر از تن فتادی جو سیب از درخت
یکے نالہ سر کرد دیگر تفنگ
نہ جا در سقر ماند و نے در بہشت
ز سرگشتگی ہائے بخت زبوں
علم گشتہ فوارۂ خون شاں۔
بسا کس شد از شربت مرگ سیر

قضا شد کمان و قدر گشت تیر
گہے جانب چپ دویدی کہ سیر
گہ آمد بقلب و دلاسا نمود
شدے حملہ آور چو بر گلہ شیر
بخندق شدہ سنگ راہِ عبور
یکے نیزہ میداشت غالب بمشت
کہ افغاں ز روسی سپہ شد بلند
دلیراں کہ بر توپ مے ریختند
چو بر شعلہ شمع پروانگاں
بترکی سپہ بانگ برزد نقیب
شدہ حملہ آور بیکبارگی
دو لشکر درآمیخت چوں نار و نور
بہر لمحہ برقے ہمے ریختند
نشد ہیچ منصوبۂ سودمند
اجل اسپ میراند بر وے کہ مات
دل از دست دادند توپ افگناں
بجز تیر کاں جست و جاں نا نجست
زبس گرز بر ترک جوشن زدند
گر ایں مشت بر سینہ زد آں خدنگ
ازاں تیز دستانِ ہنگام کار
شدہ رایت روسیاں سرنگوں
لوائے ظفر کردہ ترکاں بلند
بسا کس کہ آں زندہ آمد اسیر

بے خانہ کاں روز برباد شد بجز اینکہ زندانے آباد شد

نیر آصفی مدراس مؤرخہ ۳ مئی ۱۹۰۹ء۔ حادثہ قیامت خیز سے آگاہ بنودم کہ غم ہجر جیاں دست کہ ایں کوہِ گراں بہ جگرم بخبر افتاد۔ سب سے پہلے اودھ اخبار پیسہ معزز اسلامی اخبار وکیل میں ایک ایسی ہوش ربا خبر اسلامی دنیا علی الخصوص دولت عثمانیہ کے متعلق نظر آئی۔ جو بالکل غیر متوقع ہونے کی وجہ سے کسی طرح سے بھی دل کے اندر نہ اترتی تھی۔ اور بار بار یہی خیال آ آ کر کسیقدر تسکین دیجاتا تھا۔ کہ ہو نہ ہو یہ خبر غلط اور بالکل غلط ہے کسی شوریدہ سر نے یونہی اڑادی ہے۔ مگر دل کی بیقراری کہدیتی تھی۔ کہ نہیں

قیامت آگئی اور اسلامی دنیا میں صف ماتم بچھ گئی۔ امید و بیم کی حالت روز حشر کو یاد دلا رہی تھی۔ کہ ہمارا مشہور و معروف اخبار نیر آصفی بھی مطلع سے طلوع ہو کر سوا نیزے پر آ پہنچا۔ اور تو خیر لیکن اس کی سیدھی کرنوں نے جو آخری جرم کے انتہائی خط محیط سے نکلکر ناظرین کے سروں پر پڑ رہی تھیں۔ فی الحقیقت صحیح اور سالم دماغوں کو پکا دیا اور رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے۔ کیونکہ اس کا تعلق مدراس سے ہے اور اور یہ ظاہر ہے۔ کہ شہر مدراس کبھی ایسے اہم سوز واقعہ کو بدون پوری پوری تحقیق اور اطمینان کے تسلیم نہیں کر سکتا جو دولت علیہ عثمانیہ کیساتھ وابستہ ہو۔ کیونکہ مدراس میں دولت عثمانیہ کا سفارتی دائرہ وسیع ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی جزدی خبروں کی تصدیق بھی وہاں آسانی سے ممکن ہے۔ اگرچہ میرا دل شدت غم و الم سے اس جلیل ترین القدس مآب غازی مرد کا نام نامی زبان تک نہیں لانے دیتا۔ لیکن تمام اخباری دنیا نے پہلے سے سمجھ لیا ہوگا۔ کہ یہ کس کا نوحہ اور مرثیہ ہے۔ معزز ناظرین ؎

سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری　بہ سر کنم نالہ اگر تاب شنیدن داری۔

تب لیجئے مجھ ستم رسیدہ اور زخم خوردہ کی بھی بدبخت زبان سے اس مبارک نام کو سن لیجئے۔ ع۔ تلو۔ دولت لو شیر افگن جلالت لو۔ غازی سرتبت شہید منزلت حضرت اقدس خلد آشیاں ہزا کسلنسی عثمان پاشا (اُف!! اُف!! آہ!!!) نور اللہ مرقدہٗ یہ شیر پلونا صیاد اجل کے دام میں پھنس گیا! نہیں نہیں اسد اللہ الجلیل قید زندگی دنیاوی سے آزاد ہو کر اپنے اصلی ماویٰ و مسکن او بیشہ جنت رضوان میں جا پہنچا ؎

در غم اوست کہ ہر گام صف ماتم زدہ است	غوطہ در چشمۂ خون دیدۂ پر نم زدہ است
در غم اوست کہ دست دل آزدہ ما	ساز و سامان طرب درہم برہم زدہ است
در غم اوست کہ فریاد جگر سوختگاں	شعلہ در سینۂ افلاک دمادم زدہ است۔

ناظرین والا تمکین! یہ کیسا سخت حادثہ جانگاہ ہے۔ کہ اسلامی دنیا آج ایک ایسے نادر الوجود ذات ہمایوں سے خالی ہو گئی ہے جسے تمام دنیا کے نامی گرامی بہادر سپہ سالاران افواج رشک کی نظروں سے دیکھتے تھے اور جس کی بے نظیر قابلیت کو نہ صرف مورخین اسلام نے بلکہ تمام یورپ کے عیسائی مورخوں اور کمانڈروں نے بھی متفق اللفظ ہو کر تسلیم کر لیا تھا۔ اور جس کی شہامت و شجاعت حمیت و غیرت کا چاردانگ عالم میں ڈنکا بج گیا تھا۔ اور جس نے آخری محاربہ روس و روم میں اسلامی شجاعت کی ناک رکھ لی تھی اور تمام بہادران دنیا کو اپنے بے مثل اور لاجواب استقلال اور غازیانہ جدال و قتال سے حیرت میں ڈالدیا تھا۔ اور جسے نہ صرف عثمانیہ قوم بلکہ تمام جماعت اسلامیہ اول درجہ کی عزت کی نگاہوں سے دیکھتی۔ اور قابل فخر اور محبتانہ ادب کا مستحق سمجھتی تھی ؎

برفت آں گلبن خرم بباد ے	دریغے ماند و فریادے و داد ے
چہ شاید گفت دوران زماں را	نخواہد پرورید ایں سفلہ زاد ے
نیارد گردش گیتی دگر بار	چناں صاحب دلے فرخ نہاد ے
خردمندان پیشیں راست گفتند	مرا خود کاشکہ مادر نزاد ے

چنیں آتش کہ در عالم فتادے نبودے دید گانم تا ندیدے

کون ہے جو انصاف پرست کانشنس رکھتا ہو اور پھر غم و اندوہ کے بحر عظیم میں نہ غرق ہو جائے

کون ہے وہ مسلمان جو محبت اسلامی اور حمیت قومی کے دعوی کیساتھ ایسی ہمایوں ذات کے درد مفارقت سے نہ تڑپ اُٹھے۔ اگر قوم ایسے رکن رکین قوم کی بھی قدر نہ جانے۔ اور اس کے غم و اندوہ میں لباس ماتمی نہ پہنے تو پھر ہمکو اس کی قومی حیات میں شبہ ہوگا۔ نہیں نہیں۔ ہم بالیقین سمجھ لیں گے۔ کہ قومیت اسلامیہ کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی ہے۔ وہ تو صرف کہنے کو ایک زندہ قوم ہے نہیں تو مردوں سے بھی بدتر ہے

ہر آنکس دل کے سوز بدیں درد ؞ خدا ایش ہم بر آں آتش نشاناد
کس اندر زندگانی قیمت دوست ؞ نداند کس چنیں قیمت نداناد

ساری عثمانیہ سلطنت میں ہمارے شہادت منزلت غازی بعد حضرت امیر المومنین خلیفہ رسول رب العالمین کے سب سے زائد محترم اور معظم اور ملک و قوم کے پیارے اور محبوب تھے۔ اور یہ نمایاں امتیاز اور شرف اسی ذات ہمایوں کو حاصل تھا کہ آپکے دو صاحبزادے حضرت امیر المومنین کی دامادی کے شرف سے مشرف ہو کر فرزندان جلالتماب میں داخل ہیں اور حضرت امیر المومنین کی سب سے پیاری صاحبزادیوں کے شوہر ہیں۔

محبان سلطنت عثمانیہ اور خادمان حضرت امیر المومنین کو اس حادثہ قیامت خیز سے بایں وجہ اور بھی نہایت ہی سخت صدمہ پہنچا ہے کہ حضرت امیر المومنین کو بواسطہ اور بلا واسطہ غازی مرحوم سے گہرا تعلق اور سچی دلی محبت اور آپ پر مثل اپنی ذات کے بھروسہ اور اعتماد تھا اور غازی مرحوم بھی اسی طرح شیفتہ و نثار تھے۔ اور باوجود ایسی قرابت اور تعلق ہر وقتی کے آداب سلطانی اور فرق مراتب کا ہر وقت اور ہر لحظہ خیال رکھتے۔ اور اپنے آپکو ایاز کمترین بندگان امیر المومنین سے سمجھتے اور سوتے جاگتے خیر اندیشی اور خیر خواہی میں بسر کرتے تھے۔ بیشک ہمارے شہادت منزلت غازی اپنے وقت کے سیف اللہ اور خالد تھے۔ اور آپکا رعب تمام مخالفوں کے دلوں پر سکہ جما چکا تھا۔

ایسے ہولناک حادثہ کا اثر حضرت امیر المومنین کے قلب مبارک پر جسقدر گہرا پڑا ہوگا۔ ہم تو بآسانی قیاس کر سکتے ہیں آپ یقین مانیں۔ ایسی ہمایوں ذات سچے سلطانوں کے نزدیک حقیقی بیٹوں اور بھائیوں سے بھی زائد پیاری اور عزیز ہوتی ہے۔ اور انہیں بہت ہی قوت اور اطمینان رہتا ہے۔ پھر ایسے شہنشاہ اعظم کے قلب حزین پر جو ملکی اور قومی درد محبت سے بیتاب اور ہر لحظہ اسی غور و فکر اور اہتمام اور انتظام میں غرق ہو اور جسکے مبارک دل پر ابھی ابھی صدمات مارشل شاکر پاشا[1] اور نیر پاشا اور ہز ایکسلنسی حسن فیضی پاشا کی مفارقت سے یکے بعد دیگرے پیدرپے پہنچ چکے ہوں۔ یک بیک ایسا ناقابل برداشت عظیم الشان صدمہ پہنچ گیا۔ جس کی نسبت سچے طور سے یہ کہا جاتا ہے

غریباں را دل از بہر تو خون است دل خویشاں نمیدانم کہ چون است

[1] مارشل شاکر و نیر پاشا کے مفصل حالات معہ تصاویر کتاب ترکوں کی موجودہ ترقیات میں درج ہیں۔ جو حمیدیہ ایجنسی لاہور سے بقیمت تین روپے چار آنہ مل سکتی ہے۔ مولف

عنانِ گریہ چوں شاید گرفتن | کہ از دست شکیبائی بروں ست
شکیبائی مجو از جان مہجور | کہ بار از طاقت مسکین فزوں ست

لہٰذا اس حادثہ نے چونکہ یہ کاتش غم بدل قبۂ عالم زدہ است کا مضمون پورا کر دیا ہے۔ اسوجہ سے تمام مسلمانان عالم کے سینے مجروح ہو گئے ہیں۔ اور ان کی نگاہیں عجیب درد انگیز حسرت آمیز اداؤں سے اپنے امیر المومنین کیجانب اٹھ رہی ہیں۔ اور ہر وقت بیتابی کو فرماتی جاتی ہیں۔ اور ہر مسلمان کی یہی دعا ہے کہ خداوند اکبرا قادر مطلق! اپنے حبیب کریم کے طفیل وصدقہ میں اپنے حرم محترم اور اپنے دین پاک کے یکہ و تنہا خادم اور حامی کو نہ صرف صبر کامل کی توفیق مزید رحمت فرما۔ بلکہ محض اپنے کریمانہ فضل اور رحمانیت خالصہ اور ربوبیت تامہ سے کام لیکر الیساً نعم البدل عنایت کر اور ایسی دلی مسرت کا سامان غیبی طور سے مہیا کر دے کہ حضرت امیر المومنین کے درد دل اور کلفت طبع کا نہایت کافی اور شافی علاج ہو جائے اور جلالتمآب کو قلب ہمایونی پر ان حوادث کا کوئی مضر اثر باقی نہ رہے۔ تاکہ وہ تیرا سچا اور یکا بندہ اپنی نہایت مشکل خدمات متعلقہ کو بخیر و خوبی تمام انجام دیسکے۔ اے حضرات والاشان۔ باخبر مسلمانوں کی یہ حالت کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے۔ جبکہ وہ حضرت امیر المومنین کی نسبت یہ خیال رکھتے ہیں کہ

زیب و طراز ہر عالم تو ئی ؔ	سایہ یزداں بجہاں ہم تو ئی۔
جملہ بداشند کہ در غرب و شرق	ہست ترا تاج خلافت بفرق
آں تو ئی امروز کہ در روزگار	ہست برو ملت و دیں را قرار
تازگی بدورِ حنیس از تو ہست	زیب و طراز حرمین از تو ہست

اور ان کو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ

قاعدہ دولت و دیں را مدار	آئینۂ رحمت پروردگار
پیکر لطف و کرم کبریا	سایہ یزداں شہ کشور کشا۔
فاتحۂ دولت و طغرائے دین	زیب دہ افسر و تاج نگین ؔ
شاہ فلک کوکب عبد الحمید	ایدہ اللہ بنصر مزید ؔ

واقعی ایک ایسے شہنشاہِ اعظم ہیں جن کی نسبت یہ کہنا کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ

خاص از برائے مصلحت عام دیر سال	بہ نشیں کہ مثل تو نشنید بجائے تو
از بقائے عمر تو خیر جہاں نہاں	باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

لیکن مشیت ایزدی کے حضور میں اپنے سر کو رضا اور تسلیم کے ساتھ خم کر دینا بندگانِ خدا کا ہمیشہ کام رہا ہے۔ اور تا قیامت رہے گا کہ

سکون در آتش سوزندہ گفتم | نشاید کرد و درماں ہم سکون ست

ف ؎ پچیس سالہ عہد حکومت کے جشن دعا نگیر مسرت نے میرے معزز دوست کی اس دعا کو پورا کر دیا ہے جشن کے حالات کتاب ترکوں کی موجودہ ترقیات میں درج ہیں۔ مولف؎

یہ دور بہادران نبرد آزما کے لئے ازبس منحوس ثابت ہوا اور بڑے بڑے نامی گرامی مارشل وینا سی
پرچل بسے متذکرۂ بالا ارکان اربعہ کے سوا جنرل لاکھارٹ صاحب کمانڈران چیف افواج ہند اور جنرل اسٹوراٹ
صاحب سابق کمانڈر اور وہ تمام مشہور و معروف افسران فوج جنکا تعلق محاربہ ٹرنسوال سے ہے - اور بوئر جنرل
جوبرٹ کرانجی یہ سب کے سب اسی دور کے لئے تاقیامت یادگار رہیں گے۔ افسوس ہزار افسوس کہ ہمارے مذہبی
اور ملکی ہر دونوں معظم سلاطین کو جنہیں قدرتی دلی تعلق بھی ہے سب سے زائد صدمات پہنچے - اور ہم شامت
زدوں کو ضرور استقلال کا سب سے زائد گراں بار اُٹھانا پڑا حضرت غازی عثمان پاشا کے انتقال پر ملال کا اثر
بھی ہماری گورنمنٹ کی نسبت بہت کچھ مضر معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ غازی مرحوم کو گورنمنٹ روسیہ سے
قطعی نفرت اور عداوت تھی - اور آپ اُس جماعت کے سرگروہ اور بہت بڑے بااثر صدر اعظم تھے جو گورنمنٹ روس
سے انتقام لینا واجب سمجھتی ہے - اور یہ قطعاً ناممکن تھا کہ حضرت عالی کے ہوتے گورنمنٹ روس کبھی اور
کسی طرح دولت عثمانیہ کو اپنے ساتھ متفق اور متحد کر سکتی جس کی تمنا روسیہ کو ازبس ہے - اور جسکے لئے فرنچ
گورنمنٹ بھی ہر طرح کی کوشش کر رہی ہے لیکن غازی مرحوم کے بیوقت انتقال نے روسی اور فرانسیسی
گورنمنٹ کیلئے اب کچھ راستہ صاف کر دیا ہے جس سے آیندہ روسی گورنمنٹ بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہے - اگر
خدانخواستہ ہمارا یہ قیاس کچھ بھی صحیح ثابت ہوا تو ہمارے لئے ازبس ملال کا باعث ہو گا - لہذا غازی مرحوم
کی وفات پر مدبران برٹش امپائر جس حد تک اظہار رنج و ملال کریں جائز ہے - اور اسوجہ سے اور بھی
یہ حادثہ ہم ہندی مسلمانوں کے رنج و ملال کا باعث ہو گیا ہے - کیونکہ ہماری بہبودی اور بہتری تمام تر اس
میں ہے کہ روسی اور ترکی گورنمنٹ میں کوئی کامل اتحاد نہ ہونے پائے - اور بجائے روس کے برٹش سے دائمی
اتحاد کی شکل مستقل پیدا ہو جائے ہم کو مدبران سلطنت سے قطعی امید ہے - کہ وہ ہر موقع پر پیشبینی سے
کام لیکر بازی کا پانسہ پلٹنے دیں گے اور پہلے سے پہلے ترکی سلطنت اور عثمانیہ گورنمنٹ کیساتھ دیرپا سچا
اتحاد کر لیں گے جسے دولت عثمانیہ دل سے قبول کرنے کیلئے اسوقت تک تیار ہے (نہال احمد علوی حمیدی)
سٹینڈرڈ لنڈن کی تحریر کا کچھ خلاصہ وکیل کی تحریر میں شائع ہو چکا ہے - محاربات پلیونا کا
مختصر خلاصہ لکھتے ہوئے وہ دوسرے موقعہ پر تمہید میں حسب ذیل لکھتا ہے - مدام فاتح و منصور عثمان
جسے اس کے مشہور مد مقابل سکوبیلاف نے زمانہ کا بہترین جرنیل کہا تھا - ایسا ممتاز و جلیل
القرتبت نبرد آزما تھا - کہ خود ٹرکی معدن سپاہیان و مرز بوم نبرد آزمایان ہونے کے باوصف اس صدی
میں اس کے ہم پایہ کوئی اور نامور پیدا نہیں کر سکی -
گولوس (پیرس کے ایک نامور اخبار) کے نامہ نگار نے قسطنطنیہ سے غازی مرحوم کی وفات سے
چند روز پیشتر بتاریخ ۳۰ مارچ ۱۹۰۰ء اپنے اخبار کو حسب ذیل تحریر کیا :- سلطان المعظم کا اس شخص کی
تیمار داری اور علاج معالجہ میں ایسی توجہ و سرگرمی سے کام لینا اور اس امر کے لئے از حد اہتمام فرمانا ہرگز

لہ افسوس مارشل جلاد پاشا - مارشل گولز پاشا - جنرل حفظی پاشا بھی اس فہرست میں شامل ہیں - تفصیل کیلئے
دیکھو کتاب ترکوں کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا فوٹو -

تعجب خیز نہیں۔ نہ صرف جلالتمآب بلکہ کل قوم اسے ملک و سلطنت کا بھاری سہارا اور مضبوط رکن تصور کرتی ہے۔ عثمان پاشا اُن لوگوں میں سے ہے۔ جنکے چہروں پر نظر کرتے ہی انسان متحیر و متعجب رہجاتا ہی اس پیر مرد سپاہی نے پہلے اپنے خون و زندگی سے وطن و ملت کی خدمت کی۔ پھر باقی نظام عسکری کی تحسین اور فوجی صیغہ کی تقویت پر صرف کی یہ ناممکن ہے۔ کہ انسان اس کے چہرہ پر نظر کرے اور متاثر نہو اس مبارک چہرہ پر کمال و جلال کی علامات بالبداہت نمایاں ہیں۔ آنکھیں ایسی روشن ہیں جیسی عقاب کی اور ان سے فہم و ذکا اور حدۃ فکر بدرجہ اتم مترشح ہے۔

پلیونا میں انکو جو زخم پہونچا تہا اس کا اثر ان کے جسم پر برابر موجود ہے۔ اور اسوجہ سے ترکی قوم میں شجاعت جس کا فطری خاصہ ہے۔ انکا احترام اور بھی بڑہ گیا ہوا ہے۔ کل سلطنت میں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کیساتھ کل قوم۔ سپاہ اور سلطان سبکو محبت ہو۔ اور ایسی سخت محبت ہو ۱۸۷۷ء کے محاربہ کے بعد انکو اصلاح جیش کا کام سپرد کیا گیا۔ وہ تین مرتبہ وزارت حرب پر مامور کیے گئے۔ اور جہاں تک انسانی طاقت میں تھا انہوں نے لشکر عثمانیہ کی اصلاح و درستی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ چونکہ وہ جرمن طریق کے بہت مداح اور جرمن فوج کے ثنا خوان تھے اس کام میں مدد دینے کے لئے جرمنی سے اتالیق منگوائے۔ ترکی فوج کو جرمن نظام پر مرتب کیا اور جرمن اعلیٰ اتالیق جنرل فان ڈر گولز پاشا کو اپنے بادشاہ کی نظروں میں بہت موقر بنایا ترکی فوج نظام و فوج ردیف و نیز فوج توپخانہ کی موجودہ عمدگی کا کریڈٹ صرف غازی عثمان پاشا کو حاصل ہے۔ ترکی توپخانہ اسوقت یورپ کے بہترین توپخانوں میں شمار ہوتا ہے پچھلی کے میدان جنگ میں ترکوں کو جو نمایاں غلبہ (۱۸۹۷ء) میں حاصل ہوا۔ وہ صرف غازی عثمان پاشا کی کوششوں اور اعمال کا ثمرہ تہا۔ اگر یورپ مداخلت نکرتا۔ تو ترکی عساکر اوسی ایک ہفتہ میں ایتھنز پہنچ گئے ہوتے۔"

مارننگ پوسٹ لنڈن - مورخہ ۱۳- اپریل ۱۹۰۰ء عثمان پاشا کی سوانحعمری نہایت ہی عجیب د

افسوس یہ نامور بھی جس نے عثمانیہ فوج کی ترتیب جدید اور آراستگی میں غازی عثمان کے بعد سب سے زیادہ مدد دی تھی وسط اپریل ۱۹۱۶ء میں بمقام پوٹسڈم (متصل برلن) واقع جرمنی ستر برس کی عمر میں مرگیا۔ یہ قابل منتظم اور سپہ سالار اگرچہ ۱۸۹۶ء میں ترکی خدمت سے مستعفی ہوگیا تہا لیکن اخلاقی طور پر اسکا تعلق ترکی فوج اور سلطنت عثمانیہ سے برابر قائم تہا اور سلطان المعظم برابر اسوقت تک اسے اپنا قوت بازو تصور کرکے انعام و اکرام شاہی سے مستفید فرماتے رہے۔ وہ کا جرمن عہدہ لفٹننٹ جنرل بیرن فریڈرک فان ڈر گولز تہا۔ سلطانی فوج میں اسے مشیر کا رتبہ حاصل تہا۔ مرنے سے چند ہفتے پیشتر ہی سلطان المعظم نے اسے محاربہ یونان کا مرصع نشان اور ایک مرصع قبضہ کی تلوار عطا فرمائی تھی اسکی خدمات کی مفصل توضیح بست سالہ عہد حکومت اور محاربات پچھلی میں کیگئی ہے۔ افسوس اس مارچ کے مہینہ میں ایک اور ترک سپہ سالار حسین فوزی پاشا جو غازی عثمان و مختار اور رفواد رؤف کے بعد قابل ترین افسر تہا۔ ستر برس کی عمر میں البانیا کی مقام مناسطر میں فوت ہو گیا۔ وان ڈر گولز ۱۸۷۰ء کے محاربہ فرانس و پروشیا میں بھی شریک ہوا تہا اور اس جنگ کی خدمات کے صلہ میں قیصر ولیم اول نے "تاج آہنی" کا نشان جو بہت کم دیا جاتا ہے۔ اسے عطا کیا تہا۔

افسوس جنرل حفظی پاشا بھی ۱۴ اگست ۱۹۱۰ء کو فوت ہو گئے

ہے۔ اس کے جس کارنامہ نے اس کی شہرت کل روئے زمین پر پھیلادی۔ وہ روسیوں کے برخلاف پلیونا کی محافظت تھی۔ لیکن اس کارنامہ سے پیشتر بھی اس کی جنگی خدمات کچھ کم وقیع نہ تھیں۔ سرویوں کو تتر بتر کرنے کے بعد وہ ویڈن چلا آیا تھا۔ اور جب ۱۸۷۷ء میں روسی ڈینیوب سے عبور کر آئے۔ تو اس نے اسی مقام ویڈن سے پلیونا کی طرف وہ کوچ کیا تھا۔ جو سرعت اور باسلیقگی کی وجہ سے خود محافظت پلیونا سے کم وقیع نہیں حالانکہ عثمان کے پاس باربرداری کے وسائل اور فوج سواران تقریباً مفقود اور راستہ میں غنیم کی بدرجہا زیادہ فوج بکھری ہوئی تھی۔ اس لئے فوج کو نہ صرف ایسی استادی سے بڑھایا۔ کہ راستہ میں کہیں دشمن سے مقابلہ نہ ہونے پایا۔ بلکہ ایسی جلدی پلیونا اور ویڈن کی درمیانی مسافت طے کی۔ کہ ایک زمانہ ششدر رہ گیا۔ پلیونا کا مکمل محاصرہ ہو جانے پر عثمان کے افسر اور سپاہی جب پژمردہ خاطر ہو گئے۔ تو عثمان کی بشاشت بھی جاتی رہی وہ گھنٹوں تک چپ چاپ اپنے مکان کے آگے ٹہلتے رہتے۔ اس خاموشی میں وقتاً فوقتاً صرف اسی وقت وقفہ پڑتا۔ جب کہ وہ اسی طرح ٹہلتے ہوئے تحکمانہ لہجہ سے اپنے سٹاف کے کسی افسر کو یا کسی اور افسر کو جو رپٹ بولنے آیا ہو۔ کوئی مختصر سا حکم دیتے۔ صرف توفیق پاشا جو ایک ممتاز نوجوان افسر اور عثمان کے سٹاف کا ہیڈ تھا۔ ایک ایسا شخص تھا جس پر انہیں کامل اعتماد تھا۔ اور اسی کے ساتھ کبھی کبھی وہ دلی خیالات کا اظہار کر کے غم غلط کیا کرتے تھے۔ چنانچہ محاصرہ کے مکمل ہو جانے پر غازی ممدوح نے توفیق پاشا کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے ان افسروں پر جن کی غلط تدابیر سے روسی پلیونا کا راستہ بند کرنے پر قادر ہوئے تھے۔ سخت افسوس اور دلی نفرت ظاہر کی (دیہ افسر محمد علی پاشا اور سلیمان پاشا وغیرہ تھے مولف) عثمان پاشا طویل القامت و نازک بدن تھے۔ اور ان کی صحت بھی کوئی زیادہ مضبوط نہ تھی۔ لیکن اس کے باوصف ترکی جنرل کی مستعدی میں کچھ فرق نہ پڑا۔ اور وہ اپنے فرائض کو بدستور سابق کمال توجہ و سرگرمی سے انجام دیتا رہا۔ وہ بذات خود تفصیلی و جزئی معاملات تک کی جستجو و تفتیش کرتا۔ اور کل کارروائی اس کی ہدایت سے اور اسی کی نگرانی میں ہوتی۔ اس کے اخلاق شائستہ اطوار خوشگوار اور مذاق شستہ و سیدھا سادہ تھا۔ انہی اوصاف کی بدولت کل ماتحت فوج جلد ہی اس کی ایسی گرویدہ و مفتون ہو گئی۔ کہ اس کے حکم پر شعلوں میں کود پڑنے کو سعادت سمجھنے لگی۔ فتح و ظفر بھی سوائے آخری ہلہ کے ہمیشہ اس کے ہمرکاب رہی۔ فوج میں یہ جوش استقلال و پامردی زیادہ تر محض اپنے سپہ سالار کے ایثار و تحمل عزم بالجزم اور مردانہ انداز و برتاؤ سے پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے کیمپ میں سب انسان یکساں تھے۔ خوراک و آسائش کے متعلق ایک ادنےٰ سپاہی اور عثمان میں کوئی تمیز نہ تھی۔ اطلاع ہوئی۔ کہ تمباکو کا ذخیرہ تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ اور سپاہ میں اب تقسیم نہیں ہو سکتا۔ یہ سنتے ہی عثمان نے بھی تمباکو پینا چھوڑ دیا۔ اگر وہ چاہتا۔ تو نہ صرف اس کے بلکہ اس کے کل سٹاف کے لئے۔ باقیماندہ تمباکو کئی مہینوں کے لئے کفایت کر سکتا تھا۔ رپٹ پہنچی۔ کہ اب جانور اس قدر نہیں رہے۔ کہ سپاہیوں میں گوشت تقسیم ہو سکے۔ عثمان نے بھی اسی وقت سے گوشت ترک کر دیا

سپاہیوں کے لئے ایسے اوصاف کی قدر نکرنا ناممکن تھا۔ جو افسران کے رنج وراحت میں یکساں حصہ لینے والا ہو۔ اس پر کون سپاہ ہے جو فدا ہونے سے پہلوتہی کر سکتی ہے۔ چہ جائیکہ وہ سپاہ ترکی فوج ہو۔ رات کے وقت جب عثمان ایک اردلی اور ایک سٹاف افسر کو ہمراہ لئے ہوئے مورچہ بمورچہ اور مورچوں سے خندقوں کا اور وہاں سے واپس آکر میگزینوں کا معائنہ کرنے کے لئے گشت کرتے تو ہر موقعہ پر سپاہی دبی آواز سے (کیونکہ بلند آواز سے بولنے کی ممانعت تھی۔ مولف) خوش آمدید اور زندہ باش کے نعرے لگاتے۔ وہ اگرچہ انصاف کے معاملہ میں سنگدلی اور قیام نظام میں سخت گیری کی حد تک اور سرکشی کی بیخکنی یا متذبذب میں پڑنے والوں کی سرزنش میں جبر کی حد تک پہونچ جاتا۔ تاہم اس کا سلوک اپنی فوج سے ایسا تھا۔ جیسا باپ کا بچوں سے ہوتا ہے۔ وہ مریضوں کے ساتھ بشفقت گفتگو کرتا۔ تکان زدگان کا حوصلہ بڑہاتا۔ اور قابل آدمیوں کی تعریف کرتا۔ کل فوج اس کے رنگ میں رنگی گئی۔ اور اس طرح وہ اس شاندار محافظت کے قابل ہو گئی۔ جو قیامت تک یاد رہے گی۔ عثمان کی مشکلات کی کچھ انتہا نہ تھی۔ اس کے پاس اوہر نولیوں کی مرمت کیلئے کاریگر نہ تھے۔ دوسری طرف رسد قریب الختم تھی اُسنے بنظر کفایت اپنے زخمیوں اور بیماروں کو پلیونا سے باہر بھیجدیا۔ ان انگریز ڈاکٹروں نے جو لندن کی خیراتی کمیٹی کی طرف سے گئے تھے۔ اسپر اعتراض کیا (یہ بیان اصلاح طلب ہے۔ محاصرہ کے بعد کوئی زخمی یا مریض باہر نہ بھیجا گیا تھا۔ اور محاصرہ سے پہلے اس لئے بھیجے گئے تھے۔ کہ صوفیا میں انکا معالجہ بہتر ہو سکے۔ مولف) مگر عثمان نے قلت رسد کا معقول عذر پیش کیا۔ روسیوں نے پلیونا کا راستہ بند کر دینے کے بعد راستہ کی نگران فوجکے سات ہزار اسیر ترک عثمان کے حوالہ کر دینے چاہے مگر عثمان نے انکے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ روسی محض اس بدنیتی سے ان لوگونکو بھیجتے تھے۔ کہ عثمان کا ذخیرہ خوراک جلد ختم ہو جائے اور عثمان کو آدمیوں کی بجائے غلہ کی زیادہ ضرورت تھی۔ اسوقت عثمان اپنے ان افسروں کی نالائقی پر جنہیں راستہ کی حفاظت کا کام سپرد تھا۔ نگران کی غلطی سے روسی مراجعت کراہیں آخری راستہ پر قابض ہو گئے تھے رنجیدہ بھی سخت ہو رہے تھے۔ چنانچہ غازی مرحوم نے روسیوں کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر انہوں نے حقی پاشا کو پلیونا بھیجا۔ تو میں اُسے پھانسی پر لٹکوا دونگا۔ اس کے ساتھ ہی روسیونکو یہ بھی پیغام بھیجا۔ کہ میرے پاس آٹھ ماہ کا سامان موجود ہے۔ میں آخری دم تک لڑونگا (یہ دونوں بیان بھی زیادہ تر رنگ آمیزی کو لئے ہوئے ہیں پلیونا ارخانیہ سڑک کے محافظین نے پوری پوری دادِ شجاعت دی۔ نہ ان سے غازی عثمان کبھی ناراض ہوئے۔ گو راستہ مسدود ہو جانے سے رنج پہنچنا طبعی امر تھا۔ مولف)

مارننگ ہیرلڈ لندن میں ایک خود ستا دیوانہ جو باوجود بے خبری دعوٰی ہمہ دانی کو تا ہے لکھتا ہے کہ یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ عثمان ایک بڑا سپاہی تھا۔ لیکن وہ بڑا جرنیل ہرگز نہ تھا جسوقت تاریخ محاربہ روم وروس مکمل صورت میں پبلک کے سامنے پیش ہوئی۔ عثمان کے بڑے جرنیل ہونیکا وہم ہوا ہو گا مجھے ذاتی علم ہے۔ کہ وادی وو میں پلیونا کے گمنام موضع کے ارد گرد وہ مورچہ بندیاں جن کے سامنے سکوبیلاف کی شاندار فوجی قابلیت کی عرصہ دراز تک کچھ پیش نہ گئی۔ چار جرمن انجنیروں نے تجویز

نیار کی تھیں۔ ناظرین محاربات پلیونا کے سامنے اس سفید نہیں سخت سیاہ و بے شرمانہ جھوٹ کی تردید
کی کچھ احتیاج نہیں مولف) یہ جرمن انجنیر شہرت پسند نہ تھے۔ مزید برآں ان کو یہ خطرہ تھا۔ کہ اگر اپنے تئیں
عام طور پر ظاہر کیا۔ تو جرمن فوج سے بایں وجہ کہ کیوں بیگانہ فوج میں بھرتی ہوئے۔ ہمارے نام خارج
ہو جائیں گے۔ انکا یہ اندیشہ بالکل درست تھا۔ اگر یہ امر جرمن گورنمنٹ کو معلوم ہوتا۔ تو وہ ضرور انکو موقوف کر دیتی
وہ اپنے تئیں مخفی رکھنے کی صورت میں بھی ہیں جوکھم سے محفوظ نہ تھے۔ مگر نوجوانانہ ترنگ میں اگر تجربہ حاصل
کرنے کے مقابلہ میں انھوں نے مردانہ وار اس جوکھم کو برداشت کیا (اگر یہ بے خبر محض منتری اُنکے نام ظاہر
کر دیتا۔ تو شاید اس صورت میں چند احمقوں کو اپنی بات باور کرا سکتا (مولف) انھوں نے جس طریق
سے مورچہ بندی کی۔ اس سے بہتر اب تک کوئی طریق ایجاد نہیں ہو سکا۔ کرنیل بیڈن پاول بھی میفکنگ میں
بدوران محاربہ[1] ٹرنسوال ۱۸۹۹ء) اس طریق پر کچھ اضافہ نہیں کر سکے۔ مگر دینا کو یہی یقین تھا۔ کہ اس طریق کا
موجد و بانی مبانی ایک ترک سپہ سالار ہے۔ اور اس کی مدح و توصیف میں تر زبان ہو رہی تھی
(اگر اس بکواس کی کچھ بھی اصلیت ہوتی۔ تو ٹائمز ایسا متعصب کبھی اسے شائع کرنے سے باز نہیں رہتا
اپنے تعصب اور دیرینہ بغض و کدورت کیوجہ سے وہ عثمان کو اس مورچہ بندی کا کریڈٹ نہیں دیتا۔ لیکن
پھر بھی وہ یہ جرات نہیں کر سکا۔ کہ اُسے ترکوں سے کسی فرضی جرمنوں کی کیطرف منتقل کرتا۔ اس نے
اپنے تعصب کو اس سے تجاوز نہیں کرنے دیا۔ کہ عثمان کی بجائے اُنکے ایک ماتحت ترک افسر توفیق پاشا کو اس
کا کریڈٹ دیتا ہے۔ مولف) بڑا کمانڈر ہونا علیحدہ امر ہے۔ اور بڑا فوجی شاطر ہونا دوسری بات ہے جن اوصاف
سے عثمان نے فوج کو اپنا مفتون اور عاشق شیدا بنا لیا تھا۔ وہ دماغی و ذہنی کی بجائے زیادہ تر اخلاقی و قلبی
تھے جب وہ اپنے ماتحتوں کو حکم دیتا تھا۔ تو وہ یہ نہیں ہوتا تھا۔ کہ جاؤ یہ مہم طے کرو۔ بلکہ یہ کہ آؤ اس کام کو کریں چنانچہ
بارہا اُس نے محض اپنی طبعی شجاعت و مردانگی اور مردانہ وار صفوں کے آگے ہونے کی طفیل حالانکہ اسکے
ہاتھ میں لکڑی کی معمولی چھڑی کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ ہوتا تھا۔ ایسی حالتوں میں جبکہ شکست یقینی
دکھائی دیتی ہو دشمن پر فتح پائی۔ شخصی شجاعت کے اس اظہار کی بدولت اسے فوجی ملازمت کی ابتدا ہی میں ناموری
حاصل ہو گئی تھی۔ جس ناموری پر اسنے بعد میں کبھی حرف نہ آنے دیا۔ اپنی زندگی کے سب سے نازک اور بحرانی
موقعہ پر جب اُسنے اپنے تئیں روس کی ٹڈی دل افواج اور اپنی سلطنت کے دار الخلافہ کے درمیان بمقام پلونا
سد سکندری کی طرح حائل کیا۔ تو اس کے پاس صرف دو وسائل تھے۔ ایک اسکی جبلی شجاعت تھی جس
نے عہد کر لیا تھا۔ کہ سوائے اس صورت کے کہ کامل بربادی و معدومیت یقینی ہو جائے کبھی ہار نہ مانیگی
دوسرا وسیلہ وہ غیر متزلزل اور کامل بھروسہ تھا جو اُسے اپنے خدا اور اس کے رسول محمد پر تھا۔

اخبار ڈیلی میل لندن لکھتا ہے: "پنولین کیطرح عثمان ہمیشہ سادہ وردی پہنتے۔ ان کی یہ عادت
نہایت عجیب تھی کہ معرکہ کے وقت بھی وہ پنسل اپنے کان میں رکھتے جس کا موٹا سرا آگے کی طرف ہوتا۔"

[1] محاربہ ٹرنسوال۔ مفصل روداد کتاب بست سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید میں درج ہیں۔ خاص محاربہ کے
متعلق بھی حمیدیہ ایجنسی لاہور و امرتسر نے ایک ضخیم و دلچسپ کتاب تیار کی ہے۔ مولف

کم سخن متین ۔ صرف معانی الفور کہدینے کے معتاد ۔ اور تکلفات معاشرت سے سخت متنفر تھے ۔ وہ تمام اجنبیوں بالخصوص جرمنوں ۔ روسیوں اور انگریزوں سے بہت نفرت رکھتے تھے ۔

ٹائمز لنڈن مورخہ ۱۳ ۔ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء :- غازی عثمان پاشا محافظ پلیونا ۵ ماہ حال کو بمقام قسطنطنیہ طویل علالت کے بعد فوت ہوگئے ۔ ان کی عمر بقول بعض ۶۸ اور بقول دیگر ۶۳ برس کی تھی ۔ وہ ایشیائے کوچک کے قصبہ توکٹ یا قصبہ اماسیہ میں پیدا ہوئے ۔ وہ خالص النسل ترک تھے ۔ اور تعلیم بھی ٹھیٹھ ترکی طریقہ پر پائی تھی ۔ ۱۸۵۳ء میں وہ قسطنطنیہ کے فوجی کالج میں داخل ہوئے ۔ اور روس کے ساتھ لڑائی چھڑ جانے پر عمر پاشا کے ماتحت میدان جنگ میں شریک کارزار ہوئے ۔ محاربہ کے اس عملی مدرسہ میں وہ ٹھیٹھ ترکی طرز کا سپاہی بنگیا یعنی بہادرانہ لڑائی (خاصکر بچاؤ کی لڑائی) میں نہایت ثابت قدم اور متحمل ہونے کے وصف اس میں بہی پیدا ہوگئے ۔ اور نیز سلطنت عثمانیہ کے ہر عہد کے بلا استثنا جملہ افسروں کی طرح رعایا پر جبر ستم ہونے ۔ بددیانتی ملازمان اور انتظامی بدنظمی و بے ترتیبی کو ہمیشہ بنظر چشم پوشی و پردہ داری دیکھنے کا وصف ۔ جبل لبناں کے دروز قبائل کی زیادتیوں کے انسداد اور مارونی عیسائیوں کو ایک حد تک اندرونی خود مختاری عطا کرنے پر جب انگلستان اور فرانس نے بابعالی کو مجبور کیا ۔ اور اس نے ۱۸۶۰ء علاقہ مذکور میں فوج بھیجی ۔ تو اس فوجکشی میں غازی عثمان بھی شامل تھا ۔ ۱۸۶۶ء میں بدوران بغاوت کریٹ جس میں فریقین کو سخت نقصان اٹھانا پڑا ۔ عثمان پاشا نے حاجیا جارجیا کے قلعہ بند راہب خانہ کو فتح کرنے سے بڑی عزت حاصل کی اور اس کے صلہ میں ترقی پائی ۔ اس سے نو برس بعد پورے جرنیل کے رتبہ پر فائز ہوئے ۔ اور ایک آرمی کور کی کمان لیکر سرویا کی سرکوبی پر مامور ہوئے ۔ اسوقت سے لیکر ۱۸۷۷ء و ۱۸۷۸ء کے محاربہ روس و روم کے اختتام تک ان کا نام ترکی کی بہترین فوجی طاقت اور جنگی قابلیت کا مترادف رہا ۔ روسی جولائی ۱۸۷۷ء میں دریائے ڈنیوب سے عبور کر گئے ۔ لیکن دریا سے گذرتے ہی وہ کیا دیکھتے ہیں کہ عثمان پاشا ترکی فوج کا چیدہ حصہ لیکر مقام پلیونا کے اردگرد کی پہاڑیوں پر مورچوں میں محفوظ اُن کے راستہ میں حائل ہے (مورچونکا اسوقت نام و نشان بھی نہ تھا مولف) عثمان کے ماتحت افسروں میں ایک مسمیٰ توفیق پاشا قابل انجنیر تھا ۔ اس اعلیٰ تربیت یافتہ افسر نے مورچوں کا ایسا محفوظ سلسلہ تجویز کیا کہ ان کی بدولت تخمیناً ۴۰ ہزار ترکوں نے تقریباً پانچ مہینوں تک بیشمار روسی و رومانوی فوج کی کچھ پیش نہ جانے دی ۔ انجنیرنگ لحاظ سے پلیونا کی شاندار محافظت کا فخر اور کریڈٹ گو توفیق پاشا کو حاصل ہے لیکن آخری وقت تک جگہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑنے کے عزم راسخ کا فضل و فخر فقط عثمان اور اس کی جانبازو جان نثار سپاہ کو حاصل ہے ۔ اُسنے روسی اور رومانویونکو بارہا جب کبھی انہوں نے حملہ کیا بہ نقصان کثیر شکست دیکر بھگا دیا ۔ مگر آخر کار بتاریخ ۱۰ دسمبر فاقہ سے مجبور ہو کر محاصرین کی تہری قطار در قطار مورچہ بندی پر آخری ناکام کوشش اور حملہ کرنے کے بعد (جس میں اُسنے دو قطاروں یا صفوں کو توڑ دیا تھا اور صرف ایک قطار روسی مورچوں کی سامنے رہگئی تھی مولف) اسے ہتھیار رکھدینے پڑے اس کی گرفتاری کے بعد بھی ۔ اگرچہ درہ شپکا کی خونریز لڑائیوں میں روسیوں کا بہت نقصان ہوا

مگر اس سے محاربہ کا نتیجہ صاف ظاہر ہو گیا تھا۔

عثمان پاشا پرانے خیالات و مذاق کا خالص ترک تھا وہ اجنبی زبانوں اور اجنبی تہذیب و تمدن سے ناآشنا تھا۔ اور فوجی تربیت اور فن حرب کے سائیٹفک (علمی) پہلو سے تقریباً بالکل نابلد تھا لیکن اپنے اکثر ہم وطنوں کی طرح اس میں عملی فوجی قابلیت و استعداد بقدر عظیم موجود تھی جو ایک حد تک اسے مطالعہ و علمی واقفیت کی بجائے بہت کام دیتی رہی۔ مزید برآں وہ اپنے سے بہتر تعلیم و تربیت پائے ہوئے افسروں سے جیسا کہ توفیق پاشا تھا۔ کام لینے اور انکی استعداد سے فائدہ اٹھانے کا ڈھب خوب جانتا تھا اس کی شجاعانہ مردانگی اور پختگی عزم میں کیسکو کلام نہیں لیکن وہ مناسب پر جارحانہ پہلو اختیار کرنے کی شاذو نادر جرات کر سکا۔ یہ اسی کمی کی وجہ سے تہا۔ اگرچہ ارخانیہ کی سڑک پر جو پلیونا سے زیادہ محفوظ و مستحکم مقام تھا ہفتوں تک کھلی رہی۔ وہ پلیونا میں ہی بیٹھا رہا۔ اور باہر نکلنے کی جرات نہ کر سکا (محاربات پلیونا کے پڑھنے والے زیر بحث اخلاقی جرات یا بزدلی کے مسئلہ کا خود ہی بعمدگی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ عثمان کسلئے پلیونا نہ چھوڑ سکے تھے۔ مولف)

روسی محاربہ کے بعد وہ وزیر جنگ مقرر کیا گیا۔ لیکن اس عہدہ پر اسنے فوجکی اصلاح و درستی کر سکنے کی متعلق کوئی قابلیت نہ دکھائی۔ بہر نوع وزارت حرب اور کل فوج میں جو غبن و تغلب کی اور نیز دیگر خرابیاں جو قدیم الایام سے چلی آتی تھیں ان میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ سلطان نے بایں یقین کہ جب تک غازی عثمان انکا وفادار ہے ان کو اس جیسی کسی فوجی بغاوت یا سازش کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ جو سلطان عبدالعزیز کی معزولی کا باعث ہوئی تھی۔ غازی موصوف کو اعزاز و اکرام اور دولت مال سے لاد دیا۔ اور اس کیلئے یلدز کوشک کے قریب ایک محل بنوا دیا۔ مگر ساتھ ہی اسکے افعال و اعمال کی سخت نگرانی کا بھی بندوبست کر دیا۔

المعلومات وغیرہ ترکی و مصری اخبارات نے تقریباً اسی مضمون کی تحریریں شائع کی ہیں۔ جیسی کہ المؤید کی تحریر ہے۔ اس لئے انکو یہاں درج کرنا فضول سمجھا گیا ہے۔ البتہ وہ ترکی مرثیہ جسکا اردو ترجمہ شمس الاخبار نے شائع کیا ہے۔ یہاں بطور یادگار قومی بجنسہ درج کر دیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں پبلک طور پر اظہار تاسف کرنے کی کارروائی جہاں تک مجھے علم ہے بنگلور کے سوا کہیں نہیں ہوئی۔ اس جلسہ کی مختصر روئداد ترکی مرثیہ کے بعد ذیل میں درج کر دی جاتی ہے۔

المرثیة

مسلمانان اغلیک آہ ایلیک عثمانیان — کیم بوکون کیرذی نعینہ بر مقدس قہرمان

حرب سابقدہ پلونا جامی غیر توری — عصر نیک عثمان ذی المنور ہنی حیدری

عالمک ابجالنہ عالمعہ لائق بر دلیر — دولتک اک شانلی بر غازیسی صادق بزیر

ملتک تاریخ حالیسندہ نام آور ہنتیر — وشمنان دینک قلبندہ بطشی جایگیر

امتک امید آیتسی مدار نصرتی — مصحف ملیتک غائت مشعشع آیتی

عصمتك پاكی اخلاقك مجسم عمدەسی ٭ هیئت اسلامیانك غرۂ شایان زبدەسی
جبهەسندە نور فتح ونصر برق اندازایدی ٭ سینەسندە غیرت ملیتی دمسازایدی
برهنر برعرصه هیجا ایدی عثمان آه ٭ خاكە كیرلندی بوگون اول كان عز وشانه
بن بیلورم قلبنی وار فوق الحد منین ٭ ماتمندە اشتراك ایتسون قلوب مؤمنین

جلسہ تعزیت غازی عثمان پاشا مرحوم۔ پہلوان پلونا غازی عثمان پاشا مرحوم کی وفات حسرت آیات پر مسلمانان شہر بنگلور کی ہمدردی و غمگساری غازی مرحوم کی خویشوں اور اعلیحضرت امیر المومنین سلطان اعظم خلد اللہ ملکہ سے جنکو ایسے نامور مرد میدان کے انتقال سے صدمۂ عظیم پہنچا ہے۔ بوساطت ترکی سفیر مقیم بمبئی بذریعہ ٹیلیگرام ظاہر کرنے کے لئے انجمن مذکورۃ الصدر کے اگزکٹو ممبروں کا ایک شوریٰ ۱۳ ماہ اپریل میں قائم کیا گیا۔ حسب فیصلہ انتخابی کمیٹی اراکین انجمن کا ایک جلسہ عام ۱۵۔ ماہ رواں کو منعقد ہوا جس میں سراج العلماء سید محمد مرصاد بادشاہ جعفری قادری صدر نشین جلسہ قرار پائے۔ اس جلسہ میں علماء مشائخ۔ معززین شہر اور انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان اور چند ہندو اور عیسائی وغیرہ ہم بھی بکثرت جمع ہوئے۔

نواب مولوی حکیم میر محمد علی صاحب۔ حکیم محمد برہان علیخان صاحب المتخلص وفا۔ اور جناب منشی سید مخدوم صاحب نے قطعات تاریخ وفات غازی مرحوم پڑھے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ آنریری سیکرٹری جناب منشی سید النظام صاحب نے انجمن کی انتظامی کمیٹی کے ان دو ممبرس یعنی پی رامیا صاحب بی اے۔ اور پادری ہنا داسیا صاحب کے جو اسوقت حاضر تھے کچھ تقریر حسب حال کی درخواست کی جسکی تعمیل میں ہر دو مقرروں نے حاضرین کو تشفی بخشی بعد ازاں اہل مجلس سے یہ ریزولیوشن پاس ہوا۔ کہ اس جلسہ کی روئداد معہ تاریخ وفات تاج الغزات سفیر روم مقیم بمبئی کی خدمت میں روانہ کیجائیں۔ غازی مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کیجانیکے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ ٹیلیگرام غازی عثمان پاشا ہیرو آف پلونا کے سے مرد میدان یکتا کے کھو دینے میں اہل اسلام بنگلور کا درد دل غازی مرحوم کے خویشوں اور خلیفۃ المسلمین شاہ روم سے بھی بمہربانی ظاہر کر دیجئے۔

قطعات تاریخ وفات تاج الغزات عثمان پاشا غازی مرحوم مغفور از فکر شاعر شیریں زبان نواب مولوی میر محمد علی صاحب

اِذْ مَاتَ صَاحِبُ الْكَرَمِ وَالشَّجَاعَةِ ٭ مَنْ لَمْ يَرَى الْاَنَامُ نَظِيرَهُ اِلَى الْاَبَدِ
اَلْهَمَنِي مُلْهِمُ سَنَةَ اِنْتِقَالِهِ ٭ قَدْ تَبَّتِ الْيَدَانِ مِنَ الدَّوْلَةِ الْاَمْتَدِ

دیگر
جب کہ عثمان بادشاہ غازی ٭ دار فانی سے ہوگئے معدوم
سر ہمت سے ان کی رحلت کی ٭ ہوئی تاریخ غازی مرحوم

از شاعر شیوہ بیان حکیم محمد برہان علیخان صاحب وفا۔ تخلص

کرد رحلت غازی عثمان پادشاہ عالی وقار ۔ خاطر عاطر جو گردانید اندیشائے دو دل ۔ از سر افسوس ہاتف گفت تاریخ وفات ٭ رفت سوئے لامکاں انا الیہ راجعون۔ **دیگر** غازی عثمان پادشاہ عالی وقار ٭ رفت از دار فنا سوئے قرار ۔ از جدائی چشم تر بارید خوں ۔ غنچۂ دل بہر سالش شد فگار ۔ گفت تاریخ از سر ہاتف وفا

باد بحید رحمت پروردگار :: **دیگو** مواجبدم شیر شاہ ترکی :: دل عالم کو ہے سوز و گدازی :: کہا کوئی ہے کیسا سال مسیحا۔ ندا ہاتف دیا بولا حجازی۔ پلٹی سلطنت تہی روسیہ کی۔ رہا ہوتا اگر عثمان غازی ::

ازجانب شاعر فصیح اللسان منشی سید مخدوم صاحب

عثمان پادشاہ چوں کردہ سفر زدنیا :: تاریخ رحلتش شد ہیجوں کہ بود عالش
وصفش چگونہ گویم از روی بندگی بس :: غازی نامور من گفتم سن وصالش

دیگر

قوت بازوے سلطان غازی عثمان بادشاہ جنکے ہمرتبہ نہوں ہرگز خورشید و ماہ
سال فوت آں شجیع دزور آور صدالم :: عضد دولت منشی عاصی کہا از روئے جاہ

راقم پریسیڈنٹ جماعت مومنیں۔

ضمیمہ نمبر ۲ محاربات پلونا حصہ سوم

طاہر پاشا مرحوم

افسوس غازی مرحوم کی وفات سے پونے دو مہینے ہی بعد مارشل طاہر پاشا بھی جو محاربات پلیونا میں غازی مرحوم کے چیف سٹاف افسر یعنی ایک طرح سے نائب تھے۔ اور اب بارگاہ سلطانی کے اعلے یاور اور حاجب تھے۔ بہ عمر ۶۰ برس قسطنطنیہ میں ۲۶ مئی سنہ ۱۹ کو بروز شنبہ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ دوشنبہ (۲۸ مئی) کی صبح کو اٹھایا گیا بیشمار ملکی فوجی عہدہ دار اور اکثر یاوران سلطانی مستشاران صدارت عظمٰی وغیرہ اعلے منصبدار ہمراہ تھے۔ تجہیز و تکفین کا کل خرچ جلالتماب نے جیب خاص سے عطا فرمایا۔ مرحوم محلہ پاشا باغچہ میں رہتے تھے۔ وہاں سے ان کا جنازہ شاہی جہاز پر الیشیائی مضافات سکودرے میں پہنچایا گیا۔ جہاز کے علاوہ سینکڑوں دخانی و دیگر کشتیاں عزاداروں سے بھری ہوئی تھیں۔ نماز جنازہ سکودارے کی مسجد بنی جامع میں پڑہی گئی اور مارشل مرحوم کا جسد بیجاں قبرستان قراجہ احمد میں ایک خاص طور پر تیار کردہ لحد میں اتارا گیا۔

پاشائے مرحوم خاص قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے سب سے اول بنکالڈی کے مدرسہ حربیہ میں تعلیم پائی۔ وہاں سے تکمیل تعلیم حربی کیلئے فرانس بھیجدیئے گئے۔ واپسی پر بعہدہ کپتانی جنرل سٹاف میں مامور ہوئے اور بایں حیثیت سلطنت کے مختلف صوبوں کو مختلف سفارتوں اور تعینایتوں پر بھیجے جاتے رہے سنہ ۱۲[illegible]ھ میں میجر ہو کر بغداد کے فوجی ڈویژن کے اعلے اسٹاف افسر بنائے گئے دو برس بعد کرد قزاق سردار حمزہ آغا کی سرکوبی پر مامور کئے گئے۔ جسے وہ گرفتار کر لائے۔ کچھ عرصہ بعد قبائل کی خانہ جنگیوں اور سرکشی کے انتظام کیلئے شہر زور اور دیوانیہ کو بھیجے گئے۔ اور کامیاب ہو کر واپس آئے سنہ ۱۲[illegible] ہجری میں بعہدہ کرنیل قسطنطنیہ واپس آئے۔ اور اس سے تھوڑی ہی دیر بعد میجر جنرل کے رتبہ پر ترقی یاب ہو کر پہلے پنجم جیش مقیمہ شام اور پھر سوم جیش مقیم البانیا کے اعلے سٹاف افسر مقرر ہوئے۔ بعد قلعجات ودن۔ رسچک اور سلشتریا کے انسپکٹر مامور ہوئے۔ محاربہ روس و روم کے شروع ہونے پر ویڈن افواج کے کمانڈر تھے۔ اس عہدہ سے وہ پلیونا فوج کے

اعلےٰ اسٹاف افسر بنائے گئے۔ اور اپنے سردار کو اس شہر کی مشہور آفاق محافظت کے انتظام و تجویز پر فائز بلقدر مدد دی جنگ کے خاتمہ پر جدید ریاست بلگیر کی حدود کی تعین کنندہ کمیشن کے ممبر بنائے گئے۔ اس سے فارغ ہونے پر دوم جیش مقیمہ صوبہ ایڈریانوپل کی اصلاح و درستی کا کام ان کے سپرد کیا گیا ۱۳۰۲ ہجری میں مارشل کے رتبہ پر فائز ہوئے۔ اور ولایت البانیہ کے صوبہ سقوطری کے گورنر جنرل اور فوجی سپہ سالار مقرر ہوئے۔ دس برس بعد جلالت مآب امیر المومنین کے ایڈیکانگ جنرل بنائے گئے۔ اور کچھ عرصہ پنجم جیش کی سپہ سالاری پر مامور رہکر قسطنطنیہ بلالئے گئے۔ اور مابین ہمایوں کے فوجی اعیان میں شامل کر دیئے گئے۔ مرحوم کی تصویر بھی دیدنی بجاتی ہے۔ محاربات پلیونا میں مرحوم غازی کو عثمان مرحوم سے بحیثیت مرتبہ وہی تعلق تھا جو ۱۹۰۰ء کے محاربہ ٹرنسوال میں لارڈ کچنر کو لارڈ رابرٹس سے ہے۔ طبقات عثمانی و مجیدی کے مرصع نشان اور طبقۂ امتیاز کے طلائی و نقرئی میڈل رکھتے تھے۔

محاربات تھیسلی ۔ مکمل تاریخ جنگ روم و یونان جسمیں ایک جرمن سٹاف افسر کی تاریخ کارزار روم و یونان اور ترکوں کے مشہور خیرخواہ اور صادق دوست سر ایشمیڈ بارٹلٹ صاحب ممبر پارلیمنٹ انگلستان کی کتاب معرکہ ہائے تھیسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ مولف نے جابجا اپنی ذاتی واقفیت سے حواشی اور ضمیمے ایزاد کر دیئے ہیں اور کئی اور مضمون بھی جو محاربات سے متعلق تھے۔ شرح و بسط کیساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں۔ مضمون ایسا سلسل اور سلیس ہے۔ کہ پڑھنے والا میدان جنگ کا سماں دیکھ رہا ہے۔ ترکی پاشاؤں اور جلیل القدر افسروں کی تصاویر اور متعدد نقشے بھی کتاب میں درج کر دیئے ہیں ۱۸۹۶ء کے محاربات سوڈان و مصر اور ۱۸۹۷ء کے سرحدی محاربات و ہمند وغیرہ کا حال بھی ضمناً لکھا گیا ہے۔ حجم ایک ہزار صفحہ۔ کتاب کے تین حصے ہیں قیمت فی حصہ عہ

مفروضہ مظالم آرمینیا ۔ اس میں عالیہ نام اور فاضل مولف نے معاملات متعلقہ ٹرکی اور مسئلہ آرمینیا کی مختلف پہلو پر مدلل اور شائستہ و براہین بالستہ بحث کی ہے۔ تمام اصحاب جنہوں نے اس کتاب کی مضامین کو پڑھا ہے نہایت زور سے اس کتاب کے جامع اور بسیط ہونے کی تعریف کی ہے۔ اردو زبان میں ایسی جامع کتاب جو روم اور مسیحی تعلقات کے متعلق حالات سے کامل آگاہی دے سکے۔ اب تک کہیں تالیف نہیں ہوئی۔ عہد نامہ سٹیفانو۔ خطوط نپولین بونا پارٹ۔ تقریر گلیڈسٹون کے علاوہ خلافت مآب کی تصویر بھی دیگئی ہے۔ یہ فخر اسی کتاب کو حاصل ہے۔ کہ مسئلہ آرمینیا کے تصفیہ کے متعلق جو قیاس ۱۸۹۵ء میں اس کتاب میں ظاہر کئے گئے تھے۔ وہ بالکل درست ثابت ہوئے۔ قیمت عہ

ایضاً بزبان انگریزی قیمت صرف چھ آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ٹرکی کی موجودہ حالت اور اس کی باجگذار ریاستیں ہیں رسالہ میں ٹرکی بمصر معہ نہر سویز تیونس بلغاریہ بوسینا۔ ہرزیگوئنا۔ ٹینلسا موس اور قبرس کی تمدن۔ تجارت۔ بری و بحری طاقت تعلیم ریلوے قرضجات قومی صنعت و حرفت زراعت۔ مردم شماری۔ رقبہ طرز و آئین حکومت موجودہ پولٹیکل معاملات پر بحث کیگئی ہے نہایت جامع کتاب ہے قیمت عہ { درخواستیں بنام منیجر حمیدیہ ایجنسی دفتر اخبار وطن لاہور آنی چاہئیں }